Presented by: https://jafrilibrary.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب مستطاب

تجلیات صداقت

بجواب

آفتاب ہدایت

تالیف

حجۃ الاسلام والمسلمین سرکار علامہ الشیخ محمد حسین نجفی مجتہد العصر دام ظلہ العالی

ناشر

عباس بک ایجنسی

درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر لکھنؤ (انڈیا)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

کتاب مستطاب

تجلیات صداقت

بجواب

آفتاب ہدایت

تصنیف

صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین سرکار

قبلہ مجتہد العصر مدظلہ العالی

علامہ الحاج الشیخ محمد حسین صاحب

ناشر عباس بک ایجنسی درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر لکھنؤ (انڈیا)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کتاب مستطاب

تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت

تصنیف لطیف: ..... سرکار علامہ الحاج شیخ محمد حسین نجفی قبلہ

کتابت: ..... اشرف جمیل

تاریخ اشاعت: ..... یکم دسمبر 2005ء

ایڈیشن: ..... اوّل

قیمت: ..... -/400 روپے

ناشر

عباس بک ایجنسی

درگاہ حضرت عباسؑ رستم نگر لکھنؤ (انڈیا)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فہرست اجمالی مضامین تجلیات، صداقت بجواب آفتاب ھدایت

یعنی ایک ہزار سے زاہد عناوین میں سے صرف ۳۱۳ عناوین کا انتخاب۔

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	دیباچہ	۴	۲۴	اسلامی عبادات عند الشیعہ	۲۱
۲	علمائے شیعہ کی روش و رفتار	〃	۲۵	کیا شیعہ قرآن کو نہیں مانتے؟	〃
۳	بعض مشہور کتب مناظرہ کے نام	۵	۲۶	مؤلف کے استدلالات کا جامع خلاصہ	〃
۴	وجہ تصنیف کتاب ہذا	۶	۲۷	کوئی شیعہ حافظ قرآن نہیں ہو سکتا	۲۵
۵	تجلیات صداقت کی طبع ثانی	۷	۲۸	شیعہ کا ایمان بالقرآن	〃
۶	بانیٔ اسلام پر اعتراض کا ماخذ کتب اہلسنت میں	۱۰	۲۹	برادرانِ اسلامی کی روشن تعلیمات اسلام کے خلاف ہے	۲۶
۷	اسلام کی تصویر کشیاں پہلی تصویر۔	〃	۳۰	بعض اہل انصاف سنی علماء کا اعترافِ حقیقت	۲۷
۸	دوسری تصویر	۱۱	۳۱	شیعہ علماء اسلام کا اظہار حقیقت	〃
۹	اسلامی اصول و فروع کا نقشہ اہلسنت کے خیال کے مطابق	۱۲	۳۲	جمع قرآن کے سلسلہ میں برادرانِ اسلامی سے چند سوالات	۲۸
۱۰	سنیوں کے نزدیک شانِ رسالت	〃	۳۳	جناب امیرؑ کا جمع کردہ قرآن کیسا تھا۔	۲۹
۱۱	سنیوں کے ہاں شانِ صحابہ	۱۳	۳۴	موہم تحریف شیعی روایات کا تحقیقی جواب	〃
۱۲	حنفیوں کے نزدیک نماز کا نقشہ	۱۰	۳۵	اہلسنت کی موہم تحریف روایات	۳۰
۱۳	اسلام کی اصولی و فروعی تصویر شیعہ نقطہ نظر سے	۱۵	۳۶	نسخ والی تاویل علیل کا ابطال	۳۲
۱۴	توحید شیعہ	۱۶	۳۷	جفر، جامعہ اور مصحف فاطمہ والے ایراد کا جواب	۳۴
۱۵	شانِ رسالت عند الشیعہ	〃	۳۸	بقول اہلسنت قرآن میں غلطیاں	۳۶
۱۶	منافقین کو قتل نہ کرنے کی وجہ	۱۷	۳۹	شیعوں میں حافظ کا تذکرہ	〃
۱۷	قضیۂ قرطاس۔ حضرت علیؑ نے وہ تحریر کیوں نہ لکھوائی	۱۸	۴۰	بعض شیعہ حفاظ کا تذکرہ	۳۷
		〃	۴۱	فضائل اصحاب ثلاثہ قرآن سے	۳۸
۱۸	احراق بابِ فاطمہ	〃	۴۲	پہلی آیت اور اسکا مفصل جواب اور حصول ثواب کے شرائط	۳۹
۱۹	وجہ عدم قتالِ علیؑ با ثلاثہ	۱۹			
۲۰	جناب امیرؑ نے اپنے دور میں کیوں اصلاحات نہیں کیں	〃	۴۳	اصحابِ ثلاثہ کے ایمان کا بیان ایمان ابوبکر	۴۲
۲۱	امامت و خلافت عند الشیعہ	۲۰	۴۴	ایمان عمر کا بیان	۴۳
۲۲	شانِ قرآن عند الشیعہ	〃	۴۵	ایمان عثمان کا بیان	۴۵
۲۳	القیامۃ عند الشیعہ	۲۱	۴۶	اصحابِ ثلاثہ کی ہجرت کا بیان	۴۶

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۷	اصحاب ثلاثہؓ کے جہاد کا بیان تمام غزوات کا تذکرہ	۴۷
۴۸	دوسری آیت اور اس کا جواب	۵۷
۴۹	تیسری آیت اور اس کا جواب	۶۰
۵۰	تمول اصحاب ثلاثہ	۶۱
۵۱	اصحاب ثلاثہ کے خشوع و خضوع کا بیان	″
۵۲	چوتھی آیت اور اس کا جواب	۶۳
۵۳	حضرت علیؓ صدیق اکبر و فاروق اعظم ہیں	۶۴
۵۴	پانچویں ایت اور اسکا جواب	۶۵
۵۵	حضرت علیؓ سابق الاسلام ہیں	″
۵۶	انصار میں آنحضرتؐ پر اعتراض کرنے والے بھی موجود تھے	۶۸
۵۷	چھٹی آیت اور اس کا جواب	۶۹
۵۸	ساتویں آیت اور اس کا جواب	۷۱
۵۹	آٹھویں آیت اور اس کا جواب	۷۲
۶۰	والذین معہ کے مصداق کی تحقیق	۷۳
۶۱	اشداء علی الکفار کی تحقیق	۷۴
۶۲	ولی اللہی تفسیر اور اس پر تنقید	۷۵
۶۳	نویں آیت اور اس کا جواب	۷۷
۶۴	مؤلف کے اٹھائے گئے بعض ضمنی مسائل پر تبصرہ	۸۰
۶۵	دسویں آیت اور اس کا جواب	۸۲
۶۶	گیارہویں آیت اور اس کا جواب	۸۲
۶۷	بارہویں آیت اور اس کا جواب	۸۷
۶۸	تیرہویں آیت اور اس کا جواب (بیعت رضوان کی مکمل تفسیر)	۸۸
۶۹	کچھ جناب عثمان کے بارے میں	۹۴
۷۰	چودھویں آیت اور اس کا جواب	۹۵
۷۱	پندرہویں آیت اور اس کا جواب	۹۶
۷۲	سولہویں آیت اور اس کا جواب	۹۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۳	جنگ اُحد سے ثلاثہ کا فرار	۹۸
۷۴	سترہویں آیت اور اس کا جواب	۱۰۰
۷۵	شیخین کا جنگ خیبر سے فرار	۱۰۱
۷۶	اٹھارویں آیت اور اس کا جواب	″
۷۷	ملکی فتوحات دلیل ایمان نہیں ہیں۔	″
۷۸	انیسویں آیت اور اس کا جواب	۱۰۲
۷۹	بیسویں آیت اور اس کا جواب	۱۰۳
۸۰	اکیسویں آیت اور اس کا جواب	۱۰۴
۸۱	آنحضرتؐ منافقوں سے زیادہ مدارات فرماتے تھے	۱۰۵
۸۲	رسولؐ کے ناطہ لینے والی فضیلت کا جواب	۱۰۶
۸۲	بائیسویں آیت اور اس کا جواب	۱۰۶
۸۴	نجات چند شرائط سے مشروط ہے	۱۰۷
۸۵	ہم سچے صحابہ کی تعظیم کو جزو ایمان جانتے ہیں	۱۰۸
۸۶	ارتداد صحابہ کی وبا اور قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت	″
۷۷	تیئسویں آیت اور اس کا جواب	۱۱۱
۷۸	اکثر اصحاب کی ناکامی سے تبلیغ رسولؐ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔	″
۷۹	گذشتہ انبیاء کی تبلیغ کے مایوس کن نتائج	۱۱۲
۸۰	چوبیسویں آیت اور اس کا جواب	۱۱۳
۸۱	پچیسویں آیت اور اس کا جواب	۱۱۵
۸۲	چھبیسویں آیت اور اس کا جواب	۱۱۶
	واقعۂ غار کی مکمل حقیقت اور مخالفین کے جملہ استدلالات کے مکمل جوابات۔	تا ۱۳۴
۸۳	ستائیسویں آیت اور اس کا جواب	۱۳۵
	آیت استخلاف کی مکمل تفسیر اور اس آیت سے مخالفین کے تمام احتجاجات کے مکمل جوابات	تا ۱۴۳
۸۴	اٹھائیسویں آیت اور اس کا جواب	۱۴۳

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۵	فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت کتب شیعہ سے اور اسکا جواب	۱۴۸
۸۶	ابوبکر صدیق پہلی روایت اور اسکا جواب	۱۴۹
۸۷	دوسری روایت اور اس کا جواب	۱۵۲
۸۸	تیسری روایت اور اس کا جواب	〃
۸۹	چوتھی روایت اور اس کا جواب	۱۵۴
۹۰	پانچویں روایت اور اس کا جواب	۱۵۵
۹۱	چھٹی روایت اور اس کا جواب	۱۵۶
۹۲	ساتویں روایت اور اس کا جواب	۱۵۸
۹۳	آٹھویں روایت اور اس کا جواب	۱۵۹
۹۴	نویں روایت اور اس کا جواب	۱۶۰
۹۵	دسویں روایت اور اس کا جواب	۱۶۱
۹۶	گیارہویں روایت اور اس کا جواب	۱۶۳
۹۷	بارہویں روایت اور اس کا جواب	۱۶۵
۹۸	تیرہویں روایت اور اس کا جواب	۱۶۶
۹۹	چودہویں روایت اور اس کا جواب	۱۶۷
۱۰۰	پندرہویں روایت اور اس کا جواب	۱۶۸
۱۰۱	حضرت عمر فاروق پہلی روایت اور اسکا جواب	۱۷۱
۱۰۲	دوسری روایت اور اس کا جواب	۱۷۵
۱۰۳	تیسری روایت اور اس کا جواب	۱۷۸
۱۰۴	چوتھی روایت اور اس کا جواب	۱۸۰
۱۰۵	پانچویں روایت اور اس کا جواب	۱۸۵
۱۰۶	چھٹی روایت اور اس کا جواب	۱۸۸
۱۰۷	ساتویں روایت اور اس کا جواب	۱۹۰
۱۰۸	آٹھویں روایت اور اس کا جواب	۱۹۳
۱۰۹	نویں روایت اور اس کا جواب (عقد ام کلثوم باعمر کے افسانہ کا محققانہ جواب)	۱۹۴
	فضائل عثمان)	۲۰۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۰	پہلی شہادت اور اس کا جواب	۲۰۴
۱۱۱	دوسری شہادت اور اس کا جواب	〃
۱۱۲	تیسری شہادت اور اس کا جواب	۲۰۵
۱۱۳	چوتھی شہادت اور اس کا جواب	۲۰۷
	مشہور مسئلہ بنات النبیؐ پر علمی تبصرہ	۲۱۳
۱۱۴	اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف اول اور اسکا جواب	〃
۱۱۵	اصل محل نزاع اصحاب ثلاثہ کی شخصیت ہے	۲۱۶
۱۱۶	اصل اعتقاد جناب امیر متعلق باصحاب ثلاثہ	۲۱۶
۱۱۷	دوم - اور اس کا جواب	۲۱۹
۱۱۸	سوم - اور اس کا جواب	۲۲۱
۱۱۹	چہارم - اور اس کا جواب	۲۲۲
۱۲۰	پنجم - اور اس کا جواب	〃
۱۲۱	ششم - اور اس کا جواب	۲۲۵
۱۲۲	(خلافت و امامت)	۲۲۷
۱۲۳	تیس سالہ خلافت والی نظریہ کا ابطال	۲۳۲
۱۲۴	عصمت الائمہؑ کے دلائل	۲۳۳
۱۲۵	میرے کئی روزگار کا شاہکار	۲۳۶
۱۲۶	مذہب شیعہ اور عصمت انبیاءؑ	۲۳۷
۱۲۷	مسئلہ امامت کا اصول مذہب سے ہونا	۲۳۷
۱۲۸	خلافت و امامت	〃
۱۲۹	کیفیت انعقاد خلافت ثلاثہ بالاجمال	۲۳۹
۱۳۰	کیا حضرت علی خلیفہ بلافصل تھے؟	〃
۱۳۱	حضرت امیرؑ کے ثلاثہ سے جنگ نہ کرنے کے اسباب	۲۴۳
۱۳۲	دلائل شیعہ و مخالف کے بیانات کا خلاصہ	۲۴۷ تا ۲۵۱
۱۳۳	آیت تبلیغ کا شان نزول	۲۵۲
۱۳۴	حضرت امیرؑ کے نام کی تصریح	۲۵۲
۱۳۵	اہل جماعت کی تعریف	〃

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۶	رسم دستار بندی	۲۵۳
۱۳۷	تقریب مبارکبادی کا اہتمام	۲۵۴
۱۳۸	آیت تکمیل دین کا نزول	״
۱۳۹	لفظ مولیٰ کی تحقیق قرآن، حدیث اور لغت عرب کی روشنی میں	۲۵۵ تا ۲۶۲
۱۴۰	شیعہ کی دوسری دلیل (آیت ولایت)	״
۱۴۱	آیت ولایت کا شانِ نزول	۲۶۴
۱۴۲	ان مفسرین و محدثین کے نام جنہوں نے اسکا نزول بحق علی تسلیم کیا ہے	״
۱۴۳	طریق استدلال	۲۶۵
۱۴۴	مؤلف کے ایمادات کے جوابات	״
۱۴۵	شیعہ کی تیسری دلیل (حدیث منزلت)	۲۶۷
۱۴۶	جوابی کارروائی	۲۶۸
۱۴۷	شیعہ کی چوتھی دلیل (حدیث ثقلین)	۲۷۱
۱۴۸	دلالت حدیث ثقلین بر امامت ابوالحسنین	۲۷۴
۱۴۹	اہلسنت کے نزدیک قرآن کا خون اور پیشاب سے لکھنا جائز ہے۔	۲۷۶
۱۵۰	ائمہ اہلبیتؑ کے ساتھ اہلسنت کی بے انصافیاں	۲۷۷
۱۵۱	اہلسنت کی ائمہ اہلبیت پر تنقید	۲۷۸
۱۵۲	صرف شیعہ ہی قرآن و عترت سے متمسک ہیں۔	۲۷۹
۱۵۳	مصداق اہلبیتؑ کی تعیین	״
۱۵۴	تولا و تبرا کا اجمالی بیان	۲۸۱
۱۵۵	نماز جنازہ کا بیان	״
۱۵۶	بوقت ضرورت سنی مذہب میں خدا رسول کو برا کہنا جائز	״
۱۵۷	شیعہ حضرت علی کو خدا یا خدا کا شریک نہیں مانتے	۲۸۶
۱۵۸	انبیاء ماسلف پر حضرت علی کی فضیلت	״
۱۵۹	شیعہ ریاء روی کرتے ہیں۔	۲۸۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۶۰	اہلسنت تفریط کرتے ہیں	۲۸۸
۱۶۱	سواد اعظم کے مفہوم کی وضاحت	״
۱۶۲	اکثریت کی مذمت اور اقلیت کی مدح	۲۹۰
۱۶۳	ابوبکر کے کلام کا نمونہ	۲۹۲
۱۶۴	انبیاء کے کثرت ازدواج کا جواب	۲۹۳
۱۶۵	قاتلان امام حسینؑ کے مذہب پر تبصرہ	۲۹۴
۱۶۶	مسائل شیعہ جو ائمہ اہلبیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں (یہاں پورے ۴۲ عدد مسائل اور انکے مکمل جوابات ـــــ مذکور ہیں)	۳۰۱
۱۶۷	(۱) مسئلہ بدا کی مکمل وضاحت	۳۰۴
۱۶۸	(۲) مسئلہ تقیہ کی مکمل تحقیق قرآن، حدیث اور تاریخ اسلام کی روشنی میں!	۳۰۹ ״
۱۶۹	مذہب اہلسنت میں جھوٹ بولنا نہ صرف جائز بلکہ	۳۱۴
۱۷۰	بعض علماء اہلسنت کا اعتراف حقیقت	۳۱۵
۱۷۱	(۳) مسئلہ متعہ کی پوری تحقیق قرآن و حدیث و تعامل اصحاب کی روشنی میں۔	۳۲۰ ״
۱۷۲	عمر بن خطاب کا اقرار جرم	۳۲۴
۱۷۳	ثواب متعہ والی روایات پر ایراد کا جواب	۳۲۶
۱۷۴	متعہ اور نیوگ اور زنا میں فرق	۳۲۸
۱۷۵	متعہ پر بعض اعتراضات کے جوابات	۳۳۰
۱۷۶	(۵) مسئلہ افضلیت ائمہ بر انبیاء کا بیان	۳۳۴
۱۷۷	(۶) پانچواں اور چھٹا مسئلہ اور اس کا جواب	۳۳۵
۱۷۸	اتحاد نبیؐ و علیؑ (یہاں فضائل علیؑ کا ایک شمہ بیان کیا گیا ہے)	۳۳۷
۱۷۹	(۷) ساتواں مسئلہ اور اس کا جواب	۳۴۰
۱۸۰	(۸) آٹھواں مسئلہ ـــ اور اس کا جواب	۳۴۱
۱۸۱	(۹) نواں مسئلہ اور اس کا جواب	۳۴۲

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸۲	دسواں مسئلہ اور اس کا جواب	۳۴۳
۱۸۳	گیارہواں مسئلہ اور اس کا جواب	۳۴۴
۱۸۴	بارہواں مسئلہ (ران سے پیدا ہونا) اور اسکا جواب	۳۴۶
۱۸۵	تیرہواں مسئلہ ۔ (حنظل کے بال و مچھڑے کے ڈھل والا مسئلہ اور اسکا علمی و الزامی جواب	۳۴۷
۱۸۶	چودھواں مسئلہ (مذی و ودی) اور اس کا جواب	۳۵۰
۱۸۷	پندرھواں مسئلہ (کنوئیں میں کتا) اور اسکا جواب	۳۵۲
۱۸۸	سولھواں مسئلہ اور اس کا جواب	۳۵۴
۱۸۹	سترہواں و اٹھارواں مسئلہ اور اس کا جواب	〃
۱۹۰	انیسواں و بیسواں مسئلہ اور اس کا جواب	۳۵۶ تا
	زبیسواں تا چھبیسواں مسئلہ اور انکے جوابات	۳۶۰
۱۹۱	ستائیسواں تا چونتیسواں مسئلہ اور انکے جوابات	۳۶۲ تا ۳۶۸
۱۹۲	پینتیسواں مسئلہ تا چالیسواں مسئلہ اور انکے جوابات	۳۶۹ تا ۳۸۰
۱۹۳	اکتالیسواں تا بیالیسواں مسئلہ اور انکے جوابات	۳۸۱
۱۹۴	شیعہ کی دلیل پنجم (آیت مودت) آیت مودت کی مکمل تفسیر۔	۳۸۴ تا ۳۸۷
۱۹۵	شیعہ کی چھٹی دلیل (آیت تطہیر) یہاں آیت تطہیر کا شان نزول اور اسکی مکمل تفسیر بیان کرکے	۳۹۱ تا ۴۰۰
۱۹۶	شیعہ کی ساتویں دلیل (آیت مباہلہ) اس ضمن میں آیت مباہلہ کی کامل تفسیر بیان کرکے اس کا دلیل امامت ہونا واضح کیا گیا ہے۔	۴۰۱ تا ۴۰۹
۱۹۷	حضرت علی تلامذہ کی خلافتوں کو غاصبانہ جانتے تھے	۴۱۱
۱۹۸	وفات نبوی کے بعد عہد خلافت میں حضرت علی کا دعوائے خلافت	۴۱۲
۱۹۹	منکرین بیعت اور جبری بیعت کے قائلین کے دلائل کا شمہ	۴۱۹
۲۰۰	مطاعن اصحاب ثلاثہ کا تذکرہ (یہ ۲۵ مطاعن)	۴۲۴ تا ۵۴۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۰۱	ماسبت ابوبکر سے استدلال کا جواب	۴۳۰
۲۰۲	دفن رسولؐ کے وقت شیخین غائب تھے	۴۳۵
۲۰۳	قضیۂ فدک کا تذکرہ سنی نقطۂ نظر سے	۴۴۸ تا ۴۶۰
۲۰۴	المیۂ فدک کا تفصیلی تذکرہ شیعی نقطۂ نگاہ سے اپنے پورے جزئیات کیساتھ ۔	۴۶۰ تا ۴۸۶
۲۰۵	قضیۂ قرطاس اپنی پوری تفصیلات کیساتھ	۴۹۵ تا ۵۱۰
۲۰۶	احراق باب فاطمہؑ	۵۱۲
۲۰۷	اصحاب ثلاثہ کے نام پر فرزندان علیؑ کے نام	۵۴۲
۲۰۸	مؤلف کے پیش کردہ بارہ ۱۲ سوالات کے تحقیقی جوابات	۵۴۴
۲۰۹	علماء اہلسنت سے چند سوالات (یہ ۱۲ سوال)	۵۴۸ تا ۵۵۱
۲۱۰	حضرت عائشہ کے مطاعن	۵۵۱ تا ۵۵۸
۲۱۱	امیر معاویہ کے حالات و صفات پر مکمل سیر حاصل تبصرہ	۵۵۸ تا ۵۷۸
۲۱۲	مسئلہ طینت کی وضاحت	۵۸۰
۲۱۳	مسئلہ رجعت کی مکمل وضاحت قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام کی روشنی میں۔	۵۸۲ تا ۵۸۶
۲۱۴	عبداللہ بن سبا کے حالات و واقعات پر مکمل بحث	۵۸۸ تا ۵۹۱
۲۱۵	فرقہائے شیعہ پر تبصرہ	۵۹۲
۲۱۶	قدامت شیعہ	۵۹۶
۲۱۷	یا علی مدد کہنے کا جواز	۵۹۵
۲۱۸	لفظ شیعہ قرآن و حدیث میں	۵۹۹ تا ۶۰۰
۲۱۹	لفظ سنت کا عذاب وغیرہ برے معنوں پر اطلاق	۶۰۴
۲۲۰	اہلسنت نہیں بلکہ اہل سنۃ	۶۰۵
۲۲۱	اتباع سنت کی تاکید	۶۰۸
۲۲۲	شیعوں کی احادیث	۶۰۷
۲۲۳	راویان حدیث	۶۰۹
۲۲۴	شیعہ مذہب کے مثالی راوی	۶۱۰
۲۲۵	شیعہ راویوں کی صداقت کی کہانی علمائے اہلسنت کی زبانی ۔	۶۱۰

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۲۶	بعض کذابین کا بد انجام	۶۱۱
۲۲۷	مختار پر جرح کا جواب	۶۱۲
۲۲۸	احادیث اہلسنت کی اجمالی کیفیت	۶۱۳
۲۲۹	شیعہ اور علم رجال	۶۱۴
۲۳۰	اہلسنت کے بعض ردیاں اخبار مثل ابوہریرہ وغیرہ	۶۱۵
۲۳۱	حدیث کے نقل بالمعنی کا جواز	۶۱۸
۲۳۲	چند احادیث کے معانی	۶۱۹
۲۳۳	اموی و عباسی منحوس دورِ حکومت	۶۲۳
۲۳۴	ائمۂ اہلبیتؑ کی حکیمانہ روش و رفتار	″
۲۳۵	اہل حق سے اہلسنت کی اندھی عداوت کی مثالیں	۶۲۵
۲۳۶	تعزیہ و مرثیہ خوانی (ایراد)	۶۲۶
۲۳۷	عزاداری سید شہداءؑ کے بعض فوائد کا بیان	۶۲۸
۲۳۸	عزاداری کی مخالفت کرنے والوں کا انجام	۶۲۹
۲۳۹	صبر کے معنی اور یہ کہ غم کے وقت رونا فطری ہے بے صبری نہیں ہے	۶۳۰ ″
۲۴۰	گریہ سنت انبیاءؑ ہے	″
۲۴۱	شہید پر گریہ و ماتم	۶۳۲
۲۴۲	مرثیہ و نوحہ کا جواز	۶۳۳
۲۴۳	ماتم و سینہ کوبی کا جواز	۶۳۴
۲۴۴	وفاتِ پیغمبرؐ پر صحابۂ کبار کی حالتِ زار	۶۳۵
۲۴۵	شبیہ ذوالجناح و تعزیہ کا جواز	۶۳۶
۲۴۶	ائمۂ اطہار کا گریہ و بکا اور اقامۂ مجالسِ عزا	″
۲۴۷	روایات ممانعت جزع و فزع کا جواب	۶۴۰
۲۴۸	ڈھول شرما وغیرہ آلاتِ لہو کا استعمال کرنا عزاداری میں جائز نہیں ہے	۶۴۲
۲۴۹	قاتلانِ میرؑ کے مذہب پر تاریخی شواہد	۶۴۶
۲۵۰	اہل کوفہ کے تشیع پر تبصرہ اور جناب امیرؑ کے بعد انکی حالتِ زار	۶۴۸
۲۵۱	دعوتی خطوط لکھنے والوں کی حقیقت	۶۴۹
۲۵۲	مظلومِ کربلاؑ پر سب سے پہلے دختران علیؑ نے ماتم کیا	۶۵۲
۲۵۳	حدیث من مثل مثالاً کا صحیح مفہوم	۶۵۶
۲۵۴	شہداءِ کربلا کے ناموں کی بحث	۶۶۰
۲۵۵	بعض اختلافی مسائل جیسے نماز ہاتھ کھولکر یا باندھکر پڑھنا۔	۶۶۱
۲۵۶	اسلام کی موجودہ حالتِ زار	۶۶۶
۲۵۷	نماز کے متعلق اسلامی اختلاف کا اجمالی تقشہ	″
۲۵۸	یہ اختلاف دامن اہلبیتؑ کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے	۶۶۸
۲۵۹	جناب رسولِ خداؐ ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے تھے	″
۲۶۰	عترتِ رسولؐ کا عمل بھی ہاتھ کھولکر نماز پڑھنا ہے	۶۶۹
۲۶۱	سب سے پہلے عمر نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا	۶۷۱
۲۶۲	اہلسنت سے دو باتیں	۶۷۳
۲۶۳	تکبیراتِ افتاحہ کا مسئلہ آنحضرتؐ اہل ایمان پر پانچ تکبیریں پڑھتے تھے	۶۷۶
۲۶۴	چار تکبیروں پر اجماع بدعتِ عمر ہے	۶۷۷
۲۶۵	وضو میں پاؤں کے مسح کا مسئلہ	۶۷۸
۲۶۶	منشاءِ اختلاف کی نشاندہی	۶۷۹
۲۶۷	ائمۂ اہلبیت میں سے ایک کا قول سب کا قول ہوتا ہے	″
۲۶۸	ہر دو قرأت کی بنا پر مسح ثابت ہے	۶۸۰
۲۶۹	ارجلکم کا عطف وجوھکم پر کسی طرح جائز نہیں ہے۔	۶۸۱
۲۷۰	جناب رسولِ خداؐ مسح پا کرتے تھے۔	۶۸۲
۲۷۱	حضرت علیؑ پاؤں کا مسح کرتے تھے۔	″
۲۷۲	ان صحابہ کے نام جو مسح پا کیا کرتے تھے	۶۸۴
۲۷۳	ان تابعین کے نام جو مسح پا کرتے تھے	۶۸۵
۲۷۴	مسح پا والے نظریہ کی تائید مزید	″
۲۷۵	بعض منصف مزاج علماءِ اہلسنت کا منصفانہ کلام	۶۸۶

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۸۶	داڑھی چٹ مونچھیں دراز	۶۸۸
۲۸۷	مذہب شیعہ میں ڈاڑھی رکھوانا واجب ہے	۶۹۰
۲۸۸	معاویہ کے ڈاڑھی ترشوانے اور عمر کے مونچھیں بڑھانے کا جھوٹ	۶۹۱ تا ۶۹۲
۲۸۹	بھنگ اور شراب	
۲۹۰	ترک صلوٰۃ	۶۹۴ تا ۶۹۵
۲۹۱	ملنگوں کا تذکرہ	۶۹۶
۲۹۲	سادات کے جنتی ہونے کا تذکرہ	۶۹۷
۲۹۳	سادات کے نسب پر بلا بینہ حملہ کرنے والا جہنمی ہے	۷۰۱
۲۹۴	بنی ہاشم کا بغض علامت نفاق ہے	〃
۲۹۵	آلِ رسول کی محبت لازم اور عداوت حرام ہے	۷۰۲
۲۹۶	اولادِ رسول کا اکرام لازم ہے۔	〃
۲۹۷	سادات کو ثواب بھی دوگنا اور عذاب بھی دوگنا	〃
۲۹۸	صحیح النسب سید ثابت ہو کر مرتا ہے۔	۷۰۳
۲۹۹	اولادِ سیدہ جنتی ہے۔	〃
۳۰۰	اہلسنت کے نزدیک ہر کلمہ گو جنتی ہے	۷۰۴
۳۰۱	سلمانؓ و مقدادؓ کی ایمانی حالت اور مؤلف کے بیجا تنقید کا جواب	۷۰۶ تا ۷۰۸
۳۰۲	شیعیان علیؓ پر تنقید اللہ کا جواب	۷۱۳
۳۰۳	امام مہدیؑ کا تذکرہ (تنقید)	۷۱۵
۳۰۴	عقیدۂ مہدی اتفاقی ہے	۷۱۷
۳۰۵	احادیث ظہور مہدی	〃
۳۰۶	حضرت مہدی کی ولادت	۷۱۸
۳۰۷	وجود امام کا ایک فائدہ دنیا میں ہے۔	〃
۳۰۸	تاخیر ظہور کے بعض حکم و مصالح کا تذکرہ	۷۱۹
۳۰۹	ایک ضروری وضاحت	۷۲۰
۳۱۰	ملاقات امامؑ	۷۲۱
۳۱۱	خاتمۂ کتاب در جواب ہر فتنہ تکفیر و افضل	۷۲۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۱۲	قرآنی معیار اسلام - اسلام کیا ہے - اکابر اہلسنت کے فتاویٰ	۷۲۲
۳۱۳	آخری عنوان کہ کوئی شیعہ حافظ قرآن نہیں ہو سکتا کا جواب	۷۲۵

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org



Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

اِنَّ الذین اٰمنو وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ (پ ۳۰ س بینہ)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کئے یہی لوگ بہترین خلائق ہیں۔ (ترجمہ نذیر تی)

وعن جابر بن عبداللہ قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل علی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ ان ھذا وشیعتہ ھم الفائزون یوم القیامۃ ونزلت اِنَّ الذین آمنوا (الایۃ) فکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل علی قالوا جاء خیر البریہ

جناب جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ہم رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ حضرت علیؑ تشریف لائے آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ اور ان کے شیعہ ہی قیامت کے دن رستگاری حاصل کرنے والے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی

اِنَّ الذین اٰمنوا الآیۃ۔

اس کے بعد جب بھی کسی بزم میں حضرت علیؑ تشریف لاتے تو صحابہ کہتے خیر البریہ بہترین خلائق آگئے۔

(تفسیر در منثور ج ۶ ص ۳۷۹ طبع مصر نور الابصار ص ۷۸ طبع مصر و تذکرۃ الخواص ص ۳۱ و ینابیع المودۃ ص ۲۱۴ و صواعق محرقہ ص ۱۵۹ و فرائد السمطین ج ۱ ص ۳۱ وغیرہا)

کتاب مستطاب

تجلیات صداقت

بجواب

آفتابِ ہدایت

تصنیف لطیف

صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین سرکار علامہ الشیخ محمد حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ العالی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان وفقنا لحمایۃ الحق واھلہ بالقلم واللسان والصلوٰۃ والسلام علی من ارسل الی کافۃ الانام وعلی آلہ سادۃ الانس والجان واللعنۃ الدائمۃ علی اعدائہم الٰی یوم القیام۔

تمہید سدید ۱ اصحاب ایمان والیقان پر مخفی ومحتجب نہ رہے کہ چکوال ضلع جہلم کے بعض ہمدردان قوم وملت نے میری توجہ ایک کتاب کی طرف مبذول کرائی جس کا نام بموجب ہے برعکس نہند نام زنگی کافور "آفتاب ہدایت ردّ رفض وبدعت" ہے جو موضع بھیں ضلع جہلم کے جناب مولوی کرم الدین صاحب کے علم وفضل کا شاہکار ہے اس کا چھٹا ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے مؤلف نے اسے ایسی جامع کتاب قرار دیا ہے جس کے ہوتے ہوئے ان دوسری کتابوں کی ضرورت نہیں رہتی جو تردید شیعہ میں تصنیف ہوئی ہیں۔ (آفتاب صہ ۲۶) اور مؤلف موصوف کے فرزند جناب قاضی مظہر حسین صاحب جو کہ اس کتاب کے ناشر بھی ہیں اور ایک لحاظ سے شریک تالیف بھی، اس کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں کہ

یہ کتاب تمام ارد تصانیف میں ایک ممتاز مقام حاصل کر چکی ہے" (مقدمہ کتاب صہ ۶)

ایک اور جگہ مؤلف کے حالات میں لکھتے ہیں

"اپنے بعد اس سلسلہ میں ایک جامع اور لاجواب تصنیف "آفتاب ہدایت" چھوڑ گئے" (صہ ۱۵)

ایک اور جگہ رقمطراز ہیں۔

"ماشاء اللہ یہ کتاب مناظرین اہلسنت کے ہاتھ میں ایک زبردست حربہ کا حکم رکھتی ہے اس کے ہوتے ہوئے دوسری مبسوط کتابوں کے مطالعہ کی چنداں ضرورت نہیں رہتی" (صہ ۱۶) اسی طرح دوسرے تقریظ لکھنے والوں نے بھی نظم ونثر میں اس کی تعریف وتوصیف میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے ہیں سچ ہے ؎ عاقل بعقل خود نازد ومجنوں بجنوں۔ کل حزب بما لدیہم فرحون۔

۲ علمائے شیعہ کی روش ورفتار اور انکے علمی شاہکار

چودہ سو سال کی اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ شیعہ علماء اعلام نے ہمیشہ اپنی روایتی رواداری اور مثالی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فراخدلی کا ثبوت دیتے ہوئے کبھی دوسرے ملل و مذاہب پر طعن و تشنیع کرنے یا ان پر بے جا زبانِ اعتراض دراز کرنے میں پہل نہیں کی۔ ہاں البتہ ان کا یہ وتیرا ضرور رہا ہے کہ اگر کسی نے کبھی ان کے مذہبِ حق پر تقریراً یا تحریراً کوئی اعتراض وارد کیا ہے تو انہوں نے جواب کا حق استعمال کرتے ہوئے دفاع کا حق ادا کیا ہے۔ اور مکمل و مسکت جواب باصواب دیکر معترض کا ناطقہ بند کیا ہے بلکہ ایک ایک کتاب کے کئی کئی جواب لکھ کر ہمیشہ اپنی علمی برتری کا سکہ جمایا اور اپنی فنی مہارت کا لوہا منوایا ہے گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں ؎

باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم　　سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

۳۔ بعض مشہور کتبِ مناظرہ کے نام

حق و باطل کی باہمی کشاکش اور آویزش بہت پرانی ہے اور اس کی تاریخ بہت قدیم کیونکہ ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز　　چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبیؑ

مگر ہم یہاں بڑے اختصار کے ساتھ اسلام میں اس نزاع و چپقلش اور اس کے نتائج و آثار کی بعض جھلکیاں دکھاتے ہیں۔ ۱۔ قاضی عبدالجبار معتزلی نے مسئلہ امامت پر کتاب "مغنی" لکھی تو جناب علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے "الشافی" لکھ کر مؤلف کی کمر توڑ دی ۲۔ سرکار علامہ حلی نے صداقت مذہبِ حق پر "منہاج الکرامہ" لکھی اور ابن تیمیہ حرانی نے اس کے خلاف قلم اٹھا کر "منہاج السنۃ" حوالۂ قلم کی تو امامہ سید مہدی قزوینی نے "منہاج البراعہ" لکھ کر مخالفین کے دانت کھٹے کر دیئے ۳۔ شہید سعید جناب قاضی نوراللہ شوشتری نے برادرانِ اسلامی کی مفوات کی رد اور مذہبِ اہلبیتؑ کی حقانیت پر "احقاق الحق" لکھی اور ابنِ روزبہان نے "البطال الباطل" لکھ کر اس کے جواب دینے کی ناکام کوشش کی تو فاضل مظفری نجفی نے "دلائل الصدق" سپردِ قلم کر کے دلائل و براہین کے تیز حربوں سے باطل کا سر قلم کر دیا ۵۔ متحدہ ہندوستان میں مناظرہ کا دروازہ کھولتے ہوئے شاہ عبدالعزیز دہلوی صواعق کابلی کا سرقہ کر کے "تحفہ اثنا عشریہ" نامی کتاب شائع کی۔ تو علماء شیعہ نے اس کے جواب میں تحقیقاتِ انیقہ کے دریا بہا دیئے اور ناصبیت و خارجیت کی کشتی کو ڈبو دیا۔ درج ذیل کتب جلیلہ اسی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ۱۔ تحفۂ اثنا عشریہ ۱۲ جلد۔ ۲۔ عبقات الانوار ۲۴ جلد ۳۔ تشیید المطاعن ۲ جلد۔ ۴۔ حسام الاسلام ۵۔ برہان السعادۃ ۔ ۶ مصارع الافہام ۔ ۷۔ احیاء السنۃ ۸۔ بوارق موبقہ ۹۔ تقلیب المکائد ۱۰۔ صوارم الہیات ۱۱۔ جواہر عبقریہ ۱۲۔ شوارق النصوص ۱۳۔ طعن الرماح ۱۴۔ بارقۂ ضیغمیہ ہر ایک ایک جلد ۱۵۔ ذوالفقار حیدری چند مجلدات　　یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ ان جوابی کتب میں سے کسی کتاب کا جواب الجواب لکھنے کی آج تک کسی عالم و مناظر اہلسنت کو جرأت و توفیق نہیں ہو سکی اور نہ ہی آئندہ اس وقت تک ہو سکتی ہے جب تک اپنے تمام مذہبی کتب و رسائل کو دریا برد نہ کر دیں۔ انشاء اللہ العزیز۔

۴۔ ابن حجر علی نے صواعق کو لکھ کر مذہبِ حق پر کتابیں گرنے اور اسے جلانے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

۴۔ بے حیائی وڈھٹائی کی انتہاء بایں ہمہ ڈھٹائی اور بے حیائی ملاحظہ ہو کہ آج تحفۂ اثنا عشریہ کے اردو ایڈیشن کے دیباچہ میں لکھا جا رہا ہے۔ کہ یہ وہ کتاب ہے جس کا آج تک شیعوں نے جواب نہیں دیا" لاحول ولاقوۃ الا باللہ ع ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیئے۔ ——— ؟

۶ الغرض مولوی حیدر علی نے منتہی الکلام لکھی تو علامہ سید حامد حسین لکھنوی نے آٹھ جلدوں میں استقصاء الافحام شائع کر کے باطل کا سارا غرور خاک میں ملا دیا ۷۔ مہدی علیخان نے "آیات بینات" لکھی تو اس کے جواب میں فوراً "رمی الجمرات" ۳ جلد، کشف الظلمات ۳ جلد اور آیات محکمات ۳ جلد منصۂ شہود پر آگئیں اور قصر باطل کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ۸۔ فیض آبادی نے "نصیحۃ الشیعہ" لکھی تو اس کے جواب میں "روشنی" اور "انتصار الشیعہ" منظر عام پر آگئیں ۹۔ ملا قطبی نے "حقیقت مذہب شیعہ" شائع کی تو فوراً شیعی قلم حرکت میں آگئے اور "حقیقت مذہب حنفیہ" و "ابطال الاستدلال" جیسے تحقیقی جواب پیش کر دیئے ۱۰۔ "سرمۂ چشم شیعہ" لکھی گئی تو اسکے جواب میں "سرمۂ چشم سنی" اور "آئینہ مذہب سنی" جلوہ آرائے عالم ہوگئیں ۱۱۔ "مذہب شیعہ" سیالوی شائع ہوئی تو تو اس کے جواب میں "تنزیہہ الامامیہ" جیسی محققانہ کتاب عالم وجود میں آگئی۔ الغرض جب بھی کسی دشمن اہلبیتؑ نے مذہب حق کے خلاف ثرا ثرخافی کرتے ہوئے خامہ فرسائی کی تو شیعی علماء کرام نے فوراً اس کا نوٹس لیا اور اس انداز سے محققانہ جواب دیا کہ پھر اہل خلاف کو جواب الجواب لکھنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ چنانچہ ہماری بیسیوں کتب آج تک لاجواب موجود ہیں مگر اہل خلاف اپنی ایک قابل ذکر کتاب ایسی نہیں پیش کر سکتے۔ جس کا تحقیقی جواب نہ دے دیا گیا ہو۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ علماء شیعہ نے رطب و یابس کے کسی مجموعہ کو ناقابل جواب والتفات سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہو۔

۵۔ وجہ تصنیف کتاب ھذا چنانچہ زیر نظر کتاب "آفتاب ہدایت" کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ ہمیشہ علماء شیعہ نے اس لچر کتاب کو ناقابل توجہ والتفات قرار دیتے ہوئے اسے نظر انداز کیا مگر مولف اور ان کے بعد اس کے فرزند دلبند نے بزعم خویش اسے شیعوں کی کمزوری پر محمول کرتے ہوئے اسے لاجواب کتاب قرار دیا اور اس کے ایڈیشن پر ایڈیشن شائع کر کے اور اسے عوام شیعہ کے ہاتھوں میں دے کر محبان حیدر کرارؑ کی دل آزاری کرنے کی مذموم جسارت کی اور ان کی ملی غیرت کو للکارا چنانچہ ان کی اس روش و رفتار سے متاثر ہو کر بعض مومنین چکوال نے اس راقم آثم سے پرزور استدعا کی کہ میں اس کے جواب میں اشہب قلم کو جولانی دوں اگرچہ یہ وقت باہم آویزش کا نہیں بلکہ متحد ہو کر اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لئے کام کرنے کا ہے۔ اسی لئے ہم سب سے زیادہ اتحاد اسلامی کے حامی ہیں جیسا کہ ہمارے قارئین و سامعین پر واضح و لائح ہے نیز یہ کتاب اپنے بودے طرز استدلال لچر مضامین۔ رکیک ایرادات، بھونڈے اعتراضات، بے بنیاد الزامات اور انتہائی بھدی و بے ربط عبارات کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وجہ سے اس قابل تو نہ تھی کہ اس کو درِ خورِ اعتنا سمجھ کر اس کی رد میں نفس و نفیس کو صرف کیا جاتا مگر یک توان حضرات کے مخلصانہ اصرار فرمانے، دوسرے عوام کو غلط فہمی کا شکار ہونے سے بچانے، تیسرے ان لوگوں کی فریب کاری کا پردہ چاک کرنے چوتھے مذہب حق کی حقانیت کو اجاگر کرنے اور پانچویں ان لوگوں کے زعم لاجوابی کو توڑنے کی غرض سے بکرۂ خاطر اپنی گوناگوں مصروفیات جیسے کچھ وقت نکال کے اس میدان میں قدم رکھنا پڑا۔ وما توفیقی الا باللہ۔ بہرکیف قارئین کرام سے التماس ہے کہ بموجب "المامور معذور" و "المجبور معذور" اس حقیقتِ حال کو پیشِ نظر رکھ کر ہماری اس تازہ کاوش کا مطالعہ فرمائیں ؎ والعذر عند کرام الناس مقبول الغرض ؎ خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم

ہم اپنے مقصد (احقاقِ حق اور ابطالِ باطل) میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں؟ اس کا فیصلہ انصاف پسند اور دانشمند قارئین کرام کے ذوقِ سلیم پر چھوڑا جاتا ہے ہم بقول "اعجاب المرء بنفسہ دلیل علی ضعف عقلہ" یعنی ؎ ثنائے خود بخود کردن نزیبد مردِ دانا را ــــ ہم اسکے متعلق کچھ کہنا اچھا نہیں جانتے!

باوجود اختصار کے (جیسا کہ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں گے) ہم نے پوری دیانتداری کے ساتھ ہر ہر موضوع پر مؤلف "آفتابِ ہدایت" کے تمام پیش کردہ دلائل کا انہی کے عین الفاظ میں ایسا جامع خلاصہ پیش کیا ہے کہ ان کے استدلال کا کوئی شوشہ بھی نہیں چھوٹنے پایا بعد ازاں اس کا مدلل و مکمل جواب پیش کیا ہے تاکہ تصویر کے دونوں رُخ سامنے آجانے کے بعد قارئین کو حق و باطل اور صحیح و سقیم کے درمیان امتیاز کرنے میں آسانی ہو لہٰذا ہم یہ اعلان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب تجلیاتِ صداقت کے جواب میں قلم فرسائی کا شوق فرمانا چاہیں تو ان کا فرض ہوگا کہ اسی طرح وہ بھی ہمارے تمام دلائل و براہین کا جامع خلاصہ پیش کرکے اس کا جواب دیں اگر یہ التزام نہ کیا گیا تو ہم اس جواب کو کالعدم اور ناقابلِ توجہ سمجھیں گے۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب (القرآن)

اعلانِ واجب الاذعان

مخفی نہ رہے کہ تجلیاتِ صداقت کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۳ء بمطابق ۱۳۹۳ھ میں شائع ہوا تھا۔ باوجودیکہ اس کا کاغذ اچھا نہ تھا کتابت عمدہ نہ تھی اور طباعت دیدہ زیب نہ تھی۔ مگر پھر بھی قوم نے اس کی بڑی پذیرائی کی۔ اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اسے بے حد پسند کیا موافق و مخالف اس کے دلائل کی پختگی، براہین کی عمدگی، عبارات کی متانت اور اشارات کی رزانت کے معترف اور اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں والحمد للہ علیٰ احسانہ۔

۲ تجلیاتِ صداقت کی طبعِ ثانی پر اظہارِ حقیقت و تشکر

اب جبکہ پہلی اشاعت کے نویں سال دوسری بار ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ ہو کر شائع ہو رہی ہے اور قارئین کرام کے مدت کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے تو ہمارا دل و دماغ تشکرِ ایزدی کے مخلصانہ جذبات سے سرشار نظر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

آتا ہے کہ اُس ذات ذوالجلال نے جہاں اس کتاب کو قبولِ عام کی سند عطا فرمائی ہے۔ وہاں کسی دشمنِ اہلبیتؑ کو اس کے خلاف زہر فرسائی کی توفیق نہیں دی۔ حتیٰ کہ مؤلف آفتاب ھدایت کے فرزند تنظیم اہلسنت صوبہ پنجاب کے امیر قاضی مظہر حسین صاحب جو اپنے خلاف چند صفحہ پمفلٹوں کا جواب چند سو صفحوں میں دینے کے پرانے عادی ہیں۔ تجلیاتِ صداقت کی اشاعت کے بعد اس طرح ان کو سانپ سونگھ گیا ہے اور اس طرح طویل خاموشی اختیار کی ہے کہ گویا یہ سپارِ عالم بقا ہو گئے ہیں ہاں البتہ ۶۱۶ صفحہ کی مفصل کتاب کے خلاف صرف ایک ۵۶ صفحہ کا پمفلٹ شائع کیا تھا۔ (جسکا متعلقہ مقامات پر جواب دے دیا گیا ہے) اور اس میں دعویٰ کیا تھا کہ وہ جوابی کتاب شائع کریں گے۔ یہ کرینگے اور وہ کہینگے مگر ۹ سال کے طویل عرصہ میں کچھ بھی نہ کیا نہ کرینگے اور نہ ہی کر سکتے ہیں انشاء ؎ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں:

ہاں البتہ کبھی کبھار اپنی زندگی کا ثبوت دینے اور اپنی بزم کے ارکان کو طفل تسلی دینے کی خاطر تجلیات صداقت کو ضبط کرنے اور اس کے باصنف کو پابند سلاسل کرنے کے متعلق ایک آدھ ریزولیشن پاس کر کے اخبارات میں چھپوا دیتے ہیں آخر کیا کریں۔ ؎ روزی تو کما کھائے کسی طور مچندر

کیا وہ حکومت کے متعلقہ عملہ کو اس قدر جاہل و سائل اور غافل جانتے ہیں کہ وہ ظالم و مظلوم، جارح و مجروح اور بادی اور مجیب کے درمیان تمیز و تفریق نہیں کر سکتا۔ وہ تجلیاتِ صداقت کی ضبطی کا مطالبہ کرتے وقت اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر خدانخواستہ کبھی تجلیاتِ صداقت، ضبط ہوئی تو آفتابِ ہدایت اس سے پہلے ضبط ہو گی۔

"فلاح الباری اظلم"

بہرحال بفضلہٖ تعالیٰ اب جبکہ یہ کتاب بفحوائے "نقاش نقشِ ثانی بہتر کشد ز اوّل" نظرِ ثانی اور جا بجا مفید و محققانہ اضافہ جات کے بعد ظاہری و معنوی خوبیوں کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو کر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ تو ان کے خدا داد شوق و ذوق سے رجاءِ واثق و امیدِ کامل ہے کہ پہلے سے بھی بڑھ کر اس کی قدر کریں گے۔ خود پڑھیں گے اور دوسروں کو پڑھائیں گے۔ از اس طرح اپنا نام ناشرین و ناصرین دین کی مقدس فہرست میں درج کرائیں گے

فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین واللہ من وراء القصد۔ وہو الموفق والمعین

ہذا الاحقر الشیخ محمد حسین عفی عنہٗ بقلمہٖ

۲۰ اپریل ۱۹۸۱ء مطابق ۴ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ و آلہ الطاہرینؑ

تجلیاتِ صداقت

بجواب

آفتابِ ھدایت

قدیم الایام سے دشمنانِ دین وایمان محبانِ اہل بیت علیہم السلام کو بجائے "شیعہ خیرالبریہ" کہنے کے "رافضی" کہہ کر اپنے دل کا بخار نکالتے رہتے ہیں اور اس سلسلہ میں فروع کافی کتاب الروضہ صـ۱۶ ج ۳ سے بموجب "کلمۃ حق یراد بہا الباطل" امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس فرمان سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ آنجنابؑ نے فرمایا۔

واللہ ما ہم سموکم بل اللہ سماکم" (خدا کی قسم تمہارا یہ نام لوگوں نے نہیں رکھا بلکہ خدا نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے) پھر فتنۂ رفض کو فتنۂ ارتداد سے بھی زیادہ خطرناک قرار دیتے ہوئے یہاں تک کہا جاتا ہے کہ "آریہ عیسائی وغیرہ مخالفین اسلام کو قرآن پاک اور احادیث رسولؐ پر ناپاک حملے کرنے کا مصالحہ ہی روافض کی تصانیف سے ملتا ہے" (آفتابِ ہدایت صـ۲۶)

الجواب وباللہ التوفیق لقمع کل شاک ومرتاب! ہم لفظ شیعہ کے معانی، اس کی جلالت اور قدامت پر وہاں بحث کریں گے جہاں آخر میں مؤلف نے اس پر بحث کی ہے انشاء اللہ سردست صرف اس قدر لکھا جاتا ہے۔ کہ لفظ "رفض" میں فی نفسہٖ نہ کوئی اچھائی ہے اور نہ برائی بلکہ وہ جو کچھ بھی حسن یا قبح حاصل کرتا ہے وہ اضافت ونسبت سے کرتا ہے کیونکہ رفض کے لغوی معنی ہیں "ترک کرنا" "چھوڑنا" جس طرح اچھائی کا ترک کرنا برا ہے اسی طرح برائی کا ترک کرنا اچھا ہے۔ لہٰذا اگر حضرات شیعہ کو اس اعتبار سے "رافضی" کہا جائے کہ یہ برے لوگوں اور بری باتوں کے تارک ہیں تو اس میں ہرگز کوئی قباحت نہیں ہے اور یہی امام علیہ السلام کے مفصل فرمان کا ماحصل ہے جس کا صرف ایک جملہ اوپر استدلال میں پیش کیا گیا ہے۔ امامؑ نے فرمایا ہے کہ پہلے پہل یہ لقب فرعون اور فرعونیوں نے ان جادوگروں کو دیا تھا جو اعجازِ موسوی دیکھ کر حلقۂ بگوش توحید ہو گئے تھے۔ اور فرعون کی ربوبیت کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکا تھا اور شیعیان حیدر کرار کو بھی اسی لئے "رافضی" کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امتِ محمدیہ کے بعض فرعون صفت مدعیان خلافت و امامت کی اتباع وپیروی ترک کر کے خدا کے مقرر کردہ آئمہ ہدایت و خلفاء حق کو مرکزِ ہدایت تسلیم کرتے ہیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اہلِ انصاف قارئین کرام غور کریں کہ امام عالی مقام کے اس تمام فرمان کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے شیعہ خیر البریہ کی اس سے مدح ظاہر ہوتی ہے یا قدح؟ مگر اس کا کیا علاج کہ ؎

چشمِ بد اندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش در نظر

بانیٔ اسلام پر اعتراض کا ماخذ کتب اہلسنّت ہیں

اور مؤلف نے یہ جو کہا ہے کہ "مخالفین اسلام کو قرآن و پیغمبرِ اسلام پر حملہ کرنے کا مصالحہ ہی کتب روافض سے ملتا ہے" یہ ڈھٹائی کی انتہا ہے ہم اس کے متعلق صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین اصل حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے مخالفین اسلام بانیٔ اسلام اور تعلیماتِ اسلام پر جو ناپاک حملے کرتے رہتے ہیں ان کا مصدر و ماخذ صرف اور صرف اہلِ سنت والجماعت کی وہ کتابیں ہیں جو ہر قسم کے رطب و یابس کا مجموعہ ہیں ان لوگوں کو شیعیانِ حیدرِ کرار کی کتب سے کبھی اسلام و بانیٔ اسلام پر اعتراض کرنے کی جرأت ہو ہی نہیں سکی

؎ مرے کہنے پہ کیا ہے آزمائے جس کا جی چاہے

اسلام و بانیٔ اسلام کے خلاف لکھی گئی رسوائے زمانہ "ستیارتھ پرکاش" اور "رنگیلا رسول" جیسی کتابیں موجود ہیں اہلِ تحقیق ان کی طرف رجوع کر کے بڑی آسانی سے سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر سکتے ہیں اسی لئے تو چکڑالوی اور پرویزی حضرات اس بات پر زور دے رہے ہیں اور اہلسنت کو برابر مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ ان کتابوں میں سے یہ گندہ مواد خارج کریں ورنہ "رنگیلا رسول" جیسی کئی رسوائے زمانہ اور کتابیں ان سے تیار کی جا سکتی ہیں۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت　　دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

اسلام کی تصویر کشیاں

مؤلف کتاب نے بزعم خویش اسلام کی دو تصویریں پیش کی ہیں ایک اہلِ سنّت کے نقطۂ خیال سے اور دوسری رافضیوں کے نقطۂ نظر سے۔ مگر افسوس ہے کہ دوسرے مباحث کی طرح انہوں نے یہاں بھی عدل و انصاف کا خون کیا ہے اور چہرۂ حقیقت کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے پہلے ہم ان کی پیش کردہ تصویروں کا خلاصہ درج کرتے ہیں پھر ہم حقیقی تصویریں پیش کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

مؤلف کی پہلی "تصویرِ اسلام" اہلسنت کے نقطۂ خیال سے

"بانیٔ اسلام نے اپنی واحد طاقت سے حسبِ فرمانِ ایزدی دنیا کے بڑے بڑے اصحاب جاہ و جلال کو چیلنج دے کر توحیدِ الٰہی کی طرف بلایا۔۔۔۔ ان کے خانہ ساز خداؤں کے دلائل قاہرہ سے تردید کی۔۔۔۔۔۔ ان بڑے بڑے جبابرہ کو آپ سے مقابلہ کا حوصلہ نہ ہو سکا تا آنکہ ابوبکر، عمر فاروق، عثمان، حیدر کرار جیسے مبارک نفوس حلقہ بگوش ہو گئے۔۔۔۔۔ مرتے دم تک اپنے آقا کا ساتھ نبھایا۔ کہ مخالف قوتیں رشک کرتی ہیں۔۔۔۔ ان ہی پاک ہستیوں کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

طفیل اقطاع الارض عرب و عجم میں اسلام کا نور ضیاء افگن ہوا ..... یہ خدا کے جری (بہادر) اگرچہ بحکم اشداء علی الکفار، مخالفین اسلام پر نہایت چیرہ دست تھے مگر وہ بحکم رحماء بینھم آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان اور باہم شیر و شکر تھے ..... آپؐ کی وفات کے بعد مجلس شوریٰ نے جس صاحب کو حضور علیہ السلام کی جانشینی (خلافت) کے لئے انتخاب کیا سب نے بلاچون و چرا اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے آگے سر جھکا دیا۔"

(انتہیٰ ملخصاً صـ ۲۸ آفتاب)

اسلام کی دوسری تصویر بخیال رافضی

"ہادیٔ اسلام نے عمر بھر کی وعظ و تبلیغ سے سچے مسلمان فاطمہؑ، علی، حسینؓ اپنے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف چند کس ابوذرؓ و سلمانؓ پیدا کئے ..... باقی سب کے سب آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے طرفہ یہ کہ رسول کو اپنی زندگی میں یہ معلوم تھا کہ یہ لوگ منافق ہیں ..... میری وفات کے بعد میرے بھائی علیؑ اور ان کی اولاد کے دشمن بن جائیں گے ..... ان میں سے اصحاب ثلاثہ کا رسول پر کچھ ایسا رعب پڑ گیا تھا کہ ڈر کے مارے ان کو جرأت نہ پڑتی تھی کہ ان کو اپنے دربار سے نکال دیں ..... بوقت وفات حضور علیہ السلام نے قلم دوات طلب فرمائی تاکہ علی کی خلافت کے متعلق کچھ وصیت کریں، مگر وہ وقت بھی عمر نے "حسبنا کتاب اللہ" کہہ کر ٹال دیا ..... اہلبیتؑ جن میں علی المرتضیٰ بھی تھے یہ حوصلہ نہ کر سکے کہ کہیں سے قلم دوات لا کر اپنے حق میں وصیت لکھوا لیتے ..... حضور علیہ السلام فوت ہو گئے، علیؑ کے ساتھ سوائے معدودے چند تعداد ابوذر، سلمان وغیرہ کے کوئی تھا ہی نہیں تمام مسلمانوں نے اتفاق کر کے ابوبکر کو تختِ خلافت پر بٹھا دیا ..... علی المرتضیٰ گوشہ نشین ہو کر قرآن جمع کرنے میں مصروف ہو گئے ..... خالد بن ولید اور عمر نے دروازہ کھٹکھٹایا ..... بی بی دروازہ پر آئیں۔ عمر نے غضبناک ہو کر ان پر دروازہ گرا دیا ..... محسن کو شہید کر دیا ..... علی المرتضیٰ پرلے درجہ کے بہادر اور جری تھے ..... مگر بایں ہمہ اپنی زوجۂ محترمہ کی یوں بے عزتی دیکھ کر نہ ذوالفقار نیام سے نکالی، نہ اپنی خداداد شجاعت کے جوہر دکھائے ..... شیرِ خدا کی گردن میں رسی ڈال کر ..... ابوبکر کے پاس لے گئے ..... اور بزور بیعت کرائی پھر تینوں خلافتوں میں تقیہ سے کام لیتے رہے ..... آخر شہادت عثمان کے بعد آپ کو منصب خلافت نصیب ہوا لیکن ثلاثہ کا خوف دل پر کچھ ایسا غالب تھا کہ ان کے انتقال کے بعد بھی ان کی مخالفت نہ کر سکے۔ نہ بدعت عمر تراویح کو موقوف فرما سکے ..... طرفہ یہ کہ خدا کے کلام پاک کو ثلاثہ نے بگاڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ سورتوں کی سورتیں اور آیتوں کی آیتیں نکال ڈالیں، سترہ ہزار آیت کا قرآن جبرائیل رسولؐ کے پاس لایا تھا، ثلاثہ نے صرف ۶۶۶۶ آیات رہنے دیں، باقی نکال دیں، اصلی قرآن حضرت علیؑ نے جمع کیا تھا جو ثلاثہ کے پاس پیش کیا جو انہوں نے قبول نہ کیا" ..... اب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بتائیے کہ ایک مخالف اسلام کے دل میں اسلام اور ہادیٔ اسلام کی کیا وقعت رہ جائے گی اور مسلمان صداقت اسلام کے لئے کون سی دلیل پیش کر سکے گا؟ (انتہی ملخصاً ص ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲)

الجواب مؤلف آفتاب ہدایت کی پیش کردہ دونوں تصویریں قارئین کرام نے ملاحظہ کر لیں جو انہوں نے بڑی جگر کاوی کے ساتھ اصل حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کی ہیں۔ اب ہم انشاء اللہ اسلام کے وہ دونوں نقشے پیش کرتے ہیں جو شیعہ و سنی کتب سے ظاہر و آشکار ہوتے ہیں تاکہ دونوں نقشوں کو دیکھنے کے بعد کسی طالب حق و حقیقت کو حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

اسلامی اصول و فروع کا نقشہ اہلسنت کے فہم و خیال کے مطابق

توحید اہلسنت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا اس کی لمبائی ۶۰ گز بنائی۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الاداب باب السلام ص ۲۱۹ ج ۳ بخاری پ ۱۸ ص ۱۰۲) اللہ تعالیٰ جنت کے ایک باغ میں اپنا دیدار کرائے گا مسلمانوں کے ساتھ روبرو گفتگو کرے گا۔ اور اپنے منہ سے پردہ اٹھا کر مسلمانوں سے مجلس کرے گا۔ (مشکوٰۃ باب صفۃ الجنان ج ۴ ص ۱۸۹۔ ابن ماجہ ص ۱۸۳ جب خدا عرش پر بیٹھتا ہے تو وہ اس طرح چرچراتا ہے جس طرح نئی زین سوار کے بیٹھنے سے چرچراتی ہے۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۵۷)

خدا کی آنکھیں دکھنی آئیں تو فرشتوں نے بیمار پرسی کی۔ اللہ تعالیٰ طوفان نوح پر اتنا رویا کہ آنکھیں جوش کر آئیں۔ (کتاب الملل والنحل ص ۷۸، ۷۹)

قیامت کے دن خدا اپنا قدم جہنم میں ڈالے گا اس وقت دوزخ کہے گی بس اب میں بھر گئی (بخاری مترجم کتاب التفسیر پ ۲۰ ص ۳۳ طبع مصر ج ۳ ص ۱۱۹) خدا کے جوتے سونے کے ہیں اور چہرہ پر سنہری پردہ لٹک رہا ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۷۵)

اس کا مکان عرش معلیٰ پر ہے اور اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے وہ جہت فوق میں ہے جہاں چاہے جا سکتا ہے اور چڑھتا ہے اور نیچے اترتا ہے۔ کلام کرتا ہے، ہنستا ہے، تعجب کرتا ہے (انوار اللغۃ پ ۱۴ ص ۱۱۵ ص ۱۸/۲۰ ص ۲۵ پ ۵ ص ۱۰۸ ص ۱۵۷ ص ۱۲۳ از علامہ وحید الزمان مترجم صحاح ستہ)

سنیوں کے نزدیک شان رسالت

کان محمد علی دین قومہ الی اربعین سنۃ چالیس برس تک آنحضرتؐ اپنی قوم کے مذہب (کفر) پر تھے (تفسیر کبیر فخر رازی ج ۸ ص ۴۳۶) ایک مرتبہ آپ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ شیطان نے آپ کی زبان پر بتوں کی تعریف میں یہ اشعار جاری کر دیئے جنہیں سن کر کفار خوش ہو گئے۔

تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتہن لترتجیٰ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(تفسیر بیضاوی معالم التنزیل۔ مواہب لدنیہ وغیرہ) آنحضرت کے سینہ کا دو دفعہ آپریشن کرکے دھویا گیا۔ اور اسے نور ایمان وحکمت سے بھرا گیا (مسلم مترجم ص۱۰۱ ۲ ترمذی ص۲۶۹ ۲) آپ کو اس قدر نسیان تھا کہ قرآن بھول جاتے تھے۔ (مسلم مترجم ج ۲ ص۸۱۲ بخاری باب نسیان القرآن مصری ج ۴ ص۱۲۵ پ۲۵) آنحضرتؐ اپنی حیض والی بیبیوں سے مباشرت کیا کرتے تھے۔ (بخاری ج ۱ پ۲ کتاب الحیض مسلم مترجم ج ۱ ص۴۷۳) آنحضرتؐ نے بی بی عائشہ کو حبشیوں کا کھیل دکھایا (بخاری مترجم کتاب العیدین پ۴ ص۴۳ مصری ج ۲ ص۹۶ کذا فی صحیح المسلم ج ۱ ص۲۹۲) آنجناب کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ (بخاری مترجم پ۱ ص۸۹)

بی بی عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت بحالت روزہ بوس وکنار اور مباشرت فرماتے تھے (بخاری کتاب الصوم باب المباشرۃ للصائم)

امام زہری کہتے ہیں کہ اسلام میں پہلے پہل عشق نے جو قدم رکھا وہ رسول اللہ کا عشق جناب عائشہ سے تھا اسی وجہ سے امام مسروق جناب عائشہ کو حبیبۂ رسول کہا کرتے تھے۔ (الجواب الکافی لابن القیم ص۱۶۴) مسجد فضیح میں آنحضرتؐ کی خدمت میں شراب کا پیالہ پیش کیا گیا جو آپ پی گئے اس لئے اسے مسجد فضیح کہا جاتا ہے (جذب القلوب ص۱۹۱ طبع کلکتہ طبع ۱۲۶۲ھ)

سنیوں کے ہاں شان صحابہؓ

خدا فرماتا ہے منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ تم میں سے کچھ ایسے ہیں جو دنیا کے خریدار ہیں اور کچھ وہ ہیں جو دین کے طلبگار ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ان فی اصحابی منافقین یقیناً میرے اصحاب میں کچھ منافق موجود ہیں (تفسیر ابن کثیر ۵ ص۵۹) آنحضرتؐ نے ابوبکر صاحب کو خطاب کرکے فرمایا الشرک فیکم اخفیٰ من دبیب النمل۔ تم لوگوں میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی طریقہ سے چلتا ہے (درمنثور ج ۴ ص۵۴) خلیفۂ دوم نے خود اقرار کیا یا حذیفۃ باللہ انا من المنافقین۔ اے حذیفہ! خدا کی قسم میں منافقوں میں سے ہوں۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص۳۶۵ طبع مصر) جناب عائشہ نے کہا ان عثمان ابطل الحدود وتوعد الشہود۔ عثمان نے شرعی حدود توڑ دیئے ہیں اور گواہوں کو دھمکیاں دیتا ہے (انساب الاشراف ج ۵ ص۳۳) ماعز اسلمی صحابی نے زنا کیا جسے آنحضرتؐ نے سنگسار کیا حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ نے قذف کا ارتکاب کیا (جناب عائشہ پر تہمت زنا لگائی) آنحضرتؐ نے ان پر شرعی حد جاری فرمائی۔ (ترجمہ فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص۲۴۳) سمرہ بن جندب نے آٹھ ہزار آدمی قتل کئے (نصائح کافیہ ص۴۲) ولید بن عقبہ شراب خوار تھا (شرح فقہ اکبر ص۹۲ طبع لاہور)

ان اشد علی الکفار کے مصداقوں نے آنحضرتؐ کا ایسا ساتھ دیا کہ آپ کو نرغۂ اعداء میں گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کوہی کی طرح چھلانگیں لگاتے ہوئے پہاڑوں پر چڑھ جاتے تھے۔ اور آنجناب بار بار بلاتے تھے مگر یہ پیچھے مڑکر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کرتے تھے (اذ تصعدون ولا تلوون علی احد۔ والرسول یدعوکم (تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۸۸ ابن جریر ج ۴ ص ۹۰ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۱/۱۶۴ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۰۸/۱۲۲ البخاری ج ۳ ص ۵۵ طبع مصر وغیرہ) اور رحماء بینہم کے مصداق ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں (ملاحظہ ہو معاویہ کا جناب امیر علیہ السلام پر لعنت کرنا۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۲۹ صواعق محرقہ سیرۃ النبی وغیرہ) اور عائشہ کا معاویہ و عمرو بن العاص پر لعنت کرنا (ملاحظہ ہو مروج الذہب جدید ج ۲ ص ۲۸۶ تذکرہ سبط بن جوزی ص ۶۲ وغیرہ) اور ایک دوسرے کی مار مار کر پسلیاں توڑتے ہیں (ملاحظہ ہو عثمان کا ابن مسعود کو قرآن نہ دینے پر پٹوانا (تاریخ خمیس ص ۲۷۰ طبع مصر) ایک دوسرے کو بلاوطن کرتے ہیں (ملاحظہ ہو عثمان کا ابوذر کو جلاوطن کرنا۔ (روضۃ الاحباب ج ۳ ص ۱۳ تاریخ خمیس ص ۲۱۷ روضۃ المناظر برحاشیہ کامل ج ۱۱ ص ۱۲۳) ایک کا ہاتھ ہے دوسرے کی داڑھی ہے (ملاحظہ ہو تاریخ اعثم کوفی) ابوبکر کو خلیفہ بناتے وقت سقیفہ بنی ساعدہ میں جو ہڑبونگ مچایا گیا اور جس طرح انصاف کا خون ناحق بہایا گیا۔ اور جس دھاندلی سے پہلے صاحب کو مسند اقتدار پر بٹھایا گیا۔ وہ تاریخ اسلام پر نگاہ رکھنے والوں پر مخفی و مستور نہیں ہے جسمیں علاوہ اور لوگوں کے تمام بنی ہاشم مخالف (ملاحظہ ہو بخاری ج ۴ ص ۱۱۱/۱۱۱ طبع مصر) جناب امیر علیہ السلام کو خطاب کرکے فرماتے ہیں ؎

ان کنت بالشوری ملکت امورھم ❊ فکیف بھذا والمشیرون غیب

وان کنت بالقربی حججت خصیمھم فغیرک اولی بالنبی واقرب و نہج البلاغہ ج ۳ ص ۱۳

انہی حقائق کی بنا پر تو علامہ تفتازانی کو مجبوراً لکھنا پڑا "اما ما وقع بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنۃ الثقاۃ یدل بظاھرہ علی ان بعضھم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق الخ۔ جو جنگ و جدل، قتل و قتال اور فتنہ و فساد صحابہ کے درمیان واقع ہوا جیسا کہ کتب تواریخ میں مسطور اور معتبر آدمیوں کی زبانوں پر مذکور ہے وہ بظاہر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بعض صحابہ جادۂ حق سے منحرف ہوگئے۔ اور ظلم و فسق کی حد تک پہنچ گئے۔ (شرح مقاصد ج ۲ ص ۳۰۶ طبع استنبول)

حنفیوں کے نزدیک نماز کا نقشہ

فروع دین میں سے سب سے بڑا اسلامی رکن نماز ہے۔ جس پر دوسرے تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار ہے اس کا مولف آفتاب ہدایت کے امام اعظم نے جس طرح حلیہ بگاڑا ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔

سلطان محمود بن سبکتگین غزنوی حنفی مذہب پر تھا لیکن علم حدیث کا بھی شائق تھا لوگ اس کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سامنے احادیثِ نبویہ پڑھتے اور وہ توجہ سے سنتا تھا اسے اکثر احادیث امام شافعی کے مذہب کے موافق اور امام ابی حنیفہ کے مخالف معلوم ہوتی تھیں اس لئے اس نے حنفی شافعی علماء کو اپنے دربار میں جمع کیا اور حکم دیا میرے سامنے ایک مذہب کی دوسرے پر ترجیح ثابت کرو۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ دو دو رکعت شافعی و حنفی مذہب کے مطابق ادا کی جائے۔ تاکہ بآسانی دونوں مذہبوں کا باہمی فرق معلوم ہو جائے۔ چنانچہ قفال مروزی نے (جو بڑا فقیہ اور یگانۂ زمانہ علامہ تھا۔ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۲۵۲) پہلے مذہب شافعی کے مطابق کامل طہارت اور ارکانِ معتبرہ کے ساتھ نماز پڑھی پھر امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق اس طرح پڑھی کہ پہلے کتے کا رنگا ہوا چمڑا زیب تن کیا اور اس کا بھی چوتھا حصہ نجاست سے تر کر لیا پھر کھجور کے چھوڑے اور جوش دیئے ہوئے پانی سے (جو ایک قسم کی ہلکی شراب ہے) وضو کیا موسم گرما تھا چنانچہ اس پر خوب مچھر مگس جمع ہوئے اور وضو بھی الٹا کیا۔ یعنی پہلے پاؤں پھر ہاتھ اور بعد ازاں منہ دھویا۔ پھر قبلہ رخ ہو کر بلانیت فارسی زبان میں تکبیر کہی (خدا بزرگ است) پھر ایک آیت (مدہامتان) کا ترجمہ فارسی میں پڑھا "دو برگ سبز" بعد ازاں کوے کی طرح بلا فاصلے دو ٹھونگے مارے اسی طرح طمانیت کے بغیر رکوع کیا اور تشہد پڑھے بغیر اور بغیر سلام پھیرے صرف ایک گوز لگا کر نماز تمام کی۔ اور عرض کیا اے بادشاہ! یہ ہے نماز ابوحنیفہ کے مذہب پر! بادشاہ نے چیں بچیں ہو کر کہا کہ یہ نماز ابوحنیفہ کی کتابوں سے ثابت نہ کی تو میں تجھے قتل کر دوں گا بھلا ایسی نماز بھی کوئی امام جائز سمجھ سکتا ہے؟ اور حنفی علماء نے بھی انکار کیا۔ قفال نے حنیفہ کی کتب طلب کیں اور حوالوں سے ثابت کیا۔ بادشاہ نے ایک نصرانی کو حکم دیا کہ اصل حوالہ جات دیکھ کر تصدیق کرے۔ بالآخر جب اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ کہ ابوحنیفہ کے مذہب پر قفال نے جو نماز پڑھی ہے وہ حنفی فقہ کے مطابق درست ہے تو بادشاہ نے ابوحنیفہ کی تقلید چھوڑ کر شافعی کا مذہب اختیار کیا۔" (وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۲ ص ۸۶ حیوٰۃ الحیوان دمیری ج ۲ ص ۲۲۵، مرآۃ الجنان یافعی مغیث الحق لابی المعالی الجوینی وغیرہ)

یہ ہے مذہب اہلِ سنت کے مطابق اسلام اور اس کی مقدس تعلیمات کا نقشہ۔ جس کی وجہ سے مخالفین اسلام، یہود نصاریٰ اور آریہ وغیرہ اسلام پر سخت ناروا حملے کرتے رہتے ہیں ان حقائق کی روشنی میں ناظرین کرام خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتائیں کہ بقول مولوی کرم دین آف بھیں "وہ ایک مخالفِ اسلام کے دل میں اسلام اور ہادیٔ اسلام کی کیا وقعت رہ جائے گی۔ اور ان عقائد کا مسلمان صداقتِ اسلام پر کون سی دلیل پیش کر سکے گا"؟

اسلام کی اصولی و فروعی تصویر شیعہ نقطۂ نظر سے

یہ شرف صرف مذہبِ شیعہ خیر البریہ اور اس کے مذہبی لٹریچر کو حاصل ہے کہ وہ اسلام کی ایک ایسی جامع و مکمل اور ایسی حسین و جمیل تصویر پیش کرتا ہے کہ اس پر کسی کو حرف گیری اور زبانِ اعتراض دراز کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی دشمنِ اسلام ہماری کتابوں سے اسلامی حقائق پر اعتراض

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہنیں کر سکا ہم ذیل میں بڑے اختصار کے ساتھ شیعی نقطۂ نگاہ سے اسلام کا صحیح معین نقشہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

توحید الشیعہ

تمام مخلوقات مادّی و روحانی اور تمام مکوّنات ارضی و سماوی کے مالک و خالق اور محی و ممیت ذات مستجمع جمیع صفاتِ کمال اور بے مثل و بے مثال ہستی کا نام "اللہ" ہے جو جسم و جسمانیات اور مکان و مکانیات سے منزہ و مبرّا ہے وہ ہر لحاظ سے واحد و یگانہ ہے اس کی ذات و صفات اور افعال و عبادات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہ ابدی و ازلی اور لم یلد و لم یولد کا مصداق اور ہر شئ پر قدرت کاملہ رکھتا ہے اور ہر چیز کا علمی احاطہ رکھتا ہے وہی معبود برحق ہے اس کے سوا اور کسی کی عبادت روا نہیں ہے ساری کائنات اس کی محتاج ہے۔ مگر وہ ایسا غنیٔ مطلق ہے کہ کسی کا محتاج نہیں اس کے کمالات ذاتی ہیں اسی کے قبضۂ قدرت میں کائنات کی بست و کشاد اور اس کے نظم و نسق کی باگ ڈور ہے وہ ایسا عادل و منصف ہے کہ ظلم و جور کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔ اس نے یہ تکوینی امور کسی کے سپرد نہیں کئے وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا نہ کوئی حوادث اس پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور نہ دنیا و آخرت میں اسے دیکھا جا سکتا ہے۔

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر سبحان من ھو ھکذا و لا ھکذا غیرہٗ۔ کذلک اللہ ربی کذلک اللہ ربی۔ کذالک اللہ ربی۔

شانِ رسالت عند الشیعہ

نبی و رسول اس انسانِ کامل کو کہا جاتا ہے جس کا دامن تمام امکانی کمالات سے متصف اور تمام صفات رذیلہ سے مبرا ہو۔ اور مہد سے لحد تک ہر قسم کے گناہ و عصیان سے منزہ ہو۔ شرف مکالمۂ ربانی و وحی رحمانی سے مشرف ہو اور تبلیغ احکام و تنزیل مرام میں خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ ہو اس لئے اس کے لئے دو جنبوں کا حامل ہونا ضروری ہے۔ ایک جنبۂ نورانی و روحانی جس کی بنا پر خدا سے احکام حاصل کر سکے۔ اور دوسرا جنبۂ بشری و جسمانی جس کی بنا پر لوگوں تک وہ احکام پہنچا سکے اور امور تکوینی میں لوگوں کی عرضداشتیں سن کر ان کو ربّ جلیل کی بارگاہ میں پیش کر کے بذریعہ سفارش و شفاعت منظور کرا سکے۔ اس کی اطاعت خدا کی اطاعت اور اس کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہوتی ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اس کا ہر قول و فعل وحی الٰہی کے تابع ہوتا ہے۔

؎ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خدائے حکیم نے ہدایت خلق کے لئے بہت سے انبیاء و مرسلین بھیجے۔ اور سب سے آخر سرکار ختمی مرتبت حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تاجدار ختم نبوت بنا کر بھیجا۔ جو تمام انبیاء و مرسلین کے انفرادی کمالات کے مع شیئ زائد جامع تھے بحیثیت ذات و صفات کے اعتبار سے اس قدر عظیم المرتبت تھے کہ کفار بھی باوجود کوشش بسیار کے ان میں کسی نقص و عیب کی نشاندہی نہ کر سکے الغرض آنحضرتؐ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے صحیح مصداق ہیں جس طرح الٰہ و خدا ہونے کے لحاظ سے خدا بے مثل و بے مثال ہے مخلوق خدا ہونے کے اعتبار سے محمد عربی (فداہ ابی و امی) بے مثل و بے مثال ہیں وہ ماینطق عن الھوی کے مصداق بھی ہیں اور لولاک لما خلقت الافلاک کے تاجدار بھی، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آنحضرتؐ کی اطاعت مطلقہ واجب ہے اور دخول جنت و نار کا دار و مدار انہی کی فرمانبرداری اور نافرمانی پر ہے جنہوں نے ان کی اتباع کی وہ فازو اوسعد و فی الدنیا والاخرۃ مگر ان کی تعداد پہلے بھی بالکل قلیل تھی اور اب بھی قلیل ہے (وقلیل من عبادی الشکور) آنحضرتؐ کی بزم رسالت میں بیٹھنے والے تمام لوگ مومن کامل نہ تھے بلکہ ان میں ہر قسم و ہر قماش کے لوگ موجود تھے آنحضرتؐ چاہتے تو ان کو قتل کر دیتے۔

منافقین کو قتل نہ کرنے کی وجہ

چاہتے تو ان کو اپنی بزم سے نکال دیتے

قرآن و سنت شاہد ہیں کہ آنجنابؐ نہ ان لوگوں سے مرعوب تھے اور نہ خائف تھے لیکن ایسا کرنے سے آپ کو اپنے مشن کے ناکام ہونے کا اندیشہ تھا چنانچہ جب آپ کی حدیث میں عرض کیا گیا کہ آپ منافقوں کو قتل کیوں نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا ان الناس یتحدثون ان محمدا یقتل اصحابہ۔ لوگ کہیں گے کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے (بخاری مع فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۸) اس طرح تبلیغ رسالت رک جائے گی اس لئے آنحضرتؐ نے تالیف قلب کی حکمت عملی اختیار کی اور منافقین کے ساتھ صرف لسانی جہاد پر اکتفا فرمایا مگر ؎ نہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے ، ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سرو کنار جو کا۔

منافقین کی کارستانیاں

ایسے لوگ آنحضرتؐ کے حین حیات میں دبے ہوئے تھے اور خفیہ ریشہ دوانیاں کیا کرتے تھے مگر آپ کی وفات کے بعد ان کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا چنانچہ جناب حذیفہ رضؓ فرمایا کرتے تھے ان المنافقین الیوم شر منھم علی عھد النبی کانوا یومئذ یسترون والیوم یجھرون یعنی آج کل منافقوں کی حالت اس سے کہیں بدتر ہے جو عہد نبوی میں تھی کیونکہ اس وقت یہ پوشیدہ طور پر ریشہ دوانیاں کرتے تھے اور آج کھلم کھلا کارستانیاں کر رہے ہیں (بخاری ج ۴ ص ۱۴۱ طبع مصر) فاضل شبلی نعمانی لکھتے ہیں "آنحضرت نے جب وفات پائی تو مدینہ منافقوں سے بھرا پڑا تھا جو مدت سے اس بات کے منتظر تھے کہ رسول کا سایہ اٹھ جائے تو اسلام کو پامال کر دیں"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(الفاروق جلد ا صـ۵۳ طبع لاہور) اور اس میں رسول اسلامؐ کی کسر شان نہیں اور نہ ان کے کامل بلکہ اکمل معلم اخلاق و شریعت ہونے پر کوئی ایراد وارد ہوتا ہے حضرت موسیٰ چند روز کے لئے کوہ طور پر تشریف لے جاتے ہیں اور پوری قوم سوائے معدودے چند افراد کے گوسالہ پرستی کا شکار ہو کر مرتد ہو جاتی ہے مگر بایں ہمہ حضرت موسیٰ پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ بلکہ انہی لوگوں کو نااہل قرار دیا جاتا ہے۔ جنہوں نے فیضان نبوت سے کچھ استفاضہ نہ کیا۔ تو یہاں بھی ان مرتدین کے ارتداد اور خلافت علوی کے انکار کو انہی لوگوں کی نااہلی کا نتیجہ و ثمرہ قرار دیا جائے گا کیونکہ ؎ ہر کہ روئے بہبود نداشت : دیدن روئے نبی سود نداشت

ورنہ آنحضرت نے تو راہنمائی اور اتمام حجت زبانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا اپنے ولی عہد کا قولی طور پر تو بار بار تعارف کرایا تھا اور اعلان فرمایا تھا اپنے آخری دور میں عملی طور پر غدیر خم کے مقام پر رسم دستار بندی بھی ادا کر دی تھی مگر جنہیں ہو ڈبونا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں۔

قضیۂ قرطاس

مگر آخری وقت چاہتے تھے کہ اسے ضبط تحریر میں بھی لے آئیں تاکہ کل کلاں کسی کو یارائے اباد انکار نہ رہے مگر یار لوگ تاڑ گئے۔ اس لئے مزاحمت کی اور "حسبنا کتاب اللہ" کا نعرہ بلند کر کے آنحضرت کو وصیت نامہ نہ لکھنے دیا آنحضرت کو اس قدر صدمہ ہوا کہ ان کو "قوموا عنی" فرما کر آخری وقت اپنی بزم سے نکال دیا (بخاری ج ۴ صـ۱۰۰ باب مرض النبی و وفاتہ مشکوۃ ج ۲ ذیرہ صـ۵۴۲

حضرت علی نے وہ تحریر کیوں نہ لکھوائی

ظاہر ہے کہ تحریر رسول کے سلسلہ میں روڑے اٹکانے کی یہ تمام کارروائی حضرت علیؑ کو خلافت سے محروم کرنے کی خاطر کی گئی تھی اور اب جبکہ لوگوں نے آنحضرتؐ کے دماغ پر بھی شدت مرض کی وجہ سے ہذیان کا الزام عائد کر دیا تھا اگر حضرت علیؑ وہ تحریر لکھوا بھی لیتے تو ان لوگوں کی نظروں میں اس کی کیا وقعت ہوتی؟ بظاہر تو اس کا انجام اس سے بھی بدتر ہوتا جو ھبۂ فدک کے متعلق تحریر رسولؐ کا ہوا تھا علاوہ بریں ظاہر ہے کہ حکیم سے نسخہ بیمار لکھواتا ہے نہ تندرست۔ تو جب مریض الطاطبیب پر ہذیان کا اتہام لگائیں تو اس حالت میں تندرست کو نسخہ لکھوانے کی کیا ضرورت ہے؟ قضیہ قرطاس اور مسئلہ فدک کی تفصیلات کا انتظار فرمائیے)

احراق باب فاطمہؑ

بہرکیف اس جماعت کے کھلم کھلا مخالف اسلام افعال اور حرکات ناشائستہ میں سے ایک عظیم جرم غصب خلافت علویؑ اور حرمت نبویہ پر مختلف مظالم کی یورش و یلغار بھی ہے در دروازۂ فاطمہ پر آگ اور لکڑیاں لے گئے اور گھر جلانے کی دھمکیاں دیں (الامامت والسیاسۃ صـ۱۳ طبع مصر۔ تاریخ طبری ج ۳ صـ۱۹۸ العقد الفرید ج ۳ صـ۶۳ طبع مصر) جناب سیدۂ عالم کے پہلوئے اقدس پر دروازہ گرایا جس سے شہزادہ محسن کی شہادت واقع ہوئی (الملل والنحل للشہرستانی صـ۲۰ طبع مصر)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور جناب امیر علیہ السلام کو روآں دوآں مسجد نبوی کی طرف لے گئے اور بیعت کرنے کیلئے قتل تک کی دھمکیاں دیں۔ ؎

وجہ عدم قتال علیؑ باثلاثہ۔

مگر باایں ہمہ جناب امیر خیبر گیرؑ نے نہ ذوالفقار نیام سے نکالی اور نہ خداداد شجاعت کے جوہر دکھائے کیوں آپکو دو چیزیں مانع تھیں "اولا" شیر خداؑ کو رسول مقبولؐ نے ایسے حالات میں صبر و ضبط سے کام لینے کی وصیت فرما کر جکڑ دیا تھا اور بتا دیا تھا و فرما دیا تھا و بعد ازمن بسیارے از مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نہ گردی و دست در عروہ وثقیٰ تحمل زدہ طریق حق پیش گیری و چوں بینی کہ دنیا مرضیٔ و مختار خلق گرد و باید کہ تو آخرت را اختیار کنی الخ " (معارج النبوۃ رکن چہارم ص۳۴۵ روضۃ الاحباب ص۳۹۳ کنز العمال ج ۶ ص۶۹ ازالۃ الخفاج ۱۲ ص۲۲۵ خصائص کبریٰ ج ۲ ص۱۳۸ وغیرہ)۔ چنانچہ عمر کے مظالم کے وقت آنجناب نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا و فی النفس کلام لولا سابق قول و سالف عہد لشغیت غیظی بخضری و ببضری (الی ان قال) و لکنی ملجم ـــــ و صابر۔

یعنی میرے دل میں کچھ کلام موجود ہے۔ اگر سابق قول اور گذشتہ عہد و پیمان کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اپنے غیظ و غصہ دو چھوٹی انگلیوں سے دور کر دیتا (شمشیر بکف ہو کر جنگ کرتا) مگر میں پابند ہوں اور اس لئے خاموش ہوں۔ اور صبر کرتا ہوں؟ (محاضرات ابن عربی ج ۲ ص۸۲)

؎ کمزور دست و بازو شیر خدا نہ تھا ÷ سب قدرتیں وہی تھیں پر حکم خدا نہ تھا۔

ثانیاً۔ اس وقت جنگ کرنے سے اسلام کے دارالحکومت میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی چاروں طرف سے دشمنان اسلام کو حملہ کرنے کا موقع مل جاتا اور اس طرح اسلام نیست و نابود ہو جاتا۔ چنانچہ بعض روایات میں وارد ہے کہ جب جناب سیدہ نے ان مصائب سے دل برداشتہ ہو کر جناب امیر کو تلوار نیام سے نکالنے کے لئے کہا اس اثنا میں مؤذن کی آواز بلند ہوئی "اشہد ان محمدا رسول اللہ" امام نے جناب سیدہ سے فرمایا اتیترک زوال ھذا النداء۔ کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ روئے زمین سے یہ ندا ختم ہو جائے؟ بی بی عالم نے عرض کیا نہیں! فرمایا ذال ما اقول" یہی وہ چیز ہے جو میں تم سے کہتا ہوں۔ (کہ میرے جنگ کرنے سے یہ آواز ختم ہو جائے گی) (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید معتزلی ج ۳ ص۵۷ طبع بیروت)۔

جناب امیر نے اپنے دور میں کیوں شرعی اصلاحات نافذ نہ کیں؟

جناب امیر علیہ السلام اپنے مختصر ظاہری دور حکومت میں یہ ضرور چاہتے تھے کہ اصحاب ثلاثہ کے جاری کردہ بدعات کا قلع قمع کریں۔ اور اس کا انہوں نے کئی بار اظہار بھی کیا تھا مگر یہ اصلاح مشروط

بخ: الامامۃ والسیاسۃ صدیقی شرح حمیدی ج ۲ ص۲۷

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تھی ثباتِ قدم کے ساتھ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے لو ثبتت قدمای لغیرت اشیاء (نہج البلاغہ) اگر مجھے ثبات قدم میسر آگیا تو میں بہت سی اصلاحات کرونگا مگر مولوی کرم الدین صاحب کے بزرگوں کی کرمفرمائیوں نے امیرالمومنین کو اپنے ظاہری پنجسالہ دورِ خلافت میں ایک دن بھی امن وسکون نصیب نہ ہوا لہذا نہ ثبات واستقرار حاصل ہوا اور نہ وہ یہ اصلاحات نافذ کرسکے جو کرنا چاہتے تھے جن میں سے اپنے جمع کردہ قرآن مجید کا رائج کرنا حق فدک اس کے حق داروں کو واپس کرنا اور تراویح وغیرہ بدعات کا بند کرنا بھی شامل تھا۔ فیبک علی الاسلام من کان باکیا۔ ہم نے سطور بالا میں جن امور کا اجمالی تذکرہ کیا ہے ان کی تفصیلات معلوم کرنے کیلئے شائقین ہماری کتاب اثبات الامامت کی طرف رجوع فرمائیں۔

امامت وخلافت عندالشیعہ ۔ شیعہ امامیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ امت کیلئے خلیفہ وامام کا وجود اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ نبی ورسول کا اور امام کے وہی شرائط ہیں جو نبی و رسول کے ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ ان پر صرف وحی نہیں ہوتی اور وہ مشرّع شریعت تنزیل شریعت نہیں ہوتے ویسے نبی کیطرح خلیفہ وامام کا تقرر بھی خدائے رحمٰن اپنے خاص فضل وانعام سے کرتا ہے۔ چنانچہ خدائے منان نے اسلام کے بعد ان کی سند کے بارہ وارث مقرر کیئے جو سوائے مقام و خصائص نبوت کے دیگر تمام صفات جلال ولغوت کمال میں شریک رسول تھے اور تمام فضائل وفواضل میں آنحضرت کے بعد ساری کائنات کے سید وسردار اور ہر اعتبار سے سرآمد روزگار تھے جو منصوص من اللہ ومن الرسول تھے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حضرت علیؑ۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ امام علی زین العابدینؑ۔ امام محمد باقرؑ۔ امام جعفر صادقؑ۔ امام موسیٰ کاظمؑ۔ امام علی رضاؑ۔ امام محمد تقیؑ۔ امام علی نقیؑ امام حسن عسکریؑ۔ امام م ح م (مہدی منتظر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ) یہ بارہویں بعل ولایت اس وقت بھی بقید حیات زندہ وپائندہ وموجود ہیں اور اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک یہ ظہور فرماکر دنیا کو عدل والصاف سے اس طرح پُر نہیں کردیں گے جس طرح پہلے ظلم وجور سے پُر ہوچکی ہوگی (ترمذی، مشکوٰۃ۔ ابوداؤد وغیرہ) عجل اللہ تعالیٰ فرجہ وسہل مخرجہ۔ واھلک اعدائہ اجمعین

شانِ قرآن عندالشیعہ ہم قرآن کو اللہ کی آخری مقدس الہامی اور منزل من اللہ کتاب اور اس کے ہر ہر امر ونہی کو واجب العمل جانتے ہیں اور اسے تمام عالمین کی رشد وہدایت کیلئے خدا کا بے عیب آخری دستور العمل مانتے ہیں اور حق اور باطل معلوم کرنے کا اسے واحد معیار تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فصاحت وبلاغت کی حد اعجاز تک پہنچا ہوا کلام معجز نظام ہے کہ ساری کائنات مل کر بھی اس کی ایک سورۃ کی مانند سورہ نہیں بنا سکتی۔ ولوکان بعضھم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بغض خلہیرا - ؎ جمال و نور قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے : قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے۔

الغرض قرآن بانی اسلام کی صداقت وحقانیت کا وہ معجزہ خالدہ ہے جس کی معجزانہ شان بان آج بھی اسی طرح قائم ہے جس طرح آنحضرتؐ کے ظاہری چلن حیات میں تھی اور صبح قیامت کے طلوع ہونے تک اس کی یہ شان وآن قائم رہے گی انشاء اللہ۔

القیامۃ عند الشیعہ

قیامت برحق ہے جس میں خدائے عادل تمام اولین وآخرین کو جمع کرکے نیکوں کو اُن کی نیکیوں کی جزا اور بروں کو اُن کی برائیوں کی سزا دے گا اسی طرح جنت وجہنم کو برحق تسلیم کرتے ہیں۔

اسلامی عبادات عند الشیعہ -

ہم نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ خمس وجہاد وغیرہ اسلامی عبادات کو اِن کی فطری شان واسلامی روح وآن کے مطابق واجب ولازم جانتے اور بجا لاتے ہیں ان کے انکار کرنے والے کو کافر اور بلا عذر شرعی ترک کرنے والے کو فاسق وفاجر جانتے ہیں۔

نتیجۃ الکلام

اب جائے غور وتامل ہے کہ اسلام کی تصویر جو شیعیان حیدر کرار پیش کرتے ہیں۔ یہ کس قدر حسین وجمیل اور کامل واکمل ہے کیا اس پر کسی مخالف کو کسی قسم کے طعن وتشنیع کرنے کی جرأت وجسارت ہو سکتی ہے؟ حاشا وکلا۔

؎ ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا۔ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا۔

کیا شیعہ قرآن کو نہیں مانتے؟

مولوی کرم دین آنکھیں بند کرکے بلکہ آنکھوں پر تعصب وعناد کی پٹی باندھ کر اپنے پیر ومرشد مولوی عبدالشکور لکھنوی اور دیگر متعصب مناظرین اہلسنت کی تقلید وتاسی میں اپنی کتاب کے صہ ۳۲ سے لیکر صہ ۶۰ تک برابر اس بات کے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ شیعہ قرآن کو نہیں مانتے ؟ ؎ ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں۔ تڑپے ہیں مرغ قبلہ نما آشیانے میں۔

ہم پہلے اِن کے استدلالات یا بالفاظ مناسب خزعبلات اور پریشان خیالات کا جامع خلاصہ پیش کرتے ہیں اس کے بعد ان پر نقد وتبصرہ کریں گے انشاء اللہ العزیز۔

مولف کے استدلالات کا جامع خلاصہ "شیعہ کا اعتقاد ہے کہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علی نے جمع کیا تھا اور اصحاب ثلاثہ کے پیش کیا مگر انہوں نے قبول نہ کیا اسلیئے آپ نے اُسے غائب کر دیا اصول کافی صہ ۳۹ میں ہے امام محمد باقرؑ کہتے ہیں جو شخص یہ دعوی کرے کہ اس نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے وہ بڑا جھوٹا ہے قرآن کو جیسا کہ خدا نے نازل کیا بغیر علی اور آئمہ بعد کے کسی نے جمع

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نہیں کیا،، نیز اصول کافی صـ۶۷۱ میں ہے، ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ جو قرآن جبرئیل رسول پاک کے پاس لے کر آئے وہ ستر ہزار آیت کا ہے،، پھر مرزا احمد علی صاحب مرحوم کے رسالہ "الانصاف فی الاستخلاف" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے موجودہ قرآن کی ترتیب کی چند غلطیاں ظاہر کی ہیں مثلاً "باتفاق اہل اسلام سورۃ اقراء سب سے اول نازل ہوئی لیکن قرآن مرتب میں اس کو اخیر پارہ میں جگہ دی گئی الیوم اکملت لکم دینکم آخر میں نازل ہوئی لیکن اس کو بیچ میں جگہ ملی اور لیجئے ان ھذان لساحران موجودہ صرف و نحو کے لحاظ سے غلط ہے الخ ..... اس کے جواب میں مولف صاحب نے لکھا ہے کہ "ترتیب القرآن مطابق تنزیل نہیں بلکہ موافق تلاوت رسول خدا و تعلیم جبرائیل ہے جیسا کہ علامہ کرمانی نے برہان میں لکھا ہے بے شک سور و آیات قرآن کی ترتیب عہد نبوی میں ہو چکی تھی اور بہت سے لوگوں نے قرآن کو حفظ بھی کر لیا تھا اور اسی ترتیب سے حضرت عثمانؓ نے قرآن کریم کی کتابت کروا کر قرآن پاک کی اشاعت کر دی (بعد ازاں مذکورہ آیات کے باہمی ربط کا ذکر کر کے ان ھذان والی آیت میں ان کو مخففہ قرار دے کر بمعنی من العمل ثابت کیا ہے پھر یہ لکھ کر کہ حضرت علی کا ترتیب دادہ قرآن جناب امام مہدیؑ کے پاس ہے۔ امام زمانہ کے متعلق تراثہ خالی کہہ کے اپنے خبث باطن کا ثبوت دیا ہے کہ "امام مہدیؑ کب آئیں گے وہ تو بقول شخصے ع کہ ایسے سوئے سونے والے کہ جاگنے کی انہیں قسم ہے امام غائب کی آمد کے متعلق شیعہ کے عجیب و غریب خیال ہیں جن کے سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے اصول کافی صـ۲۳۲ میں ہے۔

خدا نے اس کام (ظہور مہدی) کا وقت ۱۴۰ھ مقرر کیا تھا مگر جب امام حسینؑ شہید کیے گئے تو اللہ تعالیٰ اہل زمین پر غضب ناک ہو گیا اور اس نے اس کام کو ۱۴۰ھ تک پیچھے ہٹا دیا ہم نے تم سے بیان کر دیا اور تم نے بات مشہور کر دی اور پردہ فاش کر دیا خدا نے اس کے بعد کوئی وقت ہم کو نہیں بتایا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث امام جعفر صادق سے بیان کی انہوں نے کہا ایسا ہی ہوا" اس حدیث سے پتہ ملتا ہے کہ قاتل امام حسین علیہ السلام شیعہ تھے تب ہی تو امام مہدیؑ کی آمد رک گئی۔ الخ ..... آئمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور اپنی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

موت پر اُن کو قابو ہوتا ہے۔ چاہے مریں یا نہ مریں،، اصول کافی صہ ۱۵۸)

(ابھی تک مولف کے ترکش بہتان میں کچھ تیر باقی ہیں اب وہ انہیں چھوڑتے ہوئے لکھتے ہیں) ،، شیعہ کے متعدد قرآن | ستر گز کا قرآن اصول کافی صہ ۴۶ میں ہے قال یا ابا محمد فان عندنا الجامعۃ وما یدریھم ما الجامعۃ قال قلت جعلت فداک وما الجامعۃ قال صحیفۃ طولھا سبعون ذراعاً۔ امام جعفر صادق نے فرمایا اے ابو محمد! ہمارے پاس ایک جامع ہے ان کو کیا معلوم کہ وہ جامعہ کیا ہے؟ میں نے کہا میں آپ پر قربان! فرمائیں وہ جامع کیا ہے؟ آپ نے فرمایا قرآن ہے جو ستر گز لمبا ہے،،

مصحف فاطمہ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ شیعہ کا ایک اور قرآن مصحف فاطمہ بھی ہے چنانچہ اصول کافی صہ ۱۴۶ میں ہے (ترجمہ) امام علیہ السلام نے فرمایا ہمارے پاس ایک مصحف فاطمہ بھی ہے اور تم جانتے ہو مصحف فاطمہ کیا ہے؟ فرمایا وہ ایک قرآن ہے جس میں تمہارے قرآن سے سہ گنا زیادتی ہے اور خدا کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک لفظ بھی نہیں۔

جفر اسی طرح شیعہ کا ایک اور قرآن جفر ہے۔ جیسا کہ اصول کافی صہ ۱۴۶ میں ہے (ترجمہ) امامؑ نے فرمایا ہمارے پاس جفر بھی ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ جفر کیا ہے؟ کہا وہ چمڑے کا ایک تھیلا ہے جس میں (انبیاء و اولیاء کے علوم بھرے پڑے ہیں۔ اور علمائے بنی اسرائیل کے بھی اس میں علوم ہیں" اب سوال یہ ہے کہ شیعہ کے اتنے بڑے اور لمبے لمبے قرآن ہیں کہاں؟ شیعہ اس کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔

تحریف آیاتِ قرآنی اگرچہ پچھلی روایات سے بوضاحت ثابت ہوگیا کہ روافض کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے اور وہ اس کو محرّف سمجھتے ہیں لیکن عوام کی تسلی کیلئے ہم ذیل میں چند آیات اصول کافی سے لکھتے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ اصل آیت یوں تھی اور قرآن میں اس کے خلاف یوں درج ہے (اس سلسلہ میں چند آیات پیش کی ہیں مثلاً آیات الست بربکم قالوا بلیٰ کے متعلق لکھا ہے کہ اصول کافی میں ہے کہ اصل آیت یوں تھی" الست بربکم وان محمداً رسولی وان علیا امیر المومنین علیہ السلام

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ایت من یطع اللہ وسولہ اس طرح تھی من یطع اللہ ورسولہ فی ولایۃ علی والائمۃ من بعدہٖ فقد فاز فوزاً عظیماً آیت سئل سائل بعذاب واقع یوں تھی سئل سائل بعذاب واقع للکافرین فی ولایۃ علی لیس لہ من دافع

احمد بن محمدؒ بن ابی نصر سے روایت ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے مجھے ایک قرآن دیا اور فرمایا کہ اس میں نظر نہ کرنا بس میں نے جو اس میں سورہ لم یکن الذین کفروا الخ پڑھی تو اس میں ستر شخصوں کے نام مع ولدیت پائے۔ راوی نے کہا امام نے مجھے کہلوا بھیجا کہ وہ قرآن میرے پاس بھیج دو مگر موجودہ قرآن میں نہ ستر قریش کے نام ہیں اور نہ اہل بیت کے فضائل،، شیعہ کو ان روایات کے ماننے سے کوئی چارہ نہیں لیکن بحث کی خاطر "تقیۃ" کہہ دیا کرتے ہیں سو واضح ہو کہ اس بارہ میں علماء شیعہ متقدمین میں اختلاف ہے ان کے بڑے ثقہ آئمہ حدیث و تفسیر تو اس قرآن کے ناقص ہونے کے قائل ہیں جیسے ثقۃ الاسلام کلینی، علی بن ابراہیم قمی فاضل نوری وغیرہم لیکن بعض تحریف کے منکر ہوئے اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن کامل اور صحیح یہی ہے جو بین الدفتین میں موجود ہے۔ ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔ شیخ صدوقؒ سید مرتضیٰ۔ ابو جعفر طوسی شیخ ابو طبرسی۔ سو واضح ہو کہ ان دونوں فریق سے اس کا قول قابل قبول ہوگا جس کی تائید میں احادیث مرویہ آئمہ اہلبیت پائی جائیں سو پہلے فریق نے بہت سی احادیث پیش کی ہیں مگر دوسرے فریق کا صرف اپنا قول ہی ہے کوئی حدیث وہ دلیل میں پیش نہیں کرتے پھر ان کا قول بلا دلیل کیسے مانا جا سکتا ہے؟

عقلی دلیل = مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ عقلی دلیل اس امر پر کہ شیعہ مذہب کی رو سے اس قرآن پر ان کا ایمان ہونا ممکن ہی نہیں یہ ہے کہ شیعہ مانتے ہیں کہ قرآن جمع کردہ علیؑ نہیں ہے بلکہ ابوبکرؓ و عثمانؓ کے اہتمام سے جمع ہوا ہے شیعہ ان ہر دو اصحاب کو مسلمان نہیں مانتے بلکہ کافر و منافق سمجھتے ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ ایک غیر مسلم شخص جمع و ترتیب قرآن کے وقت ایسا متدین بن جائے کہ ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہ کرے اور یہ ظاہر ہے کہ جس دستاویز میں ایک لفظ میں بھی جعل سازی کر کے تغیر و تبدل کر دیا جائے تو کہ ہمارا قرآن پر ایمان ہے" اس حالت میں ناواقف اہل السنۃ مسلمان دھوکہ میں آجاتے ہیں"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وہ ساری دستاویز ردی اور مشکوک ہو جاتی ہے۔

اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

یہ عجیب الزام ہے جو شیعہ جواب سے عاجز ہو کر کمال ڈھٹائی سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ تم بھی تحریف کے قائل ہو ——— در منثور یا اتقان میں ایسی روایات ہیں کہ فلاں سورہ اتنی آیات کی تھی اب اتنی ہے۔ ——— میں کہتا ہوں کہ ہمارا ایمان در منثور پر نہیں اور نہ ہم امام سیوطی کے مقلد ہیں ——— علاوہ بریں اتقان یا در منثور میں ہرگز نہیں لکھا ہوا کہ قرآن میں کوئی تحریف کی گئی ہے بلکہ انہوں نے آیات منسوخہ کے اقسام لکھے ہیں۔ ایک منسوخ التلاوہ کی ہے جو پہلے نازل تو ہوئی مگر بعد میں منسوخ التلاوہ ہو گئیں اور یہ واقعہ عہد نبوی کا ہے نہ بعد کا ———

کوئی شیعہ حافظ قرآن نہیں ہو سکتا

اس موضوع پر یہاں ص ۵۷ پر اور آخر کتاب میں ص ۳۷۶ پر بھی اظہار خیال کیا ہے "سنی قرآن کو حرز جان سمجھتے ہیں سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حفاظ قرآن سینوں میں لیے گے لیکن ان کے مقابلہ میں چراغ لے کر ڈھونڈو اور ہندو پنجاب کی خاک چھان مارو تو ایک حافظ بھی شیعہ سے ملنا دشوار ہے جن لوگوں کے سینوں میں جا ہیں قرآن کا بغض بھرا ہوا ہے۔ ان میں خدا کی کتاب کا نقش جم نہیں سکتا قرآن کا معجزہ مانا ہوا ہے کہ شیعہ میں کوئی حافظ قرآن نہیں ہو سکتا۔

لطیفہ یہاں مؤلف نے چکوال کا واقعہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے شیعہ کو چیلنج دیا تھا کہ کوئی حافظ پیش کریں اگر وہ پانچ پارے صحیح سنا دے تو ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا انہوں نے بعد از خرابی بسیار حافظ کفایت حسین صاحب کو پیش کیا جنہوں نے صرف آدھ رکوع میں بیس غلطیاں کیں اور سخت سرمسار ہوئے"

ہر چند شیعہ کوشش کرتے ہیں کہ کوئی حافظ قرآن ہم بھی پیدا کریں ع ایں سعادت بزور بازو نیست : تا نبخشد خدائے بخشندہ" (آفتاب ۶ ص ۳۲ تا ۳۶)

الجواب شیعہ کا ایمان بالقرآن

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں ۔ تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

ابو جگر تھام کے بیٹھ میری باری آئی ۔

البتہ مبحث میں بیان کیا جا چکا ہے کہ شیعہ خیر البریہ قرآن کریم کو خدا کی آخری کتاب الہامی وصحیفہ ربانی اور اسلام اور پیغمبر الاسلام کی صداقت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کا معجزۂ خالدہ مانتے ہیں یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ شیعہ اسی قرآن کو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اسی کے اوامر و نواہی پر عمل درآمد کرتے اور کراتے ہیں اسی کی تفسیریں لکھتے ہیں اسی کے ترجمے کرتے ہیں اور اسی کے اکرام و احترام کو واجب و لازم سمجھتے ہیں ان کے ائمہ ہدیٰ نے اسی قرآن کو معیار حق و باطل اور غلط و صحیح حدیث معلوم کرنے کا میزان قرار دیا ہے اور اسی کی سورتوں کے نام بنام فضائل اور تلاوت کرنے کے ثواب بے حساب بیان فرماتے ہیں اور شیعہ جب فرمان آئمہ علیہم السلام قرآن کو مکمل ضابطہ حیات اور جرز جان جانتے اور مانتے ہیں ـــــ اگر ایمان بالقرآن کے یہی معنیٰ ہیں تو پھر تو حضرات شیعہ خیر البریہ بفضلہ تعالیٰ سب مسلمانوں سے بڑھ کر قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور اگر ایمان بالقرآن کا کوئی اور مفہوم ہے تو پھر پہلے اس کی وضاحت کی جائے اور پھر ایمان بالقرآن کا فیصلہ کیا جائے لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ باقرار خود مؤلف "شیعہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان اس قرآن پر ہے ہم اس کو صدق دل سے مانتے ہیں اور اس پر حلفیں اٹھانے پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں" (ص۵۲ آفتاب) اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ "بعض علماء اعلام مثلاً شیخ صدوق و سید مرتضیٰ علم الہدیٰ۔ و شیخ طوسی و طبرسی علیہم الرحمتہ تحریف کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کامل اور صحیح یہی ہے جو بین الدفتین موجود ہے (ص۵۲) مگر بایں ہمہ ان برادران یوسفؑ کی بارگاہ میں کوئی شنوائی نہیں ہوتی اور وہ بڑی ڈھٹائی و بے حیائی کے ساتھ بزاخفش کی طرح سر نکیر ہلا ہلا کر برابر یہی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ "ہم نہیں مانتے"، "ہم نہیں مانتے"، ع تمہیں کہہ دو یہ انداز گفتگو کیا ہے؟

برادران اسلامی کی یہ روش قرآن اور تعلیمات اسلام کے خلاف ہے

حالانکہ اسی قرآن کا فرمان ہے کہ لا تقولوا لمن القی الیکم اسلام لست مؤمنا جو بندہ تم پر سلام کرے تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ تم اس سے کہو کہ تو مومن نہیں ہے اسلامی غزوات کی تاریخ میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ایک جنگ میں ایک کافر مسلمان کی تلوار کی زد میں آگیا اس نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مگر اس مسلمان نے اس کے کلمے کا اعتبار نہ کیا اور اسے تہہ تیغ کر دیا آنحضرت کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے اس مسلمان کو بلا کر سرزنش کی کہ جب اس نے کلمۂ اسلام پڑھ لیا تھا تو پھر تو نے اسے کیوں قتل کیا؟ قاتل نے یہ عذر پیش کیا کہ یا رسول اللہ! وہ دل سے اقرار نہیں کر رہا تھا بلکہ میری تلوار کے ڈر سے کلمہ پڑھ رہا تھا! آنحضور نے فرمایا اشققت قلبہ؟ کیا تو نے اس کے دل کو چیر کر دیکھ لیا تھا؟ کہ دل سے نہیں پڑھ رہا اس پر وہ منفعل ہو کر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خاموش ہوگیا خدا تو قرآن میں یہ فرماتا ہے کہ وہ علیم بذات الصدور ہے دلوں کا بھید وہ جانتا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بھائی اس صفت میں اپنے تئیں شریک خدا سمجھتے ہیں جب ہی تو ہمارے اس اقرار و اظہار کو تقیہ کی بنا دار قرار دے کر ہم پر غیر مومن بالقرآن ہونے کا جابرانہ فتویٰ عائد کرتے ہیں چنانچہ افتاب ہدایت کا مؤلف قمطراز ہے "بحث کی خاطر تقیۃً کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارا قرآن پر ایمان ہے صـ۵۳ افتاب) حالانکہ ان اقرار کرنے والوں میں ایسے ایسے علما عظام شامل ہیں جنہوں نے اہلسنت کی ردّ میں مستقل کتابیں لکھی ہیں پھر اس مسئلہ میں ان کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بہر حال یہ تاویل عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق ہے سچ ہے ؎ بچشم عداوت بزرگی عیب است۔

بعض اہل انصاف سُنی علما کا اعتراف حقیقت یہی وجہ ہے کہ بعض منصف مزاج علماء اہلسنت نے اعتراف کیا ہے کہ شیعہ کا اسی قرآن پر ایمان ہے اور ان کے بیانات ان کے قلبی واردات کی عکاسی و غمازی کرتے ہیں چنانچہ حافظ محمد اسلم صاحب جیوری جیوری اپنی کتاب تاریخ القرآن صـ۶۲ تا صـ۶۷ بذیل عنوان "شیعہ اور قرآن" شیعہ اکابر علماء متقدین و متاخرین کے بیانات شافیہ نقل کرنے کے بعد ان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ ان علماء شیعہ کے اقوال ہیں جو اہل تشیع میں مقبول و مستند ہیں اور ان اقوال میں نہ تاویل کی گنجائش ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں نے تقیہ سے کہا ہے کیونکہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے اہلسنت کی تردید میں رسائل لکھے ہیں ان کی نسبت تقیہ کا گمان نہیں کیا جا سکتا اور ابو جعفر قمی کی کتاب الاعتقاد اور ملا محسن کی تفسیر صافی یہ دونوں کتابیں شیعہ کے نصاب درس میں داخل ہیں اسلیئے یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے فرقہ کے خلاف اپنے فرقہ کو تعلیم دیتے" "اسی طرح مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی مقدمہ تفسیر حقانی صـ۳۷ پر لکھتے ہیں "کہ محققین علماء شیعہ سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔" اگرچہ ہم اپنی کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد میں اس موضوع پر سیر حاصل تبصرہ کر چکے ہیں۔ مگر یہاں بھی بقدر ضرورت اس بحث کا اعادہ کیا جاتا ہے

شیعہ علماء اعلام اظہار حق و حقیقت رئیس المدثین جناب شیخ صدوق اپنے رسالہ اعتقادیہ میں فرماتے ہیں "اعتقادنا فی القرآن ان القرآن الذی انزلہ اللہ تعالیٰ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ موجودین للدفتین وھو مابین ایدی الناس لیس باکثر من ذالک ——— ومن نسب الینا انا نقول اکثر من ذلک فھو کاذب۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہمارا عقیدہ قرآن مجید کے متعلق یہ ہے کہ وہ قرآن جو خداوند عالم نے اپنے نبیؐ پر نازل فرمایا وہ یہی ہے جو دو دفتیوں کے درمیان لوگوں کے پاس موجود ہے اس سے زیادہ نہیں ہے اور جو شخص ہماری طرف یہ نسبت دیتا ہے کہ ہم اس سے زیادہ کے قائل ہیں وہ جھوٹا ہے،،

ایسا ہی افادہ علامہ سید مرتضیٰؒ۔ علامہ شیخ طوسیؒ۔ علامہ طبرسیؒ۔ علامہ حامد حسینؒ۔ علامہ بلاغیؒ علامہ جائریؒ۔ علامہ خوئی اور علامہ علی نقیؒ وغیرہم نے اپنی کتب جلیلہ میں فرمایا ہے صرف یہی نہیں کہ یہ نظریہ ان علماء علام کی ذاتی رائے کا نتیجہ ہے بلکہ انکا یہ عندیہ آئمہ اطہار کے ارشادات پر مبنی ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا ہاں البتہ اتنا ضرور کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن کریم کی ترتیب اس کی نزولی ترتیب کے مطابق نہیں ہے اور بعض سورتوں کی بعض آیات دوسرے بعض سورتوں میں درج ہوگئی ہیں اور یہ وہ کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کا اعتراف ہمارے مخاطب نے بھی دبے لفظوں میں کرلیا ہے کہ "ترتیب قرآن مطابق تنزیل نہیں ہے بلکہ موافق تلاوت رسول خدا اور تعلیم جبرئیل ہے،،

(افتاب ص۳۷) جب تم خود بھی اس حقیقت کا اقرار کرتے ہو تو پھر شیعوں کے خلاف

ع یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟ اسمیں تمہاری کوئی مادی غرض اور شکمی مصلحت تو کارفرما نہیں؟

چاہتے ہو قوم میں جوئی سدا چلتی رہے کشتی اسلام کے پھر کیوں نہ ہو تم ناخدا

یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ موجودہ ترتیب قرآن کے مطابق تنزیل نہیں ہے" یہ کہنا کہ "موافق تلاوت رسول و تعلیم جبرئیل" یہ بات ناقابل فہم و ادراک ہے۔ کیا جس طرح سورتیں نازل ہوتی ہیں۔ ان کے مطابق آنحضرت ان کی تلاوت نہیں فرماتے تھے؟ کیا ترتیب نزول اور ترتیب تلاوت مختلف تھی؟ مالکم کیف تحکمون؟

جمع قرآن کے سلسلہ میں برادران اسلامی سے چند سوالات اسی طرح یہ بات بھی لائحل معمہ سے کم نہیں ہے کہ "بے شک سور و آیات قرآن کی ترتیب عہد نبوی میں ہو چکی تھی اور بہت سے لوگوں نے قرآن کو حفظ بھی کرلیا تھا اور اسی ترتیب کے مطابق حضرت عثمان نے قرآن کریم کی کتابت کروا کر قرآن پاک کی اشاعت کردی" ص۳۸) سچ ہے کہ ایک غلطی کو چھپانے کیلئے کئی غلطیاں کرنی پڑتی ہیں اور ایک جھوٹ کیلئے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ لیکن مسئلہ جوں کا توں رہتا ہے۔ یہاں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں اولاً یہ کہ اگر بقول مؤلف عہد رسالت میں قرآن مرتب[1] ہو چکا تھا تو پھر عہد ابی بکر میں اس کو دوبارہ ترتیب کیوں عمل میں لائی گئی؟ ثانیاً اگر پہلے سوال سے قطع نظر کرتے ہوئے عہد شیخین میں کسی ضرورت کے ماتحت ترتیب قرآن کو جائز بھی تسلیم کرلیا جائے تب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیخین کے

---

[1] حالانکہ تفسیر اتقان ج ۱ ص ۵۸ و ۵۹ طبع مصر میں متعدد اخبار و آثار موجود ہیں جن سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے حین حیات میں قرآن جمع نہیں ہوا تھا (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جمع کردہ قرآن کی موجودگی میں جناب عثمان کو از سر نو تیسری مرتبہ قرآن کو مرتب کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟

ثالثاً۔ اگر یہ آخری عثمانی ترتیب شیخین کی ترتیب کے مطابق اور ان کی ترتیب رسول خدا کی ترتیب کے موافق تھی تو عثمان صاحب کو اپنے جمع کردہ قرآن کے علاوہ دوسرے قرآنوں کے جلانے کی کیا ضرورت پڑی؟ (بخاری شریف ۳ ص ۱۴۰ طبع مصر) رابعاً۔ اگر جناب عثمان کی جمع و ترتیب بالکل ترتیب رسولؐ کے مطابق تھی تو پھر جامع قرآن کے لقب کے جناب رسول خداؐ مستحق ہیں یا عثمان؟ اہلسنت میں کوئی رجل رشید ہے جو ان سوالات کے تحقیقی اور مقنع جوابات دے کر منہ مانگا انعام حاصل کرے! مگر ہم علی وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ ؎ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

حضرت امیر علیہ السلام کا جمع کردہ قرآن کیسا تھا؟

اہلسنت ان روایات کو جن میں حضرت امیر علیہ السلام کے قرآن مرتب کرنے کا تذکرہ ہے جامۂ عثمان کی طرح خوب اچھالتے ہیں کہ شیعوں کا قرآن اب امام زمانہ کے پاس ہے۔ لہٰذا ان کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہو سکتا اس سے وہ عوام الناس کو یہ تاثر دینے کی سعی نامرجام کرتے ہیں کہ آنجنابؑ کا جمع کردہ قرآن موجودہ قرآن سے حقیقت اور مطالب کے اعتبار سے بالکل الگ تھا۔ حالانکہ کتب اہلسنت سے اس کی تائید نہیں بلکہ اس کی تردید ہوتی ہے۔ اور واضح ہوتا ہے کہ آنجنابؑ نے ترتیب نزول کے مطابق اسے مرتب فرمایا تھا چنانچہ تفسیر اتقان ج ۱ ص ۶۴ طبع مصر میں ہے قد روی عن علیؑ انہ جمع القرآن علی ترتیب النزول عقب موت النبیؐ اخرجہ ابوداود (کذا فی ص ۶۳/۶۴) یعنی ابوداؤد کے بیان کے مطابق حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد قرآن کو اس کی ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا تھا،، اور مزید برآں اس میں ایسے تفسیری و تشریحی بیانات و اشارات بھی تھے جن سے آیات قرآنیہ کا باہمی ربط اور ان کا شان نزول معلوم ہو جاتا تھا اسی بنا پر عظیم عالم اہلسنت ابن سیرین کہا کرتا تھا کہ لو اصیب ذلک الکتاب کان فیہ العلم (اگر جناب امیر علیہ السلام کا جمع کردہ قرآن مجید دستیاب ہو جاتا تو علم کا ذخیرہ ہاتھ آجاتا (تاریخ الخلفاء ص ۱۸۵ طبع جدید مصر) ابن طیفی سے یہ بھی مروی ہے کہ آنجنابؑ نے اس میں ناسخ و منسوخ کو بھی جمع کر دیا تھا (تفسیر اتقان ج ۱ ص ۵۹)

ان شیعی روایات کا جو موہم تحریف ہیں تحقیقی جواب

مذکورہ بالا تحقیقی بیان حقیقت ترجمان سے ان شیعی روایات کا حقیقی حل واضح ہو جاتا ہے جو بظاہر موہم تحریف ہیں۔ جن کا ایک شمہ مؤلف آفتاب نے بھی نقل کیا ہے۔ مثلاً جابر والی روایت کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ جو شخص سوائے علی اور ائمہ اہلبیت کے نزول کے مطابق جمع قرآن کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے (اصول کافی) اس میں بھی کما انزلہ اللہ،، کے الفاظ موجود ہیں۔ اور جن روایات میں وارد ہے کہ یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی یا جبرئیل اسے یوں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

لائے تھے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت کا حقیقی مفہوم جو بموجب ان علمنا جبرئیل رب جلیل کی بارگاہ سے لائے تھے۔ خلاصہ یہ کہ وہ جملے تفسیری و توضیحی تھے اسی طرح وہ روایت جس میں درج ہے کہ امام رضا نے ابن ابی نفر کو قرآن دیا۔ اور اس نے کھول کر دیکھا تو اس میں بدیل سورہ، لم یکن الذین کفروا الخ ستر شخصوں کے نام بقید ولدیت موجود تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ تفسیر و تشریح قرآن تھی نہ کہ تنزیل قرآن یہ ایسا صاف و سادہ مفہوم ہے جو کسی سلیم الطبع اور صحیح الدماغ آدمی پر مخفی و مستور نہیں ہے۔ علم الاعلی اکمہ لم یبصر اللہ

الزامی جواب اور اگر اس مفہوم کے تسلیم کرنے میں برادران اہلسنت کو اباء و انکار ہو تو پھر ہم بانگ دہل کہتے ہیں کہ اگر ایسی روایات کی بنا پر شیعوں کا قرآن پر ایمان نہیں ہو سکتا تو پھر

علم این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

بعینہ اسی قسم کی بکثرت روایات خود اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ لہذا ان کی موجودگی میں اہلسنت کا ایمان بھی قرآن مجید پر نہ ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے لہذا۔

علم یہی تھے دو حساب سو لیوں پاک ہو گئے۔

اب جب کہ بقول اہلسنت موجودہ قرآن پر شیعوں کا ایمان نہیں اور بقول شیعہ اہلسنت کا اس پر ایمان نہیں تو آخر قرآن پر کس کا ایمان ہے؟ شاید ہندوؤں کا ہوگا؟

علم شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ لیجئے ان روایات کا ایک شمہ بیان کیے دیتے ہیں

وہ روایات اہلسنت جو موہم تحریف ہیں (۱) موجودہ قرآن مجید میں یہ آیت مبارکہ یوں پڑھی جاتی ہے حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین مگر تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۳۰۲ میں عمر بن رافع سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کنت اکتب مصحفا لحفصۃ زوج النبی فقالت اذا بلغت ھذہ الایۃ فاٰذنی حافظوا علی الصلوٰت والصلوۃ الوسطی فلما بلغتہا اذنتہا فاملت علی حافظوا علی الصلوٰت والصلوۃ الوسطی وصلوۃ العصر وقوموا للہ قانتین وقالت اشہدانی سمعتہا من رسول اللہ یعنی میں جناب حفصہ زوجہ رسول کے قرآن کی کتابت کرتا تھا انہوں نے کہا کہ جب آیت حافظوا علی الصلوات الخ تک پہنچو تو مجھے اطلاع دینا چنانچہ جب میں اس آیت پر پہنچا تو میں نے ان کو اطلاع دی انہوں نے اس آیت کو اس طرح لکھایا حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وصلوۃ العصر اور کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے اس آیت کو جناب رسول خدا سے اسی طرح سنا ہے (۲) موجودہ قرآن میں یہ آیت اس طرح ہے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فان لم تفعل فما بلّغت رسالته واللہ یعصمک من الناس۔ مگر تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۹۸ طبع مصر میں جناب ابن مسعود سے روایت ہے کہ عہد نبوی میں ہم اس کو اس طرح پڑھا کرتے تھے یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ،، ان علیاً مولی المومنین ،، وان لم تفعل فما بلّغت رسالته ،، مگر آج ،، ان علیاً مولی المومنین ،، ندارد ہے۔

(۳) تفسیر اتقان ج ص ۲۵ تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۱۸۰ پر متعدد روایات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے قرآن مجید میں آیت رجم ،، بھی تھی۔ ابی بن کعب بیان کرتے ہیں۔ کنا نقرأ فیہا آیة الرجم تلت وما آیة الرجم؟ قال اذا زنا الشیخ والشیخة فارجموھما البتة نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم یعنی ہم اس سورۂ (احزاب) میں آیت رجم بھی پڑھا کرتے تھے میں (زر بن حبیش) نے کہا کہ وہ آیت رجم کیا تھی؟ کہا اذا زنا الشیخ الخ۔ مگر موجودہ قرآن میں اس آیت کا کہیں نام ونشان تک نہیں ہے جناب عمرؓ کہا کرتے تھے لولا ان یقول الناس زاد عمر فی کتاب اللہ لکتبت آیة الرجم بیدی اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب خدا میں زیادتی کر دی ہے تو میں اپنے ہاتھ سے قرآن مجید میں آیت رجم لکھ دیتا بخاری ج ۴ ص ۱۶۳ طبع مصر) اس سے جناب حضرت عمرؓ کا تقیہ باز ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

(۴) موجودہ قرآن مجید میں یہ آیت اس طرح ہے ،، ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً مگر روایات اہلسنت سے ثابت ہوتا ہے کہ ،، قبل ان یغیر عثمان المصاحف ،، عثمانؓ کے قرآن مجید میں تغیر وتبدل کرنے سے پہلے جناب عائشہؓ وحفصہؓ کے مصاحف میں اس آیت کا تتمہ اس طرح تھا والذین یصلون الصفوف الاول ،، مگر آج یہ تتمہ موجود نہیں ہے (تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۲۲۰ واتقان ج ۲ ص ۲۵۔

(۵) موجودہ قرآن میں یہ آیت اس طرح ہے کفی اللہ المؤمنین القتال لیکن اہلسنت کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل میں یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی ،، وکفی اللہ المومنین القتال بعلی بن ابی طالب (ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۱۹۱) مگر موجودہ قرآن میں اس آیت کے اندر جناب امیر علیہ السلام کا اسم گرامی موجود نہیں ہے بنظر اختصار اسی مختصر مقدار پر اکتفا کی جاتی ہے ورنہ محمد سفینہ چاہئے اس بحر بے کراں کیلئے

؎ اندکے گفتم دل با تو گفتم و بدل ترسیدم ∴ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است۔

ناظرین کرام نے بچشم خود ملاحظہ فرمایا کہ روایات کا لب و لہجہ بعینہ وہی ہے جو شیعہ روایات کا ہے لہذا بات بالکل واضح ہے کہ اگر ان روایات کی بنا پر شیعوں کا قرآن پر ایمان نہیں ہو سکتا تو پھر ان روایات کی وجہ سے اہلسنت کا بھی قرآن پر ایمان نہیں ہو سکتا اس لئے وہ اپنے ایمان بالقرآن

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کو ثابت کرنے کے لئے جو جواب ان روآیات کا پیش کرینگے بعینہ وہی جواب ہماری طرف سے بھی سمجھ لیں) فما ھو جوابکم فھو جوابنا یہ بات واضح رہے کہ اگر مولوی کرم الدین آف بھیں بقول خود رد امام جلال الدین سیوطی کے مقلد نہیں تو ہم بھی ثقۃ الاسلام کلینیؒ اور ان کے استاد محترم جناب علی بن ابراہیم قمیؒ کے مقلد نہیں ہیں کہ ان کی رائے ہمارے لئے حجت ہو (اور جہاں تک ان کی نقل کردہ روآیات کا تعلق ہے ان کا حل ہم نے سابقاً پیش کر دیا ہے)

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا ؛ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا۔

نسخ والی تاویل علیل کا ابطال | مولوی کرم دین صاحب نے ان روایات سے اشارۃً گلو خلاصی کرانے کے لئے رد نسخ، کا کمزور سہارا لینے کی بیجا کوشش بھی کی ہے کہ آیات نازل تو ہوئیں مگر بعد میں منسوخ التلاوہ ہو گئیں اور یہ واقعہ عہد نبوی کا ہے نہ بعد کا، یہ تاویل بچند وجہ بتار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں ہے۔

اولاً۔ نسخ صرف عہد رسالت میں واقع ہو سکتی ہے نہ کہ اس کے بعد چنانچہ تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۶ طبع مصر میں بالوضاحت لکھا ہے کہ رد غیر جائز نسخ شئی من القرآن بعد وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی وفات رسولؐ کے بعد نسخ قرآن جائز نہیں ہے مگر ان روایات میں تصریحات موجود ہیں کہ عثمانؓ کے تغیر و تبدل کرنے سے پہلے ازواج النبی فلاں آیت کو اس طرح پڑھتی اور لکھواتی تھیں اور فلاں فلاں صحابی فلاں آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔ اگر فی الواقع وہ آیات منسوخ ہو گئی تھیں تو کیا رسولؐ کی گھر والیوں کو اس بات کا علم نہ تھا جس کا مولوی کرم دین کو ہو گیا۔

؎ ہیچ خدا کہ عارف سالک بکس نگفت ؛ در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید؟

ثانیاً:۔ نسخ کے چند شرائط ہیں۔ جب تک وہ موجود نہ ہوں اس وقت تک کسی آیات کو منسوخ تصور نہیں کیا جا سکتا منجملہ ان شرائط کے ایک یہ ہے رد انما یرجع فی النسخ الی نقل صحیح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او من صحابی یقول آیۃ کذا نسخت کذا یعنی نسخ کے سلسلہ میں صرف جناب رسولؐ خدا کی صریح حدیث یا کسی صحابی کے صریح قول پر ہی اعتماد کیا جا سکتا ہے جس میں یہ وضاحت ہو کہ فلاں آیت نے فلاں آیت کو منسوخ کر دیا ہے (تفسیر اتقان ج ۲ ص ۲۴) دوسری یہ کہ رد ولا یعتمد فی النسخ قول عوام المفسرین بل ولا اجتہاد المجتہدین غیر نقل صحیح ولا معارضۃ بینۃ الخ یعنی نسخ کے متعلق سوائے حدیث صحیح یا بینہ و برہان کے صرف عام مفسرین کے قول بلکہ آئمہ مجتہدین کے اجتہاد پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ (ایضاً ج ۲ ص ۲۴)

بعد ازیں مولوی کرم الدین صاحب جو بیچارے نہ مفسر ہیں اور نہ مجتہد ان کے کھوکھلے دعویٰ کا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کیا وزن باقی رہ جاتا ہے ؟ ہاں اگر ان کے ہمنواؤں میں کچھ علمی دم خم ہے تو اس سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح پیش کریں اور اپنے علم و فضل اور وسعت نظر کی ہم سے داد لیں وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقو النار التی وقودھا الناس والحجارۃ ۔

ثالثاً ۔ ارشاد قدرت ہے ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا ۔ ہم جب بھی کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلاتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور آیت لاتے ہیں اس ارشاد ربانی سے بعبارۃ النص واضح ہوتا ہے کہ جس قدر آیات منسوخہ ہوں اتنی ہی ناسخ آیات موجود ہوتی ہیں ۔ لہٰذا دعویٰ داران نسخ اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو وہ ان آیات کی ناسخ آیات پیش کریں ۔ اور ہم سے ایک ہزار روپیہ نقد بطور انعام حاصل کریں کوئی ہے مرد میدان جو حاصل کرے یہ انعام ؟

ع کس بمیداں در نمی آید سواراں راچہ شد ؟

بعض علماء کا نظریہ پورے مذہب کا نظریہ نہیں ہو سکتا ، جب مولف آفتاب ہدایت یہ تسلیم کرتے ہیں کہ " اس مسئلہ میں علمار شیعہ کے درمیان اختلاف ہے بعض تحریف کے قائل ہیں اور بعض اس کے منکر " (صہ ۵۲ آفتاب) تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ بعض علماء کے نظریے کو پورے مذہب کا نظریہ قرار دیتے ہوئے پورے مذہب کو مطعون کیا جائے جب تک کسی مذہب کے تمام ذمہ دار علماء کا کسی نظریہ پر اتفاق نہ اس وقت تک اسے اس مذہب کا نظریہ نہیں کہا جا سکتا مولوی صاحب موصوف کا یہ کہنا ہے کہ " دوسرے فریق یعنی منکرین تحریف کا صرف اپنا قول ہی ہے کوئی حدیث دلائل میں وہ پیش نہیں کرتے پھر ان کا قول بلا دلیل کس طرح مانا جا سکتا ہے ؟ (صہ ۵۳) تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ فریق اپنے نظریے کے ثبوت میں آئمہ معصومین کے ارشادات پیش کرتا ہے مگر ان کے دیکھنے کیلئے دیدہ بینا چاہیئے ۔ ع دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے ؟

موجودہ قرآن کی توثیق از ائمہ اہلبیت ، لیجئے ہم ذیل میں ان احادیث و ارشادات کا ایک شمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں ۔ جناب امیر علیہ السلام اسی موجودہ قرآن مجید کے متعلق فرماتے ہیں " ان اخذتم بما فیہ نجوتم من النار ودخلتم الجنۃ " اگر تم نے اس پر عمل کیا تو جہنم سے نجات پا جاؤ گے اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے (احتجاج طبرسی صہ ۸۲) ۲ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں " ما بین الدفتین کتاب اللہ " کہ جو کچھ دو دفتیوں کے درمیان موجود ہے یہ خدا کی کتاب ہے " (نہج البلاغہ ج صہ) ۳ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اقرؤا کما یقرأ الناس ۔ قرآن کو اسی طرح پڑھو جس طرح دوسرے مسلمان پڑھتے ہیں (مقدمہ ساوسہ تفسیر صافی) حضرت امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں اجمعت الامۃ قاطبۃ لا اختلاف بینھم فی ذلک علی ان القرآن حق لا ریب فیہ عند جمیع فرقھا (الی ان قال) فاذا شھد القرآن بتصدیق خبر و تحقیقہ فانکرتہ طائفۃ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

من الامۃ وعارضتہ بحدیث من ھذہ الاحادیث المزورۃ فضلت بانکارہا ودفعہا الکتاب کفر ا ضلالۃ الخ یعنی قرآن مجید وہ برحق کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں پس جب قرآن کسی حدیث کی شہادت دے دے اور امت کا کوئی گروہ اس کا انکار کردے اور کسی من گھڑت حدیث کو اسکے مقابلہ میں پیش کردے تو وہ اس انکار کی وجہ سے گمراہ اور کافر بن جائے گا (احتجاج طبرسی ص ۲۴۹ طبع النجف)

روایتِ صادقی کا جواب : باقی رہی وہ روایت صادقی جس میں وارد ہے کہ قرآن کی سترہ ہزار آیات تھیں اور موجودہ قرآن کی آیات بقول مولف ۶۶۶۶ ہیں (ص ۳۴ انتباہ) بعد از تسلیم صحت سند اس کے دو جوابات دیئے جا سکتے ہیں

پہلا حلی جواب : محققین پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ قرآن کے رکوعات وآیات کی تقسیم اعداد کا تجزیہ پیغمبر اسلام سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ محض تلاوت کی سہولت کی خاطر بعد کی پیداوار ہے لہذا عین ممکن ہے کہ یہ اختلاف آیات کی کمیت (مقدار) کے اختلاف پر مبنی ہو یعنی بعض نے ایک حصہ قرآنی کو ایک آیت شمار کیا ہو اور بعض نے اسے دو آیتیں قرار دے دیا۔ چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ جمیع الی القرآن ستۃ الاف آیۃ دست عشر مآیۃ . یعنی آیات قرآنی کی کل تعداد چھ ہزار چھ سو سولہ (۶۶۱۶) (تفسیر اتقان ج ۱ ص ۶۹) فاضل درنی چھ ہزار قرار دیتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ چھ ہزار دو سو چار ہیں (اتقان ج ۱ ص ۶۹) اور مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی حمائل مترجم میں جو انڈکس دیا ہے اس میں ۶۲۳۷ آیات درج ہیں۔ اور مولوی صاحب ۶۶۶۶ بتاتے ہیں۔ تو اس اختلاف کی سوائے اس کے اور کیا تاویل کی جا سکتی ہے چنانچہ علامہ سیوطیؒ اور دیگر کئی علماء نے یہی نظریہ اختیار کیا ہے

دوسرا الزامی جواب : عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے لا یقولن احد اخذت القرآن کلہ ومایدریہ ما کلہ قد ذہب منہ قرآن کثیر۔ کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ میں نے پورا قرآن شریف حاصل کرلیا ہے اسے کیا خبر کہ پورا قرآن شریف کتنا تھا! بہت سا قرآن تو جا چکا ہے (تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۲۵) تو جو جواب اہلسنت اس روایت کا دیں گے وہی جواب ہم اپنی روایت کا دیں گے ھذا والنعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ۔

جفر وجامعہ اور مصحف فاطمہؑ والے ایراد کا جواب : مؤلف انتباہ نے شیعہ کے متعدد قرآن کا نرالا عنوان قائم کرکے اس کے ذیل میں جفر وجامعہ اور مصحف فاطمہؑ والی روایات کو جو غلط انداز اور غلط ترجمہ کے ساتھ پیش کیا ہے اس سے انہوں نے اپنے علم وفضل اور دین ودیانت کا بھانڈا چوراہے پر پھوڑ دیا ہے سچ ہے۔

؎ چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنۂ پاکاں زند۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اہل علم وبصیرت پر پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرات ائمہ طاہرین کے خداداد معارف وعلوم کے مختلف طرق وانحاء میں سے جفر وجامعہ اور مصحف فاطمہؑ بھی ہیں۔ جو مختلف معارفِ آفاقیہ حقائق کونیہ علومِ انفسیہ حالات گذشتہ وآئندہ حلال وحرام کی تفصیلات پر مشتمل کتابیں ہیں جامعہ کے متعلق روایت میں لفظ "صحیفہ" اور مصحف فاطمہؑ کے متعلق لفظ "مصحف" وارد ہے۔ صحیفہ ومصحف کا ترجمہ قرآن کرنا جہالت وضلالت کی بدترین مثال ہے حالانکہ عربی زبان کے طفلِ مکتب بھی جانتے ہیں کہ صحیفہ کے لغوی معنی قرطاس مکتوب کے ہیں (یعنی وہ کاغذ جس پر کچھ لکھا ہوا ہو) اور مصحف کے معنی ہیں "کتاب" اگر قرآن مجید کو صحیفہ یا مصحف کہا جاتا ہے تو بھی اس اعتبار سے کہ وہ کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب ہے قرآن کو صحیفہ یا مصحف کہنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ہر صحیفہ ومصحف قرآن ہے یہاں عام خاص مطلق کی نسبت ہے فتدبر ولا تکن من المجاھدین۔!

؎ جس پاس عصا ہوا سے موسیٰ نہیں کہتے ٭ ہر ہاتھ کو عاقل یدبیضا نہیں کہتے!

اسی طرح جفر کے متعلق روایت میں دعاء من ادم (چمڑے کا ایک ظرف) وارد ہے۔ بھلا اس قرآن سے کیا ربط ہے؟ واہ مولوی کرم الدین جی واہ! ع این کار از تو آید ومرداں چنیں کنند۔ نعم ما قیل

؎ آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام ٭ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگرے

ہم نے سطور بالا میں جفر وجامعہ اور مصحف فاطمہؑ کی بالاجمال جو تشریح کی ہے یہ اصول کافی کے متعلقہ ابواب دیکھنے سے بآسانی واضح ہو جاتی ہے چنانچہ جفر کے متعلق امام جعفر صادق نے فرمایا دعاء من ادم فیہا علم النبیین والوصیین وعلم العلماء الذین مضوا من بنی اسرائیل (اصول کافی ص۱۱۸ طبع ایران) وہ چمڑے کا ایک تھیلا ہے جس میں انبیاء واوصیاء اور بنی اسرائیل کے علماء کا علم موجود ہے اسی طرح مصحف فاطمہؑ میں بعض علوم مایکون کا تذکرہ ہے اور جامعہ میں مسائل حلال وحرام کی تفصیلات مذکور ہیں بعض منصف مزاج علماء اہلسنت نے بھی ان صحف کی صحت اور وجود کا اعتراف کیا ہے چنانچہ شواہد النبوۃ جامی ص۱۸۷ طبع نولکشور میں بذیل حالات امام ششم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام لکھا ہے "این کتاب جفر مشہور است ومشتمل است بر علوم اسرار الیشاں وذکر آں در کلام امام ابن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہما صریح است آنجا کہ گفت چوں مامون ویرا ولی عہد خویش ساخت الجفر والجامعہ یدلان علے خلاف ذلک الخ.... یہ کتاب جفر مشہور ہے جو ائمہ اہلبیت کے علوم واسرار پر مشتمل ہے اس کا تذکرہ امام رضاؑ کے کلام میں بالوضاحت موجود ہے جب مامون نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو امام نے فرمایا جفر وجامعہ اس کے خلاف راہنمائی کرتے ہیں الخ اسی طرح کتاب نسیم الریاض شرح

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

شفاللتحفاجی طبع مصر ج ۱ ص ۱۳۱ پر در مصحف فاطمہؑ کا تذکرہ موجود ہے نیز کتاب کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون مطبوعہ مصر میں بھی جفر و جامعہ کی پوری پوری تشریح و توضیح موجود ہے اور چونکہ یہ اشیاء تبرکات امامت سے ہیں اس لیئے وہ امام العصر والزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے پاس موجود ہیں دوسرے لوگوں سے ان کا تعلق پہلے تھا اور نہ اب ہے فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید۔

بقول اہلسنت قرآن میں غلطیاں ہیں ؟ مولوی صاحب نے بموجب آنیکہ: نزلہ بر عضو ضعیف می ریزد حضرت علامہ حائری مرحوم کے تلمیذ رشید مولانا مرزا احمد علی صاحب مرحوم پر جو نزلہ گرایا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ قرآن میں غلطیاں ہیں۔ حاشا و کلا۔ کوئی بھی شیعہ کبھی یہ جرأت و جسارت نہیں کر سکتا۔ انہوں نے تو آپ کے بزرگوں کا کاشتہ برداشت کیا ہے۔ اور آپ کے خلفا کا آموختہ دھرایا ہے اگر شک ہو تو ذرا امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر اتقان ج ص ۱۰۳ طبع مصر اٹھا کر دیکھیں۔ یہ بحث بہت طویل ہے۔ صاحب استقصاء الافحام نے پورے تیئس صفحات تک اسے پھیلا کر لکھا ہے ہم صرف بطور نمونہ دو چار حوالے پیش کرتے ہیں جن سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ قرآن میں غلطیوں کا قائل کونسا فرقہ ہے:

۱۔ جب عثمان صاحب کے حکم سے کتابتِ قرآن مکمل ہو گئی اور قرآن ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے اسے ملاحظہ کرنے کے بعد کہا۔ ان فی القرآن لحناً وستقیمہ العرب بالسنتہا۔ یعنی قرآن میں کچھ غلطیاں ہیں عرب انہیں خود بخود درست کر لیں گے (معالم التنزیل بغوی ص ۔ اتقان ص ۔ مشکل القرآن ابن قتیبہ ۔ ۱۲۰ ان ھذان ساحران قالوا ذلک خطأ من الکتاب۔ کہا ہے اس آیت میں کاتبوں سے غلطی ہو گئی ہے کہ ان ھذین کی بجائے ان ھذان لکھ دیا وقیہ کفایۃ لمن ادنی درایۃ (معالم التنزیل واتقان)

۳۔ لکن الراسخون فی العلم منہم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوۃ اس آیت میں والمقیمین الصلوۃ، کے متعلق جناب عائشہ اور ابان بن عثمان کا فیصلہ ہے کہ غلط کہ یہ غلط ہے (دراصل اسے والمقیمون الصلوۃ ہونا چاہیئے تھا) (تفسیر اتقان)

عقلی دلیل کا جواب۔ باقی رہا یہ امر کہ جس جامع قرآن کے ایمان پر شیعہ کو ایقان نہیں اس کے جمع کردہ قرآن پر وہ کس طرح ایمان لا سکتے ہیں؟ تو اس کا جواب واضح ہے کہ ہم اس لئے اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے آئمہ معصومینؑ نے اس کی توثیق کر دی ہے جیسا کہ سطور بالا میں واضح کیا جا چکا ہے۔ اگر ان کی توثیق نہ ہوتی تب البتہ ہمارے لئے سپرد اعتماد کرنا مشکل ہو جاتا مگر جب علمی مشکل کشاؤں نے یہ مشکل حل کر دی ہے تو اب کوئی اجمال و اشکال باقی نہیں رہتا والحمد للہ علی احسانہ۔

شیعوں میں حافظ قرآن نہ ہونے کا مضحکہ خیز استدلال۔ سچ ہے کہ الغریق یتشبث بکل حشیش

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یعنی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ان حضرات کو جب اپنے مذہب کی صداقت پر عقلی و نقلی دلائل و براہین نہیں ملتے تو ایسے عجیب و غریب بذلوحی حرکات کرتے ہیں مما تضحك منه الثكلى۔ بھلا اس بات میں بھی کوئی وزن ہے کہ شیعوں میں کوئی حافظ قرآن نہیں اور نہ ہو سکتا ہے اگر افریقہ کے صحرائے اعظم میں یا قرون مظلمہ میں کوئی شخص ایسی بڑ مارتا تو شاید اُسے معذور سمجھا جا سکتا تھا لیکن اس درخشندہ روشن اور سائنسی دور میں کوئی شخص ایسی بے پر کی اڑاتا ہے تو اس کا صحیح مقام "پاگل خانہ" ہے ہم نے تو تقسہ آدمیوں سے سنا ہے کہ عیسائیوں اور آریوں میں بھی حافظ قرآن ہوتے تھے اور ہیں اور ہم نے قرآن میں یہ پڑھا ہے کہ شیطان لوگوں کو قرآن بھلاتا ہے (ولینسینم ذکر اللہ) اور یہ شیطان کا ہی فعل ہو سکتا ہے)۔ مگر برادران اسلام یہ کہتے ہیں کہ "اصحاب ثلاثہ" لوگوں کو قرآن بھلا دیتے ہیں۔ اب ارباب دانش و بینش خود غور فرمائیں کہ اصحاب ثلاثہ کی توہین یہ لوگ کرتے ہیں یا ہم؟ سچ ہے کہ نادان دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہوتا ہے۔

بعض شیعہ حفاظ کا تذکرہ

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مذہب شیعہ میں ہمیشہ بڑے بڑے حفاظ قرآن رہے ہیں اور ہیں۔ امامیہ مشن لکھنؤ نے دو جلدوں میں ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام "تذکرہ حفاظ شیعہ" ہے جس میں صرف شیعہ حفاظ کے حالات و سوانح حیات مذکور ہیں اس وقت صرف صوبہ پنجاب میں بفضل ایزدی بیسیوں شیعہ حفاظ کرام موجود ہیں۔ ذیل میں بعض حفاظ کے اسماء گرامی درج کیے جاتے ہیں (۱) صدر الحفاظ والوعاظ مولانا الحاج حافظ سیف اللہ صاحب جعفری مدظلہ[1] آف چونیاں ضلع قصور (۲) رئیس الحفاظ حافظ عبد العلی صاحب آف جمن شاہ ضلع مظفر گڑھ۔ (۳) رئیس الحفاظ حافظ راجہ محمد عنایت صاحب آف گڑھا تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم۔ (۴) زعیم الحفاظ جناب مولانا حافظ سید ریاض حسین صاحب نجفی علی پور ضلع مظفر گڑھ (۵) افتخار الحفاظ حافظ شیر خان چک نمبر ۹ شمالی ضلع سرگودھا (۶) فخر الحفاظ مولانا حافظ سید محمد سبطین صاحب آف علی پور ضلع مظفر گڑھ (۷) عماد الحفاظ مولانا سید محمد حسین صاحب آف علی پور (۸) فخر الحفاظ حافظ علی محمد صاحب آف جوجہ ضلع جھنگ۔ (۹) نخبۃ الحفاظ حافظ شیر محمد صاحب آف جسوال تحصیل پھالیہ ضلع گجرات (۱۰) زبدۃ الحفاظ حافظ سید قادر علی شاہ صاحب آف بھابڑہ تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا (۱۱) زبدۃ الحفاظ حافظ سید فضل حسین صاحب آف کوٹلہ قائم علی شاہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (۱۲) ظہیر الحفاظ جناب مولانا حافظ عبد الحلیم صاحب آف پنڈ دادنخان ضلع جہلم (۱۳) فخر الحفاظ حافظ اقبال حسین صاحب آف بنی شاہ تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا (۱۴) نعیم الحفاظ جناب مولانا حافظ غلام حیدر صاحب آف چک نمبر ۸ آف گھوڑ پور تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا۔ (۱۵) قیم الحفاظ حافظ علی محمد صاحب آف دجہ ضلع سرگودھا (۱۶) عمدۃ الحفاظ حافظ قاری نور محمد صاحب وارد پارہ چنار (۱۷) معین الحفاظ حافظ محمد سبطین

---

[1] اب مرحوم ہیں کا انتقال پُر ملال ۱۴ اگست ۱۹۸۰ء بمطابق ۲۹ ماہ رمضان ۱۴۰۰ھ بمقام میو ہسپتال لاہور ہوا اور چونیاں میں سپرد خاک ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا انکی وفات سے مذہب و ملت کی دیوار میں وہ رخنہ و خلا پیدا ہوا ہے جس کے پُر ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔ جادت، عدائی دجاور بہ۔ شتان بین جوارہ وجواری۔ (سگوارہ مصنف)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صاحب آف لڑی بھیال تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم۔ وغیرہم کثر اللہ امثالہم۔

شیعہ حفاظ قرآن کی قلت کی وجہ۔ ہاں یہ درست ہے کہ جس طرح بمقابلہ برادران اسلامی ہماری تعداد کم ہے اسی نسبت سے ان کے حفاظ کے بالمقابل ہمارے حفاظ کرام کی تعداد بھی قلیل ہے (وقلیل من عبادی الشکور) ان کے ہاں کثرت کی وجہ وہ نہیں جس کا ذکر مؤلف نے کیا ہے بلکہ یہ بدعت عمر، (نماز تراویح) کی برکت ہے ان کی اکثریت دنیوی فائدہ کی خاطر قرآن حفظ کرتی ہے اور ہماری اقلیت محض ثواب اخروی کی خاطر یاد کرتی ہے وشتان مابینھما

ے سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا :: ببین تفاوت راہ کجا است تا بکجا۔

آخر کلام میں مؤلف نے چکوال میں شیعوں کو اپنے جس چیلنج کرنے اور رئیس الحفاظ حافظ کفایت حسین صاحب مرحوم کے بلائے جانے اور ان کے ناکام ہونے کا جو لطیفہ بیان کیا ہے وہ اہالیان چکوال کے ثقہ بیان کے مطابق بالکل کثیفہ ہے اس مناظرہ کے دیکھنے والے بفضلہ تعالیٰ کچھ ذمہ دار افراد آج بھی بقید حیات موجود ہیں۔ جو شیعہ علماء وحفاظ کی نمایاں کامیابی کے چشم دید گواہ ہیں۔ نہ معلوم بزبم خود در صدیق کے ماننے والوں کی آنکھوں کا پانی کہاں ڈھلک گیا ہے۔ کہ ان کو صریح کذب بیانی کرتے ہوئے ذرا بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی صحیح ہے۔ ؎ بے حیا باش وہرچہ خواہی گو۔ اس مناظرہ کی مکمل روئیداد کتاب "میزان المقال در مناظرۂ چکوال" میں مندرج ہے تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ جہاں تک امام زمانہؑ اور قاتلان سید الشہداءؑ کے مذہب کے متعلق صاحب کتاب کی ہرزہ سرائی کا تعلق ہے ہم اس کتاب کے مناسب مقامات پر جہاں بالتفصیل مولف نے ان موضوعات کو چھیڑا ہے ان پر مناسب نقد وتبصرہ کریں گے انشاء اللہ قارئین کرام انتظار فرمائیں فقد منا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباءً منثورًا۔ اب ہم ذیل میں ان کے مایہ ناز مسئلہ "مدح صحابہ" کا تذکرہ مع اپنے تبصرہ پیش کرتے ہیں وبیدہ ازمۃ التحقیق وھوخیر رفیق۔

"فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت قرآن کریم سے"

اس عنوان کے تحت مؤلف کتاب نے صفحہ ۶۰ سے لے کر صفحہ ۱۰۰ تک وہ آیات قرآنی درج کی ہیں جن سے "بزعم خویش وہ اصحاب ثلاثہ کے فضائل روز روشن کی طرح واضح ہیں" (صفحہ ۶۰) اس سلسلہ میں انہوں نے اٹھائیس عدد آیات مبارکہ کو پیش کر کے ان سے استدلال کیا ہے۔ ہم انہی کی ترتیب کے مطابق نمبر وار یکے بعد دیگرے ان آیات کا انہی کے ترجمہ اور خلاصہ استدلال کے ساتھ درج کر کے پھر بڑے اختصار مگر دلائل قاہرہ کے ساتھ ثابت کریں گے کہ ان آیات کا فضائل ثلاثہ کے ساتھ اتنا بھی ربط وتعلق نہیں ہے جتنا کہ سراب کا آب کے ساتھ ہوتا ہے۔ معزز ناظرین سے التماس ہے کہ وہ فریقین کے کلام وبیان اور دونوں کے استدلال کو بنظر انصاف دیکھنے کے بعد حق وباطل کا فیصلہ کریں اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ ۔!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پہلی آیت والذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک ھم المؤمنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم (پ ۱۰ س انفال ع ۵)

ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا اور جنہوں نے مسلمان مہاجرین کو پناہ دی اور ان کی مدد کی وہ لوگ بالتحقیق مومن ہیں ان کے لئے غفران اور اعلیٰ نصیب بہشت ہے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے بڑی صفائی سے کھلے الفاظ میں اصحاب ثلاثہ کے ایمان حقیقی اور ان کے بخشا جانے اور جنتی ہونے کی تصدیق فرمائی ہے اصحاب ثلاثہ بے شک والذین آمنوا کے پورے طور پر مصداق ہیں اور آنحضرت کے ساتھ ایمان لائے۔ آپ کے ساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی کفار سے جہاد کئے الخ۔۔۔

(آفتاب ص ۶۰)

الجواب قبل اس سے کہ اس استدلال کا جواب دیا جائے۔ ایک قاعدہ کلیہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ جو نہ صرف یہاں بلکہ آئندہ تمام متعلقہ آیات و مباحث میں بہت ہی کارآمد و سود مند ثابت ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ بموجب "القرآن یفسر بعضہ بعضاً (بعض قرآن دوسرے قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔) جہاں بھی قرآن میں صرف اسلام و ایمان لانے یا صرف ہجرت و نصرت کرنے یا صرف بیعت رسول کرنے پر بے حساب اجر و ثواب بیان کئے گئے ہیں وہ چند شرائط کے ساتھ مشروط ہیں اگر وہ شرائط پائے گئے تو ثواب بھی ملے گا اور دوسرے آثار بھی مرتب ہوں گے اور اگر وہ شرائط نہ پائے گئے تو نہ وہ ثواب ملے گا اور نہ ہی دوسرے آثار مرتب ہوں گے کیونکہ اذا فات الشرط فات المشروط۔ وہ شرائط اگرچہ بہت ہیں مگر سب کی بازگشت تین بڑے شرائط کی طرف ہے جو یہ ہیں (۱) ایمان (۲) عمل صالح مع اخلاص (۳) استقامت اور خاتمہ بالخیر۔ ذیل میں بقدر ضرورت ان ہر سہ شرائط کی وضاحت کی جاتی ہے۔

حصول ثواب اور کسب فضائل کے شرائط کا بیان

پہلی شرط ایمان ہے قرآن مجید کی مختلف کڑیاں باہم ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حصول ثواب کی پہلی شرط خالص ایمان ہے چنانچہ ارشاد قدرت ہے وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتہا الانھار خلدین فیہا الایہ (پ ۱۰ س ۱۵ ع ۹) ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے اللہ نے (بہشت کے) باغوں کا وعدہ کر لیا ہے جن کے نیچے نہریں (پانی) بہہ رہی ہوں گی (اور وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے (ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد) اس سے معلوم ہوا کہ وعدہائے جنت صرف اہل ایمان سے ہیں۔ مزید برآں دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ ان اللہ حرمہما علی الکافرین (پ ۸ س ۹ ع) خدا نے جنت اور اس کی نعمتیں کافروں پر حرام قرار دے دی ہیں لہٰذا جب بھی خدا اہل ایمان کے گروہ سے دخول جنت وغیرہا کی وعدہ فرمائیگا تو کسی بھی شخص کو اس گروہ میں داخل کرنے سے پہلے اس بات کی اچھی طرح چھان بین کرنا لازم ہوگی کہ آیا اس شخص میں ایمان پایا جاتا ہے یا نہ؟

دوسری شرط عمل صالح ہے چونکہ ایمان ایک کیفیت قلبی ہے جس کا تعلق باطن کے ساتھ ہے ولما یدخل الایمان فی قلوبکم) لہٰذا ایک ظاہر بین انسان کیلئے اس کے وجود کی تصدیق کرنے کے لئے عمل صالح کا ہونا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ضروری ہے کیونکہ ظاہر آئینہ باطن ہے لہذا اس کے بغیر نہ ایمان مکمل ہو سکتا ہے اور نہ ہی ثابت ارشاد قدرت ہے ان اللہ یدخل الذین آمنوا وعملوا الصالحات جنات تجری من تحتہا الانہار (پ۲۵ س شوریٰ ع) جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے ان کو خداوند کریم ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے والذین آمنوا وعملوا الصالحات فی روضات الجنات لہم ما یشاؤن عند ربہم ذلک ہو الفضل الکبیر۔ (پ۲۵ س شوریٰ ع ۴) جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح بھی کیئے۔ خدا ان کو باغہائے بہشت کے سبزہ زاروں میں داخل کرے گا وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے پروردگار کے ہاں ان کے لئے موجود ہوگا یہی تو خدائے کریم کا بڑا فضل و احسان ہے۔ ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات (پ ۳۰ س العصر ع ۲۸) قسم ہے زمانہ کی تمام لوگ خسارے میں ہیں سوائے انکے جو ایمان اور عمل صالح بجا لائے۔ ان الذین آمنو وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ جزاؤہم عند ربہم جنات عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدًا (پ ۳۰ س لم یکن ع ۲۳) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح بھی کیئے یہی لوگ بہترین خلائق ہیں ان کے پروردگار کی بارگاہ میں ان کی جزائیہ ہے کہ ان کے رہنے کیلئے باغ بہشت ہیں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ ایمان کا ثمرہ مشروط بہ اعمال صالحہ ہے۔

ع کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی اور اعمال صالحہ کی روح "اخلاص ہے ارشاد قدرت ہے اعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین" یعنی خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو۔

تیسری شرط استقامت اور خاتمہ بالخیر ہے

اس سلسلہ کی آخری اور اہم شرط جو فی الحقیقت چند شرائط کی جامع ہے یہ ہے کہ انسان ایمان پر ثابت قدم رہے اس کی صداقت و حقانیت میں شک و شبہ نہ کرے اور اسی پر اسکا خاتمہ ہو۔ کیونکہ اسی پر نجات کا دار و مدار ہے آنحضرت کا ارشاد ہے انما الاعمال بالخواتیم (بخاری و مسلم مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر) اور اس اثنا میں اس سے کوئی ایسا جرم بھی سرزد نہ ہو۔ جو حبط اعمال کا موجب ہو۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون اولئک اصحاب الجنۃ خالدین فیہا جزاءً بما کانوا یعملون (پ ۲۶ س احقاف ع ۲) بے شک جن لوگوں نے کہا کہ پروردگار اللہ ہے پھر آخر تک اسی عقیدے پر قائم رہے تو (آخرت میں نہ تو ان پر (کسی قسم کا) خوف ہوگا اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر ہوں گے یہی تو ہیں اہل جنت کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ ان کے عملوں کا بدلہ ہے جو دنیا میں کرتے رہے۔

(۲) انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ اولئک ہم الصادقون (پ۲۶ س حجرات ع ۳) پس سچے مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا اور اللہ کے رستہ میں اپنی جان و مال سے کوشش کی حقیقت میں یہی سچے مسلمان ہیں۔

۳۔ یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون (پ۲۶ س حجرات ع ۱۳) مسلمانو! اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو اور نہ ان کے ساتھ بہت زور سے بات کرو جیسے تم ایک سے ایک زور سے بولا کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

۴۔ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون (پ۷ س انعام ع ۱۵) جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں بے انصافی کی آمیزش نہیں کی یہی لوگ ہیں جو امن و اطمینانِ خاطر کے مستحق ہیں اور یہی لوگ راہ راست پر بھی ہیں۔

۵۔ یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم (پ۲۶ س محمد ع ۸) مسلمانو! اللہ کے حکم پر چلو اور رسول کے حکم پر چلو (اور رسول کی مخالفت کر کے) اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو۔

۶۔ قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالاً الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعاً (پ۱۶ س کہف ع ۳) اے پیغمبر کہہ دو! تو ہم تمہیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بڑے گھاٹے میں ہیں،، ہاں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی کی کوشش سب گئی گزری ہوئی اور وہ اپنی غلط فہمی سے اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

۷۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفاً فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ ومأواہ جھنم وبئس المصیر (پ۹ س انفال ع ۱۶) مسلمانو! جب کافروں سے ڈٹ بھیڑ ہو جائے تو ان کو پیٹھ نہ دینا۔ اور جو شخص ایسے موقع پر کافروں کو اپنی پیٹھ دے گا تو (سمجھنا کہ) وہ خدا کے غضب میں آگیا اور آخر کار اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے مگر ہاں لڑائی کے لئے کنی کاٹتا ہوا اپنے لوگوں میں جا کر شامل ہونے کیلئے کافروں کے سامنے سے ٹل جائے تو کوئی مضائقہ نہیں،،

۸۔ انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستأذنوہ (پ۱۸ س نور ع ۱۶) سچے مسلمان تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کسی ایسی بات کیلئے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے پیغمبر کے پاس ہوتے ہیں تو جب تک پیغمبر سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے،،

۹۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین (پ۴ س آل عمران ع) کیا تم اس خیال میں ہو کہ جنت میں جا داخل ہو گے۔ حالانکہ ابھی تک اللہ نے نہ تو ان لوگوں کو جانچا ہے جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور نہ ان لوگوں کو جانچا ہے جو لڑائی میں ثابت قدم رہتے ہیں۔

۱۰۔ والذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار (پ۱۳ س رعد ع ۳) اور جو لوگ خدا کے ساتھ پکا قول و قرار کر کے پھر عہد شکنی کریں اور جن تعلقات کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے اس کو توڑتے اور ملک میں فساد برپا کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے پھٹکار ہے اور ان کے لئے پھٹکار کے علاوہ برا انجام بھی ہے،، (ترجمہ مولانا نذیر احمد دہلوی) ان حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح و آشکار ہو گئی کہ جب تک ان تمام شرائط کو ملحوظ نہ رکھا جائے اس وقت تک کسی شخص کو اللہ کے وعدوں کا مستحق قرار

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نہیں دیا جاسکتا۔ ان شرائط کو پیش نظر رکھے بغیر صرف بعض مطلق آیات پر نظر کرکے سنی نظریہ قائم کرنے والا شخص ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی اس حدیث کہ "ما من عبد قال لا الہ الا اللہ ثم مات دخل الجنۃ (جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ دے اور پھر مر جائے وہ داخل جنت ہوگا) بخاری ج ۱ ص ۱۴۲ طبع مصر ج ۴ ص ۱۹ مشکوۃ کتاب الایمان فصل اول ص ۶) پر نظر کرکے یہ عقیدہ قائم کرتے کہ نجات کے لئے صرف کلمۂ توحید کا اقرار کرلینا کافی ہے اور کسی عقیدہ و عمل کی ضرورت نہیں ہے تو جس طرح بلاشبہ یہ اطمینان غلط ہے۔ اسی طرح وہ بھی غلط ہے جس طرح یہاں بموجب دلا احادیث یفسر بعضہا بعضاً، کہا جاتا ہے کہ کلمۂ توحید مفید ضرور ہے۔ مگر لبشرطہا و شروطہا۔ سنا خود نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل؟ ؎ دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اسی طرح وہاں بھی بموجب القرآن یفسر بعضہ بعضاً، دوسری آیات کی روشنی میں یہی کہا جائے گا کہ جب تک دوسرے شرائط موجود نہ ہوں اس وقت تک صرف ہجرت یا نصرت یا بیعت نجاشی کیلئے کافی نہیں ہے۔ وھذا حق لا یعتریہ شک!

اس تمہیدی بیان حقیقت ترجمان کے بعد ہم کہتے ہیں کہ آپ کے محبوب اقرب اصحاب خصوصاً اس پیش کردہ آیت مبارکہ میں داخل نہیں ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ خلاق عالم نے اس آیت مبارکہ میں جن لوگوں سے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے ساتھ ہی ان کے پانچ اوصاف جلیلہ کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

۱۔ ایمان (۲) ہجرت (۳) جہاد (۴) پناہ دینا (۵) نصرت کرنا۔ آخری دو صفتوں کا مفہوم ترجونکہ انصار سے ہے۔ اور یہ حضرات مہاجرین میں شمار کیئے جاتے ہیں اس لئے ان صفتوں کا تو ان میں تلاش کرنا ہی عبث ہے۔ البتہ پہلی تین صفتوں کے متعلق گذارش ہے کہ قطع نظر دوسری شرائط کے یہاں ان تینوں صفات میں سے ایک بھی موجود نہیں ہے۔ یہاں نہ خالص ہجرت ہے اور جہاد کا فقدان تو عیاں راچہ بیان مصداق ہے۔ اس اجمال کی بقدر ضرورت ذیل میں تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

اصحاب ثلاثہ کے ایمان کا بیان

حضرت ابوبکر کا ایمان

کتب سیر و تواریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعثت پیغمبر اسلام سے کچھ عرصہ قبل ایک راہب نے ابوبکر صاحب کو خبر دی تھی کہ عنقریب ایک دعویدار نبوت ظاہر ہوگا اور تمہیں ان کی وجہ سے بڑے دنیوی فوائد حاصل ہونگے حتی کہ ان کی وجہ سے تمہیں حکومت ہاتھ آئے گی (تاریخ الخلفاء ص ۲۳ صواعق محرقہ ص ۴۵ سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۱۰ ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۸) اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیوی طمع و لالچ میں آکر آپ نے حسب ظاہر اسلامی کلمہ پڑھا۔ کیونکہ اگرچہ ابتداء اسلام میں آنحضرتؐ کے پاس کوئی خاص ملازم آتی نہ تھا مگر چونکہ راہب نے (جس کی پیشگوئی پر آپ کو پورا یقین تھا) ملکی فتوحات اور غنائم کی خبر دی تھی اس لئے بموجب اینکہ دنیا بالعبید قائم است بظاہر سایہ کی طرح آنحضرتؐ کے ساتھ چپٹے رہتے تھے تاکہ وقت آنے پر پورا پورا استفادہ کر سکیں وہ اس حقیقت سے واقف تھے کہ پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں جسے ناسمجھ لوگ فضائل ابوبکر میں پیش کیا کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ما سبقکم ابوبکر بصوم ولا صلوٰۃ الا بشی وقر فی قلبہ (مجالس المومنین) ابوبکر نے تم پر کسی صوم و صلوٰۃ کی وجہ سے سبقت حاصل نہیں کی بلکہ ایک ایسی چیز کی وجہ سے کی ہے جو ان کے دل

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

راسخ ہو چکی تھی (یعنی بحیرا راہب کی پیش گوئی) یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ ان کے ایمان کو ناقابل ایقان سمجھتے تھے وہ اسلام بھی لائے مگر آنحضرت پھر بھی ہمیشہ یہی فرماتے رہے۔ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل۔ کہ شرک تم میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی چلتا ہے جب خلیفہ صاحب نے کہا یا رسول اللہ! کیا شرک یہ نہیں کہ خدا کے ساتھ کسی اور خدا کو مانا جائے؟ تو آنحضورؐ نے ڈانٹ کر فرمایا۔ ثکلتک امك یا ابا بکر الشرک اخفی فیکم من دبیب النمل۔ اے ابوبکر! تیری ماں تیرے ماتم میں روئے! شرک تم میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی چلتا ہے (کنز العمال ج ۲ صـ ۱۲۹ تفسیر ابن کثیر مطبوع برحاشیہ فتح البیان ج ۵ صـ ۲۲۹ طبع مصر در منثور ج ۴ صـ ۵۴ وغیرہ)

اور ان پر شیطانی تسلط کا یہ عالم تھا کہ خود کہا کرتے تھے۔ ان لی شیطانا یعترینی فاذا صغت فسددونی۔ میرا ایک شیطان ہے جو بعض اوقات مجھ پر غالب آجاتا ہے۔ لہٰذا جب میں سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ الامامۃ والسیاسۃ۔ صـ ۱۳ طبع مصر) اس کے ساتھ ساتھ یہ آیات مبارکہ بھی پیش نظر رہیں کہ خداوند عالم نے شیطان سے فرمایا تھا۔ ان عبادی لیس لك علیهم۔ سلطان الخ بے شک جو میرے (خالص) بندے ہونگے ان پر تیرا کوئی زور نہ ہوگا (سورۃ الحجر پ ۱۴) ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔ انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا وعلی ربہم یتوکلون انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ہم بہ مشرکون۔ (پ ۱۴ س النحل) جو لوگ مومن ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں ان پر شیطان کا قابو نہیں ہے۔ ہاں اس کا زور تو صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور اسے خدا کا شریک سمجھتے ہیں۔ ایک اور مقام پر فرماتا ہے انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یؤمنون" (پ ۸ س) ہم شیاطین کو انہی لوگوں کا ولی بناتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے"۔ ان آیات نے تو خلیفہ صاحب کا رہا سہا بھرم بھی ختم کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت عمر کا بیان

آنحضرت کے اعلان نبوت کے چھ سال بعد تک عمر صاحب برابر پیغمبر اسلام کو مختلف طریقوں سے اذیت پہنچاتے رہے اور ان کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہے حتیٰ کہ ایک مرتبہ ابوجہل نے اعلان کیا کہ جو شخص محمدؐ کو قتل کرے گا میں اسے سرخ و سیاہ رنگ کی ایک سو اونٹنی اور ایک ہزار اوقیہ چاندی دوں گا۔ یہ سن کر عمر صاحب جوش میں آگئے اور شمشیر بکف ہو کر رسولؐ کو قتل کرنے کے مذموم ارادے سے روانہ ہوئے الخ (تاریخ الخلفا صـ ۱۳۳ تاریخ الخلفاء صـ ۷۵ صواعق محرقہ صـ ۵۵ شرح نہج البلاغہ حدیدی ج ۲ صـ ۵۹ میں یہ آیت کا تتمہ یوں مروی ہے کہ جب عمر صاحب تلوار حمائل کئے ہوئے بارگاہ نبوی میں پہنچے تو آنحضرتؐ باہر تشریف لائے اور عمر کے دامن اور برہنہ تلوار کو جھنجھوڑ کر فرمایا۔ ما انت بمنتہ یا عمر احتی ینزل اللہ بك من الخزی والنکال ما انزل بالولید بن المغیرۃ فقال عمر اشہد ان لا الہ الا اللہ الخ اے عمر! معلوم ہوتا ہے تم اس وقت تک اس حرکت سے باز نہیں آؤ گے جب تک تمہارے بارے میں ذلت و رسوائی کی وہی باتیں خدا نازل نہ کر دے جو ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل کی ہیں (یہ دھمکی سن کر فوراً) عمر نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا" یہ ہے عمر صاحب کے اسلام لانے کی اصل رام کہانی جو علماء اہلسنت کی زبانی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پیش کر دی گئی ہے نہ وہ جوان کے ہوا خواہ بڑے طمطراق سے بیان کیا کرتے ہیں کہ ہمشیرہ کے پاس گئے اور قرآن کے کچھ اجزا سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ کلمہ اسلام پڑھ لیا قرآن تو وہ پہلے بھی مسلسل چھ سال سے سن رہے تھے خدر لگی بات تو یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی تہدید شدید اپنا کام کر گئی تھی۔ اب اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ خدا نے ولید کے بارے میں کیا نازل کیا تھا تو سورہ نون کی آیات کی تلاوت کریں ارشاد ہوتا ہے۔ ولا تطع کل حلاف مہین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم (پ ۲۹ س نون ع ۲) اور تم (کسی ایسے نابکار) کے کہنے میں نہ آجانا جو بہت قسمیں کھانا ہے (اور) آبرو باختہ ہے (لوگوں پر) آوازے کسا کرتا ہے (ادھر کی ادھر، ادھر کی ادھر) چغلیاں لگاتا پھرتا ہے اچھے کاموں کو روکتا رہتا ہے (حد بندگی) سے بڑھ گیا ہے، بدہیئت اکھڑ ہے (ان عیوب) کے علاوہ بداصل بھی ہے۔ (ترجمہ نذیری) یہ تو صحیح ہے کہ عمر صاحب کے ظاہری کلمہ اسلام پڑھنے سے وہ آیتیں ان کے بارے میں نہ اتریں جن کی آنحضرتؐ نے ان کو دھمکی دی تھی مگر قابل غور بات یہ ہے کہ آیا اس سے فوراً وہ مشابہت ختم ہو گئی اور وہ حقیقت بھی بدل گئی جس کی بنا پر آنحضرتؐ نے مذمت والی آیات کے نازل ہونے کی دھمکی دی تھی یا وہ وجہ و حقیقت بدستور قائم ہی تھی؟

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے، فتدبروا لا تکن من الغافلین

تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اظہار اسلام کے بعد بھی ان کا قلبی میلان اپنے سابقہ مذہب ہی کی طرف رہتا تھا۔ چنانچہ بطور نمونہ صرف ایک واقعہ لکھا جاتا ہے جناب جابر بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عمر بن الخطاب تورات کا ایک نسخہ لائے اور بارگاہ نبوی میں اسے پڑھنا شروع کیا۔ وہ جوں جوں پڑھتے جاتے آنحضرتؐ کے چہرہ انور کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا جب ابوبکر صاحب نے یہ ماجرا دیکھا تو عمر سے کہا تجھے رونے والیاں روئیں کیا رسول کریم کے چہرے پر نظر نہیں کرتا۔ جب عمر نے آنحضرتؐ کے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار آشکار دیکھے تو کہا کہ ہم خدا اور رسول کے غضب سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں ہم خدا کے خدا، اسلام کے دین اور محمدؐ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ مگر اس کے باوجود آنحضرتؐ نے قسم کھا کر فرمایا۔ والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل، ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی (مشکوٰۃ ص ۳۲ ازالۃ الخفاج ۱ ص ۱۲۹ وغیرہ) مجھے اس خدائے قدیر کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے کہ اگر اس وقت جناب موسیٰؑ ظاہر ہو جائیں تو تم یقیناً مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کر لوگے۔ اور اگر ایسا کرو گے تو راہ راست سے بھٹک جاؤ گے حالانکہ (میرا مقام وہ ہے کہ) اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے اور میرے زمانہ کو پالیتے تو ضرور وہ میری اتباع کرتے،، آنحضرتؐ نے اپنے اس حلفیہ بیان سے ان حضرات کے اسلام و ایمان کا بھانڈا بالکل چوراہے پر پھوڑ دیا ہے (عاقلاں را اشارتے کافیست اس لئے ع کردم اشارتے و مکرر نمی کنم!

صلح حدیبیہ کے موقع پر جناب عمر کا شک فی النبوۃ کرنا اور اس کا اظہار ان الفاظ میں کرنا کہ،، ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ،، کتب کثیرہ میں باسانید کثیرہ مروی ہے (ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور ج ۶ ص ۷۷، سیرۃ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جلیہ ج ۳ ص ۲۷ وغیرہ) اس کے ساتھ ساتھ سورہ حجرات کی وہ آیت بھی پیش نظر رہے جس میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا الخ۔ کہ مومن تو بس وہی لوگ ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لانے کے بعد پھر کبھی شک نہ کریں اس سے جناب خلیفہ صاحب کے ایمان کی قلعی بالکل کھل جاتی ہے اور ان کے اسلام کی حقیقت طشت از بام ہو جاتی ہے۔

عمر صاحب عموماً جناب حذیفہ سے (جن کو آنحضرتؐ نے بعض منافقین کے نام بتائے تھے اس لئے انکو صاحب السّر (راز دار رسول) کہا جاتا تھا۔ دریافت کیا کرتے تھے کہ کہیں میرا نام تو منافقوں میں نہیں ہے؟ مگر وہ حکم نبوی کے مطابق بتانے سے گریز کرتے۔ بالآخر ایک دن خود ہی کہہ دیا۔ باللہ یا حذیفۃ انا من المنافقین۔ اے حذیفہؓ خدا کی قسم میں منافقوں میں سے ہوں،، (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۶۵) صاحبان انصاف غور فرمائیں جو صاحب خود قسمیں کھا کھا اپنے منافق ہونے کا اعلان کریں (واقرار العقلاء علی انفسہم جائز) تو ہم کیونکر ان کو مومن کامل تصور کر سکتے ہیں؟ یہ مدعی سست، گواہ چست والا معاملہ ہو جائے گا۔ جسے دانشمندانہ معاملہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اوپر آیت قرآنیہ کی روشنی میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ آنحضرتؐ کی بارگاہ میں ان کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنے سے اعمال حبط وضبط ہو جاتے ہیں اور کتب حدیث وتاریخ گواہ ہیں کہ قرطاس کے واقعہ تامہ کے وقت عمر صاحب نے علاوہ دیگر گستاخیوں کے یہ بے ادبی بھی کی تھی جس کی وجہ سے آنحضرتؐ نے ،، قوموا عنی،، (میری بزم نبوت سے اٹھ جاؤ) فرما کر ان کو اپنی بارگاہ سے نکال دیا (بخاری ج ۴ ص ۱۰ طبع مصر مشکوۃ ج ۲ ص ۵۴۴) ایسے گستاخ اور طرید رسولؐ کو ہم کس طرح آنکھیں بند کر مومن کامل مان لیں، نیز یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ جناب امیر علیہ السلام ابوبکر و عمر صاحبان کو ،، کاذب،، (جھوٹا) آثم (گنہگار) ،، غادر،، (غدار) اور خائن (خیانتکار) سمجھتے تھے (مسلم ج ۲ ص ۹۰ مع شرح نووی) والحق معہ علی وعلی معہ الحق،، مسلم الثبوت حدیث نبوی ہے العاقل یکفیہ الاشارۃ والبلید لا ینفعہ الف عبارۃ۔

حضرت عثمان کا ایمان

بعض مورخین کے بیان سے واضح وعیاں ہوتا ہے کہ جناب عثمان اسلام کو حقیقی دین سمجھ کر اسلام نہیں لائے تھے، بلکہ بعض مسلمان عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کے جنسی جذبہ کے پیش نظر کلمہ پڑھا تھا۔ چنانچہ کتاب خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۳۱ طبع مصر میں باسناد ابن عساکر لکھا ہے کہ حضرت عثمان عورتوں کے بڑے شائق تھے۔ اور جناب رقیہ بنت رسول (بقول اہلسنت) جمال باکمال کی مالک تھیں، عثمان کو ان سے شادی کرنے کا شوق دامنگیر ہوا مگر ان کا عقد پہلے عتبہ سے ہو چکا تھا جب ان کو ادھر سے طلاق ہو گئی تو عثمان صاحب اسلام لے آئے اور گوہر مقصود سے دامن بھرا یعنی رقیہ سے ان کی شادی ہو گئی۔

اب ارباب بصیرت انصاف فرمائیں جو صاحب صرف حسب دلخواہ عورتوں سے شادی رچانے کی خاطر اسلام لے آئے ہم کس طرح ان کو کامل الایمان مان سکتے ہیں؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور اسلام لائے (بلکہ ظاہری خلافتِ اسلامیہ پر قابض ہونے) کے بعد بھی حالت یہ تھی کہ جناب عائشہ ام المومنین کا فتویٰ ان کے حق میں یہ تھا۔ اقتلوا نعثلاً فانہ کفر (او فجر) اس نعثل[1] کو قتل کردو کہ وہ کافر (یا کہا فاجر) ہوگیا ہے (روضۃ الاحباب ج ۳ ص ۱۲ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۸۰ تاریخ ابن جریر طبری ج ۵ ص ۱۴۲ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۴۸ تذکرہ خواص الامہ ص ۳۸، ۴۰، انوار اللغۃ پ ۵ ص ۱۰۹) وغیرہ)

یہ تو تھا ام المومنین کا قولی فتویٰ اور جن لوگوں نے اس پر عمل درآمد کیا ان میں بیسیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یعنی اصحاب رسولؐ، یا تابعین ہم باحسان تھے جنہوں نے صرف انہیں قتل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ تین دن تک ان کو دفن بھی نہیں ہونے دیا اور لاش مزبلہ پر پڑی رہی (حیوٰۃ الحیوان ج ۱ ص ۵۱ سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۸۱) اور بالآخر بعض لوگوں نے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بمقام "حش کوکب" جو کہ یہودیوں کا (یعنی عثمان صاحب کا آبائی قبرستان تھا) دفن کردیا۔ جسے معاویہ نے اپنے دورِ حکومت میں جنۃ البقیع میں شامل کیا (تاریخ خمیس ص ۲۶۵ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۷ طبری ج ۵ ص ۱۴۴ مروج الذہب برحاشیہ کامل ج ۳ ص ۱۴۹ اصابہ بذیل ترجمہ جبلہ بن عمرو ج ۱ ص ۲۲۴ وغیرہ) برادران اسلامی کے نظریہ کے مطابق قاتل بھی رضی اللہ ہیں اور مقتول بھی رضی اللہ۔ اس لئے اس نازک معاملہ میں ہمارے لئے سکوت ہی بہتر ہے کیونکہ ع اگر گویم زبان سوزد۔ قتل عثمان سے قبل مہاجرین نے جو خط اہل مصر کے نام لکھا تھا اس میں یہ الفاظ موجود تھے "فان کتاب اللہ قد بدل وسنۃ رسول اللہ تد غیرت"، یعنی عثمان کے دور میں کتاب خدا اور سنت رسول کو متغیر و متبدل کردیا گیا ہے (الامامۃ والسیاسۃ طبع ثانی مصر ص ۲۹/۳۱ ص ۳۲/۳۸) مہاجرین کی اس معتبر شہادت کے بعد مزید کسی گواہ کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے (لان العیان یغنی عن البیان) اس لئے ع سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں تجھے

سہ۔ اندے کہ نہم دل با تو گفتم دبجان ترسیدم ٭ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است!

اصحابِ ثلاثہ کی ہجرت کا بیان

حقیقت تو یہ ہے کہ ایمان ثلاثہ کی حقیقت واضح کردینے کے بعد ہجرت کے موضوع پر مزید خامہ فرسائی کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہجرت ایمان کی فرع ہے یعنی اگر کسی شخص کا ایمان خالص و کامل ہے تو اس کی ہجرت بھی کامل اور خالص ہوگی اور اگر کسی کا ایمان ہی مشکوک یا معدوم العدم ہے۔ تو پھر اس کی ہجرت بھی ویسی ہی ہوگی بہرحال چونکہ بحیرا راہب و کاہن نے ملکی فتوحات اور مالی غنائم کی پیشین گوئی کی تھی (جیسا کہ اس کی تفصیل ایمان ابوبکر میں بیان ہوچکی ہے) تو اسی طمع و لالچ کے ماتحت جس طرح اظہار اسلام

---

[1] نہایہ ابن اثیر باب النون مع العین میں ہے۔ کان اعداء عثمان یسمونہ نعثلا تشبیہا برجل من مصر کان طویل اللحیۃ سمہ نعثل وقیل الشیخ الاحمق الخ: یعنی عثمان کے مخالف لوگ ان کو نعثل کہتے تھے۔ مصر کے ایک لمبی داڑھی والے آدمی سے تشبیہ دیتے ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نعثل بوڑھے احمق کو کہتے ہیں"، بہرحال ع تا نباشد چیزکے کس نگوید چیزہا (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کیا تھا اسی طرح ہجرت کی تکلیف بھی برداشت کی جیسا کہ عام لوگ منتوع کامیابی و کامرانی کے شوق میں طرح طرح کی مصیبتیں اور زحمتیں برداشت کرتے ہیں۔ اگرچہ نتیجہ بعض اوقات برعکس ہی برآمد ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بغیر خلوص نیت نہ کوئی ہجرت ہجرت ہے نہ کوئی عمل عمل ہے۔ چنانچہ آنحضرت کا ارشاد ہے۔ انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امرأۃ یتزوجہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ۔ یعنی تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اور ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملے گا۔ لہٰذا جس شخص کی ہجرت خدا اور رسول کی طرف (ان کی خاطر) ہوگی۔ اس کی تو خدا اور رسول ہی کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کی خاطر تو اسکی ہجرت اسی چیز کی طرف سمجھی جائے گی۔" (مشکوۃ حدیث اول) (اس ارشاد نبوی میں تو اول (ور ثالث کی طرف صریح اشارہ پایا جاتا ہے)

اور اصل مہاجر تو وہ ہے جو مناہی و معاصی کا تارک ہو چنانچہ آنحضرت کا ارشاد ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ والمہاجر من ہاجر ما نہی اللہ عنہ رواہ البخاری (مشکوۃ کتاب الایمان فصل اول ص۱۴) یعنی حقیقی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں سے الگ رہے جن سے خدا نے منع کیا ہے۔" اسی کتاب کے صفحہ پر یوں مروی ہے، فرمایا۔ المہاجر من ہاجر الخطایا والذنوب" درحقیقت مہاجر وہ ہے جو گناہوں سے اپنا دامن بچائے" ان حقائق کی روشنی میں واضح و آشکار ہو گیا کہ جو شخص باوجود ظاہری ہجرت کے گناہوں سے (جن میں ایک گناہ کبیرہ جنگ سے فرار بھی ہے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ج ۳ ص۹۹) اپنے دامن کو نہ بچا سکے۔ نیز اس کی ہجرت خالصتاً لوجہ اللہ نہ ہو تو اس کی یہ ہجرت بالکل بے کار سمجھی جائے گی اور اس کا وجود و عدم برابر متصور ہوگا۔ کما لا یخفی علی اولی الالباب۔

اصحاب ثلاثہ کے جہاد کا بیان۔

باقی رہی تیسری صفت یعنی جہاد فی سبیل اللہ تو اس سعادت سے اصحاب ثلاثہ کا دامن بالکل خالی اور صفحہ صفر کے برابر نظر آتا ہے ان کی زندگیوں کا ایک خاصا حصہ رسول خدا کے ساتھ غزوات و ایلغار میں شرکت کرتے میں گزر گیا، مگر اہل تاریخ کا یہ بیان آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ ما منی لہ واما منہ یا اوط بھو (۱۲) پورے زمانہ میں نہ کبھی کسی کو کوئی ضرب لگائی تھی اور نہ کبھی کسی سے کوئی چوٹ کھائی تھی،

واہ رے شجاعت و بہادری! شجاعت کس کو کہتے ہیں؟

اور کتب سیر و تواریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ کبھی کسی جنگ میں ندم نہیں جماتے تھے، بلکہ ہمیشہ راہ فرار اختیار کرنے میں سلامتی دیکھی تھی ہم ذیل میں بڑے اختصار کے ساتھ بعض اسلامی غزوات سے ان حضرات کے فرار کا اقرار انہی کے علماء و کبار کی زبان سے درج کرتے ہیں کیونکہ ؎ خوشتراں باشد کہ سر دلبراں بہ گفتہ آید در حدیث دیگراں

جنگ بدر

اسلام کی یہ پہلی معرکتہ الآراء جنگ تھی جس میں مسلمان بہت ہی قلیل المقدار اور وہ بھی اسلحۂ جنگ سے تہی دست تھے۔ دوسری طرف کفار کا لشکر جرار تھا۔ جو پوری طرح اسلحۂ جنگ سے مسلح تھا۔ اس جنگ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یہ اہل ایمان کی بڑی کڑی آزمائش تھی اس میں بہت سے لوگ بُری طرح ناکام ہو گئے اور جو ثابت قدم رہے خدا وند عالم نے تین ہزار فرشتے نازل کر کے اِن کی مدد فرمائی۔ بالآخر خدا کے فضل و کرم سے میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا بڑے بڑے صنادید قریش مارے گئے، باقیماندہ نے راہ فرار اختیار کی۔ ارباب تاریخ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں جس قدر کفار قتل ہوئے ان میں سے نصف تنہا جناب امیر علیہ السلام نے واصل جہنم کیئے اور نصف باقی مسلمانوں اور تین ہزار فرشتوں نے مل کر قتل کیئے (شرح بخاری از علامہ قوشجی صفحہ ۳۸۰) اس جنگ میں بڑے بڑے صنادید قریش آنجنابؑ کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوئے صاحب روضۃ الصفا کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب عثمان تو اور بہت سے اصحاب کی طرح اس جنگ میں سرے سے شامل ہی نہیں ہوئے تھے (کذا فی ازالۃ الخفاج ۱ صفحہ ۷۶) اور اس کی وجہ اُنہوں نے یہ لکھی ہے جو عذر گناہ بدتر از گناہ کی مصداق ہے کہ ان کا خیال تھا کہ جنگ ہوگی ہی نہیں۔ ہاں البتہ جناب ابوبکر و عمر کے آنحضرتؐ کے ہمراہ جانے کا تو تاریخ سے پتہ چلتا ہے مگر تاریخ ان کا کوئی جنگی کارنامہ پیش کرنے سے قاصر نظر آتی ہے۔ ہاں جناب ابوبکر کے متعلق بعض کتابوں میں یہ ملتا ہے کہ وہ "عریش" پر (جو کھجور کی شاخوں کا ایک چھپر تھا جو آنحضرتؐ کے بیٹھنے کیلئے بنایا گیا تھا (آنجنابؐ کے ساتھ بیٹھے ہوئے دُور سے جنگ کا نظارہ کر رہے تھے (بخاری پ ۱۶ صفحہ ۱۲ ارشاد قدرت ہے۔ فضل اللہ المجاہدین باموالہم وانفسہم علی القاعدین درجۃ۔ کہ خدا نے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر فضیلت دی ہے۔

جنگ اُحد

جنگ اُحد سے اصحاب ثلاثہ کے فرار کا اہلسنت کے علماء کبار نے اقرار کیا ہے ذیل میں چند حوالے سپرد قلم کیئے جاتے ہیں۔ تاریخ خمیس ج ۱ صفحہ ۴۳۱ طبع مصر پر مرقوم ہے "قال ابوبکر لما صرف الناس یوم احد عن رسول اللہ فکنت اول من جاء النبیؐ" ابوبکر صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ جب احد کے دن تمام لوگ رسولؐ خدا کو چھوڑ کر چلے گئے تو میں سب سے پہلے رسولؐ کے پاس واپس آگیا تھا (یعنی صرف تین دن کے بعد) کنز العمال ج ۵ صفحہ ۳۶۴ طبع حیدرآباد میں جناب عائشہ صاحبہ سے مروی ہے "کلما ذکر احدا الی بکی" جب بھی میرے والد احد کا دن یاد کرتے تھے تو رونے لگتے تھے۔

تفسیر کبیر ج ۳ صفحہ ۱۰۸ / ۱۳۲ میں ہے ومن المنھزمین عمر الا انہ لم یکن فی اوائل المنھزمین ولم یبعد الخ یعنی احد کے دن منجملہ بھاگنے والوں کے ایک عمر بھی تھے مگر وہ سب سے پہلے بھاگنے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہی زیادہ دور گئے تھے" (بلکہ صرف بھاگ کر کوہ احد پر پناہ لی تھی)۔ تفسیر درمنثور ج ۲ صفحہ ۸۸ بذیل آیت اللہ الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان۔ خود جناب عمر کی زبانی نقل کیا ہے۔ کلیب بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ بروز جمعہ جناب عمر نے خطبہ میں سورہ آل عمران پڑھی، اور ان کو یہ بات پسند تھی کہ اس سورہ کو خطبۂ جمعہ میں پڑھیں، جب اس آیت (ان الذین تولوا الخ) پر پہنچے تو کہا کان یوم احد ھزمنا فقر اتی حتی صعدت الجبل فلقد رآیتنی انزو کانی اروی" جب بروز احد ہمیں شکست ہوئی تو میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ میں اس طرح پہاڑ پر چھلانگیں لگا رہا تھا کہ گویا پہاڑی بکرا ہوں۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اسی طرح عثمان کا فرار بھی ثابت ہے۔ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۲۲ میں لکھا ہے ومنهم عثمان الهزم مع رجلين من الانصار يقال لهما سعد وعقبة انهزموا حتى بلغوا موضعاً بعيداً ثم رجعوا بعد ثلاثة ايام الخ۔ یعنی منجملہ اُحد کے بھگوڑوں کے ایک عثمان بھی تھے جو سعد و عقبہ نامی دو انصاری مردوں کے ساتھ بھاگے تھے اور بھاگتے بھاگتے بہت دُور نکل گئے تھے یہاں تک کہ تین دن کے بعد واپس آئے اسی طرح ازالۃ الخفاج ۱ ص ۷۰ اور خصائص نسائی ص ۶۲ پر بھی فرار عثمان ہے کا تذکرہ موجود ہے۔

تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۸۰ پر مذکور ہے۔ لما كان يوم احد انهزم الناس صعد وافي الجبل والرسول يدعوهم في اخراهم۔ یعنی اُحد کے دن جب مسلمان بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ رہے تھے تو رسول اُن کو پیچھے سے بلاتے تھے کہ میری طرف آؤ۔" مگر قرآن خبر دیتا ہے کہ وہ کچھ اس طرح بدحواس ہو کر بھاگ رہے تھے کہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اذ تصعدون ولا تلوون على احد والرسول يدعوكم۔ ہاں یہ یاد رہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے حسب معمول اس جنگ میں بھی خداداد شجاعت و بہادری کے وہ محیر العقول کارنامے انجام دیئے اور شمع رسالت کے اس حقیقی پروانے نے جاں نثاری و جاں سپاری کے ایسے بے نظیر نمونے پیش کیئے کہ آسمان کے فرشتوں نے یہ کہہ کر ترانے پڑھے۔

لا فتیٰ الا علی ∴ لا سیف الا ذوالفقار

(مدارج النبوۃ ۲ ص ۱۶۸ معارج رکن رابع ص ۱۰۶ وغیرہ) مدارج النبوہ ج ۲ ص ۱۶۸ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا توچرا بہ برادران ملحق نہ گشتی تم اپنے بھاگنے والے بھائیوں میں کیوں شامل نہ ہوئے فرمایا آنجناب نے عرض کیا لاکفر بعد ایمان (ایمان کے بعد کفر نہیں ہے) جبرئیل نے زمین پر اتر کر علیؑ کی ہمدردی و جان نثاری کی یوں داد دی کہ یا رسول اللہ! ھذہ المواساۃ (یہ ہمدردی و ایثار ہے) آنحضرتؐ نے فرمایا کیوں نہ ہو انہ منی وانا منہ، علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں

اس پر ستم ظریفی یہ بھی ہوئی کہ شیطان نے جعل بن سراقہ کی شکل میں متشکل ہو کر تین بار یہ ندا دی کہ "الا ان محمداً قد قتل" آگاہ باشید کہ محمدؐ قتل ہو گئے اس منحوس ندا نے رہی سہی کسر بھی نکال دی (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۳) میں لکھا ہے کہ اس وقت بعض منافقوں نے کہا۔ لوكان نبياً لما قتل ارجعوا الى اخوانكم ودينكم۔" اگر آپ نبی ہوتے تو قتل نہ ہوتے چلو اپنے سابقہ بھائی بندوں اور اپنے سابقہ دین کی طرف (تاریخ خمیس ص ۴۸۹) اور بعضوں نے تو ابوسفیان کی خدمت میں اپنی تن بخشی کرانے کے انتظام بھی کرنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ کتاب عروج الاسلام ترجمہ تاریخ کامل بن اثیر ج ۶ ص ۲۴۸ میں ہے وہ جس وقت مشہور ہوا کہ رسول اللہ صلعم مارے گئے تو کچھ مسلمانوں نے کہا کہ کوئی ایسا ہے کہ جو عبداللہ بن ابی بن سلول کو جا کر بلا لائے تاکہ وہ ابوسفیان سے ہمارے لئے امن اس سے پہلے حاصل کرلے کہ ہم کو وہ قتل کر ڈالیں" صاحب آیات بینات نے (ج ۲ ص ۳۱۶ پر) بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل لکھا ہے "ان الشيخين انهزما يوم احد ورجع عمر ينشف رهوعه ويسأل عيناً العفو فقال الست المنادي قتل محمد فارجعوا الى اديانكم فقال انما قالها ابو بكر ثم نزلت ان الذين تولوا منكم يوم التقى الجمعان انما استزلهم الشيطان" یعنی اُحد کے دن شیخین (ابوبکر و عمر) بھاگ نکلے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پھر جناب عمر آنسو پوچھتے ہوئے واپس آئے اور حضرت علیؑ سے معافی مانگنے لگے! آنجناب نے فرمایا کیا تم نے ہی یہ ندا دی تھی کہ محمدؐ قتل ہوگئے ہیں۔ اس لئے اب تم اپنے سابقہ دین کی طرف پلٹ جاؤ) عمر نے کہا نہیں (میں نے نہیں بلکہ یہ ندا) تو ابوبکر نے دی تھی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ان الذین تولوا الخ۔

ان حقائق کے ساتھ خداوند عالم کا یہ فرمان بھی ملحوظ خاطر رہے کہ وما اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللہ ولیعلم المومنین ولیعلم الذین نافقوا۔ الایۃ۔ جس روز (مسلمانوں اور کافروں کی) جماعتوں کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی تھی اس روز تم کو (شکست وغیرہ کی) جو مصیبت پہنچی تھی وہ خدا کے حکم سے تھی اور اس سے یہ غرض بھی تھی کہ خدا اہل ایمان کو معلوم کرلے اور منافقوں کو بھی معلوم کرلے (پ ۴ آل عمران ع ۸) اسی طرح آیت مبارکہ ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب (پ ۴ آل عمران ع ۹) میں بھی یہی فلسفۂ جنگ و ہزیمت بیان کیا گیا ہے کہ طیب اور خبیث الگ الگ ہو جائیں۔ چنانچہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں صاحب معالم التنزیل صفحہ ۲۰۰ لکھتے ہیں "ومعنی الآیۃ حتی یمیز المنافق من المخلص فمیز اللہ المومنین من المنافقین یوم احد حیث اظہروا النفاق وتخلفوا عن رسول اللہ ۔ یعنی اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ (یہ جنگ اور اس کے شدائد اس لئے درپیش آئے تھے کہ) خدا منافقوں کو مخلص مومنین سے علیحدہ کردے۔ چنانچہ اس نے احد کے دن ایسا کر دیا اور مومنین کو منافقین سے الگ کر دیا یعنی منافق لوگ اپنے نفاق کا پردہ چاک کر کے رسولؐ سے علیحدہ ہوگئے (کذا فی تفسیر الدر المنثور ج ۲ صفحہ ۱۴۴) ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون۔

ایک شبہ کا ازالہ

کہا جاتا ہے کہ جب خدا نے ان لوگوں کا یہ جرم معاف کر دیا تو پھر اس کے ذکر سے کیا حاصل؟ ہمیں اس کے جواب میں صرف یہ کہنا ہے کہ کسی جرم کی سزا معاف ہو جانے سے وہ جرم جرم ہونے سے خارج نہیں ہو جاتا مثلاً ایک آدمی نے چوری کی اور اس کا یہ جرم ثابت بھی ہوگیا مگر اس کو معافی دے دی گئی اور شرعی حد اس پر جاری نہیں ہوئی تو اس سے چوری چوری ہونے سے خارج نہیں ہو جاتی اور نہ چور چور ہونے سے خارج ہوتا ہے اور جو بدنامی اس آدمی کی اس وجہ سے ہوئی تھی وہ دور نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ یہ درست ہے کہ اس جنگ میں اصحاب جرم فرار کی سزا سے بچ گئے مگر اس سے فرار کا داغ تو نہیں مٹا وہ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے لئے کلنک کا ٹیکہ بن گیا۔ علاوہ بریں ان حضرات سے اس کے بعد بھی برابر یہ گناہ کبیرہ سرزد ہوتا رہا۔ چنانچہ واقعات ذیل سے واضح و عیاں ہے اس لئے ان کے حمایتکار اس عفو کی آڑ لے کر کہاں کہاں اس کو سپر بنائیں گے۔

جنگ خندق و احزاب

درحقیقت اس سے پہلی تمام لڑائیاں اس عام جنگ کا پیش خیمہ تھیں جو تمام عرب و یہود متفقہ قوت و طاقت سے کرنا چاہتے تھے اس جنگ میں عرب کے مختلف قبائل شامل تھے۔ فتح الباری میں تصریح ہے کہ ان کی مجموعی تعداد چوبیس ہزار سے زائد تھی اور عمرو بن عبدود جیسے عرب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے نامی گرامی بہادر جرنیل و شہسوار ساتھ تھے جو تنہا ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا جنگ بدر میں زخمی ہوکر واپس چلا گیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ جب تک انتقام نہ لوں گا میں بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا۔ (سیرۃ النبی شبلی) ادھر اصحاب پیغمبر نے (جن کی تعداد کم و بیش تین ہزار تھی) فوجوں کی یہ کثرت دیکھی تو اکثریت کی حالت یہ تھی کہ مارے خوف و ہراس کے کلیجے منہ کو آگئے۔ سکرات موت کی کیفیت طاری ہوگئی خدا اور رسول پر اعتراض کرنے لگے کہ ہم سے فتح و نصرت کے جو وعدے کئے تھے وہ سب فریب و دھوکہ تھے کچھ لوگ آنحضرت سے آکر کہنے لگے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں اس لئے اجازت دیجئے۔ اور جاتے وقت مخلص اصحاب کو بھی بہکانے کی کوشش کی۔ کہ چلو گھر چلو ہم مخالف فوج کی اس سیل بے کراں کے بالمقابل نہیں ٹھہر سکتے۔ خداوند عالم نے ان تمام واقعات کی اپنے کلام پاک میں خبر دی ہے واذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا ھنالک ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزالاً شدیداً واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غروراً۔ واذ قالت طائفۃ منھم یا اہل یثرب لا مقام لکم فارجعوا ویستاذن فریق منھم النبی و یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ ان یریدون الا فراراً۔ (پ ۲۱ س احزاب ع ۱۸) مطلب وہی ہے جو سطور بالا میں مذکور ہوا ہے مگر کامل ایمان صحابہ کرام پر ان کے بہکانے کا بالکل کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ دشمن کی اس کثیر التعداد فوج کو دیکھکر ان کے یقین و ایمان میں مزید استحکام پیدا ہوگیا چنانچہ خداوند عالم ان کے حال کی اس طرح خبر دیتا ہے ولما رای المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایماناً وتسلیماً (پ ۲۲ س احزاب ع ۱۹)

پیغمبر اسلامؐ نے جناب سلمان محمدیؓ کی رائے کے مطابق حفظ ماتقدم کے طور پر اپنے اردگرد خندق کھودی تھی جسے دشمن عبور نہیں کر سکتا تھا خندق اتفاقاً ایک جگہ سے کم عریض (تھوڑی چوڑی) تھی عمرو بن عبدود نے گھوڑے کو مہمیز کیا اور اس پار پہنچ کر پیغمبر اسلامؐ سے مبارز طلب کیا پیغمبر اسلام نے صحابہ کو مقابلے کیلئے فرمایا مگر مورخین لکھتے ہیں کہ بزم صحابہ میں یوں سناٹا طاری تھا۔ کانھم علی رؤسھم الطیر۔ گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۲۱۸) سب سے زیادہ رعب جناب عمر بن الخطاب پر طاری تھا کیونکہ جب آنحضرت نے صحابہ سے اس خاموشی کا سبب دریافت کیا تو جناب عمر نے کہا ہوئے یا رسول اللہ! یہ عمرو بن عبدود ہے جو عرب کے بہادروں میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا (پھر عمرو کے ساتھ اکھٹے سفر شام کرنے اور ایک ہزار ڈاکوؤں کے حملہ کرنے اور عمرو کے تنہا ان کا مقابلہ کر کے ان کو بھگانے والا مشہور واقعہ بیان کیا) جو روضۃ الصفا ج ۲ ص ۱۲۹/۱۳۰ معارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۶۱ وغیرہ میں مذکور ہے جسے سن کر اصحاب کے اور بھی چھکے چھوٹ گئے۔ الغرض آنحضرتؐ نے تین بار اس حکم کا تکرار فرمایا لیکن جب سربار سوائے حیدر کرار غیر فرار کے اور کوئی شخص شمع رسالت کا پروانہ اشداء علی الکفار کا مظہر بن کر آمادہ پیکار نہ ہوا تو تیسری مرتبہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت دی اور مزید برآں اپنے دست مبارک سے انہیں اپنی زرہ پہنائی سر پر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اپنا عمامہ باندھا تلوار ذوالفقار مرحمت فرمائی اور دعا دے کر روانہ کیا (خصائص سیوطی مع ا ص ۲۳۱ سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۳۴۰) جب جناب امیرؑ میدان کارزار کی طرف بڑھے تو فرمایا قد برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ۔ (حیوٰۃ الحیوان ج ۱ ص ۲۴۹/۲۴۴ طبع مصر) یہ وقت اسلام اور مسلمانوں کے لئے بڑا نازک تھا اسلام کی بقا و فنا کا سوال درپیش تھا المختصر حیدر کرار اس دلیر پیکر سرخیل لشکر کفار کے مقابل گئے اور زیر دست رن پڑا بالآخر اسد اللہ الغالب نے ایک ہی وار میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ ادھر آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا ادھر پیغمبر اسلامؐ سجدۂ شکر میں جھک گئے اور فرمایا ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین (شرح مقاصد ص ۳۰۰/۳۰۱ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۳۳ روضۃ الاحباب ج ا ص ۲۱۹ وغیرہ۔) عمرو بن عبدود کا قتل ہونا تھا کہ مخالفین میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اس طرح خداوند عالم کا وہ وعدۂ فتح پورا ہوا جو اس نے مومنین سے کیا کفار اپنے مذموم ارادوں میں ناکام ہوئے اور اسلام کی شاندار فتح ہوئی۔ ؎

جس وقت ظفر یاب ہوئے حیدر کرار ∴ ایک ہاتھ میں سر عمرو کا تھا ایک میں تلوار
فرمایا نبی نے یہ اعلان و بہ تکرار ∴ افضل ہے دو عالم کی عبادت سے یہ اک وار
سر فتح کا تھا پاؤں پہ خالق کے ولی کے
جبرئیل امیں چومتے تھے ہاتھ علیؑ کا

اس جنگ میں اصحاب ثلاثہ نے اسلام و مسلمانوں کی جو خدمت کی وہ ناظرین کرام نے ملاحظہ کر لی۔ آخر میں اس جنگ سے متعلق ایک اور واقعہ سماعت فرمایئے۔ جس سے ان حضرات کے ایمان و جہاد کا راز بالکل ہی طشت از بام ہو جاتا ہے۔ خندق کی رات (جبکہ سخت سردی پڑ رہی تھی اور بارش بھی برس رہی تھی) آنحضرتؐ نے فرمایا کوئی آدمی ہے جو اس وقت جا کر کفار کی خبر لائے۔ جو ایسا کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ہمراہ ہوگا مگر کوئی آدمی نہ اٹھا۔ دوبارہ یہی اعلان فرمایا مگر پھر بھی کوئی نہ اٹھا۔ تیسری مرتبہ فرمایا یا ابا بکر! تم جا کر خبر لاؤ ابوبکر نے کہا استغفر اللہ و رسولہ میں خدا اور رسول سے معافی چاہتا ہوں پھر فرمایا ان ثبت ذھبت یا عمر! اگر چاہو تم چلے جاؤ! عمر نے بھی کہا استغفر اللہ و رسولہ! پھر خذیفہ سے فرمایا اور وہ لبیک کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور تعمیل حکم کی" (تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۱۸۵) تھوڑے سے اختلافی الفاظ کے کے ساتھ یہ واقعہ ان کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ کنز العمال ج ۵ ص ۲۶۹ مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۱۱۸ مسند احمد حنبل ج ۵ ص ۳۹۲ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۶۹ طبری ج ۳ ص ۵۲ وغیرہ) اس واقعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ان حضرات میں فداکاری و جاں نثاری اور حکم رسول کے پاس داری کا کس قدر جذبہ موجود تھا؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جنگِ خیبر

غزوۂ خیبر اسلامی غزوات میں سے ایک عظیم غزوہ ہے جو یہودیوں سے لڑا گیا خیبر میں یہودیوں کے مضبوط قلعے تھے جن میں قریباً بیس ہزار جنگی آدمی موجود تھے ان میں سے سب سے زیادہ مضبوط قلعہ قموس تھا جس کا مسلمانوں نے محاصرہ کر رکھا تھا ہر روز آنحضرتؐ کسی صحابی کو علم لشکر دے کر فتح کے لئے روانہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کرتے مگر معمولی زدوخورد کے بعد بے نیل مرام واپس آجاتے ارباب تاریخ کا بیان ہے کہ اس اثنا میں آنحضرت نے ایک بار ابوبکر کو اور دو بار عمر کو بھی اسلامی لشکر کی قیادت سونپی مگر ہر بار جونہی حارث (برادر مرحب) سے مڈبھیڑ ہوئی تو سوائے راہ فرار اختیار کرنے کے کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا جب بھاگتے اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ لشکر کو بزدل بتاتے اور لشکر ان کو بزدل بتاتا یجبنهم ویجبنونه (کنز العمال ج ۵ ص ۲۸۳) کنز العمال کی روایت کے الفاظ فلم یلبثوا ان هزموا عمر واصحابه یعنی بالکل تھوڑی دیر میں یہودیوں نے عمر اور اس کے ساتھیوں کو بھگا دیا" اور شرح تجرید فاضل قوشجی ص ۳۸۷ کے الفاظ یہ ہیں۔ فرجعوا منهزمین خائفین" یعنی وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے ان حقائق کا شبلی نعمانی جیسے متعصب مورخ نے بھی اقرار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں "قلعہ قموص مرحب کا تخت گاہ تھا۔ اس مہم پر آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر و عمر کو بھیجا۔ لیکن دونوں ناکام واپس آئے طبری میں روایت ہے کہ جب خیبری قلعہ سے نکلا تو حضرت عمر کے پاؤں جم نہ سکے اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی فوج نے نامردی کی۔ لیکن فوج والوں نے ان کی نسبت خود یہی شکایت کی" (سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۵۶) بعد ازاں شبلی نے اس روایت پر جو قدح کی ہے وہ نار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے کما لا یخفی

ان لوگوں کی روش و رفتار سے ملول خاطر ہو کر ایک رات آنحضرتؐ نے یہ اعلان واجب الاذعان فرمایا لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ لا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ۔ کل میں علم لشکر اس مرد کو دوں گا جو بڑھ چڑھ کر حملہ کرنے والا ہوگا اور دشمن کو پیٹھ دکھانے والا نہ ہوگا وہ خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہوگا اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہونگے وہ اس وقت تک واپس نہیں لوٹے گا جب خدا اس کے ہاتھوں پر (قلعہ خیبر) فتح نہیں کرے گا (روضۃ الصفا روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۲۶۲ معارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۳ مسند احمد حنبل ج ۱ ص ۹۹ طبع مصر وغیرہ) وہ رات اصحاب نے بڑی بے چینی اور انتظار میں گذاری کیونکہ ہر آدمی کی یہی تمنا تھی کہ کل علم لشکر اسے ملے اخصائص نسائی ص ۱۲ طبع مصر) اور حضرت عمر کی بے چینی تو آج بھی ضرب المثل بن گئی ہے وہ کہا کرتے تھے وما احببت الامارۃ الا یومئذ "آج کے دن کے سوا کبھی امارت و ریاست کی خواہش نہیں کی" (روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب) صاحب حلۂ حیدری نے جناب عمر کی اس دلچسپ خواہش پر خوب طنز کیا ہے۔

عجب نروکہ ایں آرزوئے نمود ÷ مگر عزفرار نہ شنیدہ بود

جب صبح ہوئی اور اصحاب جمع ہوئے تو آنحضرتؐ نے سب پر ایک سرسری نظر ڈالی اور فرمایا! علی کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا کہ وہ اس قدر آشوب چشم میں مبتلا ہیں کہ اپنے پاؤں تک نہیں دیکھ سکتے" آنحضرت نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ جب جناب لائے گئے تو آنحضرتؐ نے ان کا سر مبارک اپنے زانوئے اقدس پر رکھا اور آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈال کر یوں دعا دی اللھم اکفہ الحر والبرد خداوندا! ان کو سردی و گرمی سے بچا چنانچہ حضرت علیؑ نے اسی وقت شفا پائی۔ پھر آنحضرت نے اپنی زرہ آپ کو پہنائی ذوالفقار کمر کے ساتھ باندھی۔ اور علم لشکر ہاتھ میں دے کر روانہ کیا (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۲۶۲) تھوڑی دور جا کر جناب امیر نے عرض کیا علی ماذا اقاتل کہاں تک اور کس بات پر لڑوں؟ آنحضرت نے فرمایا قاتلهم حتی یشهدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ،

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جب تک کلمہ شہادت نہ پڑھیں اس وقت تک جنگ برابر جاری رکھو۔ المختصر آنجناب میدان کارزار میں پہنچے قلعہ قموس کے پاس پہنچ کر علم پتھر میں گاڑ دیا حسب دستور مرحب کا بھائی حارث اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ سامنے آیا (جو پہلے صحابہ کرام کو بھگا بھگا کر کافی دلیر ہو چکا تھا) حیدر کرار نے ایک ہی وار میں اسے دارالبوار پہنچا دیا۔ یہ منظر دیکھ کر مرحب کو تاب ضبط نہ رہی اسلحۂ جنگ سے لیس غصہ سے چور اور نشۂ شجاعت سے مخمور ہو کر یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں نکلا ع انا الذی سمتنی امی حیدرا الخ ..... میں وہ ہوں جس کا نام ماں نے مرحب رکھا ہے! اس کے جواب میں شاہ مرداں شیر یزداں یہ رجز پڑھتے ہوئے اس کی طرف بڑھے۔

ع انا الذی سمتنی امی حیدرا، میں وہ ہوں جس کا نام ماں نے حیدر رکھا ہے مرحب نے چاہا کہ پہلے وار کرے مگر جناب امیر نے آگے بڑھ کر ذوالفقار صاعقہ بار سے ایک ایسا زبردست وار کیا کہ ملعون کے سر و تن کو دو نیم کرتی ہوئی تلوار اس کے زین کے قربوس تک پہنچ گئی۔ حضرت امیر خیبر گیر مرحب کو قتل کرنے کے بعد دوسرے بہادروں کی طرف بڑھے اور سات اور بہادروں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر یہودیوں پر کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور راہ فرار اختیار کی۔ آنجناب ان کا تعاقب کرتے ہوئے قلعہ قموس تک پہنچ گئے اور اس کے آہنی دروازہ میں ہاتھ ڈال کر اس طرح اسے زور سے اکھاڑ کر دور پھینکا کہ سارا قلعہ ہل گیا۔ اہل قلعہ نے الامان کی آوازیں بلند کیں اور جناب امیر نے جناب رسول خدا سے اجازت حاصل کرنے کے بعد ان کو امان دی اور اس طرح یہ جنگ فتح و نصرت سے ہمکنار ہوئی جب جناب امیرؑ اس نمایاں کامیابی کے بعد واپس تشریف لائے تو آنحضرت نے خیمہ سے نکل کر آپ کا استقبال کیا اور بغل گیر ہو کر پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا یا علی! تمہاری سعی مشکور ہے، خدا تم سے راضی ہے اور میں بھی راضی ہوں (روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب وغیرہ) خدا کا یہ ارشاد پہلے پیش کیا جا چکا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار۔ (تا قولہ تعالی) فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جہنم وبئس المصیر (پ ۹ س انفال ع) اس آیت مبارکہ میں تو یہ حکم صریح موجود ہے کہ جب کفار سے مڈبھیڑ ہو تو ان کو ہرگز پیٹھ نہ دکھانا۔ لہٰذا صادق الایمان وہی ہوگا جو میدان جنگ میں جائے تو یا فتحیاب ہو کر واپس آئے یا پھر شہید ہو جائے مگر اصحاب ثلاثہ عجیب مومن ہیں کہ میدان میں جاتے ہیں اور بلا فتح مع السلامت کفار کو پیٹھ دکھا کر واپس آجاتے ہیں نہ معلوم مولوی کریم الدین صاحب اور ان کے ہمنوا اس آیت کے آخری حصہ فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جہنم کہ ایسا کرنے والا غضب خداوندی میں گرفتار ہوگا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا کی کیا تاویل کرتے ہیں؟

ع دل اہل نظر ادب سے انصاف طلب ہے۔

جنگ حنین

فتح مکہ کے بعد یہ جنگ لڑی گئی یہ جنگ بھی بڑی معرکۃ الآراء تھی۔ کفار کی تعداد قریباً تیس ہزار اور مسلمانوں کی سولہ اور بقولے بارہ ہزار تھی اور اب کی مرتبہ مسلمانوں کو اپنی کثرت پر بڑا ناز تھا چنانچہ جب اسلامی فوج ظفر موج حنین کی طرف جا رہی تھی تو جناب ابوبکر نے اپنی کثرت تعداد پر بھروسہ کرتے ہوئے کہا کہ اب ہم ہرگز مغلوب نہ ہوں گے، جب آنحضرت نے یہ فقرہ سنا تو انہوں نے اسے ناپسند کیا اور یہی فقرہ خدا کی ناراضگی کا سبب بنا اور ابتدائے جنگ میں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا (روضۃ الاحباب روضۃ الصفا وغیرہ) ابتدائی ہزیمت کی کیفیت شبلی نعمانی کے لفظوں میں سُنیں کہتے ہیں "فوج اسلام نے جن کی تعداد بارہ ہزار تھی صبح کے وقت حملہ کیا اُدھر کمین گاہوں سے تیراندازوں کے دستے نکل آئے اور تیروں کا مینہ برسا دیا مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ بے قابو ہو کر پیچھے ہٹا اور پھر تمام فوج کے پاؤں اکھڑ گئے" (سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۹۱)

اب باقی کس قدر رہے؟ اس میں اختلاف ہے ۱ روضۃ الصفا سے ظاہر ہوتا ہے کہ سولہ افراد آنحضرت کے ہمراہ رہ گئے جن میں نو بنی ہاشم میں سے تھے ۲ اور روضۃ الاحباب (ج ۱) ص ۴۵ سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف چار شخص باقی رہ گئے ۱ حضرت علیؑ ۲ جناب عباس ۳ جناب ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ۴ جناب عبداللہ بن مسعود، تاریخ خمیس میں بھی اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے کیفیت یہ تھی کہ حضرت علیؑ و عباسؑ سامنے سے آنحضرت کی حفاظت کر رہے تھے اور جناب ابوسفیان بن حارث سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور ابن مسعود پیچھے جانب تھے نیز فتح الباری شرح بخاری میں ہے (علی نقل عنہ)

کہ جب اصحاب آنحضرتؐ کو ترغۂ اعداء میں گھرا ہوا چھوڑ کر چلے گئے تو صرف چار شخص باقی رہ گئے تین بنی ہاشم میں سے اور ایک غیر ہاشمی (جن کے اسماء گرامی اوپر موجود ہیں) اس وقت آنحضرت یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

انا النبی لا کذب ۔ انا ابن عبدالمطلب

۳ اور فاضل قوشجی نے ان ساتھ دینے والوں کی تعداد نو لکھی ہے۔ بہرحال خواہ سوا لاکھ ہوں یا نو یا چار ان میں کہیں بھی اصحاب ثلاثہ کے نام نظر نہیں آتے۔ لہٰذا وہ تو بالیقین مفرورین میں شامل تھے چنانچہ بخاری ج ۲ ص ۵۵/۴۳ طبع مصر میں ابوقتادہ سے مروی ہے

فانہزم المسلمون وانطلقت معہم فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس فقلت ما شان الناس قال امر اللہ۔

اسکے بعد جب مسلمان بھاگے اور میں بھی بھاگا تو میں نے اس جماعت میں جناب عمر کو بھی چند لوگوں کے ساتھ دیکھا میں نے ان سے کہا لوگوں کا کیا حال ہے کہا خدا کی مرضی)

اس وقت آنحضرت نے جناب عباس کو حکم دیا (جو کہ بلند آواز تھے) کہ اصحاب کو ندا دو چنانچہ انہوں نے باآواز بلند کہا یا معشر الانصار یا اصحاب الشجرۃ۔ یا اصحاب سورۃ البقرۃ۔ اے گروہ انصار، اے درخت والو، اے سورۂ بقرہ والو (اس سے بیعت الرضوان کی طرف اشارہ تھا جس میں اس بات پر بیعت کی تھی کہ اب کبھی دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔

بہرحال اس ندا کا یہ اثر ضرور ہوا کہ سو انصار واپس بارگاہ نبوی میں پہنچ گئے مگر ان میں مہاجر کوئی نہیں تھا (ملاحظہ ہو تاریخ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۱۶۹ اور تفسیر درمنثور ج ص ۲۲۵)

الغرض، جب انصاری واپس آگئے اور پھر لڑائی شروع ہوئی تو کفار کی طرف سے ایک نامی گرامی پہلوان ابوالحرجوس اجیر پڑھتا ہوا میدان میں نکلا اس صورت و صولت سے اصحاب ایسے مرعوب ہوئے کہ سوائے شاہ مرداں شیر یزداں کے اور کوئی مقابلہ کے لئے نہ نکلا آنجناب نے ذوالفقار شرربار کے ایک ہی وار سے فی النار کیا جس سے کفار کا حوصلہ پست ہو گیا ان کے اور بھی ستر آدمی مارے گئے جن میں چالیس اسد اللہ الغالب نے قتل کئے اور باقی تیس دوسرے مجاہدین کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے (معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۲۶۴)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خداوند عالم نے انہی واقعات حنین کا ان آیات میں تذکرہ فرمایا ہے لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وانزل جنوداً لم تروھا وعذب الذین کفروا وذلک جزاء الکافرین (پ ۱۰ س توبہ ع ۱۰) (مسلمانوں) اللہ بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے اور (خاص کر) حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تم کو مغرور کر دیا تھا (کہ ہم بہت ہیں) تو وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور (اتنی بڑی) زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہوئی تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور (نیز) مسلمانوں پر اپنی (طرف سے) تسلی نازل فرمائی اور تمہاری مدد کو فرشتوں کے ایسے لشکر بھیجے جو تم کو دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اور (آخر کار) کافروں کو بڑی مار دی اور کافروں کی یہی سزا ہے،، (ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب)

مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر یہ امر مزید کسی دلیل کا محتاج نہیں رہتا کہ "جن اہل ایمان پر وہ سکینہ خداوندی،، نازل ہوا ان سے مراد وہ مخلص باصفا صحابی ہیں جو آنحضرت کے ہمرکاب رہے (جنکی تعداد سابقاً ذکر ہو چکی ہے) اور وہ سوا انصاری جو حضرت عباسؓ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور پھر جم کر میدان وغا میں داد شجاعت دی بہرحال ہمارے مخاطب کے خاص ممدوح یعنی اصحاب ثلاثہ پر اس کا اطلاق کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا۔ (ہو المقصود بیعت شجرہ میں فرار نہ کرنے پر بیعت کر چکے تھے اور اس سے پہلے جنگ احد میں فرار ہو چکے تھے۔ خیر وہ تو خدا نے معاف کر دیا مگر آئندہ کے لئے یہ تہدید شدید ضرور فرما دی تھی،، وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذاباً الیماً (پ ۱۰ ع ۱۰)

اگر اب بھی اسی طرح فرار کیا جس طرح اس سے پہلے (جنگ احد میں) کیا تھا تو خدا تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ لیکن سطور بالا میں ناقابل رد تاریخی حقائق کی روشنی میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ اس کے بعد بھی یہ حضرات جنگ خیبر و جنگ خندق اور حنین میں برابر اس عہد کی مخالفت کر کے میدان جنگ سے بھاگتے رہے تو اب یقیناً وہ مندرجہ ذیل آیت کی زد میں آجائیں گے ولقد کانوا عاہدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار وکان عہد اللہ مسئولا (پ ۲۱ س احزاب ع ۱۸) (حالانکہ یہی لوگ اس سے پہلے خدا سے عہد کر چکے تھے کہ ہم دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ نہ دکھائیں گے (اور ان لوگوں نے جو خدا سے عہد کیا تھا) اس کی تو ان سے) باز پرس ہو کر رہے گی۔ (ترجمہ نذیری) اسی طرح یہ آیت بھی ان پر منطبق ہو گی (ومن یولہم یومئذ دبرہ تا قولہ) فقد باء بغضب من اللہ ومأواہ جہنم وبئس المصیر (جو کافروں کو پیٹھ دکھائے گا وہ خدا کے قہر و غضب میں مبتلا ہو گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا جو بری جا بازگشت ہے۔ ظاہر ہے کہ مذمت و سرزنش کسی خاص جنگ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اس میں عمومیت پائی جاتی ہے یہ ہے ان آیات کے رد (اشداء علی الکفار) کی شجاعت اور صولت و سطوت کی داستان عبرت توامان جو اختصار کے ساتھ گوشگذار کر دی گئی ہے لیکن آہ ما اکثر العبر وما اقل الاعتبار۔ ان حقائق کی روشنی میں روز روشن کی طرح یہ بات واضح و آشکار ہو گئی کہ جو آیت مبارکہ مولوی کریم الدین صاحب نے اصحاب ثلاثہ کے حق میں پیش کر کے اس سے ان کی تفضیلیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان کی وہ کوشش ناکام نا تمام ہے اصحاب ثلاثہ اور ان کے تابعین ہرگز اس میں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

شال نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم ۔ تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال ۔

ہم اس طویل سمع خراشی کے لئے اپنے معزز ناظرین سے معذرت چاہتے ہیں کہ باوجود بنا بر اختصار یہاں رشتہ کلام غیر معمولی طور پر طویل ہو گیا مگر ہمارے اس تفصیلی بیان حقائق ترجمان سے دراصل ان تمام آیات کا جواب باصواب معلوم ہو گیا ہے جو مولوی صاحب نے پیش کی ہیں یا اس مقام پر پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ ہم آئندہ (دوسری متعلقہ آیات کے ذیل میں اسی تفصیلی جواب کا حوالہ دے کر بہت اختصار کے ساتھ کام لیں گے اس طرح اس طوالت کی کچھ تلافی ہو جائے گی انشاء اللہ والحمد للہ علی وضوح الحق والحقیقۃ تلک آیات اللہ نتلوھا علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون ۔

دوسری آیت والذین ہاجروا فی سبیل اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ۔ ترجمہ جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ان کے مظلوم ہونے کے بعد ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور قیامت کا اجر تو بہت بڑا ہے " باری تعالیٰ نے اس آیت میں ان مہاجرین کاملین کی فضاحت کا جنہوں نے محض خدا کی راہ میں پکی نیت سے ہجرت اور اتباع رسول میں وطن چھوڑا ایک عہد نشان بتلا دیا ہے وہ یہ ان کی قابل قدر جانفشانی اور مخلصانہ خدمت کا معاوضہ ان کو دنیا میں بھی عطا ہوگا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ۔ یعنی ان کو مسند جلیل خلافت عطا ہوگی اور قیامت میں ان کا رتبہ بہشت بہت ہی اعلیٰ ہو گا اب ہم شیعہ صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی اصحاب ثلاثہ کے حق میں پوری ہوئی یا نہ ؟ ماننا پڑے گا کہ پوری ہوئی اور بڑی صفائی سے اصحاب ثلاثہ آنحضرت کی زندگی میں مقرب خاص اور درحضوری رہے اور آپ کے ارتحال کے بعد آپ کی مقدس اور مبارک مسند پر جانشین ہوئے ۔ خلافت رسول کی کرسی کا اعزاز نصیب ہوا جس قدر فتوحات ملکی ان کو نصیب ہوئیں ان کی شہادت آج تک تاریخ عالم میں موجود ہے " الخ آفتاب ص ۱۹۱ ج ۲)

الجواب اس استدلال کی رکاکت و کمزوری ارباب علم و اطلاع پر پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ اولاً اس آیت مبارکہ میں خداوند عالم نے ان اصحاب باصفا سے دنیا میں حسنہ اور آخرت میں اجر عطا کرنے کا جلیلہ فرمایا ہے جنہوں نے محض رضائے خدا کے لئے ہجرت کی (ہاجروا فی سبیل اللہ) جسے مولوی صاحب نے بھی تسلیم کر لیا ہے ابھی ہم اوپر پہلی آیت کے جواب میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کر آئے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ کی ہجرت خالصاً توجہ اللہ نہ تھی اور یہ امر بھی اس مقام پر منکشف کیا جا چکا ہے کہ اس قسم کے خدای وعدے چند شرائط کے ساتھ مشروط ہوتے ہیں منجملہ ان کے ایمان، استقامت اور عمل صالح بھی ہیں ۔ اور اصحاب ثلاثہ میں یہ تینوں شرطیں مفقود ہیں (تفصیل پہلی آیت کے جواب میں گزر چکی ہے) پھر کس طرح تمام حقائق سے آنکھیں بند کر کے ان حضرات کو اس آیت کا مصداق تسلیم کیا جا سکتا ہے ؟

ثانیاً "حسنہ دنیوی" سے مسند خلافت اور دنیوی اقتدار مراد لینا تفسیر بالرائے کی (جو بالاتفاق حرام ہے) ایسی بدترین مثال ہے کہ جس کی نظیر شاید خود اصحاب ثلاثہ کے حالات میں بھی نہ مل سکے گی کیونکہ تاریخ اسلام میں کہیں ایسے عمر نے ۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

واقعات ملتے ہیں کہ جب ان لوگوں سے کسی ایسی آیت کے معنی دریافت کئے

خلفاء ثلاثہ کی جہالت از کتاب اللہ جاتے جو انہیں معلوم نہ ہوتے تو اپنی لاعلمی کا صاف اقرار کر لیتے یا اگر وہ کوئی غلط معنی بیان کرتے اور ان کو صحیح معنی بتائے جاتے تو اعتراف کر لیتے چنانچہ جب جناب ابوبکر سے وفاکہۃً وابًا کے معنی دریافت کئے جاتے ہیں اور وہ جواب میں کہتے ہیں ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی ان انا قلت فی کتاب اللہ مالا اعلم، کون سا آسمان مجھ پر سایہ ڈالے گا اور کون سی زمین مجھے اٹھائے گی اگر میں کتاب خدا کے بارے میں وہ بات کہہ دوں جس کا مجھے علم نہیں ہے۔ (تفسیر اتقان ج ۱ ص ۱۱۵)

اسی طرح جب عمر صاحب نے مغالات فی المہور، (عورتوں کا حق مہر زیادہ مقرر کرنے) کی مناہی کی اور ایک بوڑھی عورت نے قرآنی آیات کریمہ وآتیتم احداہن قنطارا کے ساتھ استدلال کیا تو جناب عمر نے بالفاظ اقرار کر لیا، کل الناس افقہ من عمر حتی العجائز فی الخدور۔ سب لوگ عمر سے زیادہ مسائل شریعت جانتے ہیں حتی کہ پردہ نشین بوڑھی عورتیں بھی (کنز العمال ج ۸ ص ۲۹۵ ازالۃ الخفاج ۱۵۹/۱۷۷ بالفاظ مختلفہ، حیوٰۃ الحیوان ج ۱ ص ۴۷ تفسیر مدارک ج ۱ ص ۱۶۲ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۵۳۔)

جناب عثمان نے ایک ایسی عورت کے رجم کا حکم دے دیا جس نے چھ ماہ کے بچے کو جنم دیا تھا حضرت علیؑ نے ٹوکا کہ اسے رجم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خدا فرماتا ہے حملہ وفصالہ ثلاثون شہرًا یعنی حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے پھر فرماتا ہے والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین کہ مائیں پورے دو سال اپنے بچوں کو دودھ پلائیں اس سے معلوم ہوا کہ دو سال دودھ پلانے کی مدت اور چھ ماہ حمل کی اس طرح کامل تیس ماہ ہو گئے جناب امیر علیہ السلام کا یہ قرآنی استدلال سن کر عثمان نے آدمی بھیجا کہ اس عورت کو رجم نہ کیا جائے مگر افسوس کہ خلیفہ کی لاعلمی کی وجہ سے وہ (بیچاری) رجم ہو چکی تھی"۔ (کشف المغطا من الموطا ص ۵۲۵ طبع لاہور (نقلًا عن فلک النجاۃ مگر آج ثلاثہ کے مریدان باصفا اور وکیلان بلا تنخواہ قرآنی آیات کے من مانے معنی بیان کرتے ہیں اور خلق وخالق سے ذرہ بھی شرم وحیا نہیں کرتے اور وہ بھی اصحاب ثلاثہ کی حمایت میں کیا ان کی اس روش رفتار سے اصحاب ثلاثہ کی روحیں ان سے خوش ہونگی؟ اگر یہ معنی کرنے والوں میں کچھ بھی جرأت ہے تو وارثان قرآن کی کوئی صحیح حدیث تائید میں پیش کریں اگر ایسا نہ کر سکیں (اور ہرگز نہیں کر سکتے تو انہیں من فسر القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار (جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی منشا سے کرے اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں سمجھنا چاہیے (تفسیر اتقان ج ۱ ص) کی نبوی تہدید شدید سے ڈرنا چاہیے۔

ثالثًا اگر حسنۂ دینوی سے دنیاوی مسند اقتدار مراد لی جائے تو پھر ان تمام انبیاء ومرسلین کو اس حسنہ سے تہی دست ماننا پڑے گا جن کو دینوی اقتدار نصیب نہیں ہوا بلکہ وہ قید وبند میں مبتلا رہ کر [illegible] سپار عالم بقا ہو گئے یا بڑی بے دردی وسفاکی کے ساتھ شہید کر دیئے گئے ارشاد ایزدی ہے تقتلون فریقًا وتاسرون فریقًا (جب میں کوئی نبی ورسول بھیجتا تھا) تو تم بعض کو قتل کر دیتے تھے اور بعض کو قید کر دیتے تھے تو کیا یہ معنی کرنے والے نبیوں کا اس حسنہ سے تہی دامن ہونا تسلیم کریں گے؟ جن کے دامن حسنات دینوی واخروی سے پُر ہوتے ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

رابعاً اگر "حسنہ" کے یہی معنی ہیں (مسند اقتدار کا حامل ہونا) تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہجرت کرنے والے یا ان میں سے محض خدا کی راہ میں بھی نیت سے ہجرت کرنے والے صرف "اصحاب ثلاثہ ہی تھے؟ کہ حسب وعدہ خدا نے صرف ان کو دنیا میں معاوضہ عطا فرمایا اور دوسروں کو محروم رکھا دوسروں کی محرومی کی وجہ کیا ہے؟ جبکہ معاوضہ ملنے کے سبب میں سب باہم شریک ہیں؟ جواب میں اگر چہ یہ کہا جائے کہ سب مخلص نہ تھے تو ہمارا مدعا حاصل ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ سب مخلص تھے تو پھر بتایا جائے کہ اکثریت کی اس حسنہ سے محرومی کا باعث کیا ہے؟

خامساً۔ مستدل کا یہ کہنا کہ "آنحضرت کی زندگی میں مقرب خاص اور حضوری رہے" ان کے حقیقی بارگاہ اور حضوری خاص ہونے کا سابقہ اوراق میں پردہ چاک کیا جا چکا ہے کہ زندگی بھر ان پر خدا اور رسول کی وعید و تہدید کے تازیانے برستے رہے اور بالآخر پیغمبرؐ نے اپنے آخری لمحاتِ حیات میں انہیں اپنی بزم رسالت سے بھی اٹھا دیا (بخاری شریف)

سادساً۔ صاحب کتاب کا یہ کہنا کہ "آپ کے ارتحال کے بعد کرسی خلافت کا اعزاز نصیب ہوا" یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ آیا ان کو یہ اعزاز خدا نے عطا فرمایا تھا اگر ایسا ہے تو وہ آیت پیش کی جائے یا رسول خدا نے انہیں یہ شرف بخشا تھا؟ اگر ایسا ہے تو وہ حدیث نبوی پیش کی جائے! اور اگر نہ خدا نے انہیں خلیفہ بنایا نہ رسول نے اس کا اعلان فرمایا بلکہ لطائف الحیل سے خدا اور رسول کے مقرر کردہ خلیفہ کو محروم اقتدار کر کے اپنے بعض جی حضوری قسم کے ہمنواؤں کی ملی بھگت سے خود بخود مسند خلافت پر قبضہ کر کے بیٹھ گئے تو پھر سوچنا چاہیے کہ یہ لائق فخر کارنامہ ہے یا خیانت مجرمانہ؟ سابعاً بالفرض اگر ظاہری اقتدار کا حامل ہونا کوئی قابل رشک شرف و اعزاز ہے تو پھر اصحاب ثلاثہ اس اعزاز کے حاصل کرنے میں منفرد نہیں بلکہ یزید، ولید، عنید، مروان طرید اور متوکل مرید وغیرہم جیسے شریب خمر، ظالم و جفا کار اور خبیث و بدکار بھی اس شرف میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں

ثامناً۔ ملکی فتوحات کو صداقت کی دلیل قرار دینا بھی مولف محترم کی خوش فہمی ہے ورنہ معمولی دینی معلومات رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ اس چیز کو کسی شخص کی صداقت اور حقانیت کی دلیل نہیں قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ اہلسنت کی متعدد روایات میں وارد ہے ان اللہ یؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر۔ خدا اس دین کی تائید فاسق و فاجر آدمی کے ذریعے کر دیتا ہے۔ یا۔ ان اللہ یؤید الدین باقوام لا اخلاق لہم۔ خدا دین کی تائید ایسے لوگوں سے بھی کر دیتا ہے جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہوتا (ملاحظہ ہو۔ کنز العمال ج ۱ ص ۱۸۷ ج ۵ ص ۲۱۲ تفسیر اتقان ج ۲ ص ۳۵ روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۴۵۳ وغیرہ)

بخاری مع فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۱ طبع دہلی میں یہاں تک تصریح موجود ہے کہ "امر بلالاً فنادی فی الناس انہ لا یدخل الجنۃ الا نفس مسلم وان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر" آنحضرتؐ نے جناب بلالؓ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کریں کہ بغیر مسلمان کامل کے اور کوئی شخص بہشت عنبر سرشت میں داخل نہ ہو سکے گا اور خدا اس دین کی تائید فاسق و فاجر شخص سے بھی کر دیتا ہے"

لہ خلافت ثلاثہ کی کیفیت انعقاد کی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب "اثبات الامامت" کی طرف رجوع کریں (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فاعتبروا یا اولی الابصار ۔

ع مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے ؛ آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر

تیسری آیت : الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ (پ ۱۷ س حج ع ۱۳)

ترجمہ جو لوگ اپنے دیار سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس بات پر کہ کہتے تھے کہ ہمارا رب ایک خدا ہے،، اس آیت میں بھی ان مہاجرین کی شناخت بتلائی گئی ہے کہ ہاجر وا فی سبیل اللہ،، کے مصداق وہی لوگ ہیں جو صرف خدا کی توحید کا کلمہ پڑھنے پر اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے تھے ۔ یا کسی اور بات پر اپنے دیار سے بھاگتے تھے ہرگز نہیں صرف اسی دعویٰ ربنا اللہ کے بدلے جو مخالفین اسلام کو ناگوار گزرتا تھا ۔ انہی لوگوں کا نشان رب العباد ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے ۔ الذین ان مکنا ہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ الخ یہ ایسا مخلص گروہ ہے کہ ان کو زمین پر تمکن (اقتدار) حاصل ہوجاتے تو پھر بھی نماز پڑھتے، زکوٰۃ دیتے بھلائی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے ہیں) دیکھو یہ نشان ان نفوس مقدسہ میں کیسا چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے الخ ۔ افسوس شیعہ ایسے پاک نفوس کے حق میں بدگمانی کرتے ہیں الخ آفتاب صر۶۲

(الجواب) اس سلسلہ کی پہلی آیت کے جواب میں تفصیل کے ساتھ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس قسم کی مطلق آیات سے دوسرے شرائط و قیود کا لحاظ کئے بغیر استدلال کرنا بلاشبہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص من قال لا الہ الا اللہ، دمات علیہ دخل الجنۃ (بخاری و مسلم وغیرہ) سے استدلال کرتے ہوئے کہے کہ نجات کے لئے صرف بطور تعلقہ ء لسانی لا الہ الا اللہ، کہہ لینا کافی ہے (حتیٰ کہ محمد رسول اللہ کہنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں تا با عمال (دیگر چہ رسد؟) اور اگر وہ استدلال صحیح نہیں ہے تو یہ بھی درست نہیں ہے اور چونکہ اصحاب ثلاثہ ان مقررہ شرائط پر پورے نہیں اترتے اس لئے اس فضیلت سے محروم متصور ہونگے منجملہ دیگر شرائط کے ایک اہم شرط اخلاص فی العمل بھی ہے اور یہ شرط یہاں مفقود ہے یہ حقیقت قرآنی آیات سے ثابت ہے کہ جن لوگوں کو کفار نے مکہ سے نکالا اور وہ ہجرت کر کے مدینے آئے وہ تمام مخلص نہ تھے بلکہ بعض کی ہجرت خالصتاً لوجہ اللہ تھی اور بعض کی بطمع مال و منال چنانچہ خداوند عالم انہی صحابہ کو خطاب کر کے فرماتا ہے منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ (تم میں سے بعض دنیا کے طلب گار ہیں اور بعض دین کے ایک اور مقام پر فرماتا ہے وتریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ تم دنیوی متاع چاہتے ہو حالانکہ خدا تو آخرت چاہتا ہے ۔ دنیائے دوں کے طلب گار اگر مہاجر و انصار نہیں ہیں تو پھر وہ لوگ کون ہیں؟ اور بالذات یہ خطاب کن لوگوں سے ہے؟ یہ درست ہے کہ بظاہر تو ان ہجرت کرنے والوں کا جرم کفار کی نظر میں یہی اقرار توحید تھا مگر جب علیم بذات الصدور ذات نے وضاحت فرما دی کہ سب مہاجر اس کام میں مخلص نہ تھے تو اب ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ مؤلف کے ممدوحین کی یہ ہجرت للدینا تھی نہ للدین ۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تمولِ ابوبکر

چنانچہ انہوں نے مدینہ پہنچ کر غنائم وغیرہ ذرائع سے خوب دولت کمائی اور حطامِ دنیا کو خوب دل کھول کر سمیٹا ذیل میں اس کا ایک مختصر سا نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر نے کئی ہزار روپیہ ان کے گھر سے ضبط کر کے بیت المال میں داخل کیا (الریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۳۷ طبع مصر) (۲) حضرت صدیق کے پاس چالیس ہزار روپے نقد موجود تھے (تاریخ کامل بن اثیر ج ۲ ص ۲۰۵)

تمولِ عمر

(۱) آپ نے اپنے خاص مال سے اپنے ایک خسر کو دس ہزار درہم دیئے (طبقات ابن سعد قسم اوّل ج ۳ ص ۲۱۹) (۲) اپنے عہدِ خلافت میں پانچ ہزار روپیہ اپنی تنخواہ مقرر کی (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۴۰) (۳) شبلی نعمانی لکھتے ہیں "وقت رحلت جب قوم کے کام سے فراغت ہو چکی تو اپنے ذاتی مطالب پر توجہ کی عبداللہ اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ مجھ پر کس قدر قرض ہے؟ معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار درہم فرمایا کہ میرے متروکہ سے ادا ہو سکے تو بہتر ورنہ خاندان بنی عدی سے دریافت کرنا اور اگر وہ بھی پورا نہ کر سکیں تو کل قریش سے (یہ صحیح بخاری کی روایت ہے) لیکن عمر بن شبیہ نے کتاب المدینہ میں بسند صحیح روایت کی ہے کہ نافع جو حضرت عمر کے غلام تھے کہتے تھے کہ عمر پر قرض کیونکر رہ سکتا تھا حالانکہ ان کے ایک وارث نے اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکھ پر بیچا تھا (دیکھو فتح الباری مطبوعہ مصر ج ۷ ص ۵۳) الخ ...." (الفاروق ج ۱ ص ۱۷۲ طبع لاہور)

تمولِ عثمان

(۱) ایک ہزار اونٹ غلہ سے لدے ہوئے شام سے آئے (الریاض النضرہ ج ۱ ص ۱) (۲) ایک کنواں پینتیس ہزار میں خریدا (ایضاً ج ۲ ص ۹۲) (۳) پچیس ہزار میں ایک زمین خریدی (ایضاً) (۴) شہادت کے وقت آپ کے خزانچی کے پاس تین کروڑ پانچ لاکھ درہم اور ایک لاکھ دینار اور ہزار اونٹ ربذہ میں موجود تھے (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۳) جناب عبدالرحمٰن بن عوف (جو کہ حضرت عثمان کے داماد اور مجلس شوریٰ کے میر مجلس تھے) نے وقت وفات چالیس ہزار نقد اور پانچ سو گھوڑے اور ڈیڑھ ہزار اونٹ چھوڑے (ریاض نضرہ ج ۲ ص ۲۸۵) اگر ان حضرات کے دوسرے متعلقین مثل طلحہ و زبیر وغیرہ کے تمول کی داستانیں بیان کی جائیں تو لوگ کان پکڑنے لگیں خدا کا وعدہ ہے انی لا اضیع عمل عامل منکم کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا لہٰذا جو دنیا کے لئے جدوجہد کرتا ہے اسے دنیا دے دیتا ہے اور جو آخرت کیلئے کدوکاوش کرتا ہے اسے ثواب بے حساب سے نوازتا ہے یعنی

؎ دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

اصحابِ ثلاثہ اور انکے ہمنواؤں کے خشوع و خضوع کا بیان

ارشاد ربانی ہے قد افلح المومنون الذین ہم فی صلوتہم خاشعون (پ ۱۸ س مومنون ع ۱) یہی اہل ایمان دستگاری حاصل کریں گے جو گریہ وزاری اور عجز و انکساری کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اصحاب ثلاثہ اور ان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ حضرات جس خوف و خشیہ کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے اس کی جھلکیاں قرآن اور تاریخ اسلام کے صفحات پر نمایاں نظر آتی ہیں۔ بطور نمونہ مشتے از خروارے ملاحظہ ہو عن ابن عباس کانت امراۃ تصلی خلف رسول اللہ صلعم وکان من احسن الناس وکان بعض القوم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یتقدم حتیٰ یکون فی الصف الاول لئلا یراہا وہ یتاخر بعض حتیٰ یکون فی الصف المؤخر فاذا رکع نظر من تحت ابطہ فانزل اللہ ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین (تفسیر درمنثور ج ۶ ص ۱۲۸) یعنی ایک نہایت حسین وجمیل عورت جناب رسول کے پیچھے آکر نماز پڑھا کرتی تھی بعض اصحاب اس لئے پہلی صف میں کھڑے ہوتے تاکہ ان کی اس پر نظر نہ پڑے اور بعض اس لئے پچھلی صف میں کھڑے ہوتے کہ اس عورت کو دیکھ سکیں جب رکوع کرتے تو بغلوں کے نیچے سے اسے دیکھتے رہتے جس پر یہ آیت نازل ہوئی ولقد ..... ،، یہ حضرات کے ممدوحین کے زہد وورع کا عالم ہے کہ عین حالت نماز میں بھی نامحرم عورتوں کو تاکا کرتے تھے یہ درست ہے کہ اس روایت میں اصحاب ثلاثہ کی تصریح نہیں ہے مگر ایسا کرنے والے تھے تو صحابہ کرام اور مہاجرین عظام کہاں ہیں. الصحابۃ کلہم عدول کی گردان کرنے والے وہ آئیں اور یہ روایت ملاحظہ فرمائیں سیوطی کے علاوہ بھی بہت سے مفسرین ومحدثین نے نقل کیا ہے اور یہ واقعہ ہجرت سے پہلے سرزمین مکہ کا ہے.

نمبر۲۔ نماز جمعہ کی حالت میں اصحاب کا نماز توڑ کر مال تجارت کیلئے دوڑ جانا خود قرآن مجید میں مذکور ہے ،، پیغمبر صاحب کے عہد میں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اتنے میں ملک شام کا ٹانڈا تجارت کا غلہ لے کر آیا اور اس نے لوگوں کو آگاہ کرنے کیلئے نقارہ بجایا جو لوگ بیٹھے خطبہ سن رہے تھے اس ٹانڈے کی سیر دیکھنے اور کچھ خرید وفروخت کے پٹے کھسک گئے صرف بارہ آدمی رہ گئے اس پر یہ عتاب نازل ہوا ،، (حاشیہ ترجمہ مولانا نذیر احمد دہلوی ص ۴۲۲) یعنی یہ آیت نازل ہوئی واذا راوا تجارۃ او لہوا انفضوا الیہا وترکوک قائما (پ ۲۸ س جمعہ ع) سب مفسرین نے اس آیت مبارکہ کا یہی شان نزول بیان کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مفسرین نے بپاس خاطر صحابہ "خطبہ" کے لفظ کا اضافہ کیا ہے ورنہ بخاری شریف میں تو بروایت جابر بن عبداللہ انصاری یہ تصریح موجود ہے کہ آنحضرت نماز پڑھا رہے تھے اور صحابہ پڑھ رہے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا ہے بینما نحن نصلی مع النبیؐ اذ اقبلت عیر تحمل الطعام ،،

نیز عام طور پر تو یہی مشہور ہے کہ بارہ آدمی باقی رہ گئے تھے مگر قسطلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے (علی ما نقلہ فی المحکمات) لحدیث مع النبی الا رجلان واحدۃ ،، کہ آنحضرت کے پاس صرف ایک عورت اور دو مرد باقی رہ گئے تھے واللہ العالم اگرچہ یہاں بھی جانے والوں کی صراحت نہیں ہے مگر قرین عقل بات یہی ہے کہ اس میں وہ لوگ تو پیش پیش ہوں گے جنکا پیشہ ہی تجارت تھا اور گلیوں کوچوں میں پھیرے لگایا کرتے تھے. ارباب انصاف، انصاف فرمائیں کہ جو لوگ نماز جیسی عظیم عبادت کو توڑ کر لہو ولعب اور مال متاع کے پیچھے دوڑ جائیں ان کو کیونکر مومن مخلص کہا جا سکتا ہے ارشاد ایزدی ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ہم الخاسرون (پ ۲۸ س منافقون ع) اے ایمان والو تمہیں مال واولاد خدا کی یاد سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کریں گے وہ خسارہ میں رہیں گے ،،

حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے اجہش جیشی وانا فی الصلوٰۃ (کنز العمال ج ۴ ص) کذا فی الفاروق ج ۲ ص ۲۲۳) میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور لشکر بھی مرتب کرتا رہتا ہوں ،، ایک مرتبہ فرمایا انا اقتل القمل وانا فی الصلوٰۃ میں جوئیں بھی مارتا رہتا ہوں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور نماز پڑھتا رہتا ہوں (کنز العمال) سبحان اللہ۔ ایسے پاک نفوس اور خاشع و خاضع نمازی شاید چشم فلک نے آج تک نہ دیکھے ہوں گے ؎ برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر ❊ این چنیں تسبیح کے دارد اثر؟

یہ خاندان نبوت تھا کہ نماز و عبادت میں محویت کا یہ عالم تھا کہ خوف و خشیۃ الٰہی سے گریہ و بکا کرتے کرتے چوب خشک کی طرح گر پڑتے اور حالت نماز میں پائے اقدس سے تیر نکال لیا جاتا تو خبر تک نہ ہوتی تھی۔

بہر حال ع آں زمین را آسمانے دیگر است۔

علاوہ بریں یہ بات بھی سوچنے کے لائق ہے کہ اگر آیت مبارکہ والذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ الخ کے مصداق یہ حضرات ہیں تو پھر اس آیت کے مصداق کون ہیں؟ جس میں خدا فرماتا ہے فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم و اعمیٰ ابصارھم (پ ۲۶ س محمد ع) پس کیا ہو تم نزدیک اس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے یہ کہ فساد کرو بیچ زمین کے اور کاٹو قرابتیں اپنی یہ لوگ ہیں (ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب) صحیح ہے ؎

چوتھی آیت للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم یبتغون فضلاً من اللہ و رضوانا و ینصرون اللہ و رسولہ اولئک ھم الصادقون (پ ۲۸ س حشر ع ۴) واسطے ان مفلس مہاجرین کے جو اپنے دیار و املاک سے نکالے گئے اور اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور خدا اور اس کے رسول کی نصرت کرتے ہیں وہی لوگ سچے ہیں اس آیت میں خداوند عالم نے ان فقراء مہاجرین کو صادق و مصدوق ٹھہرایا ہے جو اپنے دیار و اموال چھوڑ کر محض خدا کے فضل اور اس کی رضا کے طلبگار میں جلا وطن ہو گئے اور ینصرون اللہ و رسولہ کے مصداق تھے شیعہ بتائیں کہ اصحاب ثلاثہ اس آیت کے مصداق ہیں یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ انکو صادقین کا مبارک لقب عطا فرماتا ہے اولئک ھم الصادقون کہنے والا کون ہے؟ اگر یہ خدا کا کلام ہے تو یقیناً سمجھو کہ اس فقرہ کے اثر سے ابوبکرؓ کی نسبت وصف صدق میں مبالغہ کا صیغہ یعنی (صدیقؓ) شہرت پذیر ہوا ابوبکر رسول پاک کی نصرت میں سب سے اول نمبر پر ہیں آپ نے خدمت اور حفاظت کا حق غار ثور جیسے ہولناک مکان میں پورے طور پر ادا کیا، الخ ..... (انتاب ص ۶۳)

الجواب بے شک اس آیت مبارکہ میں مہاجرین کی شان بیان کی گئی ہے مگر معمولی غور و تامل کرنے سے واضح و عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ آیت صرف مہاجرین پر صادق نہیں آتی بلکہ صرف ان حضرات پر منطبق ہوتی ہے جن میں تین صفات پائے جائیں (۱) فقیر و نادار ہوں نہ کہ غنی و مالدار۔ (۲) ہجرت خدا کی رضا جوئی کیلئے ہو نہ کہ طلب دنیا کے لئے (۳) اور وہ جہاد کریں خدا اور رسول کی نصرت کا حق بھی ادا کریں مگر بے اتفاق سے اصحاب ثلاثہ میں ان تینوں صفات کا فقدان ہے جہاں تک ان کے فقیر و نادار نہ ہونے بلکہ غنی و مالدار ہونے کا تعلق ہے وہ ابھی اوپر تیسری آیت کے جواب میں محبان ثلاثہ کے اپنے بیانات سے ثابت کیا جا چکا ہے اور جہاں تک ان کی ہجرت کے خالصاً لوجہ اللہ ہونے بلکہ طلب دنیا کے لئے ہونے کا تعلق ہے اس پر پہلی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور تیسری آیت کے جواب میں کافی تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ کہ

؎ ہو یقین نہ جملہ ز راہِ یقین ∴ یکے بہر دیا یکے بہر دین

اور جہاں تک خدا اور رسول کی نصرت سے منہ موڑنے اور ہر جہاد سے کفار کو پیٹھ دکھا کے میدان چھوڑنے کا تعلق ہے اسے پہلی آیت کے جواب میں ناقابل رد و انکار، ثقہ مفسرین، محدثین اور مورخین کے بیانات شافیہ کی روشنی میں کما حقہ ثابت کیا جا چکا ہے (ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے) اور یہ بات مسلم ہے کہ شرف ہجرت کا حاصل ہونا دوسرے شرائط کے علاوہ صبر و ثبات کے ساتھ جہاد کرنے پر موقوف ہے، چنانچہ خدا رسول فرماتا ہے۔ ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاہدوا وصبروا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم (۱۶ اس نحل رکوع ۱۴) پھر جو لوگ مبتلائے مصیبت رہے۔ جنہوں نے گھر بار چھوڑے۔ پھر (خدا کی راہ میں) جہاد کئے اور (تکلیفوں پر) صبر کیا (اے پیغمبرؐ) ہمارا پروردگار ان (سب امتحانوں) کے بعد (قیامت کے دن) البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ترجمہ نذیری)

لہٰذا جب اصحاب ثلاثہ میں ان صفات ثلاثہ میں سے کوئی صفت بھی نہیں پائی جاتی تو پھر کس طرح ان کو اس میں داخل کیا جا سکتا ہے؟ برادران اسلامی میں عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ابوبکرؓ صاحب کو "صدیق" کا لقب جلیل جناب رسول خداؐ نے مرحمت فرمایا تھا۔ مگر مولوی کرم الدین صاحب کے بیان سے واضح و عیاں ہو گیا کہ یہ عطیۂ رسولؐ نہیں بلکہ اس نقرہ (ادلک ہم الصادقون) کے اثر سے شہرت پذیر ہوا، مگر جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

حضرت علی صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہیں

جناب رسول خدا فرماتے ہیں الصدیقون ثلاثۃ، حبیب النجار مومن آل یٰسین وحزقیل مؤمن ال فرعون وعلی ابن ابی طالب وھو افضلھم اخرجہ البخاری (ارجح المطالب صـ۱۳۲) اور صدیق اکبر کا لقب جلیل تو جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ جناب رسول نے آپ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا انت الصدیق الاکبر والفاروق الذی تفرق بین الحق والباطل، یا علیؑ! تم صدیق اکبر اور حق و باطل میں فرق کرنے والے فاروق ہو (الحاوی للفتاوی سیوطی ج ۲ صـ۲۰ علی ما نقلہ فی اللمعات) جناب امیر المومنین خود فرمایا کرتے تھے۔ انا عبداللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولھا بعدی الا کاذب مفتر صلیت مع رسول اللہ قبل الناس بسبع سنین۔ میں خدا کا بندہ اور اس کے رسولؐ کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے علاوہ جو اس کا ادعا کرے گا وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہوگا میں نے عام لوگوں سے سات برس پہلے رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی (تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ صـ۲۵ طبری ج ۲ صـ۲۱۲/۲۱۱) اور جہاں تک سفر ہجرت میں ابوبکر صاحب کا نصرت رسول اور غار ثور میں حفاظت رسول کرنے اور انوار رسالت سے استفادہ کرنے کا تعلق ہے اس پر ہم عنقریب آیت غار کے تحت میں مفصل تبصرہ کریں گے (انشاء اللہ) اور ثابت کریں گے کہ یہ آیت غار جناب ابوبکر صاحب کے لئے باعث فخر نہیں بلکہ موجب عار و شنار ہے۔ یہ ہمارے بھائیوں کی سادہ لوحی ہے کہ وہ اس واقعہ کو فضائل ابوبکر میں شمار کرتے ہیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جو اگر رذائل میں شامل نہیں تو فضائل میں بھی قطعاً داخل نہیں ہے ۔ مگر اس کا کیا علاج کہ

ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

پانچویں آیت

السابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنت تجری من تحتہا الانہار خلدین فیہا ابدا ذلک الفوز العظیم (پ ۱۱ س توبہ ع ۲) اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور انصار لوگ اور جو نیکی میں ان کے تابع ہوئے خدا ان سے راضی ہوا۔ اور وہ خدا سے راضی ہوئے اور خدا نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہوئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی وہ اس میں ہمیشہ عیش کریں گے یہ بڑی کامیابی ہے ۔

اس آیت میں صحابہ کے مراتب کا بیان ہے خداوند کریم نے سب کا ذکر درجہ وار فرمایا ہے مدارج میں پہلے مہاجرین، پھر انصار، بعدہ تابعین ہیں ۔ اسی ترتیب سے آیت میں اس کا ذکر ہوا اللہ تعالےٰ نے ہر سہ گروہ صحابہ کا جنتی ہونا اور ان کو پروانہ خوشنودی بارگاہ ایزدی سے عطا ہو جانا بیان فرما دیا ہے یہ آیت پکار کر کہتی ہے کہ فضیلت میں مہاجرین دوسرے صحابہ کرام پر فائق ہیں اور پھر مہاجرین میں سے سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہے جو سب سے اسبق فی الہجرۃ مع الرسولؐ ہے جانتے ہو وہ کون شخص ہے ؟ ابوبکرؓ صدیق ہیں جو بحکم اس آیت کریم کے افضل الصحابہ ہیں ؟ الخ ..... آفتاب ص ۶۴)

الجواب معلوم نہیں مہاجرین و انصار کی فضیلت والی آیات کی بلا تحقیق و تدقیق بھرتی کرنے سے لائق مولف یا دوسرے حضرات کو کیا حاصل ہوتا ہے ؟ جب تک یہ واضح نہ ہو جائے کہ اصحاب ثلاثہ ان میں شامل ہیں اور ان میں وہ تمام شرائط بھی پائے جاتے ہیں جو شرف ہجرت حاصل کرنے کیلئے ضروری ہیں کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساون کے اندھے کیطرح (جسے ہر شے سبز نظر آتی ہے) یہ حضرات بھی کچھ اس طرح فنافی الثلاثہ ہو گئے ہیں کہ ان کو ہر جگہ ثلاثہ کی جلوہ نمائی کے کچھ نظر نہیں آتا اگر وہاں ان کا نام و نشان بھی نہ ہو۔ بہرحال یہاں چند امور قابل غور ہیں ۔ اوّلاً ۔ یہ کہ یہاں سبقت سے مراد کیا ہے سبقت فی الاسلام یا سبقت فی الہجرت اس پر مفسرین اسلام کے درمیان اختلاف ہے لیکن جس شق کو بھی اختیار کیا جائے اصحاب ثلاثہ بہرصورت اس شرف سے محروم نظر آتے ہیں بظاہر قول راجح یہ ہے کہ سبقت سے مراد سبقت اسلامی ہے۔ جو مہاجرین و انصار ہر دو کو شامل ہے (آیت میں "من" بیانیہ ہے) سورۃ واقعہ کی آیت مبارکہ السابقون اولئک المقربون سے بھی اس کی تائید مزید ہوتی ہے ۔

حضرت علیؑ سابق الاسلام ہیں

بہرنوع جہاں تک سبقت اسلامی کا تعلق ہے تمام شیعہ غیر الجریہ اور محققین اہلسنت اس بات پر متفق ہیں کہ یہ شرف خدائے منان نے امیر المومنان حضرت علی علیہ السلام کو عطا فرمایا ۔ بلکہ علامہ ابن عبدالبر (سنی) نے تو اپنی کتاب استیعاب ج ۲ ص ۴۵۷ میں اس پر دعوائے اجماع کیا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب ج ص ۳۱۳ ۔ اس پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد بطور نتیجہ لکھتے ہیں کہ "المرجح انہ اوّل من اسلم"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ترجیح اسی قول کو ہے کہ آپ (حضرت علیؑ) ہی سابق الاسلام ہیں،، فاضل مورخ ابوالفدا اپنی تاریخ ج ۱ ص۱۱۸ پر لکھتے ہیں۔

،، فذهب صاحب السيرة وكثير من اهل العلم ان اول الناس اسلاما علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وعمرہ تسع سنين (قيل) احدى عشرة سنة وكان فی حجر رسول اللہ صلعم قبل الاسلام فلم ينزل علی مع النبی حتی بعثه اللہ نبيا فصدقه علی صاحب

سیرۃ اور اکثر اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت علی ہی سب مسلمانوں سے سابق الاسلام ہیں۔ اظہار اسلام کے وقت آپ کی عمر نو برس تھی اور بعض نے کہا ہے کہ گیارہ سال تھی۔ آپ ظہور اسلام سے پہلے آنحضرتؐ کی آغوش تربیت میں تھے۔ جب خدا نے آپکو مبعوث برسالت فرمایا۔ تو آپ نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی،، چنانچہ قرآن مجید کی آیت مبارکہ والذی جاء بالصدق و صدق به اولئک هم الصادقون (پ ۲۴ ع) جو صدق لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی صادقین ہیں۔ کی تفسیر میں مروی ہے والذی جاء بالصدق رسول اللہ۔ والذی صدق به علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یعنی جاء بالصدق سے مراد رسول خدا اور صدق به سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں،، (تفسیر درمنثور ج ۵ ص۲۲۸) اور اس پر تو تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ حضرت علی نے مہد سے لحد تک ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی شرک نہیں کیا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کرم اللہ وجہہ (صواعق محرقہ ص۷۶ طبع قدیم مصر) میں سمجھتا ہوں کہ خود رسول خدا کے فیصلہ کے بعد یہ نزاع فضول ہے کہ ،، اولکم اسلاما علی ابن ابی طالبؑ،، تم سب سے علیؑ سابق الاسلام ہیں (استیعاب ابن عبدالبر ج ۲ ص۴۵۵) وانه اول اصحابی اسلاما۔ واکثرهم علما وآعظمهم حلما،، کہ حضرت علیؑ میرے تمام اصحاب سے سابق الاسلام سب سے زیادہ العلم اور عظیم الحلم ہیں (ایضاً ص۴۶) اب بھی جو اس فیصلہ کو نہیں تسلیم کرے گا وہ اس آیت کی تہدید سے نہیں بچ سکتا ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا (پ ۵ ع)

خود حضرت امیرؑ اس بات کے مدعی بھی تھے فرماتے ہیں انا اول من صلی واول من آمن باللہ ورسوله ولم يسبقنی الی الصلوة الا نبی اللہ، میں پہلا شخص ہوں جس نے (رسولؐ کے ساتھ) نماز پڑھی۔ اور میں پہلا آدمی ہوں جس نے خدا اور رسول پر ایمان لانے کا اظہار کیا اور سوائے جناب رسول کے اور کسی شخص نے نماز پڑھنے میں مجھ پر سبقت نہیں کی،، (استیعاب ج ۲ ص۴۵۸/۴۵۹) اور آپ کا یہ مشہور شعر بھی اس سلسلہ میں نص صریح کی حیثیت رکھتا ہے۔

سبقتکم الی الاسلام طرا ✤ غلاما ما بلغت اوان حلمی

میں نے اظہار اسلام میں اس وقت تم سب لوگوں پر سبقت کی جبکہ میں ہنوز سن بلوغت کو بھی نہیں پہنچا تھا ابوبکر صاحب (جن کی سبقت اسلامی کے بڑے ڈھنڈورے پیٹے جاتے ہیں) کے متعلق خود مورخین اہلسنت کی تصریحات موجود ہیں کہ ان سے پہلے بہت سے لوگ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ حتیٰ کہ مورخ جلیل علامہ طبری نے تو یہ روایت درج کی ہے کہ ان سے پہلے پچاس سے زیادہ آدمی ایمان لا چکے تھے۔ چنانچہ ابن حمید نے محمد بن موسیٰ سے روایت کی ہے کہ محمد کہتے ہیں قال قلت لابی کان ابوبکر اولکم اسلاما فقال لا واسلم قبله اکثر من خمسین،، میں نے اپنے باپ (موسیٰ) سے دریافت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کیا کیا ابوبکر تم لوگوں سے پہلے اسلام لائے تھے؟ کہا نہیں۔ ان سے پہلے پچاس سے زیادہ آدمی اسلام لا چکے تھے،، (تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۱۵ طبع مصر) علاوہ بریں ان کی سابق الاسلامی کے متعلق نہ کوئی حدیث رسول موجود ہے۔ اور نہ ہی تاریخ سے خود آپ کا یہ دعویٰ کرنا ثابت ہے۔ بلکہ یہاں تو مدعی سست وگواہ چست والا معاملہ ہے اور عمر صاحب کا بعثت کے چھٹے سال اسلام لانا۔ پہلے ایمان عمر کے حالات میں درج کیا جا چکا ہے۔ لہذا بنابریں ماننا پڑتا ہے کہ اصحاب ثلاثہ سبقت اسلامی کے اس شرف سے محروم ہیں۔

ہجرت حبشہ کا اجمالی تذکرہ

اور اگر اس سبقت سے سبقت فی الہجرت مراد لی جائے۔ تو باتفاق تمام اہل اسلام ہجرت حبشہ کو تقدم زمانی حاصل ہے کیونکہ وہ اس مدینہ والی ہجرت سے پہلے واقع ہوئی تھی اس میں ضرور اختلاف ہے کہ اس ہجرت میں مہاجرین کی تعداد کیا تھی؟ چنانچہ حاشیہ قرآن مترجم مولوی نذیر احمد ص ۱۹۳ وحائل مترجم مولوی شاہ عبدالقادر ص ۱۹۲ پ ۷ ع ۱) میں ان کی تعداد اسّی لکھی ہے اور قرآن مجید مترجم مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مقدمہ ص ۳۶ پر ان کی تعداد تین سو درج ہے۔ طبقات ابن سعد مطبوعہ لیدن ج ۱ ص ۱۳۸ میں ایک سو سے زائد تعداد لکھی ہے۔ عینی شرح بخاری ج ۸ ص ۷۱ میں بیاسی نفوس کا تذکرہ ہے روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۹۰ میں نوے سے زائد تعداد لکھی ہے اور روضۃ الصفا ج ۲ ص ۴۵ و مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۷ میں صرف جماعت کثیرہ لکھی ہے، بہر نوع تعداد جو بھی ہو مگر ایک بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ابوبکر و عمر اس جماعت مہاجرین اولین میں ہرگز شامل نہیں تھے اور اسی ہجرت کو مورخین نے الہجرۃ الاولیٰ قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۲۱ طبع مصر) لہذا اس معنی کے اعتبار سے بھی حضرات کے خاص ممدوحین اصحاب ثلاثہ اس سعادت سے تہی دامن نظر آتے ہیں افسوس ہے کہ مریدان باصفا ہاتھ پیر تو بہت مارتے ہیں مگر

؎ کوئی امید بر نہیں آتی کوئی صورت نظر نہیں آتی

سچ ہے ؎ ہستی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ٭ کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

اور اس سبقت سے سبقت فی النصرت مراد لی جائے تو پہلے اس سے مہاجرین خارج ہو جائینگے اور دوسرے انصار ہونے میں سبقت کرنا بظاہر نظروں میں جچنے والی بات نہیں (اگرچہ تاویل بعید ممکن ہے)

ثانیاً دیکھنا یہ ہے کہ مہاجرین و انصار سے یہ جنت الفردوس کے جو وعدے کئے گئے ہیں یہ مطلق ہیں یا کچھ شرائط کے ساتھ مشروط ہیں؟ اس سلسلہ کی پہلی آیت کے جواب میں یہ بات قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح و آشکارا کی جا چکی ہے کہ یہ وعدے مطلق نہیں بلکہ صدق ایمان، عمل صالح، خلوص نیت اور استقامت کے ساتھ مشروط ہیں نیز اسی مقام پر نیز دوسرے کئی مقامات پر کئی بار یہ حقیقت بھی آشکارا کی جا چکی ہے کہ اصحاب ثلاثہ میں شرائط موجود نہیں لہذا بموجب ورد اذا فات الشرط فات المشروط، وہ وعدے جنت بھی ان کے حق میں کالعدم سمجھے جائیں گے۔

یہاں تک تو روئے سخن مہاجرین کی طرف تھا بفضلہ تعالیٰ ثابت ہو گیا کہ شرف ہجرت انہی لوگوں کو حاصل رہے گا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جو مومن مخلص اور مجاہد صابر ہونگے اور شاک و مرتاب نہیں بلکہ دین مبین پر ثابت مستقیم ہونگے۔

انصار میں وہ لوگ بھی تھے جو رسولؐ خدا پر اعتراض کیا کرتے تھے

اسی طرح جن انصار کی مدح کی گئی ہے ان سے مراد وہ انصار ہیں جنہوں نے خلوص نیت کے ساتھ "قربتہ الی اللہ" جان و مال سے اسلام اور مسلمانوں کی نصرت و اعانت کی ان میں ایسے لوگ ہرگز شامل نہیں جن کی نیتیں خالص نہ تھیں یا جن کے اعمال و افعال شائستہ نہ تھے ورنہ ظاہر ہے کہ بظاہر انصار کے زمرہ میں ایسے لوگ بھی داخل تھے جو آنحضرتؐ پر تقسیم غنائم وغیرہ کے سلسلہ میں زبان اعتراض دراز کیا کرتے تھے جس کی قرآن ان الفاظ میں خبر دیتا ہے "ومنہم من یلمزک فی الصدقات فان اعطوا منہا رضوا وان لم یعطوا منہا اذا ہم یسخطون (پ ۱۰ س توبہ ع ۷) اے رسول! ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو صدقات و خیرات کے تقسیم کرنے میں تجھ پر عیب لگاتے ہیں اگر ان کو خواہش کے مطابق حصہ مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر (مرضی کے مطابق حصہ نہ ملے تو پھر ناراض ہو جاتے ہیں۔

(بخاری ج ۲ صفحہ ۶۲۱ (مصحح مولوی خلیل احمد سہارنپوری) میں ہے انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ قال ناس من الانصار الخ، یعنی جب مال ہوازن آنحضرت نے تقسیم کیا تو اس میں سے سو سو اونٹ قریش کو دیئے اس پر انصار نے کہا خدا رسول کو معاف کرے وہ قریش کو دیتے ہیں اور ہمیں نہیں دیتے حالانکہ قریش کے خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہے ہیں" بخاری کی اسی جلد صفحہ ۸۸ پر عبداللہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت نے جنگ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا تو ایک انصاری نے کہا ما اراد بہا وجہ اللہ۔ یعنی اس تقسیم میں رسول خدا نے اللہ کی رضا جوئی کو سامنے نہیں رکھا (معاذ اللہ) میں نے جا کر جب آنحضرت کو اس بات کی اطلاع دی تو چہرہ اقدس کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا۔ خدا موسیٰ پر رحمت نازل کرے ان کو اس سے بھی زیادہ اذیت دی گئی تھی مگر انہوں نے صبر کیا (لہذا میں بھی صبر کرتا ہوں) جنگ بدر سے جو مال غنیمت ہاتھ آیا تھا اس سے ایک اوڑھنے کی چادر اور ایک لنگی گم ہو گئی کچھ حضرات نے یہ خیال کیا کہ یہ چیزیں آنحضرت نے اڑائی ہیں اس پر خدا نے رسول کی صفائی میں قرآن نازل کیا ماکان لنبی ان یغل ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ (پ ۴ س آل عمران ۸) یہ کسی نبی کی شان نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا اسے وہ چیز بروز قیامت لانی پڑے گی" (ملاحظہ ہو ترجمہ مولوی شاہ عبدالقادرؒ، مولوی نذیر احمد و تفسیر حسینی ج صفحہ ۸۷/۸۸ وغیرہ) انہی وجوہ کی بنا پر مفسر بیضاوی نے والذین تبوؤا الدار کی تفسیر میں لکھا ہے۔ المراد بہم الانصار الذین ظہر صدقہم" کہ اس سے مراد ہیں۔ انصار ہیں جن کی صداقت ظاہر ہو چکی ہے"

ان حقائق کی روشنی میں شمس نے نصف النہار واضح و آشکار ہو گیا ہے کہ مہاجر ہوں یا انصار یا ان کے تابعین ابرار خوشنودی پروردگار اور جنت الفردوس کا پروانہ انہی کو ملے گا۔ جن کا ایمان صحیح اور عمل صحیح ہو گا وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (وقلیل ما ہم)۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

؎ یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ؛ ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں ؟

اصحاب ثلاثہ اس سعادت سے بہر حال محروم ہیں۔ باقی رہا رفیق کار کا سفر غار تو اس پر ہم وہاں تنقید و تبصرہ کریں گے جہاں مولف آیت غار پیش کریں گے۔ فانتظروا انی معکم من المنتظرین ؛

چھٹی آیت لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و کلاً وعد اللہ الحسنیٰ (پ ۲۷ س حدید ع ۱۷ ترجمہ، ان اشخاص کی برابری کوئی نہیں کر سکتا۔ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال خرچ کیا اور کفار سے لڑے۔ یہ لوگ بہت اعلیٰ درجے والے ہیں۔ ان لوگوں نے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور دشمن سے لڑے اور سب کے لئے وعدہ اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہے اس آیت میں ایزد متعال نے اس بات کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے یاران رسولؐ جنہوں نے جانی و مالی خدمت کی بہت بڑا رتبہ رکھتے ہیں اب کوئی شخص انکار کر سکتا ہے کہ اصحاب ثلاثہ پہلے گروہ میں داخل ہیں جو فتح مکہ سے پہلے اپنی جان و مال کو آقائے نامدار رسول پاک پر نثار کئے ہوئے تھے اور کفار نابکار سے جہاد و قتال کرتے رہے۔ ابوبکر نے اپنا سارا مال جو گھر میں رکھتے تھے لاکر پیش کر دیا اور خود کمبل اوڑھ لیا پھر غار ثور میں انہی کے گھر سے سید النس جان کا نان و نفقہ پہنچتا رہا۔ الخ (آفتاب ص ۶۵)

الجواب:- اس آیت مبارکہ میں پروردگار عالم نے فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد جانی اور مالی قربانیاں دینے والوں کے مدارج کا تفاوت بیان فرمایا ہے کہ پہلی قسم کو دوسری قسم پر فضیلت حاصل ہے ہمارا اس ارشاد ربانی پر مکمل ایمان ہے بھلا کون ایسا مسلمان ہو سکتا ہے جو ارشاد رب العباد میں شک و شبہ کر سکے ؟ مگر اس سے محبان ثلاثہ کے ہاتھ کیا آیا ؟ خیر سے ان کے ممدوحین تو نہ پہلے زمرہ میں داخل ہیں اور نہ دوسرے گروہ میں شامل یعنی ع نہ الی الذی نہ الی الذی جہاں تک اُن کی جانی قربانیوں کا تعلق ہے وہ بالتفصیل پہلی آیت کے جواب میں ذکر ہو چکی ہیں کہ نہ فتح مکہ سے قبل اور نہ اس کے بعد تو کبھی کسی کافر کو ضرب لگائی تھی نہ کبھی کسی سے کوئی چوٹ کھائی تھی اور نہ کبھی کسی جنگ میں ثابت قدمی دکھائی تھی۔ ع این سعادت بزور بازو نیست !

- اور جہاں تک ان حضرات کی مالی قربانیوں کا تعلق ہے اگرچہ ان کے مریدان باصفا اس سلسلہ میں بہت کچھ بیان کیا کرتے رہتے ہیں (جس کا ایک شمہ اسی آیت کے ذیل میں مولوی کرم الدین صاحب نے بھی بیان کیا ہے) مگر افسوس ہے کہ قرآنی حقائق اور تاریخی مسلمات سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس ثبوت ملتے ہیں ان لوگوں کو مال خرچ کرنے سے زیادہ مال جمع کرنے کی فکر دامن گیر رہتی تھی چنانچہ جب جنگ اُحد میں یاران رسول آنحضرتؐ کو چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گئے اور آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا کہ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے ؟ تو آپ نے عرض کیا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"ایا کافر شوم بعد از ایمان مرا تبو کار است یا یاراں و برادراں کہ در پئے غنیمت رفتند و ہزیمت خوردند چہ کار دارم"
(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۶۷) کیا ایمان کے بعد کافر بنوں؟ مجھے آپ سے واسطہ ہے مجھے اُن یاروں سے کیا سروکار جو مال غنیمت کے پیچھے دوڑے اور شکست کھائی"

جناب مولانا شبلی نعمانی صاحب نے یہ لکھ کر ان کا رہا سہا بھرم کھول دیا کہ "ان کو مال غنیمت سے زیادہ کوئی شئی عزیز نہ تھی۔ غنیمت اس قدر محبوب تھی کہ ان کو کفار کے مسلمان ہو جانے پر رنج ہوتا تھا کہ اس کا مال نہ ملے گا۔ آنحضرت کی خبر شہادت سن کر اصحاب ایسے بھاگے کہ بعضوں نے تو مدینہ سے اِدھر دم نہ لیا۔ حضرت عمر و طلحہ اور دیگر مہاجرین و انصار نے مایوس ہو کر سپر ڈال دی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ اور علیحدہ جا کر بیٹھ گئے الخ (سیرۃ النبی ج ۱)

سارا مال خرچ کرنا تو کجا قرآن و حدیث سے تو یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ راہ خدا میں چند درہم بھی خرچ نہیں کر سکتے چنانچہ آیت مبارکہ یاایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ" (پ ۲۸ س مجادلہ ع ۲) اے ایمان کے دعویدارو! جب رسول سے تخلیہ میں کوئی بات کرنا ہو تو اس سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو" کے شان نزول کے متعلق قریباً سب مفسرین و محدثین نے یہی لکھا ہے کہ اصحاب رسول یکے بعد دیگرے ہر وقت اور دیر تک آنحضرتؐ سے تخلیہ میں باتیں کرتے رہتے تھے جس سے آنحضرتؐ کو اذیت تو ہوتی تھی مگر اپنے حسن خلق کی وجہ سے کچھ نہ کہتے تو بالآخر خدائے تعالیٰ نے ان لوگوں کے خلوص و ایمان کا امتحان لینے کی خاطر یہ حکم نازل کیا کہ تخلیہ سے پہلے کچھ مال بطور صدقہ دیا کرو۔ بنا بر مشہور دس روز تک یہ حکم برقرار رہا۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ سوائے شاہ اولیا علی مرتضیٰ کے اور کسی نے اس پر عمل نہ کیا آپ کے پاس کل ایک دینار تھا جسے تڑوا کر آپ نے دس درہم لئے اور ہر روز ایک درہم صدقہ دیتے اور آنحضرتؐ سے راز کی باتیں کرتے حتیٰ کہ اس اثنا میں دس مرتبہ آنحضرتؐ سے راز و نیاز کی باتیں کیں مگر دوسرے صحابہ نے اس دوران تخلیہ کا نام بھی نہ لیا جو غریب و نادار تھے وہ اپنی غربت و تنگدستی کی وجہ سے رک گئے اور جو متمول و مالدار تھے ان کو مال خرچ کرنے کی توفیق نہ ہوئی اس کے بعد خدا نے یہ فرمایا کہ اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقٰت الآیۃ یہ حکم منسوخ کر دیا۔ تفسیر درمنثور ج ۶ ص ۱۸۵ تفسیر حسینی ج ۲ ص ۳۸۶ وغیرہ)

یہ جناب ابوطالبؑ ان کے عظیم فرزند حضرت علیؑ، جناب جعفر طیار اور حضرت حمزہ، جناب سلمان محمدی، جناب ابوذر غفاری جناب مقداد اور حضرت عمار و امثالہم تھے جن کی جانی و مالی قربانیوں کی بدولت درخت اسلام پھلا، پھولا اور پروان چڑھا۔

ولولا ابوطالب وابنہ = لما مثل الدین شخصًا فقاما

یعنی ؎ گر نبودے دست حیدر ذوالفقار = کے شدے اللہ اکبر آشکار

مولف نے ابوبکر صاحب کے جس مالی ایثار کا تذکرہ کیا ہے اگر جرأت ہے تو اصول مناظرہ کے مطابق ہماری معتبر کتابوں سے اس کا ثبوت مہیا کریں۔ وہ حملہ حیدری قسم کی شاعرانہ کتابوں سے مطلب برآری نہیں ہو سکتی ورنہ دعویٰ بلا دلیل سے سوائے رسوائی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دجگ ہنسائی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اس کے برعکس کتب اہلسنت سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ بوقت ہجرت طعام رسانی کا انتظام کرنے کا حضرت علیؑ کو حکم دے گئے تھے (ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۴۴، ۲۴۵) چنانچہ اُن کے تشریف لے جانے کے بعد جب تک آنحضرتؐ غارِ ثور میں قیام پذیر رہے حضرت علیؑ ہی اُنکے خورد و نوش کا بندوبست کرتے رہے (ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور ج ۳ ص ۲۴۰ سیرۃ حلبیہ ج ۲ ص ۴۳ طبع مصر)

من آنچہ شرط بلاغ است باتو می گویم ٭ تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

ابوبکر صاحب آنحضرتؐ پر اپنا مال خرچ کرنے کی بجائے اللہ اُن سے مال ہتھیاتے تھے چنانچہ درہم سے خریدکردہ اُونٹنی آنحضرتؐ کے ہاتھ درہم میں صرف سو درہم نفع پر فروخت کی تھی۔ (ملاحظہ ہو مدارج النبوۃ ج ص)

ساتویں آیت

ھوالذی آیدک بنصرہ وبالمومنین والف بین قلوبھم لو انفقت مافی الارض جمیعًا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم یاایھا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المومنین (پ ۱۰ س انفال ع ۴) وہ اس خدا نے اے رسول تجھے خاص اپنی نصرت سے تائید کی اور مومنوں کی جماعت سے اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا اگر تو ساری زمین کی دولت خرچ کر دیتا ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا تھا وہ زبردست حکمت والا ہے اے نبی تجھے کافی ہے اللہ اور تیرے پیروکار مؤمن،، اس جگہ خداوند عالم رسول پاک کو تسلی بخش الفاظ میں فرماتا ہے کہ ہر چند کفار مکہ لڑائیں تیرا بال بیکا نہیں کر سکتے آخر میدان آپ کے ہاتھ میں ہوگا آپ کی حامی اور مؤید ایک تو ہماری نصرت ہے۔ دوسرا آپ کے ماتحت وہ الٰہی فوج ہے جس کا معائنہ ڈاکٹری نسبت امراض قلبی (فسادت وجبان) وغیرہ کرنے والے ہم خود ہیں اس بیڑہ کے جنگی ملازمین کے دل ہم نے باہم ایسے جوڑ دیئے ہیں کہ ممکن نہیں کہ کوئی ان میں پھوٹ ڈال سکے اور یہ تالیف قلوب کسی انسانی حکمت کا کام نہیں یہ صرف ہماری زبردست حکمت کا کام تھا رب العباد نے کھلے لفظوں میں فرمایا کہ جماعت رسول میں تو ایک خاص مخلص جماعت کو بارگاہ الٰہی سے مقربین کا لقب مل چکا ہے۔ پھر شیعہ باوجود الٰہی شہادت کے ان کی بابت کیسے اشتباہ کر سکتے ہیں الخ آفتاب ص ۶۵)

الجواب۔ بموجب الحق یجری علی اللسان،، (حق زبان پر جاری ہو ہی جاتا ہے والحمد للہ الذی اجری الحق علی لسانہ) مولف صاحب نے ادھر اُدھر بہت کچھ ہاتھ پیر مارنے کے بعد بے ساختہ یہ اقرار ہی کر لیا کہ جماعت رسول میں ایک خالص مخلص پاک دل گروہ ہمارے خاص حکم سے داخل کیا گیا ہے اور اسی گروہ کو مومن کا لقب مل چکا ہے،، یہی ہم کہتے ہیں کہ رسول کے ساتھ جو جماعت (مہاجرین و انصار پر مشتمل تھی) وہ ساری کی ساری ان صفات جلیلہ کی حامل نہ تھی جو ان آیات مبارکہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر اس ساری جماعت کا ڈاکٹری معائنہ نسبت امراض قلبی (فسادت جبن وغیرہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خود خدا نے کر لیا ہوتا تو وہاں نہ نفاق ہوتا نہ "شک" اور نہ باہمی بغض و عداوت ہوتی اور نہ یہ ہوتا کہ ہمیشہ ہر جنگ میں راہ فرار اختیار کرتے رہے اور نہ خدا کو بار بار ان کی مذمت میں قرآن نازل کرنا پڑتا (جیسا کہ یہ تمام حقائق سابقہ اوراق میں تفصیلاً بیان کیئے جا چکے ہیں) ورنہ اس طرح تو حکیم مطلق کے حکیمانہ معائنہ پر حرف آتا ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ اس بڑی جماعت میں مخلص مومنین کی ایک قلیل تعداد ضرور ایسی تھی جسکا دامن مذکورہ بالا نقائص سے پاک تھا۔ جس کا واحد نصب العین ہی یہ تھا کہ اپنا تن من دھن خدا کی راہ میں صرف کر کے اسلام اور بانی اسلام کی حفاظت و حراست کی جائے۔ اسی گروہ کا خدا یہاں تذکرہ فرما رہا ہے تو اب مولف کی بیان کردہ تشریح میں تھوڑی سی ترمیم کے بعد اصل تشریح یوں ہوگی کہ "اس جگہ خدائے کریم رسول پاک کو تسلی بخش الفاظ میں فرماتا ہے کہ ہر چند کفار تجھ سے مکر لڑائیں منافقین میدان چھوڑ جائیں، مشکوک الایمان بزدلی دکھائیں بدکردار بد عملی کر کے باہمی جھگڑے اٹھائیں مگر تیرا بال بیکا نہیں کر سکتے دشمن کے مقابلہ میں آپ بالکل مطمئن رہیں آخر میدان آپ کے ہاتھ میں ہوگا دشمن تیرے مقابلے کی کیا تاب رکھ سکتا ہے جب آپ کی حامی و موئید ایک تو ہماری نصرت ہے دوسرا آپ کے ماتحت وہ الٰہی فوج ہے جسکا معائنہ ڈاکٹری نسبت امراض قلبی (قساوت جبن) وغیرہ کرنے والے ہم خود ہیں" مگر افسوس مولف کے ممدوحین خاص یعنی اصحاب ثلاثہ اس مقدس گروہ میں داخل نہیں ہیں اگر جرات ہے تو پہلے ان کو منافقین کے زمرہ سے نکالو اور مخلص مومنین کے گروہ میں داخل کرو تب ہم غور کریں گے کہ یہ آیت اُن پر منطبق ہوتی ہے یا نہ؟ اگر یہ حضرات اس مقدس گروہ مومنین میں داخل ہوتے تو پھر اُن میں وہ جسمانی و روحانی امراض از قسم قساوت و جبن وغیرہ موجود نہ ہوتے جو زندگی کے ہر ہر موڑ اور حیات مستعار کے ہر ہر قدم اور ہر ہر میدان میں اُن سے ظاہر ہوتے رہے جن کے بہت سے نمونے صفحات بالا میں پیش کیے جا چکے ہیں اور مزید برآں آئندہ بیان کیئے جائینگے۔ انشاء اللہ العزیز۔ اولیک الذین لم یرد اللہ ان یطہر قلوبہم (وہ اور وہ مقدس گروہ نہیں ہے گروہ ہی جس کے اسلامی غزوات میں عدیم النظیر خدمات کا تذکرہ پہلی آیت کے ضمن میں کیا جا چکا ہے یعنی حضرت علی مرتضیٰ اور دیگر بعض اصحاب باوقار رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔ خدا رحمت کند آنقدسا شقان پاک طینت را۔

آٹھویں آیت

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود (پ ۲۶ س فتح ع ۱۳)

محمد خاص اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ (اس کے خواص) ہیں وہ کافروں پر سخت زور آور ہیں آپس میں محبت کرنے والے ہیں تو ان کو دیکھتا ہے رکوع سجود کرنے والا خدا کا فضل اور رضا چاہتے ہیں ان کے چہروں میں سجود کے نشان موجود ہیں۔ اس آیت میں حق سبحانہ و تعالیٰ ان خاصان بارگاہ احدی کے اوصاف جمیلہ کا بیان فرماتا ہے اور ان اعلیٰ ہمت جوانمردی اور باہمی اتفاق اور ان کے کریکٹر و چال چلن اطاعت الٰہی کی تعریف کرتا ہے یعنی میرے اس اسلامی شہنشاہ کی کمانڈ ان بہادروں کے ہاتھ میں ہے جو دل سے اس شہنشاہ کا ساتھ دینے والے والذین معہ کے مضمون اور معیت کے معنوں پر خوب غور فرمایئے اشداء علی الکفار دشمن کی فوج پر غیظ و غضب سے ٹوٹ پڑنے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

والے دشمنی پر ان کی شدت قہر و صولت کا ایک ایسا اثر پڑتا ہے کہ دیکھتے ہی ان کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں رحماء بینھم، آپس میں ایک دوسرے پر جان دینے والے صحابہ کرام کے باہمی اتفاق کو ظاہر کرنے کے لئے "رحماء" کا لفظ کس قدر موزوں ہے وصف رحیمیت ہزار ہزار اتفاق کو اپنے اندر لپیٹے ہوئے ہے تراھم رکعاً یعنی باوجود اس اقتدار عظیم کے جو اسلامی سرداروں کو حاصل ہے پھر بھی رکعاً یعنی سرنیاز خم کیئے ہوئے سجداً بلکہ سرنیاز زمین پر رکھے ہوئے دیکھ لو۔ یبتغون فضلاً الخ یہ خدائی پیٹن کے افسر کسی دنیوی اعزاز کے طالب اور دولت کے خواہاں نہیں۔ ہاں صرف اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سیماھم ان کے ماتھوں پر امتیازی خدائی نشان کثرت سجود کے باعث تاباں و درخشاں ہیں دونوں آیات متذکرہ بالا اس امر کی شاہد عادل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں صحابہ کرام میں ایسی سچی محبت والفت اور ایک دوسرے سے پیار تھا جو زائل ہونے والا نہ تھا یہ تو الٰہی شہادت ہے لیکن شیعہ صاحبان اس کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ اور تو اور حضور علیہ السلام کے خاص الخاص اصحاب واحباب کے دل بھی صاف نہ تھے بلکہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کینہ وحسد دل میں رکھتے تھے اصحاب ثلاثہ کو حضرت سے بیر تھا اور علی مرتضیٰ کو ان سے خصومت۔ پھر قارئین کرام خود ہی انصاف کریں کہ شیعہ کو سچا جانیں یا قول خدا پر ایمان لائیں الخ ..... آفتاب ص ۶۶/۶۷)

الجواب۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس آیت مبارکہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حقیقی ایمانی و روحانی معیت کاملہ رکھنے والے افراد کاملہ و نفوس زاکیہ کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے مگر اس سے ہمارے بھائیوں کو کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ان کے خاص الخاص ممدوحین صحابہ یعنی اصحاب ثلاثہ اور ان کے تابعین اس مقدس جماعت میں ہرگز شامل نہیں ہیں کیونکہ اس آیت مبارکہ میں جس قدر اس مقدس جماعت کے اوصاف حسنہ بیان کئے گئے ہیں ان میں ان کا فقدان نظر آتا ہے اس حقیقت کو بخوبی سمجھنے کے لئے درج ذیل امور پر غور کرنا ضروری ہے۔

والذین معہ کے مصداق کی تحقیق

سب سے پہلی قابل غور بات یہ ہے کہ "والذین معہ" میں معیت کے اقسام شش گانہ سے مراد کیا ہے؟ آیا اس سے معیت ایمانی مراد ہے یا ۲۔ معیت فی النصرۃ والاعانۃ یا ۳۔ معیت فی الذات یا ۴۔ معیت فی الصفات یا (۵) معیت فی الزمان یا (۶) معیت فی المکان؟ آخری دو معنی یعنی معیت زمانی و مکانی تو قطعاً مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ امر بالبداہت ثابت ہے کہ یہ معیت مومن و کافر کے درمیان بھی ثابت ہے (دونوں ایک مقام میں ہوتے ہیں) ایک زمان میں ہوتے ہیں البتہ باقی اقسام کا احتمال برابر ہے اگرچہ پہلی قسم اظہر ہے بہر حال و بہر صورت اہلبیت نبوت تو اس کے فرد اکمل نظر آتے ہیں اور اصحاب ثلاثہ خارج اگر اس معیت سے معیت ایمانی مراد لی جائے تو یہ خانوادہ عصمت و طہارت فطری مسلمان ہے بعد بعد واضحاً قطعاً۔ انہی کو پیغمبر اسلام نے کل ایمان فرمایا ہے (حیوٰۃ الحیوان) اور انہی کے ایمان کو چودہ طبق سے بھاری قرار دیا ہے (الریاض النضرۃ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اوران کی ایک ضرب کو ثقلین کی عبادتوں پر فوقیت دی ہے (اربعین رازی) یہی بزرگوار تھے جو ابتداء سے انتہا تک رسول کے ساتھ تھے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی کفار کا ساتھ نہیں دیا لیکن اس میں اصحاب ثلاثہ ہرگز شامل نہیں ہیں کیونکہ پہلی آیت کے جواب میں تفصیلی دلائل سے ان کا عدم ایمان کو ثابت کیا جا چکا ہے لہذا جب تک ان کے بھی خواہ پہلے ان کا ایمان ثابت نہ کریں اس وقت تک ان کو اس مقدس جماعت میں داخل کرنے کی سعی مشکور نہیں ہو سکتی۔

اور اگر معیت فی النصرہ والاعانت ہے تو اہلبیت نبوی سے بڑھ کر کون معین و مددگار رسول تھا سوائے حیدر کرار جعفر طیار، حمزہ جرار اور عبیدہ نامدار (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے اور کون شیر بیشہ شجاعت تھا جس نے اپنی جان کی بازی لگا کر اسلام و بانی اسلام کی حفاظت و سرفرازی کے لئے اس طرح کام کیا کہ آسمانی فرشتوں نے ندیہ تقدیر پڑھے۔

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

انہی کی بدولت اسلام کو چار چاند لگ گئے اور جہار دانگ عالم میں اس کے ڈنکے بجنے لگے اور کفر کے پرچم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو گئے اور الا ان حزب اللہ ھم الغالبون کے روح پرور مناظر دیکھے گئے وہ لوگ اس کا مصداق نہیں ہو سکتے جن کی تلواریں طول میں سات بالشت اور عرض میں ایک بالشت تھیں۔ مگر میدان وغا میں کبھی میان سے نکلنے کی نوبت نہیں آئی تھی (کما نقل عن روضۃ الصفا) اور کبھی راہ خدا میں چوٹ کھانا اور کسی کافر کو قتل کرنا تو کجا اسلامی غزوات میں ان کا کوئی کبھی مارنا بھی ثابت نہیں ہے اور اگر معیت فی الذات مراد ہے تو مذکورہ بالا مقدس افراد کے علاوہ کون آنحضرت سے نسبی قرابت قریبہ رکھتا ہے اور کون ہے جس کے متعلق پیغمبر اسلام نے انا و علی من نور واحد (ریاض نضرہ ج ص ۱۶۴) - انا و علی من شجرۃ واحدۃ والناس من اشجاد شتی (ارجح المطالب ص) علی منی وانا منہ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۸) اور لحمک لحمی ودمک دمی فرمایا ہو حضرت ثمانیہ جو تیمی رعدی اور اموی شجرہ ملعونہ فی القرآن کے افراد ہیں ان کو پیغمبر کی ذات سے کیا ربط و تعلق ہے؟

اور اگر معیت فی الصفات مراد ہے تو خانوادۂ رسالت کے علاوہ اور کون ہے جو صفات نبوی کا آئینہ بردار ہو اور سوائے نبوت اور اس کے خصائص کے باقی تمام صفات کمالیہ اور نعوت جمالیہ میں رسول اسلام کے ساتھ مشارکت رکھتا ہو اور انفسنا وانفسکم کا مصداق ہو۔ وہ اس معیت میں کس طرح شریک رسول ہو سکتے ہیں جن کو خود مدت العمر میں یہ علم نہیں تھا کہ وہ خلیفہ رسول (آنحضرت کے قائمقام اور ان کی صفات کے مظہر) ہیں یا خالفہ (وہ احمق جس کے کوئی خیر و خوبی نہ ہو) ہیں؟ (نہایہ ابن اثیر ج ۱ ص ۳۵ / ۳۵۱ طبع مصر)

اشداء علی الکفار کی تحقیق

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ اشداء الکفار کے مصداق کون ہیں؟ پہلا مرحلہ (والذین معہ کے مصداق معین ہو جانے) کے بعد اب دوسرے صفات کے مصداق خود بخود معلوم ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ فقرے اشداء علی الکفار رحماء بینھم، تراھم رکعًا الخ.....) اسی مبتدا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(والذین معہ) کی خبر بعد خبر ہیں۔ تو جب والذین معہ کے مصداق اہلبیت نبوت اور ان کے خالص اتباع ہیں (جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے) تو وہی ذوات مقدسہ ان صفات جلیلہ کے حامل بھی ہونگے۔ مطلب یہ کہ جو آنحضرت کے ساتھ ہیں وہی کافروں پر سخت اور باہم مہربان ہیں۔ الخ

ولی اللہی تفسیر اور اس پر تنقید

یہ مطلب عقلاً و نقلاً کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ آیت کے حصے بخرے کر دیے جائیں اور ہر ہر صفت کا موصوف علیحدہ علیحدہ قرار دیا جائے جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے ازالۃ الخفا مقصد اول صـ ۲۳۸ پر لکھا ہے (اور بالعموم متقدمین اہلسنت بھی یہی راگ الاپا کرتے ہیں) کہ والذین معہ سے ابوبکر۔ اشداء علی الکفار سے عمر رحماء بینھم سے عثمان تراھم رکعاً سجداً سے حضرت علی یبتغون فضلاً سے مراد طلحہ و زبیر اور سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود سے عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ بن جراح مراد ہیں یہ تفسیر نہ عقلاً درست ہے اور نہ نقلاً عقلاً اسلئے درست نہیں کہ باتفاق نحویین و مفسرین والذین معہ مبتدا ہے اور اشداء علی الکفار رحماء بینھم الخ اس کی خبر بعد ہے۔ مطلب یہ کہ جو والذین معہ کے مصداق ہیں وہی اشداء علی الکفار وہی رحماء بینھم ہیں باوجود ان فقروں کے مبتدا و خبر اور موضوع و محمول ہونے کے اگر الذین معہ کا مصداق ابوبکر اور اشداء علی الکفار کا مصداق عمر کو دھکذا ہر ہر صفت کا مصداق ایک ایک شخص کو قرار دیا گیا تو پھر معنی یہ ہونگے ہیں کہ ابوبکر، عمر ہیں اور عمر عثمان ہیں یہ حمل جزئی حقیقی یہ جزئی حقیقی ہے جو تمام اہل منطق کے نزدیک عقلاً محال ہے۔ اگر اس حمل کو ممکن ثابت کر دیا جائے تو پھر یہ ترتیب بھی ممکن ہو سکتی ہے دلیس فلیس دیسے تو ہم بھی اصحاب ثلاثہ کے فی الجملہ باہمی اتحاد کے قائل ہیں مگر صفات میں نہ ذات میں "فتدبر فانہ دقیق"

علاوہ بریں کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اگر شیعہ یہ کہیں کہ آیت مبارکہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ الخ میں والذین اٰمنوا سے مراد حضرت علی ہیں تو زمین سر پر اٹھا لی جاتی ہے کہ جمع سے واحد کیونکر مراد ہو سکتا ہے؟ اور یہاں خود جمع سے واحد مراد لے رہے ہیں کہ والذین معہ سے ابوبکر اشداء علی الکفار سے عمر اور رحماء بینھم سے مراد عثمان ہیں یہاں ایک اللہ کہتہ بھی توجہ کے قابل ہے کہ شیعوں پر تو بڑے شد و مد سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ سوائے چند اصحاب کے دوسروں کے قائل نہیں لیکن یہاں خود اعتراض کنندگان نے اسی چیز کا مظاہرہ کیا ہے کیا ان کو رسول پاک کے ہزاروں بلکہ لاکھوں اصحاب میں سے صرف یہی آٹھ دس افراد اس آیت کے مصداق ملے ہیں؟ اور نقلاً اس لئے درست نہیں کہ والذین معہ کا مصداق اس لئے ابوبکر کو قرار دیا جاتا ہے۔ کہ وہ غار ثور میں اور سفر ہجرت میں آنحضرت کے ساتھ تھے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ معیت زمانی و مکانی میں کوئی فضیلت کی بات نہیں ہے یہ تو کافر مومن کے درمیان بھی ہوتی رہتی ہے بالخصوص معیت فی الغار ابوبکر کے لئے کوئی باعث افتخار کارنامہ نہیں بلکہ الٹا ان کے لئے باعث عار و شنار ہے جیسا کہ اس آیت کے ذیل میں ہم ذکر کریں گے۔

؎ بس کن حدیث غار کہ ننگ است نزد عقل ÷ آں حزن و بے قراری شیخ معتمر

عمر کو اشداء علی الکفار اس لئے قرار دیا جاتا ہے کہ کہتے ہیں انہوں نے مدۃ العمر میں نو نو نافی ایک شخص کو قتل کیا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تھا۔ اور ہمارے مخاطب لکھتے ہیں کہ "دشمن پر ان کی شدت قہر و صولت کا یہ اثر پڑتا تھا کہ ان کو دیکھتے ہی ان کے چھکے چھوٹ جاتے تھے" مگر تاریخی حقائق اس کے برعکس یہ شہادت دیتے ہیں کہ کفار کو دیکھتے ہی عمر پر ان کی شوکت و صولت و صلابت کا کچھ ایسا اثر پڑتا تھا کہ چھکے چھوٹ جاتے تھے پیغمبر اسلام کو نرغۂ اعداء میں گھرا ہوا چھوڑ کر پہاڑوں میں جا کر پناہ لیتے اور بزدائے کوہی کی طرح اچکتے پھرتے اور پوری زندگی میں صرف خیبر میں دو بار قیادت جنگ ملی تھی مگر ہر بار کفار کے ادھے حملے کی بھی تاب نہ لا سکے اور مع الخیر بھاگ کر اور جان بچا کر واپس آ گئے اور جب خیبری قلعے سے باہر نکلے تو حضرت عمر کے قدم نہ جم سکے اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ فوج نے نامردی کی لیکن فوج نے خود ان کی نسبت یہی شکایت کی،، (سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۵۶ شبلی نعمانی) جنگ خندق میں جب عمرو بن عبدود نے ھل من مبارز؟ کا نعرہ بلند کیا تو ہمارے بھائیوں کے اشداء علی الکفار پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ گویا روح تن سے مفارقت کر گئی خدا نے اسکی یوں تصویر کشی فرمائی ہے (رایتھم ینظرون الیك تدور اعینھم کالذی یغشی علیہ من الموت۔ گھبراہٹ سے تمہاری طرف دیکھتے تھے اور ان کی آنکھیں اسطرح گھومتی تھیں جیسے کسی شخص پر موت کی بیہوشی طاری ہو (پ ۲۱ احزاب ع ۲) (روضۃ الصفا ج ۲ ص ۱۲۹/۱۳۰ معارج النبوۃ ص ۶۱ وغیرہ) انہی اشداء علی الکفار سے جب آنحضرت نے فرمایا کہ مکہ جاؤ اور کفار سے کہو کہ ہم صرف عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آ رہے ہیں تو جناب عمر نے اپنی شدت کا یوں ثبوت دیا کہ یا رسول اللہ ان کی طرف سے مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے علاوہ بریں میرے قبیلے بنی عدی کا بھی کوئی شخص مکہ میں موجود نہیں ہے جو مجھے پناہ دے میری رائے یہ ہے کہ حضرت عثمان بھیجے جائیں کیونکہ وہ خاندان بنو امیہ کے ایک باعزت رکن ہیں،، (تاریخ الامۃ ج ۱ ص ۱۲۹ از حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری) الغرض کسی ایک اسلامی جنگ میں بھی ان کا جم کر کفار سے لڑنا ثابت نہیں یہی اشداء علی الکفار ہیں جن کے متعلق شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ "خلافت کے زمانہ میں وہ کافروں کے ساتھ جس رحمدلی اور لطف سے برتاؤ کرتے تھے آج مسلمان سے مسلمان نہیں کرتے،، (الفاروق ج ۲ ص ۲۳۵) کیا اشداء علی الکفار ایسے ہی ہوتے ہیں؟ شرم شرم

؎ گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد ؛ وائے گر پس امروز بود فردائے

ان حقائق سے واضح و عیاں ہو گیا کہ عمر کا اشداء علی الکفار ہونا محض بے بنیاد مفروضہ ہے البتہ وہ اشداء علی الآل و الاصحاب ضرور تھے اور بقول بعض علماء حدیث جناب خلیفہ ثانی اس شدت و صلابت میں لاثانی تھے۔

؎ نہ خوف از خدا و نہ بیم از رسول،، دروازہ جناب سیدہ عالم پر کھڑے ہو کر کہا کہ اگر آپ کے ہاں لوگ اس طرح جمع کرتے رہیں تو میں ان کی وجہ سے گھر میں آگ لگا دوں گا،، (الفاروق شبلی ج ۱ ص ۵۶ منتہی) کہ اس معصومہ بی بی کو وہ صدمہ پہنچایا کہ جناب محسن کی شہادت واقع ہو گئی (الملل والنحل ص ۲۶ طبع ایران) وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور جہاں تک رحماء بینہم کے رحم و کرم کا تعلق ہے اس کا کچھ شمہ قبل ازیں اسلام کی تصویر کشی اور پہلی آیت کے جواب میں بیان ہو چکا ہے۔ اور کچھ بعد ازیں مطاعن عثمان کے ضمن میں بیان کیا جائے گا یہاں اتنا اشارہ کافی ہے کہ وہ دوسروں پر نہیں۔ البتہ اپنے اقرباء و اعزا پر بہت ہی رحم کیا کرتے تھے چنانچہ اپنے مادری بھائی ولید بن عقبہ جیسے شراب خوار کو کوفہ کا حاکم بنا دیا جس نے صبح کی نماز چار رکعت پڑھائی مصلے پر شراب کی قے کی اور کہا اگر چاہو تو کچھ رکعتیں اور بڑھا دوں (الاصابہ ج ۳ ص ۶۳۸ وغیرہ۔)

مردانِ طریقِ رسول کو نہ صرف مدینہ بلایا بلکہ اسے بہن کا رشتہ بھی دیا اور اپنا میر منشی مقرر کیا اور زکوٰۃ و خمس کے لاکھوں روپے بالخصوص خمس افریقہ اس کے حوالہ کر دیا (الامامت والسیاست ص ۳۰ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۶) دوسرے اصحاب پر یہ رحم تھا کہ عبداللہ بن مسعود کو اس قدر پیٹوایا کہ اس کی ہڈی پسلی ٹوٹ گئی (تاریخ خمیس ص ۲۷۰ طبع مصر) اور جناب عمار بن یاسر کو اس قدر مارا کہ ان کو فتق کا عارضہ لاحق ہو گیا (تاریخ الخمیس ص ۲۸۱ الامامت والسیاست ص ۳۱)

مولوی کریم الدین صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ شیعہ کو سچا جانیں یا خدا پر ایمان لائیں،، ہم عرض کریں گے کہ شیعوں کے نظریہ اور خدا کے ارشاد میں ہرگز کوئی تضاد و اختلاف نہیں ہے شیعہ بھی سچے ہیں اور ان کا خدا بھی سچا ہے آپ صرف براہ کرم اصحاب ثلاثہ کو ان آیات میں داخل کرنے کی ناکام کوشش نہ کریں جس سے ان کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔

؎ مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے ÷ ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے۔

نویں آیت

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ یدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون (پ ۸۰ س مجادلہ ع ۳) نہ پائے گا تو ایسی قوم کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن یعنی قیامت پر کہ دوستی کریں ان لوگوں سے جو مخالف ہوتے خدا کے اور اس کے رسول کے اگرچہ ان کے باپ یا بھائی یا خویش ہوں۔ ان کے دلوں میں خدا نے ایمان رکھ دیا ہے اور ان کو مدد دی اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کرے گا ان کو بہشت میں جس کے نیچے نہریں بہتی ہونگی سدا رہیں ان میں اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ہیں یہ الٰہی جماعت فلاح والی ہوتی ہے۔ اس آیت میں مخلص مومنین کی پڑتال کا ایک عمدہ معیار حق سبحانہ و تعالیٰ نے بتلا دیا ہے وہ یہ کہ اس مخلص جماعت کی پہچان یہ ہے کہ اعداء خدا و رسول سے کبھی دوستی نہ کریں گے اگرچہ کیسے ہی ان کے اقرباء کیوں نہ ہوں۔ اب ہم صرف اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو اس کسوٹی پر پرکھ سکتے ہیں تاریخ اسلام شاہد ہے کہ احب للہ و ابغض للہ انہی حضرات کا خاصہ لازمہ تھا۔ جنگ بدر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

میں فاروق اعظم کے ہاتھ سے عاص بن ہشام آپ کا حقیقی ماموں قتل ہوا۔ قیدیوں کے معاملہ میں رائے دینے کے وقت پکار کر کہہ دیا تھا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے عزیز کو قتل کرے۔ فاروق اعظم نے اپنے بیٹے تک شرعی حد کے اجرا میں لحاظ نہیں فرمایا تھا کیا شیعہ صاحبان کوئی معتبر شہادت اس کے برخلاف پیش کر سکتے ہیں؟ کسی دشمن خدا و رسول کے ساتھ انہوں نے یارانے گانٹھے ہوئے تھے؟ کبھی بھی پیش نہیں کر سکیں گے۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اسلام کے معاملہ میں کبھی اپنے بیگانے کا لحاظ نہ کرتے تھے لیکن شیعہ اس کے برخلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ (معاذ اللہ) کافر و منافق تھے لیکن جناب امیر علیہ السلام ان سے یارانہ گانٹھے رہے ہر معاملہ میں ان کے مشیر کار بنے رہے۔ مال غنائم میں انکے حصہ دار بنے رہے حتیٰ کہ اپنے لخت جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شادی خانہ آبادی کے متعلق بھی حضرت عمر کے رہین منت ہوئے تزویج فاطمہ کی سلسلہ جنبانی بھی پہلے صدیق و فاروق نے ہی کی۔ حضرت علی ان منافقین کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے ہر بات میں ہاں میں ہاں ملاتے رہے کبھی ان سے قتال و جدال نہیں کی پھر شیعہ بتلائیں کہ امیر علیہ السلام آیت لا تجد قوما الخ کا مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں؟ کیا کوئی شیعہ اس کا جواب دے سکتا ہے؟ (آفتاب ص ۶۸/۶۹)

الجواب۔ مؤلف کی عادت ہے کہ ہمیشہ خلط مبحث کرتے ہوئے ایک ہی سانس میں کئی متنازعہ فیہ امور کو چھیڑ کر انکو ہم گڈمڈ کر دیتے ہیں جس کے جواب میں باوجود اختصار کی کوشش کرنے کے رشتہ کلام ہو جاتا ہے اسی آیت کو لیجئے اس میں دو کفار کے ساتھ محبت نہ کرنے کے، مسئلہ میں کتنے غیر متعلق مسائل گھسیڑ دیئے ہیں اور پھر لطف یہ کہ فرار کے نام لیوا ہو کر حیدر کرار غیر فرار کے شیعوں کو للکار کر کہتے ہیں "کیا کوئی شیعہ اسکا جواب دے سکتا ہے؟ واہ رے قاضی تیری شہبازی!

؎ پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں ∴ جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

واقعاً خدائے رحمٰن نے مومن اور غیر مومن، مخلص اور غیر مخلص کی پہچان کا یہ میزان مقرر فرمایا ہے کہ وہ خدا اور رسول کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتے اگرچہ وہ انکے خویش و اقربا ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہمارے بھائیوں کے پیارے صحابہ کرام کی اکثریت اس معیار پر پوری نہیں اترتی کیونکہ صحابہ میں ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جو در پردہ اپنے کافر رشتہ داروں اور دوستوں سے خفیہ تعلقات و راہ و رسم دوستی رکھتے تھے۔ چنانچہ خداوند جبار نے بار بار ایسے لوگوں کی مذمت فرمائی اور انکو کفار کے ساتھ محبت کرنے سے منع فرمایا۔ یاایھا الذین امنوا لا تتخذوا اٰبآءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون (پ ۱۰ س توبہ ع ۳) اے ایمان کے دعویدارو! اگر تمہارے قریبی رشتہ دار ماں باپ اور بہن بھائی (ایمان کے بالمقابل) کفر کو اچھا سمجھیں تو ان سے دوستی نہ کرو اور جو ان سے میل و محبت رکھیں گے وہی ظالم ہونگے ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔ یاایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق یخرجون الرسول وایاکم ان تومنوا باللہ ربکم ان کنتم خرجتم جھادا فی سبیلی وابتغاء مرضاتی تسرون الیھم بالمودۃ وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم ومن یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل (پ ۲۸ س الممتحنہ ع ۱) اے ایمان والو! اگر تم میرے راستہ میں جہاد کرنے اور میری خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے گھروں سے نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ ان کی طرف دوستی کے پیغام نہ بھیجو حالانکہ وہ اس (دین) حق کا انکار کر چکے ہیں جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہے (بلکہ) وہ رسول کو اور تم کو صرف اس وجہ سے نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے ہو (بایں ہمہ) تم پوشیدہ طور پر ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو کچھ تم کرتے ہو خواہ چھپا کر کرو یا اعلانیہ کرو میں اس سے واقف ہوں تم میں سے جو ایسا کرے گا وہ (سمجھ لے) کہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ اگر جماعت صحابہ میں اس جرم کے مجرم نہ تھے تو خدائے قہار نے یہ تہدید وعید کن کو فرمائی ہے؟ پھر الصحابہ کلھم عدول کا نظریہ کہاں گیا؟ خدا نے تو ایسا کرنے والوں کو فاسق و فاجر قرار دیا ہے ارشاد فرماتا ہے۔ ولو کانوا یومنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولکن کثیرا منھم فاسقون پ ۷ س ۷ ع) یہ لوگ اگر فی الحقیقت خدا و رسول اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا پر ایمان رکھتے تو کبھی ان کفار و مشرکین کو دوست نہ بناتے۔ لیکن ان میں سے تو اکثر فاسق و فاجر ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ آیا اصحاب ثلاثہ بھی اس زمرہ میں شامل تھے جن کی مذمت ان آیات میں کی گئی ہے یا نہ؟ تو تاریخی حقائق کی روشنی میں اس کا جواب اثبات میں ہے۔ ذیل میں بعض روایات کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ (۱) شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۵۶) پر بحوالہ نسائی و حاکم یہ روایت درج کی ہے کہ کفار قریش کے کچھ لوگوں نے رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم آپ کے پڑوسی ہیں ہمارے کچھ غلام کاروبار سے جی چرا کر آپ کے پاس چلے آئے ہیں (اور مسلمان بن گئے ہیں) ان کو فی الحقیقت اسلام میں کوئی رغبت نہیں وہ ہمیں واپس کر دیجئے۔ آنحضرت نے ابوبکر سے دریافت کیا تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ کہا یہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں یہ آپ کے ہمسایہ اور حلیف ہیں (یعنی ان کے آدمی واپس کر دیجئے) یہ سنکر آپ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا پھر عمر سے فرمایا تم کیا کہتے ہو انہوں نے بھی ابوبکر والا جواب دیا یہ سنکر پھر آپ کا چہرہ اقدس متغیر ہو گیا اسکے بعد کفار سے فرمایا اے گروہ قریش! بخدا خدا ایسا شخص بھیجے گا جس کے قلب کا اس نے ایمان سے امتحان کر لیا ہے جو تمہیں مارے گا یہ سنکر ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ کیا وہ شخص میں ہوں؟ فرمایا نہیں عمر نے کہا کیا میں ہوں؟ فرمایا نہیں! بلکہ وہ شخص ہے جو (میرے) نعلین کی مرمت کر رہا ہے اور اس سے پہلے آنحضرت نے اپنے نعلین مرمت کرنے حضرت علی کو دیئے تھے ایمان عمر کے ضمن میں بحوالہ بخاری لکھا جا چکا ہے کہ انہوں نے تورات لا کر آنحضرت کی خدمت میں پڑھنا شروع کی اور آپ کے چہرے انور کا رنگ مبارک متغیر ہو گیا عمر کے یہودیوں سے میل جول رکھنے اور درس تورات میں شمولیت کرنے کے واقعات کی جناب شبلی نعمانی نے بھی تصدیق کی ہے۔ فرماتے ہیں "یہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

امر صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ یہودیوں کے ہاں جس دن تورات کا درس ہوتا تھا حضرت عمر اکثر شریک ہوتے تھے ان کا خود بیان ہے کہ درس کے دن ان کے وہاں جایا کرتا تھا۔ یہودی کہا کرتے تھے کہ تمہارے ہم مذہبوں میں ہم تم کو سب سے زیادہ دوست رکھتے ہیں کیونکہ تم ہمارے پاس آتے ہو،، (الفاروق ج ۲ صد ۲۱۹ کیا یہ مولف کی پیش کردہ روایت کی کھلی ہوئی خلاف ورزی نہیں ہے۔؟

حضرت عثمان کے تو کفار سے اور بھی گہرے مراسم تھے کتب اہلسنت سے ثابت ہے کہ بنی امیہ کے کچھ کافر جو مدینہ میں جاسوسی کرنے کی غرض سے آتے تھے ان کے قیام و طعام کا انتظام جناب عثمان کے گھر ہوتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی کہ معاویہ بن مغیرہ آپ کے گھر میں چھپا ہوا ہے آنجناب نے عثمان کو حکم دیا کہ تین دن کے اندر اندر اسے مدینہ سے نکال دو مگر آپ نے تعمیل نہ کی کسی صحابی نے موقع پاکر اسے قتل کر دیا (علیٰ ما نقلہ فی المعکمات)

باقی رہا عمر صاحب کا جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کرنا یہ صرف افسانہ ہے ورنہ اسلامی تاریخیں دوسرے غزوات کی طرح جنگ بدر میں بھی عمر صاحب کا کوئی جنگی کارنامہ پیش کرنے میں قاصر نظر آتی ہیں اور جہاں تک اسارائے بدر کے متعلق آنحضرتؐ کا عمر سے رائے طلب کرنا اور ان کے یہ رائے دینے کا تعلق ہے کہ ہر شخص اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے،، بنا بر تسلیم روایت جب یہ رائے ایسی سفاکانہ، بہیمانہ اور خلاف شریعت تھی کہ خود صاحب شریعت نے اسے ٹھکرا دیا تو پھر اس میں مدح کی کونسی بات ہے؟ اگر ان حضرات میں عقل و فکر کی کوئی رمق ہوتی تو اس واقعہ کو قطعاً کبھی عمر کی مدح میں بیان نہ کرتے مگر آہ انھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ سچ ہے جب اسی طرح اپنے بیٹے ابو شحمہ پر حد جاری کرنے میں بھی ان کی کوئی فضیلت نہیں ہے کیونکہ ان کا جرم طشت از بام ہو چکا تھا شرعی شہادتیں مکمل تھیں اب اگر حد جاری نہ کرتے تو شاید خالق کی طرف سے تو انکی نبھ جاتی مگر اب مخلوق معاف نہ کرتی علاوہ ازیں اس واقعہ سے تو بموجب،، خود میاں فضیحت و دیگراں را نصیحت،، ان کی فضیحت ہوتی ہے کہ جو دوسروں پر اشد ا ہونے کا دعویدار ہو خود اس کی گرفت اپنے گھر میں ایسی ڈھیلی ہو کہ شرب خمر جیسے سنگین جرائم کا ارتکاب کیا جائے اہل انصاف فرمائیں کہ اس واقعہ کے ذکر میں خلیفہ دوم کی فضیحت ہے یا فضیلت۔

؎ ذهب الحمار لیستفید لنفسه ۔ قرنا فاب وماله اذنان

مولف کے ضمنی مسائل پر تبصرہ

اصل استدلال کا جواب باصواب تو یہاں تک مکمل ہو گیا ہے اب ان ضمنی مسائل پر بھی مختصر الفاظ میں تبصرہ کیا جاتا ہے جن کو مولف نے یہاں چھیڑا ہے تفصیل کے ساتھ ان پر وہاں گفتگو کی جائے گی جہاں مولف بالتفصیل ان مسائل کا تذکرہ کرینگے۔

قولہ حضرت علی علیہ السلام ان سے یارانہ گانٹھے رہے۔ جہاں تک حضرت علی سے غلانہ کے ساتھ یارانہ گانٹھنے اور دوستانہ تعلقات رکھنے کا تعلق ہے اس کے متعلق جناب عمر کی شہادت کافی ہے۔ جو صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۹ مع شرح نووی طبع

؎ الشئ یعمی ویصم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دہلی میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ عباس کو خطاب کر کے کہا (ایمانی کاذبًا اثمًا غادرًا خائنًا) کہ دونوں مجھے جھوٹا گنہگار۔ غدار اور خائن سمجھتے ہو اور (صرف یہی نہیں بلکہ) جو مجھ سے بہتر تھا (ابوبکر) تم اُسے بھی ایسا ہی سمجھتے رہے۔ مگر حضرت علیؑ و عباس نے اس کی رد نہ کر کے بلکہ اپنی خاموشی سے اس پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے کہ ہاں ہم تم لوگوں کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا تم نے بیان کیا ہے۔

قولہ "ہر معاملہ میں اُن کے مشیر کار رہے" یہ سفید جھوٹ ہے صرف جنگ قادسیہ اور غزوہ روم میں آپ سے مشورہ لیا گیا تھا اور آپ نے آنحضرتؐ کے فرمان المستشار مؤتمن کے مطابق صائب مشورہ دیا قرآن شاہد ہے کہ عزیز مصر نے (جو کہ کافر تھا) جب حضرت یوسف سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے اُسے صحیح مشورہ دیا تھا تو کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عزیز مصر اور جناب یوسف باہم شیر و شکر تھے اور اُن کے تعلقات دوستانہ تھے؟ مالکم کیف تحکمون؟

قولہ "مال غنائم سے حصہ دار بنے رہے" یہ اتنا بڑا افترا ہے کہ قریب ہے آسمان کا شامیانہ پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ جب عام شیر کسی کا کیا ہوا شکار نہیں کھاتا تو کیا اسد اللہ الغالب کے لئے یہ ممکن تھا کہ دوسرے کا کمایا ہوا مال کھائیں حاشا وکلا۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبًا اس کا کوئی قابل اعتبار ثبوت نہیں ہے۔ اگر بقول حضرت غنائم سے حصہ لیتے تھے اور ان جنگوں کو بھی صحیح سمجھتے تھے تو پھر پورے دور ثلاثہ میں کسی جنگ میں خود کیوں شریک نہیں ہوتے؟ حضرت علی اور اصحاب ثلاثہ کو باہم شیر و شکر بنانے والوں کے پاس ہے کوئی اسکا جواب؟ حاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

قولہ "حتیٰ کہ اپنے لختِ جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شادی خانہ آبادی کے متعلق بھی حضرت عمر کے رہین منت ہیں"

اس امر میں مورخین کے درمیان شدید اختلاف ہے کہ جناب ب بی شہر بانو کس دور خلافت میں آئیں؟ عام طور پر یہی مشہور ہے کہ وہ دور عمر میں آئیں۔ مگر محققین مورخین نے اس قول کو رد کیا ہے۔ چنانچہ شبلی نعمانی نے الفاروق جلد ۲ ص ۲۱۸/۲۱۹ طبع لاہور میں اس کو بالکل بے اصل قرار دیا ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ عثمان کے دور میں آئیں اسی قول کی بابت شبلی نعمانی نے اپنا رجحان ظاہر کیا ہے لیکن صاحب ناسخ التواریخ اور صاحب منتہی الآمال کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کے ظاہری دور خلافت میں آئیں تو جب اس قدر اقوال موجود ہیں تو کیوں نہ اس آخری قول کو اختیار کیا جائے۔؟

اور بنا بر تسلیم اگر عہد عمر میں جنگ قادسیہ کے وقت آئیں تو چونکہ اس جنگ میں حضرت علیؑ کا مشورہ شامل تھا نیز بی بی عاقلہ، بالغہ اور رشیدہ تھیں اور انہوں نے اپنے ارادہ، اختیار سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے حبالہ عقد میں آنا پسند کیا تو اس میں کسی کے احسان یا جس جنگ میں آئیں اس کے جائز یا حرام ہونے کو اس میں کیا دخل ہے؟

قولہ "تزویج فاطمہؑ کی سلسلہ جنبانی بھی پہلے صدیق و فاروق نے کی تھی" بنا بر تسلیم یہ سلسلہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جنبانی اس لئے کی تھی کہ چونکہ پہلے خود اپنے لئے یہ رشتہ طلب کر کے خائب و خاسر ہو چکے تھے اس لئے چاہا کہ اس رسوائی میں حضرت علیؑ کو بھی شامل کر لیں لیکن جسے خدا بلند کرے اسے کون پست کر سکتا ہے اور جسے خدا عزت دے اسے کون ذلیل کر کر سکتا ہے؟ اگر وہ اس سلسلہ میں مخلص ہوتے تو جب خود عمر رسیدہ تھے کئی کئی بیویاں گھر میں موجود تھیں اور صاحب اولاد بلکہ صاحب احفاد بھی تھے اور دوسری طرف حضرت علی نوجوان عمر شادی شدہ تھے تو اپنی بجائے پہلے پہل ان کے لئے کیوں سلسلہ جنبانی نہ کی؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے!

قولہ "حضرت علی ان منافقین کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے" اگر کسی سنی یا شیعی روایت سے یہ ثابت کر دیں کہ اقتدا کی نیت کی تھی تو ہم منہ مانگا انعام دینے کے لئے تیار ہیں صرف خلف یا "وراء" وغیرہ الفاظ سے کام نہیں چلے گا۔ اس طرح نماز تو "خلف الجدار" اور "وراء الاسطوانہ" بھی ہو جاتی ہے اور ہوتی رہتی ہے کوئی ہے اس انعام کا خواہشمند؟۔

سہ۔ گوئے ایماں و سعادت درمیاں افگندہ اند ۔ کس بمیداں در نمی آید سواراں راچہ شد۔

قولہ "کبھی ان سے قتال و جدال نہیں کی"۔ جس حکمت و مصلحت کے ماتحت پیغمبر اسلام نے منافقین سے جہاد بالسیف نہیں فرمایا بلکہ صرف قولی جہاد پر اکتفا کی بعینہ اسی مصلحت کی بناء پر شیر خدا نے بھی ان سے جہاد بالسیف نہیں کیا تما ھو جوابکم فھو جوابنا ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون۔

دسویں آیت

الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنت لھم فیھا نعیم مقیم (پ ۱۰ س توبہ ع ۸) جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت اور جہاد کیا اپنی جانی و مالی خدمات سے دریغ نہ کیا خدا کے ہاں بڑا رتبہ رکھتے ہیں اور وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں خدا ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی بشارت دیتا ہے اور بہشتوں کی جس میں ابدی عیش کریں گے۔

ان آیات میں مہاجرین اور مومنین کا اعلیٰ رتبہ ہونا اور ان کا فائز الدارین ہونا بیان کیا گیا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اصحاب ثلاثہ اس آیت کے مصداق نہ تھے؟ کونسا وصف اوصاف مذکورہ آیت کریمہ سے مسلوب کر سکتے ہیں؟ کیا آنحضرت پر بلا طمع دنیا ایمان نہیں لائے تھے کیا آپ کے ساتھ ہجرت کا شرف حاصل نہیں کیا تھا؟ جہاد فی سبیل اللہ کے فرض کے تارک تھے؟ آفتاب ص ۶۹)

الجواب۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ اس آیت مبارکہ میں مومنین مخلصین۔ مہاجرین صادقین

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور مجاہدین صابرین کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کا کوئی بھی منکر نہیں مگر یہ حکم عام ہے جس میں بھی یہ صفات ہونگی وہ ان کا مصداق قرار پائے گا مگر مولوی کریم الدین صاحب تو اس سے خاص اصحاب ثلاثہ کی فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں اور یہ مسئلہ مبتدی طلبہ بھی جانتے ہیں کہ لا دلالۃ للعام علی الخاص باحدی الدلالات الثلاث۔

علاوہ بریں مشکل یہ ہے کہ ان تمام صفات مذکورہ فی الآیۃ سے اصحاب ثلاثہ کے دامن خالی نظر آتے ہیں نہ ان کے دامن میں ایمان کی دولت ملتی ہے نہ ان کے پاس خالصاً لوجہ اللہ ہجرت کا ذخیرہ ہے اور نہ ہی ان کے پاس کسی مالی و جانی جہاد کا ثبوت ملتا ہے تو پھر کس طرح انکو اس آیت میں شامل کیا جا سکتا ہے؟ ہمارا صرف زبانی دعویٰ ہی نہیں بلکہ اس سلسلہ کی پہلی آیت کے جواب میں بالخصوص اور دوسری آیات کے جوابات میں بالعموم ان امور کو قرآن کریم و حدیث سید المرسلین کے ناقابل تردید دلائل و براہین سے ثابت کیا جا چکا ہے اس لئے بار بار ان کے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر حامیان ثلاثہ میں کچھ بھی جرات و ہمت ہے تو پہلے ان کا ایمان اور کسی جہاد میں ان کا صبر و ثبات ثابت کریں پھر ان کو ان آیات میں داخل کرنے کی کوشش کریں جن میں مومنین و مجاہدین کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

ردد ی ثباتہ خرط القتاد ۔ ح نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔

گیارھویں آیت

ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعداً علیہ حقاً فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفیٰ بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذالک ھو الفوز العظیم۔ التائبون العابدون الساجدون الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ وبشر المومنین (پ ۱۱ س توبہ ع ۱۳) ترجمہ خدا نے خریدی مومنوں سے ان کی جانیں اور مال (کہ اس کی راہ میں خرچ کریں اس قیمت پر کہ ان کو بہشت ملے گا) خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور پھر قتل کرتے ہیں (کفار کو) اور قتل ہوتے ہیں (کافروں کے ہاتھ سے) اس کے ذمے وعدہ ہو چکا ہے سچا توراۃ اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے تون کا پورا اللہ سے زیادہ خوشی مناؤ اے ایمان والو اس سودے پر جو خدا سے تم نے کیا (یعنی فانی چیز دے کر ابدی نعیم لے لیا) اور یہی بڑی کامیابی ہے یہ (مسلمان) توبہ کرنے والے (برائیوں سے) بندگی کرنے والے (دل سے) شکر بجا لانے والے (نعمت اسلام پر) لگے رہنے والے (دنیا کے تعلقات سے) رکوع سجود کرنے کرنے والے بھلائی کا امر کرنے والے، برائی سے منع کرنے والے، نگاہ رکھنے والے حدود اللہ کو۔ اور ان کو مبارکباد دیجئے (کہ ایسے القاب حضور الٰہی سے ان کو عطا ہوئے)

دیکھو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان سچے مومنوں کو جنہوں نے اس کی راہ میں جانیں اور اموال حاضر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حاضر کئے۔ مؤکد وعدۂ بہشت عطا کرنے کا دے دیا اور فرما دیا کہ یہ وعدہ سچے مومنوں کے لئے ہے وہ کریم ہے اور الکریم اذا وعد وفیٰ۔ اب شیعہ حضرات سے ہم پوچھتے ہیں کیا خدا سے یہ سودا کرنے والے اصحاب ثلاثہ نہ تھے؟ انہوں نے اپنی جان و مال خدا کی راہ میں وقف کر دیا تھا اور اس کے عوض خدا نے ان کیلئے عطیہ تعلیم اخروی کا وعدہ بھی بارگاہِ ایزدی سے ہو چکا پھر اُن کی شان والا میں شک کرنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ یہ کتنی بے انصافی ہے کہ حق تعالیٰ تو ان کو مبارکبادی کے ساتھ وعدے دے ان کی تعریف کرے اور شیعہ اس کے خلاف اللہ ہی راگ گائیں (آفتاب ص۲)

الجواب۔ اس آیت کو بھی دوسری آیات مبارکہ کیطرح مولوی صاحب کے مدعا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ "یہ وعدہ ان سچے مومنوں کے لئے ہے جنہوں نے خدا کی راہ میں جانیں اور اموال حاضر کیئے" ان کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب رسول میں کچھ غیر سچے مومن بھی تھے ورنہ یہ قید (سچے مومنین) عبث و بے فائدہ ہو کر رہ جائے گی اور پہلی آیت کے جواب میں قرآن و حدیث کے مسلمہ حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت واضح کی جا چکی ہے کہ اصحاب ثلاثہ اسی زمرہ (یعنی غیر سچے مومنین) میں شامل ہیں لہٰذا اُس وعدے میں جو سچے مومنین سے فرمایا ہے داخل نہیں ہو سکتے۔ علاوہ بریں اس آیت میں خدا نے ان سچے مومنین کے جو اوصاف جلیلہ بیان فرمائے ہیں ان کا ان حضرات میں کہیں نام و نشان بھی نظر نہیں آتا۔ مثلاً خدا فرماتا ہے کہ میں نے جنت کے عوض ان سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں لہٰذا وہ اپنی جان کو اپنی جان اور اپنے مال کو اپنا مال نہیں سمجھتے (بلکہ وہ اسے اللہ کی امانت جانتے ہیں اس لیئے اس کا لازمی نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ وہ مال بھی بے دریغ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جم کر راہ خدا میں لڑتے بھی ہیں پھر یا تو کفار کو قتل کرتے ہیں (اور خود زندہ رہ کر غازی کہلاتے ہیں) یا خود ان کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کرتے ہیں (اور شہید راہِ خدا کہلاتے ہیں)، بہر حال وہ میدان وغا سے منہ موڑ کر اور پیٹھ دکھا کر نہ تو کفار میں گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگتے ہیں مگر اصحاب ثلاثہ کا جنگ بدر و حنین، خندق و خیبر وغیرہا سے اپنی جان بچا کر اور کفار کو پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کرنا اور کسی ایک جنگ میں بھی ثابت قدمی سے جم کر جہاد نہ کرنا ہم پہلی آیت کے جواب میں مسلمہ تاریخی حقائق کی روشنی میں ثابت کر آئے ہیں ع اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است۔

اور جہاں تک ان حضرات کے مالی قربانیوں سے پہلو تہی کرنے اور جی چرانے کا تعلق ہے ہم چھٹی آیت کے جواب میں واضح کر چکے ہیں۔ کہ جب آیت نجوی نازل ہوئی (کہ آنحضرت سے تخلیہ میں بات کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو) تو باوجودیکہ دس دن تک یہ حکم باقی رہا۔ مگر ان حضرات کو چند ٹکے خرچ کر کے آنحضرت سے علیحدگی میں بات کرنے کی توفیق نہ ہوئی جبکہ اس سے پہلے آنحضرت کا آرام ہی خراب کر رکھا تھا۔ کیا ایسے ہی لوگوں سے خدا نے جنت کا پختہ وعدہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کر رکھا ہے جن کو قولی و عملی اقرار کے مطابق رسول سے اپنی جان زیادہ عزیز تھی[1] کیا ایسے لوگ رضی اللہ عنہم کے مصداق ہو سکتے ہیں؟

اس آیت کے صحیح مصداق . اگر اس آیت کے صحیح مصداق دیکھنے ہوں جو ان تمام صفات قرآنیہ سے متصف تھے، جو مومن کامل تھے، جو مال و جان سے اس طرح جم کر جہاد کرتے تھے کہ معرکہ جہاد سے قدم سر کانے اور دشمن کو پیٹھ دکھانے کا نام بھی نہیں جانتے تھے جن کی عبادت گذاری اور شب زندہ داری کے باعث پیشانیوں پر گھٹے پڑ گئے تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اس قدر سخت و شدید تھے کہ کسی عزیز سے عزیز اور قریب سے قریب کی بھی ذرا برابر رعایت نہیں کرتے تھے تو آئیے انہیں خانوادہ مصطفےٰ میں اور ان کے چچا حمزہ کے جانبازوں اور بیر و کاروں میں دیکھئے۔

؎ وہ زور و شوکت وہ سخاوت وہ شجاعت ∴ وہ خلق و اعجاز و ہمت و کرامت
وہ خوف الٰہی وہ عبادت وہ عدالت ∴ وہ شکر و تسبیح و فاقہ و قناعت
الطاف یتیموں پر ترحم غربا پر ∴ تھا خاتمہ ان سب کا شہ عقدہ کشا پر

والذین یبتیتون لربھم سجدا و قیاما۔ انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

انہی سچے مومنین اور مجاہدین فی سبیل اللہ میں سے جناب جعفر ابن ابی طالب (برادر حضرت علیؑ) بھی تھے جن کی شجاعت و بسالت کے متعلق مورخ شبلی جنگ موتہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اور الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں "یہ مختصر گروہ آگے بڑھا اور ایک لاکھ فوج پر حملہ آور ہوا حضرت زید برچھیاں کھا کر شہید ہوئے ان کے بعد حضرت جعفر نے علم ہاتھ میں لیا گھوڑے سے اتر کر پہلے خود اپنے گھوڑے کے پاؤں پر تلوار ماری کہ اس کی کوچیں کٹ گئیں پھر اس بے جگری سے لڑے کہ تلواروں سے چور چور ہو کر گر پڑے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے ان کی لاش دیکھی تھی تلواروں اور برچھیوں کے نوے زخم تھے لیکن سب کے سب سامنے کی جانب تھے پشت نے یہ داغ نہیں اٹھایا"

---

[1] ایک مرتبہ حضرت عمر نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ! لانت احب الی من کل شئ الا من نفسی۔ یارسول اللہ۔ سوائے اپنی جان کے باقی ہر چیز سے آپ مجھے پیارے عزیز ہیں آنحضرت نے فرمایا۔ والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من نفسہ۔ اس خدائے قدیر کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے زیادہ عزیز نہ ہوں اس واقعہ سے ایمان عمر کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ مگر اس کے لئے دیدۂ بینا کی ضرورت ہے۔ ع
دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے؟
(بخاری ج ۴ ص ۱۹ نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۸۸ در منثور ج ۳ ص ۲۲۳ ازالۃ الخفا ج ۱ ص ۱۱ وغیرہ (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۷۱ کذافی تاریخ الامۃ ص ۱۳۶ طبع علی گڑھ) اسی مقدس جماعت کے ایک فرد حضرت حمزہ ہیں جنہوں نے جنگ احد میں شجاعت و دلیری اور جاں نثاری کے وہ ان مٹ نقوش چھوڑے جو رہتی دنیا تک شہیدان راہ خدا کے لئے مشعل راہ کا کام دیتے رہینگے فاضل مورخ شبلی لکھتے ہیں

"وہ کہ حضرت علیؑ اور حضرت حمزہؓ ابو دجانہ فوجوں کے دلوں میں گھس گئے اور صفیں کی صفیں صاف کر دیں حضرت حمزہؓ دو دستی تلواریں مارتے جاتے اور جس طرف بڑھتے تھے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں حضرت علیؑ اور ابو دجانہ کے بے پناہ حملوں سے فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور مطلع صاف ہو گیا لیکن ساتھ ہی مسلمانوں نے لوٹ شروع کر دی۔ اتنے میں غل مچ گیا کہ آنحضرت نے وفات پائی۔ اس آواز سے عام بدحواسی پھیل گئی۔ بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے اس ہلچل اور اضطراب میں اکثروں نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ حضرت علیؑ تلوار چلاتے اور دشمنوں کی صفیں لٹتے جاتے تھے۔ لیکن کعبہ مقصود رسول اللہ کا پتہ نہ تھا۔ حضرت انس کے چچا ابن نضر لڑتے لڑتے موقع سے آگے نکل گئے تو دیکھا کہ حضرت عمر نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے۔ پوچھا عمر بیٹھے کیا کرتے ہو؟ کہا لڑ کر کیا کریں رسول اللہ نے تو شہادت پائی۔ ابن نضر نے کہا انکے بعد زندہ رہ کر ہم کیا کریں گے یہ کہا اور فوج میں گھس گئے اور شہادت پائی۔ الخ" (سیرت النبی جلد ۱ ص ۳۷۷)

اسی سلسلہ کی ایک کڑی جناب عبیدہ ہیں جنہوں نے جنگ بدر میں اپنے مقدس خون سے درخت اسلام کی آبیاری کی اور فداکاری کا وہ اعلیٰ نمونہ پیش کیا کہ اسلامی غزوات کی تاریخ میں اس کی مثال شاذ ہی مل سکے اور اسی مقدس گروہ کے سردار و سپہ سالار جناب حیدر کرارؑ غیر قرار تھے جن کی شدت و صلابت اور شجاعت و بسالت کے کارنامے رقم کرنے سے قلم و زبان عاجز و حیران ہے۔ ؎

علیؑ کی تیغ چمکی بار ہا اعدا کے لشکر میں ❊ جمل میں بدر میں صفین میں خندق میں خیبر میں
دم پیکار تیغ شاہ مرداں بیہر جاتی تھی ❊ زرہ میں چار آئینہ میں دستانہ میں بکتر میں

بہر حال یہ حقیقت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ کہ

؎ دم بزد حرب کے دلیر لڑ نہ سکے ❊ وہ گاڑے دین کے جھنڈے کہ پھر اکھڑ نہ سکے

ان کی شجاعت و دلیری پر ملائکہ مقربین نے آواز تحسین و آفرین بلند کی۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں "ہر گاہ کہ شیر بیشہ نہیجا علی مرتضیٰ بدفع مشرکاں مشغول گشت رسول فرمود لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار"

انہی بزرگوں کی شان میں خدا فرماتا ہے۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

موصوف بے شک خدا اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں یوں صف باندھ کر لڑتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں اور یہی لوگ ہیں مصداق جاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولیک ھم الصادقون کے اور انہی کے حق میں نازل ہوا ہے۔ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون۔ اور انہی سے خدا نے جنت الفردوس کا پختہ وعدہ فرمایا ہے۔ اسی خاندان معلیٰ میں وہ روزہ دار شب زندہ دار عباد تگذار موجود ہیں کہ جن میں سے کوئی امام المتقین، کوئی زین العابدین اور کوئی سید الساجدین نظر آتا ہے ولنعم ماقیل ؎

علی ہے نفس مصطفیٰ وہی سب اس میں عادتیں ٭ سپہر تھرتھرا گیا دکھائیں وہ شجاعتیں

زمین جگمگا اٹھی وہ دل سے کیں عبادتیں ٭ تن ابوتراب سے چمک رہی تھیں آیتیں۔

رکوع میں، سجود میں، قیام میں، قعود میں

یہی وہ آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر بزرگوار ہیں کہ جنہوں نے یہ فریضہ خداوندی ادا کرتے کرتے اپنی جانیں جان آفرین کے حوالہ کر دیں۔ اور یہی وہ مقدس گروہ ہے جس نے خداوندی حدود و قیود کی حفاظت کرتے ہوئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا اپنا گھر لٹوا دیا اور اپنا گلہ کٹوا دیا مگر حدود خداوندی کو ہرگز ہرگز نہ ٹوٹنے دیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

؎ بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن ٭ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

شیعہ بے انصافی نہیں کرتے بلکہ بے انصافی مجسم ثلاثہ کرتے ہیں۔ کہ خدا مدح وثنا اور لوگوں کی کرتا ہے اور حامیان ثلاثہ اور راگ الاپتے ہیں اور ان لوگوں کو ان میں شامل کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں جنکا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا لیکن ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو اجتباکم وماجعل علیکم فی الدین من

بارھویں آیت حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمّٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھیدًا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس پ ۱۷ س حج ع ۱۷) ترجمہ۔ اور خدا کی راہ میں سچا جہاد کرو خدا نے پسند کیا اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ہے اللہ نے تمہارا نام مسلمان (حکم برادر) پہلے ہی سے رکھا ہوا ہے۔ (یعنی اگلی کتابوں میں) تاکہ رسول صلعم تمہارا گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔ دیکھئے اس آیت میں مومنین مجاہدین کے اسلام وایمان پر کیسی قوی شہادت الٰہی موجود ہے کہ ان کا نام نہ صرف قرآن میں بلکہ پہلی آسمانی کتابوں میں پہلے ہی مسلمان رکھا ہوا ہے۔ کیا خلفائے کرام سے بڑھ کر جاہد وا فی سبیل اللہ کا حامل ہو سکتا ہے؟ پھر شیعہ اگر خدا کی جملہ آسمانی کتابوں سے ان کے سچے اسلام کی شہادت مٹا سکتے ہیں تو مٹائیں الخ (آفتاب صدا)

الجواب ۔ جب مؤلف محترم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس آیت میں مومنین مجاہدین کے اسلام وایمان پر شہادت الٰہی موجود ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تو اب اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے خاص ممدوحین یعنی اصحاب ثلاثہ کو اس مقدس گروہ میں شامل کریں تو براہ کرم پہلے زحمت فرما کر اپنے ان خلفاء کرام کا ایمان و ایقان اور جہاد فی سبیل اللہ میں اُن کا صبر و ثبات اور قیام و دوام ثابت کریں۔ پھر بڑی خوشی سے ان کے فضائل کا ڈھنڈورا پیٹیں اور اگر وہ یہ کام نہیں کر سکتے اور یقیناً صبح قیامت کے طلوع ہونے تک نہیں کر سکتے۔ انشاء اللہ۔ و لو کان بعضھم لبعض ظھیرًا۔ تو پھر انکو اخلاقاً، شرعاً، اور رواجاً، قانوناً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان آیات و افی ہدایات کو جو مومنین مجاہدین کے حق میں نازل ہوئی ہیں کھینچ تان کر اپنے چہیتے خلفاء پر فٹ کرنے کی ناکام کوشش کریں۔ ہم نے جن قوی شہادتوں سے ان حضرات کا عدم ایمان اور جہاد سے فرار ثابت کیا ہے جب تک یہ لوگ اپنی تفاسیر احادیث اور سیر و تواریخ کی تمام کتابوں کو دریا برد نہ کر دیں۔ اس وقت تک اس محضہ سے گلو خلاصی نہیں کرا سکتے۔ اس امت مسلمہ سے وہی مقدس گروہ مراد ہے، جس کے اسلام و ایمان کی دعا خود حضرت خلیل نے کی تھی۔ واجعل امۃ مسلمۃ لک والعث فیھم رسولا منھم (پ س ع)

اور جو اس فطری اسلام پر قائم و دائم رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی غیر خدا کے سامنے اپنی گردنیں خم نہ کیں اور ان کی پہچان کا سب سے بڑا نشان یہی ہے کہ جناب خاتم الانبیاء ؐ اسی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں اور یہ نہیں ہیں مگر بنی ہاشم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

ترھویں آیت۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ فی قلوبھم واثابھم فتحا قریبا ومغانم کثیرۃ یاخذونھا وکان اللہ عزیزا حکیما (پ ۲۶ س فتح ع ۱۱) بالتحقیق رب العالمین ان مومنین سے راضی ہو چکا ہے جب کہ وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے پس خدا نے ان کے دلوں کا حال جان لیا۔ خدا نے ان پر رحمت اتاری اور انکو فتح قریب عطا کی اور بہت سا مال غنیمت انہوں نے حاصل کیا۔ خدا غالب، حکمت والا ہے۔ اس آیت میں خداوند کریم نے بیعت رضوان کے شاملین کو اپنی رضا عطا فرمائی اور ان پر رحمت کا نازل کرنا اور فتح و حصول غنائم کی مبارک بادی ہے شیعہ بتائیں کیا خوشنودی کا پروانہ منافقین کو بھی ملا کرتا ہے؟ کبھی نہیں۔ جو لوگ اس بیعت میں شامل ہو گئے اور اس پر قائم رہے ان کو منشور رضا الٰہی عطا ہو چکا ہے۔ اور الٰہی دربار سے ملا ہوا منشور پھر واپس نہیں لیا جاتا یہ بات تو مسلم الثبوت ہے کہ اصحاب ثلاثہ میں سے شیخین تو اس بیعت میں شریک تھے اور حضرت عثمان رسالتمآب کی تعمیل حکم کے لئے مدینہ منورہ میں سفیر بن کر گئے تھے اور گویا وہ اس بیعت میں پہلے ہی داخل ہو چکے تھے۔ دوم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو بھی اسی طرح بیعت میں شریک فرمایا کہ خاص اپنے دست مبارک کو دست عثمان بتایا (پھر روضہ کافی جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ سے اس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مضمون کی ایک روایت درج کی ہے اور پھر اس کی تائید مزید حیات القلوب و جلاء العیون کی ہے مطلب سب کا وہی ہے جو مذکور ہے) اس واقعہ سے حضرت عثمان کی نمایاں فضیلت کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۔ آنحضرت کا حضرت عثمان کو دیگر اصحاب کبار سے جن میں حضرت علی بھی تھے اس خاص مہم کے لئے منتخب کرنا۔

۲۔ بیعت رضوان کے وقت حضور علیہ السلام کا اپنے دست مبارک کو دست عثمان قرار دے کر بیعت عثمان لینا پھر تعجب ہے کہ ایسے صریح فضائل کا ثبوت پاکر شیعہ حضرات عثمان کی ذات کی نسبت شک و شبہ کریں۔ الفضل ما شهدت بہ الاعداء۔ ایک اور ثبوت۔ فروع کافی جلد دوم کتاب الروضہ صفحہ ۱۴۶ میں درج ہے۔ ترجمہ امام جعفر صادق نے فرمایا۔ اختلاف بنی عباس کا یقینی ہے اور ندا بھی یقینی ہے امام مہدی علیہ السلام کا خروج بھی امر یقینی ہے۔ راوی نے پوچھا ندا کیونکر ہوتا ہے امام نے کہا کہ ابتداء صبح ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے۔ حضرت علی اور ان کے پیرو فائز (کامیاب) ہیں اور آخر دن ندا ہوتی ہے کہ حضرت عثمان اور ان کے پیرو فائز (کامیاب) ہیں۔ امام صادق علیہ السلام کی ایسی کھلی زبردست شہادت کے بعد بھی اگر شیعہ حضرات عثمان کی فضیلت کے قائل نہ ہوں تو پھر ان سے خدا سمجھے۔ سوال شیعہ بیعت الرضوان کے شاملین میں ایسے لوگ بھی تھے، جنہوں نے بیعت کو توڑ دیا اور ان کا خاتمہ بالخیر نہ ہوا جیسے اجد بن قیس وغیرہ۔ جواب۔ ایسا شاذ و نادر وجود (اجد بن قیس وغیرہ) اگر بیعت کو توڑ کر کفار میں مل جائے تو کیا مضائقہ یہ شخص پہلے ہی ضعیف الایمان منافق تھا لیکن اصحاب ثلاثہ کو ایسے مردود پر قیاس کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے جو مرتے دم تک اس عہد پر قائم رہ کر فائز المرام ہوئے اگر یہ لوگ بیعت شکن ہوتے تو مسند خلافت نبوی پر انکو بیٹھنا کس طرح نصیب ہوتا اور حضرت علی شیر خدا ان کے ہاتھ پر بیعت کیوں کرتے پھر حضرت عثمان جن کو خاندان نبوت میں دو دفعہ داماد کا فخر حاصل ہوا بشہادت امام صادق علیہ السلام روزانہ آسمانی ندا بقول علی مرتضیٰ ہوتی ہے۔ ایسے دیسے کس طرح قیاس ہو سکتے ہیں شیعو سوچو کرد۔ انصاف انصاف، (آفتاب صفحہ ۴۷)

الجواب خدا صرف مومنین باتمکین سے راضی ہوا

یہ آیہ والی بدایہ دو - رنی آیت مبارکہ کی طرح عرف مومنین بالیقین کی زبان میں نازل ہوتی ہے نہ کہ منافقین

دمذبذبین کے حق میں چنانچہ اس کا ثبوت اسی آیت میں بالفاظ جلی موجود ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین کہ خدا راضی ہوا مومنین باتمکین سے جبکہ انہوں نے بیعت کی اس کے بعد فعلم ما فی قلوبھم اور فانزل السکینۃ فی قلوبھم کی ضمیر (ہم) کا مرجع ہر دو مقامات پر یہی اہل ایمان ہیں۔ یعنی خدا نے انہی اہل ایمان کا دلی حال معلوم کر لیا اور انہی پر تسلی نازل فرمائی۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نزول سکینہ بانیٔ اسلام یا اہل ایمان پر ہونا ہے

مطالعۂ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نزول سکینہ ہمیشہ یا رسول اسلام پر ہوتا ہے یا اہل ایمان پر ارشاد قدرت ہے فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین والزمھم کلمۃ التقوی (پ ۲۶ ع)

خدا نے اپنے رسول اور مومنین کو اپنی طرف سے تسلی و طمانیت قلب عطا کی اور انکو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم وہ خدا وہ ہے جس نے اہل ایمان کے دلوں میں اطمینان، تحمل کو اتارا تاکہ ان کے پہلے ایمان میں اور زیادتی ہو پہلی آیات کے جواب میں حضرات ثلاثہ کا عدم ایمان ثابت کیا جا چکا ہے تفسیر درمنثور میں ابن عباس سے مروی ہے کہا انما انزلت السکینۃ علی من علم منہ الوفا بعہد سکینہ صرف انہی لوگوں پر نازل ہوا جن کے متعلق خدا کو علم تھا کہ وہ اس عہد و پیمان پر وفا کریں گے۔

بیعت رضوان کرنے والوں میں بنا بر اصول اہلسنت منافق و فاسق بھی داخل تھے

اگر لقد رضی اللہ عن المؤمنین کی بجائے یوں ہوتا کہ لقد رضی اللہ عن المبایعین تحت الشجرۃ (کہ خدا درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں سے راضی ہوا۔ تب تو البتہ عمومی رضا و خوشنودیٔ خدا کا کسی حد تک خیال پیدا ہوتا۔ مگر یہاں تو خدا نے پہلے ہی اپنی رضامندی کو صرف اہل ایمان کے ساتھ مخصوص فرما دیا ہے اور اس میں اس طرف بھی صریح اشارہ موجود ہے کہ اس بیعت کرنے والی جماعت میں کچھ منافق بھی شامل تھے جنہوں نے بعد میں نکث بیعت کیا ایک فرد یعنی اجد بن قیس کا وجود تو ہمارے مخالف نے بھی بایں الفاظ تسلیم کر لیا ہے "اور ایسا شاذ و نادر وجود اگر بیعۃ توڑ کر کفار میں مل جائے تو کیا مضائقہ یہ شخص پہلے ہی ضعیف الایمان منافق تھا" (آفتاب صفحہ ۷۴) ابھی چند سطریں پہلے یہی مولوی صاحب فرما رہے تھے کہ "اس آیت میں خداوند کریم نے بیعت رضوان کے شاملین کو اپنی رضامندی کی سند عطا فرمائی ہے" تو اگر بقول ان کے صرف ایک منافق کا وجود بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تب بھی وہ قضیہ موجبہ کلیہ تو بہر حال ختم ہو جاتا ہے کہ "خدا تمام بیعت کرنے والوں سے راضی ہوا" اور یہ معلوم ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکس سالبہ جزئیہ ہوتا ہے آئیے اب ہم مزید چند منافقین و ناکثین کی نشاندہی کرتے ہیں۔

(۱) انہی بیعت کرنے والوں میں سے ایک عبدالرحمن بن عدیس البلوی المصری بھی تھا۔ استیعاب میں اس کے متعلق لکھا ہے "کان ممن بایع تحت الشجرۃ رسول اللہ قال ابو عمر وھو کان الامیر علی جیش القادمین من مصر الی المدینۃ الذین حصروا عثمان وقتلوہ۔ یعنی یہ شخص درخت کے نیچے بیعت رسولؐ کرنے والوں میں سے تھا اور یہ اس مصری لشکر کا سردار تھا جس نے آکر پہلے عثمان کا محاصرہ کیا اور پھر انہیں قتل کیا" (کذا فی مروج الذہب ج ۲ صفحہ ۲۳۱ طبع جدید) عجیب بات ہے کہ قاتل اور مقتول ہر دو بیعت الرضوان میں شامل ہیں۔ اب عقلاً یہاں تین صورتیں متصور ہوتی ہیں۔ یا تو ہر دو کو جنتی قرار دیا جائے یا ہر دو کو جہنمی سمجھا جائے یا ایک کو جنتی اور دوسرے کو جہنمی پہلی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صورت میں قاتل و مقتول اور ظالم و مظلوم دونوں کی مساوات لازم آتی ہے جو عقلاً و شرعاً قبیح ہے اور آخری دو شقوں میں سے جس شق کو بھی اختیار کیا جائے برادران اسلامی کا وہ قاعدۂ کلیہ بہر حال ختم ہو جاتا ہے کہ بیعت رضوان کے شاملین سب جنتی ہیں۔

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے!

(۲) حضرت عمار کا قاتل ابوالغادیہ بھی بیعت رضوان کے شاملین میں سے تھا۔ چنانچہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ج ۳ صفحہ ۱۶۹ ج ۴ صفحہ ۱۶ طبع مصر) میں لکھا ہے کہ اُن قاتل عمار بن یاسر ابوالغادیہ کان بایع تحت الشجرۃ ذکر ذلک ابن حزم وغیرہ یعنی ابن حزم وغیرہ (علماء اہلسنت) نے بیان کیا ہے کہ جناب عمار بن یاسرؓ کا قاتل ابوالغادیہ بھی تحت الشجرۃ بیعت کرنے والوں میں سے تھا حالانکہ جناب عمار کے قاتلوں کے متعلق پیغمبر اسلام کا مشہور فرمان ہے وہم عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ (بخاری ص ۶۰ طبع مصر) ترجمہ ہے عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اور کنز العمال میں صراحت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قاتل عمار و سالبہ فی النار۔ یعنی جناب عمار کا قاتل دوزخی ہے۔

(۳) انہی بیعت کرنے والوں میں صاحب جمل احمر بھی تھا جس کی اس جماعت میں شمولیت اور پھر اس کے غیر زاہی ہونے کا تذکرہ کنز العمال (علی ما نقل عنہ) میں بروایت جابر وغیرہ موجود ہیں (۴) اور انہی بیعت کنندگان میں مغیرہ بن شعبہ بھی تھا (جیسا کہ اصابہ ج ۳ صفحہ ۴۵۲ ج ۴ اسعاب میں مذکور ہے) یہ وہی مغیرہ ہے جسے عمر نے بصرہ کا گورنر بنایا تھا اور جب اس نے زنا کیا تو اسے معزول کر دیا اور پھر معاویہ نے اپنے دور حکومت میں اسے کوفہ کا گورنر بنایا اور جب کسی بات سے ناراض ہوا تو اسے معزول کرنا چاہا تو اس نے بطائف الحیل خلافت یزید کیلئے زمین ہموار کر کے معاویہ کی خوشنودی حاصل کی اور گورنری پر بحال رہا (الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۱۳۸ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۹ طبع لاہور۔ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۲۶) ۲۵ طبع لکھنؤ) تو اگر ایسے لوگوں سے خدا راضی ہے تو پھر یزید پلید اور اس کی خلافت سے بھی ہے (بقول مؤلف اسے مسند نبی پر بٹھانا کس طرح نصیب ہوتا) کیا ہماری اسلامی برادری یہ بات تسلیم کرنے پر آمادہ ہے؟

ع۔ اندکے غم دل باتو گفتم و بجاں تر سیدم ؛ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است۔

یہ بیعت رضوان کس بات پر تھی؟

اور اگر بفرض محال چند لمحوں کے لئے یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ خدا ان سب لوگوں سے راضی ہوا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی تو پھر بھی بات یہاں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ چند امور قابل غور و تامل باقی رہ جاتے ہیں اول یہ کہ یہ بیعت کس بات پر ہوئی تھی؟ دوم یہ کہ یہ رضامندی کس بات پر تھی؟ سوم یہ کہ یہ رضامندی مطلق تھی یا کسی شرط کے ساتھ مشروط تھی؟ سو امر اول کے متعلق واضح ہو کہ چونکہ سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پہلے جنگ احد، خندق وغیرہ میں اپنے اکثر اصحاب کا فرار دیکھ چکے تھے اس لئے انہوں نے اس بات پر بیعت لی تھی کہ آج کے بعد جب بھی میدان جنگ میں جائیں گے تو مر جائیں گے مگر کبھی دشمن کو پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ چنانچہ سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۱۹ تفسیر کبیر ج ، ص ۵۶۹ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۹، ۱۳۰ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۸ طبع مصر۔ ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۳۳۶ میں ہے بایعوہ علی ان لا یفروا ابدًا کہ ان لوگوں نے تحت الشجرۃ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس بات پر بیعت کی تھی کہ وہ کبھی بھی جنگ سے فرار نہیں کریں گے۔

اس سے دوسرے امر کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جب انہوں نے اس بات پر بیعت کر لی تو خدا کو ان کا یہ فعل پسند آیا اور فتح قریب (فتح خیبر) اور مغانم کثیرہ (مغانم ہوازن وغیرہ) کا وعدہ بھی فرمایا جسے بعد میں صادق الوعد خدا نے پورا بھی کر دیا۔

یہ رضامندی مشروط بایفائے عہد تھی۔

اب رہا تیسرا امر تو پہلے دونوں امور کے منقح اور واضح ہو جانے کے بعد اس کی حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ یہ رضا و خوشنودی کی سند اس بیعت پر یقاد ثبات کے ساتھ مشروط تھی کہ اگر یہ لوگ اس عہد پر قائم رہے تو یہ تمغہ بھی باقی رہے گا لیکن اگر اس عہد پر وفا نہ کی تو یہ تمغہ واپس لے لیا جائے گا چنانچہ اس بات کا تصریحی بیان درج ذیل آیت میں موجود ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما (پ ۲۶ س فتح ع ۹) (اے پیغمبر) جو لوگ (صلح حدیبیہ) کے وقت تمہارے ہاتھ پر (لڑنے مرنے) کی بیعت کر رہے تھے وہ تم سے نہیں بلکہ خدا سے بیعت کر رہے تھے (کہ تمہارا نہیں بلکہ) خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے تو جو (ایسا پکا قول و اقرار کیے پیچھے اس کو) توڑے تو توڑنے کا وبال خود اسی پر پڑے گا اور جو اس عہد کو پورا کرتا رہے گا جو اس نے خدا کے ساتھ کر لیا ہے تو عنقریب خدا اس کو بہت بڑا اجر دے گا (ترجمہ نذیری) صلح حدیبیہ والی بیعت سے مراد یہی بیعت ہے جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے چنانچہ قاضی بیضاوی نے بھی یہی لکھا ہے کہ الذین بایعوا تحت الشجرۃ فی بیعۃ الرضوان)۔

اس سے یہ امر کالشمس فی نصف النہار واضح و آشکار ہو گیا کہ یہ رضامندی اور وعدہ اجر و ثواب اس عہد پر وفا اور اس پر بقا کے ساتھ مشروط ہے ایسا نہیں کہ خدا نے ان لوگوں کو ابدی خوشنودی کا پروانہ دے کر جنت کا پٹہ ان کے نام الاٹ کر دیا اور انکو کہہ دیا کہ جو تمہیں کھلی چھٹی ہے جو چاہو کرتے پھرو چاہے وفا بعہد کرو چاہے نہ کرو میں بہر حال تمہارے صرف ظاہری اقرار و عہد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم راضی ہو گیا ہوں اور تم جنت الفردوس کے وارث اور اس کی حوروں کے شوہر بن گئے ہو کیا کوئی عقل سلیم رکھنے والا آدمی یہ بات باور کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں یہ وہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ہمارے مولوی کرم الدین صاحب نے بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کا اقرار کر ہی لیا ہے چنانچہ اپنے استدلال منقولہ بالا میں لکھتے ہیں "جو لوگ اس بیعت میں شامل ہو گئے اور اس پر قائم رہے ان کو مژدہ رضا الٰہی عطا ہو چکا" (انتاب ص ۷۱) الحمد للہ الذی اجری الحق علی لسانہم۔

اکثر شاملین بیعت اس عہد سے منحرف ہو گئے

اب صرف ایک امر قابل غور باقی رہ جاتا ہے کہ آیا یہ بیعت کرنے والے تمام لوگ اپنے کئے ہوئے عہد

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پر باقی رہے تھے یا اس سے منحرف ہو گئے تھے؟ سو جو امر حدیث، تاریخ کی ناقابل تردید شہادتوں سے ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ جس خدشہ کا اظہار خدائے قہار نے پہلے ہی فرما دیا تھا (فمن نکث) وہ صحیح ثابت ہوا یعنی معدودے چند افراد کے سوا باقی بیعت کرنے والوں کی اکثریت اس عہد کو توڑ بیٹھی اور حسب سابق بعد والی جنگوں (مثل خیبر و حنین وغیرہ) میں بزدلی کا مظاہرہ کر کے میدان جنگ سے دشمنوں کو پیٹھ دکھا کر فرار ہو گئی باوجودیکہ رسول) پکار رہے تھے!

انا النبی لا کذب ∴ انا ابن عبد المطلب

اور جناب عباس (عم رسول) بحکم رسول بھاگنے والوں کو یا اصحاب الشجرہ، کہہ کر بیعت رضوان یاد دلاتے رہے۔ شرم دلاتے ہے مگر مطلق ارشار ایزدی تعز و لینہم مدبرین۔ یار لوگ پھر بھی پیٹھ دکھا کر بھاگ ہی گئے۔ یہ بات یاد رہے کہ ان تمام جنگوں میں ان بھاگنے والوں میں سر فہرست اصحاب ثلاثہ نظر آتے ہیں ان تمام امور کے حوالہ جات دیکھنے کے لئے اسی کتاب کے چند صفحے پہلے الٹنے کی زحمت فرمائیے اور پہلی آیت کے جواب میں واقعات جنگ خیبر و حنین پر ایک سرسری نظر ڈال لیجئے یہ سب حقائق اجاگر ہو جائیں گے حالانکہ خدائے جبار و قہار دھمکی دے چکا تھا۔ وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما (پ ۲۶ س فتح ع ۱۰) اور اگر اب (اس پختہ عہد و پیمان کے بعد) بھی اس طرح پیٹھ دکھائی جس طرح اس سے پہلے دکھا چکے ہو تو خدا تمہیں سخت عذاب دے گا،، اب رہی خدا ان بھاگنے والوں کا ان الفاظ میں شکریہ کرتا ہے۔ ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار و کان عھد اللہ مسئولا (پ ۲۱ س احزاب ع ۱۹) یہ اس سے پہلے خدا سے وعدہ کر چکے تھے کہ اب پیٹھ نہیں دکھائیں گے سو خدا کے وعدے کے مطابق ضرور سوال کیا جائے گا بنا بریں یہ لوگ ان خوش قسمت لوگوں کی فہرست سے خارج سمجھے جائیں گے جن سے رضوان الٰہی اور ثواب بے منتہا کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور مومنین کی بجائے ناکثین (ومن نکث) کے زمرہ میں شامل ہو کر ومن یولھم یومئذ دبرہ فقد باء بغضب من اللہ، وماوہ جھنم وبئس المصیر کی تہدید و وعید کے سزاوار پائیں گے ابن مسیب سے روایت ہے وہ اپنے والد (مسیب) سے نقل کرتے ہیں کہ میں براہ عازب سے ملا اور کہا طوبی لک صحبت رسول اللہ وبایعتہ تحت الشجرۃ۔ طوبی (خوشخبری ہے) تمہارے لئے تم نے صحبت رسول کا شرف حاصل کیا اور بیعت الشجرہ حدیبیہ کی فقال یا ابن اخی انک لا تدری ما احدثنا بعدہ (یہ سنکر انہوں نے کہا برادر زادہ تم نہیں جانتے کہ ہم نے ان کے بعد کیا کیا بدعتیں پھیلائیں) بخاری ج ۳ ص ۱۱۸ طبع مصر) اور ایسے لوگوں کا انجام بخاری و مسلم کی احادیث حوض سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور پیغمبر اسلام کی وفات حسرت آیات کے بعد ان لوگوں نے خاندان نبوت پر مصائب و نوائب سے کوہائے گراں کہ جس طرح اپنا خامہ خوں چکاں سے رقم کیا وہ عیاں راچہ بیان کا مصداق ہے۔

ازالۃ الخفا میں اصحاب ثلاثہ کے احداث و بدعات دیکھنے کیلئے تاریخ الخلفاء وغیرہ اسلامی سیر و تواریخ کے اوراق کھلے ہوئے ہیں۔

نعوذ باللہ من الحور بعد الکور و انما الاعمال بالخواتیم۔ اللھم ارزقنا حسن الخاتمۃ بحق النبی و عترتہ الطاھرۃ۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کچھ جناب عثمان کے متعلق

اور جہاں تک عثمان صاحب کے متعلق مولف کی غیر متعلق باتوں کا تعلق ہے ان کا مختصر جواب یہ ہے کہ عثمان کو سفیر بنا کر بھیجنے کا انتخاب آنحضرت نے نہیں کیا تھا آنحضرت نے تو یہ حکم حضرت عمر کو دیا تھا مگر بزعم اہلسنت اشداء علی الکفار ہونے کی وجہ خوف جان انکار کیا اور انہی کی تجویز پر عثمان کو بھیجا گیا چنانچہ تاریخ الامۃ ج ۱ ص ۱۲۹ (مطبع علی گڑھ) میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت نے ان کو حکم دیا کہ کفار سے جا کر کہو کہ لڑنے کیلئے نہیں بلکہ صرف اعمال عمرہ بجا لانے کیلئے آئے ہیں تو انہوں نے جواب میں کہا یا رسول اللہ ان کی طرف سے مجھے جان کا خطرہ ہے علاوہ بریں میرے قبیلے بنی عدی کا بھی کوئی شخص مکہ میں موجود نہیں ہے جو مجھے پناہ دے میری رائے یہ ہے کہ حضرت عثمان بھیجے جائیں کیونکہ وہ خاندان بنی امیہ کے ایک باعزت رکن ہیں" (کذا فی سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۳۲ و روضۃ الاحباب ص ۵۴ وغیرہ) لیجئے عثمان کی فضیلت تو ثابت ہونے سے رہی البتہ عمر صاحب کی ایمان داری اور جان نثاری کے ڈھول کا پول بھی کھل گیا اور ثابت ہو گیا کہ وہ انہی لوگوں میں سے تھے جو امن و آشتی کے وقت تو بڑھ چڑھ کر اپنی فداکاری و جان نثاری کا اظہار کرتے ہے ؎ می خواہم از خدا بدعا صد ہزار جان ∴ تا صد ہزار بار بمیرم برائے تو

من کیستم کہ بہر تو جاں را فدا کنم ∴ اے صد ہزار جان مقدس برائے تو

لیکن جب واقعاً جان قربان کرنے کا وقت آتا تو عذر لنگ کے دفتر کھول کر بیٹھ جاتے۔ کہتے یا رسول اللہ اگر قریش مجھے مار ڈالیں گے اس لئے مجھے معاف دیجئے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق خدا فرماتا ہے اولئک لم یؤمنوا فاحبط اعمالھم ایسے لوگ، درحقیقت ایمان لائے ہی نہیں اسلئے خدا نے ان کے تمام اعمال اکارت کر دیئے ہیں (پ ۲۱ س احزاب ع ۲)

آنحضرت کے عثمان کی طرف سے بیعت لینے کی مصلحت

معلوم ہوا کہ جناب عثمان اس لئے سفارت پر بھیجے گئے کہ ان کے کفار قریش سے اچھے تعلقات تھے۔ باقی رہا ان کے لئے آنحضرت کا اپنے ہاتھ پر بیعت لینا تو خبر بر صحت روایت (جو کہ خبر واحد ہے اور مقام اعتقاد میں ناقابل اعتماد) اس میں بھی ان کی ہرگز کوئی فضیلت نہیں چونکہ آنحضرت باعلام اللہ جانتے تھے کہ عثمان بھی اپنے دونوں ہم نوالہ و ہم پیالہ دوستوں کی طرح اس بیعت پر قائم نہیں رہ سکیں گے بلکہ آئندہ ہونے والی جنگوں میں راہ فرار اختیار کریں گے اس لئے اگر ان کی طرف سے بیعت نہ ہوتی تو ان کو یہ عذر پیش کرنے کا موقعہ مل جاتا کہ انہوں نے تو فرار نہ کرنے کا عہد کیا ہی نہ تھا۔ اس لئے آنحضرت نے اتمام حجت کرنے اور ان کے اس عذر کو قطع کرنے کے لئے اپنے ہاتھ پر ان کی طرف سے بیعت لی تاکہ وہ عہد پیمان سب سے زیادہ پختہ ہو جائے اور توڑنے والے کیلئے سب سے زیادہ باعث درد و وبال قرار پائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور وہ نکث بیعت میں ہمیشہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ برابر کے شریک رہے باقی رہی ان کی مزعومہ دامادی تو اس پر وہاں مفصل بحث کی جائے گی جہاں مولف اس کا باقاعدہ فضائل عثمان میں تذکرہ کریں گے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور جہاں تک روضہ کافی ج ۳ ص ۱۴۶ والی روایت کا تعلق ہے کہ دن کے آخری وقت ندا آئیگی کہ عثمان کے پیرو فائز ہیں تو مولف اور ان کے ہمنواؤں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بموجب "الاحادیث یفسر بعضھا بعضاً" بحار الانوار ج ۱۲ ص ۲۶۳، ۲۷۰ ترجمہ فارسی میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ جو منادی صبح کے وقت حضرت علی کے شیعوں کی فوز و فلاح کی ندا کرے گا (کہ علی اور ان کے پیرو کار فائز المرام ہیں) وہ ندائے ربانی ہوگی (لا ان الحق مع علی وعلی مع الحق) اور جو ندا دن کے آخری حصہ میں ہوگی کہ عثمان کے پیرو فائز ہیں) وہ ندائے شیطانی ہوگی۔ صحیح ہے۔

؎ گلیم بخت کسے کہ بافتند سیاہ ٭ بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد۔

خروجِ دجال کے وقت عثمان کے جبدار اس کے تابعدار ہونگے نہیں یہ خوشخبری سناتے ہیں آئمہ عثمان کے ہوا خواہ ہم

میزان الاعتدال ذہبی ج ۱ ص ۳۶۵ طبع مصر بذیل ترجمہ زید بن وہب حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے فرمایا جب دجال خروج کرے گا تو اس کے وہی پیرو کار ہوں گے جو عثمان کے جبدار ہونگے" لیجیئے یہ سعادت مبارک ہو مبارک کیونکہ

؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ٭ ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

چودھویں آیت

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہ بھم رؤف رحیم (پ ۱۱ س توبہ ع ۱۴) ترجمہ۔ خدائے رحیم نے نبی اور ان مہاجرین و انصار پر رحمت کی توجہ فرمائی جو تنگی کے وقت آپ کے تابع ہوئے بعد اس کے پھر جانے لگے تھے ان میں سے بعض کے دل۔ پھر ان پر رجوع برحمت فرمایا۔ خدا ان پر بڑا شفیق اور بڑا مہربان ہے اس آیت میں ان مہاجرین و انصار کی تعریف فرماتا ہے جنہوں نے ساعۃ العسر (جنگ تبوک) میں شریک ہو کر آنحضرتؐ کی اتباع کی۔ کیا اس جنگ میں اصحاب ثلاثہ شریک نہ تھے؟ بلکہ جناب امیر عثمان نے تو اس مہم میں ایک نمایاں خدمت پیش کی تھی وہ یہ کہ تین سو اونٹ مع سامان کے اور ایک ہزار اشرفی طلائی کی امداد دی تھی الخ ..... (آفتاب ص ۴۲)

الجواب۔ اس میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے کہ جن حضرات نے عسرت اور تنگدستی کے وقت آنحضرتؐ کی خلوص نیت کے ساتھ اتباع کی اور مالی و جانی قربانیاں پیش کر کے نخل اسلام لگانے اور پروان چڑھانے میں بھرپور حصہ لیا وہ قابل صد ستائش ہیں اور ان کا یہ کارنامہ زریں حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے مگر قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ باتفاق تمام مورخین اسلام و غیر اسلام جنگ تبوک تو لڑی ہی نہیں گئی تو اس میں اصحاب ثلاثہ نے کارنامہ کیا انجام دیئے؟ یہ بات کس قدر عجیب ہے کہ جو جنگیں لڑی گئیں ان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہیں تو ہمیشہ کفار کو پیٹھ دکھا کر میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرتے رہے اور جس جنگ میں مسلمانوں اور کافروں کا آمنا سامنا ہوا ہی نہیں اس میں بڑے کارنامے انجام دیے۔

؎ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است۔؟

باقی رہا عثمان کا مالی ایثار کرنا تو اصول مناظرہ کے مطابق مولف اور انکے ہم مذہبوں کو اسکا قطعی ثبوت کتب شیعہ سے پیش کرنا چاہیئے جب بھی ایسا نہ کیا جائیگا ہم پر جواب دہی کا فرض عائد ہی نہیں ہوگا انما یتقبل اللہ من المتقین۔ خدا تو صرف متقیوں کے عمل کو قبول فرماتا ہے۔ تقوے کا درجہ تو ایمان سے بھی بلند تر ہے تو جن کا ایمان ہی ناحال ثابت نہیں ہوسکا (:: پہلی آیت کے جواب میں بحث ایمان عثمان کی طرف رجوع کیا جائے) ان کے تقوے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جب تک ایمان و تقوے ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک کسی عمل کی قبولیت کا سوال ہی خارج از بحث ہے پھر اس کے پیش کرنے سے کیا حاصل؟ فقد منا الی ما عملوا من عمل فجعلنا ہ ھباءً منثورًا۔:

پندرھویں آیت ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون اذ تقول للمؤمنین الن یکفیکم اللہ ان یمدکم ربکم بثلاثۃ آلاف من الملائکۃ منزلین (پ ۴ س ال عمران ع ۱۳) ترجمہ اور بے شک خدا نے تمہیں بدر کی مہم میں نصرت دی تھی۔ درآنحالیکہ تم کمزور تھے سو تم اللہ سے ڈرو۔ تاکہ شکریہ ادا کرو جبکہ تو کہتا تھا مومنین سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری امداد کرے اس آیت میں شرکاء جنگ بدر کو مومنین کا لقب درگاہ رب العزت سے عطا ہو چکا ہے اور شیخین معرکہ بدر میں ضرور شامل تھے۔ جن کی تائید و نصرت کے لئے اللہ العالمین نے تین ہزار فرشتے بھیجے الخ ..... (آفتاب ۴، ۷، ۵)

الجواب:۔ دوسری آیات مبارکہ کی طرح اس آیت مقدسہ کے پیش کرنے سے بھی ہمارے بھائیوں اور ان کے ممدوحین کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اولاً تو اس آیت میں ان شرکاء بدر سے خطاب ہے جنہوں نے اس جنگ میں مثالی جنگی کارنامے انجام دیئے تھے جیسے حضرت امیر علیہ السلام، جناب حمزہ اور حضرت ابو عبیدہ بن الحارث وامثالہم جن کی خداداد شجاعت و شہامت اور تین ہزار فرشتوں کی متعدد کارکردگی سے خدا نے اسلام اور مسلمانوں کو فتح و کامرانی عنایت فرمائی اور سابقاً پہلی آیت کے جواب میں بضمن جنگ بدر واضح کیا جا چکا ہے کہ شیخین کی اگرچہ اس جنگ میں شرکت تو ثابت ہے مگر ان کا کوئی جنگی کارنامہ پیش کرنے سے کتب فریقین قاصر نظر آتی ہیں اور ارباب عقل و بصیرت جانتے ہیں کہ "ایں قسم حاضر نشدن بہتر از حاضر شدن است ...

ثانیاً۔ بالفرض اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تمام شرکاء جنگ کو خطاب ہے تو حقائق قرآنی پر نظر رکھنے والے حضرات

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ ایمان اور مومن کے الفاظ دو معنوں میں استعمال کیے گئے ہیں ایک عمومی معنیٰ میں جو اسلام کے مترادف ہے یعنی صرف زبان سے اظہار شہادتین خواہ عقیدہ قلبی اس کے مطابق ہو یا نہ ہو اور کردار اچھا ہو یا برا۔ دوسرے خصوصی معنیٰ جس میں اقرار لسانی کے ساتھ ساتھ تصدیق قلبی اور صحت عمل بھی ضروری ہے اسی پہلے معنیٰ کے اعتبار سے خداوند عالم بعض نام نہاد مومنین سے فرماتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ (پ ۵ س ع) اے ایمان والو (یعنی جو صرف زبان سے ایمان لائے ہو) خدا اور رسول پر ایمان لے آؤ (یعنی اعتقاد و عمل کو صحیح کرو۔ ... ع) دیکھو اس آیت میں لفظ ایمان اپنے انہی دونوں معنیٰ کے اعتبار سے استعمال ہوا ہے۔ نیز اسی پہلے معنیٰ کے اعتبار سے خداوند عالم نے باغیوں کو بھی مومن کہا ہے۔ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیٔ الی امر اللہ (پ ۲۶ ع) جب مومنین کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو باغی گروہ سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم (صلح) کی طرف رجوع کرے" حالانکہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک باغی لوگ ایمان بلکہ اسلام سے اس قدر دور ہیں کہ ان کی نماز جنازہ بھی جائز نہیں ہے (در مختار ج ۱ ص ۷، مسلم مع شرح نووی ج ۱ ص ۳۱۴) لہٰذا اگر یہ خطاب سب شرکاء جنگ سے ہے تو پھر مومنین کی لفظ کا استعمال اسی عمومی معنیٰ کے اعتبار سے ماننا پڑے گا جس سے استدلال کرنے والوں کو فائدہ کی بجائے نقصان پہنچنا زیادہ امکان ہے۔ قد بینا الایات لقوم یعقلون۔

سولھویں آیت

واذ غدوت من اھلک تبوّی المؤمنین مقاعد للقتال واللہ سمیع علیم (پ ۴ س ال عمران ع ۱۳) ترجمہ۔ اور جب تو صبح کو اپنے گھر سے جا کر مومنوں کو لڑائی کی جگہ پر ٹھہراتا تھا خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ یہ آیت جنگ احد کا واقع بیان کرتی ہے اس میں شامل جنگ مذکورہ کے ایمان پر تنقیص ہے اس جنگ میں اصحاب ثلاثہ موجود تھے۔

طعن شیعہ شیعہ کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ جنگ احد میں رسول کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور جو شخص جنگ سے بھاگ جائے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔

جواب : اصحاب ثلاثہ کی نسبت یہ الزام ایک ایسا بیہودہ بہتان و افترا ہے جسکا کوئی ثبوت ہماری کتب معتبرہ سے نہیں دے سکتے اور یہ امر کہ قرآن میں بعض مسلمانوں کے پیٹھ پھیر جانے کا لکھا ہے جیسا کہ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان۔ سو اس آیت یا ایسی دیگر آیات میں کہیں تصریح نہیں ہے کہ یہ کون افراد تھے؟ علی المرتضیٰ یا ان کے پیرو تھے یا ثلاثہ یا ان کے اتباع۔ پھر جب ان اشخاص کا یہ قصور معاف کر دیا گیا تو پھر اس معافی کے بعد بڑا ظالم ہے وہ شخص جو ان کو مجرم سمجھے ولقد عفا اللہ عنھم شیعہ کا اس بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ احد کے دن بغیر علی اور ابو دجانہ انصاری کے سب لوگ بھاگ گئے تھے جیسا کہ فروع کافی ج ۳ ص ۱۴۹ میں درج ہے) سو اگر شیعہ کا یہ قول مان لیا جائے اور یہ الزام

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ناقابل عفو جرم قرار دیا جائے تو علیؑ کے علاوہ صرف ابوذرؓ جانہ مسلمان رہ جاتے ہیں اور شیعہ کے مسلمہ خاص مومنین مقدادؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ، عمارؓ وغیرہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ سب فسانے یار لوگوں کے گھڑے ہوئے اور بالکل خرافات ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جنگ احد میں اصحاب ثلاثہ حضرت علیؑ کی طرح ثابت قدم رہے تھے الخ.....

(آفتاب ص۵۷)

الجواب۔ مؤلف آفتاب کے یہ بودے اور کمزور استدلال دیکھ کر بے ساختہ عربوں کا یہ مقولہ یاد آیا ہے کہ "الغریق یتمسک بکل حشیش" یعنی ڈوبنے والا تنکے کا سہارا لیتا ہے بجائے اس کے کہ وہ کسی اسلامی غزوہ میں اپنے ممدوحین خاص یعنی اصحاب ثلاثہ کا کوئی جنگی کارنامہ پیش کریں وہ ہر جنگ کے متعلق صرف یہی کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ "اس جنگ میں اصحاب ثلاثہ شامل تھے" گھڑ دوڑ کے مقابلے میں جن گھوڑوں کو انعام دیا جاتا ہے ان کے تین طبقے ہوتے ہیں۔ پہلا، دوسرا، تیسرا اور جو گھوڑا ان تینوں انعامات میں سے کوئی بھی انعام حاصل نہ کر سکے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ فلاں گھوڑا بھی اس دوڑ میں شامل ہوا بلاشبہ یہی کیفیت مؤلف کے اصحاب ثلاثہ کی ہے ہر جنگ میں تحسین و آفرین الٰہی اور نبوی انعام و اکرام تو حضرت علیؑ یا ان کے پیروکار لے جاتے ہیں اور محبان ثلاثہ صرف یہ کہہ کر اپنا دل بہلاتے ہیں کہ ہمارے بزرگ (اصحاب ثلاثہ) بھی اس جنگ میں شامل تھے۔ اللہ کے بندو اگر ہمت و جرأت ہے تو ان کا کوئی جنگی کارنامہ بھی تو پیش کرو۔ اور اگر ایسا نہیں کر سکتے (اور یقیناً نہیں کر سکتے) تو پھر خاموشی کو ڈھال بناؤ اور ہمیشہ کیلئے چپ ہو جاؤ کیونکہ۔

ع خاموشی معنیٔ دارد کہ گفتن نمی آید۔

لفظ مسلمین کا منافقین پر اطلاق۔

باقی رہا یہ کہنا کہ اس جنگ کے شاملین کو مومنین کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ تو ابھی آیت نمبر ۱۵ کے جواب میں بالتفصیل واضح کیا جا چکا ہے کہ ایمان کے ایک عمومی معنی ظاہری "لسانی اقرار" کے بھی ہیں اور اس اعتبار سے منافقین کو بھی مسلمین و مومنین کہا جا سکتا ہے چنانچہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الایمان ص۴۱۱ طبع مصر پر (علی ما نقل فی عنہ) لکھا ہے "قد اتفق العلماء علی ان اسم المسلمین فی الظاہر یجری علی المنافقین (الی ان قال) کما کان النبی یجری علیہم احکام الاسلام الظاہر" یعنی سب علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمین کا نام حسب ظاہر منافقین پر بھی جاری ہوتا ہے۔ جس طرح کہ آنحضرت ان (منافقین) پر اسلام کے ظاہری احکام جاری فرماتے تھے۔ (کذا فی احیاء العلوم للغزالی ص۱۷ ج۱ طبع لکھنؤ)

جنگِ احد سے فرار ثلاثہ کا اہلسنت کی کتب معتبرہ سے ثبوت۔

اور یہ جو کہا ہے "کہ اصحاب ثلاثہ کا جنگِ احد سے فرار ایک بیہودہ بہتان و افترا ہے جس کا کوئی ثبوت ہماری کتب معتبرہ میں نہیں ہے اور یہ فسانے اور خرافات ہیں" یہ فقرے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پڑھ کر مؤلف کی کوتاہ اندیشی و تنگ نظری یا پھر انتہائی تعصب و ہٹ دھرمی پر بڑا ہی افسوس ہوتا ہے وہ اس مستند تاریخی واقعہ کو جس کے تذکرہ سے اہلسنت کی کتب معتبرہ چھلک رہی ہیں "بہبودہ بہتان و افترا" قرار دیتے ہیں، اگر مؤلف اس وقت قیدِ حیات سے آزاد نہ ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے کہ آیا تاریخ خمیس (جلد ۱ ص ۴۳۱ طبع مصر) کنز العمال ج ۵ ص ۳۰۴ طبع حیدرآباد) تفسیر کبیر امام رازی (ج ۳ ص ۱۰۸/۱۲۲ طبع مصر) تفسیر درمنثور امام سیوطی (ج ۲ ص ۸۸ طبع مصر) اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ یہ آپ کی کتابیں ہیں یا شیعوں کی؟ اور آیا یہ کتب معتبرہ ہیں یا غیر معتبرہ؟ اور اگر یہ کتب اہلسنت ہیں اور ہیں بھی معتبر! تو جو واقعہ (فرار ثلاثہ بروز جنگ احد) ان تمام کتب میں مذکور ہے (تفصیل پہلی آیت کے جواب میں بذیل جنگِ احد مذکور ہے) تو ایسے مسلم الثبوت واقعہ کو بہبودہ و افترا قرار دینے والے آپ کون ہوتے ہیں؟ اور آپ کی حیثیت کیا ہے؟ اور اگر اپنی شپرہ چشمی سے ایسے روشن واقعہ کا انکار کرتے ہیں تو ع چشمہ آفتاب را چہ گناہ

یہ کہہ کر فرار ثلاثہ کی خفت کو ہلکا نہیں کیا جا سکتا کہ آیت میں بھاگنے والوں کے ناموں کی تصریح نہیں ہے کہ علی المرتضیٰ یا ان کے پیرو تھے یا ثلاثہ یا ان کے اتباع" تو ارباب علم و عقل جانتے ہیں کہ آیات میں ساری تفصیلات کا تلاش کرنا عبث ہوتا ہے۔ تفصیلات تفسیروں، حدیثوں اور تاریخوں میں ملتی ہیں۔ سو وہ تصریحات ہم نے آیت ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان کی تفسیر میں کتب تفسیر، حدیث اور تاریخ سے پیش کر دی ہیں جس سے محبان ثلاثہ قیامت تک گلو خلاصی نہیں کرا سکتے۔

نیز مخفی نہ رہے کہ جنگ کے بھگوڑوں کی فہرست میں شاہ مرداں شیر یزداں حیدر کرار غیر فرار کا نام لینا (اگرچہ بطور احتمال ہی ہو) جفا ہے صبر و ثبات کی خدا خود تعریف کرتا ہے "یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص" اور فرشتے اُن کی شان میں یوں رطب اللسان نظر آتے ہیں "لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار"، جس کی ایک ضربت کو رسول الثقلین "ثقلین کی عبادت سے بھاری فرماتے ہیں یا ثلاثہ کو صبر و ثبات میں حیدر کرار کا مماثل قرار دینا جن کے اسلامی جنگوں سے فرار کا اپنے بیگانے اقرار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، ناجیت و خارجیت کی بدترین مثال ہے۔ بھلا حیدر کرار کو فرار سے کیا تعلق؟ اور فرار کو کرار سے کیا نسبت؟ ع چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔ کیونکہ

ع این زمیں را آسمانے دیگر است۔

جنگ اُحد میں جرم فرار کے معاف ہونے کا صحیح مفہوم

باقی رہا یہ کہنا کہ جب ان لوگوں کا قصور معاف کر دیا گیا تو پھر ان کو مجرم کہنے کا کیا مطلب ہے؟ یہ درست ہے کہ جنگ اُحد کے بھگوڑوں کو رب کریم کی بارگاہ سے معافی مل گئی تھی مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس معافی کا مطلب کیا ہے؟ ارباب عقل پر مخفی نہیں کہ "حق تعالےٰ کے اس عفو کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں سزا نہیں دی۔ اس عفو سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جرم فرار سے بھی بری کر دیئے گئے دیکھئے ایک حاکم کسی مجرم کو (بعد ثبوت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جرم) سزا معاف کر دیتا ہے لیکن وہ نفسِ جرم سے بری نہیں ہوتا بلکہ رجسٹر جرائم میں اس کا نام درج کر لیا جاتا ہے اور پولیس اسکے کردار، رفتار، اعمال و افعال پر خاص نظر رکھتی ہے۔ اسی طرح اگرچہ اصحاب بپاداشِ جرم فرارِ عذاب الٰہی سے تو بچ گئے۔ لیکن اس عفو سے داغ فرار نہیں مٹا بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے باقی رہا "وھو المطلوب" یہاں بحث فرار سے ہے نہ کہ سزا سے" (آیات محکمات) علاوہ بریں یہ عفو بھی صرف جنگ اُحد سے مخصوص ہے نہ کہ دوسرے غزوات سے۔ لہٰذا اس عفو کو کہاں کہاں چسپاں کیا جائے گا؟

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

یہ کہنا کہ "اگر شیعہ کا قول مان لیا جائے (کہ صرف حضرت علی اور ابو دجانہ انصاری باقی رہ گئے تھے) تو جناب ابوذرؓ سلمانؓ، وعمارؓ اور مقداد بھی دائرہ ایمان سے خارج ہو جائیں گے" تو پہلے ان حضرات کو اس جنگ میں شمولیت آپ ثابت کر دیں پھر ان کا صبر و ثبات ہم ثابت کر دیں گے۔

ع۔ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا۔

ان ناقابل رد حقائق کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ اصحاب ثلاثہ کا جنگ اُحد میں حضرت علیؑ کی طرح ثابت قدم رہنا یا لوگوں کا گھڑا ہوا افسانہ ہے۔ اور بالکل خرافات میں سے ہے جسکی کوئی اصلیت نہیں ہے، والحمد للہ ظھور الحجۃ وکشف المحجۃ۔

سترھویں آیت۔

وقذف فی قلوبھم الرعب یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المومنین (پ ۲۸ س حشر ع ۲) خدا نے ان یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا اجاڑنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔

اس آیت میں جن مسلمانوں نے رسول پاک کے حکم سے یہودیوں کے گھروں کو برباد کیا خدا ان کے ایمان کی گواہی دیتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اصحاب ثلاثہ ان مومنوں کے سرگروہ اور قافلہ کے سردار تھے۔ افسوس قرآن جا بجا ان پاک نفوس کے فضائل بیان کرتا ہے۔ مگر شیعوں کے دلوں پر ایسی مہر لگ گئی ہے کہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ (آفتاب ص ۷۶)

الجواب۔ خدا نے یہود کے گھروں کو اس بزرگوار کے ذریعہ سے برباد کیا تھا جس کے حق میں پیغمبر اسلامؐ نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ ولا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ میں علم لشکر کل اس مرد کو دوں گا جو بڑھ بڑھ کر حملے کرنے والا اور دشمن کو پیٹھ نہ دکھانے والا ہوگا وہ خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور خدا اور رسول اس سے محبت کرتے ہونگے۔ وہ اس وقت تک واپس نہ آئے گا جب تک خدا اس کے ہاتھ پر قلعۂ خیبر کو فتح نہ کر دے گا۔ (روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۳۶۲ معارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۳۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۹۹۔ روضۃ الصفا وغیرہ) اور یہ بزرگوار باتفاق فریقین حضرت امیر علیہ السلام تھے یا ان کے ماتحت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چند مخلص اہل ایمان علیہم الرحمۃ والرضوان۔

شیخین کا جنگِ خیبر سے فرار۔ باقی رہے آپ کے مومنوں کے سردار اور قافلہ سالار تو یہ بات تو درست ہے کہ ان کو اپنی ساری زندگی میں صرف اسی جنگ خیبر میں پیغمبر اسلام نے سردار کہا تھی مگر یہ قافلہ سالاری انکو راس نہ آئی اور خائب و خاسر بے نیلِ مرام میدان چھوڑ کر بھاگ آئے شبلی نعمانی لکھتے ہیں "قلعہ قموص مرحب کا تخت گاہ تھا۔ اس مہم پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر کو بھیجا لیکن وہ ناکام واپس آئے۔ طبری کی روایت ہے کہ جب خیبری قلعے سے نکلے تو حضرت عمر کے پاؤں جم نہ سکے اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ فوج نے نامردی کی ہے۔ لیکن فوج والوں نے خود ان کی نسبت یہی شکایت کی" (سیرت النبی ج ۱ ص ۳۵۶) مگر آنحضرت نے سرداروں کو بدل کر اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ فوج کی شکایت درست تھی۔ اصل میں سردار ہی نامرد تھے نہ کہ فوج یہ بڑے ہی کھلے ہوئے حقائق ہیں خدا اور رسول جابجا ان بھگوڑوں کی مذمت کر رہے ہیں۔ مگر جہاں ثلاثہ کے دلوں پر کچھ ایسی مہریں لگ گئی ہیں اور نظروں پر کچھ ایسے پردے پڑ گئے ہیں کہ وہ ان کو سمجھ ہی نہیں سکتے بیت ہے۔ انها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے ؎ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے۔ [1]

اٹھارویں آیت۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون (پ ۴ س ال عمران ع ۱۱) ترجمہ۔ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے۔ جو الی الخیر آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہو۔ یہ ہیں نہاں بات رائے ہیں اب بتاؤ کہ کیا اصحاب ثلاثہ میں یہ اوصاف نہ تھے۔ جبکہ انہوں نے اپنی زندگی ہی اس کام میں وقف کر دی اور ملک کے ملک فتح کر کے ان میں توحید کی روح پھونک دی تو منطوق اس آیت کے مفلحون ماننے پڑیں گے (آفتاب ص۔۔۔)

الجواب ملکی فتوحات دلیل ایمان نہیں ہیں قبل ازیں دوسری آیت کے جواب میں واضح کیا جا چکا ہے کہ ملکی فتوحات کو کسی شخص کے ایمان و ایقان کی دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ بعض اوقات خدا اپنے دین کی نصرت ایسے لوگوں سے بھی کر دیتا ہے جن کا خود دین میں کوئی حصہ نہیں ہوتا (ملاحظہ ہو بخاری مع فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۱ طبع دہلی۔ کنز العمال ج ۱ ص ۔۔۔ تفسیر اتقان ج ۲ ص ۳۵ وغیرہ)۔

---

[1] اگرچہ یہ آیت غزوہ بنی نضیر کے متعلق ہے (جو لڑا نہیں گیا) مگر چونکہ بقول شبلی نعمانی "یہ واقعہ غزوہ خیبر کی داستان کا دیباچہ ہے" (سیرت النبی ج ۱ ص ۳۵۱) اس لئے ہم نے متن میں واقعاتِ خیبر کا اجمالاً تذکرہ کر دیا ہے۔ فتدبر (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

علاوہ بریں آیت اولے کے جواب میں وضاحت کی جا چکی ہے کہ ہر عمل میں اخلاص ضروری ہے اور یہی چیز روح عمل ہے جس کے بغیر عمل ایک ایسا ڈھانچہ ہے جس میں روح نہ ہو یا ایسا پھول ہے جس میں خوشبو نہ ہو اور یہ بات اپنے مقام پر ثابت کی جا چکی ہے کہ ان حضرات نے جو ملکی فتوحات کیں۔ یہ ان ممالک میں روح اسلام و توحید پھونکنے کے لئے نہیں تھیں بلکہ حدود مملکت کی توسیع ہوس اقتدار کو پورا کرنے اور دونوں ہاتھوں سے مال و دولت سمیٹنے کے جذبہ کے ماتحت تھیں جن کے لئے ثلاثہ کی زندگیاں وقف تھیں جیسا کہ تیسری آیت کے جواب میں واضح کیا جا چکا ہے۔

ثلاثہ کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا ہے۔

اے کاش یہ لوگ یہ ملکی فتوحات نہ کرتے۔ انہی لوگوں اور انہی کی ان مزعومہ فتوحات نے اسلام کو اغیار کی نظروں میں بدنام کیا اور ان کو یہ کہنے کا موقعہ دیا ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے نہ کہ اپنی صداقت و حقانیت کے بل بوتے پر سچ ہے۔

؎ چوں از تو رود یکے بے دانشی کند ٭ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را۔

انیسویں آیت

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ لا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم (پ ۶ س مائدہ ع ۱۲) ترجمہ خدا ایسی قوم کو لائے گا جن کو رسول دوست رکھے گا اور وہ اس کو دوست رکھیں گے۔ یہ قوم مسلمانوں پر مہربان کفار پر سخت گیری کرنے والی ہے۔ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے یہ خدا کی عنایت ہے جسے چاہے بخشے۔ خدا وسیع علم والا ہے۔ بتاؤ یہ قوم کون تھی؟ نبی کریم سے سچے دل سے محبت اور نبی کریم ان سے محبت رکھتے تھے۔ کیا ثلاثہ اس کے مصداق نہیں؟ کیا اصحاب رسول اللہ اور یارانِ غاران کا نام یونہی مشہور ہو گیا؟ سوچو اور پھر سوچو (آفتاب منیر)

الجواب ۔ حسب الامر ہم نے مکرر اور سہ کرر سوچا ہے۔ لیکن بالآخر ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آپ بلا سوچے سمجھے ملائے عبدالشکور لکھنوی وغیرہ کے آموختہ کو دہرائے جاتے ہیں اور گویا زبان حال سے باآواز بلند کہہ رہے ہیں۔

؎ در پس پردہ صفت طوطی داشتہ اند ٭ آنچہ استاد ازل گفت بگو میگویم

اگر آپ تھوڑا سا بھی غور و فکر کرتے تو یہ حقیقت خود آپ کی کتابوں سے آپ پر روز روشن کی طرح واضح و عیاں ہو جاتی کہ یہ آیت مبارکہ امیر المومنین یعسوب الدین حضرت علی بن ابی طالب علیہ افضل التحیۃ والتسلیم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب آپ کے اصحاب رسول اور یاران غار میدان جنگ سے کفار کو پیٹھ دکھا کر راہِ فرار اختیار کر گئے تو اب خدا و رسول نے ان صفاتِ جلیلہ کے حامل بزرگوار کو میدان کارزار میں بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ ادھر اس آیت کو پڑھیئے اور ادھر اس اعلان رسول کے الفاظ کو دیکھئے جو ابھی اوپر آیت ۱۷ کے جواب میں پیش کیا جا چکا ہے (لاعطین الرایۃ غدا الخ..... توضیح الخیل صفحہ ۱۲۱

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہوجائے گا کہ دونوں جگہ (آیت وحدیث کے) مصداق جناب حیدر کرار غیر فرار اور ان کے حقیقی تابعدار و جان نثار ہیں اور اگر اس کے ابتدائی حصہ پر سرسری نگاہ ڈالیں گے تو اپنے ممدوحین کا ارتداد بھی معلوم ہوجائے گا۔ جو یوں ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم الخ ..... اے ایمان کے دعویدارو تم میں سے جو شخص دین سے برگشتہ ہوجائے گا تو خدا ایسی قوم کو لائے گا۔ الخ باقی رہی اصحاب رسول ؐ اور غار یار ہونے کی شہرت ؟ تو محققین کا فیصلہ ہے کہ بلا دلیل و برہان فقط شہرت بیک قلس نمی ارزد۔ کیونکہ رب شھرۃ لا اصل لھا۔ ہم اس کے قائل نہیں کہ ہر کفر کہنہ شود۔ سلمانی شود۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ ثابت ہوا کہ اس آیت مبارکہ کے تمام سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت الم نشرح ہوجاتی ہے کہ جو لوگ جنگ خیبر میں میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ مرتد ہیں (اور وہ ہیں مولف الکتاب کے مخصوص یار و اصحاب) اور جو جم کر لڑے تھے اور قلعہ خیبر کو فتح کیا تھا وہ خدا رسول کے محب و محبوب ہیں اور وہ ہیں جناب حیدر کرار اور ان کے پیروکار۔

بیسویں آیت

وما لھم الا یعذبھم اللہ وھم یصدون عن المسجد الحرام وما کانوا اولیاءہ ان اولیاءہ الا المتقون ولکن اکثرھم لا یعلمون (پ ۹ س انفال ع ۴) اللہ ان کو کیوں عذاب نہ کرے حالانکہ وہ پیغمبر کو مسجد الحرام سے بند کرتے ہیں اور وہ کافر مسجد کے متولی نہیں ہیں۔ اس کے متولی تو متقی لوگ ہیں لیکن کافر جانتے نہیں۔

بتائیے مسجد الحرام کے متولی کون لوگ تھے جن کے متقی ہونے کی الٰہی شہادت مل رہی ہے۔ مسجد اقصیٰ کے متولی بعد وفات نبوی وہی آپ کے خلفاء راشدین تھے جن کو شیعہ نافہمی سے منافقوں کا خطاب دے رہے ہیں اور شہادت الٰہی مسجد الحرام کعبۃ اللہ کے متولی متقین ہی ہوسکتے ہیں ولکن الشیعۃ لا یعلمون (آفتاب ص ۷۷)

الجواب۔ اس میں کیا شک ہے کہ مسجد الحرام ہو یا کعبۃ اللہ یا کوئی اور منبر و محراب شرعی نقطۂ نظر سے اس کے حقیقی ولی و وارث متقین بلکہ امام المتقین ہی ہیں شرعی نقطہ نگاہ سے انہی ذوات قادسہ کو امت مرحومہ کی قیادت وسیادت کا حق حاصل ہے مگر اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ بموجب ؎ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ جو شخص جس طرح بھی مسجد الحرام کی تولیت پر قابض ہوجائے تو وہ متقین کی فہرست میں بھی شامل ہوجائے۔ اگرچہ وہ منافقین غاصبین اور فاسقین کے زمرہ میں داخل ہو؟ ظاہر ہے کہ خلفاء بنو امیہ و بنی عباس کے زمانہ میں جو شخص خلیفہ کہلاتا تھا مسجد الحرام اور کعبۃ اللہ کا متولی بھی وہی ہوتا تھا۔ بنا بریں یہ تولیت صرف اہلسنت کے مزعومہ خلفائے راشدین تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ ان کے بعد مروان، یزید، ولید، سفاح، اور متوکل عباسی جیسے نابکار، شراب خوار، اور حرام کار بھی اس کے متولی رہے ہیں۔ لہٰذا مولوی کرم الدین صاحب کے خیال محال کے مطابق تو یہ تمام لوگ متقین ہی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

قرار پائینگے مالکم کیف تحکمون؟ سوائے سنی سنائی باتوں پر عمل درآمد کرنے والوں کے اور اپنے مذہب کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا دینے کی ناکام کوشش کرنے والوں کے اور کوئی بھی صحیح الدماغ البیابود اور کمزور استدلال کر سکتا ہے؟ مگر کیا کیا جائے کہ مخالف کی بربادی کی حالت یہ ہے کہ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل۔ صحیح ہے ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ من نور

سہ ۔ یارب وہ نہ سمجھیں گے میری بات ؎ دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زبان اور یہ

اکیسویں آیت

ومنھم الذین یؤذون النبی ویقولون ھو اذن قل اذن خیر لکم یومن باللہ ویؤمن للمومنین ورحمۃ للذین اٰمنوا منکم۔ ترجمہ۔ منافقین میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ایک کان ہے (یعنی ہر ایک کی بات سنتا ہے) کہدے کہ کان (سننے والا) تمہارے لئے بہتر ہے جو خدا کے کلام کی تصدیق کرتا ہے اور سچے مومنین کی بات مانتا ہے اور تم میں سے ان لوگوں کے لئے رحمت ہے جو سچے مومن ہیں اس آیت میں حق تعالیٰ نے صاف بتا دیا ہے کہ رسول خدا مخلص مومنین کی باتیں سنتے اور ان کی تصدیق فرماتے تھے اور یہ مسلمہ بات ہے کہ اصحاب ثلاثہ آنحضرت کی مجلس شوریٰ کے اعلیٰ ممبران تھے۔ آپ جملہ امور میں بحکم شاورھم فی الامر ان سے مشورہ لیتے۔ نیز جس قدر آپ کی نظر عاطفت ثلاثہ پر تھی اس سے انکار ہو نہیں سکتا کیونکہ آپ نے ان کے گھر سے تاطے لئے اور اپنے گھر سے دیئے اور یہ آیت سے ثابت ہے کہ آپ کی نگاہ عاطفت مومنوں پر ہی ہوا کرتی تھی۔ پھر شیعہ صاحبان کا آپ کے مصاحبوں اور آپ کے مخلص دوستوں آپ کے قرابتداروں کے ایمان میں شک کرنا سخت ناانصافی اور مترشح بے ایمانی ہے (آفتاب ص۸۷)

اس آیت کا شان نزول

الجواب ۔ یہ استدلال بچند وجہ مخدوش و ناتمام ہے اوّلًا اس آیت کے شان نزول کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایمان کے وہی عمومی معنی مراد ہیں جو پندرھویں آیت کے جواب میں بیان کئے گئے ہیں (یعنی صرف زبانی اقرار شہادتین اور اسی جگہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس معنی کے اعتبار سے اس کا ظاہری اطلاق منافقین پر بھی ہوتا ہے چنانچہ مروی ہے کہ کچھ ناقص الایمان لوگوں نے اسلام و بانی اسلام کے خلاف کچھ باتیں کہیں جب اہل ایمان نے آنحضرت کی خدمت میں ان لوگوں کی شکایت کی اور آنحضرت نے ان کو بلا کر ان سے حقیقت حال دریافت کی تو انہوں نے حلفیہ بیان دے دیا کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ آپ نے ان کی تصدیق کر دی بزم رسول سے نکل کر انہی لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ رسول تو بالکل کان ہیں (معاذ اللہ) کہ جو کچھ ان کے سامنے کوئی کہہ دے اس کی بات مان لیتے ہیں (جملہ تفاسیر) انکے اسی قول کی خدائے کریم نے اس آیت میں رد فرمائی ہے کہ آنحضرتؐ کا ایسا ہونا ہی تمہارے لئے بہتر ہے جو ظاہری کلمہ پڑھنے والوں کی بات مان لیتے ہیں۔ ورنہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اگر پوری تحقیق اور چھان بین سے کام لیا گیا تو بہرحال ان لوگوں کے نفاق و شقاق کا پردہ چاک ہو جائے گا۔ اور وہ ذلیل و رسوا ہو جائیں گے۔ بنا بریں ہمارے مخالف نے یہ اپج کہیں سے لگائی ہے کہ رسول خدا مخلص مومنین کی باتیں سنتے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں اس آیت کا شان نزول تو یہ بتاتا ہے کہ وہ رحمتہ للعالمین منافقین کی باتیں بھی سنتے اور بظاہر ان کی تصدیق فرماتے تھے۔

اصحاب سے مشورہ کرنے کی حقیقت

ثانیاً یہ کہنا بھی خلاف واقع ہے کہ اصحاب ثلاثہ آپ کی مجلس شوریٰ کے ممبران اعلیٰ تھے کیا آنحضرت نے کوئی ایسی مجلس شوریٰ تشکیل دی ہوئی تھی جس کے کچھ مخصوص ارکان تھے؟ تاریخ ایسی کوئی شہادت پیش کرنے سے قاصر نظر آتی ہے باتفاق جمیع علماء اسلام آنحضرت لوگوں سے مشورہ کرنے کے محتاج نہ تھے۔ بھلا جن پر ہر وقت فیضان الٰہی و وحی سماوی کا سلسلہ جاری ہو اور ہر ہر معاملہ میں براہ راست خدائے تعالیٰ سے ہدایت و فیض حاصل کر سکتے ہوں اور خود اعقل الناس ہوں نیز معصوم عن الخطا ہوں وہ کس طرح چند ناقص العقل، گنہگار اور ناقص العیار لوگوں کے مشورہ کے محتاج ہو سکتے ہیں؟ ان ھذا الا اختلاق! بات صرف اس قدر ہے کہ خدائے تعالیٰ نے آنحضرت کو محض ان کے ہمراہیوں کی تالیف قلب کی خاطر یہ حکم دیا تھا کہ بعض امور حرب و ضرب میں ان سے بھی بظاہر مشورہ کر لیا کریں تاکہ وہ خوش باش رہیں اور یہ نہ سمجھیں کہ رسول ہمیں تو کسی شمار و قطار میں نہیں سمجھتے۔ ورنہ آنحضرت صرف وحی الٰہی کی متابعت فرماتے تھے اور بحکم اتبع ما یوحیٰ الیک آپ اسی کے منجانب اللہ مامور تھے نہ کہ کسی مشیر یا بندبیر کے مشورہ کے افسوس کہ محبان ثلاثہ اپنے ثلاثہ کی محبت میں کچھ ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ وہ ان کی مدح کے جوش میں تنقیص رسولؐ کرنے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ آپؐ "بہت باتوں میں انہی کی صلاح و مشورہ پر کام کرتے تھے" (آفتاب صفحہ ۷۸) بلکہ اس طرح تو شان توحید پر بھی حرف آتا ہے کہ اس نے ایسے کامل العقل اور زائد الفضل افراد کو چھوڑ کر آنحضرتؐ کو کیوں خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا، جو ہر ہر بات میں ان لوگوں کے محتاج تھے؟

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا

آنحضرت منافقوں کے ساتھ زیادہ مدارت فرماتے

سلف نے بار بار سفر و حضر میں ثلاثہ کو ہمراہ رکھنے اور ان پر زیادہ نظر کرم کرنے سے ان کے ایمان پر استدلال کیا ہے تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ آنحضرت کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ منافقوں کے ساتھ ان کی (تالیف قلب کی خاطر مومنوں سے بھی زیادہ لطف و کرم فرماتے تھے۔ چنانچہ علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۶۹ طبع مصر بر بندیں آیت ومنھم من یلمزک فی الصدقات؟ بر رائے ابوبکر الاصم جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "ایک دن آنحضرتؐ نے اپنے بعض اصحاب سے دریافت فرمایا کہ آیا تم فلاں شخص کو جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا کہ آپ اسے اپنی بزم میں سب سے زیادہ قریب بٹھاتے ہیں اور اسے زیادہ مال و منال سے نوازتے ہیں۔ یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا وہ منافق ہے اور اس کے نفاق کی وجہ سے میں اس سے یہ اچھا سلوک کرتا ہوں تاکہ وہ دوسرے لوگوں کے دین و ایمان کو خراب نہ کرے"۔ اس حقائق کی روشنی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

روشنی میں واضح ہوگیا کہ صرف قربِ مجلسی یا زیادہ نظرِ التفات کو کسی شخص کے مومن ہونے کی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک دوسرے دلائل و براہین سے اس کا ایمان ثابت نہ ہو جائے۔ فتدبر وتشکر

رسول کے ناطہ لینے والی فضیلت کا جواب

ثالثاً ثلاثہ پر آنحضرت کی زیادہ نظرِ عاطفت کے ثبوت میں یہ پیش کرنا کہ آپ نے ان کے گھر سے ناطے لئے اور خود دیئے یہ بھی انوکھا استدلال ہے جہاں تک ناطہ لینے کا تعلق ہے آپ نے صرف ثلاثہ سے ہی نہیں بلکہ ابوسفیان (جبکہ وہ کافر تھا) اور حی بن اخطب یہودی سے بھی ناطے لئے ہیں تو کیا یہاں بھی اس امر کو ان لوگوں پر آنحضرت کی نگاہ عاطفت کی دلیل قرار دیا جاسکتا ہے؟ اور اگر وہاں نہیں تو یہاں کس طرح اور کیوں؟؟

؎ کچھ تو بولو کہ لوگ کہتے ہیں "آج غالب غزل سرا نہ ہوا"

اور جہاں تک ان کو اپنا رشتہ دینے کا تعلق ہے۔ ہم اس بات کے بے اصل و بے بنیاد ہونے پر وہاں مکمل تبصرہ کریں گے جہاں مؤلف اس عنوان کے تحت اس خیالی فضیلت کا تذکرہ کرینگے انشاء ائمہ معصومین کے ماننے والے شیعیان حیدر کرار نہ بے انصاف ہیں اور نہ بے ایمان۔ مولف نے انکو اپنے آئینہ میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ اصل حقیقت یہ ہے کہ شیعہ حضرات آپ کی طرح دشمن عقل و خرد نہیں وہ علیٰ وجہ البصیرت جانتے ہیں کہ صحبت بے کار ہے اگر اس میں حقیقی اسلام نہ ہو دوستی بے فائدہ ہے۔ اگر اس میں وفا کی جان نہ ہو اور قرابت عبث ہے۔ اگر اس میں ایمان نہ ہو ورنہ اگر صرف صحبت یا قرابت کی کوئی حقیقت یا وقعت ہوتی تو پھر بعض قرابتداران و مصاحبانِ رسول کی مذمت میں خدا قرآن کی پوری پوری سورتیں نازل نہ کرتا فتدبر وتشکر۔ لاتکن من الجاھدین۔ بے ایمانی اور بے انصافی تو یہ ہے کہ فاضل و مفضول، صالح و طالح، عالم و جاہل، عاقل و احمق بہادر، بزدل، کرار، فرار معصوم، گنہگار اور مخلص و ریاکار غرض کہ سب کو یکساں سمجھا جائے اور یہ نعرہ بلند کیا جائے کہ ع

ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں۔ اور اس واضح فرق کو نظر انداز کر دیا جائے کہ

ع وہ یارِ نبی یہ نفسِ نبی ہے فرق بہت ان چاروں میں۔

بائیسویں آیت

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا (پ ۴ س ال عمران ع ۱۴) ترجمہ۔ اللہ کا احسان یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور اس کی مہربانی سے تم بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ (دوزخ) کے گڑھے کے کنارے پر تھے پھر خدا نے تمہیں اس سے نجات دی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اسلام سے قبل صحابہ کرام کی باہم پشتینی عداوتیں چلی آتی تھیں جن کو اسلام کی روشنی نے بالکل مٹا دیا اور آپس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

میں ایسی اخوت پیدا کر دی کہ اس بھائی بندی کا رشتہ ہمیشہ رہنے والا تھا۔ لیکن شیعہ اس کے برخلاف یہ کہتے ہیں کہ اسلام لا کر بھی ان میں عداوت بدستور رہی۔ ماننا پڑے گا کہ اصحاب ثلاثہ اور علی المرتضیٰ باہم سچے بھائی اور شیر و شکر تھے۔ نیز آیت سے ثابت ہو چکا ہے کہ اسلام لانے سے پیشتر یہ لوگ دوزخ کے کنارے پر تھے لیکن اسلام کی نعمت حاصل ہونے کے بعد آتش دوزخ ان پر حرام ہو گئی۔ لیکن اگر شیعہ کا قول مانا جائے تو وفات نبوی کے بعد سوائے معدودے چند اشخاص (تین چار) کے سب کے سب مسلمان مرتد و کافر ہو گئے اور جہنم کے گڑھے میں گر گئے تو پھر فانقذکم کا مضمون غلط ہو گیا اور مخبر صادق کی شہادت جھوٹی ہو گئی (آفتاب صد ۷۸، ۷۹)

الجواب اس استدلال میں دو چیزیں قابل توجہ ہیں پہلا حضرت علیؓ اور ثلاثہ کا باہم شیر و شکر ہونا اور دوسرے صحابہ پر آتش دوزخ کا حرام ہونا۔ جہاں تک پہلے موضوع کا تعلق ہے ہم بقدر ضرورت نویں آیت کے جواب میں اس پر تبصرہ کر چکے ہیں۔ قارئین کرام اس مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔ اعادہ و تکرار کے لئے صفحات کتاب متحمل نہیں ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔

ہاں البتہ یہاں دوسرے موضوع پر بقدر ضرورت تبصرہ کیا جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ نعمت اسلام سے پہلے یہ لوگ آتش جہنم کا ایندھن بن چکے تھے (خدائے رحیم نے اسلام اور بانی اسلام کو بھیج کر گویا ان کو آتش جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے نکال لیا اور جنت میں جانے کا راستہ دکھا دیا۔ (انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا) مگر یہ کس آیت یا کس حدیث کا ترجمہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد ان پر آتش دوزخ حرام ہو گئی ان ھذا الا بھتان عظیم۔

نجات از دوزخ و دخول در جنت مشروط بچند شرائط ہے

پہلی آیت کے جواب کی تمہید میں قرآن و حدیث کی ناقابل ردّ شہادتوں سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ جہنم سے نجات اور جنت کا حصول اسلام و ایمان لانے کے بعد چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ منجملہ ان کے ایک شرط عمل صالح بجا لانا دوسری شرط کو جب جمیع اعمال باتوں سے اجتناب کرنا اور تیسری استقامت علی الاسلام اور خاتمہ بالخیر ہوتا ہے کیونکہ انما الاعمال بالخواتیم ان تمام آزمائشوں میں کامیابی کے بعد کہیں جا کر جہنم سے گلو خلاصی ہوتی ہے۔ اور جنت الفردوس میں قدم رکھنا نصیب ہوتا ہے۔

؎ یہ ممکن ہے بندہ ہوا نفل ملک سے ✤ مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ۔

اسلام ہرگز اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ انسان کلمہ اسلام پڑھنے کے بعد بالکل مطلق العنان اور اس طرح پدر مادر آزاد ہو جائے کہ جو چاہے کرتا پھرے۔ بس آتش دوزخ اس پر حرام ہو جائے گی حاشا وکلا ارشاد قدرت ہے۔

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ولیعلمن الکاذبین (پ ۲۰ س عنکبوت ع ۲) کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ (زبان سے) اتنا کہنے سے چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے ہیں اور انکو آزمایا نہ جائے گا اور ہم نے ان لوگوں کو (بھی) آزمایا تھا) جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں تو خدا ان لوگوں کو ضرور معلوم کر کے رہے گا (جو اظہار ایمان میں) سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا،، (ترجمہ نذیری) ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین (پ ۴ س ال عمران ع ۱۴)۔ کیا تم اس خیال میں ہو کہ جنت میں داخل ہو گے حالانکہ ابھی اللہ نے نہ تو ان لوگوں کو جانچا ہے جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور نہ اُن لوگوں کو جانچا ہے جو (لڑائی میں) ثابت قدم رہتے ہیں (ایضاً) الی غیر ذالک من الآیات الکثیرۃ۔

ہم صادق و صحیح صحابہ کی تعظیم کو جزوِ ایمان سمجھتے ہیں

لہٰذا جو خوش قسمت افراد ایمان لانے کے بعد ثابت قدم رہے اور ایمانی معیار پر پورے اترے وہ یقیناً دارین میں فائز و کامران ہو گئے ہم ایسے بزرگوں کی تعظیم و تکریم کو جزو ایمان، ان کی دلا کو جزو جان بلکہ ان کی خاکِ پا کو طوطیائے چشم بنانا اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے ہیں اور ان کے لئے دعا و استغفار کرنا اپنی مذہبی فریضہ جانتے ہیں جیسا کہ صحیفہ کاملہ کی دعائیں اس پر شاہد صادق ہیں۔ ہاں جو لوگ اس معیار پر پورے نہ اتر سکے وہ خسر والدنیا والآخرۃ وذالک ھو الخسران المبین کے مصداق قرار پائے۔ اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ خدائے حکیم نے چار انگلیاں بھی برابر نہیں بنائیں سارے کلمہ پڑھنے والے اور بزم رسالت میں بیٹھنے والے بھی یکساں اور ایک جیسے نہ تھے۔ بقول شاعر

ع۔ ہر کہ رمزے بہبود نداشت ٭ دیدنِ روئے نبی سود نداشت۔

(آدم سے لے کر عیسےٰ تک ہر رُو کیطرح اس آخری امتحان میں بھی بہت تھوڑے تھے۔ وہ خوش قسمت افراد جو کامیاب ہوئے ورنہ اکثر ناکام رہے۔ اگرچہ خدائے مہربان اور نبی آخر الزماںؐ نے اپنی کوئی امکانی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ سچ ہے۔

ع جنہیں ہونا تھا ڈوبنا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں۔

ارتداد صحابہ کی وبا

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ گروہ صحابہ میں عام گناہوں سے بڑھ کر رفتہ رفتہ نوبت بارتداد رسید اور یہ سلسلہ قبیحہ اگرچہ آنحضرتؐ کی زندگی میں شروع ہو گیا تھا مگر بعد ازاں تو اس نے ایک وبا کی شکل اختیار کر لی۔

وہ آیات جو ارتدادِ صحابہ پر دلالت کرتی ہے

ذیل میں بطور نمونہ اس قسم کی چند آیات و روایات پیش کی جاتی ہے (۱) ذالک بانھم امنوا ثم کفروا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون (پ ۲۸ س منافقون ع) ایمان لائے پھر کفر اختیار کیا اور اب اِنکے دلوں پر مہر لگ گئی ہے بس وہ نہیں سمجھتے (۲) ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتھم واولئک ھم الضالون (پ ۳ س ال عمران ع ۸) جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور کفر میں بہت آگے بڑھ گئے اِن کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور یہی لوگ ہیں راہ گم کردہ (۳) یا ایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ الخ۔ (پ ۶ س مائدہ ع ۸) اے ایمان کے دعویدارو! جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا ایسے لوگوں کو لائے گا جنہیں وہ دوست رکھتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔ اِس آیت کی تفسیر میں ملا حسین واعظ کاشفی نے اپنی تفسیر صفحہ ۱۴۹ پر لکھا ہے "بعد از رسالت مآب تمام عرب مرتد شدند الا اہل مکہ و مدینہ" (۴) وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین (پ ۴ س ال عمران ع ۱۵) اور محمدؐ نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول۔ اِن سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں پھر اگر حضرت محمدؐ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں (سابقہ کفر کی طرف) پلٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص الٹے پاؤں پھرے گا وہ خدا کا کچھ نقصان نہیں کرے گا (بلکہ اپنا نقصان کرے گا۔ اور عنقریب خدا شکر گزاروں کو جزائے خیر دے گا۔

وہ احادیث جو ارتداد صحابہ پر دلالت کرتی ہیں

آنحضرتؐ بالاعلام اللہ اپنے اصحاب کے مرتد ہونے کی خبر دے گئے تھے۔ چنانچہ احادیث حوض جو کہ متواتر ہیں (شرح مسلم نووی) اور متعدد طرق و اسانید اور مختلف الفاظ سے صحاح ستہ میں مروی ہیں اس بات پر شاہد عادل ہیں فرماتے ہیں۔ بینا انا علی الحوض اذا زمرۃ حتی اذا عرفتھم خرج رجل من بینی وبینھم فقال الا لیذادن رجال عن حوضی کما یذاد البعیر الضال فاناد یھم الا ھلم فقیل این فقلت الی واللہ النار قال ما شانھم فقلت انھم ارتدوا بعدک علی ادبارھم القھقری فلا اراہ یخلص منھم الا مثل ھمل النعم۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۷ طبع مصر) میں حوض پر کھڑا ہوں گا کہ ایک جماعت آئے گی جب میں نے ان کو پہچانا تو ایک شخص میرے اور ان کے درمیان سے نکلا اور کہا کہ ان لوگوں کو ضرور ہٹایا جائے گا جیسے گمشدہ اونٹ ہٹایا جاتا ہے میں ان کو پکاروں گا کہ آؤ آؤ تو کہا جائے گا کہ کہاں؟ میں کہوں گا خدا کی قسم دوزخ کی طرف۔ پوچھا جائے گا کہ ان کا کیا حال ہے؟ میں کہوں گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں پھر گئے تھے۔ پس میرا خیال ہے کہ ان میں سے کوئی نجات نہ پائے گا مگر گمشدہ اونٹوں کی مانند۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۷ طبع مصر مسلم جلد ۲ ص ۳۸۴ خصائص سیوطی ج ۲ ص ۱۲۷)

مسلم ج ۲ ص ۲۴۹ طبع دہلی میں ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ انا فرطکم علی الحوض من ورد شرب ومن شرب لم یظمأ ابدا ولیردن علی اقوام اعرفھم ویعرفونی ثم یحال بینی وبینھم فاقول انھم منی فیقال انک لا تدری ما عملوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن بدل بعدی۔ میں تم سے پہلے حوض کوثر پر موجود ہوں گا جو وہاں آئے گا اس سے پئے گا اور جو پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا اس اثناء میں میرے پاس کچھ ایسے لوگ آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے کہ اچانک میرے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور اُن کے درمیان پردہ حائل ہو گا میں کہوں گا کہ یہ تو میری جماعت میں سے ہیں کہا جائے گا تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کیا عمل کیئے ؟ اس وقت میں کہوں گا دُوری ہو اس کیلئے جس نے میرے بعد اپنی حالت بدل لی ،، بعض روایات میں یہ الفاظ موجود ہیں مجھ سے کہا جائے گا۔ انما شعرت ما عملوا بعدك واللہ ما برحوا بعدك یرجعون علی اعقابھم کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا عمل کئے ، بخدا یہ تو آپ کے بعد اپنے الٹے پاؤں پر پلٹ گئے تھے (صحیح مسلم، بخاری ج ۴ ص ۸۸ طبع مصر) بعض روایات کے الفاظ یہ ہیں ؟ فیقال انك لا تدری ما احدثوا بعدك ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد دین میں کیا کیا احداث و بدعات پھیلائے (صحیح مسلم ، غزوہ) آنحضرت اپنے بعد حیات میں ایسے بعض لوگوں کے بارے میں فرما گئے تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ابوبکر صاحب نے آپؐ سے استدعا کی کہ اس کے ایمان کے متعلق کچھ تصدیقی جملے فرما دیں۔ آنحضرت نے فرمایا ما ادری ما تحدثون بعدی ۔ مجھے کیا خبر میرے بعد تم کیا کیا احداث اور بدعات پھیلاؤ گے (ملاحظہ ہو موطا مالک ص ۱۷۳ طبع دہلی باب فضل الشہداء اور کتاب المغازی للواقدی ص ۱۰۲ باب غزوۂ احد وغیرہ) علامہ سیوطی نے خصائص ج ۲ ص ۲۷۸ میں ابن سعد سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ما عدانا فامہ بنا رسول اللہ فی الثواب فانکرنا قلوبنا ہم جونہی دشمن رسول سے فارغ ہوئے تو ہم نے اپنے دلوں کو بدلا ہوا پایا آیت نمبر ۱۳ کے جواب میں بخاری ج ۳ ص ۲۸ سے براء بن عازب کا قول نقل کیا جا چکا ہے جس میں انہوں نے آنحضرت کے بعد احداث و بدعات پھیلانے کا اعتراف کیا ہے بہرحال انہی حالات کا نتیجہ تھا جو غصب حقوق اور قتل نفوس کی صورت میں ظہور پذیر ہوا اور بالخصوص بعض نام نہاد صحابہ نے خاندانِ نبوت پر وہ وہ مظالم ڈھائے اور مصائب و شدائد کے وہ کوہائے گراں گرائے کہ بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے۔ ع

ہیچ کافر نہ کند آنچہ مسلمان کردند۔

ان احداث و بدعات کی بقدر ضرورت تفصیل مطاعن ثلاثہ کے ضمن میں بیان کی جائے گی انشاء اللہ

وہ اخبار و آثار جو ارتداد صحابہ پر دلالت کرتے ہیں۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے (علی ما نقل عنہا خلیفۂ اوّل کے زمانہ میں ساٹھ قبیلے مرتد ہو گئے تھے اور ایک قبیلہ دوسرے خلیفہ کے عہد میں۔ (۲) شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں ،، ما انکار نمی کنیم کہ در عصر اوّل مسلمان خوئے فتنہ نداشتند نمی بینی کہ بعد وفات آنحضرت بسیارے مرتد گشتند ،، (قرۃ العین ص ۱۶۳) (۳) عروج اسلام ترجمہ تاریخ کمال ص ۵۴۱ میں ہے ،، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور حضرت ابوبکر نے اسامہ کے لشکر کو روانہ کیا تو تمام عرب مرتد ہو گئے اور ملک میں فساد کی آگ چاروں طرف پھیل گئی اور قریش کے سوا ہر ایک قبیلہ بالکل مرتد ہو گیا۔ حضرت ابوبکر کے پاس ہر طرف سے نبی کے امیروں کے خطوط آئے کہ عرب مرتد ہو گئے اور عموماً سب قبیلوں میں بغاوت پھیل گئی ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں مؤلف کا یہ ارشاد کہاں تک درست ہے کہ ،، شیعہ کے اعتقاد میں سوائے معدودے چند اشخاص کے باقی سب مسلمان مرتد و کافر ہو گئے ،، اب تو معلوم ہو گیا کہ یہ صرف شیعوں کا ہی اعتقاد نہیں بلکہ سارے اسلامی فرقوں کا یہی نظریہ ہے ومن یکفر فانہ یکفر باللسان وقلبہ مطمئن بالایمان۔ سہ نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے ؛ نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تیئسویں آیت لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (پ ۴ س ال عمران ع ۷) ترجمہ خدا نے مسلمانوں پر احسان کیا کہ ان میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان کو ہماری آیتیں سناتا اور پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تحقیق وہ پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

یہ آیت اور اس قسم کی دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ آپ کے شاگردان رشید سب کے سب جملہ امراض ظاہری و باطنی سے بالکل پاک وصاف ہو گئے تھے اور نور اسلام کی چمک کے بعد ناممکن تھا کہ پھر ظلمت وکفران کے قلوب پاک کثیف کرتی اور واقعی نبی آخر الزماں کی قوت تاثیر ایک معجزہ تھی۔ کہ تھوڑی سی مدت میں مشرق سے مغرب تک نور اسلام پھیل گیا۔ لیکن اکثر شیعہ کا قول مانا جائے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بقول شیعہ بہت بڑے اصحاب اربعہ جو آپ کی نسل کے اعلیٰ ممبران تھے۔ آپ کے صبح وشام کے مشیر باتدبیر تھے۔ ان کا تزکیہ بھی آپ سے نہ ہو سکا۔ اور آپ کی وفات کے بعد تو سب کے سب مسلمان سوائے تین چار اشخاص کے دل پھر گئے اور کفر ونفاق اختیار کر لیا۔ بھائیو کچھ تو غور کرو۔ کس قدر اسلام اور بانی اسلام پر دھبہ آتا ہے اور مخالفین کو طعن کا موقعہ ملتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ بے ہودہ گوئی اور لغویات ہیں۔ الخ (آفتاب ص ۷۹)

الجواب اس استدلال میں کوئی نئی چیز پیش نہیں کی گئی۔ بلکہ اسمیں بعض باتیں وہ ہیں جو ابتدائے کتاب میں بذیل عنوان "اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتا ہے" بیان کی جا چکی ہیں اور ہم نے ان کا تفصیل جواب باصواب بھی وہیں پیش کر دیا ہے اور بعض وہ ہیں جو آیت نمبر ۲۲ کے ضمن میں بیان کی گئی ہیں۔ جس کے جواب میں ہم نے بفضلہ تعالیٰ قرآنی آیات، تاریخی واقعات اور روایات متواترات سے اکثر صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد مرتد ہو جانا ثابت کر دیا ہے۔

اکثر صحابہؓ کے ارتداد وناکامی سے رسولؐ کی تعلیم وتبلیغ پر کوئی ایراد وارد نہیں ہوتا اور اس میں آنحضرتؐ کے بیان معجزہ توامان اور تعلیم و تبلیغ پر ہرگز کوئی ایراد عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ سراسر آپؐ کے ان ہم نشینوں کی ہی نااہلی ونالائقی ثابت ہوتی ہے اگر کسی مدرسہ کے تمام طالب علم ناکام ہو جائیں تب تو ہر آدمی مدرس اور معلم ہی کو مورد طعن قرار دے گا۔ لیکن اگر چند لڑکے ہی پاس ہو جائیں تو ہر شخص یہی سمجھے گا کہ پڑھانے والے نے تو کوئی کوتاہی نہیں کی بلکہ صحیح پڑھایا ہے۔ ورنہ یہ چند لڑکے بھی کامیاب نہ ہوتے لہٰذا اس صورت میں ناکام ہونیوالوں کی ناکامی کی ذمہ داری خود انہی پر عائد ہو گی۔ جو ناکام ہوئے ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

گزشتہ انبیاء کی تبلیغ اور اس کے مایوس کن نتائج

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک قوم کو بے مثال تبلیغ کی مگر نتیجہ کیا نکلا۔ فما اٰمن معہ الا قلیل۔ سوائے چند آدمیوں کے اور کوئی ایمان نہ لایا تو کیا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ ان کی تبلیغ میں کوئی نقص تھا؟ نہیں بلکہ ہر شخص اسے قوم نوحؑ کی نااہلی پر محمول کرے گا۔ حضرت موسیٰؑ نے بڑی جد و جہد سے اپنی قوم کی فلاح و بہبود کے لئے عرصہ دراز تک کام کیا۔ مگر ان کے کوہ طور پر جاتے ہی قوم کی اکثریت گوسالہ پرستی کر کے مرتد ہو گئی تو کوئی یہ وہم بھی کر سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی تعلیم و تبلیغ ناقص تھی؟ نہیں بلکہ ہر با انصاف آدمی یہی کہے گا کہ قوم نااہل و ناکارہ تھی۔ تو بعینہٖ یہی صورتِ حال یہاں بھی درپیش ہے۔ کیونکہ یہ قانونِ قدرت اور آئینِ فطرت ہے کہ

ہر آدمی اپنی فطری استعداد کے مطابق کسب فیض کرتا ہے

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حین حیات میں جب بھی کوئی آزمائش کا موقعہ آتا تو بہت ہی تھوڑے اشخاص کامیاب ہوتے تھے۔ اور آپؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد جب بڑی آزمائش کی گھڑی آئی تو تب بھی بہت تھوڑے تھے وہ خوش قسمت لوگ جو اس امتحان و ابتلاء میں کامیاب ہوئے اور جو ناکام و نامراد ثابت ہوئے تو اسمیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی قصور نہیں۔ اور نہ اس سے ان کی تعلیم و تبلیغ پر کوئی ایراد وارد ہوتا ہے۔ بلکہ ہر با انصاف آدمی یہی سمجھے گا کہ ؎

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا سے سرسبز دریا میں رہ کے عکس سرو کنار جو کا

حقیقت امر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والا صفات فیوض و برکات ربانیہ کا سرچشمہ تھی۔ اور ہر آدمی نے اپنی ذاتی فطرت و استعداد اور لیاقت کے مطابق اس سے استفادہ اور کسب فیض کیا ہے۔ جس طرح بارانِ رحمت سے ہر زمین اپنی حیثیت کیمطابق استفادہ کرتی ہے۔

؎ باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست ÷ در زار لالہ روید و در شور بوم و خس

علامہ تفتازانی کا بیان حقائق ترجمان

علامہ تفتازانی شرح مقاصد ج ۲ ص ۳۰۶ طبع اسلامبول میں لکھتے ہیں۔ اما ما وقع بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنۃ الثقاۃ مبدل بظاہرہ علی ان بعضھم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق الخ یعنی صحابہ رسول کے درمیان جو جنگ و جدال اور مشاجرات و تنازعات واقع ہوئے جیسا کہ کتب تاریخ میں مسطور اور معتبر آدمیوں کی زبان پر مذکور ہیں۔ وہ بظاہر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بعض صحابہ جادۂ حق سے منحرف ہو گئے۔ اور فسق و فجور اور ظلم و جور کی حد تک پہنچ گئے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں ⁂ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرِ ما؟

چوبیسویں آیت واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون فضلاً من اللہ ونعمۃ واللہ علیم حکیم (پ ۲۶ س حجرات ع ۳) ترجمہ۔ مسلمانو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے۔ اگر وہ اکثر باتوں میں کہنا مان لے تو تمہیں تکلیف ہو۔ لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنایا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں رچا دیا ہے اور کفر و شرک و نافرمانی سے تمہیں متنفر بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ھدایت پانے والے ہیں اور ان پر اللہ کا احسان ہے۔ خدا دانا حکیم ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے دلوں میں خدا نے ایمان کو راسخ اور مضبوط کر دیا ہے اور ایمان کے ساتھ ان کو محبت طبعی ہو گئی ہے اور کفر و فسق سے ان کو ہمیشہ کے لئے نفرت ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایمان کے خلاف کوئی بات ان سے سرزد ہونا محال تھی۔ پھر ان پاک نفوس پر یہ الزام کہ ان کی ایمانی حالت ایسی متزلزل تھی کہ نبی کریم کی زندگی میں بھی ان کا ایمان صرف رسمی اور ظاہری تھا اور آپ کی وفات کے بعد خاندانِ رسالت پر اعلانیہ ظلم کرنے شروع کر دیے کیا یہ آیت کریمہ مذکورہ کی صریح تکذیب نہیں۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔ (آفتاب ص ۸)

الجواب نہ معلوم مؤلف کتاب کو کیا ہے کہ دعوے اور دلیل کی مطابقت کا خیال بھی نہیں کرتے۔ دعوے تو یہ ہے کہ اپنے خاص ممدوحین اصحاب ثلاثہ کا ایمان و ایقان ثابت کریں۔ مگر آیات وہ پیش کرتے ہیں جن میں بالعموم بعض افراد صالحہ کی تعریف و توصیف تو کی گئی ہے مگر انہیں اصحاب ثلاثہ سے اتنا بھی ربط نہیں ہے جتنا کہ کھجور کی گٹھلی سے چھلکے کا ہوتا ہے کیونکہ لا دلالۃ للعام علی الخاص۔ اس میں کیا شک و شبہ ہے کہ بعض اصحاب و احباب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور ایسے کامل الایمان تھے جن کے دلوں میں ایمان راسخ تھا اور انہیں گناہ و عصیان سے قلبی نفرت بھی تھی مگر وہ کون؟ قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام پر سرسری نظر رکھنے والے حضرات پر ان کی تشخیص چنداں مشکل نہیں ہے وہ وہی تھے جو خود فرمایا کرتے تھے لو کشف الغطا لما ازددت یقینا (واجب و ممکن کے درمیان جو حجاب ہیں) اگر وہ حجاب اٹھا بھی دیئے جائیں تب بھی میرے ایمان و ایقان میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔ (کیونکہ وہ آخری نقطۂ کمال تک پہنچا ہوا ہے) ارشاد حضرت علیؑ مندرجہ شرح فقہ اکبر ج ۱ ص ۱۵۳ طبع گلزار محمدی لاہور) یا وہ صلحاء ہیں جن کے متعلق بجنبر فرماتے ہیں۔ سلمان منا اھل البیت (اصابہ وغیرہ) یا وہ جن کے متعلق بانی اسلام شہادت دیتے ہیں۔ ما اقلت الغبراء وما اظلت الخضراء علی ذی لھجۃ اصدق من ابی ذر رضؓ آسمان نے کسی ایسے آدمی پر سایہ نہیں ڈالا اور نہ زمین نے اٹھایا ہے جو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ابوذر سے زیادہ راست گو اور سچا ہو (تقریب التہذیب) یا ان جیسے اور افراد کاملہ و نفوس زکیہ مقصود ہیں جنہوں نے چشمۂ فیوض و برکات سے خوب سیر ہو کر اور دل کھول کر استفادہ کیا اور گوہرِ مقصود سے اپنے دامن مراد پر کئے بہر حال وہ نام نہاد صحابہ قطعاً اس مقدس زمرہ میں داخل نہیں۔ جن کے متعلق پیغمبرِ اسلام یہ فرماتے ہیں کہ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل۔ شرک تم میں چیونٹیوں کی چال سے بھی زیادہ مخفی چلتا ہے۔ (خطاب رسول راجع بابی بکر تفسیر درمنثور ج ۴ ص ۵۲ تفسیر فتح البیان ج ۵ ص ۲۲۹ طبع مصر) اور نہ وہ اس میں شامل ہو سکتے ہیں جو صلح حدیبیہ کے موقعہ خود رسالتمآب کی نبوت میں شک کر بیٹھے تھے (ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ قول عمر تفسیر درمنثور ص ۷۷ وغیرہ) اور نہ وہ مراد ہو سکتے ہیں جو بعض عورتوں سے شادی کرنے کی خاطر اسلام لاتے تھے (ملاحظہ ہو کیفیت اسلام عثمان خصائص کبری جلد ۱ ص ۱۳۱ طبع مصر) اور نہ ہی وہ لوگ اس میں داخل ہو سکتے ہیں جو ہر جنگ میں رسولِ خدا کو تنہا چھوڑ کر میدان سے منہ موڑ جاتے تھے۔ (ملاحظہ ہو ثلاثہ اور اُنکے ہمنواؤں کے فرار کی بحث بذیل جواب آیت اولی) اور نہ ہی وہ لوگ مراد ہو سکتے ہیں جن پر خود آنحضرت نے اپنے حین حیات میں شرب خمر، صدور زنا اور قذفِ محصنات جیسے سنگین جرائم کے ارتکاب پر شرعی حدود جاری فرمائے تھے (حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، اور ماعز اسلمی وغیرہ کے حالات ملاحظہ ہوں۔ ترجمہ فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۲۲۳) اور نہ ہی وہ لوگ اسکے مصداق ہو سکتے ہیں جن کی ابدی ہلاکت کی مخبر صادقؐ نے احادیث حوض میں خبر دی ہے۔ جن کا ایک شمہ سابقہ آیت کے جواب میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اور نہ ہی ان کے اتباع و پیروکار اس جماعت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جب انکے پیر مغاں ہی داخل نہیں تو ان کے مریدان باصفا کس طرح داخل ہو سکتے ہیں؟ یہ وہ لوگ تھے کہ ان کے دلوں میں ایمان راسخ تھا اور نہ ہی ان کو گناہوں سے نفرت تھی۔ بلکہ وہ "یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم" کے مصداق تھے۔ ایسے ہی لوگوں نے آنحضرتؐ کے حین حیات میں خفیہ طور پر اور آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد اعلانیہ طور پر اسلام اور آنحضرتؐ کے خاندانِ ذی شان کے خلاف ریشہ دوانیاں کیں۔ بالخصوص آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان لوگوں نے جو نارواسلوک کیا اور ظلم و ستم کے جو کوہائے گراں ان پر گرائے۔ ان کے پیش نظر کسی شاعر نے بجا کہا ہے کہ ؎

ہیچ کافر نہ کند آنچہ مسلماں کردند

ان مظالم کا کچھ اجمالی تذکرہ سابقہ اوراق میں مختلف مقامات پر کیا جا چکا ہے اور آئندہ بھی مناسب مقامات پر کیا جائیگا ان شاء اللہ۔[1]

مؤلف کی مبالغہ آرائی دیکھئے کہ ایسے لوگوں کو صرف چند نفوس لکھنے پر اکتفا نہیں کی بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ "ایمان کے خلاف کوئی بات ان سے سرزد ہونا محال تھی" حالانکہ حقیقی معصوم بھی ترک عصیان پر مجبور نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکی عصمت اختیاری ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے خیر سے مؤلف کو محال کا مفہوم ہی معلوم نہیں ہے۔ ورنہ ایسی بے پر کی نہ اڑاتے محال خواہ

---

[1] ان امور کی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب سعادۃ الدارین کی طرف رجوع کریں منہ عفی عنہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بالذات ہو یا بالغیر بہر حال محال ہے اور ممکن کی ضد سچ ہے ع

پیراں نمی پرسند مریداں می پرانند

بایں ہمہ حقائق اصحاب ثلاثہ کو اس آیت کا مصداق قرار دینا کیا قرآن کی متعدد آیات پیغمبر اسلام کی معتبر روایات اور اور تاریخی مسلمات کی صریح تکذیب نہیں ہے؟ مقام عبرت ہے! مگر آہ۔ ما اکثر العبر و ما اقل الاعتبار

کاخ جہاں پُر است ز ذکر گذشتگاں
لیکن کسے کہ گوش نہد ایں صدا کم است

پچیسویں آیت فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المومنین والزمھم کلمۃ التقوی وکانوا احق بھا واھلہ وکان اللہ بکل شیئ علیما (پ ۲۶ س فتح ع ۱۱)

ترجمہ:۔ پھر خدا نے سکینہ (رحمت) اپنے رسول اور ایمان والوں پر نازل کی اور صفت تقویٰ ان کے لئے لازم کر دی اور وہ اس انعام کے مستحق تھے اور خدا ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

یہ سورۂ فتح کی آیت ہے جس میں مجاہدین حدیبیہ کے فضائل و مناقب کا بیان ہے۔ جسمیں یہ ذکر ہے کہ اللہ کریم کی طرف سے اصحاب حدیبیہ پر سکینہ نازل ہوا اور صفتِ تقویٰ ان کے لئے لابدی وصف لازم ہو گئی جو کبھی منفک نہیں ہو سکتی اور یہ بھی فرمایا کہ یہ سچے جاں نثارانِ رسولؐ فی الواقع اس انعامِ عظیم کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جن لوگوں کے لئے صفتِ تقویٰ لازم کی گئی ہو کیا وہ منافق ہو سکتے ہیں (آفتاب ص ۸۱)

الجواب اس استدلال میں کوئی نئی چیز پیش نہیں کی گئی بلکہ وہی بات دوسرے لفظوں میں دوہرائی گئی ہے۔ جو قبل ازیں آیت نمبر ۱۳ میں کہی جا چکی ہے اور ہم اس مقام پر اسکا مکمل و مفصل جواب باصواب پیش کر چکے ہیں لہٰذا اس کے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے سر دست یہاں صرف اس قدر اجمالی اشارہ کر دینا کافی ہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں دو چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ایک حقیقی اہل ایمان پر سکینہ کے نازل کرنے کا۔ دوسرے صفتِ تقویٰ کو ان کے لئے لازم کرنے کا۔ مؤلف نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ "سچے جاں نثارانِ رسولؐ فی الواقع اس انعام عظیم کے سب سے زیادہ مستحق و سزاوار تھے" اور بدقسمتی سے مؤلف کے محبوب القلوب ثلاثہ ان دونوں نعمتوں سے تہی دامن نظر آتے ہیں ان کا حقیقی ایمان ثابت ہے (آیت نمبر ۱۳ کا جواب ملاحظہ ہو) اور اسلام و بانیٔ اسلام پر جاں نثار کرنے کی بجائے ہر جنگ سے ان کا فرار ضرور ثابت ہے۔ کچھ تو خوفِ خدا کرو۔ بھلا کا لوگ کس طرح اس آیت کے مصداق ہو سکتے ہیں جنہوں نے اسی صلح حدیبیہ کے موقعہ پر شک فی النبوۃ کیا تھا (در منثور ج ۶ ص ۷۰) اور اسی بیعت الرضوان میں آئندہ میدان جنگ سے کفار کو پیٹھ نہ دکھانے کا پختہ وعدہ کیا تھا جس سے بعد میں منحرف ہو گئے اور بعد والی جنگوں (جیسے خیبر و

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حنین وغیرہ) میں بدستور سابق فرار پر فرار کرتے رہے (آیت نمبر ۱ و نمبر ۲ کے جواب میں یہ سب حقائق بیان کئے جا چکے ہیں فراجع) عربی کا مقولہ ہے (ثبّت العرش ثم انقش)، پہلے تختی ثابت کرو۔ پھر اس پر کچھ نقش و نگار کرو۔ اس لئے اگر ہمت ہے تو پہلے اصحاب ثلاثہ کا حقیقی ایمان ثابت کرو اور پھر کوئی دوسری بات کرو۔ لیکن یقین سمجھو کہ ایسا کرنا تمہارے لئے قیامت تک ممکن نہیں ہے۔ ولو کان بعضھم لبعضٍ ظھیراً

؎ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ؛ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

چھبیسویں آیت الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ (پ ۱۰ س توبہ ع ۱۳) ترجمہ:۔ اگر تم اس کی مدد نہ کرو (تو کیا مضائقہ) خدا اس کا ناصر ہے (جس نے اس وقت نصرت دی) جبکہ کفار نے اس کو مکہ سے نکال دیا۔ وہ دوسرا تھا دونوں میں سے جبکہ وہ دونوں (دوست) غار میں تھے اور جبکہ اپنے رفیق سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کیجئے یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے

اس آیت پر بنظر انصاف غور کرو۔ تمہیں فضائل صدیقی ستاروں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔

(۱) ایسے ہولناک وقت میں بامر الٰہی ابوبکر صدیق کا انتخاب ہونا اور صدیق اکبر کا ایسے خطرناک موقع پر اپنے اخلاص میں پکا نکلنا بڑی بہادری ہے۔ دشمن کی تلواروں کے سایہ تلے سے اپنے پیارے آقا کو بچا کر اپنے کندھے پر سوار کر کے غار ثور میں لے جانا صدیق اکبر کے فضل عظیم پر روشن دلیل ہے۔

(۲) خدا کے حضور سے ثانی اثنین اور لصاحبہ ثانی رسول اور صاحب نبی دو عظیم الشان خطابوں کا عطا ہونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا لا تحزن ایک تسلی بخش فقرہ بھی اس عاشق صادق کے لئے کچھ کم فخر نہیں ہے اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ عاشقان ذات احدی اگر اس سردار دو جہاں کے منہ سے کوئی معمولی اور اتفاقی فقرہ بھی سن لیا کرتے تھے تو مدت العمر اس کا لازمی ورد رکھتے اور اس کو طرۂ امتیاز سمجھتے چنانچہ علی المرتضیٰ کا چہرہ خاک آلود دیکھ کر فرمایا قم یا ابا تراب۔ وہ فقرہ جناب علی المرتضیٰ کو ایسا پیارا ہوا کہ اپنی کنیت ہی اس کو بنا لیا۔ ایسا ہی ایک صحابی کو ابوھریرہ کہہ دیا انہوں نے فخر کے ساتھ یہی کنیت اختیار کی۔ ایک دفعہ ابوذر رضؓ کے جواب میں فقرہ علی رغم انف ابی ذر فرما دیا۔ وہ اس حدیث کو ہر مجلس میں ذکر کرتا اور یہ فقرہ فخر سے دہرایا کرتا۔ آنجناب کا اس خلوت کی مجلس میں ابوبکر جیسے عاشق صادق کو لا تحزن کا دلاسا دینا اور پھر اس کا کلام الٰہی میں درج ہونا صدیق اکبر کے حصہ میں تھا۔ کون ہے جو صدیق اکبر کی ہمسری کا دم بھر سکتا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(۳) پھر دوسرا پاک فقرہ لا تحزن کے بعد صدیق اکبر نے اس زبان سے سنا ان اللہ معنا کا تعقیبی فقرہ ہے جو صدیق اکبر پر روشن دلیل ہے۔ جانتے ہو معیت کیا معنی رکھتی ہے؟ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ خدا کی معیت متقین اور محسنین کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ پھر جب معیت ایزدی آیت مذکورہ کی رو سے صدیق اکبر کے لئے منصوص ہوگئی تو پھر اس کا متقی و محسن ہونا کسی مزید دلیل کا محتاج نہ رہا۔ معنا کی ضمیر جمع پر غور کرو۔ معی یا معک نہیں فرمایا بلکہ معنا فرمایا۔ یعنی خدا تیرے اور میرے دونوں کے ساتھ ہے۔ یہ بھی خدمت گزاری کا صلہ ہے۔

(۴) پھر قول الٰہی فانزل اللہ سکینتہ علیہ پر غور فرمائیے۔ یعنی خداوند کریم نے سکینتہ (اپنی رحمت) اس پر نازل فرمائی۔ کیا رحمت الٰہی کا حاصل کرنا کوئی معمولی بات ہے۔

(۵) قول باری تعالیٰ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین (کافروں نے رسول کو اس حالت میں گھر سے نکالا کہ اسکے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا) اس امر کی دلیل ہے کہ کفار کو جس قدر عداوت رسول سے تھی۔ اسی قدر ابوبکر صدیق سے بھی تھی اور ہر دو کو یکساں اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ جائے غور ہے کہ قرآن پاک میں جس خصوصیت کے ساتھ ابوبکر صدیق کا صاحب رسول ثانی اثنین ہونا اور فضائل کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے اور کسی صحابی کا ذکر بالتصریح نہیں پایا جاتا۔ واقعہ غار کی تصدیق کتب شیعہ سے

واقعہ غار نے تصدیق مصاحبت صدیق اکبر با رسول اللہ کے انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس لئے شیعہ مصنفین اس واقعہ کی تصدیق پر مجبور ہوئے۔ (تفسیر حسن عسکری ص۲۳ میں ہے۔ ان اللہ تعالیٰ (بحذف عربی عبارت) ترجمہ: خلاصہ کلام امام علیہ السلام کا یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام رسول پر وحی لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور جماعت قریش نے تیرے قتل کی تدبیر کی ہے۔ آگے چل کر فرمایا اور خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے کہ ابوبکر کو اپنا رفیق سفر بنا لو۔ اگر وہ موافقت و موانست کرے اور اپنے عہد پر قائم رہے تو جنت میں بھی تیرے ساتھ ہوگا۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے ابوبکر تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو؟ اور کفار قریش جس طرح میرے قتل کے لئے مجھے تلاش کریں ویسے ہی تیرے قتل کے لئے درپے ہوں۔ اور اس بات کی تشہیر ہو کہ تو نے ہی مجھے اس بات پر آمادہ کیا اور میری رفاقت کے سبب سے تجھے قسم قسم کے عذاب پہنچیں۔ ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر آپ کی محبت میں عمر بھر مجھے عذاب اور تکالیف پہنچتی رہیں (نہ مروں نہ آرام پاؤں) تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی شہنشاہی قبول کروں۔ میری جان و مال اور اہل و عیال سب کے سب آپ پر قربان ہوں (آپ کو چھوڑ کر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہاں جاؤں ؟) یہ سنکر رسول اللہ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا اور تیرے دل کو تیری زبان کے موافق پایا۔ بالیقین خدا نے تجھے منزلہ سمع و بصر گردانا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے"۔ شیعوں کے دلوں میں اگر کچھ بھی عزت امام حسن عسکری کی ہے تو وہ امام والا مقام کی روایت پڑھ کر غور کریں کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق کی کس قدر تعریف ہوتی ہے ؟ اس روایت سے حسب ذیل امور ثابت ہیں (۱) ابوبکر صدیق کی رفاقتِ رسول سفرِ ہجرت میں اللہ کے حکم سے عمل میں آئی (۲) اللہ تعالےٰ کا ابوبکر صدیق کو اس خدمت کے لئے خاص طور پر منتخب فرمانا دنیائے اسلام میں ابوبکر کی فضیلت کو آشکارا کرنا مقصود تھا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے رسُول پاک کو اطلاع دے دی کہ اگر صدیق اکبر نے اس خدمت کو صدق دل سے انجام دیا تو جنت میں رفاقتِ رسول نصیب ہو گی الخ۔۔۔ (۴) رسولِ پاک کا یہ فرمانا کہ ابوبکر تجھے پسند ہے کہ کفار تیرے اور میرے درپے آزار یکساں ہوں ؟ کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ یہ سفرِ ہجرت تیرے ہی صلاح و مشورے سے اختیار کیا گیا ہے۔ ابوبکر کی عظمتِ شان کی دلیل ہے۔ (۵) باوجودیکہ شدائدِ سفر سے حضور علیہ السلام نے اپنے جانباز عاشق کو آگاہ کر کے یقین دلایا تھا کہ اس سفر میں سخت ترین مصائب کا سامنا ہے۔ پھر عاشق صادق کا ان کو قبول کر کے کہنا کہ مجھے اپنے آقائے نامدار کا ساتھ چھوڑنا ہرگز منظور نہیں۔ بقول شخصے ؎

یک جاں چہ متاعیست کہ سازیم فدائش ٭ اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

(۶) پھر حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ابوبکر اللہ علیم و خبیر کو تیرے اخلاص و عقیدت کا علم تھا۔ اس لئے تیرا میرا یہ جوڑ بنایا کہ تو میرے سمع و بصر کی بجا ہے الخ

سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر فضائلِ صدیقی کا ثبوت شیعہ کی معتبر کتب سے اور کیا چاہئے ؟

واقعۂ غار کی تصدیق میں دوسرا استشہاد شیعہ کی بڑی مستند کتاب حدائق حیدری

دوسری شہادت

سے پیش کیا جاتا ہے۔ ؎

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں ٭ چوں سالم بحفظِ جہاں آفریں الخ (بحذف نظم

(ترجمہ دلکشا بذکر نتائج بنظرِ اختصار) اس قصہ سے جو شیعہ فاضل مصنف حدائق حیدری نے بیان کیا ہے۔ حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں :۔

(۱) سفرِ ہجرت کا راز حضور علیہ السلام نے پہلے اپنے محرم راز صدیق اکبر کو بتا دیا تھا (۲) صدیق حضور کا جانثار عاشق رات بھر گھڑیاں گن گن کر اس وقت کا منتظر ہو رہا تھا (۳) ابوبکر نے باوجود پیرانہ سالی حضور والا کو اپنے کندھے پر سوار کر لیا (۴) عاشق صادق کو خدا تعالیٰ نے فوق العادت طاقت بخشی کہ وہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

گراں بار نبوت کا متحمل ہوگیا (۵) جب تیرہ غار میں داخل ہوا تو حضور علیہ السلام کو نہ داخل ہونے دیا جب تک کہ مار و مور موذیت کے تمام سوراخ بند نہ کر لئے (۶) آخر کار گزند افعی کی تکلیف برداشت کی اور اس امر کو عین راحت سمجھا (۷) تین دن رات اس آفتاب عالم تاب کے انوار تاباں تنہا حاصل کئے جنہوں نے دو جہان کو روشن کرنا تھا۔ (۸) حضور سرور کائنات اپنے مخلص دوست ابوبکر کے تین دن رات متواتر مہمان رہے۔ چنانچہ ہر سہ روز کھانا ابوبکر کے گھر سے جاتا تھا۔ کیا رسول اللہ کافر و منافق کے گھر کا کھانا ایسے نازک وقت میں منظور کر سکتا تھا (۹) سواری کا بندوبست بھی پسر ابوبکر نے کیا اور حضور علیہ السلام نے ایک ہی اونٹ پر اپنے یار غار کو اپنے ساتھ سوار کیا اور مبارک سفر ہجرت اس کی ہمراہی میں طے فرمایا۔

تیسری شہادت

شیعہ کی مستند کتاب تفسیر قمی صفحہ ۱۵۰ میں پائی جاتی ہے۔ قولہ الا تنصروہ الخ (بخط عربی) ترجمہ: "راوی کہتا ہے مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی اس نے بعض رجال سے جنہوں نے امام صادق تک روایت پہنچائی۔ امام نے فرمایا جب تک کہ تھے رسول پاک نماز میں ابوبکر کو فرمایا کہ میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں جو دریا میں کھڑی ہے اور میں انصار مدینہ کو بھی دیکھ رہا ہوں جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ ابوبکر نے کہا مجھے بھی دکھائیے۔ حضور نے ابوبکر کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے مس فرمایا تو اس کو وہ تماشا نظر آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو صدیق ہے" اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ نماز میں جو اسرار حضور الو مشاہدہ فرما رہے تھے۔ ان کے مشاہدہ میں ابوبکر کو بھی شریک کیا اور آنکھوں کو دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو سب کچھ نظر آنے لگا۔ پھر آپ نے ابوبکر سے کہا کہ بے شک تو صدیق ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ ابوبکر کو بہ صلہ خدمات سفر ہجرت و مصاحبت غار لقب صدیق بارگاہ رسالتمآب سے عطا ہوا تھا جس کی شہادت کتب شیعہ صراحت سے دے رہی ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء الخ

اعتراضات شیعہ

واقعۂ غار کے متعلق اگرچہ نص صریح مشعر فضائل صدیق اکبر موجود ہے۔ مگر بقول شخصے

ع چشم بد اندیش کہ برکند ✤ عیب نماید ہنرش در نظر

شیعہ حضرات نے یہاں بھی فضول اعتراضات کر کے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے جن کا دفعیہ ضروری ہے

اعتراض شیعہ۔ آیت میں لصاحبہ سے ابوبکر کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآن میں دو مصاحب یوسف کا ذکر ہے یا صاحبی السجن۔ حالانکہ وہ کافر تھے جواب۔ سبحان اللہ شیعہ صاحبان کی قرآن فہمی کا کیا کہنا۔ قرآن میں صاحبی یوسف نہیں بلکہ صاحبی السجن مذکور ہے (جیل کے رہنے والے قیدی)۔ غرض۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صاحب الرسول کہلانا اور چیز ہے اور صاحب السجن اور شئی ہے۔ پھر جیل میں رہنے والے یوسف کے ساتھی پیغمبر کے ساتھ نہیں گئے تھے بلکہ اپنے جرم کے باعث اسیر ہوئے تھے اور لصاحبہ والا ساتھی خدا کے خاص حکم اور رسول پاک کے انتخاب سے رفیق سفر بنایا گیا تھا۔ ایسا ہی قال لصاحبہ وھو یحاورہ وغیرہ کو سمجھو۔ صرف صاحب کے لفظ کی فضیلت نہیں بلکہ فضیلت مضاف الیہ (رسول) کی مبارک نسبت سے پیدا ہوئی ہے جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ سچ پوچھو تو شیعہ ایڑی چوٹی کا زور ماریں تو اس صراحت اور وضاحت سے ولایت علیؓ تو کیا قرآن سے علی المرتضیٰؓ کا صاحب رسول ہونا بھی ثابت نہیں کر سکتے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

اعتراض شیعہ۔ رسول کا ساتھی ہونا فضیلت کی بات نہیں۔ کیونکہ نوح و لوط علیہ السلام کی عورتیں رسول کے ہم صحبت ہونے کی وجہ سے کافر تھیں۔ جواب۔ اگر معترض کو کچھ عقل ہوتی تو ان عورتوں پر صدیق کو قیاس نہ کرتا۔ ہر امر میں مستثنیات ہوتے ہیں باوجودیکہ خدا تعالیٰ نے الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبات للطیبین والطیبون للطیبٰت کا کلیہ بیان فرمایا ہے۔ لیکن دو عورتوں کے حکم سے استثناء فرما دیا ہے۔ ضرب اللہ مثلاً الذین کفروا امراۃ نوح وامراۃ لوط الخ لیکن معاذ اللہ کیا خدیجۃ الکبریٰ اور عائشہ صدیقہ کو ان پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کلا وحاشا اسی طرح صدیق اکبر ایسے جانباز کی صحبت رسول کو امراۃ لوط و نوح پر قیاس کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔

اعتراض۔ لا تحزن کا کلمہ تعریف کا موجب نہیں ہے۔ یہ صیغہ نہی کا ہے اور جس بات سے خدا نے منع کیا ہو وہ داخل معصیت ہے۔ جواب۔ شیعہ ایسے اعتراض کرتے وقت اگر قرآن کی باقی آیت پر بھی نظر ڈال لیا کریں تو ایسی خرافات لکھنے کی ضرورت نہ رہے۔ اس قسم کے کلمات پیغمبروں کی نسبت بھی مذکور ہیں اور جب حضرت موسےٰ کا عصا اژدہا بنا تو آپ مقتضائے بشریت ڈر کر بھاگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون۔ (۲) جب ساحروں نے اپنی رسیاں جادو سے سانپ بنا کر دوڑائے اس وقت حضرت موسےٰ خائف ہو گئے الٰہ العالمین نے فرمایا لا تخف انک انت الاعلیٰ۔ (۳) جب حضرت ابراہیم نے فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھا تو ڈر گئے۔ فرشتوں نے تسلی دی۔ قالوا لا تخف انا ارسلنا الیٰ قوم لوط (۴) لوط کے پاس جب فرشتے آئے تو وہ ڈر گئے۔ فرشتوں نے تسلی دی۔ قالوا لا تخف ولا تحزن انا منجوک واھلک الا امراتک (۵) رسول پاک کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے فرمایا لا تحزن علیھم ولا تکن من ضیق مما یمکرون (۶) مومنین سے خطاب ہے لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اب شیعہ بتائیں۔ یہ سب نہی کے صیغے ہیں۔ جو اولی العزم مرسلین کے خطاب میں ہیں۔ کیا لا تخف ولا تحزن کے خطاب کو ان کی عظمتِ شان اور شفقتِ الٰہی پر محمول کرو گے یا انکی توہین و ہتک قرار دو گے۔

اعتراض۔ شیعہ کہتے ہیں جب کفار آئے تو ابوبکر رونے لگے تاکہ ان کو اطلاع ہو جائے کہ پیغمبر اسلام غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ **جواب۔** اس سے بڑھ کر بے ہودہ اعتراض اور کیا ہو سکتا ہے کہ علیم و خبیر کو بھی یہ خبر نہ تھی کہ رسول علیہ السلام کو مصاحب ابوبکر دیا گیا اور رسول بھی اس بات سے ناآشنا تھے کہ ابوبکر اللہ سے اندر سے دشمنی رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابوبکر نہ روئے نہ چلائے البتہ گھبراہٹ پیدا ہو گئی کہ محبوب دو جہاں خدا کے پیارے رسول کو کافر تکلیف نہ پہنچائیں۔ حزن اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ کسی دوسری چیز یا شخص کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے وابیضت عیناہ من الحزن۔ غرض جو اپنی ذات کے لئے گھبراہٹ ہو اس کو خوف سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو دوسرے کے لئے ہو اسے حزن کہتے ہیں۔

اعتراض۔ انزل اللہ سکینتہ علیہ میں علیہ کی ضمیر رسول کی طرف راجع ہے نہ کہ ابوبکر کی طرف جیسا کہ آیت الا تنصروہ میں باقی ضمائر کے مرجع بھی رسول کریم ہیں۔

جواب۔ جب شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ گھبراہٹ رسول پاک کو نہیں بلکہ ابوبکر صدیق کو تھی اور اسی لئے لا تحزن محض ان کی تسکین کے لئے فرمایا گیا تو پھر سکینہ (جس کے معنی ہی تسکین ہے) رسول پر اتارنے کی کیا ضرورت تھی؟

اعتراض۔ ابوبکر کا آنحضرتؐ کو اپنے کندھے پر اٹھانے کا قصہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ بیت الحرام سے بت توڑنے کے وقت جب اسد اللہ الغالب (علیؑ) نے درخواست کی تھی کہ حضور میرے کاندھے پر سوار ہوں تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تم گرانبار نبوت کو کیسے برداشت کر سکتے ہو۔

جواب۔ یہ مشیتِ ایزدی ہے کہ ایک وقت ایک بڑا توانا شخص سے ایک کام نہ ہو سکے تو دوسرے وقت میں وہی کام ایک ضعیف و نحیف آدمی سے لے لے جیسا کہ آیت انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوات والارض فابین ان یحملنھا فحملھا الانسان گرانبار امانت کو برداشت کرنے کی طاقت آسمان اور زمین کو باوجود اس جسامت کے نہ ہو سکی لیکن اس کو ایک ضعیف مخلوق انسان نے قبول کر لیا۔ پھر وہی خدا اگر وہ کام جو اسد اللہ نہ کر سکے۔ صدیق اکبر کو اس کے کرنے کی توفیق بخش دے۔ تو اسکو کون روک سکتا ہے؟

اعتراض۔ اندھیری رات کو تاریک غار میں ابوبکر کو سوراخ کس طرح نظر آئے جن کو بند کرتا پھرا۔

جواب۔ یہ ضروری نہیں کہ چند میل مسافت کے بعد غارِ ثور تک پہنچنے کے وقت بھی تاریکی شب موجود تھی بلکہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وہاں پہنچنے تک صبح کی روشنی کا وقت ضرور ہو گیا ہو گا نیز اگر شیعہ معترضین کو اس بات کا بھی اعتقاد ہو کہ چہرۂ انور رسول اقدس وہ سراج منیر تھا کہ اس کی نورانی شعاعوں کے سامنے آفتاب کی روشنی بھی ہیچ تھی۔ اس شمع انور کی موجودگی میں بھی ابوبکر کو سوراخ نظر آتے ہوں۔ امید ہے کہ اب معترض کی تسلی ہو گئی ہو گی۔ انتہی ملخصاً (آفتاب از صہ ۸۱ تا صہ ۹۴)

الجواب ؎ نالۂ بلبل شنیدا تو سنا ہنس ہنس کہ
اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

مخالفین کا طریقہ استدلال قدیم الایام سے اہل خلاف اس آیت مبارکہ سے تین طرح سے فضیلت ابوبکر پر استدلال کیا کرتے تھے (جو اگرچہ فی نفسہٖ تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ جیسا کہ عنقریب واضح ہو گا انشاء اللہ) (۱) ابوبکر کو صاحب رسول کہا گیا ہے (۲) آنحضرتؐ نے ابوبکر کو اپنے ساتھ شامل کر کے فرمایا ہے ان اللہ معنا۔ خدا ہمارے ساتھ ہے (۳) خدا نے ابوبکر پر سکینہ نازل کیا۔ اگر مولوی کرم الدین آن بھیں سنے ایک چوتھے طرز استدلال کا اضافہ کیا ہے کہ (۴) حبیب خدا نے اپنے رفیق سفر سے فرمایا لا تحزن۔ حزن نہ کر۔

لطیفہ مولوی صاحب کا یہ طرز استدلال دیکھ کر ہمیں ایک لطیفہ یاد آگیا ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی عمر رسیدہ آدمی کی کسی بڑے دربار میں گالیاں دے کر توہین کی گئی۔ مگر اس کی کم عقل اولاد اس بات پر فخر و مباہات کیا کرتی تھی کہ ہم اس بزرگ کی اولاد ہیں جس کی فلاں بڑے دربار میں بے عزتی کی گئی تھی۔

بلا تشبیہ یہی کیفیت ابوبکر اور ان کے مداح خاص مولوی کرم الدین صاحب کی ہے۔ اس بے چارے سفید ریش بزرگ کو بچوں کی طرح بارگاہِ نبوی سے سرزنش کی جا رہی ہے کہ چپ بھی کرو رو رو کر کیوں مغز کھا گئے ہو۔ مگر ان کے نادان دوست ان کی اس رسوائی پر فخر و ناز کر رہے ہیں۔

؎ بریں عقل و دانش بباید گریست

مؤلف کی روش پر تبصرہ مؤلف نے اپنے نامۂ اعمال کی طرح یہاں پورے چودہ صفحے سیاہ کر ڈالے ہیں اور اس طول لا طائل میں کام کی ایک بات بھی نہیں کہی۔ وہی طرز استدلال ہے جس کے بیسیوں مرتبہ اہل حق کی طرف سے دندان شکن جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ یا پھر فرضی اعتراضات قائم کر کے یا بعض عوام الناس کی زبان سے سنکر اور انکے جوابات میں زور بیان صرف کر کے سات کے صفحات بڑھائے گئے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے بعض اعتراضات ایسے بودہ و کمزور ہیں کہ کوئی اہل علم ایسے اعتراض کر ہی نہیں سکتا۔ بہر کیف ہم تمام پرانے اور نئے طرز استدلال کے شافی و کافی جوابات و مؤلف کے فرضی کردہ اعتراضات شیعہ کے جوابوں کے جواب الجواب پیش کر کے اہل عقل و خرد کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ غیر جانبداری سے غور و فکر کر کے یہ فیصلہ کریں کہ اس آیت سے ابوبکر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ یا الٹا ان کی فضیحت و رسوائی ظاہر ہوتی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہے ؟ اور یہ کہ آیا اس آیت میں فضائل ابوبکر کے ستارے چمک رہے ہیں۔ یا ان کے رذائل کے انگارے دھک رہے ہیں۔

اس امر کی تحقیق کہ سفرِ ہجرت میں آنحضرتؐ بامرِ الٰہی ابوبکر کو ہمراہ لے گئے تھے یا وہ خود گئے تھے؟ جیسا کہ مولوی صاحب نے یہاں ثابت کرنے

کی کوشش کی ہے کہ آنحضرتؐ نے بامرِ الٰہی خود ابوبکر صاحب کا انتخاب کیا تھا ہمیشہ اہل خلاف اس امر کو ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا کرتے ہیں۔ مگر افسوس بقول ؎

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی

تاریخی حقائق سے اس امر کی تائید نہیں بلکہ تردید ہوتی ہے اور یہ واضح ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اس سفرِ ہجرت کیلئے نہ ابوبکر صاحب سے کوئی مشورہ لیا تھا اور نہ ہی اس خفیہ سفر میں ان کو ہمراہ لے جانے کا کوئی پروگرام مرتب کیا تھا بلکہ آنجناب تو بامرِ الٰہی اپنے برادر خورد حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سلا کر تنہا اس مہم پر روانہ ہوئے۔ مگر جب ابوبکر کو کسی طرح آپؐ کے اس سفر کی اطلاع ہوئی تو (خدا معلوم کس قصد سے۔ استہ میں آنحضرتؐ سے جا ملے اور ہمراہ چلنے کی خواہش ظاہر کی۔ اور آنحضرتؐ نے (خواہ افشائے راز کے خوف سے یا کسی اور مصلحت سے) ان کو واپس نہ لوٹایا بلکہ ہمراہ ہی رکھا۔ ذیل میں چند تاریخی حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) تفسیر درمنثور ج ۳ ص ۲۴۰ طبع مصر۔ خصائص نسائی طبع مصر ص ۹ مترجم اردو طبع لاہور ص ۲۰ پر ہے کہ شب ہجرت ابوبکر آنحضرتؐ کے دولت سرا پر حاضر ہوئے۔ حضرت علیؑ چادرِ رسول اوڑھ کر بستر رسول پر دراز تھے۔ انہوں نے علیؑ کو نبی سمجھ کر کہا یا رسول اللہ! حضرت علی نے فرمایا وہ تو چاہِ میمون کی طرف چلے گئے ہیں۔ چنانچہ ابوبکر انکے پیچھے گئے اور راستہ میں جا ملے۔ حتیٰ کہ پھر غارِ ثور میں داخل ہوئے (کذا فی ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۲۶۱) (۲) کنز العمال ج ۸ ص ۳۳۳ میں باسناد ابی نعیم ابن عباس سے مروی ہے کہ شب ہجرت حضرت علی چادر نبی اوڑھ کر بستر رسول پر سوئے تھے اور کفار و مشرکین ان کو رسول سمجھ کر پتھر مار رہے تھے۔ اچانک ابوبکر آئے اور کہا یا رسول اللہ! حضرت امیر نے چادر سے سر نکال کر فرمایا وہ تو بئر میمون کی طرف تشریف لے گئے۔ چنانچہ ابوبکر ان کے پیچھے گئے اور پھر ان کے ہمراہ غار میں داخل ہوئے

(۳) تفسیر درمنثور ج ۳ ص ۲۴۰ میں بروایت ابن مردویہ و ابن نعیم فی الدلائل ابن عباس سے منقول ہے کہ جب رات کے وقت آنحضرتؐ غار کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اور پیچھے سے ابوبکر پہنچے تو رسولِ خدا نے ان کی آہٹ محسوس کر کے خیال کیا کہ شاید کفار میں سے کوئی کافر ہے جو میری تلاش میں آپہنچا ہے۔ اس لئے آنحضرت نے تیز تیز قدم اٹھائے یہ معلوم کر کے ابوبکر کھانسے آنحضرت پہچان کر ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ ابوبکر آملے اور پھر دونوں غار میں گئے (۴) تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۴۴/۲۴۵ و سیرۃ حلبیہ ج ۲ ص ۳۸) میں درمنثور کی سابقہ روایت کی طرح مرقوم ہے۔ مگر ان میں یہ اضافہ ہے کہ جب آنحضرت نے ابوبکر کی آہٹ محسوس کی تو ان کو کوئی کافر و مشرک سمجھ کر اس قدر تیز تیز چلے کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا جس کی وجہ سے پاؤں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اقدس کا انگوٹھا زخمی ہوگیا یہاں تک کہ ابوبکر نے آواز دی تب آنحضرتؐ نے ان کو پہچان کر توقف کیا اور پھر ہمراہ لے گئے۔

قرآن مجید سے بھی اسی مطلب کی تائید مزید ہوتی ہے۔ ارشاد ہے اذ اخرجہ الذین کفروا (جبکہ کفار نے رسول کو مکہ سے نکالا) اخرجہ میں واحد کی ضمیر بتلا رہی ہے کہ کفار نے صرف رسولِ خدا کو نکالا تھا۔ اگر کوئی اور نکلا ہے تو وہ خود بخود نکلا ہے۔ اس سے اس بات کا بطلان واضح و عیاں ہو جاتا ہے کہ کفار کو صدیق سے وہی عداوت تھی جو رسول پاک سے تھی۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ان حقائق کی روشنی میں ان آثار کا جعلی ہونا آشکار ہوگیا۔ جن میں آنحضرتؐ کا ابوبکر کو بامرِ الٰہی ہمراہ لے جانا بڑے طمطراق سے بیان کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آثار ابوبکر صاحب کے بعض مریدانِ باصفا کی ایجاد و اختراع ہیں علاوہ بریں اصولِ مناظرہ کی بنا پر مخالفین کی روایات ہمارے خلاف حجت نہیں ہو سکتیں۔ کما لا یخفی۔

تفسیر عسکری والی روایت کا جواب

جہاں تک تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی روایت کا تعلق جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ کارروائی بحکم ایزدی عمل میں لائی گئی۔ یہ احتجاج بوجوہ غلط ہے۔ اوّلاً محققین علمائے شیعہ کے نزدیک اس تفسیر کا استناد امام علیہ السلام کی طرف صحت کی حد تک نہیں پہنچا بلکہ علامہ شیخ جواد بلاغی نے اپنی مشہور تفسیر آلاء الرحمن کے مقدمہ میں قطعی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اس تفسیر کی نسبت امام حسن عسکری کی طرف بالکل غلط ہے اس لئے علماء اعلام اسکے مندرجات کی جب تک دوسرے مصادر و مآخذ شرعیہ سے مطابقت نہ کر لیں۔ اس وقت تک اس کے متفردات پر اعتماد نہیں کرتے اور چونکہ یہ روایت بھی اس کتاب کے متفردات میں سے ہے جس کی تائید دیگر ارشادات معصومین سے نہیں ہوتی اسلئے وہ ناقابلِ اعتبار ہے۔

ثانیاً قطع نظر امر اوّل کے اگر الفاظ روایت پر معمولی سا غور کیا جائے تو اس سے بجائے ابوبکر کی فضیلت کے الٹا اس سے اس کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ مؤلف نے بڑی دلیری سے ترجمہ میں بددیانتی کی ہے۔ مگر پھر بھی وہ بعض جملوں کا صحیح ترجمہ کر گئے ہیں جس سے ابوبکر کی پوزیشن بالکل مشتبہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ ابتدائی جملے یہ ہیں۔ فلما ان انسلک وساعدک وآزرک وثبت علی تعاھدک وتعاقدک کان فی الجنۃ من رفقائک۔ جس کا ترجمہ مولوی کرم الدین صاحب نے یوں کیا ہے "اگر وہ موافقت و موانست کرے اور اپنے عہد پر قائم رہے تو جنت میں بھی تیرے ساتھ ہوگا"۔ (آفتاب ص ۳۵) یہ حرفِ شرط ہی ابوبکر کے اظہارِ ہمدردی و موافقت کو مشتبہ بنا رہا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر وہ فی الواقع مخلص ہوتے تو یہ حرفِ شرط نہ لگائے جاتے۔ بعد ازاں یہ لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے ابوبکر کو بلا کر ان سے ماجرا بیان کیا اور انہوں نے بڑا حوصلہ افزا جواب دیتے ہوئے اپنے جذبۂ جاں نثاری کا اظہار کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا ان اطلع اللہ علی قلبک ووجدہ فیہ موافقا لما جری علی لسانک جعلک اللہ بمنزلۃ السمع والبصر۔ جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ اگر خدا تیرے دل پر مطلع ہوا اور اسے تیرے زبانی اقرار کے مطابق

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پایا تو وہ تجھے بمنزلہ میرے کان اور آنکھ کے بنا دے گا"۔ ایک مخصوص گروہ کی خدا نے قرآن میں یہ علامت بیان کی ہے۔ واذا رأیتھم تعجبک اجسامھم وان یقولوا تسمع لقولھم ۔ اگر ان کی ظاہری وضع قطع کو دیکھا جائے تو بھلی معلوم ہوتی ہے اور جب اپنی چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں تو سننے پر طبیعت آمادہ ہوتی ہے مگر اندر سے کھوکھلے ہوتے ہیں (کانھم خشب مسندۃ) یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو دل میں نہیں ہوتی اسلئے پیغمبر اسلام نے حرف شرط لگا کر ان صاحب کی باتوں کو مشکوک بنا دیا اور بڑا بلیغ اشارہ فرمایا کہ تم اسی گروہ سے ہو جو صرف اپنی باتوں سے دوسروں کا من موہ لیتے ہیں۔ اگر وہ مخلص ہوتے تو آنحضرتؐ اس طرح انکے جذبۂ فداکاری کے اظہار کو مشتبہ نہ بناتے۔ مگر ان الفاظ کا ترجمہ ہمارے مولوی کرم الدین صاحب نے یوں کیا ہے "تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا اور تیرے دل کو تیری زبان کے مطابق پایا بالیقین خدا نے تجھے بمنزلہ میرے سمع و بصر کے گردانا" (صفحہ ۸۴) تو گویا موصوف نے "ان" کو (جو کہ حرف شرط ہے) "ان" ملا پڑھا جو کہ حرف مشبہ بفعل ہے۔ بہر حال اگر مولوی صاحب موصوف نے فی الواقع ایسا ہی سمجھا ہے تو پھر اپنے علم و فضل کا جنازہ نکالا ہے کیونکہ علم نحو کے مبتدی طلبہ بھی جانتے ہیں کہ ان جو حرف مشبہ بفعل ہے اور تحقیق کے معنی میں آتا ہے۔ وہ فعل پر داخل نہیں ہوتا بلکہ اسم پر داخل ہوتا ہے اور یہاں "ان" کے بعد فعل ماضی اطلع موجود ہے جو اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ یہ "ان" حرف شرط ہے اور یہ جملہ شرطیہ ہے۔ اور جعلک (منی بمنزلۃ السمع والبصر اسکی جزا ہے کما لا یخفی علی اولی الحجی۔ اور اگر اسے مخفف عن الثقیلہ قرار دیا ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اسمیں دو باتوں کا ہونا لازم ہے۔ ایک یہ کہ اسکے بعد افعال مفید علم و ظن یعنی افعال ناقصہ یا افعال شک و یقین ہوں دوسرے یہ کہ اس کی خبر پر لام داخل ہو۔ جیسے ان نظنک لمن الکاذبین۔ وان کانت لکبیرۃ الا علی الخاشعین (ملاحظہ ہو متن متین صفحہ ۲۷۹) اور یہاں ایسی کوئی بھی چیز موجود نہیں ہے۔ اور اگر یہ کارروائی عمداً کی ہے۔ تو پھر اپنی دیانت و امانت کا بھانڈا چوراہے پر پھوڑا ہے۔ سچ ہے حب الشیی یعمی ویصم کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔ یہ لوگ اصحاب ثلاثہ کی محبت میں کچھ ایسے اندھے اور بہرے ہو گئے ہیں کہ نہ حق کو دیکھتے ہیں اور نہ حق بات پر کان دھرتے ہیں۔ صم بکم۔ عمی۔ فھم لا یرجعون۔ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا۔

بایں ہمہ پھر بھی شیعوں کو بد اندیش قرار دیتے ہوئے یہ شعر لکھتے ہیں ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ؛ عیب نماید ہنرش در نظر

اسے کہتے ہیں چوری اور پھر سینہ زوری ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

؎ آپ ہی اپنے جور و جفا پہ ذرا غور کریں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

حملہ حیدری والی نظم کا جواب

اور جہاں تک کتاب حملہ حیدری کی نظم کا تعلق ہے اگرچہ مؤلف نے اسے شیعہ کی بڑی مستند کتاب کہہ کر سادہ لوح عوام کو غلط

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تاثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مگر ارباب نظر جانتے ہیں کہ حملہ حیدری کا مولف و ناظم نہ محدثین شیعہ میں سے ہے اور نہ علماء و مجتہدین میں سے بلکہ وہ صرف فردوسی کیطرح شیعی المذہب شاعر ہے۔ ظاہر ہے کہ شعراء کرام کو علمی تحقیقات اور فنی موشگافیوں سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ ان کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ تاریخ میں جو رطب دیابس دیکھا اسے شعری قالب میں ڈھال دیا۔ تذکرہ شعراء کی کتب بالخصوص کتاب مآثر الامراء سے معلوم ہوتا ہے کہ حملہ حیدری کا مؤلف عالمگیر جیسے متعصب سنی بادشاہ کے دور میں قلعہ گوالیار کا کلیدار تھا۔ اس بادشاہ کے وقت شیعہ بڑی تکلیف میں مبتلا تھے۔ لہذا جب مصنف حملہ حیدری نے حضرت امیر علیہ السلام کے جنگی کارناموں کو نظم کرنا شروع کیا تو اس سلسلہ میں جو کچھ کتب اہلسنت جیسے مدارج و معارج النبوۃ وغیرہ میں درج تھا اسے نظم کا جامہ پہنا دیا اور بموجب "دروغ برگردنِ راوی" یہ کہہ کر کذب بیانی سے اپنی گلو خلاصی کرا لی کہ ع

من از گفت راوی بیاں می کنم ÷ جوابش بروگفتہ گر پیش دکم

میں تو صرف راوی کا بیان نقل کرتا ہوں۔ اگر اس نے (اصل واقعہ میں) کچھ کمی بیشی کی ہے تو اس کا ذمہ دار وہ ہے۔

ایسی حالات کسی مطلب کے اثبات میں ایسی کتاب کو شیعہ کی بڑی مستند کتاب کہہ کر پیش کرنا اور اس کے مندرجات کو ہمارے خلاف استعمال کرنا انتہائی حماقت یا ابلہ فریبی ہے۔ یا پھر محتاط سے محتاط الفاظ میں انتہائی بے انصافی ہے۔ ضرورت پڑنے پر اپنی صحیح بخاری کی صحت سے بھی انکار کر دینا اور ہماری کتاب شاعری کو بڑی مستند کتاب قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟

اعدلوا ھو اقرب للتقوی ان اللہ یحب المقسطین۔ جب ان دونوں کتابوں اور ان کے مندرجات کی حقیقت واضح ہو گئی تو ان کے مندرجات پر مؤلف نے جو تفریعات قائم کیں تھیں وہ بموجب بناء الفاسد علی الفاسد خود بخود ساقط عن الاعتبار ہو گئیں۔ سچ ہے۔

ع خشتِ اول چوں نہد معمار کج ÷ تا ثریا مے رود دیوار کج!!!

لفظِ صاحب کی حقیقت کا انکشاف

پرستدانِ ثلاثہ آیت میں وارد شدہ لفظ "لصاحبہ" پر بڑا زور دیا کرتے ہیں کہ اس میں ابوبکر صاحب کو رسول کا صاحب کہا گیا ہے۔ حالانکہ اگر معمولی فکر و انصاف سے کام لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس لفظ میں قطعاً کوئی فضیلت نہیں ہے۔ لغتِ عرب میں صاحب (جس کی جمع صُحب و اصحاب و صحبہ، وصحاب و صحبان و صحابہ و صحابہ ہے) کے معنی ہیں ملازم (کسی چیز کو لازم پکڑنے والا) معاشر (کسی چیز سے میل جول رکھنے والا) اور جب کہا جائے کہ "صاحب امر الملک" تو اس کے معنی وزیر کے ہوتے ہیں اور جب صاحب الشی کیا جائے تو اس کے معنی مالک شیئ کے ہوتے ہیں (ملاحظہ ہو المنجد صفحہ طبع لبنان)

قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ صاحب اسے کہا جاتا ہے جو کسی کے ہمراہ ہو اور اس سے میل جول رکھتا ہو۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس میں یہ کوئی شرط نہیں کہ وہ مسلمان ہو یا کافر مخلص ہو یا منافق۔ عالم ہو یا جاہل عاقل ہو یا احمق نیک ہو یا بد جنتی ہو یا جہنمی بلکہ اس میں تو یہ بھی کوئی قید نہیں کہ انسان ہو یا حیوان۔ اور پھر حیوان بھی تو بیل ہو یا گدھا۔ چنانچہ شاعر عرب کہتا ہے ؎

ان الحمار مع الحمار مطیۃ ؛ واذا خلوت بہ فبئس الصاحب

یعنی ویسے تو گدھا اچھی سواری ہے۔ مگر جب خلوت ہو (اور وہ دولتیاں مارنے پہ آجائے) تو بہت برا صاحب (ساتھی) ہے۔ یہاں گدھے پر لفظ صاحب کا اطلاق کیا گیا ہے۔ مقام عبرت و تدبر ہے۔

آیت فنادوا صاحبھم فتعاطی فعقر۔ یعنی قوم ثمود نے اپنے صاحب (ساتھی قدار) کو بلایا۔ اس نے (ناقۂ صالحؑ کی) کونچیں کاٹ دیں (پ ۲۷ س قمر ع ۹) یہاں ہر دو فریق (صاحب و مصحوب) کافر ہیں اسی طرح آیت مبارکہ فقال لصاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب۔ (اس مومن) نے اپنے ساتھی (کافر) سے کہا۔ تو نے اس ذات کا انکار کیا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا ہے میں کافر کو مومن کا صاحب قرار دیا گیا ہے۔ اولئک اصحاب الجنۃ ھم فیھا خالدون۔ وہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ جہنمی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح رسول خدا کو کفار کا صاحب کہا گیا ہے۔ وما بصاحبکم من جنۃ۔ تمہارے صاحب (محمدؐ) کو کوئی جنوں نہیں ہے" انہی حقائق کی بنا پر تو ہمارے مولوی صاحب نے بادل ناخواستہ یہ تسلیم کر لیا ہے کہ "صرف صاحب کے لفظ کی فضیلت نہیں بلکہ یہ فضیلت مضاف الیہ (رسول) کی مبارک نسبت سے پیدا ہوتی ہے"۔ (آفتاب ص ۸۹) اسے کہتے ہیں۔ ؎

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

اگر مولوی صاحب تھوڑی اور فراخ دلی سے کام لیتے اور تھوڑا سا غور و فکر فرماتے تو ان کو یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا کہ اس مبارک نسبت سے بھی کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ جب تک اپنے پاس دولت ایمان و اخلاص نہ ہو۔ قطع نظر اس سے کہ وہ کون لوگ تھے؟ اتنا تو ہمارے مولوی صاحب مانتے ہیں کہ بزم رسول میں آپ کے پاس بیٹھنے والوں میں منافق بھی تھے۔ (اذا جاءک المنافقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ۔ ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق وغیرہ آیات ملاحظہ ہوں)۔ آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ ان فی اصحابی منافقین۔ میرے پاس بیٹھنے والوں میں کچھ منافق بھی ہیں (تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۵۹) تو کیا ان منافقین کو یہ مبارک نسبت کچھ فائدہ دے گی؟ حاشا و کلا!

اور اگر اس بات پر اصرار ہو کہ نبی کی طرف کافر کی نسبت قرآن سے دکھائی جائے تو یہ ارشاد ربانی کافی ہے۔ یا صاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القھار۔ (پ ۱۲ س یوسف ع ۵) اے دو یار وقید خانہ کے کیا خداوند متفرق بہتر ہیں یا اللہ ایک غالب بہتر ہے (ترجمہ شاہ رفیع الدین) اے یاران مجلس! بھلا (دیکھو تو سہی کہ جدا خدا معبود اچھے ہیں یا خدائے یگانہ (و) زبردست"۔ (ترجمہ مولوی نذیر احمد دہلوی)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ایک تاویل علیل کا جواب

اس مقام پر مؤلف کی یہ تاویل کہ قرآن میں "صاحبی یوسف نہیں بلکہ "صاحبی السجن" مذکور ہے۔ وہ ہر دو صاحب السجن (جیل کے رہنے والے قیدی) تھے صاحب الرسول کہلانا اور چیز ہے اور صاحب السجن اور شئی (آفتاب صہ ۸۹) بالکل علیل اور محاورات عرب سے انکی ناواقفیت کی روشن دلیل ہے۔ ورنہ ارباب علم جانتے ہیں کہ یہاں صاحب کی اضافت سجن کی طرف اسی طرح مجازی ہے جسطرح "سارق اللیلۃ" میں سارق کی اضافت لیل کی طرف۔ تو کیا سارق اللیلۃ کا ترجمہ مولوی صاحب یہ کریں گے "رات کے چرانے والا" یا یوں کریں گے۔ رات کے وقت چوری کرنے والا؟ یقیناً آخری ترجمہ ہی صحیح ہے۔ رات کی طرف سرقہ کی نسبت مجازاً صرف اس لئے دی گئی ہے۔ کہ وہ سرقہ (چوری) کیلئے ظرف ہے۔ یعنی رات میں چوری واقع ہوئی۔ ورنہ ظاہر ہے کہ خود رات مسروقہ مال نہیں۔ بعینہٖ یہی کیفیت "یا صاحبی السجن" کی ہے۔ وہ ہر دو کافر ساتھی تو جناب یوسف کے ہی تھے۔ مگر چونکہ یہ صحبت و ہمنشینی قید خانہ میں ہوئی تھی۔ بایں طور کہ صاحب ہر دو کافر ہا مصحوب حضرت یوسفؑ اور مصحوب فیہ (جہاں صحبت رہی) قید خانہ۔ بدیں وجہ صاحب کی نسبت سجن کیطرف دیدی گئی۔ مطلب یہ ہوا کہ اے قید خانہ میں میرے ساتھیو! اگر اب بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو آئیے آپ کے بعض نامور مفسرین کی تصریحات پیش کر دیں۔

علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر ج ۵ صہ ۱۳۰ طبع مصر میں لکھتے ہیں یرید یا صاحبی فی السجن یعنی حضرت یوسف کی مراد یہ ہے کہ اے قید خانہ میں میرے دو ہمراہیو۔ ایسا ہی تفسیر ابو السعود مطبوع بر حاشیہ تفسیر کبیر ج ۷ صہ ۱۱۱ اور تفسیر کشاف علامہ زمخشری ج ۱ صہ "میں مرقوم ہے (ای صاحبی فی السجن)

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

ثانی اثنین کے ساتھ تمسک کا جواب

مجانین ثلاثہ اس بات پر بے جا اترایا کرتے ہیں کہ خدا نے اس آیت میں ابوبکر کو ثانی رسول (ثانی اثنین) فرمایا ہے اور یہ ایک بڑی فضیلت ہے۔ اسے کہتے ہیں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ بھلا اسمیں فضیلت کی کیا بات ہے ثانی اثنین کا ترجمہ ہے "دو میں کا دوسرا"۔ مطلب یہ کہ غار میں آنحضرتؐ تنہا نہ تھے بلکہ ایک اور شخص بھی ان کے ہمراہ تھا۔ خود مولوی صاحب نے اس لفظ کا ترجمہ یہ کیا ہے "کہ وہ دوسرا تھا دو میں سے"۔ (آفتاب صہ ۸۱) یہ علم الاعداد کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب کہیں دو آدمی ہوں گے تو ہر ایک کو ثانی اثنین کہیں گے۔ اور اگر تین ہوں گے تو ہر ایک کو ثالث ثلاثہ "تین میں کا تیسرا" علیٰ ھذا القیاس۔ خواہ ایک آقا ہو اور دوسرا غلام یا ایک ملک پاک اور دوسرا سگ ناپاک، ایک ایزد ہو اور دوسرا بت آذر اس کی کوئی قید نہیں۔ اور اگر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور اگر حضرات کو لفظ ثانی سے دھوکا لگا ہے کہ وہ کبھی مماثلت کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے "زید ثانی اسد" تو یہ خیال بالکل محال ہے۔ کیونکہ جب اس لفظ کے یہ معنیٰ مراد ہوں تو پھر اس لفظ (ثانی) کو اس چیز کی طرف اضافت دی جاتی ہے جس سے مشابہت دینا مقصود ہو جیسے "زید ثانی اسد" کہ زید شیر کا ثانی ہے اور یہاں ثانی کی اضافت ہے اثنین کی طرف تو بنا بریں معنیٰ یہ ہوں گے وہ مشابہ ہے دو سے اور یہ بالکل مہمل و بے معنی سی بات ہے۔ علاوہ بریں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس مقام پر خدائے حکیم نے لفظ ثانی آنحضرتؐ کے لئے استعمال فرمایا ہے اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار۔ جبکہ نکالا کافروں نے رسول کو دو غاریں دو میں کے دوسرے تھے۔ تو اگر یہاں ثانی کے معنی مشابہ و مماثل کے ہوں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ رسول ابوبکر کے مماثل ہیں۔ رسول مشبہ اور ابوبکر مشبہ بہ قرار پائیں گے اور چونکہ یہ مسلم ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے اقوی ہوتا ہے (جیسے "زید کالاسد" کہ زید مثل شیر کے ہے میں شیر اقوی ہے زید سے) تو اس سے لازم آئے گا کہ ابوبکر جناب رسول خدا سے بھی افضل ہوں۔ ولم یقل بہ احد من المسلمین فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ان اللہ معنا سے استدلال کا جواب

مداحان ثلاثہ بڑے طمطراق سے فقرہ ان اللہ معنا سے ابوبکر کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا کہ خدا تیرے اور میرے ساتھ ہے۔ اور چونکہ بنص آیت ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون خدا کی معیت صرف متقین اور محسنین کو ہی نصیب ہوتی ہے اس سے ثابت ہے کہ ابوبکر متقی و محسن ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جملہ سے بھی ابوبکر کی بجائے نفیلت کے فضیحت ثابت ہوتی ہے۔ سچ ہے۔

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

معیت کی دو قسمیں ہیں معیت جسمانی معیت روحانی۔ پھر اس معیت روحانی کی چند قسمیں ہیں معیت فی التائید معیت فی النصرۃ معیت فی العلم۔ معیت فی القدرۃ معیت فی الاجر والثواب۔ معیت جسمانی تو جسموں میں ہوتی ہے۔ اور خدا جسم و جسمانیت سے منزہ ہے۔ لہٰذا وہ تو یہاں مراد ہو ہی نہیں سکتی۔ اسیطرح معیت فی الاجر والثواب یہاں مراد نہیں لی جا سکتی۔ کیونکہ یہ آخرت میں ہوگی نہ کہ دنیا میں۔ باقی رہی معیت روحانی اور اس کی قسمیں تو معیت فی التائید والنصرۃ اہل تقوے کے شامل حال ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون کا مفاد ہے۔ لیکن جہاں تک معیت فی العلم والقدرۃ کا تعلق ہے یہ کفار مشرکین کو بھی حاصل ہے۔ ارشاد قدرت ہے۔ ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذالک ولا اکثر الا وھو معھم (پ س ع) جہاں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بھی تین آدمی سرگوشی کرتے ہیں خدا ان میں کا چوتھا ہوتا ہے اور جہاں پانچ ہوتے ہیں خدا چھٹا ہوتا ہے یا اس سے کم و بیش ہوتے ہیں خدا ضرور ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔ وھو معکم این ما کنتم (پ ۲۷ س حدید ع ۱) تم جہاں کہیں بھی ہو وہ (خدا) تمہارے ساتھ ہے۔ الغرض علم و قدرت کے لحاظ سے خدا ہر نفس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسکا ارشاد ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ ہم انسان کی رگ حیات سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ لہذا عین ممکن ہے کہ یہاں ا معیت سے یہی علم و قدرت مراد ہو؟ اور اگر معیت (والی معیت) فی التائید والنصرۃ مراد لی جائے تو پھر قابل غور امر یہ ہے کہ معنا کی ضمیر متکلم سے مراد کون ہیں؟ عین ممکن ہے کہ بطور اطلاق جمع بر واحد یہاں صرف رسولِ خدا مقصود ہوں۔ جیسا کہ کلام مجید میں "انا" اور "نحن" جمع کے صیغے صرف ذات پروردگار کیلئے استعمال ہوئے ہیں اور یہ اطلاق اہل عربیت کے نزدیک جائز ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اسی آیت میں اس جملہ کے بعد ہے۔ وایدہ بجنود لم تروھا۔ خدا نے اپنے رسولؐ کی نصرت کی ایسے لشکروں سے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے معلوم ہوا کہ یہ تائید و نصرت صرف رسول کی تھی نہ کہ ابوبکر کی۔

اور اگر یہ بھی تسلیم نہ ہو تو ممکن ہے آنحضرتؐ کے ساتھ حضرت امیر علیہ السلام شامل ہوں اور بعض اخبار سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ازالۃ الخفا میں ہے (علی ما نقلہ فی رمی الجمرات) کہ جناب ابوبکر صاحب رو رہے تھے۔ آنحضرت نے رونے کا سبب پوچھا انہوں نے کہا میں اپنے لئے تھوڑا رو رہا ہوں۔ مجھے تو علی کی فکر ہے کہ دشمن ان کو قتل کر دیں گے۔ یہ سنکر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ان اللہ معنا۔ تم ہماری فکر نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ علاوہ ازیں ان کی گھبراہٹ شانِ اہل ایمان کے خلاف ہے۔ وہ ہر شدت و راحت میں خدا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ و علی اللہ فلیتوکل المومنون اور اگر اس سے بھی قطع نظر کر لی جائے۔ اور ابوبکر کو بھی اس میں شامل کیا جائے تب بھی اتنا تو مخاطب بھی تسلیم کر لے گا کہ آنحضرتؐ مقصود بالذات اور ابوبکر بالتبع و بالعرض ہیں۔ تو اس سے زیادہ سے زیادہ ان کا طفیلی ہونا ثابت ہوگا۔ اور یہ کوئی فضیلت نہیں ہے۔ بنابریں جب تک ان تمام احتمالات کا سدباب نہ ہو جائے۔ اس وقت تک اس فقرہ سے ابوبکر کی فضیلت ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور انکا سدباب اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط (جب تک سوئی کے ناکہ سے اونٹ نہ گذر جائے)

انزالِ سکینہ والے استدلال کا جواب

مریدان ثلاثہ اس سے بھی فضیلت ابوبکر پر استدلال کیا کرتے ہیں کہ خدا نے ان پر سکینہ نازل کیا۔ فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ مؤلف نے اگرچہ آیت کے ترجمہ میں تو فقرہ کا ترجمہ ہی نہیں کیا۔ لیکن بعد میں لکھا ہے کہ "چونکہ گھبراہٹ ابوبکر کو تھی اسلئے تسکین بھی انہی پر نازل ہوئی"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ثلاثہ کی یاران کے مریدوں کی یہ بدقسمتی ہے کہ وہ ہاتھ پیر تو بہت مارتے ہیں مگر گوہر مقصود ہاتھ نہیں آتا۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ نزول سکینہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ کیونکہ مطالعہ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نزول سکینہ
یا رسولوں پر ہوتا ہے یا مومنین پر لیکن اس شومئی قسمت کا کیا علاج کہ جن الفاظ میں کوئی فضیلت نہ تھی۔ وہاں تو رسول خدا
کے ساتھ ابوبکر کا بھی تذکرہ ہے اور جو امر باعث فضیلت تھا وہاں اسے بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ اور یہ ہم صرف اس
لئے نہیں کہتے کہ باقی ضمیروں کا مرجع آنحضرت ہیں تو یہاں علیہ کی ضمیر کا مرجع انہی کو ہونا چاہیئے بلکہ یہ بدو وجہ
ہے۔ اولاً اس لئے کہ فریقین کے مفسرین نے یہی افادہ فرمایا ہے۔ چنانچہ جہاں تک قرائت اہلبیت کا تعلق ہے۔
انہوں نے بجائے علیہ کے علی رسولہ پڑھا ہے۔ جیسا کہ تفسیر برہان ج ۱ ص ۴۲۴ طبع قدیم میں مروی ہے
اور باقی اسلامی برادری کے اکثر مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے کہ یہ نزول سکینہ جناب رسول خدا پر ہوا چنانچہ
تفسیر حسینی تفسیر جامع البیان، معالم التنزیل۔ ترجمان القرآن، مدارک۔ فتح البیان، جلالین اور تفسیر ابوالسعود وغیرہ
سب تفاسیر میں قریب قریب یہی لکھا ہے۔ فانزل اللہ سکینتہٗ علیہ۔ ای امنتہٗ علی رسول اللہ۔
خدا نے اپنا امن و امان رسول پر نازل کیا اور مولوی نذیر احمد دہلوی (مشہور سنی مترجم) اس فقرہ کا ترجمہ یوں کیا ہے۔
"پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اپنی (طرف سے) تسلی اتاری"۔

ثانیاً اس لئے کہ اس فقرہ کے بعد بلا فاصلہ ارشاد ربانی ہے وایدہٗ بجنود لم تروھا یعنی اس نزول
سکینہ کی تکمیل اسطرح ہوئی کہ خدا نے ایسے لشکروں سے ان (رسول خدا) کی تائید کی جن کو تم دیکھتے نہیں تھے۔ اس
بات پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ ملائکہ کے ذریعے رسول ہی کی تائید کی گئی تھی تو ماننا پڑے گا کہ نزول سکینہ بھی انہی
پر ہوا تھا۔ باقی رہا یہ خیال کہ رسول کو گھبراہٹ نہ تھی۔ گھبراہٹ تو ابوبکر کو تھی تو اسکے متعلق اتنا عرض ہے
کہ ابوبکر کی گھبراہٹ کی خدا کو کیا پرواہ؟ ہاں جہاں تک رسول کی کیفیت کا تعلق ہے تو کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے
کہ وہ اس تکلیف دہ صورت حال میں مطمئن تھے اور انکو کوئی روحانی و جسمانی پریشانی نہ تھی؟ اپنی شان کے خلاف سمجھ
کر گھبراہٹ کے اظہار نہ کرنے سے اصل پریشانی کی نفی تو نہیں ہوتی۔ پھر اگر نزول سکینہ کا معیار یہی ہے کہ جو گھبراہٹ ظاہر
کرے اس پر سکینہ نازل ہو۔ تو پھر تو جنگ خندق و خیبر و حنین کے بھگوڑوں پر سکینہ نازل ہونا چاہیئے تھا مگر خدا تو یہ
کہتا ہے فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین کہ خدا نے اپنے رسول اور اہل ایمان (صابر
مجاہدین) پر سکینہ نازل کیا۔ بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اس آیت نے ابوبکر کا نام مومنین کی فہرست سے ہی خارج
کر دیا ہے۔ ورنہ اگر وہ مومن ہوتے تو آنحضرتؐ کے ساتھ ان پر بھی سکینہ نازل ہوتا واذ لیس فلیس۔ فضیلت ابوبکر
ثابت ہونے سے تو رہی الٹا ان کا نعمت ایمان سے تہی دامن ہونا ثابت ہو گیا۔ ونعم ما قیل۔

ذھب الحمار لیستفید لنفسہ ٭ فرنا فاب وماله اذنان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

لا تحزن سے اثبات فضیلت کا جواب

ابوبکر کا غار میں حزن و بے قراری کا اظہار کرنا اور رسول خدا کو بھی بے آرام کرنے کی کوشش کرنا تو ناقابل تردید شہادتوں سے ثابت ہے چنانچہ (۱) تفسیر ابن کثیر بر حاشیہ فتح البیان طبع مصر میں ۷ پر لکھا ہے۔ فجعل ابو بکر یجزع ان یطلع علیھم احد الخ۔ ابوبکر نے اس خوف سے جزع فزع شروع کر دی کہ کوئی کافر ان پر مطلع نہ ہو جائے۔ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۶۴۶ طبع مصر میں ہے۔ بکی ابوبکر۔ اس وقت ابوبکر رونے لگے (۳) تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے۔ ان ابا بکر کان منزعجاً۔ ابوبکر منزعج تھے۔ انزعاج کے معنی لغت میں قلق و اضطراب اور بلند آواز سے آہ و فغاں کرنے کے ہیں (ملاحظہ ہو قاموس، صراح، منجد وغیرہ) اس وقت آنحضرتؐ نے ان سے کہا لا تحزن۔ حزن نہ کرو۔ اب اسے تسلی و تسکین کا رنگ دینے سے نفت کا داغ دھل نہیں سکتا لہذا یہاں یہ کہا جائے گا کہ ابوبکر کا یہ فعل خدا اور رسول کی نظر میں ناپسندیدہ تھا۔ اس لئے رسول نے ان کی زجر و توبیخ کی اور اس طفلانہ حرکت پر ٹوکا۔ اب اس لا تحزن کا قیاس انبیاء و مرسلین اور کامل الایمان مومنین کے لا تخافوا لا تحزنوا پر کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اس لئے ان کو تسلی دی جاتی ہیں کہ کوئی حزن و ملال نہ کرو۔ ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کبیر اور یہاں تو سرے سے ایمان ہی ثابت نہیں ہے۔ بہر حال کلمہ لا تحزن ہر جگہ نہ تسکین و تسلی کے لئے آتا ہے اور نہ ہر مقام زجر و توبیخ کیلئے بلکہ اس بات کا فیصلہ ہر ہر جگہ قرائن حالیہ و مقالیہ کو دیکھ کر ہی کیا جا سکتا ہے کہ کہاں تسلی کیلئے ہے اور کہاں زجر کیلئے کیونکہ

ع ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد

مگر اس کے لئے عقل وافر اور توفیق کامل درکار ہے۔ جو نصیب اعدا نہیں ہے۔ نیز مؤلف نے خوف و حزن کے درمیان جو فرق بیان کیا ہے وہ ایجاد بندہ کے زمرہ میں داخل ہے جس کا کوئی ثبوت لغت عرب میں موجود نہیں ہے۔ لہذا ابوبکر کی یہ جزع فزع اور خوف و ہراس اپنی ہلاکت کے ڈر سے تھا نہ کہ پیغمبر اسلام کے لئے ان یقولون الا کذبا۔

بس کن حدیث غار کہ عار است نزد عقل ٭ آں حزن و بے قراری شیخ معظم

مشکل مقامات پر ابوبکر رونے سے آنحضرتؐ کی امداد کیا کرتے تھے

معلوم ہوا کہ شیخ صاحب نے اس سفر میں صرف رونے دھونے سے آنحضرتؐ کی امداد و نصرت کی ولبس اور وہ اس سلسلہ میں بڑے مشاق تھے جب بھی کوئی مشکل موقع آتا آپ رونے پر خوب زور دیتے چنانچہ ایک مرتبہ کفار نے مسجد الحرام میں آنحضرتؐ کو پکڑ کر سر و ریش سے کھینچنا شروع کیا یہ دلخراش منظر دیکھ کر ابوبکر الگ کھڑے رہے اور رو رو کر صرف یہ کہا اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کیا تم صرف اس بات پر ایک آدمی کو قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار خدا ہے۔ (سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۲۱)
اسی طرح جب اس سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک دہانہ غار کے قریب آ پہنچا تو آپ نے رونے پر خوب زور صرف فرمایا (در منثور ج ۳ ص ۲۳۹)

تفسیر قمی والی روایت کا جواب

مؤلف نے تفسیر قمی سے جو روایت نقل کی ہے۔ جس میں آنحضرتؐ کا ابوبکر کو لقب صدیق عطا کرنے کا تذکرہ ہے۔ یہ استدلال بدو وجہ ناقابل اعتبار ہے۔ اولاً یہ روایت مرسل و مجہول ہے۔ ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ ایسے اعتقادی امور میں ایسی روایات ناقابل اعتماد ہوتی ہیں۔ ثانیاً مؤلف نے اس کے نقل کرنے میں خیانت مجرمانہ کا مظاہرہ کیا ہے۔ ورنہ پوری روایت دیکھنے کے بعد بجائے فضیلت کے الٹا شیخ صاحب کی رذیلت ثابت ہوتی ہے۔ اصل بات یوں ہے کہ جب آنحضرتؐ نے دیکھا کہ شیخ گریہ کن باوجود لا تحزن کا تازیانہ لگنے کے خاموش نہیں ہو رہے تو ان کی توجہ کو دوسری طرف پھیرنے کے لئے جناب جعفر طیارؑ کی کشتی کا معجزہ دکھایا۔ مگر اس کا بھی کوئی خوشگوار اثر نہ ہوا۔ کیونکہ روایت کا تتمہ اس طرح ہے کہ فاضمر تلک الساعۃ انہ ساحر۔ اس وقت ابوبکر نے دل میں کہا کہ آنحضرت جادوگر ہیں۔ جب باعلام اللہ آنجناب کو شیخ صاحب کی قلبی کیفیت کی اطلاع ہوئی تو فرمایا انت الصدیق اس صورت حال میں اس فقرہ کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ استفہام انکاری ہے (بحذف حرف الاستفہام) کیا تو صدیق ہے؟ (یعنی صدیق ایسے ہوتے ہیں؟) دوسرے یہ کہ یہ بطور تذلیل و تحکم ہے۔ جیسے خدا اہل دوزخ سے کہتا ہے۔ ذق انک انت العزیز الکریم۔ چکھ ذائقہ جہنم کا کیونکہ تو صاحب عزت و کرامت ہے۔

ع آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر

مہمانی ابوبکر کا جواب

یہ جو کہا گیا ہے کہ آنحضرتؐ تین دن ابوبکر کے مہمان رہے۔ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ خود کتب اہلسنت سے ثابت ہے کہ آنحضرت کیلئے طعام بھیجنے کا انتظام حضرت علی علیہ السلام نے کیا تھا۔ چنانچہ تفسیر در منثور ج ۳ ص ۲۴۰ اور سیرۃ حلبیہ ج ۲ ص ۳۳ طبع مصر میں ہے کہ عامر بن فہیرہ کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام نے طعام کی رسانی کا انتظام فرمایا تھا۔ نہ معلوم یہ لوگ ایسے من گھڑت قصص کا سہارا کیوں لیتے ہیں؟

ع جھوٹ کے ہوتے نہیں پیرائے دوست

ے وکم قد رأینا من فروع کثیرۃ ∴ تموت اذا الوتحیلمن اصول

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ابوبکر کے آنحضرتؐ کو کندھے پر اٹھانے کا جواب

اسی طرح یہ فرضی فضیلت بھی بڑے زور شور سے بیان کی جاتی ہے کہ سفر ہجرت میں ابوبکر صاحب نے آنحضرتؐ کو کاندھے پر اٹھایا تھا اور بار نبوت کے متحمل ہوئے تھے۔ یہ بات تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔ تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ آنحضرتؐ باوجود اس کے کہ پائے اقدس سے خون جاری تھا مگر پیدل چل کر غار تک پہنچے تھے۔ چنانچہ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۴۴ پر ہے فانطلقا و رجل رسول اللہ تسلو دما حتی انتھی الی الغار (یعنی جب راستے میں ابوبکر آملے اور آنحضرتؐ کا ان کو کافر سمجھ کر تیز چلنے کی وجہ سے پائے اقدس کا انگوٹھا زخمی ہو گیا تھا تو دونوں چلے اس حالت میں کہ آنحضرتؐ کے پاؤں سے خون جاری تھا۔ حتیٰ کہ غار تک پہنچے اور اگر یہ بات بعض کتب اہلسنت میں درج ہے تو وہ ہمارے خلاف سند نہیں ہے اور اگر بالفرض ایسا ہوا بھی ہو تو اس میں کونسی فضیلت کی بات ہے؟ آنحضرتؐ خچر اور گدھے پر تو بالعموم سوار ہوا ہی کرتے تھے اور وہ آپ کا بوجھ برداشت بھی کرتے تھے۔ تو اگر کبھی آنحضرتؐ نے شیخ صاحب سے انہی سواروں کا کام لے لیا ہو تو اس سے زیادہ اس پیر سال کو وہی شرف حاصل ہو گا جو ان حیوانات کو حاصل تھا۔ ہم اسلامی برادری کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ ایسے بے سروپا فضائل بیان کر کے اور نادان دوست کا کردار ادا کر کے اپنے خلفاء کو مزید ذلیل و رسوا نہ کیا کریں۔

مانیں نہ مانیں مالک و مختار آپ ہیں
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

شب ہجرت حضرت امیر کا محیر العقول کارنامہ

ابوبکر صاحب کے متعلق اس واقعہ میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ حالانکہ جیسا کہ ہم نے واضح و آشکار کر دیا ہے۔ ان کو یہاں سوائے ذلت و رسوائی اور جگ ہنسائی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا لیکن وہ شیر کردگار۔ امام ابرار یعنی حیدر کرار غیور فرار جس نے بحکم ایزد جبار ایسے حالات ناسازگار میں بستر رسول مختارؐ پر سو کر ایثار و فداکاری اور جاں نثاری کا وہ عدیم المثال مظاہرہ کیا جس کی نظیر جبرئیل و میکائیل جیسے مقرب بارگاہ خدا جلیل القدر فرشتے بھی پیش نہ کر سکے اور جن کے جذبہ ایثار پر خود خدائے بزرگ و برتر نے فخر و مباہات کیا۔ اور ان کی شان میں آیت مبارکہ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد نازل فرمائی۔

شب ہجرت شدہ آمادۂ ایثار حیات ؛ جز علی کیست کہ این طرز وفا می داند!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مذکورہ بالا اجمالی حقائق کی تفصیلات مدحوالہ جات معلوم کرنے کے شائقین مندرجہ ذیل کتب کی طرف رجوع کریں۔
مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۵۵۲، ارجح المطالب ص ۴۰۷، تاریخ احمدی ص ۴۷، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۸۳
سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۹۷، تاریخ ابوالفداج ۱ ص ۱۳۶، کامل بن اثیر ج ۲ ص ۳۳، تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۱۹
وغیرہ وغیرہ) بجائے اس کے کہ یہ لوگ کمالات علوی کا اقرار کریں۔ انکی نشر واشاعت کریں اور ان پر ایمان لے آئیں
اسکے برعکس نہ صرف یہ کہ یہ لوگ ان حقائق کا انکار کرتے ہیں بلکہ یہ کہہ کر شیعیانِ حیدر کرار کے زخموں پر نمک پاشی بھی کرتے
کرتے ہیں کہ "شیعہ ایڑی چوٹی کا زور ماریں تو اس صراحت وضاحت سے وہ ولایت علی تو کجا قرآن سے علی المرتضیٰ
کا صاحب رسول ہونا بھی ثابت نہیں کر سکتے"۔ (آفتاب ص ۹) کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم۔
یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ؛ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کیونکہ فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے ؛ وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

کجا یار غار اور کجا نفس رسول مختار (باتفاق مفسرین آیت مباہلہ میں وانفسنا وانفسکم سے مراد حضرت
علی علیہ السلام ہیں)

سماعِ وعظ کجا نغمۂ رباب کجا ؛ بہیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

ستائیسویں آیت

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات
لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین
من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم
من بعد خوفھم امنًا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئًا ومن کفر
بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون (پ ۱۸ س نور ع ۷) ترجمہ
خدا نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وعدہ کر لیا ہے کہ بالضرور
ان کو زمین میں جانشین اور خلیفہ ضرور بنائے گا۔ جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو تم سے پہلے تھے۔
اور ان کو اس دین میں جس کو ان کے لئے پسند کر چکا ہے متمکن (مضبوط کر دے گا اور خوف
کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا اور وہ پرستش کریں گے میرے ساتھ کسی کو
شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ جس نے اس کے بعد کفران کیا وہ لوگ فاسق ہیں۔

اس آیت میں احکم الحاکمین نے ایک بڑے معرکہ کے مسئلہ خلافت کا بھی فیصلہ کر
دیا ہے۔ دیکھو رب العالمین نے فرمایا ہے کہ ہم نے اخص الخواص جماعت مومنین کو حتمی وعدہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دے دیا ہے کہ ان کو خلافت کی مسند ضرور دی جائے گی۔ جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروؤں کو ہم نے خلافت عطا فرمائی۔ اس وقت دین مرضیہ کو خوب استقامت ہو گی۔ اور خوف کا زمانہ امن سے بدل جائے گا۔ یہ جماعت ایسے مخلص عباد صالحون کی ہو گی کہ باوجود اقتدار عہدۂ خلافت حاصل ہونے کے بھی میری توحید پر قائم رہیں گے۔

اب ہم شیعہ صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ وعدۂ الٰہی اصحاب ثلاثہ کے حق میں پورا ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو کیا وہ الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات کے مصداق تھے یا نہ؟ اگر نہیں تھے تو کیوں انعام الٰہی وعطیۂ خلافت معہودہ) سے مشرف ہو گئے اس کے وعدوں میں تخلف کا خیال کرنا کفر ہے اور اس کے ارادہ ومشیت میں یہی تھا کہ بعد وفات سرورِ کائنات آپ کی خلافت کا اعزاز ان کے چار برگزیدہ اصحاب کو عطا فرمایا جائے یہ اعزاز چونکہ ان کی پاک خدمات کے صلہ میں تھا لہٰذا اس کے عطا ہونے پر ان کی خدمات کا بھی پورا لحاظ ہوا۔ جس کی خدمات اسلام میں سب سے زیادہ ہیں۔ جس نے خدا کی راہ میں بہت زیادہ دکھ اٹھائے۔ جس نے ہادیٔ اسلام کی دعوت سب سے پہلے بلا کسی امتحان لینے کے قبول کی۔ اور پُر خطر موقعوں میں ہمدم دیارِ غار رہا۔ جس کو رسول پاک نے اپنی زندگی میں اخیر وقت اپنے مصلے پر کھڑا کرنے اور امامت پر مامور کرنے کا امتیاز بخشا ہے اس کو سب سے پہلے اس اعزاز سے حصہ ملے منطوق آیت صاف پکار رہا ہے کہ خلفاء اربعہ نے اپنے اختیار اور کوشش سے نہ کسی منصوبہ سے خلافت کی تحصیل کی۔ بلکہ محض خدائے پاک کے ارادہ سے اس کے حتمی وعدہ کے بموجب ان کو اعزازات ملے۔ جو نشان ان موعود لہم کا خدائے کریم نے بیان فرمایا ہے۔ یعنی اٰمنوا وعملوا الصالحات جو لوگ ان اوصاف میں جملہ صحابہ سے فائق تھے وہی مستحق ہو سکتے ہیں اور یہ امر مسلم ہے کہ خلفائے اربعہ باوجود دیگر صحابہ کرام سے اوصاف میں فاضل تھے وہی اس امر جلیل کے مستحق تھے۔ ادھر زمانۂ خلافت بھی محدود کر دیا گیا۔ چنانچہ رسول برحق نے الخلافۃ من بعدی ثلاثون سنۃ فرما کر اس کی میعاد تیس سال بیان فرما دی تھی۔ تو پھر فرمائیے کہ سوائے اس ترتیب کے جو سلسلۂ خلافت میں وقوع میں آئی۔ اور صورت ہی کونسی تھی؟

صاحبان غور کیجئے یہ آیت خلفاء ثلاثہ کے ابدی ایمان پر شاہد عادل ہے۔ پھر یہ بھی فرما دیا کہ اس میری شہادت کے بعد بھی اگر میرے ان پاک بندوں کے ایمان میں کوئی شخص کلام

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کرے گا اور ان کے احسان عام کا کفر کرے گا تو سمجھ لیں وہ گمراہ بد بخت، فاسق ہے شیعہ صاحبان ذرا انصاف کی عینک لگا کر آیت پڑھیں اور بتائیں تو سہی ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنًا کا مصداق کونسا زمانہ ہے؟ کیا وہ زمانہ عہدِ خلافت جو جناب امیر علیہ السلام کا تھا۔ شیعہ صاحبان تو مانتے ہیں کہ وہ زمانہ تو سخت پُرآشوب تھا۔ پھر ایسا پرآشوب زمانہ تو اس پیشگوئی ولیبدلنھم الخ کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت یہ خلفائے ثلاثہ کا زمانہ تھا۔ حتیٰ کہ خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں وہ امن قائم رہا جس سے شیعہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ (آفتاب ص۹۸)

الجواب یہ آیت مبارکہ جو آیتِ استخلاف کے نام سے مشہور ہے ہمیشہ پرستارانِ ثلاثہ اسے بڑے شد و مد کے ساتھ تقریر و تحریر میں خلافتِ ثلاثہ کے اثبات میں پیش کیا کرتے ہیں اور گلے پھاڑ پھاڑ کر بزعم خویش اس سے فضائل ثلاثہ بیان کرتے ہیں ہمارے مخاطب نے اسے بڑے طمطراق سے پیش کر کے اسے ایمان ثلاثہ اور خلافت اسلامی جیسے معرکۃ الآراء مسئلوں کا فیصل قرار دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر اس آیتِ مبارکہ کے سیاق و سباق، اس کے شانِ نزول اور بالخصوص اس کے اصل الفاظ میں غور و تفکر کیا جائے تو ان حضرات کی امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ اور ان کے خیالات کی بلند و بالا عمارت زمین بوس ہوتی ہوئی نظر آتی ہے اور یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس آیت کا متنازعہ فیہ مسئلہ کے ساتھ بالکل کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اس حقیقت کو کما حقہ سمجھنے کے لئے چند امور کی تنقیح ضروری ہے۔

چند امورِ مہمہ کی تنقیح (۱) اس خلافت سے مراد کیا ہے؟ (۲) یہ وعدۂ خلافت کن لوگوں سے کیا گیا ہے؟ (۳) یہ وعدہ کب پورا ہوا؟ (۴) اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے۔ (۵) پہلے استخلاف سے کیا مراد ہے؟ اور (۶) کیا اصحاب ثلاثہ میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں؟

اس استخلاف سے کیا مراد ہے؟ اسلامی کتابوں میں جب لفظ خلافت یا خلیفہ لکھا جائے تو اس سے بالعموم اسلامی خلافت مراد ہوتی ہے۔ لیکن خلافت کے لغوی معنی ہیں کسی کی قائمقامی اور جانشینی۔ قرآن مجید میں یہ لفظ لغوی و اصطلاحی دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے لغوی یا اصلاحی معنیٰ متعین کرنے سے قبل قرائن حالیہ و مقالیہ اور بالخصوص مفسرین اسلام کی تفسیروں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے بنا بریں جب اس آیت میں غور کیا جاتا ہے۔ تو واضح ہوتا ہے کہ یہاں خلافت سے اسلامی اصطلاحی خلافت یعنی خلافتِ نبوی مراد نہیں بلکہ لغوی معنی کے اعتبار سے خلافت مراد ہے یعنی کسی فرد یا جماعت کی جانشینی ان کے ملک و ملک پر تسلط۔ ان کے دیار و امصار پر غلبہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اسلامی برادری کے مشہور مفسرین کی تفسیروں سے یہی مطلب ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں لیستخلفنھم فی الارض کے معنیٰ یہ لکھے ہیں بدلاً عن الکفار۔ یعنی خدا مسلمانوں کو کافروں کی زمین میں وارث بنائے گا۔ (۲) تفسیر مدارک میں اس کے معنے یہ لکھے ہیں۔ ای ارض الکفار وعدھم ان ینصر الاسلام علی الکفر ویورثھم الارض یعنی خدا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسلام کی مدد کرے گا اور مسلمانوں کو کافروں کی زمین کا وارث بنائے گا۔ (۳) تفسیر ابن جریر ج ۱۸۔ صـ ۱۲۲ طبع مصر (۴) معالم التنزیل مع ابن کثیر ج ۶ صـ ۳۸ طبع مصر میں بھی یہی لکھا ہے کہ مسلمانوں کو کفار کی زمین کا جانشین بنائے گا۔ خلاصۂ کلام یہ کہ یہاں رسولِ خدا کی جانشینی مراد نہیں ہے بلکہ کفار کی قائمقامی مراد ہے۔

یہ وعدہ کن لوگوں سے کیا گیا ہے؟

اگرچہ ہمارے مولوی کرم الدین صاحب نے پہلے یہ لکھا ہے کہ "یہ وعدہ مومنین کی اخص الخواص جماعت سے ہے" (آفتاب صـ ۹۵) اور پھر اس اخص الخواص جماعت کے مصداق "خلفاء اربعہ کو قرار دیا ہے" (صـ ۹۷) مگر جب مزید چھانٹی کی گئی تو ان میں سے بھی صرف اصحابِ ثلاثہ کو باقی رکھا ہے (صـ ۹۸) سچ ہے۔

؎ مہما تکن عند امرءٍ من خلیقۃ ✤ وان خالھا تخفی علی الناس تعلم

اصل میں ان لوگوں کی یہ ساری تگ و تاز اور جد و جہد صرف ثلاثہ کی حمایت میں ہوتی ہے۔ اگرچہ بطور وزنِ بیت حضرت امیرالمومنین کو بھی انکے ساتھ شامل کر لیتے ہیں مگر غیر شعوری طور پر اصل حقیقت ظاہر ہو ہی جاتی ہے اور انکی ناصبیت و خارجیت کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوٹ جاتا ہے سچ ہے۔

؎ چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ✤ میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

بہرحال جو کچھ موصوف کے ہم مذہب و ہم مسلک مفسرین کے افادات سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس موعود لہم جماعت سے تمام اہل ایمان صحابہ کرام بلکہ قیام قیامت تک سارے صحیح العمل مسلمان مراد ہیں چنانچہ پہلے امر کی تنقیح میں جو حوالہ جات پیش کئے گئے ہیں۔ ان سے اس مطلب پر بھی خوب روشنی پڑتی ہے۔ (۲) مزید برآں دو چار حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔ (تفسیر کشاف ج ۳ صـ ۳۲۷ طبع مصر میں لکھا ہے۔ الخطاب للنبی ولمن معہ ومنکم للبیان۔ یعنی آیت وعد اللہ الذین الخ میں جو خطاب ہے۔ وہ رسول اسلام اور ان کے صحابہ کرام کو ہے اور منکم میں (من) بیانیہ ہے (نہ تبعیضیہ) تفسیر ترجمان القرآن صـ ۱۰۷۵ میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے (بجوالہ فلک النجاۃ)۔ یہ وعدہ جمیع امت کے لئے ہے۔ بعض نے کہا صحابہ سے خاص ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ایمان اعمال صالحہ کچھ صحابہ ہی کے ساتھ خاص نہیں تھے۔ بلکہ اس کا واقع ہونا اس امت کے ہر فرد سے ممکن ہے۔ (پھر کہا) اور اس شخص

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کا قول بہت بعید ہے۔ جو کہتا ہے کہ یہ وعدہ خاص ہے خلفاء اربعہ کے ساتھ یا مہاجرین کے ساتھ۔ یا یہ کہ ارض سے مُراد ارضِ مکہ ہے اور تو پہچان چکا کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے دسببِ خاص کا (کذا فی تفسیر فتح البیان ج ۶ ص ۳۳۸)

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

اس خلافت سے مُراد خلافت کلی ہے یا جزئی؟

یہ امر بھی سوچنے کے لائق ہے کہ اہلِ ایمان سے جس خلافت و جانشینی کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے مُراد خلافت کلی ہے۔ یعنی یہ کہ تمام روئے زمین سے کفار و مشرکین کا خاتمہ ہو جائے گا اور اہل اسلام و ایمان ہی انکے املاک و اموال کے وارث و جانشین ہونگے۔ جیسا کہ آیت مبارکہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کا مفاد ہے۔ یا اس سے مُراد خلافت جزئی ہے؟ یعنی صرف بعض کفار کی زمین و جائداد پر مسلمان قابض ہوں گے! اگر خلافت سے مُراد خلافت کلی ہے تو پھر یہ وعدہ ہنوز پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا بلکہ اس کی تکمیل ظہور مہدیؑ دوران اور نزول مسیح زمانؑ کے وقت ہوگی جیسا کہ شیعہ سُنی تفاسیر میں مذکور ہے چنانچہ در منثور ج ۳ ص ۲۳۹ تفسیر خازن جلد ۲ ص ۲۳۰۔ فتح البیان۔ ابن کثیر وغیرہ تفاسیر اہلسنت اور تفسیر صافی و فتی و برہان وغیرہ تفاسیر شیعہ میں بذیل آیت لیظھرہ علی الدین کلہ لکھا ہے "ذالک عند نزول عیسیٰ و خروج المھدی فلا یبقی اھل دین۔ الا دخلوا فی الاسلام الخ"

یہ وعدہ کب پورا ہوا اور اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

اور اگر خلافت سے مُراد خلافتِ جزئی ہے تو پھر یہ وعدہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حین حیات میں فتح مکہ کے بعد پورا ہو گیا تھا اور یہی امر اسلامی برادری کی کتب تفسیر و حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ تفسیر در منثور ج ۵ ص ۔ تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۳۷، تفسیر ابن جریر جلد ۱۸ ص ۱ اور فتح البیان ص ۳۳ وغیرہ میں مذکور ہے اور یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب صحابہ کرام نے (ہر وقت کی جنگ و جدل اور خوف و ہراس سے دل برداشتہ ہو کر) بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابد الدھر نحن خائفون۔ مایاتی علینا یوم نضع السلاح یا رسول اللہ! کیا ہم ہمیشہ خائف و ترساں ہی رہیں گے۔ یا کبھی ایسا دن بھی آئے گا کہ ہم ہتھیار اتار دیں گے اور امن و اطمینان کی زندگی بسر کریں گے؟ اس وقت خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (کذا فی تفسیر کشاف ج ۳ ص ۸۲ و ابن کثیر مع معالم ج ۲ ص ۱۳۷، ۱۳۹ و لباب النقول فی اسباب النزول ص ۲۰۲ سورۂ نور) ابن کثیر وغیرہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مفسرین نے لکھا ہے کہ فقد فعلہ تبارک و تعالیٰ ولہ الحمد والمنۃ فانہ صلعم لم یمت حتیٰ فتح اللہ علیہ مکۃ والبحرین وسائر جزیرۃ العرب وارض الیمن الخ اسی طرح مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۲۴۸ لکھنؤ میں ہے"۔ وتحقیق وفا کردوے سبحانہ وعدۂ خود را فمن اوفیٰ بعھدہ من اللہ - و للہ الحمد والمنۃ ونرفت آنحضرتؐ از عالم ما کہ فتح کردہ حق تعالیٰ مکہ وخیبر وبحرین وباقی جزیرۂ عرب واراضی یمن تمام الخ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر دو عبارات کا مطلب یہ ہے کہ "خدا نے اپنے پیغمبر اور صحابہ سے جو وعدہ کیا تھا وہ آنحضرتؐ کے حین حیات میں حق تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ کیونکہ ان کی وفات سے پہلے مکہ اور بحرین۔ باقی جزائر عرب اور یمن وغیرہ فتح ہو گئے تھے"۔ (اور مسلمان مرفہ الحال وفارغ البال ہو گئے تھے)

علامہ وحید الزمان (مترجم صحاح ستہ) اپنی تفسیر وحیدی ص ۴۶۵ سورۂ نور حاشیہ نمبر ۵ میں لکھتے ہیں "یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا پورا ہوا اور مسلمانوں کو آنحضرت صلعم کی زندگی میں عرب کے کافروں سے بے فکری ہو گئی"۔

تفسیر ترجمان القرآن صفحہ ۱۰۰ بذیل سورۂ نور پ ۱۸ اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے "اور پورا کیا یہ وعدہ اللہ تبارک و تعالیٰ و للہ الحمد والمنۃ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہ ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فتح کر دیا کہ آپ کے واسطے مکہ اور خیبر اور بحرین اور عرب کا کل جزیرہ الخ پھر وہ با امن ہوئے اور ہتھیار رکھ دیئے یعمن " بیان کے لئے ہے الخ ۔ ۔ ۔ نحاس نے کہا اور یہ قول صحیح ہے، اور معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ انکے خوف کی جگہ امن کو رکھ دے گا اور چلے جاویں گے ان سے خوف کے اسباب جن میں وہ ہیں۔ اسی طرح سے کہ نہ ڈریں گے مگر اللہ سبحانہ سے"۔

پہلے استخلاف سے مراد کیا ہے؟

باقی رہی اس بات کی تنقیح کہ خداوند عالم نے اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ میں تم کو اس طرح خلافت ارضی دوں گا جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو دی ہے تو اس تشبیہ سے مراد کیا ہے؟ سو مخفی نہ رہے کہ کائنات میں ابتدائے آفرینش سے سلسلۂ اضداد جاری ہے۔ نور کے ساتھ ظلمت، ایمان کے ساتھ کفر، علم کے ساتھ جہل، خیر کے ساتھ شر وغیرہ وغیرہ اور ان کی باہمی چپقلش اور ستیزہ کاری بھی محتاج بیان نہیں ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

یہ ضرور ہوتا رہا ہے کہ ابتداء میں باطل کی طاقتوں نے باہم مجتمع ہو کر حق و اہل حق کو دبانے اور صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا اور اکثر و بیشتر کچھ وقت کے لئے ان کو غلبہ و تسلط بھی رہا۔ مگر سنت اللہ ہمیشہ سے یہ رہی ہے اور ہمیشہ یہی رہے گی۔ (ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا) کہ آخری

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فتح حق اور اہلِ حق کی ہی ہوتی ہے۔ ۵۔ مشاہدہ شاہد ہے کہ۔

نہ یزیدؓ کا وہ ستم رہا نہ زیادؓ کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسینؓ کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

قوم نوح نے کتنے مظالم جناب نوحؑ پر کئے۔ مگر بالآخر حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔ قوم لوط اور صالح نے کس قدر ستم کیشیاں کیں مگر طاقت حق کے سامنے بہت دیر تک نہ ٹھہر سکے۔ اور انجام کار ہلاکت کے ایسے اتھاہ گڑھے میں گرے کہ پھر اٹھنا نصیب نہ ہوا۔ فرعون نے بنی اسرائیل پر کس قدر ظلم و جور کے کوہ ہائے گراں گرائے مگر انجام دنیا کے سامنے ہے کہ رود نیل کی موجوں کا لقمہ بن کر عالم رنگ و بو سے اس کے نقش و نگار محو ہو گئے۔ اسی طریقۂ مستمرہ کے مطابق خدا نے مسلمانوں کو تسلی دی کہ جس طرح پہلے میں کافروں کو نیست و نابود کر کے ان کے املاک و اموال کا وارث و جانشین مسلمانوں کو بناتا رہا ہوں۔ اسی طرح اب بھی تمہارے دشمنوں کو مغلوب و مقہور کر کے تمہیں ان کا وارث بناؤں گا۔ چنانچہ خداوند عالم ان تمام واقعات کی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے۔

۱۔ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد نوح وزادکم فی الخلق بسطۃً (پ ۸ س اعراف ع ۹)

(ترجمہ) اور یاد کرو جب اس نے تم کو قوم نوح کے بعد سردار بنایا اور تم ہی کا پھیلاؤ زیادہ کیا۔

۲۔ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد وبوأکم فی الارض (پ ۸ س اعراف ع ۱۰)

(ترجمہ) اور یاد کرو جب اس نے تم کو قوم عاد کے بعد سردار بنایا اور زمین پر آباد کیا۔ (ترجمہ مولانا فتح محمد)

۳۔ قال موسیٰ عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون (پ ۹ س اعراف ع ۱۹)

(ترجمہ) کہا نزدیک ہے کہ رب تمہارا کھپا دے تمہارے دشمن کو اور نائب کرے تم کو ملک میں اور پھر دیکھے تم کو کہ کیا کام کرتے ہو۔ (ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی)

۴۔ فانتقمنا منھم فاغرقناھم فی الیم بانھم کذبوا بایاتنا وکانوا عنھا غافلین واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربھا (پ ۹ س اعراف ع)

(ترجمہ) پھر ہم نے بدلہ لیا ان سے پھر ڈبو دیا گہرے پانی میں اس پر کہ جھٹلائیں ہماری آیتیں اور کر رہے ان سے تغافل اور وارث کئے ہم نے جو لوگ کمزور ہو رہے تھے اس زمین کے مشرق اور مغرب کے جس میں برکت رکھی ہم نے۔ (شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی)

۵۔ فاراد ان یستفزھم من الارض فاغرقناہ ومن معہ جمیعاً وقلنا بعدہ لبنی اسرائیل اسکنوا الارض (پ ۱۵ س بنی اسرائیل ع ۱۲) (ترجمہ) تو اس نے چاہا کہ ان کو سرزمین (مصر) سے نکال دے تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو ڈبو دیا اور اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس ملک میں رہو سہو۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

۶۔ یہ قصہ تو حضرت موسےٰ اور ان کی قوم بنی اسرائیل اور ان کے دشمن فرعون کا تھا کہ خدا نے فرعون اور فرعونیوں کو ہلاک و برباد کر کے ان کی ہر چیز کا مالک و متصرف بنی اسرائیل کو بنایا۔ اب ذرا مشیل موسےٰ۔ حضرت رسولِ خدا اور مسلمانوں اور انکے دشمنوں کا معاملہ بھی سنو۔ خدا فرماتا ہے:۔

۶۔ واذکروا اذا انتم قلیل مستضعفون تخافون ان یخطفکم الناس فاٰوٰکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات (پ ۱۹ س انفال ع ۳)

(ترجمہ) اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم زمین (مکہ) میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اڑا (نہ) لے جائیں (یعنی بے خانماں نہ کر دیں) تو اس نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے تمکو تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں (ترجمہ مولانا فتح محمد)

۷۔ اٰمنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ (پ ۲۷ س حدید ع)

(ترجمہ) تو خدا اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور جس (مال) میں اس نے تم کو (اپنا) نائب بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ (ایضاً)

۸۔ واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضاً لم تطئوھا پ ۲۱ س الاحزاب ع ۱۹)

(ترجمہ) اور (کچھ) زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مال کا اور اس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہیں رکھا تھا تمکو وارث بنا دیا۔ (ایضاً)

۹۔ لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ اٰمنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون پ ۲۶ س فتح ع ۴)

(ترجمہ) بیشک خدا نے اپنے پیغمبر کو سچا (اور صحیح) خواب دکھایا کہ تم خدا نے چاہا تو مسجد حرام میں اپنے سر منڈوا کر اور اپنے بال کتروا کر امن و امان سے داخل ہو گے اور کسی طرح کا خوف نہ کرو گے۔

۱۰۔ ولقد مکناکم فی الارض وجعلنا لکم فیھا معایش قلیلاً ما تشکرون (پ ۸ س ۸ ع)

(ترجمہ) البتہ (تحقیق) ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور اس میں تم کو روزیاں دیں اور تم تھوڑا شکر کرتے ہو (شاہ عبدالقادر محدث دہلوی)

یہ ہے ان تشبیہات کا مطلب کہ جس طرح خداوند عالم ہمیشہ کفار و مشرکین اور دشمنان دین کو مغلوب و مقہور کر کے ان کے جان و مال کا وارث اہل ایمان کو بناتا رہا ہے اس امتِ مرحومہ کے ساتھ بھی وہ ایسا ہی سلوک کرے گا اور بے شک اس رحیم و کریم خدائے بزرگ و برتر نے آنحضرتؐ کے حینِ حیات میں ایسا کر دیا۔ قارئین کرام نے دیکھ لیا کہ جو الفاظ آیت استخلاف میں موجود ہیں۔ خلافت فی الارض، مثل خلافتِ سابقہ، تمکین فی الارض، خوف کے بعد امن وہ تمام الفاظ خداوند عالم نے مذکورہ بالا آیات میں استعمال فرمائے ہیں جو بطور امتنان و احسان خدا نے نازل فرمائی ہیں والحمد للہ علیٰ احسانہ العمیم:

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نتیجۂ کلام ان ناقابلِ رد حقائق و دقائق کی روشنی میں یہ بات مثل روز روشن واضح و آشکار ہو گئی کہ اس آیت مبارکہ کا خلافت ابوبکر و عمر اور عثمان سے دور کا بھی کوئی واسطہ و تعلق نہیں ہے اور اس موعود لہم جماعتِ مسلمین سے صرف "اصحاب ثلاثہ" کو مراد لینا قرآن کی سراسر تفسیر بالرائے ہے جو باتفاق فریقین ناجائز و حرام اور اس کا مرتکب بشہادت رسولؐ جہنمی ہے (من فسر القرآن برائہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ تفسیر اتقان وغیرہ) پرستارانِ ثلاثہ کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ ان کو سوچنا چاہیے کہ وہ محبت ثلاثہ میں بصر و بصیرت سے اندھے ہو کر کس راستہ پر گامزن ہیں اور اس کا انجام کیا ہوگا؟

ع ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ٭ کایں راہ کہ مے روی بترکستان است

مگر بموجب حب الشی یعمی ویصم ثلاثہ کی محبت نے انہیں ایسا اندھا اور بہرہ بنا دیا ہے کہ اپنی آخرت بھی بھول گئے ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں اس طرح حق و باطل کے اظہار و انکشاف کے باوجود اگر مناظرینِ اہلسنت اس آیت کا مصداق بناتے ہیں۔ فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھوائھم و من اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدیً من اللہ ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔

ع کور را باور نمی دارند روزِ داوری ٭ کایں ہمہ دغل و فضل در کارِ داور می کنند

اعلامیہ اس حقیقت کے کالشمس فی رابعۃ النہار واضح و آشکار ہو جانے کے بعد کہ اس آیت ۵ رطب دیابس جمع کرنے پر کوئی گرفت نہیں کرتے ورنہ ان باتوں کا ایسا تجزیہ کرتے کہ مؤلف کی روح قبر میں بھی بے قرار ہو جاتی۔ علاوہ بریں ان امور پر قبل ازیں مکمل تبصرہ کیا جا چکا ہے اس لئے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔ اور امامتِ ابوبکر والے فرضی قصہ سے ان کی خلافت پر استدلال کا مکمل جواب وہاں دیا جائے گا جہاں مولف اس کا باقاعدہ تذکرہ کریں گے۔ فانتظروا انی معکم من المنتظرین

ایضاح بعض حضرات نے اس مقام پر دو ایراد وارد کئے ہیں۔ اول یہ کہ ہماری بیان کردہ تفسیر امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ کی بیان کردہ تفسیر کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے اس بات کا مصداق امام مہدی اور ان کے اصحاب کو قرار دیا ہے۔ دوم یہ کہ جن تفاسیر اہلسنت کے حوالے دیے گئے ہیں ان میں خیانت کی گئی ہے یعنی ان کی پوری عبارتیں نقل نہیں کی گئی ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ ہماری بیان کردہ تفسیر کو امامین کی تفسیر کے خلاف قرار دینا ایسا سمجھنے والے کی خوش فہمی ہے۔ ورنہ ہم نے بذیل عنوان "اس خلافت سے مراد خلافتِ کلی ہے یا جزئی؟" شیعہ و سنی کی تفاسیر کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ کہ اگر اس خلافت سے مراد خلافت کلی لی جائے تو اسکی تکمیل حضرت امام العصر کے ظہور کے وقت ہو گی۔ (بصیرت ۱۳۲ بتغیر) اسی طرح نہج البلاغۃ اور اسکی شرح ابن میثم بحرانی سے جو حوالہ جات پیش کئے گئے ہیں وہ بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں بلکہ اسکے مؤید ہیں کہ اس استخلاف سے مراد کفار پر مسلمانوں کو اپنے اصحاب ثلاثہ کو ہی ٹھہراتے ہیں تو پھر وہ اپنے آپکو اس آیت کا مصداق بناتے ہیں۔

۵ مبارکہ کا اصحاب ثلاثہ سے کوئی تعلق و ربط نہیں ہے جس کے مولف کے مدح خوانی میں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کا غلبہ و تسلط مراد ہے پیغمبر اسلام کی جانشینی و قائمقامی مراد نہیں ہے۔

اور جہاں تک تفاسیر کے حوالہ جات میں خیانت کا تعلق ہے تو ہم اسکا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ خیانت تب ہوتی کہ سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے مراد مؤلف کے خلاف درمیان سے عبارت کا کوئی ٹکڑا پیش کیا جاتا۔ یا نقلِ عبارت میں کوئی لفظی یا معنوی تحریف کی جاتی۔ مگر ہم نے کہیں بھی ایسا نہیں کیا۔ ہاں بقدرِ ضرورت عبارات نقل کی ہیں کیونکہ تمام طویل و عریض عبارتوں کے نقل کرنے کی یہ کتاب متحمل نہ تھی اور نہ ہی ضرورت تھی۔ ظاہر ہے کہ اسے اختصار کا نام تو دیا جا سکتا ہے۔ مگر اسے خیانت کہنا خود خیانت کے معنیٰ سے جہالت کی غمازی کرتا ہے۔ اگر ان تفسیروں کے بعض مؤلفین نے کھینچ تان کر اس آیت کو اصحاب ثلاثہ پر فٹ کرنے کی کوشش کی ہے تو یہ انکے مذہبی تعصب کا نتیجہ ہے جس سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے ہم نے تو انکی وہ عبارتیں کتاب میں پیش کی ہیں جہاں انکے قلم سے حق بات ٹپکی ہے۔ لان الحق یجری علی اللسان۔ والحق یعلو ولا یُعلیٰ علیہ۔

فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید!!

(جب کہ مؤلف کی کتاب آفتاب ہدایت انہی خیانتوں سے بری ہے)

اٹھائیسویں آیت

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون (پ ۱۷ س ۱۷) ترجمہ: ہم نے ذکر (تورات) کے علاوہ زبور میں بھی لکھ دیا ہے کہ زمین موعود کے وارث میرے پاک بندے ہوں گے۔ اس آیت میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ خداوند علیم و خبیر خبر دیتا ہے کہ تورات و زبور میں پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ الارض المقدسہ (زمین کنعان) کے وارث میرے پاک بندے ہونگے اب بتائیے کہ یہ کس کے ہاتھ پر فتح ہوئی، حضرت عمر فاروق کے ہاتھ پر فتح ہوئی اور اس آیت کی رو سے آپ عبادِ صالحون میں سے ہوئے۔ شید پر ہماری حجت ہے کہ خدا کے نزدیک وہ عبادِ صالحون میں شمار نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو کیوں ارضِ مقدس کی وراثت ان کو نصیب نہیں؟

بعض مفسرین نے ارض سے مراد حرمین شریفین کی زمین مراد لی ہے۔ بہرحال ارض سے مراد زمین شام (بیت المقدس) ہو یا مکہ مدینہ کی زمین اس کی وراثت ہمیشہ اہلسنت والجماعت کے ہاتھ میں رہی اور تا قیامت رہے گی۔ سوال۔ مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اس زمین پر ایک دفعہ یزید بھی حکومت کر چکا ہے۔ تھوڑا عرصہ ہوا بوساطت دین نصاریٰ کا بھی عمل رہا اور اب وہاں وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ جواب۔ یہ اعتراض آیت کے الفاظ پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے آیت میں یرث کا لفظ موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سرزمین پر دوامی قبضہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صالح بندوں کا ہوگا۔ اگر کوئی فاسق بد مذہب شخص یا قوم تھوڑے دنوں کے لئے وہاں غاصبانہ قبضہ کر کے حکومت کرے اور کچھ دنوں کے بعد وہاں سے دھتکار کر نکال دیا جائے تو یہ وراثت کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یزید کا غاصبانہ قبضہ گنتی کے دن رہا۔ شریف حسین نے اگر نصاریٰ کو دخیل کیا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جو یزید کا ہوا تھا۔ وہابی پہلے بھی وہاں کچھ حکومت کر چکے ہیں۔ پھر ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ بھی چند روزہ بات ہے۔ وہاں سے یہ لوگ بھی ذلت و خواری سے نکال دیے جائیں گے عقلی دلیل یہ ہے کہ چونکہ ان مقاماتِ مقدسہ میں بہت سے اولیاء اللہ کے مرقد ہیں۔ لہٰذا ان کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں رہنی چاہیے جو سب کی یکساں عزت کرتا ہو۔ سو ایسے مسلمان اہلسنت ہی ہیں۔ اگر شیعہ کو وہاں دسترس ملے تو ان دونوں اصحاب کے مزارات کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ وہابی تا بو یافتہ ہوں تو چونکہ ان کے دلوں میں روضۂ نبوی کا بھی احترام نہیں بلکہ ان کے ایک بزرگ کا قول ہے کہ ھذا صنم اکبر ولو اقدر علیہ لھدمتہ اور بس چلے تو سب کی بے حرمتی سے دریغ نہ کریں۔ اسی لئے خدائے علیم و خبیر نے اپنے تمام نوشتوں میں یہ حتمی وعدہ لکھ دیا ہے کہ اس ارض مقدسہ کی حکومت بطور وراثت ہم اپنے عباد صالحون ہی کے سپرد کریں گے۔ تاکہ مقامات مقدسہ کے احترام میں فرق نہ آ سکے واللہ غالب علیٰ امرہٖ (اقتباس)

الجواب مؤلف کے اس قسم کے بودے اور رکیک استدلالات دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

ایسے کمزور دلائل کا جواب لکھتے ہوئے بھی شرم دامنگیر ہوتی ہے۔ مگر کیا کیا جائے کہ اگر جواب نہ دیا جائے تو یہ لوگ بغلیں بجاتے ہیں کہ ہماری کتاب لاجواب ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ بہرکیف اس امر میں مفسرین کے درمیان شدید اختلاف ہے کہ یہاں الارض سے مراد کیا ہے؟ (۱) اکثر نے تو اس سے تمام دین مراد لی ہے اور لکھا ہے کہ ھذا وعد منہ تعالیٰ باظہار الدین واعزاز اھلہ" یعنی اس آیت میں خداوند عالم اس بات کا وعدہ فرما رہا ہے کہ دینِ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور دیندار معزز و محترم ہونگے (تفسیر ابی السعود بر حاشیہ تفسیر کبیر ج ۷، ص ۱۰۹ طبع مصر) اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ غلبہ کب حاصل ہوگا۔ ابھی اوپر آیت استخلاف کے جواب میں بحوالہ کتب اہلسنت ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حضرت مہدیؑ دوران کے ظہور اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ہوگا (در منثور ج ۴ ص ۲۲۳ خازن ج ۴ ص ۲۲ وغیرہ) اور یہ تو خود مؤلف بھی تسلیم کرتے ہیں کہ "یورث" کا مفہوم یہ ہے کہ وارثانہ قبضہ صلح بندوں کا ہوگا۔ اگر کوئی فاسق و فاجر بد مذہب شخص یا قوم تھوڑے دنوں کے لئے وہاں غاصبانہ قبضہ کر کے حکومت کرے اور کچھ دنوں کے بعد وہاں سے دھتکار کر نکال دیا جائے تو وہ ہرگز "یورث" کا مصداق نہیں ہو سکتا ہے۔ (آفتاب ص ۹۹) بنا بریں ہم کہتے ہیں کہ امام زمان عجل اللہ فرجہ کے ظہور تک زمین پر لوگوں کا قبضہ چونکہ غاصبانہ ہے۔ اس لئے وہ یورث کے مصداق نہیں ہو سکتے جب حقیقی وارث ارض تشریف لائے گا تو وہ سب کو دھتکار کر وہاں سے نکال دے گا۔ اور وارثانہ قبضہ کر کے حکومت الٰہیہ قائم کرے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

ع لکل اناس دولۃ یرتبونہا

ودولتنا فی اٰخر الدھر یظھر

اس میں طول و قصر زمان کا کوئی سوال نہیں کیونکہ ع غیر طویل کلما ھو نائل

(۲) استاد المفسرین جناب عبداللہ بن عباس سے اس کی تفسیر یہ مروی ہے کہ اس ارض سے مراد ارض جنت ہے۔ جیسا کہ اس کی تائید ارشاد خداوندی سے بھی ہوتی ہے۔ قالوا الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوأ من الجنۃ حیث نشاء۔ جنتی کہیں گے سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا۔ اب ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں قیام کرتے ہیں۔ (تفسیر ابی السعود بر حاشیہ تفسیر کبیر رازی ج ۷ ص ۱۰۹ و تفسیر کشاف ج ۳ ص ۲۲ طبع مصر وغیرہ) اور اسی تفسیر کو مؤلف آفتاب ہدایت کے فرزند قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی اختیار کیا ہے۔ چنانچہ آفتاب ہدایت ص ۹۹ کے ذیلی حاشیہ پر لکھتے ہیں "بعض محققین کا ارشاد ہے کہ اس آیت میں الارض سے مراد ارض جنت ہے اور سیاق قرآنی سے یہ معنی زیادہ مناسبت رکھتا ہے"۔ (مظہر حسین) اس ایک سطری عبارت میں بیٹے نے اپنے باپ کی تمام سعی و کوشش پر پانی پھیر دیا۔ لو ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

بہر کیف اس تفسیر کی بنا پر اس آیت کا موضوع بحث کے ساتھ تعلق ہی ختم ہو جاتا ہے کما لا یخفیٰ

(۳) بعض مفسرین نے "قیل" کہہ کر (جو کہ اس قول کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ ہے) اس سے ارض مقدسہ مراد لی ہے (تفسیر کشاف و ابو السعود صفحات بالا) بنا بریں مؤلف کو اس سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم اٹھارویں آیت کے جواب میں واضح کر چکے ہیں کہ ملکی فتوحات کو کسی شخص کے ایمان کی دلیل

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس زمین کی بدقسمتی ہے کہ روزِ فتح سے کر آج تک ہمیشہ اشرار کے قبضہ میں نظر آتی ہے مؤلف نے صرف یزید پلید کے اقتدار کو گنتی کے چند دنوں کا غاصبانہ قبضہ کہہ کر گلو خلاصی کرانے کی بیجا کوشش کی ہے (اگر یزید کا قبضہ غاصبانہ ہے باوجود اس کے کہ اس میں اہلسنت کے چاروں طریقہ ہائے خلافت پائے جاتے ہیں (اجماع، نص سابق برلاحق، شوری اور تسلط بالغلبہ) تو یزید کے والد صاحب میاں معاویہ کے متعلق کیا خیال ہے؟ جن کی کوششوں سے یزید برسر اقتدار آیا۔ علاوہ بریں کیا اسی ارضِ مقدسہ پر مدت ہائے دراز تک مردان جیسا طرید رسول۔ عبدالملک جیسا ظالم (جس کے ظلم کی کمترین مثال حجاج ثقفی جیسے سفاک حاکم کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کرنا ہے جس نے ایک لاکھ بیس ہزار نفوس کو قتل کیا) ہشام جیسا قاتل سادات، ولید بن یزید جیسا شراب خوار و بدکار اس ارضِ مقدسہ پر قابض نہیں رہا؟ اور کیا بنی عباسیہ کے سلاطین مدتِ دراز تک اس ارضِ مقدسہ پر قابض و مسلط نہیں رہے؟ کیا یہ سب اہلسنت والجماعت تھے؟ فلیبک علی الاسلام من کان باکیا۔ مگر مؤلف مجبور ہے کہ اس کی مذہبی کتابوں میں تو یہ لکھا ہے کہ ھولاء خلفا النبی۔ یہ سب رسول کے خلیفے ہیں۔ مگر یہاں پھر یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ انہی کتابوں میں یزید کو بھی چھٹا خلیفہ رسول تسلیم کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر صـ۸۴ مطبع دہلی سیرۃ النبی سید سلمان ندوی ج ۳ صـ۴۸۲ تاریخ الخلفاء صـ۱۱ طبع مصر وغیرہ) لہذا صرف یزید کا استثناء لایخل معمم ہے؟ بلکہ آج اسی ارضِ مقدسہ پر ایسے سوشلسٹوں بلکہ کمیونسٹوں کا قبضہ ہے جنہوں نے چند سال ہوئے خدا کا جنازہ نکال نذرِ آتش کر دیا تھا (جیسا کہ ملکی اخبارات و جرائد کی فائلیں شاہد ہیں العیاذ باللہ) اور یہی کیفیت حرمین شریفین کی زمین کی ہے کہ کبھی اس پر خارجی قابض ہیں، کبھی ناصبی اور کبھی وہابی۔ تین چار پشتوں سے تو موجودہ وہابی خاندان برسر اقتدار ہے جس نے تمام مزاراتِ مقدسہ مسمار کر دیے ہیں۔ ؎

ارٰی فیئتھم فی غیرھم متقسمًا

وایدیھم من فیئتھم صفرات

مؤلف کی عقل و خرد کی داد دینی چاہیے جو ایسے اقتدار اور تسلط کو اپنی صداقت کی دلیل قرار دیتے ہوئے شیعوں کو صرف اسلئے عباد صالحین سے خارج کرتے ہیں کہ ان کے پاس اس زمین کی عنانِ اقتدار نہیں ہے؟ یا للعجب!

علاوہ بریں یہ تفسیر (الارض سے ارضِ مقدسہ یا ارضِ حرمین مراد لینا) اس لئے بھی غلط ہے کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ خدا کی مشیت ہی یہ ہے کہ صرف ارض کا یہ مختصر سا حصہ صالح بندوں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے قبضہ میں رہے اور باقی تمام زمین بے شک دہریوں، ملحدوں، کافروں اور فاسقوں کے زیر اقتدار رہے؟ حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے۔ ان اللہ لا یرضیٰ لعبادہ الکفر۔ اس لئے پہلی تفسیر اور ہماری توجیہہ ہی کو صحیح تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ ع

اگر اب بھی نہ تم سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے

فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت کتب شیعہ سے

قرآنی براہین قاہرہ بیان ہو چکے۔ اب ہم اصحاب ثلاثہ کا کامل الایمان ہونا، حضرت علی المرتضیٰ اور ان کا شیر و شکر ہونا اور ایک دوسرے کا خیر خواہ اور مشیر کار ہونا، نبی علیہ السلام کے قرابت دار اور سچے تابعدار ہونا، مقبول بارگاہِ الٰہی ہونا بشہادت ائمہ اہلبیت کتب معتبرہ شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ الخ۔۔۔۔ (آفتاب صفحہ ۱)

الجواب مؤلف نے بزعم خود قرآنی براہین سے فارغ ہو چکنے کے بعد اب عنانِ بیان شیعی روایات کی طرف موڑی ہے۔ ہم بھی بفضلہ تعالےٰ جبکہ ان کے قرآنی براہین کی حقیقت طشت از بام کر کے ان کو بجائے آب، سراب، بجائے دلائل ماثورہ، ہبا منثورا اور بجائے براہین قرآنی وساوس شیطانی ثابت کر چکے تو اب ان کے روایاتی استدلالات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انشاء اللہ الرحمٰن تائید سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام ان کا تار و پود بکھیر کر مؤلف کا نقل روایات و واقعات میں دجل و فریب کا پردہ چاک کر کے ان کے معتقدین خاص (اصحاب ثلاثہ) کا جناب امیر خیبر گیر سے بجائے شیر و شکر و مشیر ہونے کے ان کا دشمن ازلی ہونا، بجائے تابعدار اور قرابت دار رسول ہونے کے ان کا دنیا دار اور عصیاں کار ہونا اور بجائے مقبول بارگاہ ہونے کے ان کا مردود بارگاہِ خدا و رسول ہدیٰ ہونا کتب فریقین سے کچھ ایسے ناقابلِ انکار دلائل جاندار سے واضح و آشکار کریں گے کہ نہ صرف پرستارانِ ثلاثہ کی بلکہ ثلاثہ کی روحیں بھی یوم القرار تک بے قرار ہو جائیں گی۔ انشاء اللہ المنتقم الجبار

ع جاؤ گے تم کہاں شیعوں کو چھیڑ کے
رکھ دیں گے تیرے مذہب کا بخیہ ادھیڑ کے

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

فضیلتِ ابوبکر کی پہلی روایت اور اس کا جواب

خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واقعۂ غار کے متعلق تفسیر عسکری۔ قمی اور حملہ حیدری کی عبارتیں اوپر لکھی جا چکی ہیں جن

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سے فضیلت صدیق کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔ اب دوسری کتب سے روایات لکھی جاتی ہیں

اوّل۔ فروغ کافی صہ میں ایک طویل حدیث مروی جناب صادق علیہ السلام درج ہے جس میں صدقہ کے متعلق ذکر ہے کہ کل مال صدقہ نہیں کر دینا چاہیئے تاکہ خود ملوم و محسور نہ بن جائے۔ آگے لکھا ہے۔ ھذا احادیث رسول اللہ ۔۔۔۔ (بحذف عبارت عربی) ترجمہ۔ یہ احادیث رسول پاک ہیں جن کی تصدیق کتاب اللہ کرتی ہے۔ اور کتاب اللہ کی تصدیق (اپنے عمل سے) مومنین کرتے ہیں جو کتاب اللہ سمجھنے کے اہل ہوں۔ ابوبکر نے بوقتِ وفات جب اس کو وصیت کے لئے کہا گیا فرمایا کہ میں پانچویں حصہ مال کی وصیت کرتا ہوں۔ چنانچہ پانچویں حصّہ کی وصیت کی۔ حالانکہ خدا نے تیسرے حصہ کی اجازت دی ہوئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ تیسرے حصّہ کی وصیت میں زیادہ ثواب ہے تو ایسا ہی کرتا۔ پھر ابوبکر کے دوسرے درجہ پر فضل و زہد میں تم سلمانؓ اور ابوذرؓ کو سمجھتے ہو۔ پس سلمانؓ کو کوئی عطیہ دینا ہوتا تو پورے سال کی خوراک ذخیرہ کر لیتا۔ حتیٰ کہ سال آئندہ کو پھر عطیہ حاصل ہوا لوگوں نے کہا آپ باوجود زاہد ہونے کے ایسا کرتے ہیں؟ آپ کو معلوم نہیں کہ آج ہی فوت ہو جائیں۔ جواب دیا تمہیں میرے زندہ ہونے کی امید نہیں ہے؟ جیسا کہ میرے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ اے جاہلو تمہیں معلوم ہو کہ نفس اپنے صاحب پر سرکشی کرتا ہے جب تک کہ اسے قدرے معیشت نہ مل جائے۔ جس پر اسے بھروسہ ہو۔ اور جب وہ اپنی معیشت فراہم کر لے مطمئن ہو جاتا ہے اور ابوذر کے پاس اونٹنیاں اور بکریاں رہتی تھیں جو دودھ دیتی تھیں اور جب ان کے عیال کو دودھ کی حاجت ہوتی یا کوئی مہمان آجاتا یا اپنے متعلقین کو بھوکا دیکھتے ان میں سے ایک بکری ذبح کر لیتے۔ اور سب میں تقسیم کر دیتے اور اپنے لئے ایک آدمی کی خوراک رکھ لیتے جو دوسروں سے زائد نہ ہو۔ تم جانتے ہو کہ ان تین مقدس بزرگوں سے بڑھ کر بڑا زاہد کون ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ان کی شان میں رسول پاکؐ نے فرمایا جو کچھ فرمایا۔ اس حدیث سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوتیں۔ (۱) یہ حضرت امام علیہ السلام کے نزدیک ان مومنین کاملین میں سے تھے جو کتاب اللہ کے سمجھنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ (۲) حضرت سلمانؓ و ابوذرؓ فضل و زہد میں دوسرا درجہ رکھتے تھے۔ اور ابوبکر کا اوّل درجہ تھا (۳) حضرت ابوبکر برگزیدہ زاہدوں میں سے تھے۔ (۴) حضرت ابوبکر کی شان میں آنحضرتؐ نے بہت سی احادیث بیان کی ہوئی تھیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سوال شیعہ۔ ممکن ہے من ازھد من ھٰؤلاء کا اشارہ صرف سلمانؓ و ابوذرؓ کی طرف ہو۔

جواب۔ اگر معترض عقل کا اندھا نہیں ہے تو ابتداء حدیث میں الفاظ الکتاب یصدقہ اھلہ من المومنین کے بعد ذکر ابوبکر کا ہونا اور پھر سلمان و ابوذر کے متعلق امام علیہ السلام کا یہ فرمانا۔ ثم من علمتم بعدہٗ فی فضلہ وزھدہٖ۔ پھر ھٰؤلاء کا مشارٌ الیہ صرف دو کو سمجھنا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ افسوس شیعہ اپنی مستند کتابوں میں اصحاب ثلاثہ کے زہد و تقوے کی نسبت ایسی شہادت ائمہ اہلبیت علیہم السلام پڑھ کر بھی ان کی بدگوئی سے باز نہیں آتے ختم اللہ علی قلوبھم الخ (آیت)

الجواب یہ استدلال بچند وجہ ناقابل اعتبار ہے۔ اولاً اس روایت کے دو راوی بدعقیدہ ہیں۔ پہلا ہارون بن مسلم جو جبری العقیدہ تھا (ملاحظہ ہو رجال نجاشی صفحہ ۳۰۷ نقد الرجال صفحہ ۳۲۶) دوسرا مسعدہ بن صدقہ ہے جو سنی المذہب تھا۔ چنانچہ نقد الرجال صفحہ ۳۴۳ پر لکھا ہے قال الشیخ فی الرجال عامی۔ یعنی جناب شیخ طوسیؒ نے اپنے رجال میں لکھا ہے کہ یہ عامی (سنی) ہے۔ بنا بریں یہ روایت ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی۔ ثانیاً اس روایت کے نقل کرنے میں خیانت مجرمانہ سے کام لیا گیا ہے۔ جس روایت کا یہ ٹکڑا یہاں پیش کیا گیا ہے۔ یہ فروع کافی کے پورے تین صفحات پر پھیلی ہوئی ہے جس کا سیاق و سباق چھوڑ کر اور درمیان سے چند جملے نقل کر کے عوام کو گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے اس روایت کا پس منظر یوں ہے کہ چند صوفی (یہ گروہ اہلبیت سے روحانی اقتدار سلب کرنے اور لوگوں کو ان سے علیحدہ کرنے کی خاطر بنی امیہ کی گہری سازش کی پیداوار ہے) جن میں سفیان ثوری بھی تھے (جو لوگوں کو ترکِ دنیا اور ترک معیشت کی خلاف اسلام تعلیم دیا کرتے تھے) حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امام کے ظاہری لباس فاخرہ پر زبانِ اعتراض دراز کی۔ امام نے اس کا مسکت خصم جواب دیا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ حضور یہ اپنا مدعا دلائل سے نہیں پیش کر سکا۔ امام نے فرمایا تم بیان کرو۔ ان لوگوں نے اس بات پر دلیلیں پیش کیں کہ سارا مال راہِ خدا میں لٹا دینا چاہیئے۔ امام عالی مقام نے قرآن و حدیث سے ان کے استدلال کو رد فرمایا آخر میں اس ضمن میں بطور اصول مناظرہ مسلمات خصم پیش کرتے ہوئے وہ جملے ارشاد فرمائے جو اس استدلال میں پیش کیے گئے ہیں کہ ابوبکر کو لیجئے جسے تم سب سے بڑا زاہد سمجھتے ہو اس نے بھی اپنے مال کے پانچویں حصہ کی وصیت کی تھی۔ پھر سلمانؓ اور ابوذرؓ کو دیکھئے جن کو تم زہد و تقوے میں دوسرے درجہ پر سمجھتے ہو وہ بھی سارا مال راہ خدا میں نہیں لٹاتے تھے بلکہ کچھ خرچ کرتے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور کچھ رکھ لیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس ارشاد میں امام علیہ السلام نے اپنا عقیدہ بیان نہیں فرمایا بلکہ مخاطب کے نظریہ کے مطابق بات کر رہے ہیں۔ جس پر خود یہی فقرہ کھلی دلیل ہے "ثم من قد علمتم بعدہ فی فضلہ وزھدہ۔ سلمانؓ وابوذرؓ" جس کا ترجمہ خود مولوی کرم الدین صاحب نے یہ کیا ہے "پھر ابوبکر کے دوسرے درجہ پر فضل و زہد میں تم سلمان و ابوذر کو سمجھتے ہو" (آفتاب صفحہ ۱۰۲) یہ فقرہ ببانگ دہل بتا رہا ہے کہ امام اپنے مدمقابل کے عقیدہ کے مطابق گفتگو فرما رہے ہیں نہ کہ اپنے اعتقاد کے موافق۔

ثالثاً۔ من از ھد من ھؤلاء۔ ان سے بڑھ کر زاہد کون ہے؟ قرین عقل یہ ہے کہ بطور جمع فوق الواحد یہ اشارہ جناب سلمانؓ و ابوذرؓ کی طرف ہے۔ مؤلف نے فرضی سوال کے جواب میں جو اسے حماقت اور اندھے پن سے تعبیر کیا ہے۔ یہ خود ان کی اپنی کوتاہ اندیشی اور کور چشمی کی دلیل ہے

وکم من عائب قولاً صحیحاً ٭ وآفتہ من الفھم السقیم

ورنہ اسی کلام میں اس بات کا قطعی قرینہ موجود ہے کہ یہ اشارہ انہی دونوں بزرگوں کی طرف ہے اور وہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا جملے کے بعد بلا فاصلہ یہ عبارت موجود ہے۔ ولم یبلغ من امرھما ان صارا لا یملکان شیئاً کما تامرون الناس بالقاء امتعتھم الخ۔۔۔۔ ان سے بڑھ کر کون زاہد ہے۔ حالانکہ جناب رسول خداؐ نے ان کے حق میں وہ کچھ فرمایا سو فرمایا (انہا ہمہ راست کہ معلوم عوام است) اور اس کے باوجود یہ دونوں بزرگوار ایسے نہ تھے کہ اپنے پاس کچھ نہ رکھتے ہوں (سب کچھ لٹا دیتے ہوں) جس طرح کہ تم لوگوں کو حکم دیتے ہو۔ یہاں صرف تثنیہ کا صیغہ موجود ہے۔

رابعاً۔ بنا بر تسلیم اینکہ "ھؤلاء" کا اشارہ بشمول ابوبکر تینوں کی طرف ہے۔ تب بھی اس سے مؤلف کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ امام علیہ السلام نے معتقدین ابی بکر پر حجت تمام کرنے کے لئے ایسا فرمایا ہے۔ چنانچہ اس باضابطہ گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ معترضین لاجواب ہو گئے اور اپنا سا منہ لے کر چلے گئے۔ امید کامل ہے کہ ان جوابات سے ہمارے معترضین کی بھی تسلی ہو گئی ہو گی اور

ع اگر اب بھی نہ یہ سمجھیں تو پھر ان سے خدا سمجھے

اصل استدلال کے نہاد منظور ہو جانے سے وہ سب تفریعات بھی پاد رہوا ہو گئیں جو اس استدلال پر کی گئی تھیں

ع سمجھ میں معنیٔ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کیجئے

انہا لا تعمی الابصار بل تعمی القلوب التی فی الصدور۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دوسری روایت اور اس کا جواب

علامہ طبرسی کتاب مجمع البیان میں تحریر کرتا ہے کہ آیت وسیجنبھا الاتقی الذی الخ ..... ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور روایت یوں ہے۔ عن ابن زبیر قال ان الآیۃ نزلت فی ابی بکر الخ ترجمہ۔ ابن زبیر سے روایت ہے کہ آیت شانِ ابوبکر میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے غلاموں کو جو اسلام لائے اپنے مال سے خرید لیا۔ جیسا کہ بلال اور عامر بن فہیرہ اور ان کو آزاد کیا۔ اب جس کی خدمات یہ ہوں کہ بلال جیسے عاشق حضرت نبوی کو کفار کے ہاتھ سے اپنا مال خرچ کر کے نجات دلائے اور آزاد کر دے اور اللہ تعالیٰ اس کے نہ صرف متقی بلکہ اتقی ہونے کی شہادت دے اس شخص کی شان والا میں گستاخی کرنا کتنی جسارت ہے۔ خدا روافض کو ہدایت دے

(آفتاب صہ ۱۰۲)

الجواب

خداوندِ عالم برادرانِ اسلامی کو بھی ہدایت دے کہ وہ اپنے بزرگوں کے من گھڑت فضائل و مناقب بیان کرنے میں دین و دیانت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کریں۔ اس بات کو امین الاسلام علامہ طبرسی علیہ الرحمہ کی امانت، وسعتِ قلب اور عالی ظرفی پر ہی محمول کرنا چاہیئے کہ وہ باوجود ایک مقتدر شیعہ عالم ہونے کے اپنی تفسیر میں جہاں پہلے اپنے ائمہ طاہرین کے ارشادات پیش کرتے ہیں وہاں مخالفین کا نظریہ بھی بلا رد و قدح پوری دیانتداری کے ساتھ پیش کر دیتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان کے ناظرین کرام پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ وہ مجاہد، قتادہ اور سدی وغیرہ مفسرین اہلسنت کے اقوال سے بھری پڑی ہے۔ اکثر تو مفسرین کا نام لے کر ہی تفسیر نقل کرتے ہیں اور جہاں صرف "روی" یا "قیل" فرمائیں وہاں اکثر و بیشتر ان کی مراد مخالفین کی بیان کردہ تفسیر ہوتی ہے۔ مؤلف کی پیش کردہ روایت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور اس کا ناقابلِ ردّ ثبوت یہ ہے کہ اس کا راوی ابن زبیر سنی ہے اس لئے یہ ہمارے خلاف بطور سند پیش نہیں کی جا سکتی۔ یا بالفاظ دیگر آیت کی یہ تفسیر ابن زبیر سنی کے نظریہ کی ترجمانی کرتی ہے۔ اس لئے ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی

تیسری روایت اور اس کا جواب

سوم۔ کتاب احتجاج صہ ۲۰۲ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث درج ہے آپ نے فرمایا لست بمنکر فضل ابی بکر ولست بمنکر فضل عمر ولکن ابا بکر افضل۔ ترجمہ۔ میں ابوبکر و عمر کے فضائل کا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

منکر نہیں ہوں۔ البتہ ابوبکر فضیلت میں برتر ہیں پھر جس شخص کو امام باقر افضل سمجھتے ہوں اسکی فضیلت کا انکار کرنا شقاوت ہے۔ (آفتاب ص۱۰۳)

الجواب شقاوت وہ نہیں بلکہ شقاوت و طغاوت بلکہ خدائی احکام کی کھلی ہوئی بغاوت یہ ہے کہ ہدایت قوم کے دعویدار ہو کر ناہنجار آفتاب ہدایت نامی کتاب کے مؤلف ہو نہار ہو کر اور بزعم خویش صدیق کے تابعدار ہو کر ایسی خیانت مجرمانہ و روش منافقانہ کا ارتکاب کریں کہ معلم ملکوت بھی شرما جائے افسوس جب قوم کے نام نہاد علماء کا یہ حال ہو تو پھر ان کے مقتدیوں کا کیا حال ہوگا، وہ تو زیر لب یہی گنگناتے ہوں گے ؎

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رُو بسوئے خانۂ خمّار دارد پیرِ ما

مختصر یہ کہ یہ استدلال انتم سکاری کو چھوڑ کر صرف لا تقربوا الصلوٰۃ کے ساتھ تمسک کرنے کی بدترین مثال ہے۔ احتجاج طبرسی کی جس روایت کا یہ جملہ یہاں نقل کیا گیا ہے۔ یہ اس طویل مکالمے کا ایک فقرہ ہے۔ جو حضرت امام محمد تقی اور قاضی یحییٰ بن اکثم کے درمیان فضائل ثلاثہ کے موضوع پر ہوا تھا اور امام نے اپنے کلام معجز نظام میں ثلاثہ کی فضیلت میں قاضی یحییٰ کی پیش کردہ چند وضعی احادیث کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دی تھیں قاضی ایک ایک کر کے فضائل ثلاثہ میں وہ حدیثیں پیش کرتا رہا اور امام عقلی و نقلی دلائل سے انہیں باطل قرار دیتے رہے۔ اس وقت احتجاج طبرسی مطبوعہ نجف اشرف ہمارے سامنے موجود ہے اس کے ص۱۴۷ پر یہ پورا مکالمہ موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو احتجاج طبرسی دیکھنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ ورنہ صفحے غلط ہوتے اور نہ امام محمد تقی کی بجائے امام محمد باقر علیہ السلام کا نام درج ہوتا۔ اسی سلسلہ میں قاضی نے کہا ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان حق بولتی ہے۔ امام علیہ السلام نے اس کے رد میں فرمایا۔ لست بمنکر فضل عمر ولکن ابا بکر افضل من عمر فقال علی راس المنبر ان لی شیطانا یعترینی فاذا ملت فسددونی۔ میں عمر کی فضیلت کا انکار نہیں کرتا (بشرطیکہ ثابت ہو) مگر ابوبکر عمر سے افضل ہے (جیسا کہ مخاطب کا عقیدہ تھا تو جو افضل تھا) اس (ابوبکر) نے تو برسر منبر کہا تھا کہ میرا ایک شیطان ہے جو مجھ پر مسلط ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب میں راہ راست سے بھٹک جاؤں تو مجھے سیدھا کر دینا (ملاحظہ ہو الامامۃ والسیاسۃ ص۱۳ طبع مصر) امام کا مطلب یہ تھا کہ جس کو تم افضل مانتے ہو جب اس کا یہ حال ہے کہ شیطانی تسلط و غلبہ سے محفوظ نہیں تو جو مفضول ہے اس کی زبان پر ہر وقت حق کس طرح جاری ہو سکتا ہے؟ ارباب انصاف فرمائیں کہ اس طرح امام کے قول سے ابوبکر و عمر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے یا سراسر ان کی فضیحت ہوتی ہے۔

ع نہ سمجھو گے تو پھر سمجھو گے تم یہ چیستاں کب تک؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

امام علیہ السلام کے ارشاد کا مطلب سمجھنے کے لئے بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت کی بھی ضرورت ہوتی ہے ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور۔

چوتھی روایت اور اس کا جواب

چہارم۔ کتاب مجالس المومنین مجلس سوم صہ ۸۹ میں ہے کہ حضرت سلمانؓ فارسی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر کی شان میں صحابہ کی مجلس میں بیٹھ کر ہمیشہ یوں فرمایا کرتے تھے۔ ما سبقکم ابوبکر بصوم وصلوٰۃ ولکن بشی وقر فی قلبہ۔ ترجمہ۔ ابوبکر نے تم سے زیادہ نماز و روزہ ادا کرنے میں فوقیت حاصل نہیں کی بلکہ اس کے صدق و صفا قلبی کی وجہ سے اس کی عزت و وقار بڑھا ہے۔ (آفتاب صہ ۱۰۳)

الجواب حسب عادت یہاں بھی مؤلف نے خیانت مجرمانہ سے کام لیا ہے۔ اور روایت کے نقل کرنے میں لفظی و معنوی تحریف کی ہے۔ لفظی اس طرح کہ ایک تو اس کے ماقبل و مابعد کو نظر انداز کر دیا ہے دوسرے اس طرح کہ فی صدرہ کو فی قلبہ لکھا ہے پوری روایت دیکھنے کے بعد ابوبکر کی فضیلت کی جگہ رذیلت ثابت ہوتی ہے۔ منقولہ بالا عبارت کا پہلا حصہ یوں ہے کہ آنحضرتؐ نے بڑی حکمت عملی اور تحصول جاہ و توسع دستگاہ امید مار گردانید تا آنکہ بآں طمع مسلمان شد۔ یعنی آنحضرت نے ابوبکر کو مال و جاہ کا طمع دلایا یہاں تک کہ وہ اسی لالچ میں آکر مسلمان ہو گیا اس کے بعد آنحضرتؐ ہمیشہ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے۔ ما سبقکم ابوبکر بصوم وصلوٰۃ ولکن بشیئ وقر فی صدرہ۔ و مراد آنحضرتؐ در سینہ ابوبکر نہادہ شد حب ریاست کہ بآں مفتون شدہ بازگشت نمود۔ یعنی آنحضرت کی مراد یہ تھی کہ ابوبکر کے سینہ میں حب ریاست جاگزیں ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام لایا ہے (سابقاً فضائل ثلاثہ کے سلسلہ میں پیش کردہ آیات میں سے پہلی آیت کے جواب میں بدیل ایمان ابی بکر بحیرا راہب کے طمع دلانے پر ابوبکر کا ایمان لانا برادران اسلامی کی کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے) یہ درست ہے کہ جس وقت ابوبکر اسلام لائے اس وقت پیغمبر اسلام کے پاس کوئی مال و منال اور دنیوی جاہ و جلال نہ تھا مگر ابوبکر کو چونکہ بحیرا راہب کی پیشگوئی پر مکمل ایمان تھا اس لئے اس انعام کے لالچ میں اسلام کا اظہار کیا اور اس سلسلہ میں فی الجملہ زحمتیں بھی برداشت کیں۔ جس طرح لوگ امتحان میں کامیابی کے بعد والی سہولتوں کے پیش نظر تیاری کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں۔ ورنہ انہوں نے نماز و روزہ کی ادائیگی میں تم لوگوں پر کوئی سبقت حاصل نہیں کی۔ اس سے تو ابوبکر کے سابق الاسلام ہونے والا نظریہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ سابق الاسلام ہوتے تو سابق فی الصوم و الصلوٰۃ بھی ضرور ہوتے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

معنوی تحریف اس طرح کی گئی ہے کہ۔ دلکن بشیٔ وقر فی صدرہٖ کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے صحیح ترجمہ یوں ہے کہ ابوبکر نے نماز و روزہ ادا کرنے کی وجہ سے تم پر سبقت نہیں کی بلکہ بوجہ اس چیز کے سبقت کی ہے جو ان کے سینہ میں مرکوز و جاگزین و ساکن ہے۔ لفظ وقر باب وقر یقر (مجرد) بروزن وعد یعد کی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے جس کا مصدر وقر ہے اور جس کے معنی جاگزین ہونے کے ہیں اسے باب تفعیل سے یا وقر یوقر شرف جس کا ..... اقرار دینا اور پھر اس کا صلہ "فی" بنانا کلام عربی سے اپنے نابلد ہونے کا ثبوت فراہم کرنے کے مترادف ہے اور پھر اس کا ترجمہ یوں کرنا بلکہ اس کے صدق و صفا قلبی کی وجہ سے اس کی عزت و وقار بڑھا ہے، عجائبات روزگار میں سے ہے۔

ے نے فروعت محکم آید نے اصول
شرم باید از خدا و از رسول

ایضاح ہم نے لفظ وقر کی جو تشریح کی ہے اس کے لئے عربی زبان کی مشہور لغت قاموس جلد ۲ ص ۱۵۵ تا ۱۵۶ طبع مصر مشہور لغت القرآن و الحدیث مجمع البحرین ص ۳۲۵ طبع ایران اور مفردات راغب اصفہانی ص ۵۵۱ طبع مصر دیکھی جا سکتی ہیں۔

پانچویں روایت اور اس کا جواب

نجم ثاقب شیعہ کی بڑی معتبر کتاب کشف غر مطبوعہ ایران ص ۲۲۰ میں یہ روایت درج ہے

سئل الامام علیہ السلام الخ ..... (بحذف عبارت) ترجمہ۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے تلوار کو مرصع کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا جائز ہے کیونکہ ابوبکر نے اپنی تلوار کو مرصع کیا ہے۔ راوی کہنے لگا آپ اس کو صدیق کہتے ہیں؟ امام غضبناک ہو کر اپنے مقام سے اٹھے اور کہنے لگے بہت اچھا صدیق، بہت اچھا صدیق بہت اچھا صدیق جو اس کو صدیق نہ کہے خدا اسے دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے" (آفتاب ص ۱۰۲)

الجواب کشف الغر جناب شیخ ابوالفتح اربلی کی تالیف ہے اور اس کا موضوع فضائل و مناقب ائمہ اطہار کا بیان کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ فریقین کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ خود مؤلف علیہ الرحمہ نے کتاب کے مقدمہ میں وضاحت کر دی ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں اکثر حدیثیں مخالفین کی کتابوں سے ان پر اتمام حجت کرنے کے لئے نقل کی ہیں چنانچہ مذکورہ بالا روایت ابوالفرج بن جوزی (متعصب سنی عالم) کی کتاب صفوۃ الصفوۃ سے لی ہے جیسا کہ اسی کتاب کے ص ۲۲۰ سطر ۱۴ پر مرقوم ہے "قال الشیخ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بن الجوزی رحمہ اللہ فی کتاب صفوۃ الصفوۃ الخ اور اسی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صفحہ کی سطر ۳۱ پر صراحت موجود ہے کہ آخر کلام ابن الجوزی فی ھذا الباب۔ لہٰذا یہ کلام مردیانِ ثلاثہ کے لئے تو سند ہو سکتا ہے۔ مگر شیعیانِ حیدر کرار کے نزدیک پر کاہ کے برابر بھی وزن نہیں رکھتا ستم ظریفی دیکھئے کہ کشف الغمہ میں اہلسنت کی کتاب کا نام موجود ہے۔ اس کے متعصب مؤلف کا نام مذکور ہے۔ عبارت کی ابتدا و انتہا سطور ہے مگر بایں ہمہ عوام کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ شیعہ کی بڑی معتبر کتاب کشف الغمہ ص ۲۲۰ مطبوعہ ایران میں یہ روایت درج ہے۔ سچ ہے۔ اذا لم تخش جلباب الحیاء فاصنع ماشئت یعنی ع

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

مخفی نہ رہے نعم الصدیق میں نعم حرفِ ایجاب کو جس کے معنی ہیں ہاں وہ صدیق ہے جو سوال کے جواب میں واقع ہوتا ہے جیسا کہ یہاں ہے افعال مدح میں سے قرار دیتے ہوئے اسے نِعْمَ پڑھ کر ترجمہ یوں کرنا "بہت اچھا صدیق" یہ آفتابِ ہدایت کے نادرات میں سے ہے فافہم

ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا ایجا است

چھٹی روایت اور اسکا جواب

ششم۔ کتاب ناسخ التواریخ جو شیعہ کی مستند کتاب ہے اسکی جلد ۲ صـ ۵۶۳ میں ہے۔ "واز پس اوّل (زید بن حارثہ) ابوبکر مسلمان شد الخ" (بحذف عبارت فارسی) ترجمہ اور زید بن حارثہ کے بعد ابوبکر مسلمان ہوئے ان کا نام عبداللہ اور لقب عتیق اور کنیت ابوبکر ہے اور بیٹے ابوقحافہ کے ہیں جن کا نام عثمان ہے۔ ان کا نسب یوں ہے۔ عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی۔ ابوبکر علم انساب خوب جانتے تھے اور ان کا نسب بھی محفوظ تھا اور بعض قریشیوں سے ان کی خوب محبت تھی۔ چند اشخاص کو انہوں نے خفیہ دعوتِ اسلام دی اور پیغمبر کے پاس لائے۔ آپ نے ان پر اسلام پیش کیا سب سے پہلے جو ترغیب ابوبکر پر مسلمان ہوئے تھے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد المناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی تھے۔ دوسرے شخص زبیر بن عوام بن خویلد بن عبد العزیٰ بن قصی تھے۔ یہ زبیر حضرت خدیجہ علیہا السلام کے بھتیجے تھے۔ تیسرے شخص عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن عبد الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی تھے اور چوتھے سعد بن ابی وقاص جن کا نام مالک تھا وہ بیٹے اہیب بن عبد مناف بن مرہ بن کعب بن لوئی اور پانچویں طلحہ بن عبداللہ بن عثمان بن عمرو بن معد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی ہیں۔ یہ سب لوگ ابوبکر کے دوستوں میں سے تھے اور

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

انہی کی رہنمائی سے یہ سب اسلام لائے اور ابوبکر کے بعد علیدہ اسلام لائے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر بڑے پایہ کے شخص تھے اور برگزیدہ خاندان قریش تھے۔ پہلے ہی ان کے نام (عبداللہ) میں توحید کی جھلک موجود تھی۔ علم الانساب کی خاص مہارت رکھتے تھے اور محفوظ النسب تھے۔ ان کے طفیل بڑے بڑے اکابر قریش اسلام میں داخل ہوئے۔ کیا ایسا شخص منافق ہو سکتا ہے؟ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم (آفتاب ص۱۰۵)

الجواب جہاں تک ابوبکر کی بلند پائیگی اور خاندان قریش میں سے برگزیدگی کا تعلق ہے اسکے لئے امام طبری کا یہی بیان کافی ہے جو انہوں نے اپنی تاریخ ج ۲ ص ۲۲۰/۲۲۱ طبع مصر میں درج کیا ہے۔ کان ابو بکر قبل ان یشتغل بامرا لمسلمین تاجراً یغدو کل یوم فی السوق یبتاع الثیاب و کانت لہ قطعۃ غنم الخ ابوبکر خلافت ملنے سے پہلے بازاروں میں پھیری پر کپڑا بیچا کرتے تھے اور چند بکریاں بھی پال رکھی تھیں۔ جنہیں خود چراتے تھے اور کبھی کوئی دوسرا چراتا نیز قبیلہ کی بکریوں کا دودھ بھی دوہا کرتے تھے۔ نام خواہ عبداللہ ہو اور خواہ عتیق۔ اظہار اسلام سے قبل ان کی اصنام پرستی اور دیار کفر و شرک کی کوچہ گردی وہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جس کا نہ کبھی خود انہوں نے انکار کیا تھا اور نہ ان کے مریدان صفا کیش قیامت تک اس پر پردہ ڈال سکتے ہیں۔ تاریخ میں بیسیوں کفار کے نام عبداللہ مذکور ہیں۔ بہت دور جانے کی ضرورت نہیں۔ سرکار خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے والد ماجد کا اسم گرامی بھی حضرت عبداللہ تھا۔ مگر مولوی کرم دین کے امام اعظم کا فتوے یہ ہے کہ ووالد ا رسول اللہ ماتا علی الکفر (شرح فقہ اکبر ص ۱۳۰/۱۳۱ طبع لاہور) آنحضرتؐ کے والدین کی بحالت کفر وفات ہوئی (العیاذ باللہ) یہاں کیوں نہیں کہا کہ ان کے نام میں توحید کی جھلک تھی۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

اور جہاں تک ان کی نسب دانی کا تعلق ہے یہ ایک ایسا علم ہے کہ لا ینفع من علمہ ولا یضر من جھلہ۔ اپنے عالم کو (آخرت میں) کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا اور جاہل کو کوئی نقصان نہیں دیتا اور جہاں تک ابوبکر کے نسب کی صحت کا تعلق ہے شیعوں نے کبھی ان کے نسب میں قدح نہیں کی اور کر بھی کیونکر سکتے ہیں جبکہ محمد بن ابی بکر اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی والدہ ماجدہ بھی اسی خانوادہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن اسلام سب سے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

زیادہ تقویٰ وطہارت پر نظر کرتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور جہاں تک ان کے اکابر قریش کو داخل اسلام کرنے کا تعلق ہے۔

اس سلسلہ میں جن اکابر کے نام گنوائے گئے ہیں وہ سب کے سب دشمنان اہلبیت رسول ہیں ایک نے سردار اہلبیت کی خلافت غصب کی۔ تیسرے نے پہلے کے لئے فضائے خلافت ہموار کی۔ دوسرے اور پانچویں نے جنگِ جمل میں امام برحق کے خلاف جنگ میں بھرپور حصہ لیا اور چوتھے نے چوتھے مرتبہ پر بھی جناب امیرؑ کی بیعت نہیں کی اور اسی کا تربیت یافتہ شقی ازلی عمر بن سعد تھا جس نے کربلا کے میدان میں خاندانِ مصطفےٰؐ کے خون ناحق کے ساتھ ہولی کھیلی۔ یہ تھے ابوبکر صاحب کے مسلمان کردہ دوست۔ گویا کہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ اے کاش! کہ ابوبکر ان لوگوں کو مسلمان نہ بناتے اور نہ یہ آلِ محمدؐ پر ظلم ڈھاتے

ع ہیچ کافر نکند آنچہ مسلمان کردند

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

اظہارِ حقیقت

مخفی نہ رہے کہ ناسخ التواریخ ہماری کتب معتبرہ مستندہ میں سے نہیں ہے۔ بلکہ ایک عام تاریخی کتاب ہے جس میں ہر قسم کا رطب و یابس مواد موجود ہے اور اس کے مؤلف لسان الملک مرزا محمد تقی معروف بہ سپہر کاشانی مرحوم ایران کے سابق شاہی خاندان قاچار کے فرد اور عربی و فارسی کے اچھے ادیب تھے مگر ان کا شمار مجتہدین عظام تو کجا علماءِ کرام میں بھی نہیں ہوتا۔ لہذا ناسخ التواریخ کو شیعہ کی بڑی مستند کتاب اور سپہر مرحوم کو نہ صرف عالم بلکہ مجتہد اعظم ظاہر کر کے عوام الناس کو دھوکہ دینا جیسا کہ برادرانِ اسلامی کیا کرتے ہیں، دیانت وامانت کے سراسر منافی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ و جمیع اھل الایمان۔

ساتویں روایت اور اس کا جواب

ہفتم۔ تفسیر مجمع البیان طبرسی (شیعہ کی معتبر تفسیر ہے) تفسیر آیت الذی جاء بالصدق وصدق بہ فالئک ھم المتقون

ترجمہ۔ اور جس نے تصدیق کی اس کی وہی لوگ متقی ہیں۔ میں لکھا ہے قیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق بہ ابوبکر

ترجمہ۔ جو شخص آیا ساتھ صدق کے وہ رسول خدا ہیں اور جس نے تصدیق کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ان کی اس سے مراد ابوبکر ہیں۔ (آفتاب ص۱۰۵)

الجواب اس سلسلہ کی دوسری روایت کے جواب میں اس حقیقت کا انکشاف کیا جاچکا ہے۔ کہ علامہ طبرسیؒ نے اپنی تفسیر میں یہ طریق کار اختیار کیا ہے کہ وہ جہاں حقیقی وارثانِ قرآن یعنی آئمہ اہلبیت علیہم السلام کا فرمان پیش کرتے ہیں وہاں بالصراحت مخالف مفسرین کے اقوال بھی درج کرتے ہیں اور جہاں تصریح نہ ہو بلکہ صرف "قیل"، کہہ کر کوئی قول نقل کریں تو وہ قول بھی بالعموم مخالفین کا ہوتا ہے اہلِ علم جانتے ہیں کہ لفظ "قیل" (کہا گیا ہے) اس قول کے ضعیف ہونے کی دلیل ہوا کرتا ہے۔ بنا بریں یہ قول مفسرین اہلسنت کا ہے۔ جو شیعوں پر حجت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اسی قول کے آخر میں تصریح موجود ہے کہ عن ابی العالیۃ والکلبی۔ یعنی اس قول کے قائل ابوالعالیہ اور کلبی سنی ہیں۔ جہاں تک روایت معصومین کا تعلق ہے مفسر موصوف نے ثابت کر دیا ہے کہ اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے الذی جاء بالصدق وصدق بہ علی بن ابی طالب المرادی عن ائمۃ الھدیٰ محمد وال محمد (تفسیر مجمع البیان ج۲ ص۳۷۹) وھو الحق لان الحق مع علی وعلی مع الحق۔ یہ ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے جو ناظرینِ کتاب پر ہرگز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ نہ معلوم یہ لوگ جان بوجھ کر ابلہ فریبی کرتے ہیں یا ایسے کورے ہیں کہ ایسی واضح بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

آٹھویں روایت اور اس کا جواب

ہشتم۔ کتاب معرفۃ الرجال (معروف بہ رجال کشی) مطبوعہ بمبئی ص۳۰ میں یہ حدیث بروایت بریدہ اسلمی درج ہے۔ قال سمعت اباداؤد قال حدثنی بریدہ الاسلمی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الجنۃ تشتاق الی ثلاثۃ فجاء ابوبکر فقال انت الصدیق انت ثانی اثنین اذھما فی الغار فلو ستلت رسول اللہ من ھولاء الثلاثۃ۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ مجھے بریدہ نے بتایا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا کہ بہشت تین شخص کا مشتاق ہے۔ اتنے میں ابوبکر آگئے تو حضور نے فرمایا تو صدیق ہے تو دوسرا آدمی ہے جو غار میں تھے۔ راوی کہتا ہے کاش میں حضور سے پوچھتا کہ وہ تین کون ہیں (آفتاب ص۱۰۷)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب جس حدیث سے یہ اقتباس لیا گیا ہے وہ رجال کشی طبع بمبئی کے صفحہ ۲ پر موجود ہے اور مؤلف نے اس سے اس اقتباس کے لینے میں خیانت و بددیانتی کی انتہا کر دی ہے۔ کچھ الفاظ بدل دیے گئے کچھ الفاظ کو غلط پڑھ کر غلط ترجمہ کیا گیا ہے اور کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا ہے جس سے مطلب کچھ کا کچھ ہو کر رہ گیا ہے پوری عبارت دیکھنے سے نہ صرف ابوبکر بلکہ ان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ جناب عمر کی بھی انتہائی رسوائی ظاہر ہوتی ہے۔ (۱) پہلی تحریف۔ الفاظ روایت میں ہے فقیل لہ جب ابوبکر آئے تو ان سے کہا گیا تو صدیق ہے تو دو کا دوسرا ہے جب وہ غار میں تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کہنے والے رسول خدا نہ تھے بلکہ کوئی اور شخص تھا اس قیل لہ کو بدل کر قال بنایا گیا تاکہ ضمیر کا مرجع رسول خدا کو بنایا جا سکے کہ حضور نے فرمایا تو صدیق ہے (۲) دوسری تحریف۔ ولو سئلت رسول اللہ۔ یہ سئلت مخاطب کا صیغہ ہے۔ مطلب یہ کہ حاضرین نے ابوبکر سے کہا کہ اگر تم رسول سے پوچھ لیتے تو اچھا ہوتا کہ وہ تین بزرگوار کون ہیں جن کی جنت مشتاق ہے۔ اسے سئلت متکلم کا صیغہ پڑھ کر راوی کا قول قرار دیا گیا ہے۔ راوی کہتا ہے کاش میں حضور سے پوچھتا۔ (۳) تیسری تحریف یہ کی گئی ہے کہ روایت کا تتمہ جس کے بغیر مطلب ادھورا رہ جاتا ہے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ جب آنحضرت نے فرمایا کہ جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے اور پھر خاموش ہو گئے اس اثناء میں ابوبکر آ گئے۔ ان سے کہا گیا تم صدیق ہو غار میں ثانی اثنین ہو۔ کتنا بہتر ہو کہ تم رسول سے دریافت کرو کہ وہ تین شخص کون ہیں؟ ابوبکر نے کہا مجھے سوال کرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ اگر ان میں میرا نام نہ ہوا تو بنی عدی کے لوگ مجھے طعنے دیں گے۔ پھر عمر آئے ان سے یہ کہہ کر استدعا کی گئی کہ تم فاروق ہو تم آنحضرتؐ سے دریافت کرو کہ وہ تین بزرگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا مجھے یہ خطرہ ہے کہ اگر ان میں میرا نام نہ نکلا تو بنی تیم میرا مذاق اڑائیں گے۔ بعد ازاں حضرت امیر علیہ السلام تشریف لائے ان کی خدمت میں استدعا کی گئی۔ وہ دریافت کرنے پر فوراً آمادہ ہو گئے اور فرمایا اگر ان میں میرا نام شامل ہوا تو خدا کی حمد کروں گا اور اگر نہ ہوا تب بھی حمد باری کروں گا۔ چنانچہ آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! وہ تین حضرات کون ہیں جن کی جنت مشتاق ہے۔ آنحضرت نے فرمایا ان میں سے پہلے تو تم ہو دوسرے سلمانؓ اور تیسرے عمار بن یاسر"۔ . . . (رجال کشی صفحہ ۲۱) فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔

نویں حدیث اور اس کا جواب

نہم۔ احتجاج طبرسی بروایت امیر المومنین یہ حدیث درج ہے کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی جبل حراء اذ تحرک الجبل فقال لہ قر

Presented by: https://jafrilibrary.org

فانہ لیس علیک الا نبی وصدیق وشہید۔ ترجمہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں۔ ہم پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ حرا پر تھے تو پہاڑ نے جنبش کی تو حضور صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، دوسرا صدیق اور تیسرا شہید بیٹھے ہیں۔ کیا ان دو روایتوں کو پڑھ کر بھی شیعوں کو حضرت ابوبکر کی صدیقیت میں کچھ شک باقی رہے گا۔ (آفتاب صہ ۱۰۶)

الجواب ابوبکر کی صدیقیت تو ثابت ہونے سے رہی۔ البتہ نقلِ روایات میں آپ کی یہ کارستانی دیکھ کر آپ کے کذاب ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو احتجاج طبرسی مؤلفہ نے دیکھی ہی نہیں (جب ہی تو صفحہ ندارد ہے) اور اگر دیکھی ہے تو پھر فریب دہی اور دسیسہ کاری کے کسی سکول میں باقاعدہ تربیت حاصل کی ہے۔ مؤلفِ کتاب اس وقت خدا کی بارگاہ میں پہنچ چکا ہے اور اپنے کردار کی جزا وسزا پا رہا ہوگا اگر زندہ ہوتا تو ہم اس کا گریبان پکڑ کر پوچھتے کہ اس روایت میں جمع متکلم کا جو صیغہ موجود ہے کہ "ہم پیغمبر کے ساتھ جبل حرا پر تھے" اس "ہم" سے کون حضرات مراد ہیں؟ اس وقت احتجاج طبرسی مطبوعہ نجف اشرف ہمارے پیش نظر ہے۔ وہ حدیث جس سے یہ اقتباس نقل کیا گیا ہے احتجاج کے صہ ۱۱۱ سے صہ ۱۲۰ تک پورے دس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور متعلقہ عبارت صہ ۱۱۶ پر موجود ہے۔ مگر اس تمام عبارت میں ابوبکر کا کہیں نام ونشان بھی نہیں ہے بلکہ یہ نبی جناب رسول خدا صدیق وشہید جناب امیر علیہ السلام قرار پاتے ہیں۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اصل عبارت یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قم جبل فانہ لیس علیک الا نبی او صدیق وشہید اے پہاڑ ٹھہر جا تجھ پر سوائے نبی یا صدیق شہید کے اور کوئی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ صدیق وشہید ایک ہی شخص کے دو عنوان ہیں۔ اس صورتِ حال میں اسے ابوبکر کی صدیقیت سے کیا واسطہ؟

سماعِ وعظ کجا نغمۂ رباب کجا
ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بہ کجا

دسویں روایت اور اس کا جواب

دھم۔ نہج البلاغت جو شیعوں کی مستند کتاب ہے جس میں جناب امیر علیہ السلام کے خطبات اور اقوال درج ہیں لکھا ہے۔ ملہ۔ اد فلاں فلقد قوم الاود وداوی العمد۔ (بحذف عبارت) ترجمہ۔ خدا فلاں (ابوبکر) پر رحمت کرے کجی کو سیدھا کیا ہماری (جہالت) کا علاج کیا۔ سنت رسول کو قائم کیا۔ بدعت کو پیچھے چھوڑا۔ دنیا سے پاک اور کم عیب ہو کر گزر گیا۔ خوبی کو پالیا اور شر وفساد سے پہلے چلا گیا۔ خدا کی بندگی کا حق ادا کیا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور تقوے جیسا کہ چاہیئے اختیار کیا۔ فوت ہو گیا اور لوگوں کو بیچ در بیچ راستوں میں چھوڑ گیا کہ گمراہ کو راستہ نہیں ملتا اور راہ پانے والا یقین نہیں کرتا (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت جلد اوّل ص۲۵۰) شارحین نہج البلاغہ نے لفظ فلاں سے ابوبکر یا عمر مراد لیا ہے دیکھو اس خطبہ میں علی المرتضیٰ صدیق کی کیسی تعریف فرماتے ہیں۔ (آفتاب ص۱۰۵)

الجواب باوجود یہ تسلیم کرنے کے کہ نہج البلاغہ میں جناب امیر علیہ السلام کے خطبات اور اقوال درج ہیں"۔ پھر بھی اسے شیعوں کی کتاب قرار دینا اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام بھی صرف شیعوں کے امام ہیں ع رضینا قسمۃ الجبار فینا۔ بہرکیف یہ عبارت بھی بچند وجہ مؤلف کے لئے مفید مطلب نہیں ہے۔

اوّلاً۔ شارحین نہج البلاغہ میں شدید اختلاف ہے کہ اس "فلاں" سے مراد کون ہے؟ کسی نے ابوبکر کسی نے عمر، کسی نے محمد بن ابوبکر اور بعض نے حضرت سلمان مراد لیا ہے الغرض

ع ہر کس بقدر فہمش فہمید مدعا را

اور بعض نے جناب امیر کے زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے ان ساتھیوں کو مراد لیا ہے۔ جو آنحضرتؐ کے بعد پیدا ہونیوالے فتنہ وفساد اور وبائے ارتداد سے پہلے راہی ملک بقا ہو گئے۔ فاضل علی بن الناصر نے اعلام نہج البلاغہ میں لکھا ہے۔ "مدح بعض اصحابہ بحسن السیرۃ وانہ مات قبل الفتنۃ التی وقعت بعد رسول اللہ علیہ وآلہ" اسی طرح فاضل راوندی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے۔ "انما اراد بعض اصحابہ فی زمن رسول اللہ ممن مات قبل وقوع الفتنۃ وانتشارھا (علی ما نقل عنھما) لھذا بموجب اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب تک ممدوح کی تعیین نہ ہو جائے۔ اس وقت تک یہ استدلال ناقابل اعتماد تصور کیا جائے گا۔

ثانیاً۔ اگر یہاں فلاں سے مراد ابوبکر یا عمر کو لیا جائے تو پھر خطبہ شقشقیہ میں جہاں حضرت امیر علیہ السلام نے لقد تقمصھا فلان فرما کر اس "فلان" کی سخت مذمت فرمائی ہے اس سے مراد بھی ابوبکر یا عمر کو لینا پڑے گا۔ اس طرح امام کے کلام معجز نظام میں تناقض پیدا ہو جائے گا جس سے امام کی شان بلند ہے۔ لیکن چونکہ خطبہ شقشقیہ کی مذمت والے کلام میں تو بالاتفاق فلاں سے مراد ابوبکر ہیں جیسا کہ داخلی قرائن قطعیہ سے واضح ہے۔ اس لئے اس بظاہر مدح والے کلام سے کوئی اور شخص مراد لینا پڑے گا۔ (وہو المقصود)

ثالثاً۔ اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس سے ابوبکر یا عمر مراد ہیں۔ تو چونکہ امام

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کا یہ کلام ذو وجہین ہے اس سے مذمت و مدح کے دونوں پہلو نکل سکتے ہیں۔ اسلئے اس کلام کے وہی معنی مراد لئے جائیں گے۔ جو آنجناب ؑ کے دوسرے واضح کلام کے عین مطابق ہوں۔ اور وہ اسطرح ہو سکتے ہیں۔

(۱) کجی کو سیدھا کیا (یعنی بہ نسبت ثالث شورش پسندوں کی سرکوبی کی) یا معنی یہ ہیں کہ کجی کو اور زیادہ مضبوط کیا۔ بنا برانکہ تقویم کے معنی مضبوط کرنے کے لکھے جائیں (۲) مرض (فتنہ) کا علاج کیا یعنی ظاہری نظام حکومت اچھا رکھا۔ یا یہ کہ ستون (کج) کھڑا کیا (۳) فتنہ و فساد کو اپنا خلیفہ بنایا یعنی بعد میں آنے والے کی حالت اس سے ابتر تھی۔ (۴) خود ساختہ سنّت کو قائم کیا (یعنی دین میں بدعتیں پھیلائیں) (۵) صاف لباس سے گیا۔ یعنی مت خلیفہ سوئم اس کا ظاہر اچھا تھا۔ جب ہی تو لوگوں نے زیادہ شور نہیں مچایا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ باطن بھی پاک و صاف تھا۔ (۶) بہ نسبت خلیفہ ثالث کے کم عیب تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ بالکل بے عیب تھا (۷) حکومت کے خیر یعنی مال و متاع کو حاصل کیا۔ (۸) آتش فساد بھڑکنے سے پہلے فوت ہو گیا۔ (۹) اپنے خیال کے مطابق خدا کی اطاعت کی کہ بدعات کو عبادات سمجھا۔ (۱۰) بہ نسبت خلیفہ ثالث ظاہری نقائص سے بچتا رہا ثالث بالخیر کی طرح کھل کر نہیں کھیلا۔ (۱۱) در پردہ دین کا نقشہ ایسا بدل گیا اور اسکا حلیہ ایسا بگاڑ گیا کہ گمراہ راہ نہیں پاتا۔ اور راہ پانے والا یقین نہیں کرتا۔ آخر کلام میں آنجناب ؑ نے قدرے کھل کر مذمت آمیز جملے ارشاد فرمائے ہیں۔ تاکہ پہلے ذو معنی فقروں کا صحیح مفہوم سمجھنے میں ممد و معاون ثابت ہوں (البطال الاستدلال) ؎

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

گیارھویں روایت اور اس کا جواب

یازدھم۔ تزویج فاطمہ کی تحریک ابوبکر نے کی۔ جلاء العیون اردو جلد اوّل صفحہ ۱۱۷ میں درج ہے (اس روایت کا لب لباب یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوبکر، عمر اور سعد بن معاذ نے مسجد میں نبوی میں بیٹھ کر مشورہ کیا کہ اشراف قریش نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جناب فاطمہ کی خواستگاری کی۔ مگر حضرتؐ نے یہی جواب دیا کہ انکا اختیار پروردگار کو ہے۔ اور حضرت علیؑ نے اس بارہ میں کچھ نہیں کیا۔ ہمیں گمان ہے کہ سوائے تنگ دستی کے انہیں کوئی امر مانع نہیں۔ خدا و رسولؐ نے فاطمہ کو بے شک علی کیلئے رکھا ہوا ہے۔ اٹھو علیؑ کے پاس چلیں اور ان سے کہیں کہ فاطمہ کی خواستگاری کریں۔ اگر تنگدستی مانع ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

توان کی مدد کریں گے۔ چنانچہ حضرت امیرؑ کے گھر گئے اور دریافت کرنے پر آنے کا مقصد بیان کیا۔ کہ ابوبکر نے کہا اے ابوالحسن! کوئی فضیلت فضیلتہائے نیک سے نہیں ہے مگر یہ کہ تم اور لوگوں پر اس فضیلت میں سابق ہو۔ "تم کو کیا چیز فاطمہؑ کی خواستگاری سے مانع ہے۔ آنسو چشم ہائے مبارک سے جاری ہوئے اور فرمایا۔ کون ایسا ہوگا جو فاطمہ کی خواستگاری نہ چاہتا ہو؟ ولیکن بہ سبب تنگ دستی۔ اظہار سے شرم آتی ہے۔ الغرض ان لوگوں نے حضرتؑ کو راضی کیا کہ رسول اللہ کے پاس جاکر خواستگاری کریں۔ الخ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر کو کس قدر خیرخواہی امیر علیہ السلام کی مطلوب تھی۔ کہ اس مبارک رشتہ کی تحریک کی۔ کیا دشمن بھی کسی کی خیرخواہی کیا کرتے ہیں؟ (آفتاب صـ۱۰۷)

الجواب قبل ازیں نویں آیت کے جواب میں اس موضوع پر تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ اس سلسلہ کی تمام کڑیاں ملانے سے یہ بات صبح صادق کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ ان حضرات کی اس تحریک میں فی الواقع خلوص اور جذبۂ ہمدردی کارفرما نہ تھا بلکہ صرف اپنی خفت کا داغ مٹانے اور جناب امیرؑ کو اپنے ساتھ ملانے کیلئے یہ سب کارروائی عمل میں لائی گئی تھی۔ اور اسکی چند وجوہ ہیں۔ (۱) جبکہ شیخین عمر رسیدہ۔ کئی کئی بیویوں کے شوہر، متعدد اولاد کے والد تھے۔ اور دوسری طرف جناب امیر علیہ السلام نوجوان غیر شادی شدہ تھے۔ تو اگر وہ اس تحریک میں مخلص تھے تو پہلے اس مقدس رشتہ کی اپنے لئے تحریک کیوں کی تھی؟ (جو کہ جلاء العیون کے اسی صفحہ پر مذکورہ بالا عبارت سے صرف ایک سطر پہلے مذکور ہے۔) پہلے ہی جناب امیرؑ کو یہ مشورہ کیوں نہ دیا؟ (۲) جب ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت امیر علیہ السلام نے تنگ دستی کی وجہ سے تاحال خواستگاری نہیں کی۔ اور انہوں نے ان سے مالی امداد کا وعدہ کیا تھا۔ تب جناب امیر نے خواستگاری کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے شرفِ قبولیت بخشا تو پھر اپنی پیشکش کے مطابق مالی امداد کیوں نہیں کی؟ حتیٰ کہ جناب امیر نے اپنی زرہ فروخت کر کے شادی کے اخراجات برداشت کئے۔ (جیسا کہ بارھویں دلیل میں خود مؤلف نے اس کا اقرار کیا ہے) (۳) حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ بقول شیخین کے جب "جمیع قریش (جن میں خود شیخین بھی شامل تھے) نے فاطمہؑ کی خواستگاری کی اور حضرت نے قبول نہ کی" اور ٹکا سا جواب ملا۔ تو یہ لوگ بہت خفیف ہوئے اسلئے اس خفت کو ہلکا کرنے یا اس رسوائی میں اپنے ساتھ شریک کرنے کیلئے جناب امیر سے تحریک کی کہ ان کو بھی نفی میں جواب ملے گا۔ مگر بموجب ع "جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے"۔ حضرت امیر علیہ السلام نے خواستگاری کی۔ ادھر بارگاہِ نبویؐ میں فوراً قبول ہوئی۔ گویا خدا اور رسول ان کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خواست گاری کا انتظار کر رہے تھے۔ اور آنجناب کو وہ شرف حاصل ہوا کہ اس میں کوئی انکا شریک وسہیم نہیں ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اظہارِ حق ابوبکر کے اس بیان سے "اے ابوالحسن! کوئی فضیلت فضیلت ہائے نیک سے نہیں ہے۔ مگر یہ کہ تم اور لوگوں پر اس فضیلت میں سابق ہوئے" سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت امیرؑ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ مگر مریدانِ ابی بکر۔ ان کو علی سے افضل بتاتے ہیں۔ کیا یہ مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ نہیں ہے؟ مالکم کیف تحکمون؟

بارھویں روایت اور اُس کا جواب دواز دھم۔ جہیز فاطمہ ابوبکرؓ نے خرید کیا۔ چنانچہ جلاء العیون اُردو ص۱۶۲ پر مذکور ہے "جناب امیر نے فرمایا۔ حضرت رسول نے مجھے حکم دیا۔ یا علی! اٹھو اور اپنی زرہ بیچ ڈالو۔ قیمت لایا اور روپے حضرت کے دامن میں ڈال دیئے۔ ایک مٹھی روپیہ لیا اور بلال کو بلا کر دیا۔ اور فرمایا۔ فاطمہ کے لئے عطر و خوشبو لے آ۔ پس ان درہم سے دو مٹھیاں لیکر ابوبکر کو دیں اور فرمایا۔ بازار میں جاکر کپڑا وغیرہ جو کچھ اثاث البیت درکار ہے لے آ۔ پس عمار بن یاسر اور جماعت صحابہ کو ابوبکر کے پیچھے بھیجا اور سب بازار میں پہنچے۔ پس ایک پیراہن سات درھم کو۔ ایک مقنعہ چار درھم کو (الغرض چند ضروری اشیاء خانہ خریدیں) اسباب مذکور اٹھایا اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت ہر ایک چیز کو دست مبارک میں اٹھا کر ملاحظہ فرماتے اور کہتے تھے "میرے خداوندا! میرے اہل بیت پر مبارک کر" اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کی دوستی کے علاوہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اسقدر بھروسہ تھا کہ جہیز فاطمہ کی خرید پر بھی وہی مامور ہوئے (آفتاب ص۱۰۸)

الجواب قبل ازیں چھٹی روایت کے جواب میں تاریخ طبری ج۲ ص۲۲۱ طبع مصر کے حوالے سے یہ واضح کیا جا چکا ہے (اور یہ حقیقت مسلم ہے) کہ حصولِ اقتدار سے قبل ابوبکر صاحب کپڑے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ اسلئے ضرورت تھی کہ کپڑا وہ شخص خریدے جو اچھے برے نیز اس کے بھاؤ وغیرہ سے واقف ہو۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کام ان کے سپرد فرمایا۔ اور جہاں تک ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتماد کا تعلق ہے تو آنجناب نے جناب عمارؓ اور ایک جماعت صحابہ کو ابوبکر کے پیچھے بھیج کر ان پر عدم اعتماد ظاہر کر دیا۔ مگر اس کا کیا علاج کہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست ۵

تیرھویں روایت اور اس کا جواب

سیزدھم۔ جلاء العیون اردو صفحہ ۷۷ میں لکھا ہے "ثعلبی نے روایت کی ہے کہ جس وقت مرض رسول کریمؐ پر سنگین دورہ ہوا۔ اس وقت ابوبکر آئے اور کہا یا حضرت! آپ کس وقت انتقال کریں گے؟ حضرت نے فرمایا میری اجل حاضر ہے۔ ابوبکر نے کہا آپ کو غسل کون دے گا؟ حضرت نے فرمایا جو میرے اہلبیت سے مجھ سے زیادہ قریب ہے الخ ابوبکر نے پوچھا کس طرح آپ پر نماز پڑھیں اس وقت جوش و خروش اور غلغلہ مردم بلند ہوا۔ اب شیعہ سے پوچھا جائے کہ ابوبکر معاذ اللہ عجیب منافق تھے۔ کہ آخر وقت بھی حضور علیہ السلام سے راز کی باتیں اور وصیتیں اسی کو سناتے رہے الخ غرض حضور کو اپنے محب صادق، ابوبکر صدیق سے اس درجہ محبت و پیار تھا کہ بوقت نزع بھی اسی کو شرف ہمکلامی بخشا (خوشا حال ابوبکر (آفتاب ص ۱۰۸)

الجواب

یہ استدلال "الغریق یتشبث بکل حشیش (یعنی ڈوبنے والا ہر تنکے کا سہارا لیتا ہے) کی بدترین مثال ہے ورنہ اگر مؤلف کچھ بھی حقیقت پسندی سے کام لیتے اور معمولی غور و فکر کرتے تو یہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور استدلال پیش کر کے اپنے بودے دلائل کی تعداد میں اضافہ نہ کرتے۔ (۱) اس وقت جلاء العیون طبع ایران ہمارے پیش نظر ہے۔ اس کے صفحہ ۳۶ پر یہ روایت موجود ہے۔ اور ثعلبی سنی عالم سے منقول ہے جو شیعوں پر حجت نہیں (۲) یہ سوالات اس قدر احمقانہ ہیں کہ صاحب خلق عظیم کا ہی یہ کام تھا کہ انہوں نے ان کے جوابات دیئے۔ ورنہ انکی جگہ کوئی اور ہوتا تو ع جواب ..... باشد خموشی گہگر خاموش ہو جاتا۔ ارباب عقل و خرد سوچیں کہ جو آدمی جاں بلب ہو۔ اسکے حسد اور تیمار دار اس سے کبھی یہ بھی پوچھا کرتے ہیں "آپ کس وقت انتقال کریں گے"؟ اس سوال سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سوال کرنیوالا بڑی بے تابی سے مرنے والے کی موت کا انتظار کر رہا ہے۔ "آپ کا بازگشت کہاں ہے؟" اسکا مطلب تو یہ ہوا کہ ابوبکر صاحب کو تاحال یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ پیغمبر اسلام کا انجام کیا ہے؟ زہے معرفت ابوبکر! (۲) اسمیں وصیت کی کوئی بات نہیں اور نہ کوئی راز ہے بلکہ صرف ابوبکر کے چند عامیانہ سوالات کے مختصر جوابات ہیں۔ یہ روایت "درمیان وقائع کہ در ہنگام وفات آنحضرت بظہور رسید" کے عنوان کے تحت درج ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت والا عنوان "درمیان وصیت نمودن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ" صفحہ ۲۰ سے صفحہ ۲۸ تک پھیلا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نے جو وصیتیں کرنا تھیں وہ اپنے اہل بیت کو کر چکے تھے۔ اب تو زیارت اور مزاج پرسی کرنے والوں سے حجرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ جناب ابوبکر آئے اور مذکورہ بالا عاقلانہ سوالات کئے اور خلقِ عظیم کے مالک نے ان کے مناسب جوابات دیے۔ (۴) اس بات پر کہ حجرہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا دلیل یہ ہے کہ اس روایت میں وارد ہے۔ جب ابوبکر نے یہ پوچھا کہ کس طرح آپ پر نماز پڑھیں؟ تو اس وقت جوش و خروش اور غلغلہ آواز مردم بلند ہوا۔ اب ان حقائق کی روشنی میں اہل سنت سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر بتائیں کہ آیا اس واقعہ سے ابوبکر کی منقبت ظاہر ہوتی ہے یا حماقت و منقصت؟ ع

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

چودھویں روایت اور اس کا جواب

چہلدھم۔ شیعہ کی متعدد کتب میں شیخین کی نسبت حضرت امام جعفر رضؓ سے مروی یہ حدیث موجود ہے ھما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیھما رحمۃ اللہ یوم القیامۃ۔ ترجمہ۔ ابوبکر و عمر دونوں امام عادل۔ اور باانصاف حق پر تھے۔ حق پر ہی فوت ہوئے۔ ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو قیامت کے دن۔ (آفتاب ص۱۰۸)

الجواب جن لوگوں کو حضرت امیر علیہ السلام کاذب، آثم، گنہگار، غدار اور خیانت کار سمجھتے تھے (ملاحظہ ہو صحیح مسلم مع شرح نووی ج ۲ ص۹۰) ان کے مقتدیوں سے دیانت و امانت کی توقع رکھنا خیال محال ہے۔ اگر ان لوگوں میں امانت کا کچھ رمق بھی ہوتا تو نقلِ روایات میں اس قدر خیانت کا ارتکاب کرتے۔ اور اگر دیدے کا پانی بالکل نہ ڈھلک گیا ہوتا۔ تو ہرگز ایسی روایات سے ثلاثہ کی فضیلت ثابت کرنے کی ناکام کوشش نہ کرتے۔ کہ اگر ان کی حقیقت کے چہرے سے نقاب کشائی کی جائے۔ تو بجائے فضیلت کے الٹا پیرو مرید ہر دو کی فضیحت و رسوائی اور جگ ہنسائی ہو۔ آہ۔ ما اکثر العبر و ما اقل الاعتبار۔

ے

کاخ جہاں پُر است ز ذکر گذشتگاں
لیکن کسے کہ گوش دہد ایں صدا کم است

لیجئے ہم اس روایت کا سیاق و سباق۔ اس کا پس منظر اور پھر امام کی زبانی اس کی تشریح پیش کئے دیتے ہیں تاکہ گندم نما جو فروش دکانداروں کے دجل و فریب کا پردہ چاک ہو جائے۔ "روی انہ سئل رجل من المخالفین من الامام الصادق وقال یابن رسول اللہ! ما تقول فی ابی بکر و عمر فقال ھما امامان الخ ..... روایت کی گئی ہے کہ مخالفین اہل بیت میں ایک شخص نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ فرزند رسول! آپ ابوبکر و عمر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ اس کے جواب میں امام نے بطور توریہ کہ ذو معنی کلام ارشاد فرمایا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جس کے معنائے قریب سے مدح اور معنائے بعید سے مذمت ظاہر ہوتی ہے فلمّا انصرف الناس قال لہٗ رجل من خاصتہ یا ابن رسول اللہ! لقد تعجبت مما قلت فی حق ابی بکر و عمر! جب عام لوگ (بشمول سائل) اٹھ کر چلے گئے۔ تو خاصانِ امام میں سے ایک شخص نے کہا۔ فرزند رسول! آج آپ نے ابوبکر و عمر کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا ہے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے اصحاب امامؑ سے ایسا کلام بھی شیخین کے متعلق سننے کے عادی نہ تھے جس سے بظاہر مترشح ہوتی ہو) امام نے اپنے کلام کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ نعم ھما اماما اھل النار کما قال سبحانہ وجعلنا ھم ائمۃ یدعون الی النار۔ اما القاسطان فقد قال اللہ تعالےٰ واما القاسطون فکانوا لجھنم حطباً واما العادلون فلعدولھم عن الحق کقولہٖ تعالےٰ والذین کفروا بربھم یعدلون۔ والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیہ ھو امیر المومنین۔ حیث آذیاہ وغصبا حقہٗ۔ والمراد من موتھما علی الحق انھما ماتا علی عداوتہٖ من غیر ندامۃ عن ذالک والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ، فانہٗ کان رحمۃ للمومنین وسیکون خصمًا لھما ساخطاً علیھما منتقماً منھما یوم الدین :۔ ہاں۔ وہ دونوں امام ہیں۔ مگر اہل دوزخ کے۔ جیسے خدا فرماتا ہے کہ کچھ امام ہم نے ایسے بھی پیدا کئے ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ اور قاسط کے (وہ معنی یہاں مراد ہیں (ظالم) جو اس ارشاد خداوندی میں مراد ہیں۔ کہ جو قاسط (ظالم) ہیں وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔۔۔۔ اور عادلان سے مراد ہے حق سے عدول و روگردانی کرنے والے چنانچہ خدا فرماتا ہے جو لوگ کافر ہیں وہ حق سے عدول کرتے اور اپنے پروردگار کے برابر (اپنے جھوٹے معبودوں کو) بناتے ہیں۔ حق سے مراد جناب امیر المومنین ہیں جن کے یہ دونوں برخلاف تھے انکو اذیت پہنچائی اور ان کا حق غصب کیا۔ اسی حق کے خلاف مرے یعنی اپنے کردار پر کوئی ندامت ظاہر نہ کی بلکہ علی دشمنی پر ہی مرے۔ رحمت سے مراد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو اہل ایمان کیلئے رحمت ہیں۔ یہ رحمت یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن ان دونوں کیخلاف ہوں گے اور ان سے انتقام لیں گے"۔ (احقاق الحق ص ۹)"

ہم پرستاران شیخین کو شیخین کے سر کی قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ اس پوری روایت کو اپنے سیاق و سباق کیساتھ دیکھنے کے بعد اس سے شیخین کی فضیلت ثابت ہوتی ہے یا رذیلت؟ بولو تو جرو!

ع نہ سمجھو گے تو پھر سمجھو گے تم یہ چیستان کب تک؟؟؟

پندرھویں روایت اور اس کا جواب

پانزدھم۔ نہج البلاغہ کی شرح کبیر مؤلفہ کمال الدین بن میثم بحرانی جو ۶۷۹ھ میں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تصنیف کی گئی ہیں یوں درج ہے "وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للہ ورسولہ الخلیفۃ الصدیق والفاروق" ترجمہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اسلام میں سب سے بہتر اور خدا اور رسول کے بڑے مبلغ اسلام، حضورؐ کے جانشین حضرت ابوبکر اور عمر فاروق تھے۔ اب میں پندرہ شہادت کتب شیعہ سے لکھ کر حضرات شیعہ کو دوازدہ آئمہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اس قدر روشن شہادت در بارہ تعریف، اعتراف فضیلت و صدیقیت حضرت ابوبکر دیکھ کر بھی تم لوگ ضد سے باز نہ آؤ گے؟ (آفتاب ص۱۰۹)

الجواب مؤلف نے اس استدلال میں بھی اپنی روایتی خیانت مجرمانہ یا تجاہل عارفانہ سے کام لیکر عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی مذموم کوشش کی ہے اور نقل روایت میں لفظی و معنوی تحریف کی ہے۔ اگر اس روایت کو اُس کے پس منظر کی روشنی میں دیکھا جائے بلکہ اگر خود انہی پیش کردہ الفاظ میں غور کیا جائے تو اس سے بجائے شیخین کی مدح کے الٹا اُن کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔ خدا ان لوگوں کو ہدایت کرے جو انتم سکاریٰ کو نظر انداز کر کے صرف لا تقربوا الصلوٰۃ کے ساتھ تمسک کر کے حب ثلاثہ میں اپنے دین و ایمان کا بیڑا غرق کر رہے ہیں۔ آہ۔ وما تغنی الآیات والنذر ؛ قوم لا یؤمنون ؛ منقولہ بالا عبارت حضرت امیر المومنین کے اس طویل مکتوب گرامی کا ایک ٹکڑا ہے جو آنجنابؑ نے امیر شام معاویہ بن ابی سفیان کے نام اسکے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا۔ یہ خط و کتابت شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ج ۳ ص۱۰۸ العقد الفرید لابن عبد ربہ اندلسی طبع مصر ج ۳ ص۱۰۸ اور شرح ابن میثم بحرانی وغیرہ میں بالتفصیل درج ہے"؛ معاویہ نے قتل عثمان کی ذمہ داری آنجنابؑ پر عائد کرتے ہوئے ایک لمبا چوڑا خط آپ کو لکھا جسمیں بزعم خویش بعض اصحاب کے فضائل بیان کرتے ہوئے حضرت امیرؑ کو انکا حاسد قرار دینے کی جسارت کی تھی خط میں لکھا تھا ۔۔۔۔ واجتبیٰ لہ من المسلمین اعوانا ایدہ بھم وکانوا فی منازلھم عندہ علیٰ قدر فضائلھم فی الاسلام فکان افضلھم فی الاسلام وانصحھم للہ ولرسولہ الخلیفۃ من بعدہ وخلیفۃ خلیفتہ الخ ۔۔۔۔ فکلھم حسدت وعلی کلھم بغیت ۔ الخ یعنی خدا نے اپنے رسول کی تائید و نصرت کیلئے مسلمانوں میں سے کچھ مددگار منتخب کئے۔ وہ اسلام میں اپنے فضائل کی مقدار کے مطابق آنحضرت کی نگاہ میں درجہ رکھتے تھے۔ اور اسلام میں سب سے افضل اور خدا و رسول کے بھی خواہ پہلے خلیفہ اور انکے جانشین (عمر) تھے۔ مگر آپ نے (اے علی) سب سے حسد کیا۔ اور سب کے خلاف بغاوت کی" (بحوالہ مذکورہ بالا) اسکے جواب میں حضرت امیرؑ نے ایک عدیم النظیر مکتوب معاویہ کو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

روانہ فرمایا۔ اسمیں فرماتے ہیں ..... وذکرت ان اللہ اجتبیٰ لہ من المسلمین اعوانًا ایدہ بھم فکانوا فی مناز لھم عندہ علیٰ قدر فضائلھم فی الاسلام وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للہ ورسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق الخ

(مخفی نہ رہے کہ العقد الفرید اور شرح حدیدی میں لفظ الصدیق اور الفاروق موجود نہیں ہے۔) ذکرت امرًا ان تم اعتزلک کلہ وان نقص لم یلحقک ثلمۃ وما انت والصدیق فالصدیق من صدق بحقنا وابطل باطل عدونا وما انت والفاروق فالفاروق من فرق بیننا وبین اعدائنا ..... وذکرت ابطائی عن الخلفاء وصدی ایاھم والبغی علیھم فاما البغی فماذا للہ ان یکون واما الکواھۃ لھم فواللہ ما اعتذر للناس من ذالک ..... (العقد الفرید ج ۳ ص ۱۰۸ طبع مصر سطر ۱۷، ۱۸ / نہج البلاغہ صفحہ ۲۰۰ طبع ایران وغیرہ) (اے معاویہ) تو نے (اپنے خط میں) ذکر کیا ہے کہ خدا نے رسول کی نصرت کیلئے کچھ مسلمان چنے اور وہ اپنے فضائل اسلامی کیمطابق آپکی نظر میں منزل و مقام رکھتے تھے اور تیرا گمان ہے کہ اسلام میں سب سے افضل اور خدا و رسول کے سب سے بڑے خیر خواہ خلیفہ صدیق اور ان کے جانشین فاروق تھے ..... سو تم نے ایک ایسی بات کا ذکر کیا ہے کہ اگر وہ درست ہو تو تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں اور اگر غلط ہے تو تمہارا کوئی نقصان نہیں ..... تمہیں کیا خبر کہ صدیق کون ہے؟ صدیق وہ ہے جو ہمارے حق کی تصدیق کرے اور ہمارے دشمن کی غلط بات کو غلط کہے۔ تمہیں کیا پتہ کہ فاروق کون ہے؟ فاروق وہ ہے جو ہم اور ہمارے دشمنوں کے درمیان فرق کرے (سب کو ایک جیسا نہ سمجھے) ..... تم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ میں ان لوگوں پر حسد کرتا رہا اور ان کے خلاف بغاوت پھیلاتا رہا۔ سو جہاں تک بغاوت کا تعلق ہے خدا کی پناہ کہ کبھی کی ہو۔ اور جہاں تک ان کو ناپسند کرنے کا تعلق ہے بخدا میں اسکی لوگوں سے عذر خواہی کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔" (کیونکہ یہ صحیح ہے) اس خط و کتابت سے درج ذیل امور بعبارۃ النص واضح و آشکار ہوتے ہیں:

(۱) عام مسلمانوں کے موجودہ عقیدہ کہ "افضل الناس بعد النبی ابوبکر ثم عمر الخ ..... کا سنگ بنیاد، پہلے پہل امیر معاویہ نے رکھا۔ ورنہ قرآن و حدیث سے تائید تو درکنار خود ثلاثہ نے بھی کبھی اس بات کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ (۲) حضرت امیر علیہ السلام کی نظر اقدس میں سراسر باطل تھا۔ اور آپ اسے صرف معاویہ کا زعم باطل سمجھتے تھے۔ واضح رہے کہ ہمارے مولوی کرم الدین صاحب لفظ "کما زعمت" لکھنے کے باوجود اسکا ترجمہ شیر مادر کیطرح ہضم کر گئے ہیں۔ نیز انہوں نے "انصحھم للہ ورسولہ" کا ترجمہ "خدا اور رسول کے بڑے مبلغ اسلام کیا ہے جو اُن کے دین و دیانت اور فضل و کمال کا شاہکار ہے (۳) جناب امیر شورش پسند نہیں تھے اس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

لئے باوجود غصبِ حقوق کبھی امن عامہ کو تہہ و بالا نہیں کیا بلکہ ہمیشہ صبر و شکیبائی سے کام لیا۔ (۵) آنجناب خلافتِ ثلاثہ کو ناپسند کرتے تھے، اور ان سے باہمی تعلقات ناخوشگوار تھے اس سے اُن کے باہمی شیر و شکر ہونے والے نظریہ کی قلعی کھل جاتی ہے۔ اب ہم مولوی کرم الدین اور ان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ حضرات کو ان کے بارہ خلفاء (جن میں چھٹے یزید ہیں) کی قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ ان پندرہ ۱۵ شہادات کے جوابات میں ہم نے جو الزامی و تحقیقی حقائق پیش کئے ہیں۔ ان کے پیشِ نظر ابوبکر کے دامن میں کوئی سی فضیلت بھی باقی رہ جاتی ہے؟ یا انکے دین و ایمان اور فضل و شان کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے نکل جاتا ہے۔ سُنیو! اب بھی تم فضائل ابوبکر بیان کرنے سے باز نہ آؤ گے؟؟؟ اور کب تک نادانِ دوست کا کردار ادا کر کے اُن کی رسوائی اور جگ ہنسائی کرتے رہو گے۔ سچ ہے:۔

دُشمن دانا کہ پئے جان بود
بہتر از اں دوست کہ ناداں بود

وَمَن لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ ۔ واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم =:۔

(حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ)

پہلی روایت اور اس کا جواب

(۱) حضرت عمر کے اسلام لانے کے متعلق ملا باقر مجلسی شیعی بحار الانوار جلد ۱۴ میں مسعود عیاشی سے یوں روایت کی ہے۔ روی العیاشی عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام: ترجمہ۔ مسعود عیاشی امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ اے خدا اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے اسلام لانے سے عزت بخش۔ سو حضور کی دُعا مستجاب ہوئی۔ حضرت عمر کے اسلام لانے کی کیفیت صاحبِ حملہ حیدری یوں لکھتا ہے۔ چناں بدکہ بوجہل زاں سرزنش ؛ بکیفیتے شد عداوت منش آفتاب صفحہ ۱۰۹ (بعد ازاں حملۂ حیدری کے چند اشعار نقل کیے ہیں۔ جن میں بطریقِ مشہور نزد اہلنت عمر صاحب کے اسلام لانے کی کیفیت درج ہے۔ یعنی ایک روز ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کو قتل کرنے والے کو ایک ہزار اونٹ وغیرہ بطور انعام دینے کا اعلان کیا۔ یہ سن کر عمر تیار ہو گیا۔ بہن کے گھر پہنچا اور قرآن کی چند آیتیں سن کر اس قدر متاثر ہوا کہ بزمِ رسول میں جاکر اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیا۔ (ناقل) بعد ازاں صاحب آفتاب نے ۱۲ پر لکھا ہے "مذکورہ بالا روایات سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جو حضرت عمر کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ہیں:۔

(۱) آپ کا اسلام لانا حضور سرورِ کائنات کی استجابتِ دعا کا نتیجہ ہے ..... (۲) اسلام عمر کسی دنیوی لالچ یا طمع سے نہیں بلکہ صداقتِ اسلام دیکھنے اور کلام الٰہی کی قوتِ اعجاز کی خاص تاثیر ہونے کے سبب ہوا ..... (۳) حضرت عمر کے اسلام کا خیر مقدم رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول نے گرمجوشی سے کیا اور حضور علیہ السلام نے بغلگیر ہو کر برکات پہنچائیں (۴) حضرت عمر کے جلال و جبروت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے اسلام لاتے ہی شوکتِ اسلام دوبالا ہو گئی۔ اور بجائے خفیہ عبادت کے خدا کے گھر کعبۃ اللہ پہنچ کر نماز باجماعت پڑھی گئی۔ (بعد ازاں ص ۱۱۲ پر ناسخ التواریخ ص ۶۱۶ (جلد ۱ مدارد) سے عمر کے اسلام لانے کی کیفیت یوں درج کی ہے "یا رسول اللہ از بہر آں آمدہ ام کہ کیش مسلمانی گیرم و کلمۂ توحید بر زبان رانم الخ۔ بحذف فارسی) ترجمہ:۔ عمرؓ نے عرض کی حضور میں اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ مذہبِ اسلام قبول کروں۔ یہ کہہ کر کلمۂ توحید پڑھا۔ آنحضرتؐ حضرت عمر کے اسلام لانے سے ایسے خوش ہوئے کہ بلند آواز سے تکبیر کہی۔ آپ کی تکبیر اصحاب نے سنی اور سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اور حضرت عمر کے استقبال کو باہر نکلے۔ اسوقت حضرت عمر نے عرض کی۔ حضورؐ! کافر تولات و عزی کی پرستش ظاہر ہو کر کریں ہم خدائے قدوس کی عبادت کیوں چھپ کر کریں۔ پھر انہوں نے کعبہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ (آفتاب ص ۱۱۲) ..... (بعد ازاں کعبۃ اللہ کی طرف بایں طور جانے کی کیفیت بیان کی ہے کہ ایک طرف ابوبکر اور دوسری طرف عمر۔ آگے آگے حضرت علی اور پیچھے پیچھے اصحاب تھے۔ بالآخر کعبۃ اللہ کے پاس جاکر دو رکعت نماز پڑھی۔ اور پھر واپس آئے۔) بعد ازاں لکھا ہے کہ "اور اب جائے غور ہے کہ اسلام لاتے ہی حضرت عمر کی حسنِ عقیدت کا یہ حال ہو گیا تھا کہ دینِ حق کے پاس ہیں کفار سے دو بدو ہو گئے۔ اور ان کو للکارا کہ اگر ذرہ برابر رسول پاک کی شان والا میں بے ادبی کی تو میری تلوار ہو گی اور تمہارا سر ....

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پھر حضور علیہ السلام جن کو علومِ اوّلین و آخرین سب معلوم تھے، اسلامِ عمر پر اس قدر خوشی کیوں مناتے۔ اگر معلوم تھا کہ بالآخر اس نے اسلام سے پھر جانا ہے اور میرے اہلبیت کو تکلیف پہنچانی ہے شیعو! خدارا انصاف کرو۔ الیس منکم رجلٌ رشید؟" آفتاب ص۱۱۳)

الجواب مؤلفِ کتاب نے روایات فضائل ابوبکر سے فراغت پانے کے بعد اب فضائلِ عمر کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ ہم بھی جبکہ بعونہٖ تعالےٰ ان روایات کی حقیقت واضح کر چکے اور اُن کے چہرہ سے نقاب کشائی کر کے ان کے حقیقی خدوخال ناظرینِ کرام پر نمایاں کر چکے اور مؤلف کے دجل و فریب کا پردہ چاک کر چکے تو اب روایات فضائلِ عمر کی اصلیت کو اجاگر کرتے ہیں (دبید ہٰذا زمۃ التحقیق)

(۱) جہاں تک روایت اللّٰھم اعزالاسلام بعمر بن الخطاب الخ..... کا تعلق ہے بچند وجہ اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اوّلاً یہ روایت مرسل و مقطوع ہے اور مقامِ اعتقاد میں ایسی روایات حجت نہیں ہوتیں ثانیاً۔ اس روایت میں عمر صاحب کو ابوجہلؓ کے اسلام لانے کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ صرف انکی وجہ سے اسلام کو تقویت پہنچانے کا ذکر ہے اور سابقہ اوراق میں کئی جگہ بالتفصیل یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ بعض اوقات خداوند حکیم اسلام کی نصرت و تائید ایسے لوگوں سے بھی کر دیتا ہے جو فاسق و فاجر ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری مع فتح الباری ج ۲ ص۱۳۱ طبع دہلی، اتقان ج ۲ ص۳۵۔ کنز العمال ج ۱ ص۱۸ وغیرہ)

رابعاً۔ جناب عمر آنحضرت کے اعلانِ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے۔ حالانکہ اعلانِ نبوت کے تین سال بعد اعلانیہ اسلامی احکام کی تبلیغ اور ان پر عملدرآمد شروع ہو چکا تھا۔ اور آیتِ مبارکہ فاصدع بما تؤمر و اعرض عن الجاھلین کا نزول ہو چکا تھا۔ یہ ایسے کھلے ہوئے حقائق ہیں کہ ان میں ہرگز مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ پھر اسلامِ عمر سے اسلامی احکام کی اعلانیہ اشاعت میں کیا مدد ملی؟ خامساً۔ کتب اہلسنت سے ثابت ہے کہ جناب عمر ایسے ڈرپوک اور کمزور تھے کہ اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری مع ترجمہ تسہیل الباری پ۱۵ ص۳۸/۳۹۔ باب اسلام عمر (علی ما نقلہ فی ابطال الاستدلال) بدو اسناد عبداللہ بن عمر سے اپنے باپ (عمر) کا قصۂ اسلام یوں مروی ہے۔ قال بینما ہو (عمر) فی الدار خائف اذ جاءہ العاص بن وائل السہمی الخ..... کہا حضرت عمر ڈرے ہوئے گھر میں بیٹھے تھے (تسہیل الباری میں یوں وضاحت کی ہے" ف: قریش سے ڈر رہے تھے کہ وہ مسلمان ہونے پر کیا کرتے ہیں۔ اتنے میں ابوعمرو العاص بن وائل سہمی ان کے پاس آیا۔ وہ بنی سہل کے قبیلے سے تھا جو جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے۔ اور اس نے کہا کہ عمر تمہارا کیا حال ہے؟ (کیوں خائف و آزردہ ہو؟ انہوں نے کہا کہ قوم بنی سہم کے لوگ کہتے کہ اگر میں مسلمان ہوا تو وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ عاص نے کہا وہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ (حضرت عمر کہتے ہیں) عاص کے کہنے پر مجھے اطمینان ہوا کیونکہ وہ بنی سہم کا سردار تھا۔ (پھر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہا، عاص نے لوگوں سے کہا۔ دیکھو۔ عمر کو مت ستاؤ۔ یہ سمجھ رکھو عمر میری پناہ میں ہے۔ یہ سنتے ہی لوگ پھوٹ گئے۔" انتہیٰ ملخصاً۔ قارئین کرام فیصلہ کریں کہ جو شخص علانیہ اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتا اور ڈر کے مارے دبک کر گھر میں بیٹھا ہوا ہے وہ اسلامی مراسم و شعائر کو کھلم کھلا بجالانے میں کیا اعانت و نصرت کر سکتا ہے؟ سادہ سادہ مؤلف نے نقلِ روایت میں دیانتداری سے کام نہیں لیا۔ ورنہ پوری روایت دیکھنے سے تو عمر کی انتہائی رسوائی ہوتی ہے۔ اس روایت میں بزبانِ امام یوں مروی ہے۔ فانزل اللہ ھذہ الآیت و ما کنت متخذ المضلین عضداً۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے بعد خدا نے یہ آیت نازل کی۔ ما کنت متخذ الخ کہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا معین و مددگار نہیں بناتا۔ (کذا فی الصافی ص۲۷۶) اس سے تو عمر صاحب کا ضال و مضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جن کی امداد کو خدا قبول کرنے پر راضی نہیں ہے نعم ما قیل

ذھب الحمار لیستفید لنفسہ ؛ قرنًا فآب وما لہٗ اذنان

جہاں تک حملہ حیدری اور ناسخ التواریخ کے بیان کے مطابق عمر کے اسلام لانے کی کیفیت کا تعلق ہے ہم سابقاً آیت ۲۶ کے جواب میں حملہ حیدری کی حقیقت کھول کر بیان کر چکے ہیں۔ کہ اوّلاً اسکا مؤلف کوئی مجتہد یا محدث یا عالم دین نہیں بلکہ فردوسی کی طرح صرف شیعی المذہب شاعر ہے۔ ثانیاً یہ شخص عالمگیر جیسے متعصب سنی بادشاہ کے عہد میں قلعہ گوالیار میں کلیداری کے منصب پر فائز تھا اور اس نے اسی طرح واقعات نظم کئے ہیں۔ جس طرح بالعموم اہلسنت کی کتب سیر و تواریخ میں مذکور ہیں۔ اور خود یہ کہہ کر کہ ؎

من از گفتِ وادی بیان می کنم
جوابش بر دگفتہ گر بیش و کم

یعنی دروغ پر گردن راوی اپنی گلو خلاصی کرا لی ہے۔ لہٰذا اس کتاب کے مندرجات کی جب تک دوسری شیعی کتب معتبرہ سے تائید نہ ہو جائے اُس وقت تک ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اور قریب قریب یہی کیفیت ناسخ التواریخ کی ہے جس پر سابقہ عنوان میں چھٹی روایت کے جواب کے ضمن میں تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ اگرچہ یہ کتاب شیعی دورِ حکومت (ایران) میں لکھی گئی ہے مگر لکھنے والے بزرگ لسان الملک مرزا محمد تقی سپہر کاشانی کا شمار علماء کبار تو درکنار علماء صغار میں بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ صرف صاحب فضل ادیب ہیں۔ اور ان کی کتاب میں ہر قسم کا رطب و یابس موجود ہے۔ وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس پر تمام مؤرخین کے نظریات و آراء نقل کر دیتے ہیں لہٰذا جو کچھ انہوں نے اسلام عمر کے سلسلہ میں رقم فرمایا ہے" مشہور کتب تواریخ اہلسنت کا خلاصہ ہے۔ ورنہ اصل حقیقت وہی ہے جو ہم محققین اہلسنت کے حوالجات سے سابقاً پہلی آیت کے جواب میں درج کر چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ" جب ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کرنے پر سرخ و سیاہ رنگ کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ایک سو اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی بطور انعام دینے کا اعلان کیا (تاریخ الخلفاء ص۱۳۳) اور عمر صاحب اس انعام کے لالچ میں آکر تلوار حمائل کر کے بارگاہ نبوی میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے دامن سے پکڑ کر انہیں جھنجھوڑا اور فرمایا:۔ ما انت بمنتہٍ یا عمر! حتی ینزل اللہ بک من الخزی والنکال ما انزل بالولید بن مغیرۃ فقال عمر: اشھدُ ان لآ الٰہ الا اللہ الخ..... اے عمر! معلوم ہوتا ہے کہ تم اس وقت تک ان حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے جب تک تمہاری ذلت و رسوائی میں وہی آیتیں نازل نہ ہوں جو ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہو چکی ہیں۔ یہ سنتے ہی عمر نے کلمہ شہادت پڑھا" (ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء ص۶۵ صواعق محرقہ ص۲۵ شرح نہج البلاغہ حدیدی ج ۲ ص۵۹ وغیرہ)..... یہ کہنا کہ اپنی بہن سے کلام اللہ کی صرف چند آیتیں سن کر اسقدر متاثر ہوئے تھے کہ فوراً اپنے اسلام کا اعلان کر دیا، روایت و درایت کے بالکل خلاف ہے..... کیا گذشتہ چھ سال میں انہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس زبان یا کسی اور مسلمان سے خدائے منان کا پاک کلام نہیں سنا تھا۔ اور اگر سنا تھا (اور یقیناً سنا ہوگا) تو پہلے یہ اثر کیوں نہ ہوا؟ روایت گھڑنے والے کو اس بات کا شاید خیال نہیں رہا۔ ورنہ اسکی بھی کوئی توجیہہ پیش کرتا۔ ان حقائق کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ یہ روایت (اللھم اعز الاسلام الخ...) صرف مقطوع السند ہی نہیں بلکہ موضوع بھی ہے بہرکیف مؤلف نے اس قصہ پر جو تفریعات بطور بناء الفاسد علی الفاسد قائم کیں تھیں۔ وہ اصل بنیاد کے منہدم ہونے سے خود بخود ختم ہو گئیں ؛ والحمد للہ رب العالمین۔

سنیو! خدارا کچھ تو عقل و انصاف سے کام لو۔ کب تک ایسے بے سر و پا فضائل ثلاثہ بیان کر کے خود رسوا ہو گے۔ اور اپنے بزرگوں کو رسوا کرو گے۔ الیس فیکم رجل رشید ؟

؎ نہ سوچو گے تو مٹ جاؤ گے اے حضرت عمر والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

دوسری روایت اور اس کا جواب

(۲) نہج البلاغہ ص۱۸۶ میں ہے "من کلام لہ علیہ السلام وقد شاورہ عمر فی الخروج الی غزوۃ الروم بنفسہ وقد تکفل اللہ الخ" (خطبہ عربی ترجمہ ۱۰۱)

جب خلیفہ ثانی عمر نے روم پر چڑھائی کی اور حضرت علیؑ سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا۔ نواحیٔ اسلام کو غلبہ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہے جو ایسا خدا ہے جس نے انہیں اس وقت فتح دی ہے جبکہ ان کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ اور کسی طرح فتح نہیں پا سکتے تھے۔ انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے روکا ہے جب یہ کسی طرح رکے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نہیں جا سکتے تھے۔ اور جو خداوندِ عالم حیّ لا یموت ہے۔ اب اگر تو خود دشمن کیطرف کوچ کرے۔ اور تکلیف اٹھائے تو یہ سمجھ لے کہ پھر مسلمانوں کو اُنکے اقتضائے بلا تک پناہ نہ ملے گی اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا۔ جس کی طرف رجوع کریں لہٰذا تو دشمنوں کیطرف اس شخص کو بھیج۔ جو کارآزمودہ ہو۔ اسکے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کر دے۔ جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں اور اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں اب اگر خدا غلبہ نصیب کرے گا تب تو وہ چیز ہے جسے تو دوست رکھتا ہے اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو موجود ہے" (خیر نگ نصاحت ص۱۱۹) ..... حضرت علی المرتضٰے کے اس کلام سے حسب ذیل اُمور ثابت ہوتے ہیں۔ (۱) حضرت عمر کو حضرت علی المرتضٰے پر پورا اعتماد و بھروسا تھا اور باہمی کامل اتحاد تھا۔ کہ ہر ایک معاملہ میں اُن سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ ورنہ یہ مسلم ہے کہ کوئی شخص اپنے دشمن سے ایسے اہم معاملہ میں مشورہ نہیں لیا کرتا۔ (۲) حضرت علی المرتضٰے حضرت عمر کو مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ سمجھتے تھے ..... اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر کو یہ مشورہ نہ دیا۔ کہ اس مہم میں بذاتِ خود معرکۂ کارزار میں جائیں۔ اگر خدانخواستہ باہمی کدورت ہوتی ..... تو یہ مشورہ کیوں دیتے؟ ..... بلکہ ان کی تو یہ خواہش چاہیئے تھی کہ یہ خود وہاں جائیں۔ انکا کام تمام ہوا اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو ..... (۳) حضرت علی المرتضٰے حضرت عمر کی کامیابی کو کامیابی اسلام تصور کرتے تھے۔ اسلئے انکو تسلی دی کہ ایزد متعالیٰ تمہارا اور مسلمانوں کا خود حافظ و ناصر ہے۔ جب مسلمان تھوڑے تھے اُس وقت بھی انکی حفاظت فرمائی۔ اور اب تو خدا کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔ الخ (آفتاب ہدایت ص۱۱۵)

الجواب ہوا خواہانِ ثلاثہ کی یہ روش و رفتار ہمارے لئے ناقابلِ فہم ہے کہ ایک طرف تو یہ لوگ یہ راگ الاپتے ہیں کہ حضرت علیؑ امورِ سیاست اور طرزِ جہانبانی سے ناواقف تھے اور دوسری طرف ثلاثہ سے آپ کا اتحاد و یگانگت ثابت کرنے کیلئے یہ دھنڈورا پیٹتے ہیں کہ یہ حضرات مملکت کے اہم جنگی و سیاسی معاملات وغیرہ میں آپؑ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اور آپ کی اصابتِ رائے کا لوہا مانتے تھے۔! بہرحال اس مشورہ لینے دینے سے مؤلف نے جو مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے وہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور اس کی وجوہ یہ ہیں۔

اولاً۔ اس مشورہ لینے کو باہمی اتحاد کی دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ البتہ اسے حضرت امیر علیہ السلام کے کامل الایمان، انتہائی بلند حوصلہ اور بلند کردار و دیانتدار اور معاملہ فہم و سمجھدار ہونے کی دلیل قرار دیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے سرکارِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا یہ نہایت روشن و درخشندہ پہلو ہے کہ وہ کفار

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

قریش جو آپ کو نبی نہیں جانتے تھے۔ اور آپ سے مخالف و مخاصمت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ وہ بھی آپ کو ایسا دیانتدار سمجھتے تھے۔ کہ اپنی امانتیں انہی کے پاس رکھتے تھے۔ اور ان کو یہ وہم و گمان بھی نہ ہوتا تھا کہ اُنکی امانتیں ضائع ہوں گی ؛ اسی طرح جناب امیر علیہ السلام کی سیرت و کردار کا یہ نمایاں جوہر ہے کہ وہ صحتِ فکر و نظر، ایمان و دیانت اور اصابت رائے کی اس بلند سطح پر فائز تھے کہ دوست و دشمن کو انکی اصابتِ رائے و صحتِ مشورہ پر مکمل وثوق و اعتماد تھا۔ تو جس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روش و رفتار سے صرف اُن کے کامل دیانتدار ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور اس سے کسی طرح بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفار سے اُن کی یکجہتی و یگانگت تھی بلاشبہ حضرت امیرؑ کے طرزِ عمل سے بھی یہ تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ وہ انتہائی دیانتدار و بلند کردار تھے۔ مگر اس سے کسی طرح بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ثلاثہ اور ان کے درمیان اتحاد و یگانگت تھی اور وہ باہم شیر و شکر تھے۔

ثانیاً حضرت امیر علیہ السلام کے اس مشورہ سے کہ "عمر صاحب بذاتِ خود اس جنگ میں نہ جائیں" یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہ باہم شیر و شکر تھے اور ان کو مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ سمجھتے تھے۔ ورنہ اُنکی تو یہ خواہش ہوتی کہ یہ خود جائیں اور ان کا کام تمام ہو۔ اور اُن کیلئے جگہ خالی ہو" یہ اندازِ فکر حضرت امیر علیہ السلام کی عظیم شخصیت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے اصل بات یہ ہے کہ تنگ نظر ملا نے سرکارِ ولایت کو اپنے آئینہ میں دیکھنے کی کوشش کی ہے کہ ایسے لوگ ایسے مواقع پر مخالف کی ہلاکت کی تدبیریں کیا کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچا کہ

ع آں زمین را آسمانے دیگر است

؎ کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر ؛ گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

ایسا مشورہ دینا جناب امیرؑ کیلئے بدو وجہ ممکن نہ تھا (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسلّم ارشاد ہے کہ "المستشار مؤتمن جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے" لہٰذا غلط مشورہ دینا خیانت ہے اور حضرت امام المتقین اسے کفر سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ "واللہ ما معاویۃ بادھی منی ولکنہ یغدر ویفجر ولولا کراھۃ الغدر لکنت ادھی الناس ولکن کل غدرۃ فجرۃ وکل فجرۃ کفرۃ الخ" لہٰذا معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک نہیں ہے لیکن وہ مکر و غدر اور فسق و فریب کرتا ہے اور اگر میں ان باتوں کو ناپسند نہ کرتا تو میں سب لوگوں سے زیادہ چالاک ہوتا۔ لیکن ہر غداری، فسق اور ہر فسق کفر ہے" (نہج البلاغہ ص ۱۶۵ طبع ایران) (۲) یہاں شخصی مفاد اور نوعی مفاد کا تصادم و ٹکراؤ تھا۔ تو جناب امیر علیہ السلام جیسے محافظ و خیر خواہِ اسلام و مسلمین کیلئے کیونکر ممکن تھا کہ نوعی مفاد کو اپنے شخصی مفاد پر قربان کر دیتے۔ جس طرح عام ابن الوقت سیاستدان کیا کرتے ہیں اسلئے آنجناب نے ذاتی اغراض و مفادات سے بالا ہو کر وہ مشورہ دیا جس میں اسلام کی بقا و فلاح پوشیدہ تھی اور یہ چیز آنجناب کو نہ صرف عمر کی جان بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ علاوہ بریں آنجناب کے اس فرمان کہ "کسی تجربہ کار اور فنِ حرب و ضرب کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ماہر کو بھیج دو۔" سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت امیر کی نگاہِ حق بیں میں جناب عمر کا دامن ان خوبیوں سے خالی تھا۔

ثالثاً۔ خلفاء ثلاثہ کے دورِ حکومت میں پورے غزوات و معاملاتِ مملکت میں سے صرف دو مقامات (غزوۂ روم و فارس) میں عمر صاحب کے مشورہ طلب کرنے سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ "ایک معاملہ میں آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا" غلط ہے۔ ارباب فضل و دانش جانتے ہیں کہ استقرائے ناقص تو مفید ظن بھی نہیں ہوتا تا بہ یقین چہ رسد؟ علاوہ بریں اس واضح حقیقت کو کیوں نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اگر بقول ان حضرات کے حضرت امیر علیہ السلام و ثلاثہ میں کامل اتحاد تھا۔ اور وہ باہم شیر و شکر تھے اور جناب امیرؑ ان لوگوں کے ان جنگی کارناموں کو صحیح بھی سمجھتے تھے۔ تو ایسے اسلامی جنرل اور حامیٔ اسلام و مسلمین بہادر نے ان میں عملی حصہ کیوں نہ لیا؟ اور ان جنگوں میں کیوں الگ تھلگ رہ کر خانہ نشین رہے۔

رابعاً۔ حضرت یوسف سے کافر عزیز مصر کا مشورہ طلب کرنا اور آنجناب کا اسے صحیح مشورہ دینا قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اگر اس سے کافر و بنی کے کامل اتحاد پر استدلال کیا جا سکتا ہے تب تو بلا تشبیہ زیر بحث مشورہ کو بھی مستشیر و مستشار کے باہم شیر و شکر ہونے کی دلیل قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر وہاں ایسا نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ جناب یوسف کی بلند کرداری کا غماز سمجھا جاتا ہے کہ کافر بادشاہ کو بھی انکی اصابت رائے اور دیانتداری پر یقین تھا۔ کہ ضرور وہ ایسا مشورہ دیں گے جسمیں قوم کی بھلائی ہوگی۔ اور انہوں نے بھی بادشاہ سے ذاتی رنجش کے باوجود وہ مشورہ دیا جس میں مفادِ عامہ مضمر تھا تو اس مشورہ سے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؑ دیانت و امانت اور اصابتِ رائے کے اس بلند درجہ پر فائز تھے۔ کہ عمر جیسے معاند کو بھی یقین تھا کہ وہ ذاتی مفاد سے بلند ہو کر وہ صحیح مشورہ دیں گے۔ جسمیں اسلام اور مسلمانوں کی صلاح و فلاح پوشیدہ ہوگی۔ چنانچہ آپ نے نوعی مفاد کے مطابق وہ مشورہ دیا۔ جسمیں اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود مضمر تھی واہ رے بلند حوصلگی کہ پیشانی پر بل نہیں آنے دیا کہ آج مجھ سے مشورے کرتے ہو کل کیوں نظر انداز کیا تھا واہ میرے مولا!

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

تیسری روایت اور اس کا جواب

(۳) نہج البلاغہ صفحہ ۱۹۷ میں دوسرا خطبہ جناب امیر علیہ السلام و من کلام لہ علیہ السلام لعمر بن الخطاب وقد استشارہ فی غزوہ الفرس بنفسہ و ان ھذا الامر لم یکن الخ (بحذف عربی) ترجمہ۔ جب حضرت عمر نے غزوہ فارس میں بذاتِ خود جانا چاہا۔ اور حضرت امیر علیہ السلام سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یہ اسلام اس خدا کا دین ہے جس نے تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے۔ اور لشکرِ اسلام اس خدا کی فوج ہے جس نے اسکی ہر جگہ نصرت و تائید کی اور اسے ایک بلند مرتبہ تک پہنچایا۔

دین اسلام کے پیشوا مختار کار (خلیفہ) کا مرتبہ رشتہ مروارید کی مثل ہے جو موتی کے دانوں کو ایک نظام میں منسلک رکھتا ہے۔ اگر رشتہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے متفرق ہو کر بکھر جاتے ہیں..... تم ان کیلئے قطب آسیا بنو! اور آسیائے جنگ کو گردہ عرب کے ساتھ گردش دو اور اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو ماتحت بنا کر آتش جنگ کو برافروختہ کرو۔ کیونکہ اگر تم مدینہ کے باہر چلے گئے۔ تو عرب کے تمام قبائل اطراف و اکناف سے یک لخت ٹوٹ پڑیں گے۔ اسوقت پیچھے رہنے والی مستورات کی حفاظت تم پر اس چیز سے کہیں زیادہ مقدم ہو جائے گی جو تمہارے سامنے (جنگ) موجود ہے..... (نہج البلاغ فصاحت صفحہ ۲۰۲) جناب امیر علیہ السلام کے اس فصیح و بلیغ خطبے میں (قیمتی مشورہ) آفتاب نیمروز کیطرح روشن ہے کہ حضرت علی المرتضےٰ اور خلیفہ دوم حضرت عمرؓ باہم شیر و شکر تھے..... انکو یہی مشورہ دیا کہ آپ بذات خود معرکہ کارزار میں تشریف نہ لیجائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایرانی آپ کو دیکھ کر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔ اگر خدانخواستہ باہمی دشمنی ہوتی حضرت علیؑ کو خوب موقع ہاتھ آگیا تھا یہی صلاح دیتے کہ تم خود لڑائی پر جاؤ تاکہ تم وہاں مارے جاؤ اور خلافت کی گدی ہمارے لئے خالی ہو آپکا یہ فرمانا کہ صاحب اختیار خلیفہ کی مثال رشتہ مروارید کی سی ہے رشتہ ٹوٹ جائے تو موتی بھی بکھر جاتے ہیں..... تو اس امر پر ناطق فیصلہ ہے کہ حضرت علی المرتضےٰ حضرت عمر کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے..... آپ نے حضرت عمر کو آسیائے اسلام کا قطب اور محور قرار دیا ہے۔ اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی کیا ہو سکتی ہے کہ آپ حضرت عمر کو ہی خلیفہ رسول اور پیشوائے اسلام سمجھتے تھے..... حضرات شیعہ کو شرم کرنی چاہیئے کہ جس شخص کی تعریف حضرت علی المرتضےٰ فرمائیں اس کو تم منافق کہو۔ شرم۔ شرم۔ شرم۔ (آفتاب صفحہ ۱۱۶/۱۱۷)

الجواب اس استدلال کا بعینہٖ وہی جواب ہے جو اس سے پہلے استدلال (نمبر ۲) کا ابھی اوپر دیا جا چکا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے "المستشار مؤتمن" کے پیش نظر شخصی جذبات و مفادات سے بالاتر ہو کر وہ صائب مشورہ دیا ہے۔ جس میں اسلام و مسلمانوں کی عزت اور بقاء پوشیدہ تھی۔ اور وہ یہ تھا کہ عمر صاحب سے فرمایا کہ تم خود معرکہ کارزار میں نہ جاؤ۔ کیونکہ آنجناب اسلامی غزوات، احد، خندق، حنین اور خیبر وغیرہ میں انکے فرار کو بچشم خود مشاہدہ کر چکے تھے۔ اس لئے اندیشہ تھا کہ اگر خود گئے اور حسب عادت راہ فرار اختیار کی تو اسلام و مسلمانوں کی ہوا اکھڑ جائے گی۔ کیونکہ انکے سابقہ اور موجودہ فرار کی نوعیت مختلف ہوتی پہلے وہ بحیثیت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ایک سپاہی کے شریک جنگ ہوا کرتے تھے۔ اور اب کی مرتبہ ان کی حیثیت قیم الامر (حاکم) کی تھی جو مہرے میں ڈورے کی منزلت رکھتا ہے۔ جس کے ٹوٹ جانے سے تمام مہرے بکھر جاتے ہیں۔ اور ان کے گر جانے کے بعد دیواریں کھڑی نہیں کی جا سکتیں اسطرح مسلمانوں کا بنا بنایا وقار ختم ہو کر رہ جاتا۔ انکو قیم الامر (حاکم) یا قطب آسیائے رعیت کہنے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ آنجناب عمر صاحب کو خلیفہ۔ رسول بھی سمجھتے تھے

پڑیں پتھر ایسی سمجھ پہ تم سمجھے تو کیا سمجھے

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حاکم خواہ مسلمان ہو یا کافر نیک ہو یا بد۔ اس کی حیثیت ایک محور کی ہوتی ہے جس کے ارد گرد ملک کا نظام گردش کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں آنجناب کا بھی ایک ارشاد دوسرے مقام پر موجود ہے فرماتے ہیں لا بد للناس من امیر بر او فاجر یعمل فی امرتہ المومن ویستمتع فیھا الکافر الخ۔ لوگوں کیلئے حکمران کا وجود لازمی ہے۔ نیکوکار ہو یا بدکار تاکہ مومن عمل کر سکے اور کافر بہرہ مند ہو۔ الخ (نہج البلاغہ) اور یہ بات ظاہر ہے کہ عمر صاحب کو قطع نظر اسکے صحیح یا غلط ہونے کے اقتدار تو حاصل تھا۔ لہٰذا رعایا میں ان کی مرکزیت مسلم تھی لہٰذا انکے مرکز چھوڑنے سے سب لوگ گھروں سے نکل پڑتے اور انکی ہزیمت و پسپائی سے سارے مسلمانوں کی پسپائی لازم آتی ان بیانات سے واضح و عیاں ہو گیا کہ اس کلام معجز نظام سے سوائے عمر کے دنیوی اقتدار کو تسلیم کرنے کے اور کسی بات کا اظہار نہیں ہوتا۔ اہلسنت کو ایسے بھدے اور کیک استدلال پیش کرنے سے شرم کرنا چاہیئے کہ صحیح مسلم (ج ۲ ص ۹۰ مع شرح نووی) کی روایت صحیحہ کے مطابق حضرت امیر علیہ السلام جن لوگوں کو گنہگار، جھوٹا، غدار اور خیانتکار سمجھتے تھے انکو ایسی بے سروپا باتوں سے باہم شیر و شکر ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرنے میں شرم محسوس

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

چوتھی روایت اور اس کا جواب

(۵) اصول کافی ص۲۹۶ میں ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قدمت بنت یزدجرد (بخذف عربی) ترجمہ:۔ امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب یزدجرد (شاہ ایران) کی بیٹی مالِ غنیمت میں حضرت عمر کے پاس آئی تو مدینہ کی کنواری لڑکیاں اس کو دیکھنے کیلئے آئیں اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی تو مسجد اسکی روشنی سے چمکنے لگی۔ حضرت عمر نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا "افیروج بافدر ہرمز" حضرت عمر نے کہا۔ کیا یہ مجھے گالی دیتی ہے؟ اور اسکو سزا دینے کا ارادہ کیا تو امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ ایسا آپ کو نہ چاہیے، آپ اس کو اختیار دیجئے کہ جس مسلمان کو چاہے پسند کرے اور اسکو اس کے حصہ میں سمجھ لیجئے۔ تو حضرت عمر نے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس کو اختیار دے دیا۔ اس نے جاکر امام حسین علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ امیر المومنین نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا "جہان شاہ" امیر المومنین نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا۔ اے ابو عبداللہ! اس سے تمہارا ایک فرزند ہوگا جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ زین العابدین پیدا ہوئے" اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے۔

(۱) حضرت علیؑ اور امام حسینؑ حضرت عمر کی بارگاہ میں باریاب رہے اور مالِ غنیمت میں ..... برابر حصہ لیتے ..... ؛

(۲) حضرت عمر کو حضرت علی اور ... امام حسین سے اس قدر محبت تھی کہ .... شاہی خاندان کی ... خاتون ..... بخش دی۔ جو تمام سادات کی جدہ علیا ہے۔

(۳) جناب امیر علیہ السلام حضرت عمر کی خلافت کو جائز ..... اور آپ کو برحق خلیفہ جانتے تھے۔ اسی لئے یہ عطیہ قبول کیا۔ ورنہ ایک کافر یا منافق کی فتوحات کا مالِ غنیمت ایک متقی متورع مسلمان کو ..... لینا ہرگز جائز نہیں ہے ؛

سادات پر حضرت عمر کا بھاری احسان

شیعہ سادات اگر احسان فراموش نہ ہوں تو حضرت عمر کے بار منت سے قیامت تک سبکدوشی نہیں ہو سکتے۔ اگر حضرت عمر حضرت شہر بانو حضرت امام حسین کو نہ بخش دیتے نہ زین العابدین کا وجود ..... ظہور پذیر ہوتا ..... نہ اُن کی پشت سے سادات ہی پیدا ہوتے ..... معاذ اللہ اگر حضرت عمر مسلمان نہ تھے تو ان کا بخشا ہوا مالِ غنیمت نہ حضرت علی کو نہ حضرت امام حسینؑ کو لینا حلال ہوتا۔ تو پھر حضرت شہر بانو کا نکاح بھی جائز نہ ہو سکتا۔ اس امر کے جوابدہ شیعہ سادات ہیں کہ جب معاذ اللہ تزویج ہی صحیح نہیں تو اولاد کیسے رشید ہو سکتی ہے؟ — ایک اور بات! پھر قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت شہر بانو ..... کی بخشش بجائے خود بھی ایک بڑی ایثار کی بات تھی کہ اپنی اولاد پر حضرت امام حسین کو ترجیح دی ..... شیعہ کہتے ہیں کہ شیخین نے باوجود مشکل کشا اور خاتون کی منت خوشامد کے باغِ فدک ان کو نہ دیا تو شہر بانو کا گراں قدر عطیہ کیسے مل سکتا تھا۔؟ علاوہ ازیں شہزادی تو وہ بیش قیمت شاہانہ پوشاک اور گراں بہا زیورات پہنے ہوئے تھی۔ جن کی قیمت سے فدک جیسے کئی باغ خریدے جا سکتے تھے۔ لباس فاخرہ زرنگار و زیورات و جواہرات حضرت امام حسین کے حوالہ کر دی۔ اگر حضرت عمر کو بزعم شیعہ اہلبیت سے عداوت ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے ——— شیعہ سخت احسان فراموش ہیں کہ باوجود اس قدر احسانات

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے پھران کی شکایات کرتے ہیں..... (آفتاب ص۱۱۸/۱۱۹) ؛

ع نالۂ بلبل شنیدا تو ہنس ہنس کے سنا
اب جگر تھام کے بیٹھ کہ مری باری آئی

الجواب جس طرح اس استدلال کو برگ و بار دے کر اور اس کی ملمع سازی کر کے پیش کیا جاتا وہ بظاہر عامۃ الناس کو بڑا خوش آیند اور وزنی معلوم ہوتا ہے لیکن اگر بنظرِ انصاف معمولی سے غور و فکر سے کام لیا جائے تو یہ امر الم نشرح ہو جاتا ہے کہ یہ استدلال تار عنکبوت سے بھی زیادہ بودہ و کمزور ہے۔ اور چند وجہ ناقابل توجہ دالتفات ہے،

اوّلاً جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ جہاد ابتدائی ۔ جہاد دفاعی ؛

شیعہ مذہب میں جو یہ شرط ہے کہ جہاد میں نبی یا امام کا اذن ضروری ہے۔ ورنہ اسکے بغیر جہاد صحیح نہیں ہوتا۔ تو یہ شرط جہاد ابتدائی میں ہے۔ نہ دفاعی میں۔ اور وہ جنگ جو غزوۂ فارس کے نام سے مشہور ہے جسمیں حضرت شہربانو اسیر ہو کر آئیں یہ دفاعی جنگ تھی۔ کیونکہ عجمیوں نے مسلمانوں پر پہلے چڑھائی کی تھی۔ جیسا کہ نہج البلاغہ کی اس عبارت میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے جو سابقہ استدلال میں بضمن مشورۂ عمر با حضرت امیر در غزوۂ فرس مذکور ہے۔ اور اس قسم کی جنگ میں اذن نبی و امام کی شرط نہیں ہے لہذا یہ جنگ صحیح تھی۔ اور اس سے حاصل شدہ مالِ غنیمت بھی جائز تھا۔ (وہو المطلوب) ؛

ثانیاً۔ مذکورہ بالا حقائق سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ جہاد ابتدائی تھا۔ تب بھی کم از کم عہد عمر کی جنگوں میں سے یہ دوسری صحیح جنگ تھی۔ جس میں اقلیم امامت کے پہلے تاجدار اور مسند رسولؐ کے صحیح حقدار یعنی حضرت حیدر کرار سے قبل از جنگ مشورہ طلب کر لیا گیا تھا۔ جیسا کہ مؤلف نے سابقہ استدلال میں اسی مشورہ پر بنا رکھ کر حضرت علی اور ثلاثہ کو باہم شیر و شکر ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اس لئے اس غزوہ میں جو کچھ مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہ جائز تھا ؛ (وہو المقصود)

ثالثاً۔ شیعیانِ حیدر کرار پر یہ سراسر بہتان ہے کہ وہ جناب عمر یا اسکے دوسرے دو ساتھیوں کو کافر سمجھتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ انہیں مؤمن نہیں سمجھتے اور یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ شارع اقدسؐ نے ظاہری شریعت میں غیر مؤمن کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ روا رکھا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی طرح اس کے فعل کو بھی مبنی بر صحت تسلیم کیا جائے گا ؛ تو جب جنگ صحیح ہو گی تو اس سے حاصل شدہ مالِ غنیمت بھی جائز ہو گا۔

رابعاً۔ اگر بفرضِ محال (فرض محال محال شد کے طور پر) چند لمحوں کے لئے انکو الیٰ ہا یہی مان لیا جائے تب بھی اس مالِ غنیمت کے حلال و جائز ہونے پر کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ جب قرآن میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ کلب معلّم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کا کیا ہوا۔ بنکار متقی و متورع مسلمان کیلئے جائز ہے۔ کو بلا تشبیہ انسان کی جنگ سے حاصل شدہ مالِ غنیمت کیوں حضرت امیرؑ یا حضرت امام حسینؑ جیسے متقین بلکہ امام المتقین کے لئے جائز نہ ہوگا ؟ ؟

خامساً۔ جناب شہربانو عاقلہ و بالغہ رشیدہ و مختارہ تھیں تو جب انہوں نے اپنے ارادہ و اختیار سے سرکار سید الشہداءؑ کو اپنا سرتاج بنانے کیلئے منتخب کر لیا۔ تو اب اس سوال کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ یہ جنگ جائز تھی یا ناجائز ؟ کیونکہ جنگ جائز ہو یا ناجائز تمام اسلامی مکاتبِ فکر کے نزدیک یہ عقد و ازدواج بہر حال جائز ہے۔

سادساً۔ گذشتہ تمام جوابات اس بات کے تسلیم کر لینے کی صورت میں ہیں کہ جناب بی بی شہربانو عمر کے دورِ حکومت میں آئیں۔ ورنہ شبلی نعمانی (الفاروق ج ۲ ص ۲۱۸) جیسے کئی مورخین کے نزدیک یہ واقع اصول روایت اور روایت کے مطابق بالکل بے بنیاد ہے۔ اور ان لوگوں میں پھر اختلاف ہے بعض کا یہ خیال ہے کہ عثمان کے دورِ حکومت میں آئیں اور بعض (مثل صاحبِ ناسخ و محدث قمی در منتہی الآمال) کی تحقیق یہ ہے کہ یہ معظمہ حضرت امیرؑ کے ظاہری عہدِ خلافت میں آئیں بنابریں تحقیق سرے سے یہ معاملہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔

سابعاً۔ یہ کہنا کہ حضرت علیؑ و امام حسینؑ عمر کی بارگاہ میں جاتے اور مالِ غنیمت سے حصہ لیتے تھے محض اسی واقعہ سے قیاس بے اساس پر مبنی ہے جو استقرار ناقص بلکہ انقص ہے جو مفید ظن بھی نہیں۔ چہ جائیکہ اس سے یقین حاصل ہو ؛ علیٰ ممکن ہے کہ جب سارے مدینہ میں غلغلہ بپا تھا۔ کہ ایران عجم آتے ہیں۔ جن میں شہنشاہ ایران کی شہزادیاں بھی ہیں اور انکو دیکھنے کیلئے سارا مدینہ مسجد نبوی میں امڈ آیا تھا۔ تو یہ ذوات قادسہ بھی اپنے علم لدنی کی بنا پر کہ یہ معظمہ حضرت امام حسینؑ کے حبالۂ عقد میں آنے والی تھیں۔ تشریف لاتے ہوں۔ اور اس خاتون کے فارسی کلام کرنے اور عمر کے سزا دینے کا ارادہ کرنے کے وقت جناب امیرؑ نے وہ مشورہ دے دیا ہو۔ جو استدلال میں مذکور ہے اور اس طرح حق بحقدار پہنچ گیا ہو۔ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ یہ بزرگوار ہمیشہ عمر کے دربار میں موجود رہتے تھے اور غنائم سے برابر حصہ لیتے تھے ؟ ؛

ثامناً۔ یہ کہنا کہ "عمر کو حضرت علیؑ و امام حسینؑ سے بڑی محبت تھی۔ اسلئے شاہی خاندان کی خاتون بخش دی" ؏

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ بندۂ خدا!

بخشی وہ چیز جاتی ہے جو ذاتی ملکیت میں داخل ہو۔ یہ معظمہ کب عمر کی ذاتی ملکیت تھیں تاکہ اس پر یہ بخشش کی تعریف صادق آتے ؟ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ تو مالِ غنیمت میں آئیں جو سب مسلمانوں کا مشترکہ مال ہوتا ہے۔ (جن کے سردار آلِ محمدؐ ہیں) اور اپنے حقِ اختیار کو استعمال کر کے حیدر کرار کے محبوب کردگار فرزندِ امام الکونین حضرت امام حسینؑ کو منتخب کر لیا۔ تو اس میں عمر کی بخشش یا ایثار کا کیا سوال ہے ؟ ؛

تاسعاً۔ مؤلف نے یہ بے پر کی بھی اڑائی ہے کہ حضرت عمر کا سادات پر احسان ہے۔ حق بات یہ ہے کہ عمر کا سادات

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کرام پر کوئی احسان نہیں ہے جیسا کہ اوپر واضح دعیاں کیا جا چکا ہے۔ بلکہ یہ سادات کرام کا احسان ہے کہ انکے جدِ امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اونٹ چرانے والا فظ، غلیظ القلب[1] گمنام شخص بظاہر حلقہ بگوشِ اسلام ہوا۔ اور پھر مسندِ خلافت و حکومت پر بیٹھا۔ اور پورے عالمِ اسلام پر حکمرانی کی۔ اگر سادات کے جدِ نامدار کا یہ احسان نہ ہوتا تو عمر کو یہ ملک و مال اور یہ سطوت و اقتدار اور یہ ظاہری وقار کس طرح نصیب ہوتا؟ بلکہ حسب سابق وادیٔ ضجنان[2] میں صبح شام اُنٹ چرایا کرتے۔ یا اپنے والد[3] کی طرح لکڑیاں اکٹھی کر کے بازاروں میں بیچتے اور تنور شکم پُر کرتے اور بالآخر گوشۂ گمنامی میں مر کر ختم ہو جاتے ——— مگر افسوس صرف اہلسنت ہی احسان فراموش نہیں بلکہ خود عمر اس قدر محسن کش اور احسان فراموش واقع ہوا تھا کہ جس محسنِ اعظم کے طفیل اسے یہ سب کچھ عزّ و وقار اور جبروت و اقتدار حاصل ہوا تھا اسی کی لاڈلی بیٹی کا گھر جلانے کیلئے دروازے پر آگ و لکڑیاں جمع کیں اور گستاخانہ کلام کیا۔ اور اسی محسنِ اعظم کی ذرّیت کا حقِ خمس ضبط کیا۔ (الفاروق) پہلو ئے فاطمہ پر دروازہ گرایا جس سے شہزادہ محسن کی شہادت واقع ہوئی (الملل والنحل)

لہٰذا آج اگر اس عمر کے تابعدار و جدار (اپنی ماؤں کی اولاد جب ہی تو کہتے ہیں کہ خدا قیامت کے دن لوگوں کو ماؤں کے نام سے پکارے گا) سادات عظام کے نسب میں دبے الفاظ میں قدح کر کے اپنے خبثِ باطن اور سادات دشمنی کا ثبوت فراہم کریں۔ تو ہمارے لئے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے

ع تلک شقشقۃ اعرفہا من اخرم

ع پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے!

عاشراً۔ جہاں تک مسئلہ فدک کا تعلق ہے اس موضوع پر وہاں مفصل گفتگو کی جائے گی جہاں مؤلف اس عنوان پر گفتگو کا آغاز کریں گے۔ سرِ دست صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ جناب شہر بانو اپنے ساتھ اس قدر لباس

---

[1] لفظ غلیظ القلب، عمر صاحب کی تند خوئی و درشت طبعی زبان زدِ خلائق ہے اسی بنا پر کتب سیر و تواریخ میں لکھا ہے کہ جب ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنانا چاہا تو صحابہ نے شور مچایا کہ تم فظ غلیظ القلب کو خلیفہ بناتے ہو (ازالۃ الخفا) مگر ابوبکر صاحب نے کسی کے شور و شر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عمر کے سقیفہ والے احسان کا بدلہ چکا ہی دیا۔ (منہ عفی عنہ)

[2] جناب عمر زمانۂ جاہلیت میں وادیٔ ضجنان میں بعض قبائل عرب کے اونٹ چرایا کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو لسان العرب ص ۱۱۲ ج ۱۷، تاج العروس ص ۲۶۲ ج ۹، طبری ص ۲۹ ج ۴۔ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۶۵) (منہ عفی عنہ)

[3] عمر صاحب کے والد خطاب ایندھن اکٹھا کر کے فروخت کیا کرتے تھے اور عمر صاحب بھی انکا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ اور اسی مشغلہ پر گذر اوقات تھی۔ (العقد الفرید ج ۱ ص ۹۱) (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فاخرہ اور زیورات وجواہرات لائیں جس سے کئی باغِ فدک خریدے جا سکتے تھے۔ یہ خیال بچند وجہ محال ہے۔

(الف) یہ مؤلف کی محض قیاس آرائی ہے (جو انکو ابلیس سے ورثہ میں ملی ہے) کہ جب وُہ شہزادی تھیں تو ضرور زیورات وجواہرات ہمراہ لائی ہونگی ورنہ اسکا کوئی قابلِ اعتماد تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ اور یہ قیاس اس لئے بے اساس ہے۔ کہ وہ بحالت شہزادگی دربار میں نہیں آئی تھیں بلکہ بحالت اسیری آئی تھیں۔ اور انکا تمام شاہی مال واسباب پہلے ہی مسلمان بطور مال غنیمت لوٹ چکے تھے۔

(ب) اگر اسے صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس سے جناب عمر کی منقبت نہیں بلکہ منقصت ثابت ہوتی ہے اور ان کی دیانت وامانت کا جنازہ نکل جاتا ہے کہ اس قدر زرِ کثیر صرف ایک بزرگ (امام حسین) کے حوالے کیوں کر دی جبکہ سب مسلمان اس میں شریک تھے۔

(ج) امام حسین نے معصوم ومطہر عن الرجس ہوکر اپنے استحقاق سے زائد حصہ کیوں قبول کیا؟

(د) یہ خیال درحقیقت فدک کے حدود اربعہ نہ سمجھنے کی پیداوار ہے بلکہ اسی دقیانوسی نظریہ پر مبنی ہے کہ باغ فدک چند کھجوروں پر مشتمل تھا۔ جو سراسر غلط ہے۔ (تفصیل مسئلہ فدک بیان کی جائے گی۔ انشاء) اگر معترض کو حقیقتِ فدک کا علم ہوتا تو یہ بات زبان پر نہ لاتا! تلك عشرة كاملة فقدمنا الى ما عملوا من عمل فجعلناه هباءً منثورا۔

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک وبد حضور کو سمجھائے جائیں گے

پانچویں روایت اور اس کا جواب

(۵) حیات القلوب ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے خاصہ وعامہ روایت کردہ اند کہ جنگ احزاب (بحذف فاسی) ترجمہ خاص عام نے روایت کیا ہے کہ جنگ احزاب میں حضور علیہ السلام خندق کی کھدائی کا کام صحابہ کرام میں اس طرح تقسیم کیا کہ دس دس اشخاص چالیس چالیس گز کی کھدائی کریں۔ جو زمین حضرت سلمان اور حذیفہ کے درمیان تقسیم تھی اس میں ایک پتھر آگیا۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عرض کیا تو حضور مسجد احزاب سے اتر کر آئے اُن سے ہتھیار لے کر تین بار پتھر پر رسید کیا۔ ہر مرتبہ پتھر کا تیسرا حصہ اڑ گیا اور ہر دفعہ کی ضرب سے پتھر سے روشنی نکلی جس سے جہان روشن ہوگیا۔ حضور علیہ السلام نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا۔ صحابہؓ نے بھی تکبیر کہی۔ حضور نے فرمایا۔ پہلی روشنی میں میں نے یمن کے محلات دیکھ لیئے۔ کہ خدا نے وہ ملک مجھے دے دیا۔ دوسری میں شام کے محلات نظر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

آئے اور وہ ملک بھی خدا نے مجھے عطا فرمایا، تیسری ملک دان کے چوبارے دکھائی دئے۔ اور خدا نے بادشاہ عجم کی سلطنت مجھے بخش دی۔ پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ خدا اس دین کو غالب کرے گا۔ خواہ کفار بُرا منائیں۔ یہی واقعہ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں بروایت امام جعفر صادق علیہ السلام درج ہے اور حملہ حیدری نے بھی اسکو نظم میں لکھا ہے! ع

بداں فاقہ و ضعف سالار دیں

ستد تیشہ از دست انصار دیں الخ

پس اب ہم شیعہ حضرات سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کب۔ کس کے عہد میں پوری ہوئی؟ یہ بات مسلم ہے کہ رقم یمن۔ مدائن حضرت عمر کے عہد میں فتح ہوئے قیصر و کسریٰ کے تخت آپ نے الٹ دیئے۔ پھر اگر معاذ اللہ، حسب زعم شیعہ حضرت عمر منافق یا کافر تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے اُنکے فتوحات کی خوشی کیوں کی ——— واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو جناب رسول اللہ ..... اپنا جائز جانشین تصور فرماتے تھے ——— کیا شیعہ صاحبان میں کوئی صاحب بصیرت ہے جو اپنی کتابوں کی بیّن شہادت دیکھ کر خیال کرے کہ جن پاک ہستیوں کی تم شکایت کرتے ہو۔ رسول پاک کے دین کی انہوں نے کیسی مدد کی؟ اور کیسے کیسے مادی جبروت سلاطین کو حلقہ بگوش اسلام بنایا ——— مولانا شبلی نے الفاروق حصہ دوم میں یورپین مؤرخین کی رائے کے موافق فتوحات فاروقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کی یوں تشریح کی ہے کہ حضرت عمر کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۵۱۰۳۰ میل مربع یعنی مکہ معظمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۰ مشرق کی جانب ۱۰۲۷ جنوب کی جانب ۴۸۳ میل تھا۔ مغرب کی جانب چونکہ صرف جدہ تک یہ حکومت تھی۔ اس لئے وہ قابل ذکر نہیں ..... سچ تو یہ ہے کہ دنیائے اسلام حضرت عمر کی ذات اقدس پر جس قدر فخر کرے بجا ہے ..... ایک ہزار چھتیس ہزار بلاد و امصار۔ جن میں کفار کی حکومت اور بتوں کی خدائی مانی جاتی تھی فتح کر کے ان کو دارالاسلام بنایا۔ اور باشندگان کو کلمہ توحید پڑھایا۔ جامع مسجدیں تعمیر کیں۔ ہزاروں بت خانے گرائے۔ اور آتشکدے سرد کیے ———

آپ کی صولت فاروقی نے لشکر قیصر و کسریٰ کو ہزیمت دی۔ اور عجم و عراق سے بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

کی ہے خلافت آپ نے کس دھوم دھام سے ✤ ایران سے خراج لیا اور شام سے

شوکت بھی فخر کرتی ہے حضرت کے نام سے ✤ گر شبہ ہو تو پوچھ لو ہر خاص و عام سے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

طہران اور عراق میں سکہ بٹھادیا ÷ گبروں کا نام ملک عجم سے مٹا دیا

(آفتاب ہدایت صـ۱۱۲)

الجواب اس استدلال کا لب لباب یہ ہے کہ جناب عمر نے بہت سے دیار امصار بلکہ بہت سے ممالک فتح کئے اور انکی وجہ سے اسلام کو بڑی تقویت حاصل ہوئی یہ سب کچھ ٹھیک ہے مگر اس سے نہ جناب عمر کا ایمان ثابت ہوتا ہے نہ خلافت اور نہ ہی نجات کیونکہ ہم گذشتہ باب میں پہلی اور بائیسویں آیت کے جواب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں کہ نجات آخروی کا دارومدار عقیدہ، عمل صالح اور خاتمہ بالخیر یا الفاظ دیگر ایمان مستقر پر ہے۔ اور اٹھارویں آیت کے جواب میں بالتفصیل اس امر پر تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ ملکی فتوحات کو کسی شخص کے ایمان کی دلیل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ متعدد کتب تفسیر وحدیث میں مرقوم ہے کہ ان اللہ تبارک وتعالےٰ یؤید الاسلام برجال ما ہم من اہلہ۔ خداوند عالم دین اسلام کی تائید ایسے لوگوں سے بھی کر دیتا ہے جو خود اہل اسلام نہیں ہوتے (کنز العمال ج ۲ صـ۲۱۲ بعض روایات میں یہ الفاظ موجود ہیں فاللہ تبارک وتعالےٰ یؤید الدین باقوام لا خلاق لہم رواہ النسائی وابن حبان) خداوند عالم ایسے لوگوں سے بھی دین کی تائید ونصرت کر دیتا ہے۔ جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہوتا (تفسیر اتقان ج ۲ صـ۳۵) بعض اخبار میں یہ الفاظ درج ہیں ان اللہ یؤید الدین بالرجل الفاجر خدا اپنے دین کی مدد وتائید فاسقوں فاجروں کے ذریعہ سے بھی کر دیتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ صـ۱۳۱ مع فتح الباری طبع دہلی) باقی رہی یہ بات کہ بعض ممالک کے فتح ہونے کی پیشگوئی کب اور کس کے عہد میں پوری ہوئی؟ تو اس سے جو کچھ فضل وشرف ثابت ہوتا ہے وہ صرف پیشگوئی کرنے والے بزرگوار کا ہے کہ وہ صاحب علم لدنی اور ما ینطق عن الہوی کے مصداق تھے جو کچھ فرمایا وہ من وعن پورا ہوا خواہ جس کے ہاتھ پر ہوا۔ جو روایت استدلال میں حیات القلوب اور فروع کافی کے حوالہ سے پیش کی گئی ہے اس میں اس شخص کے متعلق کوئی ایک لفظ بھی موجود نہیں کہ جس کے عہد میں یہ پیشینگوئی پوری ہوگی، وہ کون اور کیسا ہوگا۔ حیات القلوب صـ۲۲۹ ج ۲ طبع نولکشور میں جو روایت ہے اس سے تو اس فاتح کی سراسر مذمت ظاہر ہوتی ہے۔ اس روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیشینگوئی فرمائی تو ابوبکر وعمر باہمی گفتگو کرنے لگے کہ نمی توانیم از ترس بقضائے حاجت بہ رویم او وعدۂ ملک پادشاہ عجم و پادشاہ رُوم بما میدہد۔ یعنی ابوبکر وعمر نے (بطور تمسخر) ایک دوسرے سے کہا ہم تو قضائے حاجت (بول وبراز) کرنے کیلئے باہر نکل نہیں سکتے۔ اور یہ (رسولؐ) ہم سے رُوم وعجم کی بادشاہتیں ملنے کے وعدے کر رہے ہیں۔ اور حیدری کے بعض اشعار ناظم کے طبع زاد خیالات کے آئینہ بردار ہیں۔ اور ابھی اُوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ دین کی نصرت بے دینوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا فرعون نے حضرت موسیٰ کی پرورش کر کے بالواسطہ دین کو تقویت نہیں پہنچائی؟ تو کیا بغیر ایمان وعمل صالح وخلوص نیت اسے کچھ فائدہ حاصل ہوگا؟ حاشا وکلا۔ عمر صاحب کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ممالک مفتوحہ کی جو فہرست شبلی نعمانی صاحب کے حوالہ سے پیش کی گئی ہے۔ اگر کتب تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو اس سے بہت زیادہ طویل و عریض فہرستیں۔ سکندر اعظم، ہلاکو خاں، اور نپولین وغیرہ فاتحینِ عالم کے حالات میں مل جائیں گی۔ انکا اصل مقصد تو یہ تھا کہ جو ع الارض کے تحت اپنا مادی اقتدار بڑھایا جائے۔ اور مال و زر سے خزانوں کو بھرا جائے۔ سو یہ مقصد حاصل ہو گیا۔ جیسا کہ مؤلف نے بالآخر اس حقیقت کا اعتراف کر ہی لیا کہ "آپ کی صولت فاروقی نے لشکر قیصر و کسریٰ کو ہزیمت دی اور عجم و عراق سے بے شمار مالِ غنیمت حاصل کیا" (آفتاب ۱۲۲) سچ ہے۔ من اراد الدُّنیا نوتہ منہا و مالہ فی الآخرۃ من نصیب۔ اگر سچ پوچھئے تو ان لوگوں کی ان فتوحات نے اسلام کو اغیار کی نظروں میں بدنام کیا ہے اور ان کو یہ کہنے کا موقع فراہم کیا ہے کہ اسلام جو اطراف و اکناف میں پھیلا ہے وہ اپنی صداقت و حقانیت کی بنا پر نہیں بلکہ بزورِ شمشیر پھیلا ہے، یہ لوگ اپنے اس زعم باطل کی تائید میں انہی ملکی فتوحات اور انہی خلفاء کے جنگی کارناموں کو پیش کیا کرتے ہیں۔ اسلئے ان فتوحات پر جس قدر افسوس کیا جائے وہ بجا ہے اور کم ہے۔ اے کاش! کہ وہ یہ فتوحات کر کے اسلام کو بدنام نہ کرتے۔

چھٹی روایت اور اس کا جواب

(۶) حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۴۵ میں ہے "ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردہ اند کہ روزی آنحضرت نظر کرد بسوئے ذراعہائے سراقہ بن مالک الخ ۔۔۔۔ (بحذف فارسی) ترجمہ۔ ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ بن مالک کے بازوؤں کو دیکھا جو بہت پتلے اور بالوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور فرمایا: سراقہ! تمہاری اس روز کیا حالت ہو گی جب شاہِ عجم کے کنگن تمہارے ہاتھ میں ہوں گے۔ پھر جب حضرت عمر کے زمانہ میں مدائن فتح ہوا۔ تو آپ نے سراقہ کو طلب کیا اور شاہِ عجم کے کنگن اسکے ہاتھ میں پہنا دیئے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس روایت کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو جن کو قیامت تک کے واقعات کا علم غیب حق تعالےٰ نے بخشا ہوا تھا۔ اپنے جلیل القدر صحابی حضرت عمر کی فتوحات کو دیکھ دیکھ کر ایسی خوشی ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو نئے نئے طریق سے بشارت سنا کر حضرت عمر کی جلالت ـــــ پر متنبہ فرماتے تھے ـــــ بھلا اگر حضرت عمرؓ بقول شیعہ ـــــ کافر و منافق ہوتے تو اُن کا جہاد ناجائز ہوتا اور ـــــ مالِ غنیمت، مالِ مغصوب ـــــ تو کیا رسولِ خدا ـــــ سراقہؓ کو مالِ حرام ـــــ کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی؟ شیعو غور کرو۔ (آفتاب صـ۱۲۳)

الجواب: اس روایت کا بنابر تسلیم (کیونکہ ہمارے پاس نولکشور لکھنؤ کا مطبوعہ نسخہ موجود ہے اس میں سابقہ روایت کی طرح اس روایت کا بھی محولہ بالا صفحات بلکہ اس سے قبل و بعد کئی صفحات دیکھ ڈالے مگر اس کا کہیں نام و نشان نہیں ملا) وہی جواب ہے جو سابقہ روایت کے متعلق دیا گیا ہے کہ اس سے صرف پیشگوئی کرنے والے (حضرت رسولِ خدا) کی صداقت و حقانیت ظاہر ہوتی ہے کہ جس طرح باعلام اللہ خبر دی تھی اسی طرح وقوع پذیر ہوئی ـــــ اسی لئے پیشگوئیوں کے پورا ہونے کو صداقتِ نبی کی دلیل سمجھا جاتا ہے۔ اس سے کیا غرض کہ وہ کس کے عہد میں پوری ہوئی؟ یا کس کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی؟ نہ ہی اس میں اس غزوہ کے جواز یا عدم جواز کا کوئی تذکرہ ہے اور نہ ہی اس سے حاصل شدہ مال کے حلال و حرام ہونے کا اس سے کوئی تعلق ہے! اس میں تو صرف یہ ہے بسراقہ! تمہاری اس روز کیا حالت ہوگی جب شاہِ عجم کے کنگن تمہارے ہاتھ میں ہونگے" اور اگر بنابر تنزل یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان الفاظ سے اس مال کا حلال ہونا سمجھا جاتا ہے تو سابقہ روایت نمبر ۳ کے جواب میں واضح کیا جا چکا ہے کہ یہ غزوہ فارس بوجہ حضرت علیؓ سے مشورہ طلب کرنے کے جائز اور اس سے حاصل شدہ مال حلال تھا ـــــ مخفی نہ رہے کہ یہاں مؤلف نے یہ لکھا ہے کہ "حق تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کو قیامت تک کے واقعات کا علم غیب بخشا ہوا تھا (صـ۱۲۲) لیکن اسی کتاب کے صـ۱۰۱ و صـ۱۹۴ پر امام کے علم ماکان و مایکون کی رد کرتے ہوئے "اس علم کو خاصۂ ربوبیت قرار دیا ہے"! سچ ہے ؎ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ اسے بغض و عناد اہلبیت کی دنیوی سزا سمجھنا چاہیئے کہ ان لوگوں کا حافظہ ختم ہو جاتا ہے اور دینی و ذہنی فہم شعور سلب ہو جاتا ہے اور دیانت و امانت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ وعذاب الاخرۃ اشد ابقی۔ مؤلف کے فرزند قاضی صاحب نے صـ۱۲۲ کے ذیلی حاشیہ میں اس "علم غیب" کی جو تاویل کی ہے کہ اس سے مراد "علم اجمالی" ہے نہ "تفصیلی" تو شیعی عقیدہ کہ "امام کو ماکان و مایکون کا علم ہوتا ہے" کی بھی یہی تاویل فرما دیں تاکہ اخوت اسلامی کا کچھ تو حق ادا ہو سکے ؎ احمل فعل اخیک المسلم علی الصحۃ۔ لیکن خدا تعصب کا برا کرے جب اسکی پٹی آنکھوں پر بندھ جائے تو پھر آدمی حق و باطل میں امتیاز نہیں کر سکتا۔

؎ شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا ۔ یہ پھل ہے جو جنت سے نکلوا گیا آدم کو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ساتویں روایت اور اس کا جواب

(۷) یہ امر مسلم ہے کہ حضرت عمر کی دختر نیک اختر حضرت حفصہ کو حضور علیہ السلام کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل تھا اور آپ رسول پاک کے خسر تھے تو معاذ اللہ آپ منافق نہ کافر ہوتے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر شادی نہ کرتے۔ جب آپ کو صریح حکم تھا ولا تنکحوا المشرکات ۱۰ مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو لا محالہ ماننا پڑے گا کہ عمر صاحب فضیلت و شریعت تھے ——— بھائیو! خسر بمنزل والد واجب التعظیم ہوتا ہے پھر جو لوگ حضرت عمر کو برا بھلا کہتے ہیں وہ گویا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کو برا کہتے ہیں پھر ایسے لوگوں کا قیامت میں کیا حال ہوگا؟ عبرت، عبرت، عبرت

کیا ہو گیا ہے خبط یہ شیعہ کرام کو
کرتے ہیں سب وشتم صحابہ کرام کو

دیتے مغلظات ہیں منبر پہ بیٹھ کر
ازواج پاک سید بیت الحرام کو

حضرت کے دوستداروں کو دیکر یہ گالیاں
دیتے ہیں یہ دکھ رسول علیہ السلام کو

لعنت کا ورد کرتے ہیں صلوات کے بجا
لعنت وظیفہ اُن کا ہے بس صبح و شام کو

حضرت ہمارے رحمت عالم ہیں بالیقین
ایسے سے پیار امت خسرالانام کو

یہ بات بس بعید ہے اے یار عقل سے
لعنت سے پیار ہوتا ہے شرالانام کو

اصحابؓ سے رسولؐ سے سمجھو نہیں جدا
پڑھ کر ذرا تو دیکھو خدا کے کلام کو

ایسی معیت ان کو تھی حاصل رسول سے
بھولے نہ ایک پل میں بھی حضرت کے نام کو

زندہ رہے تو آپ پہ ہر دم فدا رہے
ملحوظ ہر طرح سے رکھا احترام کو

مر کر بھی ساتھ چھوڑا نہ اپنے حبیبؐ کا
آقا سے کیا پیار تھا دونوں غلام کو

پہلو بہ پہلو سوتے ہیں حضرت کے دونوں یار
اور حشر ہوگا ساتھ ہی یوم القیام کو

محشر میں بھی نہ چھوڑیں گے ہرگز نبی کا ساتھ
حتیٰ کہ مل کے جائیں گے دار السلام کو

جلتا ہے گر رقیب حسد سے جلا کرے
بخشا یہ قرب حق نے صحابہ کرامؓ کو

آغوش میں نبیؐ کے وہ سوتے ہیں دوستو
رحمت برس رہی ہے وہاں صبح و شام کو

جب لا یحاد ونک حق نے بتا دیا
ملتا نہیں پڑوس یہ ہرگز لئام کو

کرتے ہو اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ
یہ لعن طعن چھوڑ دو اور اتہام کو

ڈالا گلے میں طوق لعنت کا تم نے کیا
کرتے ادا نہیں ہو صلوٰۃ و صیام کو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مرغوب میر جی کو ہے اب دارے کی نشست — مسجد نہیں پسند محب امام کو
ڈاڑھی ہے چٹ جناب کی اور مونچھیں دراز ہیں — اور کر رکھا وظیفہ ہے بھنگ حرام کو
کر لیتے سال بھر میں ہیں مجلس امام کی — پس آپ بخشے جائیں گے یوم القیام کو
مجلس حسین کی لگی واہ واہ کیا — دے کر منادی جمع کیا خاص و عام کو
چوہڑے مسلی ۔ ڈوم ۔ قلندر ہیں جمع یاں — آئے ہیں مل کے پیٹنے حضرت امام کو
روزہ ۔ نماز کا نہ لیا عمر بھر میں نام — استنجا بھی کیا نہیں سال تمام کو
ناپاک منہ سے لیں گے یہ نام حسین کو — ہو گی بہت خوشی ہی ائمہ عظام کو
زندہ شہید ہوتے ہیں قرآن ہے گواہ — تم پیٹتے ہو مردہ سمجھ کر امام کو
ہے پیٹنا حرام یہ صادقؑ نے کہدیا — تم بندگی سمجھتے ہو فعل حرام کو
قولِ خدا و قولِ پیمبرؐ سے ۔ ہے ابا — اور خود بھی گھڑ رکھا ہے خیالات خام کو
ہیں دشمنانِ دین نہ مومن ہیں یہ دبیر — بس دے رہے ہیں دھوکا یہ مل کر عوام کو

(آفتاب صہ ۱۲۵)

الجواب اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جناب حفصہ کو زوجیتِ رسول کا شرف حاصل تھا۔ مگر قابلِ غور یہ چیز ہے کہ وہ صاحبہ کس طرح رسولِ خدا کے حبالۂ نکاح میں آئی تھیں؟ جو کچھ کتب سیر و تواریخ سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ پہلے خنیس بن حذافہ سہمی کی زوجیت میں تھیں۔ اس کی وفات کے بعد جناب عمر کو انکے عقد ثانی کی فکر ہوئی مگر معلوم ہوتا ہے کہ موصوفہ کی صورت و سیرت کی کچھ اچھی شہرت نہ تھی۔ اسلئے کچھ عرصہ انتظار کیا مگر جب کسی نے مگنی کرنے کی ہمت و جرأت نہ کی تو جناب عمر نے خود جاکر لوگوں کو ان سے نکاح کرنے کی پیش کش کی۔ مگر کسی نے بھی اُن کو قبول نہ کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے اپنے ہم نوالہ و ہم پیالہ ابوبکر صاحب کی خدمت میں التجا کی۔ لیکن ابوبکر اعراض نمودہ در جواب ہیچ نگفت "انہوں نے ایسی خاموشی سادھی کہ نفی یا اثبات میں کوئی جواب ہی نہ دیا۔ جب انہیں اُدھر سے مایوسی ہوئی تو پھر عثمان صاحب کی بارگاہ میں التماس کیا مگر "قبول نہ کرد" انہوں نے بھی اس پیش کش کو قبول نہ کیا۔ بالآخر ہر طرف سے تھک ہار کر صاحب خلقِ عظیم (فداہ ابی و امی) کی سرکار میں استدعا کی اور انہوں نے ازراہ خلق و مروت اس کو قبول کر لیا۔ لیکن اس نیک اختر سے آنحضرتؐ کا نباہ نہ ہو سکا اور آخر کار طلاق تک نوبت پہنچ گئی "چوں آں خبر بعبر رسید خاک

۱؎ ۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بر سرِ خود ریخت و گفت بعد ازیں عمر را چہ وقع و مقدار بماند" یعنی جب یہ خبر وحشت اثر عمر صاحب تک پہنچی تو انہوں نے سر میں مٹی ڈالی اور داد و فریاد کی بالآخر انہی کے اصرار سے مجبور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجوع فرمالیا"۔ (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۴۱۲ طبع لکھنؤ وغیرہ) ان حالات میں اس عقد ازدواج کی کیا وقعت رہ جاتی ہے؟ یہ شیعوں پر سراسر اتہام ہے کہ وہ حضرت ثانی کو کافر سمجھتے ہیں۔ یا انکو گالیاں دیتے ہیں۔ ہم تو کفار و مشرکین پر بھی بموجب آیت "ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ" سب شتم کرنے کو روا نہیں سمجھتے۔ ہاں یہ درست ہے کہ ہم انکو مومن نہیں جانتے اور اگر بفرضِ محال یہ الزام درست بھی ہو تب یہ کس شریعت کا مسئلہ ہے کہ کافر و مشرک کی بظاہر مسلمان لڑکی سے نکاح نہ کیا جائے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ جناب صفیہ کا والد حیی یہودی نہ تھا؟ اور کیا جناب ام حبیبہ کا والد ابوسفیان نکاح کے وقت کافر نہ تھا؟ و۔ د۔ د ــــ؟ تو جو شرف ان لوگوں کو حاصل تھا وہی عمر صاحب کو بھی حاصل ہے؛ مؤلف کا دعوے یہ ہے کہ "کافر و مشرک کے گھر شادی نہ کرو" اور دلیل میں وہ آیت پیش کی جاتی ہے کہ "مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو" اسے کہتے ہیں "مارُوں گھٹنا اور پھوٹے آنکھ" دعوے اور دلیل میں مطابقت کا بھی علم نہیں اور فنِ مناظرہ میں کتاب لکھی جا رہی ہے۔ لقد حسن قدح لیس منہا ؎

بُت کریں دعوے خُدائی کا
شان ہے تیری کہ یا تی کی

خسر بمنزلہ والد واجب التعظیم ہوتا ہے! یہ کس آیتِ قرآن یا پیغمبر اسلام کے کس مستند فرمان سے ثابت ہے؟ بلّغوا توجروا!!! اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی بقول مخاطب خسر بمنزلہ والد ہے۔ خود والد تو نہیں ــ تو اگر مؤلف کو یہ اندیشہ ہے کہ خسرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا کہنے والوں کا قیامت میں کیا حال ہوگا؟ تو کبھی ان لوگوں (اہلسنت والجماعت) کے متعلق بھی سوچا ہے کہ جو رسولِ اسلام کے حقیقی والدین شریفین کو "کافر و مشرک" کہہ کر انکی توہین و تذلیل کرتے ہیں۔ انکا انجام کیا ہوگا؟ لیجیے ہم بتائے دیتے ہیں ؏

بُرا ہوگا، بُرا ہوگا، بُرا ہوگا

ضیافت طبع کیلئے نظم کا جواب نظم میں اور اسی ردیف قافیہ میں پیش خدمت ہے:۔ ھذا بضاعتکم ردّت الیکم اور یہ بات مسلم ہے کہ عوض معاوضہ گلہ ندارد ؛

لہ (ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر ۱۲۱ طبع لاہور) ؛

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جوابی نظم اردو

کیا ہو گیا ہے مفتیٔ اشرف مقام کو ٭ کہتا ہے شام روز کو اور روز و شام
ظاہر میں ادعا ہے کہ نہیں تابع نبیؐ ٭ تجویز کر رکھا ہے قیاس حرام کو
ظاہر میں نام اور ہے باطن میں کچھ عمل ٭ بدنام کر رہے ہیں یہ سنت کے نام کو
عرسوں میں صوفی ناچتے ہیں ڈوم کیطرح ٭ سمجھے ہوئے ہو خوب تم اس دھوم دھام کو
طبلے پہ تم چڑھاتے ہو نام اس جناب کا ٭ کیا منہ دکھا سکو گے رسولؐ انام کو
گمراہ کیوں ہے تعزیہ داری پہ طعنہ زن ٭ کیا تو جواب دے گا شہ خاص و عام کو
دیکھا تھا ام سلمہؓ نے غم میں حسینؓ کے ٭ بیتاب و سر بخاک رسولؐ انام کو

آٹھویں روایت اور اس کا جواب

(۸) حیات القلوب ج ۲ ص ۴۱۹ میں ہے "بروایت دیگر مشت خاک از برائے آنحضرتؐ فرستاد۔ حضرت فرمود کہ اُمت من بزودی مالک زمین او خواہد شد چنانچہ خاک از برائے می فرستاد۔ دوسری روایت میں ہے کہ کسریٰ (شاہ ایران) نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشت خاک بھیجی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عنقریب میری اُمت اس زمین کی مالک ہو گی جیسا کہ خاک اس نے میرے لیے بھیجی" اب یہ مسلم ہے کہ یہ پیشگوئی بھی حضرت عمر کے عہد فرخ میں پوری ہوئی ـــــ کیا معاذ اللہ حضرت عمر منافق و کافر تھے تو حضرت کا یہ فرمانا کہ میری اُمت سرزمین ایران کی مالک ہو گی۔ کیسے درست ہو سکتا ہے ؛

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کیا امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کافر و منافق بھی شمار ہو سکتے ہیں؟ (آفتاب ص ۱۲۵)

الجواب اس استدلال کا جواب بعینہٖ وہی ہے جو اوپر استدلال نمبر ۵، ۶ کا دیا جا چکا ہے۔ ھذہ النعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ یطیل الکلام بالتکرار وما للاختصار

اور یہ جو کہا ہے کہ کیا امتِ رسولؐ میں کافر و منافق شمار ہو سکتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافر امتِ اجابت میں شمار نہیں ہوتے اگرچہ امت دعوت میں شامل ہوتے ہیں (وبینھما بون بعید) مگر ہم انکو کافر نہیں کہتے اور جہاں تک منافقین کا تعلق ہے تو جس طرح بالاتفاق اُن پر دوسرے اسلامی احکام جاری ہوتے ہیں اسی طرح ان پر بظاہر امتِ رسولؐ ہونے کا بھی اطلاق ہو سکتا ہے۔ امتی ہونے کیلئے مومن عادل ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے۔ جس پر مشہور و مسلم الطرفین حدیث "ستفترق امتی علی ثلاثۃ وسبعین فرقۃ" دلالت کرتی ہے فتدبر ولا تکن من الجاحدین ـــــ انا ھدیناہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً ـــ ؎

کردم اشارتے و مکرر نمی کنم!

نویں روایت اور اس کا جواب (۹) حضرت عمرؓ داماد علیؓ تھے ایک روشن دلیل اس امر کی کہ حضرت عمرؓ سے حضرت علی المرتضیٰ کو کمال محبت و پیار تھا اور ان کے نزدیک انکی شرافت و نجابت مسلم تھی۔ یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی دختر بلند اختر حضرت اُم کلثوم کا رشتہ حضرت عمر کو دے کر نکاح کر دیا اگر معاذ اللہ وہ منافق تھے تو جناب امیر علیہ السلام نے بیدہ اُم کلثوم کا کیوں ایک کافر منافق سے نکاح کر دیا؟ شیعہ ـــ کو سخت اضطراب لاحق ہوا۔ اور طرح طرح کی تاویلات رکیکہ سے کام لینے لگے۔ ایک روایت یہ وضع کی گئی ہے کہ اُم کلثوم جبراً چھین لی گئی ـــــ دوسری روایت اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ میں یوں ہے (بحذف عربی) ہشام بن سالم نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ سے ام کلثوم کا ناطہ طلب تو آپ نے کہا وہ چھوٹی لڑکی ہے۔ پھر وہ عباس کو ملے اور کہا ـــ میں نے ناطہ تمہارے بھتیجے علی سے مانگا ہے اس نے انکار کر دیا ہے۔ میں زم زم کو لوٹا دوں گا۔ اور تمہارے جملہ اعزازات کو مٹا دونگا اور علی پر دو گواہ سرقہ کرنے کے گذار کر اسکے ہاتھ کاٹ دونگا۔ حضرت عباس حضرت علی کے پاس آئے اور کہا ناطہ کا مجھے وکیل بنا دو۔ حضرت علی نے انکو اجازت دی اور نکاح ہو گیا" ـــــ ان روایات میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت اُم کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے ہوا۔ لیکن پہلی روایت میں نہایت مکروہ لفظ (فرج) استعمال کر کے کہا گیا ہے کہ اُم کلثوم ہم سے چھین لی گئی ـــــ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دُوسری روایت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت علی ناطہ دینے پر اسلئے مجبور ہو گئے کہ انکو دھمکی دی گئی کہ تمہارے اعزاز چھین لئے جائیں گے۔ بلکہ تمہیں سرقہ کا اتہام لگا کر قطع ید کی سزا دی جائے گی۔ سوا اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ کہ شجاعت مآب فاتح خیبر حیدر کرار سے انکی صغیرۃ السن لڑکی جبراً چھین لی جائے؟ یا اُن کو ڈرا دھمکا کر ناطہ دینے پر مجبور کر دیا جائے ——— کوئی باغیرت بہادر شخص اس قسم کی ذلت کبھی قبول کر سکتا ہے؟ ——— اسی باب تزویج اُم کلثوم میں ایک دوسری روایت درج ہے، ——— رسُول نے فرمایا جب تمہارے پاس ایسا شخص (ناطہ مانگنے آجائے جس کے با اخلاق اور دینداری کا تمہیں اطمینان ہو تو اسے ناطہ دے دو۔ ورنہ زمین میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہوگا۔ (فروع ج ا ص ۱۴۱) ——— ——— حضرت علیؑ بھی چونکہ حضرت عمر کے اخلاق و دینداری کو پسند کرتے تھے ——— انہوں نے نکاح کر دیا شیعہ کی دوسری چال نکاح اُم کلثوم کے متعلق جب شیعہ حضرات کو سخت گھبراہٹ ہوئی ——— تو دُوسری چال یہ کہ ——— وہ ام کلثوم حضرت علیؑ کی اپنی بیٹی نہ تھیں۔ بلکہ بنت اسماء بنتِ عمیس اور حضرت کی ربیبہ تھیں۔ سوا حادیث بالا میں اسکی خاص تصریح ہے کہ وہ حضرت کی اپنی دختر تھیں۔ اسلئے اوّل فرج غصباہ کہا گیا ——— ورنہ اسماء کی لڑکی چھین لی جاتی تو جناب امیرؑ ——— کو کیا شکایت تھی؟ اور حضرت عمر کو حضرت علیؑ سے خواستگاریِ نکاح ——— کی کیا ضرورت تھی۔ ——— اسمیں مطلق شک ——— نہیں کہ حضرت ام کلثوم حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے بطن سے حضرت علیؑ کی دختر تھیں اور حضرت علی المرتضےٰؑ نے بخوشی کر دیا۔ ——— تہذیب الاحکام صفحہ ۳۸ سے دوسری حدیث تحریر کرتے ہیں۔ ——— حضرت صادق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ام کلثوم بنت علیؑ اور اس کا بیٹا زید بن عمر بن خطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے۔ اس حدیث میں صاف بیان ہے کہ حضرت اُم کلثوم جو حضرت کی زوجہ تھیں علی المرتضےٰ کی دُختر تھیں ——— دوسری حدیث (تائید میں) فروع کافی ج ۲ صفحہ ۳۱۰/۳۱۱ میں ہے ——— سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صادق (ع) سے پوچھا کہ جس عورت کا خاوند مر جائے وہ عدت کہاں گذارے؟ ——— فرمایا جہاں اس کا جی چاہے ——— جب عمر فوت ہو گئے حضرت علیؑ ام کلثوم کے پاس آئے اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔ اس حدیث نے اس امر کا فیصلہ کر دیا کہ ام کلثوم زوجہ عمر حضرت علی کی بیٹی تھیں ——— اگر ام کلثوم آپ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی بیٹی نہ ہوتیں، یا آپ کی رضامندی کے بغیر نکاح ——— ہوتا تو ——— پھر ان کو کیا پڑی تھی کہ وفاتِ شوہر کے بعد انکو اپنے گھر لے آئیں ——— علاوہ ازیں ایک برہان قاطع ——— یہ ہے کہ اُصول کافی ص۳۲۲ ——— میں ایک آسمانی وصیت کا ذکر کیا جس میں جناب امیرؑ کو جن مکارہ پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے منجملہ انکے ہتک حُرمت بھی ہے ——— ملا خلیل قزوینی نے صافی شرح اصُول کافی جزو سوم ص۲۸۲ میں یوں لکھا ہے۔ اشارت بغصب عُمرام کلثوم بنت فاطمہ علیہا السلام را تا آنکہ افتادم بر رو تے خود" ——— اگر آپ حقیقی دختر نہ تھیں بلکہ اسماء بنتِ عمیس کی لڑکی تھیں تو آپکو اس سے غشی آجانے اور منہ کے بل گر پڑنے کی کیا وجہ تھی؟ فھل من مدکر ——— محبانِ علی اگر واقعی امیر علیہ السلام کے محب صادق ہیں تو دامادِ علیؑ کو گالیاں دینا ان کو مناسب نہیں کیا شیعہ اس بات پر غور کریں گے ویسے تو شیعہ صاحبان کہا کرتے ہیں:۔

علیؑ کو میں محمدؐ سے تو بہتر کہہ نہیں سکتا
مگر اپنے سے بہتر ڈھونڈ کر داماد کرتے ہیں

لیکن یہاں تو اس مقولہ کو بھول کر دامادِ علی کو بجائے بہتر سمجھنے کے بدتر سمجھتے ہیں یا للعجب"
(آفتاب ص۱۲۹)

الجواب

عقدام کلثوم باعُمر کے افسانہ کی محققانہ ردّ

نالۂ بُلبلِ شیدا تو ہنس ہنس کے سُنا
اب جگر تھام کے بیٹھ میری باری آئی

گو قدیم الایام سے محبانِ ثلاثہ اہلبیت وعمر کے باہمی تعلقات کو خوشگوار ثابت کرنے کیلئے بڑے شد و مد کے ساتھ اس عقد و ازدواج کو ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا کرتے ہیں۔ مگر بموجب

سیاہ بختانِ قسمت را چہ سُود از رہبر کامل
کہ خضر آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

وہ اس کامیابی کا دعویٰ کسی طرح سے فلاں کے منہ سے شوربختی کے سیاہ دھبے دھو نہیں سکتے۔ اور اپنے مقصد میں آفتاب قیامت کے طلوع ہونے تک کامیاب نہیں ہو سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قصہ ایک افسانہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور اصول روایت و درایت کی رُو سے بالکل بے اصل و بے بنیاد ہے۔ اس موضوع پر علماءِ شیعہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نے نہ صرف ضمنی طور پر بلکہ بیسیوں مستقل کتب و رسائل لکھ کر اس افسانہ کی دھجیاں فضائے محیط میں بکھیر کے رکھ دی ہیں۔ اس سلسلے میں کتاب کنزِ مکتوم اور اسکی شرح نیز السّر المختوم خاصے کی چیزیں ہیں۔ اصولاً چاہیے تو یہ تھا کہ ان کتب میں مذکورہ دلائل کے جوابات دے کر ہم سے جواب الجواب کا مطالبہ کیا جاتا۔ مگر ہر آنے والا ان دلائل کو تو چھوتا بھی نہیں صرف الفاظ و عبارات میں تھوڑا بہت تغیّر و تبدل کر کے انہی فرسودہ اور بیسیوں مرتبہ کے مردود دلائل کو دہرا دیتا ہے اور بزعمِ خویش یہ سمجھتا ہے کہ اس نے بڑا معرکتہ الآرا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ بہرحال اب ہم ذیل میں اس واقعہ کے بطلان پر بنا بر اصول روایت و درایت چند برہان پیش کرتے ہیں (۱) مشکوٰۃ المصابیح ص۵۵۷ طبع بمبئی پر مذکور ہے کہ جب ابوبکر و عمر نے سیدۂ عالم جناب فاطمہ زہراؑ کی آنحضرتؐ سے منگنی کی۔ تو آنحضرتؐ نے یہ فرما کر ان کی استدعا کو مسترد کر دیا کہ "انھا صغیرۃ" کہ وہ چھوٹی بچی ہے تم سے شادی کے قابل نہیں۔ قریباً سب سنی مؤرخین لکھتے ہیں کہ اسوقت اس بچی کی عمر چار۔ پانچ سال تھی۔ (ملاحظہ ہو۔ صواعق محرقہ۔ ازالۃ الخفین۔ تذکرہ خواص الامۃ۔ ذخائر العقبیٰ۔ فتح الباری اور استیعاب) وغیرہا تو کیا عقل سلیم یہ باور کر سکتی ہے کہ وہ صغیرۃ السن بچی جوان ہو پھر اسکی شادی ہو اور اسکے ہاں چار اولادیں ہوں اور اسکی سب سے منجھلی صاحبزادی کی اسی بوڑھے کھوسٹ سے شادی کی جائے۔ جو عام قرابت کے لحاظ سے اسکی پڑدادی ہوتی ہے چار پانچ سال کی دلھن اور ساٹھ سال کا دولہا۔ سبحان اللہ! چشم بد دور۔ کیا نادر روزگار جوڑا ہے۔ ایسا کہنے والوں کو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہئے۔ شرم۔ شرم۔ شرم ؛

(۲) عام اصولِ فطرت یہ ہے کہ ؏

مگر اپنے سے بہتر دیکھ کر داماد کرتے ہیں

جیسا کہ مؤلف نے تسلیم کیا ہے نیز حکم شریعت یہ ہے کہ رشتہ اسے دو جس کا دین و اخلاق پسندیدہ ہو۔ لیکن کجا بہتر اور کجا مساوی اور کجا اخلاق و دین کی پسندیدگی یہاں تو یہ حالت ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام ثانی صاحب کو "گنہگار۔ کاذب خیانت کار اور غدار سمجھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو صحیح مسلم مع شرح نووی ج ۲ ص۹۰ طبع دہلی) دریں حالات آیا یہ ممکن تھا حضرت امیر علیہ السلام ایسے قطب آسیائے شریعت امام۔ ایسے شخص کو اپنے لختِ جگر کا رشتہ دے دیتے؟ ؛ حاشا وکلّا۔

(۳) برادرانِ اسلامی اس واقعہ کی صحت کے قائل ہیں انکے اکابر علماء مثل شاہ عبدالعزیز دہلوی (در تحفہ اثنا عشریہ) مولوی حیدر علی (در ازالۃ الخفین) نے بالاتفاق لکھا ہے کہ عمر کی زوجہ اُم کلثوم کے بطن سے ایک لڑکا مسمّٰی زید پیدا ہوا۔ اور دونوں ماں بیٹے کی بعہد معاویہ ایک ہی دن میں وفات واقع ہوئی حالانکہ جناب ام کلثوم دختر امیر المومنین بالاتفاق تمام مؤرخین کربلا کے واقعۂ ہائلہ میں موجود تھیں اور بعد از شہادت سید الشہداء اسیری کے مصائب و آلام جھیلنے اور بالآخر رہائی پانے کے بعد مدینہ واپس تشریف لائیں اور کچھ مدت کے انتقال فرمایا ——

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب، روضۃ الشہداء۔ مشہد حسین ابو اسحاق اسفرائنی۔ روضۃ الصفا، تحریر الشہادتین اور حبیب السیر وغیرہ،) اس سے روز روشن کیطرح واضح و آشکار ہوتا ہے کہ اگر عمر کی کوئی زوجہ ام کلثوم بنت علیؑ اور اُنکے بطن سے کوئی لڑکا مسمی بہ زید تھا۔ تو وہ کوئی اور صاحبہ ہوں گی۔ وہ ہرگز ام کلثوم دختر حضرت امیرؑ نہیں ہو سکتیں۔ وھوا لمقصود ؛

(۴) اس ازدواج کے سلسلہ میں جو شرمناک اور افسوسناک واقعات برادران اسلامی کی کتابوں میں مندرج ہیں۔ وہ حضرت امیرؑ کی مسلّمہ عصمت و طہارت اور عمر کی مزعومہ بزرگی کے سراسر منافی ہیں۔ اگر ان کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ تو کجا عمر کی خلافت اور کجا عدالت بلکہ اُن کی شرافت و انسانیت کا بھی جنازہ نکل جاتا ہے اور اس سے بڑھ کر خاندانِ نبوت کی توہین بھی نہیں ہو سکتی۔ تفصیلات کے شائقین کتاب استیعاب ابن عبدالبرؒ ج ۲ صـ۷۷۲ طبع حیدر آباد، اصابہ فی تمیز الصحابہ ابن حجر عسقلانی ج ۲ جز ۸ صـ۲۰۵ طبع مصر وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔ ہماری غیرت و حمیت ان واقعات کو "نقلِ کفر، کفر نباشد" کے طور پر بھی نقل کرنے کی اجازت نہیں دیتی ؎

کردم اشارتے و نگفتی نمی کنم

مسلمانوں کے خلیفہ کی عزت و ناموس کی سلامتی اسی میں ہے کہ اس قصۂ عقد و ازدواج کو ایک افسانہ سمجھا جائے وبس ؛ ورنہ ؎

نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را ؛

(۵) اس سلسلہ میں سُنّی شیعہ کتب سے جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ اس قدر مضطرب اور باہم متعارض ہیں کہ اُن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً (الف) کسی روایت میں یہ ہے کہ حضرت امیرؑ خود اس عقد کے متولی تھے (ب) کسی میں یہ مذکور ہے کہ یہ عقد جناب عباس عم رسولؐ کی تولیت میں ہوا۔ (ج) بعض میں یہ درج ہے کہ یہ عقد برضا و رغبت واقع ہوا۔ (د) اور کسی روایت میں یہ لکھا ہے کہ وعید و تہدید شدید کے بعد عمل میں آیا۔ (ہ) بعض میں یہ ہے کہ اس نکاح کے نتیجہ میں ایک لڑکا مسمی بہ زید متولد ہوا۔ (و) بعض میں یہ ہے کہ مرگ پسر کے بعد ماں زندہ رہیں (ز) بعض میں یہ ہے کہ حق مہر چالیس ہزار درہم مقرر ہوا۔ (ح) اور بعض میں یہ ہے کہ صرف ایک ہزار درہم معین ہوا ؛ الی غیر ذالک من الاختلاف الشدید۔ والتفصیل فی الکنز المکتوم فی حل عقد ام کلثوم وغیرہ من الکتب المبسوطۃ ؛ (۶) یہ روایات یا تو بلا سند بعض کتب تاریخ و حدیث میں مذکور ہیں وہ بوجہ ارسال و اہمال اور جو مسند ہیں وہ بوجہ ضعف رجال ناقابل اعتماد ہیں۔ اُن کے اکثر و بیشتر راوی کذاب و وضاع اور دشمن اہلبیت ہونے کی وجہ سے غیر قابل وثوق ہیں مثلاً ایک راوی سفیان ہے۔ اگر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہے تو وہ آخر عمر میں مختلط ہو گیا تھا۔ (میزان الاعتدال ص۶۶) اور اگر سفیان ثوری ہے تو یہ شخص ایسا دشمن اہل بیت تھا کہ حضرت صادق آل محمدؑ نے اسے اپنی بزم قدس میں آنے سے روک دیا تھا۔ (ملاحظہ ہو مواقع الانوار ص۲۴ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص۔ تہذیب التہذیب ص۔ مطالب السئول ص۳۰ تذکرہ خواص الامہ ص۲۵ وغیرہ) ۲۔ دوسرا راوی عبدالرحمن بن سلم ہے جو بصریح میزان الاعتدال ج ۲ ص۲۴۶ و کاشف و حاشیہ کاشف بشہادت یحییٰ بن معین و عثمان دارمی و ابن منکدر و ابن مبشر و ابن نمیر و بخاری و ابو حاتم و ابن مدینی و نسائی ضعیف ہے اور یحییٰ نے کہا "لیس بشیئ" ہے۔

تیسرا راوی زہیر بن بکار ہے۔ یہ شخص دشمن جناب امیرؑ اور وضاع الحدیث تھا۔ چنانچہ احمد بن علی سلیمانی نے اسکر منکر الحدیث قرار دیا اور واضعین حدیث میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ میزان الاعتدال ذہبی ج ۱ ص۲۸۳ قلمی میں مذکور ہے۔

چوتھا راوی۔ ابن اسحاق ہے۔ علم مغازی و سیر زیادہ تر اسی سے منقول ہے مگر ائمہ اہلسنت اسے کذاب و دجال بتاتے ہیں۔ چنانچہ میزان الاعتدال ج ۱ ص۲۸۳ قلمی میں ہے کہ ابوداؤد نے کہا کہ ابن اسحاق قدری معتزلی ہے اور سلیمان تیمی نے کہا کذاب ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔

پانچواں راوی۔ عطا خراسانی ہے جو عقیلی کے نزدیک ضعفاء میں سے ہے اور کذاب و مفتری بھی۔ ابن جہاں نے اسکی روایات سے استدلال کو باطل قرار دیا ہے اور بخاری نے اس کی روایات کو مقلوب الاسانید قرار دیا ہے۔ جیسا کہ میزان الاعتدال ج ۲ ص۔ قلمی اور انساب سمعانی میں ہے کہ وہ سوئی الحفظ اور دہم و خطا و غلط میں گرفتار تھا۔ اسلئے اسکی روایات سے استدلال کرنا باطل ہے۔

چھٹا راوی۔ ابوحنیفہ ہے۔ جہاں تک اُنکے دین و دیانت، فضل و صیانت اور عقل و زہانت کا تعلق ہے ؎

اگر گویم زبان سوزد

یہ وہی بزرگوار ہیں جن کے متعلق امام غزالی اپنی کتاب منخول میں فرماتے ہیں "امام ابوحنیفہ فقد قلب الشریعۃ ظہر البطن وشوش مسلکہا وجزم نطاقہا الخ۔ یعنی ابوحنیفہ نے شریعت محمدیہ کو اس طرح الٹ دیا ہے۔ اس کے راستہ کو مشوش و مشتبہ فرما دیا۔ اور اس کے کمربند کو کاٹ دیا۔"

ساتواں راوی۔ ابوصالح ہے۔ میزان الاعتدال ذہبی ج ۲ ص۳۲ قلمی میں ہے "ابن معین نے اسکی توثیق کی ہے۔ مگر میرے نزدیک وہ مرتکب کذب ہوتا تھا۔ اور نسائی نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے۔ ابن مدینی کہتا ہے کہ ہم اسے کچھ نہیں سمجھتے۔"

آٹھواں راوی۔ لیث بن سعد ہے۔ نووی نے شرح مسلم میں اسے مجہولین سے شمار کیا ہے۔ وقس علی ہذا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سائر الرواۃ معلوم ہوا کہ اس سند کا کوئی راوی دشمن اہلبیت ہے، کوئی کذاب ہے۔ کوئی وضاع اور کوئی مجہول۔ ارباب عقل و دین انصاف سے فیصلہ کریں کیا ایسے راویوں کی روایت پر اعتبار کر کے کوئی نظریہ قائم کیا جا سکتا ہے؟!

(۷) جہاں تک فروع کافی اور تہذیب الاحکام کی روایات کا تعلق ہے۔ اُن کے متعلق پہلا جواب تو یہ ہے کہ شیعہ علماء محققین نے اہلسنت کی "صحاح ستہ" کی طرح اپنی کتب کو کبھی "صحاح" اور انکو نقد و جرح سے بالا نہیں کہا۔ اس لئے انکے مندرجات کو علم درایۃ کے اصول اور نقد و تبصرہ سے بالا نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور باخبر ناظرین کرام پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ یہ روایات بنا بر اصول علم حدیث صحیح السند نہیں ہیں۔ اسلئے وہ حجت نہیں ہو سکتیں

دوسرا جواب یہ ہے کہ ان روایات میں سے اگرچہ بعض میں "بنت علیؑ" کے الفاظ موجود ہیں مگر کسی روایت میں اس "ام کلثوم" کے بطن فاطمہؑ سے ہونے کی صراحت موجود نہیں ہے جناب ملا خلیل قزوینی کا بیان ان کا ذاتی خیال ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہے۔ اور عنقریب واضح ہوگا کہ بنا بر فرض صحت نکاح وہ ام کلثوم بنت ابی بکر تھیں جو اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھیں۔ اور چونکہ وہ جناب امیرؑ کی ربیبہ تھیں اسلئے من باب المجاز ان کو "بنت علیؑ" کہدیا گیا ہے۔ اور یہ جو روایت میں ہے کہ اول فرج غصبناہ تو بنا بر تسلیم صحت ممکن ہے اسکی قرأت بفتح راء (فرج) بمعنی کشادگی ہو اور ممکن ہے بسکون راء (فرج) بمعنی شرمگاہ ہو۔ اور محاورۂ عرب کی رُو سے اس لفظ کے اطلاق و استعمال میں کوئی قباحت نہیں۔ یہ لفظ بطور مفرد و جمع کئی مقامات پر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اور بہر دو تقدیر جناب امام نے اس کی نسبت اپنی طرف اسلئے دی ہے کہ ام کلثوم بنت ابی بکر بھی انکی ربیبہ ہونے کی وجہ سے انہی کے خانوادہ کے فرد کی حیثیت رکھتی تھیں۔ اور چونکہ اُن کی والدہ، آنجنابؑ کے عقد میں تھیں اسی بنا پر قتل عمر کے بعد اسے اپنے گھر بھی لے گئے۔ اور اسمیں کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔

(۸) مقبولہ عمر بن حنظلہ وغیرہ روایات میں ائمہ اہلبیتؑ نے اختلاف روایات کی صورت میں ان روایات پر عملدرآمد کرنے کا حکم دیا ہے جو مخالفین کے نظریہ کے مخالف ہوں۔ بنا بریں مذکورہ بالا روایات چونکہ مخالفین کے نظریہ کے مطابق ہیں۔ اور انکے بالمقابل ایک ایسی معتبر روایت موجود ہے۔ جس سے اُن کی نفی ہوتی ہے لہذا بنا بر اصول روایت وہ مقدم ہوگی اور وہ یہ ہے۔ ابن اذینہ بیان کرتے ہیں قیل لابی عبداللہ ان الناس یحتجون علینا ویقولون ان امیر المومنین تزوج فلانا ابنۃ ام کلثوم وکان متکئا فجلس وقال ایقولون ذلک ان قوما یزعمون ذلک لا یهتدون الی سواء السبیل سبحان اللہ ما کان یقدر امیر المومنین ان یحول بینہ وبینها فینقذها کذبوا لیس کما قالوا الخ۔ یعنی حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ لوگ ہمارے برخلاف یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت امیرؑ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عقد فلاں (عمر) کے ساتھ کیا تھا۔ امام تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ یہ سن کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کیا لوگ یہ بات کہتے ہیں؟ جو لوگ یہ بات کہتے وہ کبھی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سیدھے راستہ پر نہیں آئیں گے۔ سبحان اللہ! کیا امیر المومنینؑ فلاں کو منع کرنے پر قادر نہ تھے؟ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ ایسی کوئی بات واقع نہیں ہوئی۔ (مراۃ العقول شرح کافی (ج ۳ ص ۴۴۸، ج ۴ ص ۱۹)

(۹) اوپر آٹھویں جواب میں اس بات کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے کہ بنا بر تسلیم صحت عقد ام کلثوم بنت ابی بکر تھیں اُن کی والدہ اسماء بنت عمیس نے وفات ابوبکر کے بعد حضرت امیرؑ سے عقد کر لیا تھا۔ اور دونوں صغیر سن بچے محمد بن ابی بکر اور ام کلثوم بنت ابی بکر ہمراہ لائیں۔ چنانچہ ملک العلماء دولت آبادی اپنی کتاب ہدایۃ السعداء میں فرماتے ہیں "اسماء بنت عمیس اوّل زن جعفر طیار بود باز در نکاح ابوبکر آمد از ابوبکر یک پسر و یک دختر ام کلثوم نام زائید بعد ازاں بہ نکاح علی بن ابی طالبؑ آمد ام کلثوم ہمراہ او در آمد عمر بن خطاب بام کلثوم دختر ابوبکر را نکاح کرد۔" کتاب ذخائر العقبیٰ (ص ۸۳) میں لکھا ہے۔ فاقبل علی وقال انها صغیرة فقال عمر لا والله ما ذلك ولكن الردت منعني۔ جب عمر نے اس لڑکی کی خواستگاری کی تو حضرت علیؑ نے فرمایا وہ ابھی صغیر السن ہے۔ عمر نے کہا ایسا نہیں ہے بلکہ آپ مجھے یہ رشتہ دینا نہیں چاہتے۔" اسی طرح رجال مشکوٰۃ ص ۱۱۵ از شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۳ پر بھی اس منگنی کا تذکرہ موجود ہے۔ چونکہ اس بچی کی تربیت آنجناب کی زیر نگرانی ہوتی تھی۔ اسلئے اسے مجازاً "بنت علیؑ" کہہ دیا گیا۔ اور جناب امیرؑ نے بھی حق سرپرستی کو ادا کرتے ہوئے مقدور بھر اس بچی کو بچانے کی کوشش فرمائی۔ ع

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

اور سخن تراش لوگوں نے بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنا دیا۔ اور ایک طوفان بدتمیزی مچا دیا سچ ہے ع

بڑھا بھی دیتے کچھ زیب داستاں کے لئے

(۱۰) تمام مذکورہ بالا حقائق سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر بفرض محال چند لمحات کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ محترمہ واقعاً دختر امیر المومنینؑ تھیں تو بھی اس سے مخالفین کو کوئی فائدہ نہیں پہونچتا۔ نہ اس سے عمر کی نجات ہو سکتی ہے کیونکہ اسلام میں نجات کا دارومدار ایمان اور اچھے کردار پر ہے نہ رشتے اور رشتی پر۔ اور نہ ہی اس سے اہلبیت و عمر کا اتحاد و یکجہتی ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ سب روایات میں جبر و تشدد اور تہدید و وعید کے تذکرے موجود ہیں جس سے عمر کا ظلم اور اہل بیت کی مظلومیت و مقہوریت اظہر من الشمس ہوتی ہے۔ وما علی المسلم من غضاضة فی ان یکون مغلوماً (مسلمان کیلئے مظلوم و مجبور ہونا باعث عیب کی بات نہیں ہے) اور نہ ہی اس سے عمر کا ایمان ثابت ہوتا ہے کیونکہ نکاح کی صحت کے لئے صرف ظاہری اسلام کافی ہے (علی الاسلام یتناکحون ویتوارثون) ان حقائق کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ اس عقد واہی واہ کی ایک افسانہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور بفرض محال اگر یہ عقد واقع ہوا ہے۔ تو انتہائی جبر و اکراہ کی حالت میں ہوا ہے اور شریعت اسلامیہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نے ہر حرام چیز کو حتیٰ کہ لحمِ خنزیر کو بھی عند الضرورۃ حلال قرار دے دیا ہے (فمنِ اضطرّ غیر باغٍ ولا عادٍ فلا اثم علیہ) ارشادِ معصوم ہے ما من شیئٍ حرّمہ اللّٰہ الا وقد احلہ عند الضرورۃ۔ بنا بریں اس کو ان لوگوں کے باہمی تعلقات کے خوشگوار ہونے کی دلیل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ اس سے تو الٹا انکی باہمی رنجش وچپقلش اور انتہائی اختلاف وافتراق کا ثبوت فراہم ہوتا ہے ھٰذہٖ تذکرۃ فمن شاء ذکرہ ؛

ع الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا ۔!

یورپئین مؤرخین کی شہادت

(۱۰) دسواں استدلال اور اس کا جواب) مؤلفِ آفتابِ ہدایت نے اس خالص اسلامی مسئلہ میں کہ عمر مخلص مؤمن تھا یا منافق ؟ جس کے لئے آیاتِ قرآنیہ یا احادیث نبویہ یا ارشادات معصومیہ درکار ہیں سر ولیم میور اور ڈاکٹر موسیو لیبان جیسے بعض انگریز مؤرخین کے بیانات نقل کئے ہیں کہ عمر صاحب "بڑی اسلامی سلطنت کے بادشاہ تھے ۔۔۔۔ انکی قوتِ فیصلہ میں ہمیشہ دانائی اور سنجیدگی پائی جاتی تھی ـــــ انہوں نے اپنے گذارہ میں معمولی سرداران عرب کے قناعت آمیز طریقہ سے کبھی تجاوز نہیں کیا ـــــ آپ امورِ خلافت کے انصرام میں ایسے خوف سے کام کئے کہ اکثر اوقات پکار اٹھتے ـــــ کہ کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی یا میں گھاس کا پودا ہوتا ـــــ جوانی میں آپ اکھڑ اور تند مزاج اور صاحبِ انتقام مشہور تھے ـــــ مگر عمر رسیدگی اور تجربہ کاری نے آپکی فطرت کو نرم کر دیا تھا ـــــ حضرت عمر کا ہی زمانہ تھا جس میں اسلام کی بڑی ملک گیریاں شروع ہوئیں۔ آپ جس قدر عمدہ منتظم تھے اسی قدر عمدہ سپہ سالار بھی۔ اور آپ کا انصاف ضرب المثل ہے ـــــ پھر ان بیانات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "غیر مسلم مؤرخین کی ان شہادتوں سے عمر کے شہنشاہِ اعظم ہو کر زہد و ورع اتقاء و خشیتِ الٰہی۔ انصاف پرستی اور حق پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر افسوس ہے کہ شیعہ ادعاءِ اسلام کرتے ہوئے ایسی مایہ ناز ہستی پر زبانِ طعن دراز کریں۔ ـــــ یہاں مُشتے نمونہ از خروارے صرف شیعہ کی مستند و مسلّم کتب سے اوپر کی شہادات لکھی ہیں۔ وتلک عشرۃ کاملہ۔ خدا کرے کسی بھائی کی ہدایت کا باعث ہو۔ واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراطٍ مستقیم۔ (آفتاب ص۱۳۱) ؛

الجواب

یہ بیانات وخیالات چونکہ اسلامی برادری کے لکھے ہوئے تاریخی بیانات وحالات پر مبنی ہیں جو بموجب "بناءُ الفاسد علی الفاسد" اصل کی طرح مخدوش بلکہ غلط ہیں کیونکہ

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج ؛ تا ثریا می رود دیوار کج !!!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بہت بڑی اسلامی ریاست کے بادشاہ تھے۔ یہ مسلم ہے۔ مگر خلیفۂ رسول خدا اور امام ہدیٰ نہ تھے "قوتِ فیصلہ ہمیشہ دانائی الخ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر ایسا ہوتا تو بیسیوں مرتبہ غلط فیصلے نہ کرتے اور جناب امیرؑ کے ٹوکنے پر یہ نہ کہتے لولا علی لھلک عمر (شرح مواقف وغیرہ) اور قناعت کرنا ہوتی تو اہلِ حق کو اپنے حق سے محروم کر کے بلطائف الحیل کرسیٔ اقتدار پر قبضہ نہ کرتے۔ نہ پانچ ہزار روپے اپنی تنخواہ مقرر کرتے (طبقات ابن سعد ج ۳ صفحہ ۳۴۲) ——— جب یہ تسلیم ہے کہ جوانی میں اکھڑ اور تند مزاج تھے تو "خوئے بد کا بدلنا جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ مشکل ہے"۔ انکی یہی تند مزاجی تھی کہ آخری عمر میں رسول زادی کے دروازہ پہ آگ و لکڑیاں لے گئے۔ گھر جلانے اور جناب امیرؑ کو قتل کرنے کی دھمکیاں دیں ——— یہ ٹھیک ہے کہ وہ اچھے سیاست دان اور منتظم تھے مگر اسے ایمان و ایقان سے کیا تعلق؟ لیکن جہاں تک انکے عہدہ سپہ سالار ہونے کا تعلق ہے یہ بات سراسر غلط ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ان کو صرف ایک مرتبہ جنگِ خیبر میں سپہ سالاری کرنے کا موقع ملا تھا۔ مگر انہوں نے جس بزدلی اور بے تدبیری کا مظاہرہ کیا اس سے صفحاتِ تاریخ چھلک رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ فوج انکو نامرد اور فوج کو نامرد کہتے تھے (سیرۃ النبی) ——— اور جہاں تک انکے اپنے زمانے کی فتوحات کا تعلق ہے وہ کسی جنگ میں بذاتِ خود شریک ہوتے ہی نہیں (الفاروق)۔ اپنے ہوا خواہوں سے انصاف کرتے ہوں، یہ ممکن ہے۔ مگر جہاں تک خاندانِ نبوت اور انکے نام لیواؤں کا تعلق ہے اُن پر تو وہ مظالم ڈھائے اور اُن سے وہ بے انصافیاں کیں کہ ع

آسماں راحق بود گر خوں ببارد برزمیں!

اسی وجہ سے تو جب احساسِ ندامت ہوتا تو کہہ اٹھتے "اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی یا میں گھاس کا پودا ہوتا۔ سچ ہے کہ الحق تجری علی اللسان! بہرکیف قرآن اور رسول کے فرمان کو چھوڑ کر کفار کے بیان پر ایقان کرنا "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" والی بات ہے جو ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتی اور جہاں تک کتبِ شیعہ سے فضائلِ عمریہ کا تعلق ہے۔ ہم نے اس طرح اُنکی قلعی کھولی ہے کہ پرستارانِ ثلاثہ میں اگر کچھ بھی شرم و حیا ہوئی تو پھر قیامت تک فضائلِ ثلاثہ کے سلسلہ میں کتبِ شیعہ کا نام بھی نہیں لیں گے انشاء اللہ۔ اور یہ ساری کوشش ہم نے صرف اسلئے کی ہے کہ شاید کوئی گم گشتہ راہِ ہدایت اور گرفتہ محبتِ ثلاثہ راہِ راست پر آجائے و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔ لانہ علی کل شیئ قدیر۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین ؛

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فضائلِ عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق حسب ذیل شہادات ہم شیعہ کی مستند کتب سے درج کرتے ہیں :-

پہلی شہادت شیعہ کی صحیح الکتاب معتمد امام علیہ السلام فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ صفحہ ۹۹) میں ہے :- عن محمد بن علی الحلبی قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول اختلاف بنی العباس من المحتوم ÷ ——— اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ ہر روز دن کے اول و آخر غیب سے آواز آتی ہے۔ پہلی یہ کہ علی اور ان کے تابعین فائز المرام ہیں ——— پھر اس طرح آواز آتی ہے کہ عثمان اور اس کے تابعین فائز المرام ہیں ——— (آفتاب صفحہ ۱۳۲) ÷

الجواب یہ بعینہٖ وہی استدلال ہے جو آیات کے سلسلہ میں آیت نمبر ۱۲ کے ضمن میں مؤلف بیان کر چکے ہیں۔ اور ہم اسکا وہاں مکمل و مدلل جواب باصواب پیش کر چکے ہیں اسکا اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں۔ قارئین کرام اسی مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔ یہاں صرف اسقدر عرض کرنا ہے کہ مؤلف کی عبارت میں واقع شدہ لفظ "صحیح الکتاب" اور ترجمۂ عبارت میں "ہر روز آتی ہے" سے فضل و کمال شعائیں پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں حالانکہ اس حدیث میں امام زمانہ کے ظہور کی ان حتمی علامات کا تذکرہ ہے کہ جو زمانۂ ظہور سے تھوڑا وقت پہلے ظاہر ہوں گی۔ منجملہ ان کے ایک ندائے آسمانی بھی ہے (صبح والی ندا رحمانی اور شام والی شیطانی ہوگی)۔ مگر مؤلف کے ترجمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا آج بھی اس ندا کا سلسلہ جاری ہے۔ سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے صرف صیغۂ مضارع پر نظر رکھنا ..... عقل و فکر سے تہی دامنی کی بیّن دلیل ہے۔ سچ ہے

"یک من علم را دہ من عقل باید"

دوسری شہادت الیاہی کتاب مذکور کے صفحہ ۱۵۱ جلد ۳ میں درج ہے فجلس سہیل بن عمرو عند رسول اللہ وحبس عثمان الخ ..... اس روایت سے فضیلت عثمان کا نمایاں ثبوت ملتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر بیعت کی (آفتاب صفحہ ۱۳۱)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب یہ استدلال بھی مذکورہ بالا مقام (یعنی آیت نمبر ۱۳ کے ذیل میں) بیان ہو چکا ہے اور ہم اس کا جواب باصواب اسی جگہ دے کر مطلع حقیقت کو ہر قسم کے گرد و غبار سے صاف کر چکے ہیں۔ ناظرین کرام تھوڑی سی زحمت کر کے مقام مذکور کی طرف رجوع فرما کر اطمینانِ قلب حاصل کریں مؤلف نے بار بار انہی فرسودہ دلائل اور حملہ حیدری کے اشعار کا تکرار کر کے عقلاء روزگار کی انظار میں کسی خوشگوار ذوق کا اظہار نہیں کیا۔ واللہ الموفق وھو العزیز الغفار ؛

تیسری شہادت شیعہ کی مستند کتاب نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۲۳۳ میں ہے۔ ان الناس ورائی وقد استشفعوا بی الیک ..... (بعبارت عربی) ترجمہ:۔ حضرت علی نے حضرت عثمان کو جبکہ ..... آپ کو لوگ سفارش کیلئے انکے پاس لے گئے۔ فرمایا یہ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ جو مجھے تمہارے اور اپنے مابین سفیر بنا کر لائے ہیں۔ بخدا میں نہیں جانتا کہ آپکو کیا کہوں میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا جسے آپ نہ جانتے ہوں اور نہ ہی آپ کو کوئی ایسی بات بتاتا ہوں جس کو آپ نہ پہچانتے ہوں بیشک میں جو کچھ جانتا ہوں وہ آپ بھی جانتے ہیں۔ جیسا ہم نے دیکھا۔ آپ نے بھی دیکھا ہے۔ جو کچھ ہم نے سنا ہے آپ نے بھی سنا ہے جیسے ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مصاحبت حاصل کی ہے آپ نے بھی کی ہے اور ابوبکر و عمر آپ سے زیادہ عامل بحق نہ تھے۔ آپ قرابت کی وجہ سے رسول علیہ السلام سے ان سے زیادہ قرب رکھتے ہیں اور آپ کو دامادیٔ رسول کا وہ فخر حاصل ہے جو ان دونوں کو حاصل نہیں ہے۔" اس خطبہ میں حضرت علی المرتضٰے نے کمال صراحت سے اوصاف امیر المومنین عثمان یوں بیان فرماتے ہیں۔ (۱) علم و معلومات میں ہم اور آپ برابر ہیں ـــــ (۲) ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جسے ہم جانتے ہوں اور آپ کو اسکا علم نہ ہو۔ (۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ کی صحبت میں رہ کر جو کچھ ہم نے دیکھا ہے سنا اس میں بھی ہیں اور تمہیں مساوات ہے ـــــ (۴) آپ کو حضور علیہ السلام سے دوسرے دو یاروں پر دو وجہ سے ترجیح ہے۔ ایک قرابت کی وجہ سے اور دوم داماد رسول ہونے کے باعث" شیعہ صاحبان میں اگر کچھ بھی انصاف ہو تو انکی تسلی کیلئے جناب امیر کا یہ خطبہ دربارہ فضیلت عثمان کافی ہے ـــــ تو پھر شیعہ ہزار بکواس کریں شہادت امیر کی وہ تردید نہیں کر سکتے۔ یہ وہ شہادت ہے جس کے مقابلہ میں روافض کی خرافات کی ذرہ برابر وقعت نہیں ہو سکتی۔ ..... (آفتاب صفحہ ۱۳۶)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب سبّاب کے پیرو نے اس استدلال میں کوثر و تسنیم میں دُھلی ہوئی جو زبان استعمال کی ہے۔ ہم بمطابق ارشاد رب العباد۔ واذا مرّوا باللغو مرّوا کراماً۔ اس سے درگذر کرتے ہوئے اصل استدلال کا جواب پیش کرتے ہیں۔ ورنہ ہم بموجب "کلوخ انداز را پاداش سنگ است" تیر کا جواب پتھر سے دینا خوب جانتے ہیں۔ بہرحال امام عالی مقام کے اس کلام سے فضیلتِ عثمان پر استدلال کرنا چند وجہ غلط ہے:

اوّلاً اس کلام کا پہلا جملہ ان الناس ورائی وقد استعفروني۔ اس امر پر دال ہے کہ لوگوں نے حکومت وقت کی روش و رفتار سے تنگ آکر آخری اقدام کرنے سے پہلے بطور اتمام حجت یہ صلح جویانہ اور پُرامن طریقۂ کار اپناتے ہوئے حاکم وقت (عثمان) کے پاس جناب امیرؑ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا اور یہ بات واضح ہے کہ سفیر بمنزلہ وکیل ہوتا ہے اور وکیل اپنے مؤکل کا من و عن پیغام پہنچانے کا امین ہوتا ہے۔ وہ اپنا نظریہ ظاہر نہیں کرتا بنابریں یہ ان لوگوں کے خیالات و نظریات کی ترجمانی ہے۔ آنجنابؑ کا اپنا اعتقاد و نظریہ نہیں ہے:

ثانیاً۔ ما اعرف شیئاً تجهله۔ سے جناب امیرؑ اور عثمان کے علم میں مساوات مطلقہ پر استدلال کرنا الفاظ کے موارد استعمال سے ناواقفیت کی دلیل ہے یہاں صرف ان کے جاننے میں مساوات مراد ہے۔ جن پر لوگوں کو اعتراض تھا چنانچہ فاضل ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۸۲۔ طبع مصر میں لکھتے ہیں لاقسم علی ذلک انہ لا یعلم ماذا یقول لہ لانہ لا یُعرف امراً یجهله ای من هٰذه الاحداث خاصۃ وهذا حق لان علیہا لم یکن یعلم منها ما یجهله عثمان۔ یعنی جناب امیرؑ نے قسم کھائی ہے کہ وہ نہیں جانتے کہ کیا کہیں کیونکہ وہ ان بدعات و احداث میں سے کوئی ایسی بات نہیں جانتے جسے عثمان نہ جانتے ہوں۔ اور یہ بات بالکل برحق ہے کیونکہ ان باتوں میں کوئی بات بھی ایسی نہ تھی جسے حضرت علیؑ جانتے ہوں۔ اور عثمان اس سے ناواقف ہوں ــــ ورنہ ظاہر ہے کہ سوائے اس آدمی کے جس کی چشم بصیرت کو بے جا تعصب و عناد نے اندھا کر دیا ہے۔ اور کوئی شخص پیغمبر اسلامؐ کی تصریحات کے بعد کہ (۱) "انا مدینۃ العلم وعلی بابها (متفق علیہ) (۲) اعلم امتی علی بن ابی طالب (میری تمام امت سے علی زیادہ عالم ہیں)۔ (مناقب خوارزمی و فرائد السمطین (۳) اقضاکم علی (فیصلہ کرنے میں (تم سب سے اچھے قاضی علی ہیں) ینابیع المودۃ ص ۷۵ کفایۃ الطالب ص ۱۰۲) اور کوئی شخص حضرت امیرؑ کی اعلمیت کا انکار نہیں کر سکتا۔

ثالثاً۔ یہ جو فرمایا ہے کہ "صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رہ کر جو کچھ ہم نے دیکھا سنا ہے۔ تو نے بھی دیکھا سنا ہے" اس سے بھی فضل و کمال اور مجد و شرف میں مساواتِ مطلقہ ثابت کرنا ہرگز مقصود نہیں ہے۔ بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ تم دین میں جو کچھ احداث و بدعات پھیلا رہے ہو۔ تمہیں ان کی برائی اور بُرے انجام کا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اچھی طرح علم ہے یعنی تم لا علمی و جہالت کی وجہ سے ان جرائم کا ارتکاب نہیں کر رہے۔ بلکہ جان بوجھ کر تم یہ سب کچھ کر رہے ہو۔ خلاصہ یہ کہ اگر لا علمی و جہالت کی وجہ سے کسی شخص سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو اسے چنداں قابلِ مؤاخذہ نہیں سمجھا جاسکتا۔ لیکن اگر جان بوجھ کر اس جُرم کا ارتکاب کیا جائے۔ تو اس طرح اسکی سنگینی بڑھ جاتی ہے۔ جناب امیر اپنے اس کلام معجز نظام میں یہی فرمانا چاہتے ہیں کہ تم صُحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھنے ان کا کلام سننے اور اُنکی سیرت و کردار کا مشاہدہ کرنے کے بعد احکام شریعت کی جو یہ خلاف ورزی کر کے احداث و بدعات پھیلا رہے ہو تو تمہارا یہ فعل درگذر کرنے کے قابل نہیں ہے بلکہ یہ وہ ناقابل معافی اور سنگین جُرم ہے کہ ؎

تم تجاہل میں کسی رنگ سے معذور نہیں

ہماری اس منصفانہ توضیح و تشریح سے واضح ہو گیا کہ امام کا یہ کلام عثمان کا مدحیہ قصیدہ نہیں بلکہ اسکی ہجو ملیح ہے۔

فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید ؛

چوتھی شہادت | اس بارہ میں کہ حضرت عثمان ذوالنورین کو حضور کا داماد ہونے کا فخر حاصل ہے شیعہ کی مستند کتاب حیات القلوب مصنفہ مُلا باقر مجلسی جلد دوم صفحہ ۴۴۶ میں ہے "در قرب الاسناد بسندِ معتبر از حضرت صادق روایت کردہ (بجذف فارسی) ترجمہ قرب الاسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد جو حضرت خدیجہ کے شکم سے ہوئی طاہر اور قاسم اور فاطمہ ام کلثوم رقیہ زینب تھیں۔ فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا۔ اور زینب ابوالعاص کو نکاح کر دی۔ اور ام کلثوم کے ساتھ عثمان کا نکاح ہوا۔ ابھی وہ حضرت عثمان کے گھر نہ گئی تھیں کہ فوت ہو گئیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کا حضرت عثمان سے نکاح کر دیا۔ اس روایت سے جو شیعہ کے مفترض الطاعۃ امام جعفر صادق سے مروی ہے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی دو صاحبزادیوں (ام کلثوم و رقیہ) کا نکاح حضرت عثمان سے یکے بعد دیگرے کیا۔

شیعہ کی بیقراری | اس واقعہ سے شیعہ سخت بیقرار ہوتے ہیں ——— کہ اگر حضرت عثمان جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں معاذ اللہ مسلمان نہ تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادیاں انکو کیوں نکاح کر دیں ؟ جبکہ لا تنکحوا المشرکین ..... صریح ممانعت ہو چکی تھی ؟ ..... اس موقعہ پر پریشان حال ہو کر بہت حیلہ سازیاں کرتے ہیں۔ پہلے تو یہ کہتے ہیں کہ سوائے فاطمہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی لڑکی ہی نہ تھی ——— اسلئے میں اس معاملہ کو ذرا وضاحت سے بیان کرنا چاہتا ہوں ——— کیا رسول پاک صلی اللہ علیہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وسلم کی حضرت فاطمہ کے سوا کوئی اور بیٹیاں بھی ہیں؟ میں حیران ہوں کہ جاہل شیعہ تو معذور ہیں لیکن پڑھے لکھے شیعہ اس بات سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ کہ حضورؐ ــــــ کی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے حضرت فاطمہ کے علاوہ اور تین صاحبزادیاں زینب۔ ام کلثوم اور رقیہ تھیں۔ چنانچہ ان کے ثبوت میں ایک تو حیات القلوب کی روایت لکھی جا چکی ہے۔ اب دوسرا ثبوت ملاحظہ فرمائیے! دوسرا ثبوت:۔ شیعہ کی مستند کتاب حدیث مصدقہ امام مہدی علیہ السلام اصول کافی صفحہ ۲۷۵ میں ہے۔ (بحذف عربی) آپ نے خدیجہ سے نکاح کیا۔ جبکہ بیس اور چند سال کے تھے پس مبعوث ہونے کے پہلے ان کے بطن سے قاسم۔ رقیہ۔ اور زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں اور مبعوث ہونے کے بعد طیب طاہر۔ فاطمہ کا تولد ہوا تھا۔" اس روایت سے صاف ــــ ــــ ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں حضرت فاطمہ کے علاوہ رقیہ زینب اور ام کلثوم بھی تھیں جو خدیجۃ الکبریٰ کے شکم مبارک سے پیدا ہوئی تھی ــــ ــــ تیسرا ثبوت:۔ شیعہ کی مشہور و متداول کتاب تحفۃ العوام ــــ کے صفحہ ۵۰۰ جلد اول ــــ میں صاف لکھا ہوا ہے اللّٰھمّ صل علی رقیۃ بنت نبیک اللّٰھمّ صل علی ام کلثوم بنت نبیک (اے خدا رحمت بھیج رقیہ دختر رسول پر! اے خدا رحمت بھیج ام کلثوم بنت رسول پر) ــــ اگر رسولؐ کی ایک بیٹی تھی تو اوراد و اعیاد میں رقیہ و ام کلثوم بنات النبی کیوں ذکر ہوتی ہیں؟ ــــ

چوتھا ثبوت:۔ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱۰۱ میں ہے (بحذف فارسی) گیارہ مرد اور چار عورتیں اہل مکہ سے بھاگ کر حبشہ کو روانہ ہوئے۔ منجملہ انکے حضرت عثمان تھے اور رقیہ دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو عثمان کی منکوحہ تھیں۔ ــــ کیا شیعہ حضرات ان روایاتِ بینات کی تردید کر سکتے ہیں؟ کلا وحاشا یہ حق کو چھپانا سہل نہیں اے جناب من!

جواب شیعہ:۔ جب شیعہ حضرات اس موقع پر پھنس جاتے ہیں ــــ تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح اپنی بعثت سے قبل یا ممانعت نکاح بامشرکین سے پہلے کر دیا ہو گا ــــ لیکن یہ عذر رکیک قابل سماعت نہیں ہے۔ کیونکہ شیعہ کی کتابوں میں تصریح ہے کہ رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اس وقت ہوا تھا جب آپ جنگ بدر کو روانہ ہوئے تھے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۹۵ پر ہے (بحذف فارسی) ابن بابویہ نے معتبر سند سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی علیہ وآلہ وسلم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی اولاد خدیجہ کے شکم سے قاسم و طاہر پیدا ہوئے۔ طاہر کا نام عبداللہ تھا اور بیٹیاں ام کلثوم رقیہ۔ زینب اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔ فاطمہ کا نکاح حضرت علیؑ سے ہوا اور زینب کا ابوالعاص بن ربیعہ سے نکاح ہوا۔ جو بنی امیہ سے تھا۔ اور ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان بن عفان سے ہوا اور آپ انکے گھر جانے سے پہلے واصل باللہ ہوگئیں۔ پس جب جنگ بدر کو گئے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیہ کا نکاح عثمان سے کر دیا۔" اب شیعہ کا یہ فضول عذر بھی رفع ہوگیا ——— اس وقت مشرکین کو رشتے ناطے دینے کی ممانعت ہو چکی تھی۔ غرض حضرت عثمان کیلئے یہ فخر ——— ان کی فضیلت کیلئے ایک کامل سرٹیفکیٹ ہے۔ حضرت عثمان کے محامد و محاسن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جس قدر مالی و جانی خدمت اسلام کی۔ دنیائے اسلام تا قیامت انکی ممنون رہے گی ——— آپکے فضائل کا بیّن ثبوت کتب شیعہ سے لکھا گیا ہے (آفتاب ص ۱۳۸) ؛

الجواب مسئلہ بنات النبیؐ پر علمی تبصرہ

اگرچہ برادران اسلام جناب عثمان کی امتیازی فضیلت ثابت کرنے کیلئے ہمیشہ مزعومہ دامادیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے طمطراق سے پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر عند التحقیق معلوم ہوتا ہے کہ یہ افتخار و استدلال بچند وجہ درجۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

اوّلاً:۔ اس امر میں شدید اختلاف ہے کہ جناب سیدہ عالم سلام اللہ علیہا کے علاوہ جو صاحبزادیاں بیان کی جاتی ہیں۔ آیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلبی بیٹیاں تھیں یا حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پہلے شوہر کی اولاد تھیں۔؟ یا جناب خدیجہ کی بہن ہالہ کی لڑکیاں تھیں؟؟ اگرچہ مشہور۔ عند الجمہور یہی ہے کہ یہ آنحضرت صلی علیہ وآلہ وسلم کی صلبی بیٹیاں تھیں۔ مگر ایک طبقہ ہمیشہ سے اس بات کا انکار کرتا چلا آیا ہے چنانچہ السید ابوالقاسم الکوفی متوفی ۳۵۳ھ اپنی کتاب الاستغاثہ ص ۶۵ طبع النجف میں تحریر فرماتے ہیں۔ فلما تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بخدیجۃ ماتت ھالۃ بعد ذلک بمدۃ یسیرۃ وخلفت الطفلتین زینب ورقیۃ فی حجر رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وحجر خدیجۃ تربیاھما وکان من سنۃ العرب فی الجاھلیۃ من یربی یتیماً ینسب ذلک الیتیم الیہ۔" یعنی جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب خدیجہ سے نکاح کیا تو اس سے تھوڑی مدت بعد ہالہ (جناب خدیجہ کی بہن) وفات پاگئیں اور اس نے اپنے پیچھے اپنی دو لڑکیاں مسمات زینب و رقیہ چھوڑیں۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجۃ الکبریٰ نے ان کی تربیت و پرورش کی اور اسلام سے پہلے عربوں کا یہ دستور تھا کہ جو شخص کسی یتیم کی تربیت کرتا تھا اس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بچہ کی نسبت اُسی شخص کی طرف دی جاتی تھی" اسلئے معلوم ہوا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلبی نہیں بلکہ ربیبہ لڑکیاں ہیں۔ اسکی تائید مزید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کی پرورش کی تھی تو لوگ ان کو ابن رسول کہا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کی مطلقہ (جناب زینب) سے عقد کیا تو لوگوں نے اعتراض کیا۔ کہ رسُول خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بہو سے عقد کیا ہے۔ حتیٰ کہ خدا کو قرآن میں رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفائی دینا پڑی کہ جسے بیٹا کہہ دیا جائے وہ درحقیقت بیٹا بن نہیں جاتا۔ نیز ان صاحبزادیوں کے جناب خدیجۃ الکبریٰ کی بھانجیاں ہونے کی تائید مزید تاریخ بلاذری، کتاب استغاثہ ابوالقاسم الکوفی اور کتاب شافی سید مرتضیٰ سے بھی ہوتی ہے۔ جنہوں نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب جناب خدیجہ سے عقد کیا تو وہ باکرہ تھیں۔ نیز کتاب الانوار اور کتاب بدع میں صاف لکھا ہے کہ یہ ہالہ کی بیٹیاں تھیں۔ (بحوالہ مراۃ العقول ج ۱ ص۳۵۲)۔ ابن ہشام (مشہور مؤرخ اہلسنت) نے لکھا ہے۔ وکانت قبله عند ابی هالة ابن مالک ..... فولدت له هند بن ابی هالة وزینب ابی هالة وکانت قبل ابی هالة عند عتیق بن عائز بن عبد الله بن عمرو بن مخزوم فولدت له عبدالله وجاریة۔ یعنی جناب خدیجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد کرنے سے پیشتر ابی ہالہ بن مالک کے عقد میں تھیں۔ جس سے اُنکے ہاں ایک لڑکا ہند اور ایک لڑکی زینب متولد ہوئی۔ اور ابی ہالہ سے پہلے عتیق بن عائذ ..... کی زوجیت میں تھیں۔ جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی" (سیرت ابن ہشام ج ۴ ص۲۹۲) اس سے معلوم ہوا کہ زوجیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آنے سے قبل جناب خدیجہ کے ہاں دو لڑکیاں موجود تھیں۔ جو بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں پرورش پانے کیوجہ سے مجازاً "بنات رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کہلائیں۔ بنابریں ظاہر ہے کہ جس حیثیت سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں ہونگی۔ اسی لحاظ سے جس سے وہ بیاہی جائیں گی وہ "دامادِ رسُول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" بھی کہلائے گا۔ ظاہر ہے کہ جس مسئلہ میں اسقدر احتمالات واختلافات موجود ہوں۔ اس سے کسی شخص کی فضیلت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

ثانیاً:۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ صاحبزادیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی صلبی بیٹیاں ہیں۔ تاہم اس سے نہ ہمارا کوئی نقصان ہوتا ہے اور نہ ہی مخالفین کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ قریباً تمام کتب سیر و تواریخ اہلسنت میں تصریح موجود ہے کہ ام کلثوم اور رقیہ یکے بعد دیگرے زوجیتِ عثمان میں آنے سے قبل عتبہ و عتیبہ پسران ابولہب کے حبالۂ عقد میں تھیں (ملاحظہ ہو اصابہ ابن حجر ج ۴ ص۴۸۹)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۲ ص ۲۹۹ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۸۵/۵۸۶ طبع لکھنؤ، روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۴۲۰، ص ۴۳۱ مواہب لدنیہ و شرح فقہ اکبر ص ۱۳۳/۱۳۴ و تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۷ وغیرہا) تو بنا بریں اگر یہ کوئی شرف ہے تو بقول اہلسنت اویست کا شرف و افتخار تو عتبہ و عتیبہ "داماداں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کو حاصل ہوگا۔ پھر عثمان کو علاوہ بریں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آیا ان دونوں صاحبزادیوں کو علاوہ دختران رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے اور تاریخی حیثیت یا ذاتی فضیلت بھی حاصل ہے؟ تاکہ اس رشتہ کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہو؟ جہاں تک ہم نے کتب فریقین کی ورق گردانی کی ہے ہمیں تو انکی فضیلت میں کوئی ایک آیت یا روایت بھی نہیں ملی۔ جبکہ جناب سیدۃ کے مناقب و محامد سے نہ صرف کتب فریقین بلکہ کتب عالم چھلک رہے ہیں۔ علاوہ بریں یہ بات بھی روشن ہے کہ ان صاحبزادیوں کے عقد کے وقت نہ کوئی رسہ کشی تھی اور نہ ہی کسی عظیم شخصیت کے ساتھ مقابلہ تھا تاکہ یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان کو منتخب کر کے انہیں یہ شرف بخشا ہے جیسا کہ جناب سیدۂ عالم کے عقد کے وقت یہ صورت حال درپیش تھی کہ ایک تو بی بی عالم مثالی اہمیت و عظمت کی حامل تھیں۔ اور دوسرا تمام صنادید قریش اور اشراف قوم منگنی پر منگنی کر رہے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کی خواہش کو مسترد کر کے حضرت علیؑ کو اس شرف سے مشرف اور اس فخر سے مفتخر فرمایا:۔

لہٰذا اسمیں عثمان کی کیا فضیلت ہے؟؟

ثالثاً سنی شیعہ کتب میں اسلام و ایمان میں جو فرق بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ظاہری اسلام پر باہمی نکاح و میراث کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ لیکن اخروی ثواب کا دارومدار ایمان پر ہے۔ چنانچہ مروج الذہب بر حاشیہ کامل ج ۶ ص ۲۰۰ بخاری ج ۱ ص ۱۴ طبع مصر تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۶۸ طبع مصر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "الاسلام ما جری بہ اللسان وحلت بہ المناکحۃ" اسی طرح اصول کافی ص ۲۲۰ تفسیر صافی ص ۳۶۰ وسائل الشیعہ ج ۳ ص ۱۷ میں حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا "الاسلام ما کان علیہ التناکح والمواریث وتحقن بہ الدماء والثواب علی الایمان" یہ عقد قبل ربعثت ہو یا بعد از بعثت اور خواہ آیت لا تنکحوا المشرکین کے نزول سے قبل ہو یا بعد بہر صورت شیعوں کو بفضلہ تعالیٰ نہ کوئی اضطراب ہے اور نہ کوئی پریشانی ہے۔ کیونکہ وہ عثمان کو کافر و مشرک نہیں سمجھتے۔ تاکہ اس ازدواج سے لا تنکحوا المشرکین کی خلاف ورزی ہو۔ بلکہ وہ اسے منافق جانتے ہیں اور باتفاق تمام مسلمین منافقین پر سب ظاہری احکام اسلام جاری ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر اگر یہ نکاح بھی عمل میں آگیا تو اس میں کیا قباحت ہے؟ یا عثمان کیلئے کونسی فضیلت کی بات ہے؟ لہٰذا زیادہ سے زیادہ اس نکاح کو عثمان کے ظاہری اسلام کی دلیل تو قرار دیا جا سکتا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

لیکن ہے اسکے علاوہ اور کسی خصوصیت یا فضیلت کو اس سے ثابت نہیں کیا جا سکتا ؛ وھذا حق لا یعتریہ شک ۔

رابعاً ۔ تمام ادیانِ عالم بالعموم اور دینِ اسلام میں بالخصوص اخروی نجات کا دارومدار ذاتی ایمان واعمال صالحہ پر رکھا گیا ہے ۔ صرف نسبی یا سببی رشتہ داریوں سے بخشش نہیں ہوتی ۔ ارشادِ باری ہے ۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ۔ فرمانِ رسالت ہے ۔ الجنۃ لمن اطاع اللہ ولو کان عبداً حبشیاً ۔ والنار لمن عصی اللہ ولو کان سیداً قرشیاً ۔ (سابع عشر بحار) مزید وضاحت کیلئے جناب نوح اور ان کے بیٹے اور جناب نوح ولوط کی منافق بلکہ کافر بیویوں اور فرعون اور اسکی مؤمنہ زوجہ کے واقعات قرآن مجید میں دیکھے جا سکتے ہیں ؛ خداوندِ عالم فرماتا ہے ۔ ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئاً وقیل ادخلا النار مع الداخلین (پ ۲۸ ۔ سورۃ تحریم ۶۶) (کافروں کے عبرت پکڑنے کیلئے خدا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال دیتا ہے کہ یہ (دونوں عورتیں) ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں پھر ان دونوں نے ان کو دغا دی ۔ (کہ اپنے شوہروں کے خلاف کافروں سے ملی رہیں) تو دونوں کے شوہر باوجودیکہ پیغمبر تھے) اللہ کے مقابلے میں انکے کچھ بھی کام نہ آئے اور (ان دونوں عورتوں کو) حکم دیا گیا کہ جہاں اور لوگ (جہنم میں) داخل ہوتے ہیں (تم بھی) انکے ساتھ جہنم میں جا داخل ہو (ترجمہ نذیری) ؛ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک خسر حیی بن اخطب یہودی اور بقول اہلسنت دو داماد (عتبہ وعتیبہ) کافر تھے ۔ تو کیا انکو اس سببی قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے ؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو عثمان کو بھی ضرور اس سے فائدہ حاصل ہوگا ۔ اور اگر یہاں جواب نفی میں ہے تو پھر وہاں بھی ایسا ہی سمجھیں ع

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

خامساً ۔ اس سلسلہ میں مؤلف نے جو روایات کتبِ شیعہ سے نقل کی ہیں اُن میں سے کوئی بھی صحیح السند نہیں ہے چنانچہ اس سلسلہ کی پہلی روایت جو حیات القلوب میں بحوالہ قرب الاسناد مروی ہے ۔ اسکی سند میں مسعدہ بن صدقہ موجود ہے ۔ جو سنی المذہب ہے (ملاحظہ ہو رجال حائری ص ۳۰۰ کذافی رجال استرآبادی ورجال الشیخ وغیرہ) لہٰذا وہ ہمارے لئے ناقابل استدلال ہے اور دوسرے ثبوت میں اصول کافی کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے یہ سرکار کلینیؒ (مؤلف اصول کافی) کی ذاتی رائے ہے اسے روایت قرار دے کر اس پر استدلال کی دیوار کھڑی کرنا خیانتِ مجرمانہ کے ذیل میں آتا ہے ۔ علاوہ بریں اصول کافی کو بار بار مصدقہ امام مہدیؑ ظاہر کرنا بھی درست نہیں ۔ جبکہ علمائے اعلام نے اس بے سروپا قصہ کی رد

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کردی ہے (ملاحظہ ہو روضات الجنات و دار السلام وغیرہ) اور تیسرے ثبوت میں تحفۃ العوام سے صلوات جس کے فقرے نقل کئے گئے ہیں اولاً تو یہ صلوات باسناد کسی امام علیہ السلام سے مروی نہیں ہے۔ ثانیاً ممکن ہے کہ جناب رقیہ و ام کلثوم سے بناتِ جناب امیر علیہ السلام مراد ہوں ۔ جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسیاں ہونیکی وجہ سے بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلا سکتی ہیں۔ (کمافی ترجمۂ مفاتیح الجنان) اور چوتھے ثبوت میں حیات القلوب صفحہ ۲۹۲ سے جو یہ نقل کیا گیا ہے کہ عثمان نے مع اپنی زوجہ رقیہ دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ حیات القلوب ج ۲ صفحہ ۵۰۹ کی اس روایت کے مخالف و مناقض ہے جو مؤلف نے اسی صفحہ پر ایک سوال کے جواب میں نقل کی ہے کہ جنگ بدر کی طرف جاتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رقیہ کا عقد عثمان سے کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جنگِ بدر ہجرتِ مدینہ کے بعد واقع ہوئی۔ اور ہجرت حبشہ اس سے پہلے۔ لہٰذا یہ آثار اپنے داخلی اختلاف اور انتشار کی وجہ سے ناقابلِ اعتبار ہیں۔ حق پر جس قدر تہرے پردے ڈالے جائیں۔ آخر وہ ظاہر ہو کر ہی رہتا ہے ع:-

حق کو چھپانا سہل نہیں اے جناب من
بلکہ ع اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

جہاں تک جناب عثمان کی دیگر مالی و جانی خدماتِ اسلام کا تعلق ہے ہم سابقاً آیاتِ فضائلِ صحابہ کے ذیل میں انکی قلعی کھول چکے ہیں۔ اور جہاں تک کتبِ شیعہ سے انکے مزعومہ فضائل ثابت کرنے کا تعلق ہے ہم نے بفضلہٖ تعالےٰ بجائے فضائل کے ان کا رذائل عثمان ہونا کالشمس فی نصف النہار واضح و آشکار کر دیا ہے۔ والحمد للہ علی وضوح الحجۃ قل ھذہٖ تذکرۃ فمن شاء ذکرہ۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

(اصحابِ ثلاثہ کی مشترکہ تعریف)

حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ نے جہاں اصحاب ثلاثہ کی فرداً فرداً اپنے اقوال میں تعریف فرمائی ہے وہاں مشترکہ اوصاف کا بیان بھی ان کے خطبات میں پایا جاتا ہے ——— اب ہم ایسی روایات لکھیں گے جو کتب شیعہ میں اصحاب ثلاثہ کے اوصاف کے مشترکہ پائی جاتی ہیں نہج البلاغہ ج ۱ صفحہ ۱۲۹ میں ہے۔ لقد عھدت اقواما فی عھد خلیلی الخ (اجذت عربی)۔ ترجمہ:- میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا۔ کثرتِ گریہ سے اُن کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

آنکھیں خیرہ ہوگئی تھیں۔ روزہ داری کی وجہ سے اُنکے پیٹ خالی ہو گئے تھے۔ دعا کرتے کرتے اُنکے ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ شب بیداری کے سبب اُنکے چہرے زرد تھے کثرتِ سجود کے باعث انکے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے۔ جو گذر گئے کہ انکی ملاقات کی پیاس رکھیں اور انکے فراق میں دانتوں سے ہاتھ کاٹیں۔ شیطان تمہارے لئے راستہ پیدا کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ دین کی رسّی کو پارہ پارہ کر دے اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈال دے تم اسکے وساوس سے بچو اور اپنے رہنما کی نصیحت مانو۔ اور اپنے دلوں میں گرہ کر لو۔" اس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے اصحاب رسولؐ کی جو فوت ہو گئے ہیں بے حد تعریف فرمائی ہے کہ وہ قائم اللیل صائم النہار ——— شیعہ حضرات بتائیں کہ کیا اصحاب ثلاثہ ان افراد میں داخل تھے۔ یا نہ؟ اور یہ اوصاف اُن میں پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ ——— اُنکے اوصاف یاد کر کے دِل کو تسکین دیتے تھے۔ اور مسلمانوں کو ان کے طریق پر چلنے ——— کی ترغیب دیتے تھے ——— شیعہ کے نزدیک تو صرف معدودے چند ابوذر، مقداد، سلمان فارسی کے سوائے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسلمان ہی نہ رہا تھا۔ پھر وہ اقوام جنمیں یہ اوصاف تھے کہاں؟ جن کی وفات کا جناب امیرؑ کو از حد رنج تھا ——— (آفتاب ص۱۳۰)۔

الجواب اصل استدلال کا جواب پیش کرنے سے پہلے اس بات کی وضاحت کر دینا مناسب ہے کہ شیعیان حیدر کرار پر یہ سراسر اتہام ہے کہ وہ سوائے تین یا چار اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باقی تمام اصحابہ کو معاذ اللہ کافر و مرتد سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جسطرح برادران اسلامی سب اصحاب سے محبت و عقیدت کے دعوے کے باوجود زیادہ تر اصحاب ثلاثہ کی طرف رجحان و میلان رکھتے ہیں۔ اسی طرح شیعانِ حیدر کرار جناب سلمانؓ، ابوذرؓ، عمار بن یاسرؓ اور مقداد بن اسودؓ کو تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر سمجھتے ہیں۔ ان کے علاوہ جس قدر اصحاب با صفا و ارباب زہد و اتقا ہیں

حضرات شیعہ مومن صحابہ کرام کی عظمت کے معتقد ہیں؟

ے جن بعض اخبار میں یہ وارد ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سوائے چار افراد کے باقی لوگ مرتد ہو گئے۔ اس ارتداد سے یہاں اسکے وہ فقہی معنی مراد نہیں جو کفر کے مترادف ہیں بلکہ اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ غدیر خم کے مقام پر حضرت امیرؑ کی خلافت و امامت کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے انحراف ہو گئے۔ اور اس پر ثابت قدم نہ رہے۔ اور یہ بات انکے نقص ایمان کی علامت ہے نہ کہ کفر و شرک کی دلیل۔ کما لا یخفی علی العوام فضلاً عن العلماء الاعلام (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

شیعہ ان سب کے بدل وجان معتقد ہیں۔ اور انکی تعظیم وتکریم کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ ہاں البتہ وہ ان میں سے فاسقین اور بالخصوص منافقین کی عظمت پر یقین نہیں رکھتے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی دس پچاس یا دو سو نہ تھے۔ بلکہ ہزاروں تھے۔ اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ وہ سب کے سب مخلص ومؤمن اور عادل نہ تھے بلکہ ان میں کچھ مومن تھے اور کچھ منافق۔ کچھ عادل تھے اور کچھ فاسق۔ جیساکہ خدا فرماتا ہے۔ منھم المومنون واکثرھم الفاسقون لھذا شیعیان علی حسب فرمان ربانی صرف منافقین کو اچھا نہیں سمجھتے اور نہ ہی خلاف عقل وثقل وہ مومن وفاسق عادل وغیر عادل، قاتل ومقتول اور ظالم ومظلوم کو برابر سمجھتے ہیں افمن کان مومناً کمن کان فاسقاً۔ اور یہی ہمارے ہادیان دین کی ہمیں تعلیم وتلقین ہے۔

ارشاداتِ معصومین سے دعواتِ بالا کے ثبوت

اس سلسلہ میں حضرت امیر کے خطبات، امام زین العابدین کے ادعیہ جات اور دوسرے آئمہ طاہرین کے متعدد روایات مشاہد عادل موجود ہیں۔ چنانچہ جناب امیرؑ کے ان خطبوں میں سے ایک وہی خطبہ ہے جس کا ایک حصہ اس استدلال میں پیش کیا گیا ہے اسکی ابتداء میں آپ فرماتے ہیں۔

"این القوم الذین دعوا الی الاسلام فقبلوہ وقرأ القرآن فاحکموہ وھیجوا الی القتال فولھوا ولہ اللقاح الی اولادھا وسلوا السیوف من اغمادھا واخذوا باطراف الارض زحفاً فزحفاً وصفاً صفاً بعض ھالک وبعض نجی لایبشرون بالاحیاء ولا یعزون بالموتی مرۃ العیون من البکاء"

امام زین العابدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخلص مؤمن اصحاب باصفا پر صلوات میں فرماتے ہیں۔

"اللھم واصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاصتہ الذین احسنوا الصحابۃ والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصرہ وکانفوہ واسرعوا الی دعوتہ واستجابوا لہ حیث سمعھم حجۃ رسالاتہ وفارقوا الازواج والاولاد فی اظہار کلمتہ وقاتلوا الآباء والابناء فی تثبیت نبوتہ الخ ....."

(صحیفہ سجادیہ ص۱۱۲، مترجم)

بارالہا! خصوصیت سے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے وہ افراد جنہوں نے پوری طرح پیغمبر کا ساتھ دیا۔ اور انکی دعوت کی طرف سبقت کی اور جب پیغمبر نے اپنی رسالت کی دلیلیں انکے گوش گذار کیں۔ تو انہوں نے لبیک کہی۔ اور انکا بول بالا کرنے کیلئے بیوی بچوں کو چھوڑ دیا اور امر نبوت کے استحکام کیلئے باپ اور بیٹوں تک سے جنگیں کیں۔"

سلام اُن پر جو ان کے اصحاب ہیں ؛ وہ اصحاب کیسے، احباب ہیں
خدا ان سے راضی، رسولؐ اُن سے خوش ؛ علیؑ ان سے راضی، بتول اُن سے خوش

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(اصل محلِ نزاع اصحاب ثلاثہ کی شخصیّت ہے)

دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے برادرانِ اسلامی میں اس سلسلہ میں جو کچھ نزاع ہے وہ صرف اصحاب ثلاثہ کے بارے میں ہے۔ اہلسنّت انکو بعد از نبی تمام اصحاب بلکہ تمام امّت سے افضل جانتے ہیں اور ہم انکو دولت ایمان و ایقان اور اخلاص سے تہی دامن مانتے ہیں۔ اور ہم سابقاً آیات قرآنیہ کے ذیل میں بالخصوص پہلی آیت کے جواب میں اس دعوے کو قرآن، حدیث اور تاریخی حقائق کی روشنی میں ثابت کر آئے ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ ہمارے بھائیوں کو جس طرح ساون کے اندھے کو ــــــــــ ہر چیز سبز نظر آتی ہے انکو ہر جگہ اصحاب ثلاثہ ہی جلوہ افروز نظر آتے ہیں۔ کسی صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح ہو، انکو اس آئینہ میں اپنے ثلاثہ ہی دکھائی دیتے ہیں۔ اگرچہ ان اوصاف کا ان میں نام ونشان بھی نہ ہو! جیسا کہ مؤلف نے نہج البلاغہ کے اس اقتباس کیساتھ سلوک کیا ہے۔ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض کامل الایمان محبان جناب امیر علیہ السلام صحابۂ کرام کی تعریف وتوصیف اور انکی پیاری یاد کے متعلق ہے۔ جن کی چند نمایاں صفات جلیلہ آنجنابؑ نے یہ بیان فرمائی ہیں کہ (۱) وہ سچے مسلمان (۲) صحیح قارئین قرآن اور (۳) جہاد کے ایسے شائق تھے جیسے ناقہ اپنے بچوں کی شائق ہوتی ہے (۴) چنانچہ انکی تلواریں ہر وقت میان سے باہر رہتی تھیں۔ (۵) راہِ خدا میں انکے لئے موت وحیات برابر تھی (۶) خوف وخشیت الٰہی کی شدّت کی وجہ سے انکی آنکھیں غیرہ (۷) کثرتِ صیام سے پیٹ پشت سے لگے ہوئے (۸) کثرتِ دعا وپکار سے ہونٹ خشک (۹) اور کثرتِ شب بیداری کے سبب سے رنگ زرد تھے۔ ہم ببانگِ دہل اعلان کرتے ہیں کہ ان صفاتِ جمیلہ کا عشرِ عشیر بلکہ ان کا نام ونشان بھی اصحابِ ثلاثہ میں نہیں پایا جاتا۔ اور ہم باانصاف ناظرین کرام سے خدائے ذوالمنن کا واسطہ دے کر التماس کرتے ہیں کہ وہ شیعہ کی نہیں بلکہ سنیوں کی کتب سے ہی سہی اگر ان صفات جلیلہ کا اصحابِ ثلاثہ میں پایا جانا ثابت کر دیں تو ہم منہ مانگا انعام دینے کو تیار ہیں؟ اگر اہلسنت اپنے دعوے میں سچے ہیں تو میدان میں آئیں اور یہ انعام حاصل کریں

ع کس بمیداں درنمی آید سواراں را چہ شد ؟؟؟؟

اصل اعتقاد جناب امیر علیہ السلام متعلق باصحابِ ثلاثہ

اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ جناب امیر علیہ السلام ثلاثہ کو کیسا سمجھتے تھے؟ تو اسکے متعلق نہج البلاغہ وغیرہ میں آپ کے بکثرت صریح ارشادات موجود ہیں۔ جن میں ہرگز کسی قسم کا کوئی اجمال و ابہام نہیں ہے۔ انکو بغور ملاحظہ فرمائیں اور اصل حقیقت کا سُراغ لگائیں۔ مثلاً اس سلسلہ کی اہم کڑی آنجناب کا وہ خط ہے جو خطبۂ شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ اسمیں فرماتے ہیں اما واللہ لقد تقمصھا ابن

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یا ابی قحافۃ رائہ لیعلمان محلی منہا محل القطب من الرحیٰ ـــــــ فرأیت ان الصبر علی ہاتا احجیٰ فصبرت وفی العین قذیً وفی الحلق شجیً اریٰ تراثی نہباً حتی مضی الاول لسبیلہ فادلیٰ بہا الی ابن الخطاب بعدہ ـــــــ فیا عجبا بینما ہو یستقیلہا فی حیاتہ اذ عقدہا لاخر بعد وفاتہ۔ لشد ما تشطرا ضرعیہا ـــــــ فصبرت علی طول المدۃ وشدۃ المحنۃ حتیٰ اذا مضی لسبیلہ جعلہا فی جماعۃ زعم انی احدہم فیا للہ وللشوریٰ ـــــــ الی ان قام ثالث القوم نافجا حضنہ بین نشیلہ ومعتلفہ وقام معہ بنوابیہ یخضمون مال اللہ خضم الابل نبتۃ الربیع الی ان انتکث فتلہ واجہز علیہ عملہ وکبت بہ بطنتہ ـــــــ لوگو! خدا کی قسم! ابو قحافہ کے فرزند نے پیراہن خلافت کو زبردستی پہن لیا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ میں (کمالات علمی و عملی کے لحاظ سے) خلافت کیلئے اتنا ناگزیر ہوں جتنا چکی کیلئے وہ کھونٹا جس پر اسکی گردش منحصر ہوتی ہے۔ ـــــــ میں نے دیکھا کہ صبر کرنا ہی خردمندی سے قریب ہے۔ میں نے صبر کیا۔ حالانکہ آنکھ خاشاک و غبار سے اور حلقوم و گلو استخوان (اندوہ) سے سخت تکلیف میں تھا۔ میں میراث کو تاراج ہوتے دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ خلیفہ اوّل اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور خطاب کے فرزند کو خلافت سپرد کر گئے ـــــــ کتنے تعجب کی بات ہے کہ خلیفہ اوّل اپنی زندگی میں لغزشوں سے بچنے کیلئے دوسروں کی یاوری کے طلاب تھے۔ یا پھر یہ ہوا کہ اپنی وفات کے بعد وہ خلافت کی وصیت ایک دوسرے شخص کیلئے کر گئے۔ (حکومت) کے دونوں تھن ان دونوں نے یکے بعد دیگرے دوہ لئے ـــــــ میں نے اس طویل مدت میں شدتِ تکلیف پر صبر (ضبط) سے کام لیا۔ (اور خاموش رہا) حتیٰ کہ دوسرے خلیفہ بھی دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور امر خلافت ایک جماعت میں محصور کر دیا۔ جس کا ایک فرد انکے گمان میں میں بھی تھا۔ بار خدایا! بھلا مجھے اس سے کیا مطلب!

ـــــــ آخر کار قوم کا تیسرا آدمی پیٹ پھلائے اپنے گوبر اور چارے کے بیچ میں کھڑا ہوا اس کے ساتھ اسکے جدی بھائی بند (بنوامیہ) بھی ہو گئے۔ اور خدا کا مال اسی طرح تصرف میں لاتے گئے جس طرح اونٹ موسم بہار کی گھاس صاف کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسکی رسی کے بل بھی نکل گئے اور اس کا کام بھاری ہو گیا اور بسیار خوری کے سبب منہ کے بل گر پڑا۔ (ترجمہ نہج البلاغہ رئیس احمد ندوی حنفی ج ۱ صفحہ ۱۳۶ تا صفحہ ۱۴۱)۔

(۲) نہج البلاغہ طبع ایران صفحہ ۱۳ پر فرماتے ہیں فوا للہ ما زلت مدفوعا عن حقی مذ قبض اللہ نبیہ۔ میں برابر اپنے حق سے محروم کیا جاتا رہا ہوں" (ترجمہ ندوی ج ۱ صفحہ ۱۴۶)۔

(۳) صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں لیس لی معین غیر اہلبیتی۔ سوائے میرے اہلبیت کے میرا اور کوئی معین و مددگار نہ تھا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(۴) صـ۳۹ پر فرماتے ہیں لقد علمتم انی احق بھا من غیری۔ تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ میں خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔

(۵) صـ۱۷ پر فرماتے ہیں اجمعوا علیٰ منازعتی حقاً کنت اولیٰ بھا من غیری۔ ان لوگوں نے میرے ساتھ اس حق (خلافت) کے متعلق جھگڑے کرنے پر اجماع کیا۔ جس کا میں دوسروں سے زیادہ حقدار تھا۔

(۶) صـ۱۹۹ پر فرماتے ہیں زعمت ان افضل الناس فلان۔ فلاں (اے معاویہ)۔ تو نے گمان کیا ہے ــــــــ کہ اسلام میں رسول خدا کے بعد افضل فلاں و فلاں ہے۔

(۷) صـ۲۶۱ پر فرماتے ہیں فان کنت بالشوریٰ ملکت امورھم۔ فکیف بھذا والمشیرون غیب۔ اگر تم نے مشورہ سے مسلمانوں کے معاملات پر قبضہ کیا ہے! تو یہ درست نہیں کیونکہ حقیقی مشورہ دینے والے (آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو موجود ہی نہ تھے۔

(۸) بخاری ج ۳ صـ۳۵ طبع مصر، مسلم ج ۲ صـ۹۱ میں جناب امیر علیہ السلام کا یہ ارشاد موجود ہے۔ ابوبکر کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ولکنک استبددت علینا بالامر وکنا نحن نری لنا حقاً لقرابتنا من رسول اللہ تو نے ہم پر ظلم کیا۔ حالانکہ ہم بوجہ قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر (خلافت) کو اپنا حق جانتے تھے۔"

(۹) تاریخ طبری ج ۳ صـ۲۰۳ طبع مصر میں آپ کا یہ ارشاد بایں الفاظ مروی ہے کنا نری ان لنا فی ھذا الامر حقاً فاستبددتم بہ علینا ــــــــ ہم اس امر (خلافت) کو اپنا حق سمجھتے تھے مگر تم نے ہم پر ظلم و زیادتی کی۔

(۱۰) صحیح مسلم ج ۲ صـ۹۰ مع شرح نووی طبع دہلی میں عمر صاحب کا حضرت امیرؑ اور جناب عباس کو خطاب کر کے یہ کہنا مذکور ہے کہ (ایتمانی کاذباً آثماً غادراً خائناً ..... تم دونوں مجھے جھوٹا، گنہگار، غدار اور خیانت کار سمجھتے ہو۔ اور جو مجھ سے بہتر تھا (ابوبکر) آپ اسے بھی ایسا ہی سمجھتے تھے" ــــــــ تلک عشرۃ کاملۃ

مؤلف کا یہ کہنا کہ حضرت علیؑ مسلمانوں کو ان (اصحاب ثلاثہ) کے طریق کار پر چلنے کی ترغیب دیتے تھے" حقائق کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ جو بات ناقابل ردّ دلائل سے ثابت ہے۔ وہ یہ ہے کہ بوقتِ شوریٰ، جب ظاہری اسلامی خلافت اس شرط پر جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔ کہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ سیرت شیخین (ابوبکر و عمر) پر بھی چلیں تو جناب نے خلافت ٹھکرا دی تھی۔ لیکن سیرت شیخین پر چلنا گوارا نہیں فرمایا تھا۔ (ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر صـ۸۰/۸۳ طبع لاہور وغیرہ) پھر وہ دوسروں کو کس طرح انکے طریق کار پر چلنے کی ترغیب دے سکتے تھے؟ ان ھذا لا اختلاف۔ ان حقائق سے یہ بات روشن کی طرح واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ حضرت امیرؑ ثلاثہ کو گنہگار، جھوٹا، خیانت کار اور غدار اور ظالم و جابر اور غاصب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور انکی خلافت کو غاصبانہ و جائرانہ و جابرانہ سمجھتے تھے۔ والحق مع علی و علی مع الحق۔

دوم نہج البلاغہ ج ۲ ص۳ میں ہے:۔ من کلام لہٗ علیہ السلام الی معاویہ انہ بایعنی (بحذف عربی) ترجمہ:۔ جناب امیر کے ان خطوط میں سے جو معاویہ کو آپ نے لکھے یہ بھی تھا کہ میری بیعت اسی قوم نے اس امر پر کی ہے جس پر انھوں نے ابوبکر، عمر، عثمان سے کی تھی۔ اب کسی حاضر یا غائب کو اس بیعت کے رد کرنیکا اختیار نہیں ہے اور شوریٰ مہاجرین و انصار ہی کا حق ہے۔ جس شخص کی بیعت پر انکا اتفاق ہو جائے اور اسکو امام بنالیں۔ خدا کو بھی وہی منظور ہے اس متفقہ خلیفہ کی اطاعت سے جو کسی طعن یا بدعت کے باعث انحراف کرے اہل شوریٰ کا حق ہے کہ اسے خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کریں۔ اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ دینے پر اس سے لڑیں"

اس خطبہ میں جناب امیرؑ نے مسئلہ خلافت و خلیفہ کا بالکل فیصلہ فرما دیا۔ اور آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ میری اور خلفائے سابقہ کی خلافت ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت (مہاجرین و انصار) کے انتخاب سے عمل میں آئی ہے اور انتخاب خلیفہ کا حق بھی مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار کو ہی ہے ——— اب جو لوگ کہتے ہیں کہ خلافت کے حقدار سب سے پہلے امیر علیہ السلام کا اور خانقا (کذا) ثلاثہ کا انتخاب غلط ہوا تھا وہ جناب امیرؑ کے اس قول کی تکذیب کرتے ہیں

اس خطبہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ انتخاب خلیفہ سے ناراض تھے اور انہوں نے بیعت نہ کی تھی یا جبراً قہراً کی تھی۔ یہ سب کچھ یا لوگوں کی گھڑت اور اتہام محض ہے۔

کیا شیعہ صاحبان جناب امیر المومنینؑ کے اس فرمان واجب الاذعان کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے؟ (آفتاب ص۱۴۰) ؛

الجواب شیعیان حیدر کرار خوارج و نواصب کی طرح انکے فرمان واجب الاذعان سے سرتابی و انحراف نہیں کرتے بلکہ اسے واجب العمل سمجھ کر اسکے سامنے سر تسلیم خم کرنا عین ایمان سمجھتے ہیں۔ مگر سر تسلیم خم کرنے سے پہلے اس فرمان کا صحیح مفہوم سمجھنا اشد ضروری ہوتا ہے کیونکہ بزرگان دین کا ارشاد ہے "من الف تردید" صرف ایک روایت کا سمجھنا بلا سمجھے ہزار روایت نقل کرنے سے بہتر ہے۔ سو ہم علیٰ وجہ البصیرہ کہتے ہیں۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کا یہ کلام بطور الزام ہے نہ بطور بیان مقصد و مرام۔ کما لا یخفی علیٰ اولی الافہام المطلعین علی دقائق فن الجدل والمناظرۃ والکلام۔ اس کلام سے آنجنابؑ کا مقصد بطور اتمام حجت معاویہ پر بہر حال اپنی خلافت کا ثابت کرنا ہے کہ اے معاویہ! تمہارا یہ اصول ہے کہ مہاجرین و انصار کے اجماع و شوریٰ سے خلافت منعقد ہو سکتی ہے۔ اسی بنا پر تم اپنے خلفاء ثلثہ کی خلافت کو صحیح

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تجھتے ہو۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم مجھے خلیفہ رسول نہیں سمجھتے حالانکہ تمہارے اس مقرر کردہ معیار پر میں پورا اترتا ہوں کیونکہ میری بیعت بھی انہی لوگوں نے کی ہے جنہوں نے شیخین کی کی تھی۔ آنحضرت اور معاویہ کی خط و کتابت کا یہ سلسلہ بہت طولانی ہے جو کتب تواریخ میں مرقوم ہے "کتب علی الی معاویہ بعد وقعۃ الجمل سلام علیک امّا بعد فان بیعتی بالمدینۃ لزمتک وانت بالشام لانہ بایعنی الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی مابایعوھم علیہ" حضرت علیؑ نے جنگ جمل کے بعد معاویہ کو یہ خط لکھا۔ امّا بعد۔ سلام علیک اے معاویہ! میری بیعت جو مدینہ میں واقع ہوئی ہے تم پر لازم ہو گئی ہے۔ حالانکہ تم شام میں ہو۔ کیونکہ میری بیعت انہی لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکر و عثمان کی کی تھی"۔

لیجئے اس مکتوب میں الزوم کا لفظ بھی موجود ہے جس سے اس کا الزامی دلیل ہونا واضح ہو جاتا ہے یہی وجہ تھی کہ معاویہ بھی اس الزام کو رد نہ کر سکا۔ اور فرار کی ایک اور راہ اختیار کی۔ اسی العقد الفرید ج ۲ ص ۳۲۴ پر معاویہ کا جواب مذکور ہے۔ "فکتب الیہ معاویہ السلام علیک امّا بعد فلعمری لو بایعک الذین ذکرت وانت بریٔ من دم عثمان لکنت کالی بکر وعمر وعثمان ولکنک اغریت بدم عثمان۔ الخ۔ السلام علیک (اے علیؑ) مجھے اپنی زندگی کی قسم اگر وہ لوگ جن کا تم نے ذکر کیا ہے۔ (یعنی مہاجر و انصار) تمہاری بیعت کر لیتے اور تم خون عثمان سے بری الذمہ ہوتے۔ تو یقیناً تم ابوبکر و عمر و عثمان کی طرح (واجب البیعت والاطاعت) ہوتے لیکن تم نے لوگوں کو قتل عثمان پر برانگیختہ کیا" بعد ازیں حضرت علی کا جواب الجواب بھی اسی صفحہ پر مرقوم ہے۔ بخوف طوالت ہم اسے قلم انداز کرتے ہیں طرفین کی خط و کتابت دیکھنے کے شائقین کتاب مذکور کی طرف رجوع کر کے اپنی پیاس شوق بجھا سکتے ہیں۔ بہر حال اس خط و کتابت سے روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہو گیا کہ آنجناب کا یہ کلام الزامی ہے اور معاویہ اس جواب سے ملزم و مفحم بھی ہو گیا تھا۔ لیکن چونکہ اسے بیعت نہ کرنا تھی۔ نہ کی۔ اسلئے بہتان تراشی سے کام لیکر اپنی گلو خلاصی کرائی۔ آنجناب آیۃ فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فردہ الی اللہ ان نحکم بالکتاب وردہ الی الرسول ان ناخذ بالسنۃ فاذا حکم بالصدق فی کتاب اللہ فنحن احق الناس بہ وان حکم بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فنحن اولاھم۔ خداوند عالم کی طرف رجوع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب کے مطابق حکم کریں اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی سنت پر عمل کریں لہٰذا اگر کتاب خداوندی سے سچائی کے ساتھ فیصلہ لیا جائے تو ہم تمام لوگوں سے زیادہ حق دار خلافت و امامت ہیں اور اگر سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق عمل کیا جائے تو بھی ہم سب لوگوں سے اسکے زیادہ لائق ہیں (بہر حال خلافت و امامت نصی ہے نہ اجماعی نہ شورائی)۔

اگر آنجناب علیہ السلام کے اس کلام کو نقضی و الزامی قرار نہ دیا جائے بلکہ حقیقت پر محمول کیا جائے تو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس سے مسلمانوں کی تینوں خلافتوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔ کیونکہ واضح ہے کہ اس معنی کی بنا پر انعقادِ خلافت کا انحصار تمام مہاجرین و انصار کے اجماع و شوریٰ پر ہے۔ حالانکہ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ایسا اجماع و اتفاق تینوں میں سے کسی ایک کیلئے بھی واقع نہیں ہوا۔ کیونکہ خلافتِ اولیٰ فقط حضرت عمر یا اُنکی دھینگا مُشتی سے چند دیگر افراد کے بیعت کرنے سے عمل میں آئی۔ اور خلافتِ ثانیہ فقط خلیفہ اوّل کی وصیت سے منعقد ہوئی اور خلافتِ ثالثہ بظاہر چھ اشخاص اور در حقیقت فقط عبدالرحمٰن ابن عوف کی بیعت کرنے سے بروئے کار آئی۔ (تفصیلات کیلئے سابقہ بیانات کی طرف رجوع فرمائیں) بہتر یہی ہے اور اسی میں مصلحت مضمر ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کے اس کلام حقیقت ترجمان کو الزام پر محمول کیا جائے۔ ورنہ بصورت دیگر قصرِ خلافت خلفائے ثلاثہ منہدم ہو جائیگا۔ جس سے ہمارے استدلال کنندگان کا بجائے نفع کے الٹا نقصان ہوگا ؎

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے!

باقی رہی یہ بات کہ حضرت امیرؑ خلافتِ ثلاثہ کو کیا سمجھتے تھے؟ اس کا تحقیقی جواب اس سے پہلے استدلال میں ابھی اوپر بالتفصیل دیا جا چکا ہے۔ اور جہاں تک آنجنابؑ کے ثلاثہ کی بیعت کرنے یا نہ کرنے کا تعلق ہے ہم اس موضوع پر وہاں تفصیلاً گفتگو کریں گے۔ جہاں مؤلف اس عنوان کے تحت بات کا آغاز کریں گے۔ یہاں اجمالاً اتنا سمجھ لیجئے کہ جب سابقہ استدلال کے جواب میں کتب فریقین سے یہ ثابت کر دیا گیا۔ کہ جناب امیرؑ خلافتِ ثلاثہ کو غاصبانہ و جائرانہ اور خلفائے ثلاثہ کو گنہگار۔ کذّاب، غدّار۔ خیانتکار، ظالم و غاصب اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ خلافت نبویہ کا حقدار سمجھتے تھے۔ تو بعد ازاں بر ضا و رغبت انکے بیعت ثلاثہ کرنیکا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اِنَّ فی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَعْقِلُوْنَ۔

سوم حیات القلوب ج ۲ ص ۵۸۹ میں ہے والسّابقون الاوّلون من المُهاجرین والانصار والّذین اتبعوهم باحسانٍ رضی اللّٰه عنهُ ورضُوا عنه۔ یعنی پیشی گیرندگان کہ پیشتر بُودہ اند از مہاجرین و انصار۔

یہاں مؤلف نے صرف علامہ مجلسی کے بیان کردہ ترجمہ پر اکتفا کی ہے اور آخر میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اصحاب ثلاثہ بھی مہاجرین و انصار میں شامل بلکہ ان کے سرتاج ہیں (آفتاب ص ۱۴۱) ؎

الجواب چونکہ سلسلہ آیات کے ضمن میں پانچویں نمبر پر مؤلف اس آیت مبارکہ کو پیش کر کے اس کیساتھ استدلال کر چکے ہیں۔ اور ہم اس مقام پر ثلاثہ کا شرفِ ہجرت و نصرت و اتباع باحسان اور سعادت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

رضائے رحمٰن سے تہی دامان ہونا واضح و عیاں کر چکے ہیں۔ اس لئے بجائے اعادہ و تکرار کے ناظرین کرام کو اسی مقام کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

چہارم :۔ حملۂ حیدری میں جنگِ بدر کے بیان میں لکھا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی قلت و بے سروسامانی اور کفار کی کثرت اور انکے ساز و سامان کو دیکھا تو دست بدعا ہو کر فرمانے لگے :

ع:۔ خدایا گر ایں چند تن از عباد
کہ کردند امرِ ترا انقیاد

(بحذف اشعار) ترجمہ :۔ اے خدا اگر تیرے یہ قلیل بندے جو تیرے عبادت گذار ہیں اور تیرے حکم کی تعمیل میں لڑائی پر کمربستہ ہو کر دشمن کی قلت و کثرت کی پرواہ نہیں رکھتے۔ اگر یہ دشمن کے ہاتھ سے شکست یاب ہو کر فتح یابی حاصل نہ کر سکے۔ تو یا خدایا! روئے زمین پر تا قیامت تیری پرستش کرنے والا کوئی باقی نہ رہ جائیگا۔ بتاؤ جن اشخاص کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شہادت دیکر حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ تیرے فرمانبردار بندے ہیں _____

یہ لوگ کون تھے یہ وہی مہاجرین و انصار تھے جنکے میر عسکر ثلاثہ رضی اللہ عنہم تھے۔ یا کوئی اور ہم آفتاب ۱۴۱ ؎

الجواب ہم بعونہٖ تعالےٰ بتاتے ہیں۔ اور ڈنکے کی چوٹ بتاتے ہیں کہ جن کے حق میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ہے۔ ان سے مراد وہی مومن و مجاہد ہیں جنکے اخلاص و ایمان اور بے پناہ جذبۂ جہاد کی بدولت یہ جنگ فتح ہوئی۔ آپ کے ممدوحین خاص اصحاب ثلاثہ بہرحال اُن سے خارج ہیں۔ کیونکہ عثمان صاحب تو سرے سے اس جنگ میں شامل ہی نہ تھے۔ (ملاحظہ ہو ازالۃ الخفاج ص۔ وغیرہ) اور شیخین اگرچہ اس غزوہ میں شریک ضرور تھے۔ مگر تاریخ اسلام انکا کوئی جنگی کارنامہ پیش کرنے سے قاصر نظر آتی ہے۔ البتہ بعض کتب میں "عریش پر بیٹھ کر دور سے ابوبکر کا نظارۂ جنگ کرنا مرقوم ہے۔ (بخاری پ۱۶ ص۱۲)۔

ارشادِ قدرت ہے ــــ فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ سچ تو یہ ہے کہ وکیل جسقدر زورِ وکالت صرف کریں اور پرستاران ثلاثہ جس قدر حق نمک ادا کریں مگر اس کا کیا علاج کہ :۔

ع گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ
بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد

پنجم حیات القلوب ج ۲۔ ص۱۴۱ میں ہے "عروہ بن مسعود چوں در غزوۂ حدیبیہ (بحذف فارسی) ترجمہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

غزوۂ حدیبیہ میں جب عروہ بن مسعود کفار قریش کا سفیر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے یا ہاتھ دھوتے۔ جب آپ منہ سے تھوک یا ناک سے پانی پھینکتے۔ برکت کے لئے ہاتھوں میں لیکر اپنے منہ اور بدن پر ملتے اور اگر کوئی بال جسم اطہر سے گرتا تو اسکے لینے کیلئے ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہتے تھے۔ (کذا) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام کرتے یہ لوگ چپکے ہو جاتے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر تیز نگاہ نہ ڈال سکتے تھے۔ اور آپکے حضور بیٹھ کر سر نیچے جھکا دیا کرتے۔ جب عروہ نے یہ حالت دیکھی اور قریش میں لوٹا تو کہنے لگا میں نے بادشاہان عجم و روم و حبشہ کو دیکھا ہے۔ لیکن میں نے ایسی کوئی قوم نہیں دیکھی۔ جو اپنے بادشاہ کی اسطرح تعظیم کرتے ہوں! جیسے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شہنشاہ کی اکرام و تعظیم کرتے ہیں۔" اسی مضمون کو صاحب حمد مجیدی نے نظم میں بیان کیا ہے ؎

پس آنگاہ در مجلس شاہ دین ؛ نشست او زمان دگر در مکیں

الخ . . . . . جب اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جاں نثاری کی یہ حالت ہو کہ کفار بھی اس پر رشک کریں۔ اور معترف ہوں کہ ایسی قوم روئے زمین پر موجود نہیں جو اپنے آقا پر یوں جاں نثاری کریں۔ _____ وہ لوگ سخت حقیقت ناشناس ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آنکھ بند کرنے کی دیر تھی کہ وہ سارا کھیل بگڑ گیا نہ وہ عشق رہا نہ محبت۔ سب کے سب اصحاب بغیر تین چار کے دین سے پھر گئے۔ لاحول ولا قوۃ۔۔

چوں دل بہ مہر نگارے نہ بستۂ اے ماہ
ترا نہ سوز دریں و نیاز ما چہ خبر؟

. . . . . الحق جاں نثاران رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دین حق کے شیدا تھے۔ بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہوں نے اپنی جانیں اعلاء کلمۃ الحق کیلئے وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے اشاعت اسلام میں عمریں خرچ کر دیں

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (آفتاب صـ۱۴۲) ؛

الجواب ؎ باتیں بڑھ بڑھ کے نہ کیجے ہمیں معلوم ہے سب ؛
ہم پتہ کی جو کہیں گے تو خجالت ہو گی

اس میں کیا شک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو کامل الایمان اصحاب اکرم تھے۔ وہ ہر لحظہ و ہر ساعت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خدا و رسول کی خوشنودی کے طالب و خواہاں رہتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں ہر مصیبت و تکلیف کا خندہ پیشانی سے استقبال بھی کرتے تھے منھم من قضیٰ نحبہ و منھم من ینتظر۔ اور جہاد فی سبیل اللہ میں ہر دم موت سے ہمکنار ہونے کیلئے مشتاق و بے تاب نظر آتے تھے۔ ؎

یوں جاتے تھے میدانِ شہادت میں وہ ابرار ÷ جس طرح کہ بچھڑی ہوئی بلبل سوئے گلزار
خود روکتے تھے فرق پہ جب آتی تھی تلوار ÷ یارانِ کرم جانتے تھے تیروں کی وہ بوچھاڑ
برچھی جو لگی تو نخلِ شہادت میں پھل آیا
جان آ گئی جس وقت پیامِ اجل آیا

جو ایسے باصفا و باوفا تھے۔ ان میں سے جو حضرات وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت زندہ تھے انکے رویہ و رفتار میں ذرہ بھر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی وما بدلوا تبدیلاً۔ مگر اصحاب ثلاثہ یا وہ اصحاب جو نفاق سے متصف تھے۔ وہ ان صفات و کمالات سے بالکل عاری تھے۔ آپ کے آب وضو وغیرہ سے تبرک حاصل کرنا تو درکنار یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح ارشادات کی خلاف ورزی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ بیعت رضوان وغیرہ والی آیات کے ضمن میں اس قسم کے متعدد واقعات لکھے جا چکے ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ کیطرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ جنگ خندق والی رات (جو کہ سرد تھی اور باراں کا سلسلہ بھی جاری تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام بنام ابوبکر و عمر کو حکم دیا کہ جا کر کفار کے حالات کا جائزہ لے آؤ۔ مگر انہوں نے لبیک نہ کہی۔ بالآخر حذیفہ کو حکم دیا اور وہ گئے (تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۱۸۵۔ کنز العمال ج ۵ ص ۲۷۹۔ تاریخ کامل ج ۲۔ ص ۶۹ طبری جلد ۳ ص ۵۲ وغیرہ۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بات کرتے وقت سر نیچا کر کے خاموشی سے اسے سننا تو بجائے خود سر تو سر کر کے بآواز بلند انکے کلام کے وقت نہ صرف شور و غل مچاتے تھے۔ بلکہ انکے کلام کو بند یان بھی کہتے تھے۔ اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسقدر روحانی اذیت ہوتی تھی کہ حکم دیتے تھے کہ میری بزم سے اٹھ جاؤ۔ ملاحظہ ہو۔ بخاری ج ۳ ص ۱۲۶۔ کتاب الخمس، باب مرض النبی و وفاتہ۔ وغیرہ۔ مشکوٰۃ ص ۵۴۰۔ نسیم الریاض شرح شفا ج ۴، ص ۳۱۴، الفاروق ص ۶۱، وغیرہ) ——— اور جہاں تک انکے دین پھیلانے سے تعلق ہے پہلے کئی مقامات پر اس امر کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ ان کی یہ جنگیں دین کی نشر و اشاعت کی غرض سے نہ تھیں۔ بلکہ اپنا دینوی وقار و اقتدار بڑھانے اور غنائم سے خزائن پر کرنے کی غرض کے تحت تھیں اور اگر ان سے بالواسطہ دین کو کچھ فائدہ پہنچا ہے تو یہ بھی انکے ایمان کی دلیل نہیں کیونکہ ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر (خدا اس دین کی تائید فاسق و فاجر سے بھی کر دیتا ہے جیسا کہ اس مطلب کی کما حقہٗ تحقیق قبل ازیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

متعدد بار پیش کی جا چکی ہے) (ملاحظہ ہو بخاری مع فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۱ طبع دہلی کنز العمال ج ۱ ص ۱۸ وغیرہ) اور جہاں تک جمع القرآن اور اسکے امت تک پہنچانے کا تعلق ہے ہم پہلے باب میں یہ ثابت کر آئے ہیں کہ خود کتب اہلسنت سے ثابت ہے کہ خود نبی و علی نے قرآن بمطابق تنزیل الرحمٰن جمع کیا تھا۔ مگر ثلاثہ کی کرم نوازی سے امت سرجوڑا اسکے دیدار سے آج تک محروم ہے اور نہ معلوم کب تک محروم رہے گی۔ اور انہی لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفاتِ حسرت آیات کے بعد خانوادۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مظالم و مصائب کے وہ کوہ ہائے گراں ڈھائے کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی لاڈلی بیٹی سیدۃ النساء جناب فاطمۃ الزہراؑ یہ مرثیہ پڑھتے ہوئے دنیا سے سدھاگئیں ؎

صبت علیّ مصائب لو انّها ÷ صبت علی الایام صرن لیالیا

اسلئے مسلمان کب انکے اس احسان سے سبکدوش ہو سکتے ہیں؟ ؟ الحمدللہ ان حقائق سے ثلاثہ کی قلعی کھل گئی۔ اور فرضی فضیلت ختم ہوگئی

؎ کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ! !
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

اگرچہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سب نجوم ہدایت تھے لیکن خلفاءِ چار یار اس فلکِ اسلام کے وہ درخشاں ستارے تھے جنکے نور نے عالم کو منور کیا۔

چار کے اعداد سے ہیں حق تعالےٰ کو ہے پیار ÷ ہیں حبیبِ کبریا کے برگزیدہ چار یار
جسم کی ترکیب ہے از لعبہ عناصر سے ہوئی ÷ ہوتے ہیں ہر اک مکان کے دیکھ لو دیوار چار
عرش سے نازل ہوئیں چار الٰہی کتابیں دوستو ÷ ہیں اولوالعزم انبیاء ایزد غفار چار
ہیں فرشتے بھی مقرب چار جو مشہور ہیں ÷ ہیں مذاہب بھی یہی مقبول بے انکار چار
کعبۃ اللہ میں بچھے چاروں مصلے ہیں فرود ÷ خانوادے بھی طریقت کے ہیں پر انوار چار الخ

(اسی طرح چند اشعار اور بھی چار یار کی تعریف میں قلم بند کئے ہیں) ——— (آفتاب ص)

الجواب ہم مکرر سہ کرر سابقہ اوراق میں ناقابلِ رد شہادتوں سے ثابت کر آئے ہیں کہ ان ستاروں میں سے کچھ سعد تھے۔ اور کچھ نحس۔ سب کو یکساں حیثیت دینا اور برابر سمجھنا اپنی عقل و خرد کا جنازہ نکالنے کے مترادف ہے۔ ارباب دانش و بینش پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ اعداد میں فی نفسہٖ نہ کوئی خوبی ہوتی ہے اور نہ خامی جس عدد کو بھی لے لیا جائے اسکے معدود اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی۔ مثلاً اسی چہار

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے عدد کو لے لو اس میں جہاں اچھی چیزیں ملتی ہیں۔ وہاں بُری چیزوں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ جیسے۔ حسد، ظلم، تکبر اور غضب، چار چیزیں شقاوت میں داخل ہیں۔ (۱) آنکھ کا خشک ہونا (۲) دل کا سخت ہونا (۳) گناہ پر اصرار کرنا۔ (۴) بوڑھی عورت سے مباشرت کرنا ـــــ چار چیزوں کو دوام نہیں ہے (۱) مال حرام کو (۲) محفلِ گناہ کو (۳) اس فکر کو جو عقل سے عاری ہو (۴) وہ شہر جو حاکم عادل سے خالی ہو ـــــ چار چیزیں پستی کی علامت ہیں۔ (۱) راز کو فاش کرنا۔ (۲) عذر کرنا (۳) شریفوں کی غیبت کرنا (۴) ہمسایوں کو تکلیف دینا۔ وغیرہ وغیرہ (معدن الجواہر) علاوہ بریں جو اعداد مؤلف نے پیش کئے ہیں وہ درست بھی نہیں ہے۔ آجکل سائنسی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ انسانی جسم کی ساخت میں چار سے زائد عناصر شامل ہیں۔ عرش سے صرف چار کتابیں ہی نازل نہیں ہوئیں بلکہ اور بھی بہت سے صحف و کتب نازل ہوئے ہیں ـــــ انبیاء اولوالعزم چار نہیں بلکہ پانچ ہیں ـــــ کعبہ سے اب سوائے مقام ابراہیم کے باقی تینوں مصلے اٹھائے جا چکے ہیں۔ اہلسنت کے چاروں مذاہب میں سے ایک مذہب بھی حضرت امیر علیہ السلام کو پسند نہیں ہے کما لا یخفی۔ اور بنا بر تسلیم جو چار صحابہ کرام پیغمبر اسلام کے محبوب ہیں وہ یہ ہیں۔ جناب سلمانؓ، جناب ابوذرؓ، جناب مقدادؓ۔ اور جناب عمار۔ (ترمذی شریف، کنز العمال وغیرہ) لہٰذا چار یاری صاحب کو اس فہرست سے کیا حاصل ہے؟ بہرکیف اہلسنّت والجماعت کے مردوں اور عورتوں کو انکے چار یار مبارک ہوں اور ہمیں اپنے پنجتن پاک مبارک!

ے قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا!

ع رضینا قسمۃ الجبار فینا

اگرچہ یار کی اصطلاح کچھ بھونڈی سی ہے کیونکہ غلام کو سردار اور امتی کو رسول مختار کا یار کہنا ذوقِ سلیم پر بہت گراں بار گذرتا ہے۔ تاہم ہم بطور مماشات کہتے ہیں کہ یہ چار یار (بجز رابع) تو یار لوگوں کے طبع زاد ہیں۔ اب اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ خود سرکار احمد مختار علیہ و علیٰ آلہ صلوات الملک الجبار نے کن بزرگواروں کو اپنا یار (صاحب) قرار دیا ہے تو درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں۔ (ینابیع المودہ، مشکوٰۃ صـ۵۶۲ طبع بمبئی)

فرماتے ہیں:۔ الجنۃ تشتاق الی اربعۃ:۔ "جنت چار یاروں کی مشتاق ہے"۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! انکے نام کیا ہیں؟ فرمایا:۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ بن اسود اور عمار بن یاسرؓ۔

یہ ہیں وہ سچے یار جنہوں نے خدائے غفار رسولِ مختار اور حیدر کرارؑ کی اسطرح اتباع و پیروی کی جسطرح کرنے کا حق ہے۔ لقد سعد وا وفازوا فی الدنیا والآخرۃ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ورضوان من اللہ اکبر۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(خلافت و امامت)

اب ہم شیعہ سنّی کا معرکۃ الآراء مسئلہ خلافت و امامت شروع کرتے ہیں ——— یہی مسئلہ تمام نزاعات کا اصل الاصول ہے۔ مسئلۂ خلافت میں اہلسنّت والجماعت کا یہ اعتقاد ہے کہ خلافت کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس ۳۰ سال بتایا تھا ——— اوّلاً باتفاق اہل حل و عقد ابوبکر صدیق۔ پھر عمر فاروق۔ پھر عثمان ذوالنورین، پھر علی المرتضٰے منصب خلافتِ رسول پر متمکن ہوئے سب کی خلافت حق تھی۔ یہی ترتیب رب العباد کو منظور تھی ——— خلافت و امامت ایک ہی چیز ہیں۔ امامت اُصولِ دین سے نہیں ہے۔ اہلِ تشیع کا مذہب ہے کہ امامت اُصولِ دین سے ہے۔ حقِ امامت بعد وفات رسول حضرت علی کا تھا ——— انکی امامت منصوص تھی ——— لیکن خلفائے ثلاثہ زبردستی تختِ خلافت پر بیٹھ گئے ———

اس موقعہ پر حسب ذیل اُمور تنقیح قائم کرکے ہر ایک امر پر بالتفصیل مدلل بحث کریں گے

فردِ تنقیح (۱) کیا امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ یا دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے ——— اور کیا امامت اصول دین سے ہے یا نہ؟ (۲) کیا امامت حضرت علی کا ہی حق تھا؟ ——— اسکے متعلق قرآن یا حدیث سے کوئی نص ہو چکی تھی یا انتخاب خلافت شوریٰ ——— مہاجرین و انصار و اتفاق اہل حل و عقد سے ہی ہوتا رہا ہے۔ (۳) کیا حضرت علی خود طالبِ خلافت بلافصل تھے ——— یا انکو مطلق رغبت نہ تھی ——— (۴) کیا حضرت علی المرتضٰے نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی؟ اگر کی تو جبراً ——— یا برضامندیٔ خود؟

امر اوّل:- چونکہ ان تمام امور میں شیعہ مدعی ہیں اور ہم مدعا علیہ۔ کیونکہ مسندِ خلافت رسول پر ہم قابض و متصرف رہے۔ شیعہ ہزار چیخ پکار کریں ———

اب ان کو قبضہ و دخل ملنا محال ہے۔ اسلئے بارِ ثبوت جملہ امور میں بذمہ شیعہ ہوگا۔ اور ہمارے ذمہ اسکی تردید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پہلے امر کے متعلق شیعہ کہتے ہیں کہ امام کو معصوم ہونا چاہیئے خلافت میں عصمت شرط نہیں ہے۔ اسلئے امامت و خلافت دو علیحدہ امور ہیں ——— شیعہ کا صرف یہ دعوے ہی دعویٰ ہے۔ اسکے متعلق انکے ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

عصمت صرف انبیاء کرام کا خاصہ ہے جو لوگ اماموں کی عصمت کے قائل ہیں وہ گویا شرک فی النبوۃ کرتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ شیعہ ـــــ انبیاء کرام کو تو متہم بالذنب کرتے ہیں ـــــ لیکن اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں ـــــ چنانچہ ابوالبشر ـــــ آدم علیہ السلام کی نسبت انکا اعتقاد ہے کہ ان میں تین اصول کفر میں سے دو موجود تھے چنانچہ اصول کافی ص۱۷۵ میں ہے قال ابوعبد اللہ۔ (بحذف عربی) ترجمہ:۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اصول کفر تین ہیں۔ حرص۔ تکبر اور حسد۔ حرص تو آدم علیہ السلام نے کی۔ (کذا) جب درخت سے منع کیا گیا تو حرص نے اسے کھانے پر برانگیختہ کیا۔ اور تکبر شیطان نے کی (کذا) جب آدم کیلئے سجدہ کا حکم ہوا اور وہ انکاری ہوا۔ حسد آدم کے دو بیٹوں نے کیا۔ جبکہ ایک نے دوسرے کو قتل کیا" جائے غور ہے کہ شیعہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کو ابلیس کے ہم پلہ بیان کرتے ہیں ـــــ بلکہ ابلیس سے بھی بدتر قرار دیتے ہیں کہ ـــــ آدم علیہ السلام نے حرص کے علاوہ حسد بھی کیا چنانچہ حیات القلوب ج۱ ص۵۰ میں ہے کہ خدا نے آدم کو ائمہ اہلبیت پر حسد کرنے سے منع کیا۔ اور کہا کہ میرے نور ہا کی طرف حسد کی نگاہ سے مت دیکھنا ورنہ تمہیں قرب رحمت سے جدا کر دیا جائے گا۔ اور بہت ذلیل ہوگے۔ مگر آدم ان پر حسد کرنے سے باز نہ آیا۔ اور اسی کی سزا میں جنت سے آدم وحوا ہر دو نکال باہر پھینکے گئے۔ عبارت یوں ہے "اے آدم نظر نکنند الخ ..... (مطلب وہی ہے جو مذکور ہوا) ـــــ کوئی ان عقل کے دشمنوں سے پوچھے کہ اپنی اولاد کے حسن وجمال کو دیکھ انسان خوش ہوا کرتا ہے یا اس پر حسد کیا کرتا ہے۔؟ ـــــ بلکہ شیعہ کہتے ہیں انسانوں کی گنہگاری کا باعث ہی آدم علیہ السلام ہوئے ہیں ـــــ چنانچہ حیات القلوب ص۵۱ میں ہے (بحذف فارسی) ترجمہ۔ معتبر سند سے امام محمد باقرؒ سے مروی ہے کہ اگر آدم گناہ نہ کرتے تو ہرگز کوئی مومن گناہ نہ کرتا۔ اور اگر حق تعالےٰ آدم کی توبہ قبول نہ کرتا تو کسی گنہگار کی توبہ قبول نہ ہوتی ـــــ انکا اعتقاد ہے کہ پیغمبری سے بیشتر تمام پیغمبر صغیرہ گناہوں کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی حیات القلوب ص۵۲ میں ہے۔ ترجمہ۔ یہ گناہ آدم کا پیغمبری سے پہلے کا ہے اور یہ گناہ کبیرہ نہ تھا۔ جو کہ باعث دخول جہنم ہو۔ بلکہ صغیرہ گناہوں سے تھا۔ جو بخشے جاتے ہیں۔ اور پیغمبروں کو صغیرہ گناہ کرنا نزول وحی سے پہلے جائز ہے، واہ چہ خوش! امام تو پیدا ہوتے ہی معصوم ہوں ـــــ لیکن پیغمبر وحی سے پہلے جو چاہیں کیا کریں۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بریں عقل و دانش بباید گریست

ناطق فیصلہ :۔ اس بارہ میں کہ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے اور جس کو مہاجرین و انصار بالاتفاق خلافت کیلئے نامزد کردیں وہی امام ہے ——— ناطق فیصلہ جناب امیر علیہ السلام صادر ہو چکا ہے ——— نہج البلاغہ مطبوعہ طہران صہ ۳۹۸ ج ۲ صہ ۸ مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے وانما الشوریٰ الخ ..... (بحذف عربی) ترجمہ۔ شوریٰ مہاجرین وانصار کا حق ہے پس اس خطبہ میں جناب امیرؑ نے ناطق فیصلہ دیدیا ہے اہل تشیع کے خلاف ڈگری دیدی ہے ——— ایسا ہی جناب ممدوح صاحب نے فیصلہ فرمادیا ہے۔ کہ امام اور خلیفہ کا معصوم ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ صہ ۶ میں ہے (بحذف عربی) ترجمہ۔ فرمایا۔ آدمیوں کیلئے چارہ نہیں ہے۔ امام سے نیک ہو یا بد کہ اسکی امامت میں پیادہ (منزل مقصود) کو پہنچ سکے۔ راستے محفوظ ہوں۔ اور کمزور زبردست سے اپنا حق لے سکے تاکہ نیکوکار (بھلا مانس) امن و آسائش میں رہے۔ اور بدمعاشوں سے کھٹکا نہ رہے" ——— اس خطبہ میں جناب ممدوح نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ خلیفہ (امام) کا تقرر اسلئے ہے کہ پبلک کو آرام و آسائش ہو ——— آپ نے ابتداء ہی میں اس بات کا تصفیہ فرمادیا کہ امام میں معصومیت شرط نہیں ہے بلکہ ہر نیک و بد مومن یہ عہدہ حاصل کرسکتا ہے ——— اب شیعہ صاحبان بتائیں کہ جناب امیرؑ تو تمہارے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اب تمہارے ہاتھ میں شرط عصمتِ امام کی کونسی دلیل ہے؟ رہا یہ امر کہ امامت اصول دین سے ہے ——— سو یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن نے جہاں اصولِ دین بیان فرمائے ہیں۔ وہاں امامت کے متعلق صراحتاً یا کنایتاً بھی حکم بیان نہیں ہوا۔ اور نہ ہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت علی المرتضےٰ کے متعلق کوئی نص فرمائی۔ پھر شیعہ کا امامت کو اصولِ دین میں داخل کرنا قولِ بے دلیل ہے ——— یہ تنقیح بحق اہلسنت خلاف اہلِ تشیع ثابت ہے (آفتاب از صہ ۱۴۵ تا صہ ۱۵۰ سطر اول) ؛

الجواب اب مؤلف نے مسئلہ خلافت و امامت (جو واقعاً معرکۃ الآراء اور تمام اسلامی اختلافات میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے) کی بحث شروع کی ہے اور اسے صہ ۲۲۲ تک یعنی ستتر صفحات میں پھیلا کر بیان کیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ تصنیف و تالیف کا سلیقہ نہ ہونے کی وجہ سے حسبِ عادت اس عظیم موضوع کے ضمن میں بیسیوں غیر متعلق مسائل کی بحث بھی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چھیڑدی ہے اور اسطرح اصولی و فروعی مسائل کو آپس میں گڈمڈ کر دیا ہے حقیقت الامر یہ ہے کہ مسئلہ خلافت و امامت پر جسقدر فریقین کی طرف سے اب تک لکھا گیا ہے اور خصوصاً ہمارے اہل قلم اور علمائے اعلام نے اس موضوع پر جس قدر تحقیقات و تدقیقات کے دریا بہائے ہیں اسکی نظیر تاریخ اسلام پیش کرنے سے قاصر نظر آتی ہے۔ علمائے اہلسنت کو یہ توفیق و ہمت تو نہیں ہوتی کہ وہ ہماری ان علمی کتابوں کے جوابات لکھیں۔ البتہ ہر لاحق اپنے سابق کی کتاب سے بطور نقل انہی فرسودہ اور سینکڑوں مرتبہ کے مردودہ استدلالات و بیانات کو کچھ نئے بار و برگ اور نیا رنگ دیکر عوام الناس کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی مذموم کوشش کرتا ہے۔ ہم خود اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب بنام "اثبات الامامت" لکھ کر شائع کر چکے ہیں جسمیں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کر کے بفضلہٖ ہر قسم کی قیل و قال کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اب مؤلف کتاب جس ڈھٹائی سے بعض مسلمہ حقائق کا بیک جنبش قلم انکار کر دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ "قرآن و حدیث میں امامت علی المرتضٰی کے متعلق کوئی نص نہیں ہے" یا "شیعوں کے پاس عصمت امام کی کوئی دلیل نہیں ہے" یا "امامت کو اصول دین میں داخل کرنا قول بے دلیل ہے" وغیرہ وغیرہ۔ تو اگر ہم یہ چاہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل کی تمام منصوص قرآنیہ و حدیثیہ بیان کریں یا عصمت ائمہ کے تمام عقلی و نقلی دلائل و براہین کا تذکرہ کریں یا امامت کے اصولِ عقائد میں سے ہونے کے تمام استدلالات پیش کریں تو اسکے لئے کئی جلدیں درکار ہیں بلکہ ؏

سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لئے

ادھر موجودہ ہوشربا اشاعتی مصارف کی گرانی، ادھر قارئین کی بے ذوقی اور عصر حاضر کے تقاضے مجبور کرتے ہیں کہ ہم ایک ہی جلد میں (جبکہ وہ بھی بہت ضخیم نہ ہو) اس پوری کتاب کا جواب باصواب پیش کر دیں۔ اس لئے ہم حسب سابق اس مقام پر بھی بامر مجبوری بڑے اجمال و اختصار سے کام لیں گے۔ اگرچہ اس مقام کی نزاکت تفصیل جمیل کی مقتضی ہے۔ اگر قارئین کرام اس موضوع کی کسی شق میں کچھ تشنگی محسوس کریں تو وہ ہماری کتاب "اثبات الامامت وغیرہ کی طرف رجوع فرما کر بموجب ؏

ز چشم آستیں بردار و گو ہر را تماشہ کن

تفصیلی حقائق کا مطالعہ فرما کر اپنے شوق و ذوق کی پیاس بجھا سکتے ہیں۔

محل نزاع کی تعیین

یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کے سلسلہ میں ہماری حیثیت مدعی کی ہے۔ اسلئے بار ثبوت ہم پر عائد ہوتا ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ظاہری مسند خلافت پر قبضہ و تصرف اہل جماعت کا رہا ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جتنا چیخ و پکار کریں اب ہمیں قبضہ و دخل نہیں مل سکتا کیونکہ وہ زمانہ ہی لد چکا ——— مگر مؤلف کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صرف قبضہ دیس صحت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ عادلانہ بھی ہو سکتا ہے اور غاصبانہ بھی نیز ان پر یہ بھی واضح ہونا چاہیئے کہ اسوقت ہماری یہ چیخ و پکار خلافت کا قبضہ و دخل لینے کیلئے نہیں بلکہ یہ بتانے کیلئے ہے کہ آپ کے اصحاب ثلاثہ کا یہ قبضہ غاصبانہ و جائرانہ تھا۔ تاکہ ابناء قوم و ملت بالخصوص نسل نو کو ضلالت و گمراہی کے اس گڑھے میں گرنے سے بچایا جا سکے۔ علاوہ بریں جب مؤلف یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہم مدعی ہیں اور وہ مدعا علیہا سلئے دلیل پیش کرنا ہمارے ذمہ اور تردید کرنا انکے ذمہ ہے تو پھر خود ہی اس مقدمہ کی سماعت کسطرح شروع کر دی ہے اگر ان میں کچھ بھی دینی دیانت و امانت ہوتی تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ سب سے پہلے فریقین کا موقف صحیح صحیح پیش کرتے۔ پھر ہر ہر موضوع پر ہمارے دلائل و براہین پیش کرتے اور بعد ازاں ان پر تنقید و تبصرہ کرتے پھر فیصلہ قارئین پر چھوڑتے مگر افسوس انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ نہ انہوں نے ہمارا موقف صحیح بیان کیا ہے اور نہ ہی ہمارے دلائل ذکر کیے ہیں بلکہ غلط بیانی سے کام لیا ہے مثلاً موقف کے سلسلہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ امور ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ (ولعنۃ اللہ علی الکاذبین) ہم خلافت و امامت کو ایک ہی حقیقت کے دو نام سمجھتے ہیں۔ کما لا یخفی علی ناظری ھذہ الآثار و سائری تلک الدیار اسی طرح انہوں نے خلافت کے بالنص اور امام کے معصوم ہونے کی تردید تو کی ہے۔ مگر انہوں نے اس سلسلہ میں شیعوں کی ایک دلیل بھی ذکر نہیں کی کیا اسی کا نام تحقیق حق اور اسی کا نام انصاف ہے؟ یا سعد الابل! ہمیں رہ رہ کر مؤلف کی روش و رفتار اور انکے ذہنی اپاہج پن پر تعجب ہوتا ہے کہ باوجودیکہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں انکی حیثیت مدعا علیہ کی ہے۔ مگر اسکے باوجود وہ کرسی عدالت پر براجمان ہو جاتے ہیں خود مقدمہ شروع کرتے ہیں اور خود ہی اپنے حق میں فیصلہ صادر کرتے ہیں گویا کہ

خود کوزہ و خود گل کوزہ و خود کوزہ گر
خود بر سر دکان برآمد دل بردو ہماں شد

شاید انہوں نے یہ طریقہ اپنے پہلے خلیفہ سے سیکھا ہے۔ کیونکہ دعوائے فدک میں انہوں نے بھی اسی طرح انصاف کا خون کیا تھا" ع کردم اشارتے و مکررنمی کنم

حقیقت یہ ہے کہ ہم مسند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولی و وارث اور بلافصل خلیفہ و امام حضرت امیر علیہ السلام اور انکے بعد انکی اولاد امجاد میں سے گیارہ حضرات کو تا مھدی دوران علیہ السلام سمجھتے ہیں۔ یہی وہ بزرگوار ہیں جنکی امامت و خلافت کا تذکرہ "اثنا عشر خلیفۃ" والی احادیث متظافرہ بلکہ متواترہ میں موجود[1] ہے انکے

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متفق علیہ ارشاد ہے لا یزال الدین قائما (عزیزا منیعا) ۔ بقیہ بر صفحہ ۲۲۲ پر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

علاوہ باقی تمام نام نہاد خلفاء کی خلافتوں کو ہم غاصبانہ و جائرانہ اور جابرانہ جانتے ہیں ؛ ولا نخاف فی اللہ لومۃ لائم۔

تیس سالہ خلافت والے نظریہ کا ابطال

یہ نظریہ کہ خلافت صرف تیس سال ہوگی۔ جیساکہ مؤلف نے بیان کیا ہے روایۃً و درایۃً صحیح نہیں ہے اسے صحیح تسلیم کرنے سے چند مفاسد لازم آتے ہیں۔ جن سے اس نظریہ کے قائل کبھی گلو خلاصی نہیں کرا سکتے

(الف) اسطرح خلفاء اربعہ کے بعد والے حضرات خلفاء نہ ہوں گے۔ بلکہ امراء و ملوک قرار پائیں گے۔ حالانکہ اثنا عشر خلیفہ والی حدیث متواتر میں پورے بارہ کو خلیفہ کہا گیا ہے۔

(ب) اس طرح سُنیوں کے بڑے چہیتے خلیفہ معاویہ صاحب کا نام فہرست خلافت سے خارج ہو جائے گا جسے یہ لوگ خلیفہ برحق سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر صـ ۸۳ طبع لاہور میں ہے "صار اماماً حقاً الخ یعنی صلح حسنؓ کے بعد معاویہ امام برحق بن گیا"

(ج) حدیث اثنا عشر خلیفہ سے واضح ہے کہ خلافتِ نبویہ کا سلسلہ قیام قیامت تک جاری و ساری رہے گا اور اس حدیث کی رُو سے صرف تیس سال کی قلیل مدت میں اس کا اختتام لازم آتا ہے۔

(د) اس حدیث متواتر کی رُو سے خلفاء کا بلا کم و کاست بارہ ہونا ضروری ہے مگر تیس سال والی حدیث کی رُو سے صرف چار بنتے ہیں۔ اور اگر تمام خلفاء بنی امیہ و بنی عباس شمار کئے جائیں تو ان کی تعداد چالیس سے بھی زائد ہے اور اگر صرف بزعم اہلسنت ان میں سے اچھے خلیفہ لئے جائیں۔ تو پھر درمیان میں فصل زمانی لازم آتی ہے حالانکہ حدیث سے تسلسل سمجھا جاتا ہے۔ اسی بنا پر علامہ وحید الزمان نے سنن ابی داؤد مترجم مطبوعہ لاہور

بقیہ گذشتہ صفحہ ۲۳۱ :۔ حتّٰی تقوم الساعۃ ویکون علیہم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔ دین ہمیشہ دائم و قائم (یا با عزت و سربلند) رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائیگی اسمیں بارہ خلیفے ہونگے جو سب کے سب قریش سے ہونگے فاضل قندوزی نے ینابیع المودۃ صـ ۴۴۴ طبع اسلامبول میں لکھا ہے کہ یحیٰی بن حسن نے کتاب عمدہ میں اس حدیث کو بیس طرق سے اور بخاری نے تین مسلم نے نو۔ ابو داؤد نے تین ترمذی نے ایک اور حمیدی نے جمع بین الصحیحین میں تین طرق اور نو اسانید سے نقل کیا ہے ابن حجر مکی صواعق محرقہ صـ ۱۱ پر اسکے متعلق لکھتے ہیں۔ "قال الائمۃ صدر ھذا الحدیث مجمع علی صحتہ" یعنی ائمہ حدیث کا بیان ہے کہ اس حدیث کے ابتدائی حصے کی صحت پر سب کا اجماع ہے (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

۱۰۸۲/کتاب الہدیٰ - بذیل عنوان "فائدہ" لکھا ہے "بظاہر یہ حدیث مشکل ہو گئی ہے علماء پر" اسی طرح فاضل نووی نے بھی شرح مسلم ج ۲ - ص ۱۱۹ میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ تیس سال خلافت والی حدیث - بارہ خلفاء والی حدیث کے مخالف ہے" اور چونکہ بارہ خلفاء والی حدیث متظافر بلکہ متواتر و مجمع علی صحتہ ہے - اور تیس سال خلافت والی روایت خبر واحد ہے - لہٰذا قانون درایۃ الحدیث کے مطابق بارہ خلفاء والی حدیث کو مقدم سمجھا جائے گا انکے درمیان جمع و توفیق کے سلسلہ میں جس قدر تاویلات رکیکہ کی گئی ہیں - وہ سب ناقابل قبول ہیں - ولیس ھھنا محل التفصیل ؛

مؤلف نے جو یہ کہا ہے کہ شیعہ امام کو معصوم جانتے ہیں - یہ بات تو بالکل درست ہے مگر انکا یہ کہنا کہ "انکے ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں" اور یہ کہ "عصمت صرف انبیاء کرام کا خاصہ ہے" حقائق کے سراسر خلاف ہے - شیعوں کے پاس تو بحمدہ تعالیٰ عصمت ائمہ اطہار پر سینکڑوں عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں - البتہ یہ کہنے والوں کے "ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں کہ "عصمت صرف انبیاء کرام کا خاصہ ہے" مؤلف خود مانتے ہیں کہ بار ثبوت بذمہ مدعی ہوتا ہے، بنا بریں چونکہ وہ اس دعویٰ میں مدعی ہیں - لہٰذا اہلسنت کا فرض ہے کہ اس دعویٰ کا کوئی قطعی ثبوت از روئے قرآن و حدیث پیش کریں - کہ "عصمت خاصۂ انبیاء ہے" ورنہ صرف دعویٰ بلا دلیل عند العقلاء قابل قبول نہیں ہوا کرتا - ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین - بعض منصف مزاج علماء اہلسنت نے اعتراف کیا ہے کہ "لیست العصمۃ من خواصھم" کہ عصمت انبیاء کے خواص میں سے نہیں ہے" (یعنی غیر انبیاءؑ بھی معصوم ہو سکتے ہیں) ——— (دراسات اللبیب ص ۱۱۹ طبع لاہور) ؛

عصمتِ ائمہ کے چند دلائل

یہاں تفصیلات میں جانے کی گنجائش نہیں ہے - اسلئے بڑے اجمال و اختصار کیساتھ چند دلائل کیطرف اشارہ کیا جاتا ہے - عصمت ائمہ علیہم السلام کی پہلی اجمالی دلیل تو یہ ہے کہ چونکہ تقرر و نصب امام کی غرض و غایت بالکل وہی ہے جو بعثت نبی و رسول کی ہوتی ہے - اگر فرق ہے تو صرف یہ کہ نبی و رسول کو بلا واسطہ بشر وحی ربانی ہوتی ہے اور وہ خدا سے تلقی احکام کرتے ہیں - اور امام بتوسط نبی و رسول شریعتِ مقدسہ کی توضیح و تشریح کرتے ہیں - بالفاظ دیگر شریعت بنانا خدا کا کام - شریعت لانا رسولوں کا کام - اور اسکی اشاعت و حفاظت کرنا امام کا کام ہے ———

لہٰذا جن دلائل و براہین کی رُو سے نبی و رسول کے لئے عصمت ضروری ہے - بعینہٖ انہی دلائل کے اعتبار سے امام کیلئے بھی عصمت لازمی اور ضروری ہے :

(۲) آیت مبارکہ لا ینال عھدی الظالمین - کہ میرا عہدہ امامت ظالموں کو حاصل نہیں ہوگا - جب خدائے جلیل نے اپنے خلیل کو عہدۂ نبوت و خلت پر فائز کرنے کے بعد اعلان فرمایا کہ "انی جاعلک للناس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

امامًا۔ اب میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں"۔ تو خلیل کے قلبی جذبات دُعا بن کر زبان پر آگئے ومن ذریتی! بارالٰہا! اس عُہدہ جلیلہ کو میری اولاد میں بھی باقی رکھ۔ ارشاد ہوا۔ لا ینال عھدی الظالمین۔ یعنی میرا یہ عہد (امامت) (تیری اولاد میں سے) ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔ مطلب یہ کہ امامت رہے گی تو تیری ہی اولاد میں (جیسا کہ آیت مبارکہ وجعلھا کلمۃً باقیۃً فی عقبہ کا بھی یہی مفاد ہے) مگر امام وہی ہوں گے جو ظالم نہ ہونگے۔ اور چونکہ بنص آیت کریمہ ومن یتعد حدود اللہ۔ فاولٰئک ھم الظالمون۔ خدا کی حدود و قیود میں سے ہر حد کا توڑنے والا گنہگار ظالم ہے۔ اسلئے امامت کے درجہ رفیعہ پر صرف وہی شخص فائز ہو سکے گا جس کا دامن ہر قسم کے گناہ کی آلودگی سے پاک ہوگا۔ اور ایسے ہی ممتاز شخص کو شرعی اصطلاح میں معصوم کہا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ امام رازی جیسے بزرگ نے بھی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ یہ آیت مبارکہ امام کی ظاہری و باطنی عصمت پر دلالت کرتی ہے "وھو مقتضی الآیۃ ذلک ای وجوب العصمۃ ظاھرًا و باطنًا الا انا ترکنا اعتبار الباطن"۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۴ طبع مصر)۔

انہی حقائق کی بنا پر حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا ہے:۔ "اللہ جعلت ھذہ الآیۃ امامۃ کل ظالم الی یوم القیامۃ"۔ اس آیت نے قیامت تک ہر ظالم و گنہگار شخص کی امامت پر خطِ نسخ کھینچ دیا ہے"۔ (اصول کافی)۔

(۳) آیت مبارکہ:۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور آیت مبارکہ، یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین"، ہر دو آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو اولی الامر اور صادقین کی اطاعتِ مطلقہ کا حکم دیا گیا ہے جو کسی زمان و مکان اور کسی حالت کے ساتھ مقید نہیں اور جسکی اطاعتِ مطلقہ کا اسطرح حکم دیا جائے۔ وہ معصوم ہی ہو سکتا ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین نے ایک معقول تقریر کے بعد بطور نتیجہ لکھا ہے:۔ فثبت قطعًا ان اولی الامر المذکور فی ھذہ الآیۃ لا بد وان یکون معصومًا۔ ان بیانات سے قطعًا ثابت ہو گیا کہ اولی الامر کا معصوم ہونا ضروری ہے (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۵۵) یہ الگ بات ہے کہ پھر انہوں نے یہ کہہ کر کہ چونکہ اُمتِ محمدیہ میں ان کو کوئی معصوم نظر نہیں آتا اس سے اجماع مُراد لیا ہے"۔ اور یہ نہیں سوچا کہ غیر معصومین کا اجماع کیونکر معصوم عن الخطا ہو سکتا ہے؟ ع

قسمت کی بدنصیبی کہ ٹوٹی کہاں کمند

(۴) انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا:۔ اے اہل بیتِ رسول خدا کا یہ ارادہ ہے کہ تم سے ہر قسم کے "رجس" کو دُور رکھے اور تمہیں اسطرح پاک رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہے ۔ ——— لفظ "رجس" کے معانی کثیرہ میں سے ایک معنی "ذنب" (گناہ) بھی ہیں۔ اور وہی یہاں مراد ہیں۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر ج ۲۲ صہ ۵ طبع مصر و غرائب القرآن نیشاپوری مطبوع بر حاشیہ ابن جریر ج ۲۲ صہ ۱۰ تفسیر کشاف ج ۲ صہ ۲۱۲ میں ہے "فاستعار للذنوب الرجس وللتقوی الطهر" اور کتاب اسعاف الراغبین مطبوع بر حاشیہ نور الابصار صہ ۱۵۲ پر لکھا ہے کہ المراد من الرجس الذنب ومن التطهیر۔ التطهیر من المعاصی۔ یعنی رجس سے مراد گناہ اور طہارت سے مراد گناہوں سے طہارت و پاکیزگی ہے"۔ اب اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ اس آیت کے مصداق کون بزرگوار ہیں تو درج ذیل کتب کیطرف رجوع کریں معلوم ہو جائیگا کہ یہ پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے ؛

صحیح مسلم ج ۲ صہ ۲۸۵ ، الشرف المؤبد صہ ۲ تفسیر در منثور ج ۵ صہ ۱۹۸ صواعق محرقہ صہ ۱۴۱ ، ینابیع صہ ۲۹۵ طبع بمبئی وغیرہ)

(۵) ابن عباس بیان کرتے ہیں "سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول انا وعلی والحسن والحسین وتسعة من ولد الحسین ——— مطهرون معصومون۔ یعنی میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور علی اور حسن و حسین اور حسین کے نو فرزند (از زین العابدین تا مہدی منتظر) مطہر و معصوم ہیں"۔ (فرائد السمطین حموینی ج ۲ صہ ۳۱۲ قلمی ینابیع المودۃ باب ۵۶) اس سے بڑھ کر بھی واضح الفاظ میں عصمت ائمہ اطہار بیان ہو سکتی ہے؟ اسی طرح حدیث القرآن مع علی و علی مع القرآن اور حدیث۔ الحق مع علی و علی مع الحق۔ اور حدیث ثقلین (انی تارک فیکم الثقلین کتاب وعترتی اهلبیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی۔ وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض) وغیرہ سے روز روشن کی طرح آئمہ اہلبیت کی عصمت و طہارت واضح و آشکار ہوتی ہے ؎

الا علی اکمہ لا یبصر القمر!

ایک عظیم شبہ کا جواب

مؤلف نے اس بات کے ثبوت میں کہ امام کیلئے معصوم ہونا ضروری نہیں ہے نہج البلاغہ صہ ۶۰ طبع ایران سے ایک اقتباس پیش کیا ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ لابد للناس من امیر برا وفاجر۔ لوگوں کیلئے ایک امیر کا ہونا ضروری ہے نیک ہو یا بد ———

یہ استدلال بالکل غلط اور اس کلام کے شانِ صدور سے جہالت یا تجاہل پر مبنی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جناب نے یہ کلام خوارج کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے۔ جو لا حکم الا للہ۔ کا نعرہ بلند کر کے علی و معاویہ ہر ایک کی خلافت کا انکار کر کے ملک میں طوائف الملوکی اور انارکی کی راہ ہموار کرنا چاہتے تھے۔ جناب امیرؑ جیسے، نباضِ فطرت امام نے فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا خلافِ فطرت ہے۔ قطع نظر نبی و امام کے۔ پبلک کیلئے ایک ؎

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

امیر و حاکم کا وجود بہر حال ناگزیر ہے۔ جس کے بغیر ملک کا نظم و نسق بحال نہیں رہ سکتا اور نہ ہی سیاست مدن قائم رہ سکتی ہے ؛

اس کلام میں لفظ "امیر" وارد ہوا ہے نہ "امام" اس کا ترجمہ مؤلف نے "امام" کر کے اپنے علم و دیانت کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں کیا۔ اور پھر اس غلط ترجمہ پر بنا رکھ کے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ "ہر نیک و بد" یہ عہدہ حاصل کر سکتا ہے ؛ بناء الفاسد علی الفاسد کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے ؟ کیا مؤلف کا بیان کردہ مسلک آیت لا ینال عہدی الظالمین کے مفاد کے صریح خلاف نہیں ہے ؟ سچ ہے

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

نیرنگیٔ روزگار کا شاہکار

یہ امر بھی دہر غدار کی نیرنگی کا شاہکار ہے کہ آج وہ لوگ بھی شیعیان حیدر کرار کو یہ طعنہ دے رہے ہیں کہ وہ انبیاء کو متہم بالذنب کرتے ہیں لیکن اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں اور یہ کہ پیغمبری سے پہلے تمام پیغمبر صغیرہ گناہوں کے مرتکب ہو سکتے ہیں ؛ جنکے اپنے مذہب کی کتب میں اور انبیاء تو کیا خود سرور انبیاءؐ کے لئے اعلان نبوت سے قبل کفر و شرک کا ارتکاب کرنے کے واقعات درج ہیں۔ اور بعد از اعلان نبوت بھی گناہان کبیرہ کے ارتکاب کے قصص و حکایات مذکور ہیں۔ اگر شک ہو تو ذرا تحقیق کریں اور دیکھیں کہ یہ کس فرقہ کی کتب میں مذکور ہے۔ ما کذب ابراھیم الا ثلاث کذبات " کہ جناب ابراہیمؑ نے صرف تین مرتبہ جھوٹ بولا تھا" (بخاری شریف) یہ کس لوگوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے زلیخا کے ساتھ زنا کا ارادہ کیا۔ بند شلوار کھول دیا۔ اس اثنا میں خدا نے حضرت یعقوبؑ کو ان کے سامنے حاضر کیا۔ اور انہوں نے کہا بیٹا! تمہارا نام تو فہرست انبیاء میں درج ہے اور تم زنا کرتے ہو۔ تب وہ باز آئے۔ (قصص الانبیاء ثعالبی) نیز یہ کس مذہب کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ حضرت داؤد اوریا نامی ایک شخص کی بیوی پر فریفتہ ہو گئے۔ اور اسکے شوہر کو محض اسلئے جنگی مہم پر روانہ کیا کہ اسکی بیوی کو تصرف میں لا سکیں (معاذ اللہ) (قصص الانبیاء ثعالبی) یہ بھی قابل غور بات ہے کہ یہ بات کس گستاخ فرقہ نے اپنی کتابوں میں درج کی ہے کہ کان محمدؐ علی دین قومہ الخار بعین سنۃ۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چالیس برس تک اپنی قوم والا دین تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۸۰۲) اے کاش! "عصمت کو خاصۂ انبیاء کہنے والوں کے سنہانے قلم سے انبیاء کی ذوات مقدسہ تو محفوظ رہتیں۔ مگر حالات شاہد ہیں کہ انہوں نے ہمیشہ مستقل کتابیں لکھ لکھ کر نبیوں خطائیں ثابت کیں ہیں۔ جسے شک ہے وہ قاضی عبدالجبار کی کتاب "تنزیہ الانبیاء" کا مطالعہ کرے۔ اور آج جن کو یہ طعنہ دیا جا رہا ہے کہ وہ انبیاء کو متہم بالذنب کرتے ہیں یہ لوگ ہیں کتاب کا جواب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

لکھ کر انبیاء کی عصمت و طہارت ثابت کرنیوالے تھے۔ ملاحظہ ہو جناب سید مرتضٰے علم الہدیٰ کی کتاب "تنزیہ الانبیاء"

مذہب شیعہ اور عصمتِ انبیاء

حقیقت یہ ہے کہ مذہب شیعہ تمام انبیاء و مرسلین کے دامنِ عصمت کو از مبدا تا لحد ہر قسم کے گناہانِ صغیرہ و کبیرہ کی کثافتوں سے پاک و صاف جانتا ہے۔ چنانچہ رئیس المحدثین اپنے رسالہ اعتقادات الامامیہ میں فرماتے ہیں:۔ اعتقادُنا فی الانبیاء والرسل والائمۃ والملائکۃ انھم معصومون مطہرون من کل دنس وانھم لا یذنبون ذنباً لا صغیراً ولا کبیراً ولا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ومن نفی عنھم العصمۃ فی شیئ من احوالھم فقد جھلھم ومن جھلھم فھو کافر الخ یعنی انبیاء انکے اوصیاء، اور فرشتوں کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ سب کے سب معصوم عن الخطا ہیں۔ اور ہر قسم کی کثافت گناہ و عصیان سے مبرا ہیں۔ وہ نہ تو کوئی گناہ کبیرہ کرتے ہیں، اور نہ صغیرہ۔ یہ بزرگوار امرِ خداوندی کی نافرمانی نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ وہ اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ جو شخص ان حضرات کی عصمت کا جس حیثیت سے بھی انکار کرے وہ انکے مرتبہ و مقام سے جاہل ہے اور جو ان سے جاہل ہے (انکی معرفت نہیں رکھتا) وہ کافر ہے۔" (اعتقادات صدوق مع شرح احسن الفوائد مصنفہ احقر صفحہ ۴۱۹۔ طبع اول)

پیش کردہ روایات کے جوابات

باقی رہیں وہ روایات جو موہم خلافِ عصمت ہیں۔ تو ان کے کئی طرح سے جوابات دیے جا سکتے ہیں۔ اولاً ان روایات میں از روئے سند ایک بھی صحیح السند نہیں ہے لہٰذا یہ مقام اعتقاد میں ناقابل اعتماد ہیں۔ ثانیاً اگر بالفرض صحیح السند بھی ہوں تو مسلماتِ عقلیہ و شرعیہ سے متصادم ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہیں۔ ثالثاً انکا مفہوم وہ نہیں جو لیا جا رہا ہے مثلاً اصول کافی والی وہ روایت جسمیں اصولِ کفر تین بتائے گئے ہیں اسکا مطلب یہ نہیں کہ حسد یا حرص خود کفر ہیں بلکہ مطلب صرف یہ بیان کرنا ہے کہ ان سے رفتہ رفتہ کفر پیدا ہو سکتا ہے لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ یہ بات اپنے مقام پر ثابت کی جا چکی ہے کہ لا تقربا ھذہ الشجرۃ میں جو نہی ہے وہ نہی تحریمی نہ تھی بلکہ تنزیہی تھی۔ اور جناب آدم کا یہ اقدام کوئی گناہ و عصیان نہ تھا۔ بلکہ صرف ترکِ اولیٰ تھا۔ کہ فقط شیطان کے حلفیہ بیان پر اکتفا کر لی۔ اور خدائے منان سے حقیقت حال معلوم نہ کی ——— دلبس۔ اور حیات القلوب میں جو حسد کا تذکرہ ہے وہاں حسد سے مراد غبطہ (رشک) ہے۔ یہ درست ہے کہ انسان اپنی اولاد کے حسن و جمال کو دیکھ کر حسد تو نہیں کرتا۔ مگر رشک ضرور کرتا ہے کہ کاش! وہ بھی ان جیسا حسین و جمیل ہوتا۔ اور یہ بات عام لوگوں کیلئے قابلِ مذمت نہیں۔ لیکن انبیاء کی شان اس قسم کے جذبات سے بھی بلند و بالا ہے ——— اور حیات القلوب کی جس روایت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

میں یہ ہے کہ جناب آدم کا یہ اقدام قبل از نبوت تھا۔ یہ جواب بطور الزام خصم دیا گیا ہے۔ کیونکہ مذہب اہلسنت میں بنابر مشہور اعلانِ نبوت سے قبل انبیاء کیلئے صدور کبائر بھی جائز سمجھا گیا ہے۔ تا بہ صغائر چہ رسد؟ وکذا الکلام فی باقی الروایات ؛ (تفصیل کے شائقین کتب کلامیہ کی طرف رجوع کریں۔

مسئلہ امامت کا اُصولِ مذہب سے ہونا

امامت و خلافت کا مسئلہ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ جب تک پیغمبر اسلام نے اسکا مقام غدیر خم پر عملی اعلان نہیں کر دیا۔ اسوقت تک انکو دین اسلام کی تکمیل کی سند نہیں مل سکی۔ (تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۵۹ تذکرہ سبط ابن جوزی ص ۱۸ طبع ایران تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۲ طبع مصر وغیرہ ——— اور بھلا کیونکر اسقدر اہم نہ ہو۔ جبکہ نبی کے انتقال کے بعد دین کی بقا اور اس کا دوام وجود امام سے وابستہ ہے اسکے بغیر بعثت انبیاء کی غرض و غایت پوری ہی نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ جو چیز اسقدر اہم ہو گی وہ اصول عقائد میں داخل ہو گی۔ نہ کہ فروعی مسائل میں۔ اور اس بات کی تائید مزید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃً جاھلیۃً۔ جو شخص مر جائے اور زمانہ کے امام کو نہ پہچانے اسکی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔ (انوار اللغۃ باب ۲ ص ۲۲ جمع بین الصحیحین للحمیدی۔ منصب امامت شاہ اسماعیل دہلوی وغیرہ) جس چیز کی عدم معرفت سے کفر لازم آئے۔ وہ اصولی ہی ہو سکتی ہے نہ فروعی۔ کما لا یخفی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفاج ۱ ص پر لکھتے ہیں "بعلم الیقین دانستہ شد کہ خلافت ایں بندگوار اصلے است از اصول دین تا وقتیکہ ایں اصل محکم نگیرند ہیچ مسئلہ از مسائل شریعت محکم نہ شود۔ الخ اور جہاں تک قرآن و حدیث کے نصوص خلافت و امامت کا تعلق ہے ہم ان کا تذکرہ وہاں کریں گے جہاں مؤلف نصوص خلافت کی بحث شروع کریں گے۔ انشاء اللہ ؛ فانتظر!

خلافت و امامت نصی ہے نہ شوریٰ

یہ بات اپنے مقام پر ناقابل تردید دلائل و براہین سے ثابت ہو چکی ہے کہ کسی شخص کی امامت و خلافت خدا و رسول کی نص کے ساتھ ثابت ہوتی ہے نہ کہ مہاجرین و انصار یا ارباب حل و عقد کے اجماع و شوریٰ سے "وربک یخلق مایشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ۔ مؤلف نے اس سلسلہ میں نہج البلاغہ ص ۲۹۵ سے جو اقتباس پیش کیا ہے اور اس سے اسکا شوریٰ ہونا ثابت کرنے کی سعی لاحاصل فرمائی ہے۔ ہم اس کے متعلق اس بحث سے پہلے بحث (اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف) کی دوسری دلیل (جو یہی کلام ہے) کے جواب میں بڑی تفصیل جمیل اور برہان و دلیل سے ثابت کر آئے ہیں۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کا یہ کلام معجز نظام بطور الزام علی الخصم ہے۔ نہ کہ انکے اپنے اصلی اعتقاد و نظریہ کا اظہار۔ لہذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔ تاکہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حقیقتِ حال روزِ روشن کیطرح واضح و آشکار ہو جاتے ؛

(کیفیت انعقادِ خلافتِ ثلاثہ بالاجمال)

علاوہ جو دیں یہ بات بھی نظر انداز کرنے کے لائق نہیں کہ مؤلف اور اسے ابناءِ مذہب کو اس معیار کے تسلیم کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ الٹا نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ ثلاثہ میں سے کسی پر بھی پورے مہاجرین و انصار اور ارباب حل و عقد کا شوریٰ و اجماع نہیں ہوا۔ بلکہ ابوبکر صرف عمر کی بیعت کرنے سے مسند اقتدار پر بیٹھے۔ (شرح مواقف ص۳۵۲ طبع اسلامبول وغیرہ) حالانکہ تمام بنی ہاشم اور بعض مہاجر و انصار کھلم کھلا اسکے مخالف تھے۔ (ملاحظہ ہو الامامت والسیاست ص۱۱ طبع مصر) ——— اور عمر صاحب باوجود مہاجرین و انصار کی چیخ و پکار کے صرف ابوبکر کی وصیت کرنے سے ایوانِ اقتدار تک پہنچے۔ (ملاحظہ ہو کنز العمال ج۳ ص۱۴۹ ازالۃ الخفاج ا ص۴۱ وغیرہ) اور تیسرے صاحب بظاہر چھ شخصوں کے شوریٰ سے مگر درحقیقت صرف عبدالرحمن بن عوف کی مساعی اور کوششوں سے کرسیٔ حکومت پر قابض ہوئے۔ (ملاحظہ ہو کنز العمال ج ۳ ص۱۶۰، شرح فقہ اکبر ص۸۳ طبع لاہور وغیرہ) ھذا بیان للناس وھدیً وموعظۃ للمتقین ؛

اُمورِ دوم کیا حضرت علی خلیفہ بلافصل تھے؟

علی المرتضےٰ کی عظمتِ شان اور رفعتِ قدر کے قائل ہیں۔ بے شک آپ صہر النبیؐ ابن عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ والد حسنین۔ زوج زہراؑ۔ باب العلم، خلیفہ رابع ہیں۔ اور آپ کے مناقب و فضائل کا احصا نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ دعوےٰ کہ خلافت آپکا ہی حق تھا اور آپ خلیفہ بلافصل تھے۔ عقل و نقل کے خلاف ہے۔ اور اس دعوےٰ کے بطلان پہ ہم چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں کہ انکے ماننے سے کسی ذی فہم منصف شخص کو انکار نہیں ہو سکتا۔ ؛

پہلی دلیل:۔ آیت استخلاف سے ثابت ہو چکا ہے کہ خلافت خطاء حسبِ وعدہ الٰہی متعال عمل میں آئی۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اللہ تعالےٰ نے اپنے مقبول بندوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم انکو ضرور خلیفہ بنائیں گے۔ تو پھر ناممکن تھا کہ مذعا ریزدان ——— کے خلاف ——— کوئی غیر مستحق مستفید ہوتا ——— کیونکہ اللہ تعالےٰ کے وعدوں میں تخلف نہیں ہے اور خدا تعالےٰ سے کوئی شخص غالب نہیں ہو سکتا۔ کہ اسکے خلافِ منشاء اسکا انعام موعود چھین لے۔ ——— ماننا پڑے گا کہ اسکو ایسا ہی منظور تھا۔ ——— کہ خلافت کا منصبِ جلیل رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر اصحاب اربعہ کو ایسی ترتیب سے ملے جو عمل میں آئی اللہ تعالےٰ کے نزدیک خلافت کے مستحق یہی چار اصحاب تھے ——— اگر یہ ترتیب قائم نہ رہتی تو ان سب کو اس انعام سے حصہ ملنا مشکل تھا۔ کیونکہ حضرت ابوبکر نے سب سے پہلے فوت ہونا تھا۔ ——— اور اگر عثمان یا علی میں سے کوئی شخص خلیفہ ہوتا تو حضرت عمرؓ کی عمر چونکہ ان سے پہلے ختم ہو جانیوالی تھی وہ محروم ہو جاتے۔ اور اگر حضرت عثمان سے اوّل حضرت علیؓ المرتضےٰ خلافت حاصل کر لیتے تو حضرت عثمان ——— بہرہ ور نہ ہو سکتے اسلئے اللہ تعالےٰ ——— نے اپنے ——— انعام کو اس طرح تقسیم فرمایا کہ ہر چار اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہریاب ہو گئے۔ سبحان اللہ فعل الحکیم لا یخلو من الحکمۃ ——— (آفتاب صفحہ ۱۵)

الجواب

۱۔ یہ کلام باطل التیام بچند وجہ باطل اور وجہ اعتبار ساقط ہے:۔

۱۔ اوّلاً۔ اس موضوع کی پہلی تنقیح میں مؤلف واضح کر چکے ہیں کہ مسئلہ خلافت میں شیعہ مدعی اور اہلسنت مدعا علیہم ہیں اور علم مناظرہ و کلام کی ابجد سے واقفیت رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ دلیل مدعی ہوتی ہے اور مدعا علیہ کا کام صرف اس دلیل میں مناقشہ اور اس پر نقد و تبصرہ کرنا ہوتا ہے۔ لیکن مؤلف نے یہاں مدعی کا منصب سنبھال لیا ہے اور اپنے موقف پر بزعم خود دلائل پیش کرنا شروع کر دیے جسے آداب مناظرہ میں "غصب" کہتے ہیں۔ بھلا غاصبین کے ماننے والوں سے اسکے سوا اور توقع بھی کیا کی جا سکتی ہے: اے کاش! مؤلف نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کرنے سے پہلے کم از کم آداب مناظرہ کے متعلق رسالہ "رشیدیہ" ہی پڑھ لیا ہوتا۔ تو یہ دھاندلی روا نہ رکھتے!

۲۔ ثانیاً۔ جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب کا احصا نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ جس کے فضائل و مناقب سب سے زیادہ ہوں گے۔ وہی سب سے افضل ہوگا۔ تو پھر کیا افضل کو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چھوڑ کر مفضول کو ہادی و راہنما ماننا عقل و نقل کے سراسر خلاف نہیں ہے ؟ (مالکم کیف تحکمون ؟)

۳۔ ثالثاً :- مؤلف نے ابتدا میں جہاں فضائل اصحاب کی آیات پیش کی ہیں وہاں نمبر ۲ پر آیت استخلاف کیساتھ بھی استدلال کیا ہے۔ ہم وہاں بڑی تفصیل جمیل کے ساتھ یہ بات واضح و آشکار کر چکے ہیں کہ اس آیت کو خلافتِ ثلاثہ سے دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے اور تاریخی شواہد سے ثابت کر آئے ہیں کہ یہ وعدہ خلافت ارضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صالح الاعمال مومنین صحابہ کرام سے تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حین حیات میں فتح مکہ کے بعد پورا ہو گیا۔ اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے فان فیہ شفاء لکل علیل ؛

۴۔ رابعاً :- مؤلف لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالےٰ نے اپنے مقبول بندوں سے وعدہ فرمایا تھا" پھر لکھا ہے کہ "اللہ تعالےٰ کے نزدیک خلافت کے مستحق یہی چار اصحاب تھے"۔ آیتِ استخلاف میں اہلِ ایمان اور صالح الاعمال حضرات سے خلافت ارضی کا وعدہ کیا گیا ہے (وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات) تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحابہ کرام میں سے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور مؤمن و صالح الاعمال صرف ان ۔۔۔۔۔ صرف یہی چار بزرگوار تھے اور باقی سب کے سب غیر مقبول اور غیر مومن اور غیر صالح الاعمال ؟ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است ؟ اگر کوئی شیعہ ایسی بات کہہ دیتا تو اسکے خلاف زمین و آسمان سر پر اٹھا لئے جاتے۔ اور ایک طوفانِ بے تمیزی مچا دیا جاتا کہ دیکھو اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جا رہی ہے ! انکو بے ایمان اور بد عمل قرار دیا جا رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن آپ جو کچھ کہیں بجا ہے۔ ؎ مستند ہے ان کا فرمایا ہوا !

؎ آپ ہی اپنے جور و جفا پہ ذرا نظر کریں ؛ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

۵۔ خامساً :- ہم تنقیح اوّل کے آخر میں (مجملاً سہی) یہ ثابت کر آئے ہیں کہ ابوبکر کی خلافت عمر صاحب کی بے نظیر تدبیر اور انہی کی دھینگا مشتی کے نتیجہ میں عمل میں آئی۔ اسی لئے تو وہ کہا کرتے تھے انما کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وتمت و لکن اللہ وقی شرھا۔ ابوبکر کی بیعت اچانک واقع ہو گئی۔ (اس پر بہت کچھ شور و شر کا خطرہ تھا) مگر خدا نے اسکے شر سے بچا لیا۔ بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ طبع مصر) ؛

اور عمر کی خلافت ابوبکر کی وصیت اور عثمان کی خلافت شوریٰ عبدالرحمٰن بن عوف کی حیلہ سازی کی مرہون منت ہے۔ اہلسنت کے ہاں انعقادِ خلافت کا کوئی اصول نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح اور جس طریقہ پر کسی خلیفہ کی خلافت منعقد ہو جائے وہی انکے ہاں اصول بن جاتا ہے۔ اگر یہی قاعدہ تسلیم کر لیا جائے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہ جو شخص مسندِ اقتدار پہ قابض ہو جاتے۔ اسی میں خدا کی منشا و رضا پوشیدہ ہوتی ہے۔ تو پھر یزید پلید، مردان طرید، اور ولید عنید جیسے ننگِ اسلام و انسانیت کو بھی نہ صرف خلیفہ رسول بلکہ خلیفہ راشد تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیا مولوی کرم الدین اور انکے ہمنوا اسکے لئے آمادہ ہیں؟

؎ الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں ÷ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

دوسری دلیل :- اگر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی منصبِ خلافت پہ جاگزین ہو جاتے تو مخالفین اسلام (کفار) کو یہ طعنہ کرنے کا موقع ملتا کہ پیغمبر اسلام نے یہ سارا کام کنبہ کے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کیلئے بنا رکھا تھا۔ کہ زندگی میں خود حکومت کی اور مرنے کے بعد اپنے چچا زاد بھائی اپنے داماد کو یہ اعزاز بخش دیا۔ ــــــ اس اعتراض کا کوئی جواب بھی نہ ہو سکتا ــــــ اس (خدا) نے اپنی قدرت کاملہ سے ــــــ خلافت کی ترتیب اسطرح اختیار فرمائی کہ کسی دشمنِ اسلام کو کوئی گنجائش اعتراض کرنے کی نہ رہی۔ اگر امرِ خلافت ــــــ موروثی ہوتا تو سب سے زیادہ مستحق حضرت عباس عمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

ــــــ (آفتاب ص۱۵۱)

الجواب

اس وسوسۂ ابلیس کو دلیل کا نام دینا درحقیقت لفظ دلیل کی توہین ہے۔ ورنہ یہ بات الم نشرح ہے کہ اگر حضرت آدم کے بعد انکے فرزند جناب شیث (ہبۃ اللہ) جناب خلیل خدا کے بعد انکے فرزند اسماعیل ذبیح اللہ، جناب داؤد کے بعد انکے فرزند سلیمان، نبی اللہ جناب یعقوب کے بعد انکے فرزند جناب یوسف صفوۃ اللہ اور جناب موسیٰ کے بعد انکے چچا زاد بھائی شمعون خلیفۃ اللہ انکی مسند پہ بیٹھتے ہیں اور کوئی مخالف زبانِ اعتراض دراز نہیں کرتا۔ تو اگر پیغمبر اسلام کی مسند پہ انکے چچا زاد بھائی حضرت علی بیٹھ جاتے تو یہاں کفار کو کیوں طعن و تشنیع کا موقع ملتا؟ جبکہ اسکی بیسیوں مثالیں تاریخ انبیاء میں پہلے سے موجود تھیں یہ وسوسہ خوئے بدرا بہانہ بسیار والی بات ہے ورنہ اسکے اندر کوئی وزن نہیں ہے۔ ــــــ یہاں وراثت کا کوئی سوال نہیں بلکہ ذاتی لیاقت و قابلیت کی بنا پہ (عند اللہ) استحقاق کا سوال ہے۔ جو بھی اس عہدۂ جلیلہ کا مستحق ہوگا۔ خدائے حکیم اسے ہی اس منصبِ جلیل پہ فائز کریگا۔ اگر کوئی شخص خاندانِ نبوت سے اسکا مستحق ہو۔ تو کیا اسے صرف اس وجہ سے محروم کیا جا سکتا ہے کہ مخالفین چنیں و چناں اور ایں و آں اعتراض کریں گے؟ علاوہ بریں معترضین کی زبان کون بند کر سکتا ہے؟ وہ تو موجودہ ترتیب پر بھی اعتراض کر سکتے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہیں۔ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سارا کام کنبہ والوں کو فائدہ پہنچانے کیلئے کیا تھا کہ زندگی میں خود حکومت کی اور مرنے کے بعد اپنے خسروں اور دامادوں کو یہ اعزاز بخش دیا۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا، دشمن اسلام تو ایراد کرتے یا نہ کرتے البتہ آپ کے عمر صاحب کو یہ اعتراض ضرور تھا اور اسی نظریہ فاسدہ کے ماتحت کہ نبوت وخلافت ایک خاندان میں جمع نہ ہو۔" بڑے لطائف الحیل سے جناب امیر علیہ السلام کو ظاہری اقتدار سے محروم کر دیا۔ (ملاحظہ ہو مکالمہ عمر با ابن عباس مندرجہ الفاروق شبلی نعمانی ج ۱ ص ۱۲۹ حاشیہ طبع لاہور) شرم شرم شرم۔

تیسری دلیل :۔ حضرت علی المرتضٰے نے اس بارہ میں خود فیصلہ فرمادیا۔ انما الشوریٰ للمھاجرین والانصار ——— انتخاب۔ خلافت کا کام مجلس شوریٰ مہاجرین وانصار کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو وہ خلیفہ منتخب کرلیں۔ اللہ تعالےٰ کو بھی وہی منظور ہے الخ (آفتاب ص ۱۵۱)

الجواب

قبل ازیں مؤلف نے "اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف" کے عنوان کے تحت دوسری دلیل اسی کلام کو قرار دیا تھا۔ ہم اس مقام پر اس استدلال کا مکمل ابطال پیش کر چکے ہیں۔ لہٰذا ہم بجائے اعادہ وتکرار کے قارئین کرام کو اسی مقام کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ فان فیہ شفاء للکل علیل وریّا لکل غلیل ؛ واللہ یھدی من یشاء الی سواء السبیل ؛

چوتھی دلیل :۔ اگر علی المرتضٰے کو یہ فیصلہ منظور نہ ہوتا۔ اور وہ خلافت کو اپنا حق تصور فرماتے تو وہ کبھی خاموش نہ بیٹھتے۔ بلکہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔ آپ کی شجاعت مسلم تھی۔ آپکی تلوار غضب ڈھاتی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قتل وقتال کی نوبت آجاتی تو جمہور المسلمین آپ کا ساتھ دیتے۔ اور نہیں تو بنی ہاشم تو سب آپ کے ساتھ تھے ———

اور اسد اللہ الغالب لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار کے مصداق تو اکیلے مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے تو مخالفین کا تہس نہس کر دیتے جیسا کہ نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت ج ۲ ص ۲۵ ——— میں لکھا ہے ——— لو لقیتھم واحدًا وھم طلاء الارض کلھا ما بالیت ولا استوحشت۔ خدا کی قسم! اگر میں اُنکے مقابلہ میں کھڑا ہو جاؤں اور زمین سے پُر ہوں (کذا) تو مجھے کچھ پرواہ نہ ہو۔ اور نہ مجھے کچھ وحشت ہو" پھر جب آپ تن تنہا سارے جہاں کے مقابلہ کیلئے کافی تھے اور اصحاب ثلاثہ نے آپ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سے زبردستی خلافت چھین لی ہوتی۔ تو وہ دنیا میں دم نہ لینے دیتے۔ ایک پل میں تباہ کر دیتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی خلافتِ بلافصل اپنا حق نہیں سمجھتے تھے ——— (آفتاب ص۱۵۲)

الجواب

یہ وہی عامیانہ دسوقیانہ استدلال ہے جسے ہمیشہ حامیان ثلاثہ خوب مزے لے لگا کر پیش کیا کرتے ہیں (جیسا کہ مؤلف نے کیا ہے) لیکن درحقیقت یہ دلیل تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت! اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جناب حیدر کرار اسی طرح شجاع وبہادر تھے۔ جیسا کہ اس استدلال میں ذکر کیا گیا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بدرجہا بلند تر تھے۔ مگر یہ دنیا والوں کی ناسمجھی ہے کہ وہ ہر اس شخص کو جو محل بے محل جنگ پر آمادہ ہو جائے۔ بہادر وشجاع کہہ دیتے ہیں۔ لیکن شجاعت حقیقتاً یہ ہے کہ انسان کیلئے جس وقت قدم اٹھانا مناسب ہو اور اقدام ضروری ہو، اس وقت پُرجگری کے ساتھ آگے بڑھے۔ اور وہ سب کچھ کرے جو اس کا فرض معلوم ہوتا ہے۔ چاہے اس سلسلہ میں اسے جان بھی دینا پڑے۔ اور جس موقع پر اقدام مناسب نہ ہو بلکہ سکوت وچشم پوشی کی ضرورت ہو، اسوقت تحمل سے کام لے۔ چاہے اسمیں کتنی ہی مشکلات درپیش ہوں۔ اور ناگوار صورتوں کا مقابلہ کرنا پڑے۔ اس صورت میں خاموشی اسی طرح شجاعت کا ثبوت ہوگی۔ جسطرح پہلی صورت میں نبرد آزمائی" (شہید انسانیت ص۶۶۳ طبع ثانی)

حضرت امیرؑ کے ثلاثہ سے جنگ نہ کرنے کے اسباب

یہاں بھی یہی دوسری صورت درپیش تھی۔ یعنی حالاتِ حاضرہ کا تقاضا یہ تھا کہ جناب حیدر کرار تلوار نہ اٹھائیں۔ ہم ان تمام علل واسباب کا تفصیلی تذکرہ مع تبصرہ اپنی کتاب "اثبات الامامت" میں کر چکے ہیں۔ یہاں بڑے اختصار کے ساتھ صرف بعض اسباب ووجوہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت وفات پائی مدینہ منورہ منافقوں سے بھرا پڑا تھا۔ جو مدت سے اس بات کے منتظر تھے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ اٹھ جائے تو اسلام کو پامال کر دیں" (الفاروق ج۱ ص۵۳۔ طبع لاہور) یہ داخلی صورت تھی اور خارجی حالت یہ ہے کہ عالم اسلام ہر چار طرف سے کفار ومشرکین کے نرغہ میں گھرا ہوا تھا۔ بنابریں اگر اسلامی دارالحکومت (مدینہ) میں باہمی تلوار چل جاتی تو داخلی اور خارجی دشمنان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دین کو سر اٹھانے اور شجر اسلام کی بیخ کنی کرنے کا موقع مل جاتا اور اسلام ہمیشہ کیلئے نیست و نابود ہو جاتا۔ جناب امیرؑ جیسا مجاہد و محامی اسلام کیونکر یہ صورتحال گوارا کر سکتا تھا؟ چنانچہ شرح نہج البلاغہ حدیدی ج ۲ ص ۵۷ طبع بیروت میں مروی ہے کہ ایک دن سیدہؑ نے حضرت امیرؑ کو جنگ پر آمادہ کرنا چاہا اس اثنا میں موذن کی آواز بلند ہوئی جو کہہ رہا تھا "اشہد ان محمد رسول اللہ" جناب امیر نے جناب سیدہ سے فرمایا "کہ آیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ یہ ندا دے زمین سے ختم ہو جائے"؟ جناب سیدہ نے کہا "نہیں"! فرمایا یہی وہ چیز ہے جو میں تم سے کہتا ہوں (میرے جنگ کرنے سے یہ آواز ختم ہو جائے گی")

۲۔ کتب فریقین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باعلام الٰہی ان آنیوالے حالات و کوائف سے جناب امیر کو آگاہ کر کے حوزۂ اسلام کی حفاظت کی خاطر انکو صبر و شکیبائی اختیار کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ (ملاحظہ ہو کنز العمال ج ۶ ص ۵۔ ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۲۳۵، خصائص سیوطی ج ۲ ص ۱۳۸ معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۳۴۵، روضۃ الاحباب ج ص ۳۲۳ وغیرہ)

جناب امیر نے خود بعض مواقع پر اس وصیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ کتاب محاضرات ابن عبد ربہ ج ۲ ص ۸۲ پر مذکور ہے کہ عمر اور ابو عبیدہ کی متشددانہ کاروائی کے وقت آنجناب نے فرمایا ..... "وفی النفس کلام لولا سابق قول وسالف عہد لشفیت غیظی بحنصری وبنصری (الی ان قال) لکنی ملجم ——— وصابر علی مااسا تنی دسکم" میرے دل میں کچھ کلام ہے۔ اگر قول سابق اور گذشتہ عہد و پیمان نہ ہوتا۔ تو میں اپنے غصہ کو دو چھوٹی انگلیوں کے ذریعہ (تلوار اٹھا کر) دور کر دیتا ——— لیکن میں پابند ہوں اور ان حالات پر صابر ہوں۔ جو میرے لئے باعث رنج و الم اور تمہارے لئے باعث مسرت و شادمانی ہیں"۔ دریں حالات اسلام و مسلمانوں کی بھلائی اسی بات میں مضمر تھی۔ کہ آنجناب تلوار نہ اٹھائیں چنانچہ فرض شناس امام عالیمقام نے وہی کچھ کیا جس کا تقاضا اسلام اُن سے کرتا تھا ——— وہ خود فرماتے ہیں۔ فخشیت ان لم انصر الاسلام واھلہ ان اری فیہ ثلما او ھدما تکون المصیبۃ بہ علی اعظم من فوت ولایتکم الخ ..... مجھے یہ اندیشہ دامن گیر ہوا کہ اگر ان حالات میں صبر و سکوت کر کے اسلام اور مسلمانوں کی نصرت و مدد نہ کروں تو پھر مجھے اسلام میں ایسا رخنہ اور شگاف دیکھنا پڑے گا۔ جس کا صدمہ چند روزہ خلافت کے چھن جانے سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ (نہج البلاغہ ج ۳ ص ۱۳ طبع مصر)۔

۳۔ یہ کہنا کہ اگر قتل و قتال تک نوبت پہنچ جاتی تو جمہور المسلمین آپ کا ساتھ دیتے" یہ مؤلف کا محض

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حسنِ ظن ہے جسکی تاریخی حقائق تائید نہیں کرتے۔ اگر ان لوگوں میں واقعاً اتنی غیرت و حمیت ہوتی تو غدیر خم کے مقام پر کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ کر اور جناب امیر کو چھوڑ کر سقیفائی خلافت کی داغ بیل کیوں نہ ڈالے۔ نیز اُمم سابقہ میں انکی نظیریں موجود ہیں ——— جناب موسیٰ کا منصوص خلیفہ دیکھتا رہا۔ روکتا رہا۔ ٹوکتا رہا۔ مگر قوم کی اکثریت گوسالہ پرستی کا شکار ہو گئی۔ چاہ ضلالت میں گر تو اگر الخ ۔۔۔۔۔ اگر یہاں بھی امت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ملا ہو کرے تو اس میں کونسی جائے تعجب ہے؟ ایسا کیا اور ضرور کیا ضلوا و اضلوا کے مصداق بنے۔ کیا اسکے بعد والی جنگوں میں یہی جناب امیرؑ میدان کارزار میں تشریف فرما نہ تھے انکے ساتھ کتنے لوگ تھے اور انکے مقابلین کے ساتھ کسقدر تھے؟ اور آپکے بعد آپکے بڑے صاحبزادے حسن گلگوں قبا جب میدان میں نکلے تو ان کیساتھ کسقدر مجاہد تھے اور انکے دشمن معاویہ کے ساتھ کتنے؟ کربلا میں تو یہ بات اور بھی اظہر من الشمس ہو گئی کہ حق نواز کتنے تھے اور باطل پرست کسقدر تھے؟ سچی بات تو یہ ہے کہ ؎

ہر دور میں ہوتی رہی باطل کی پرستش
ہر دور یزیدوں کا طرفدار رہا ہے!

پانچویں دلیل:۔ اگر ترتیب خلافت حق نہ تھی۔ اور اصحاب ثلاثہ نے خلافت زبردستی چھین لی تھی ——— تو حضرت علیؑ کا پہلے تو اُن سے جہاد کرنا فرض تھا۔ اگر اسکی طاقت نہ رکھتے تو انکے مشیر نہ بنے رہتے اور مال غنیمت میں حصہ گیر نہ ہوتے۔ بلکہ انکا فرض تھا کہ ملک چھوڑ کر ہجرت کر جاتے ——— جبکہ نہ لڑائی کی نہ ہجرت ——— تو اس سے اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ آپ ہرگز ہرگز خلافت بلافصل اپنا حق نہ سمجھتے تھے ..... پہلی خلافتیں صحیح اور درست تھیں۔ اور حضرت نے انکو درست تسلیم کیا۔ اور خدا کو بھی یہی منظور تھا (آفتاب ص۱۵۲)

الجواب:۔ اس استدلال میں کوئی نئی چیز نہیں پیش کی گئی بلکہ وہی پرانا آموختہ دہرایا گیا ہے۔ جہاد نہ کرنے کے بعض علل و اسباب ابھی اوپر چوتھی دلیل کے جواب میں واضح کر دیے گئے ہیں۔ اور مشیر بننے والے بوڑھے استدلال کی رکاکت سابقہ فضائل عمر کی تیسری چوتھی روایت کے جواب میں واضح و آشکار کی جا چکی ہے اور غنائم سے حصہ لینے کا جواب اسی عنوان کی پانچویں روایت کے جواب میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اور آنجناب کا ادعائے خلافت بلافصل کرنا اور خلفائے ثلاثہ کو جائر و غاصب سمجھنا سابقاً اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف" کے عنوان کے تحت روز روشن کیطرح واضح و آشکارا کیا جا چکا ہے یہاں تکرار و اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ باقی رہا ہجرت کرنا تو ہجرت کر کے کہاں جاتے؟ جبکہ تمام قلمروئے اسلام انہی غاصبوں کے قبضہ میں تھا۔ بقول شبلی نعمانی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جو ہجرت کر کے بھی جائیں تو اے شبلی کدھر جائیں
کہ اب امن و امانِ نجد و قیروان کب تک ؟

ان حالات میں اسکے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ زبانی طور پر اپنا استحقاق اور غاصبوں کے غضب کا اظہار فرماتیں سو آپ نے یہ فریضہ بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ جسکی تفصیل اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف کے ذیل میں نیز بعض دوسرے مقامات پر گذر چکی ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت علی خلافتِ بلا فصل کو بلا شرکت غیرے اپنا حق اور ثلاثہ کی خلافت کو غلط جانتے تھے۔ اور جو چیز علیؑ کے نزدیک غلط ہو اسکے منظورِ خدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ الحق مع علی وعلی مع الحق۔

ے خوشا حال ما خوشا دین و دنیائے ما
کہ ہمچو علی است آقائے ما

ے علی امامِ من است و منم غلام علی
ہزار جانِ گرامی فدائے نام علی

دلائلِ شیعہ (خم غدیر)

شیعہ کے دلائل کا زیادہ مدار حدیث خم غدیر پر ہے ——— تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور ——— مقام خم غدیر میں قیام فرمایا ——— تو بعض اشخاص نے جو بماتحتی جناب امیرؑ ہم ملک یمن پر مامور تھے، جناب امیرؑ کی ——— بیجا شکایات کیں ——— حضورؐ نے یہ مصلحت سمجھی کہ عام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا، جس سے اصلی غرض جناب امیرؑ کی برتریت اور شاکیوں کو تنبیہ تھی۔ یا معشر المسلمین الست اولی بکم من انفسکم قالوا بلی۔ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ ترجمہ:۔ اے جماعت مسلمانو! کیا میں تمہارے نزدیک تمہاری جانوں سے بہتر نہیں ہوں۔ حاضرین نے کہا! ہاں حضورؐ! پھر فرمایا! جو شخص مجھ کو دوست رکھے۔ علی کو دوست رکھتا ہے۔ بارِ خدایا! جو شخص علی کو دوست رکھے تو بھی اسکو دوست رکھیو۔ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو اسکو دشمن رکھیو اسی کہتے ہیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہ یہ خلافتِ بلافصل حضرت علیؓ کا اعلان تھا جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے کیا ——— جبرائیلؑ نے یہ آیت سنائی۔ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین ۔ (سورۃ مائدہ ع ۱۰) ——— سو آیت اور حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو ولایتِ علی یا خلافت بلافصل پر صراحت یا کنایت سے دلالت کرے۔ حدیث کا صرف اس قدر مفہوم ہے کہ حضرت علی کی شکایات بے بنیاد ہیں۔ ——— اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نبیؐ کو جو احکام حق تعالےٰ سے بابت توحید۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ بھیجے ہیں انکو بخوبی تبلیغ کر دینی چاہیئے۔ ایسا نہ کریں گے تو حق رسالت ادا نہ ہوگا۔ ——— شیعہ دھینگا مشتی سے آیت و حدیث میں ولایت و خلافت کو گھسیڑنا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوتا کہ اس کا رسول علی کی خلافت کا اعلان کر دے تو ایسے گول مول الفاظ اور چیستان کی کیا ضرورت تھی؟ صاف طور پر حکم ہوتا یاایھا الرسول بلغ ولایۃ علی۔ ——— پھر حضرت ——— صاف طور پر فرما دیتے۔ یا معشر المسلمین انا رسول اللہ وعلی خلیفتی بعد وفاتی ——— شیعہ ایمان سے کہیں کہ اس حدیث اور آیت میں کونسا ایسا لفظ ہے جس سے خلافت و ولایت کا استدلال کیا جا سکتا ہے؟

لفظ مولیٰ ۔ شیعہ کہتے ہیں کہ لفظ مولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے ——— لیکن جہاں تک کتب لغت کا مطالعہ کیا گیا ہے ہمیں تو اسکا ثبوت نہیں مل سکا۔ قاموس جو لغت عربی کی مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے۔ المولیٰ۔ المالک۔ والعبد۔ والصاحب والقریب۔ کابن العم ونحوہ والجار والحلیف والابن والعم والشریک۔ والسید والناصر والمحب والتابع والصھر۔ (قاموس ج ۴ ص ۳۰۲) ——— اب بتایئے۔ اولیٰ بالتصرف کونسی کتاب میں لکھا ہے۔ اور ایسے مشترک لفظ سے جس کے اسقدر مختلف معانی ہوں حتیٰ کہ غلام۔ تابع۔ حلیف اور پسر عم پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے ——— اس جگہ سوائے محب کے اور کوئی معنی موزوں نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وال من والاہ وعاد من عاداہ اس بات کا قرینہ موجود ہے ———

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حدیث خم غدیر کا نصِ خلافت نہ ہونے کا ثبوت کتب شیعہ سے

شیعہ حضرات مسئلہ خلافت بلافصل ثابت کرنے کے متعلق عجیب چکر کھاتے ہیں اور ہر چند جدوجہد کرتے ہیں لیکن ڈگمگاتی ہوئی کشتی ساحلِ مراد تک نہیں پہنچ سکتی ——— ادھر تو یہ کہتے ہیں کہ حدیث خم غدیر خلافت بلافصل علی پر نص جلی ہے۔ اُدھر قصۂ قرطاس کو دلیل ثابت کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں ——— ہم اس امر کو ثابت کرنے کیلئے کہ حدیث خم غدیر سے خلافت بلافصل جناب امیر کی ثابت نہیں ہوتی۔ کتب شیعہ سے حسب ذیل استدلال کرتے ہیں: ———

اوّل:۔ جلاء العیون اردو ——— ج ۱ ص ۶۰ میں ——— لکھا ہے "پس حضرت نے چشم کھول کر فرمایا اے عباس! اے عمِ رسولِ خدا! میری وصیت میرے اہل بیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث لو۔ اور میرا دین ادا کرو۔ اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ۔ اور مجھ کو بری کرو۔ ——— عباس نے کہا یا رسول اللہ! میں پیر مرد عیالدار ہوں ——— اس سے مجھ کو معاف رکھیئے ——— پس حضرت نے فرمایا! میں میراث اسکو دونگا جو قبول کرے۔ ——— پس جناب امیرؑ نے خطاب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے علی! تم میری میراث لو۔ ——— میری وصیت قبول کرو۔ ——— اور میرے وعدوں پر عمل کرو۔ ——— اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ وصی کے متعلق پہلے غم غدیر وغیرہ میں فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ ورنہ حضرت عباس کو کیوں کہا جاتا کہ میری وصیت کو قبول کرو۔

دوم:۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۶۴۳ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے آخری وقت میں جو خطبہ فرمایا اس میں یہ بھی فرمایا۔ جو شخص والیٔ امر مسلمانان ہو۔ لازم ہے کہ انصارِ نیکوکار کی رعایت اور بدکار سے درگذر کرے ——— حضور علیہ السلام کے اس آخری خطبہ سے یہ بات روز روشن کیطرح واضح ہے کہ اسوقت تک کسی شخص کو حضور علیہ السلام نے خلیفہ نہیں بنا رکھا تھا۔ ورنہ ——— حضرت علیؑ کو صریح خطاب فرما کر کہتے کہ اے علی! تم میرے بعد والیٔ امر مسلمانان ہو، تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔ ؛ ؛

سوم:۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۶۲۱ میں ہے ——— حضرت نے لوگوں کی رخصت کیا اور اور سب چلے گئے۔ عباس۔ ان کے بیٹے فضل اور علی بن ابی طالب اور اہلبیت مخصوص۔ رہ گئے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

عباس نے کہا یا رسول اللہ اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا پس ہم کو بشارت دیجئے۔ ——— اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم پر ستم کریں گے اور ہم سے خلافت غصب کریں گے۔ پس اپنے اصحاب سے ہماری سفارش کیجئے۔ حضرت نے فرمایا! تم کو میرے بعد ضعیف کریں گے اور تم پر غالب ہوں گے ——— اگر امیر علیہ السلام کی خلافت کا فیصلہ پہلے ہو گیا ہوتا تو اس موقع پر حضرت عباس بجائے "امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا" یوں کہتے کہ اگر خلافت علی جس کا آپ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ قائم و بحال رہے گی"۔ ———

چہارم:۔ کتاب حیات القلوب ج ۲ صـ۲۲۳ میں ہے روایت کردہ اند (بحذف فارسی) ترجمہ روایت ہے کہ عامر بن طفیل اور ازید بن قیس بارادۂ قتل آنحضرت آئے جب مسجد میں داخل ہوئے تو عامر نے کہا اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا تجھے وہ کچھ ملے گا جو تمام مسلمانوں کو ملے گا ——— پھر اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں۔ آپ نے فرمایا اس کا اختیار خدا کو ہے۔ مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں ہے" سو اگر فیصلۂ خلافت بحق علی ہو گیا ہوتا تو آپ کا جواب یہ ہوتا کہ خلافت کا فیصلہ تو ہم بحق علی کر چکے ہیں"۔

پنجم:۔ حیات القلوب ج ۲ صـ۵۰۲ میں زیر تفسیر واذا سر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا یوں لکھا ہے (بحذف فارسی) علی بن ابراہیم اور عیاشی نے روایت کیا ہے کہ حفصہ کو ماریہ کا حال معلوم ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تو حضور نے فرمایا خفا نہ ہو۔ میں نے تمہاری خاطر ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے اور تمہیں میں ایک راز بتاتا ہوں۔ اگر ظاہر کرو گی تو تمہارے لئے برا ہوگا۔ حفصہ نے کہا نہ بتاؤں گی۔ ——— فرمایا راز یہ ہے کہ میرے بعد ابوبکر زبردستی خلیفہ بن جائیگا۔ اور اسکے بعد تیرا باپ عمر خلیفہ ہوگا۔ حفصہ نے کہا آپ کو کس نے بتایا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ ———

اب اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ حق تعالےٰ نے خلافت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع بخش دی تھی کہ آپ کے بعد خلیفہ ابوبکر اور پھر عمر ہونگے ——— پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ——— کس طرح اس کا فیصلہ حضرت علیؑ کے حق میں فرما سکتے تھے۔ ———

ششم:۔ شیعہ کہتے ہیں کہ مقام خم غدیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲ لاکھ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اصحاب کے رُوبرو جناب امیرؑ کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اصحاب رسول جو حضور کے قول و فعل پر اپنی جانیں قربان کئے ہوئے تھے، حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت علی کو ..... سب کے سب چھوڑ جاتے اور فیصلۂ رسول کے خلاف ابوبکر کی خلافت پر اجماع کر لیتے۔ جلاء العیون صـ۱۴۹ میں ہے "جب رات ہوتی جناب امیر حسنینؑ کو ہمراہ لے کر ایک ایک گھر مہاجرین و انصار کے پھرے مگر بغیر چار آدمیوں کے اور بروایت تین آدمیوں کے اور کسی آدمی نے بیعت قبول نہ کی ——— اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ میں کچھ ایسا نقص تھا کہ کوئی مسلمان بھی انکا خلیفہ بننا پسند نہ کرتا تھا۔ یا ابوبکر میں کچھ ایسے اوصاف تھے جن کے گرویدہ ہو کر اصحاب رسولؐ نے قاطبۃً انکی بیعت اختیار کر لی۔

اہلسنت والجماعت کے ہاں ایک حدیث ہے لا تجتمع امتی علی الضلالہ ———

ایسا ہی کتب شیعہ سے اسکی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ حیات القلوب ج ۲ صـ۱۳۳ میں ہے ——— لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ بات درست نہیں ہے کہ بمقام خم غدیر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو خلافت کا فیصلہ کر دیا تھا ؛

ہفتم :۔ خم غدیر کا مسئلہ بلافصل خلافت اس واسطے بھی صحیح نہیں ہے کہ جناب امیر نے دعوائے خلافت کے وقت اس حدیث سے استدلال نہیں کیا ؛ ———

ہشتم :۔ حدیث خم غدیر پر بھی شیعہ کو اطمینان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث قرطاس سے تمسک کر کے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر پہلے ہی مسئلہ خلافت کا فیصلہ ہو چکا تھا تو پھر بوقت وفات اس تکلیف کی حالت میں حضور علیہ السلام کو خلافت کا فیصلہ لکھنے کے لئے قلم دوات منگوانے کی کیا ضرورت تھی ؟ ——— (مسئلہ قرطاس کی بحث آگے آتے گی) ——— آفتاب از صـ۱۵۲ تا ۱۵۹) ———

الجواب

جس ڈھٹائی اور بے حیائی سے سطور بالا میں حق پر پردہ ڈالنے اور حقیقت کو مسخ کرنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے شاید ہی اسکی کہیں کوئی نظیر مل سکے لیکن قدرت کاملہ کا وعدہ ہے "واللہ متم نورہ ولو کرہ المجرمون۔

؎ چراغے را کہ ایزد برفروزد ؛ اگر کس پف کند ریشش بسوزد

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہم بفضلہٖ تعالےٰ بڑے اختصار کے ساتھ اصل حقیقت کو قرآن و سنّت کی روشنی میں اجاگر کرتے ہیں تاکہ حق اپنی پوری رعنائی و زیبائی اور تابش و توانائی کے ساتھ طالبانِ حق کے سامنے آسمانِ صداقت پر جلوہ گر ہو جائے حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ابتدائے اعلانِ نبوّت سے لیکر اعلانِ غدیر خم تک برابر وقتاً فوقتاً لوگوں کو بتلاتے و جتلاتے آرہے تھے کہ بحکم خدا میرے بعد میری مسند کا ولی وارث حضرت علی مرتضیٰ ہوں گے مگر قدرتِ کاملہ نے یہ چاہا کہ اب جبکہ آفتابِ رسالت کے غروب ہونے کا وقت قریب آگیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا پیمانہ چھلکنے والا ہے تو تمام حجّت کی خاطر غیر مبہم الفاظ میں مجمع عام کے اندر آنجناب کی خلافت و وصایت کا اعلان کرا دیا جائے تاکہ بعد ازاں کسی بھی منکر کیلئے کسی عذر و معذرت کی گنجائش باقی نہ رہ جائے لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحیٰی من حیّ عن بینۃ :۔

آیتِ تبلیغ کا شانِ نزول

فتح مکّہ کے بعد ماہ ذیقعدہ ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ عام کرایا کہ جو شخص رسولِ خدا کے ساتھ آخری حج کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے وہ تیار ہو جائے ——— لوگ جوق در جوق جمع ہونا شروع ہو گئے۔ چنانچہ جب آپ ۲۵ ذیقعدہ کو بارادہ حج روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ کم از کم نوے ہزار اور زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ بہتر ہزار کا مجمع تھا۔ (سپرٹ آف اسلام ص۱۱۳ و تاریخ کامل وغیرہ) راستہ میں برابر اس تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ بالآخر اختتامِ حج کے بعد یہ سارا مجمع آپ کے ہمراہ تھا۔ جب غدیر خم کے مقام پر پہنچے (جو کہ مکّہ و مدینہ کے درمیان ایک تالاب تھا اور وہاں سے مختلف سمتوں کو راستے پھوٹتے تھے) تو اس وقت رب جلیل کے حکم سے جناب جبرائیل یہ آیت لائے :۔ یاایھا الرّسول بلّغ ما انزل الیک من ربّک وان لّم تفعل فما بلغت رسالتہٗ واللہ یعصمک من النّاس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین ؛

وہاں کوئی منزل نہ تھی، نہ کوئی سائے کا انتظام تھا۔ تمازتِ آفتاب سے ریگستانِ عرب قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں رحلِ اقامت ڈال دیا۔ جو لوگ آگے نکل گئے تھے۔ انکو واپس بلوایا۔ جو پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظار فرمایا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پالانہائے شتر یا بروایتے پتھر سے بنائے گئے منبر پر تشریف لے گئے۔ اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا۔ "یا معاشر المسلمین الست اولیٰ بکم من انفسکم"؟ کیا میں تمہاری جانوں کا تم سے زیادہ مالک اور ان میں تصرّف کا تم سے زیادہ حق دار نہیں ہوں؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہا بلیٰ : بلیٰ! تب آپ نے فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ جس کا میں مولیٰ ہوں اسکے علیؑ بھی مولا ہیں!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پھر دعا کرتے ہوئے فرمایا: اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ یا اللہ! جو شخص علی سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ۔ اور جو شخص علی سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔ جو علی کی نصرت کرے تو اسکی نصرت کر اور جو علی کی نصرت نہ کرے تو بھی اسکی امداد نہ کر۔"

(ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور ج ۲ ص۲۹۸، ارجح المطالب باب ۲ ص۸۳، مستدرک حاکم، مناقب ابن مردویہ، حلیۃ الاولیاء حافظ ابونعیم اصفہانی، ابن عساکر، تفسیر کبیر فخر الدین ج ۳ ص۲۳۲، اسباب النزول واحدی ص۱۵۰ مطالب السئول، فصول مہمہ، عمدۃ القاری وغیرہا) ان سب حضرات نے اپنی نام بردہ کتب میں تصریحات فرمائی ہیں کہ یہ آیت مبارکہ بمقام غدیر خم نازل ہوئی۔

حضرت امیرؑ کے اسم گرامی کی تصریح

اہلسنت والجماعت کی کتب تفسیر وحدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں حضرت امیر علیہ السلام کے اسم گرامی کی تصریح موجود تھی ——— چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی تفسیر درمنثور ج ۲ ص۲۹۸ طبع مصر میں باسناد ابن ابی حاتم، ابن عساکر اور ابن مردویہ ابی سعید خدری اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ "کنا نقرا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین" یہ دونوں بزرگوار بیان کرتے ہیں کہ ہم عہد نبوت میں یہ آیت اس طرح پڑھا کرتے تھے ——— یا ایھا الرسول ..... ان علیا مولی المومنین۔ اے رسول۔ جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے کہ (علی اہل ایمان کے مولا و آقا ہیں) لوگوں تک پہنچا دو۔ (کذا فی تفسیر فتح البیان ج ۳ ص۸۹ وحبیب السیر ص۱۴۳ وارجح المطالب ص۲۰۲ وتفسیر مظہری ج ص۶۸ وغیرہ)

اہلجماعتؒ کی تحریف

مگر حالات وکوائف سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء جماعت نے اس آیت مبارکہ میں دو قسم کی تحریف کی ہے۔ ایک لفظی دوسری مقامی۔ لفظی اس طرح کہ آیت سے پیغام "ان علیا مولی المومنین" غائب کر دیا۔ اور مقامی اسطرح کہ جو آیت پہلے اتری تھی (یا ایھا الرسول بلغ) اسکو ترتیب میں بعد اور جو بعد میں اتری تھی (الیوم اکملت لکم دینکم) اسے پہلے جگہ دے دی۔ اور اپنے تئیں (یحرفون الکلم عن مواضعہ) کی تہدید شدید کا مصداق ٹھہرایا (وعذاب الاخرۃ اشد وابقی)

رسم دستار بندی

جب ولی عہدی کا اعلان واجب الاذعان ہو چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیرؑ کو دستار بندھا کر اس تقریب کو (من کل الوجوہ) مکمل کر دیا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چنانچہ جناب امیرؑ بیان فرماتے ہیں عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم فعد لھا خلفی وفی لفظ فسدل طرفیھا علی منکبی وقال ان اللہ امد نی یوم بدر وحنین بملا ئکۃ یعتمون ھذہ العمامۃ الخ ..... جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خم غدیر کے دن میرے سر پر عمامہ باندھا اور اس کا ایک شملہ میرے پیچھے ڈال دیا۔ (دوسری حدیث کے مطابق) دونوں سرے میرے کندھوں پر ڈال دیئے اور فرمایا خدا نے بدر و حنین کے دن جن فرشتوں کے ذریعہ میری امداد کی تھی انہوں نے اسی طرح عمامے باندھے ہوئے تھے۔ (ملاحظہ ہو کنز العمال ج ۸ صفحہ ۶۰، الریاض النضرۃ ج ۲ صفحہ ۲۱۷، عمدۃ القاری ج ۱۰ صفحہ ۲۳۲ وغیرہ)

تقریبِ سلام و مبارکبادی

متعدد اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ سلموا علی علیؑ بامرۃ المومنین یعنی جناب علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو چنانچہ صحابہ کرام نے تعمیل حکم کرتے ہوئے آنجناب کو سلام کیا اور ھدیہ مبارکباد پیش کیا۔ (ملاحظہ ہو شرح مواقف صفحہ ۷۳۹، حبیب السیر ج ۱ صفحہ ۷۷، معارج النبوہ رکن ۴ صفحہ ۱۱۳، کنز العمال ج ۸ صفحہ ۶۰ وغیرہ) اسی سلسلہ کی ایک کڑی جناب عمرؓ کی بایں الفاظ مبارکبادی ہے "بخ بخ یا بن ابی طالب اصبحت مولائی ومولی کل مومن ومومنۃ (حبیب السیر ج ۳ صفحہ ۴۶ طبع بمبئی) وتفسیر کبیر رازی ج ۳ صفحہ ۲۳۶ سر العالمین غزالی صفحہ ۹ وغیرہ)

آیتِ تکمیلِ دین کا نزول

یہ حضرت امیر علیہ السلام کے فعلی تقرر خلافت کا آخری علی مظاہرہ تھا۔ ورنہ قولی تقرر کا اعلان تو اکثر ہوتا رہتا تھا یہ اعلان آج کوئی نئی بات نہ تھی ——— بلکہ قاعدہ کے موافق صرف رسم ولی عہدی پوری کی گئی۔ خدا اسی فعلیت کا خواہاں تھا ——— یہی وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کا مفاد و ماحاصل تھا ——— الغرض جب یہ سب کچھ ہو گیا تو خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکمیل دین کی سند دیتے ہوئے۔ یہ آیت نازل فرمائی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور ج ۲ صفحہ ۲۵۹ طبع مصر تذکرہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۸ طبع ایران۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۱۲ ۔ اسنی المطالب وغیرہ)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بشارتِ عظمیٰ سنکر بہت خوش و خرم ہوئے اور فرمایا اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضی الرب برسالتی وولایۃ علی بن ابی طالب" (مفتاح النجا مناقب آل العبا فاضل بدخشی) ——— ہم ہر اس شخص سے جو پہلو میں دل اور دل میں انصاف رکھتا ہے اور تعصب و عناد نے اس کی چشم بصیرت و بصارت کو مولف آفتاب ہدایت کی طرح اندھا نہیں کر دیا۔ اپیل کرتے ہیں کہ وہ خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر ان حقائق کی روشنی میں بتائے کہ یہ آیت در روایت (غدیر خم) جناب امیر علیہ السلام کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خلافتِ بلافصل کی نص صریح ہے یا نہ ؟ مؤلف آفتاب کا یہ بیان کہ "آیت اور حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو ولایت علی یا خلافت علی پر صراحت وکنایت سے دلالت کرے"۔ (آفتاب ص۱۵۳) کس قدر حقیقت سے دُور اور علیؑ دشمنی کے قریب ہے نیز مؤلف نے (من کنتُ مولاہ فعلی مولاہ) کا جو ترجمہ کیا ہے وہ جہالتِ مرکبہ وضلالت مجسمہ کا بدترین نمونہ ہے۔ سچ ہے۔ انہا لا تعمی الابصار بل تعمی القلوب التی فی الصدور۔

لفظ "مولیٰ" کی تحقیق

اب ہم مؤلف کے تارِ عنکبوت سے بھی کمزور تر اعتراضات کے عقلی ونقلی جوابات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ اس آیت وحدیث کی دلالت بر خلافتِ بلافصل جناب امیرؑ بالکل واضح وآشکار اور اس آسمان کا مطلع بے غبار ہو جائے ——— مؤلف کا یہ کہنا کہ "مولیٰ بمعنی اولیٰ" کسی کتاب میں نہیں ہے۔ یہ انکی قرآن۔ حدیث اور لغتِ عرب سے ناواقفی وجہالت کی بیّن دلیل ہے۔ ذیل میں ہم بڑے اختصار کے ساتھ قرآن وحدیث اور لغتِ عرب سے مولیٰ کا بمعنی اولیٰ استعمال ہونا پیش کرتے ہیں:۔

——— مولیٰ بمعنی اَولیٰ در قرآن ———

فالیوم لا یؤخذ منکم فدیۃ ولا من الذین کفروا ماواکم النار وھی مولاکم وبئس المصیر۔ آج (قیامت) کے دن تم مجرمین سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائیگا اور نہ ہی ان لوگوں سے کیا جائے گا۔ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔ وہی تمہارے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اور جہنم بہت ہی بُری جائے بازگشت ہے"۔ لفظ مولاکم کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کے معنیٰ ہیں ھی اولیٰ بکم جیسا کہ تفسیر فیروزآبادی ص۳۴۲، تفسیر کبیر ج ۸ ص۱۳۴، بیضاوی ج ۲ ص۴۹ طبع مصر، تفسیر کشاف ج ۲ ص۳۷۸ طبع قدیم مصر، تفسیر خازن ج ۴ ص۲۲۹، غریب القرآن محمد بن ابی بکر رازی میں "المولیٰ اولیٰ بالشیٔ" یعنی لکھا ہے۔

مولیٰ بمعنی اَولیٰ در حدیث

کتب حدیث میں ایک مشہور حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن مولاھا فنکاحھا باطل۔ ہر وہ عورت جو اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے" علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد ج ۲ ص۲۸۹ میں اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے "مولاہ" کی تشریح میں لکھا ہے "ای اولیٰ بھا"۔

مولیٰ بمعنی اولیٰ در اشعار

شعراء عرب نے بھی اپنے اشعار آبدار میں مولیٰ کو بمعنی اولیٰ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ لبید اپنے قصیدہ ہائیہ میں کہتا ہے۔ ———

فغدت کلا الفرجین تحسب انہ ۔ مولی المخافۃ خلفہا وامامہا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فاضل زوزنی کی شرح سبعہ معلقہ میں اس شعر کی شرح کرتے ہوئے "مولیٰ" کی تشریح میں لکھا ہے۔ ان المولیٰ فی ھذا البیت بمعنی اولیٰ بالشیٔ الا متبنی کہتا ہے ؎

حتی یشار الیہ ذا مولا ھم ٭ وھم الموالی والخلیقۃ عبد

یعنی ممدوح کی طرف اشارہ کرکے کہا جاتا ہے کہ یہ ان (نبی طئی) کا سید و سردار ہے۔ حالانکہ وہ (نبی طئی) تمام لوگوں کے سردار ہیں۔ اور عام لوگ انکے غلام ؎ فاضل برقوقی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں۔

حتی یشار الناس فیقولوا ھذا مولی طی ای رئیسھم وسیدھم وھم سادۃ الخلق والخلق عبید ھم (ج ۲ صفحہ ۷۳ طبع مصر) ٭

مولیٰ بمعنی اولیٰ در لغت

ابوبکر انباری نے مشکل القرآن میں مولیٰ کے معانی لکھتے ہوئے لکھا ہے۔ احدھا الاولیٰ بالشیٔ" اسی طرح خطیب تبریزی نے شرح دیوان حماسیں مولیٰ کے ایک معنی "الاولیٰ بالشیٔ" بیان کئے ہیں۔ ایسا ہی ابو العباس المبرد نے اپنی کتاب "العبارۃ عن صفات اللہ (علیٰ ما حکی عنہ) میں تصریح کی ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں واضح و عیاں ہو گیا۔ کہ کلام عرب میں مَفْعَل بمعنی افعل کا استعمال نہ صرف جائز ہے بلکہ کثیر الوقوع بھی ہے ٭

ایک عظیم شبہ کا جواب

باقی رہا مؤلف کا یہ کہنا کہ "یہ لفظ مشترک ہے۔ اسکے مختلف معانی ہیں اس سے استدلال صحیح نہیں ہے" اور یہ کہ اس جگہ سوائے محب کے اور کوئی معنی موزوں نہیں ہے" اور یہ کہ وال من والاہ وعاد من عاداہ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں مولیٰ بمعنی دوست ہے" اس شبہ کے دو قاطع جواب دیئے جا سکتے ہیں۔

پہلا یہ کہ کسی لفظ کے چند معنوں میں استعمال ہونے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ وہ لفظ مشترک ہے۔ جب تک ان سب میں بطور حقیقت استعمال نہ ہو۔ ورنہ حقیقت و مجاز کا احتمال برابر قائم رہتا ہے۔ لہذا عین ممکن ہے کہ "لفظ مولیٰ" اولیٰ میں حقیقت اور دوسرے معانی میں مجاز ہو۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

دوسرا یہ کہ بنا بر تسلیم اینکہ یہ لفظ ان تمام مختلف معانی میں مشترک ہے تو یہاں ایک دو نہیں بلکہ پورے دس عدد قرائن قطعیہ اس بات پر موجود ہیں کہ یہاں مولیٰ بمعنی اولیٰ ہے ٭

۱۔ پہلا قرینہ:۔ اس حدیث کی ابتداء میں وارد شدہ جملہ الست اولیٰ بکم من انفسکم ہے جو اس بات کا قطعی قرینہ ہے کہ سننے والے لفظ مولیٰ سے یہی اولیٰ والے معنی مراد ہیں اور یہ جملہ آیت قرآنی النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم سے مقتبس ہے۔ جسکے متعلق مفسرین نے لکھا ہے۔ ای فی الامور کلھا۔ (تفسیر بیضاوی ج ۲ صفحہ ۲۶۵ طبع مصر) لہذا جن معنوں میں نبی مولا ہیں انہی معنوں میں علی بھی مولا ہونگے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ولنعم ما قیل

؎ چرا در معنیٔ من کنت مولا می روی بیرون
علیؑ مولا بآں معنی کہ پیغمبرؐ بود مولا

دوسرا قرینہ:۔ اس حدیث اور اسکے اس اہتمام سے واضح وعیاں ہے کہ آج جناب امیرؑ کی وہ خصوصیت بیان ہو رہی ہے۔ جس میں اور کوئی صحابی رسولؐ آپ کا شریک نہیں۔ اور وہ نہیں ہے۔ مگر یہی اولیٰ بالتصرف ہونے کی خصوصیت۔ ورنہ محب و ناصر تو ایسے عمومی صفات ہیں۔ جن میں تمام اہل ایمان باہم شریک ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ المؤمنون اولیاء بعضھم بعض۔ کہ بعض مومن دوسرے بعض کے محب ہیں۔ اگر یہی معنی یہاں مراد ہوتے تو پھر اسقدر اہتمام و انتظام کی کیا ضرورت تھی؟!

تیسرا قرینہ:۔ حضرت علی سے محبت رکھنے اور انکی نصرت کرنے کے متعلق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل ازیں بار بار تاکیدی حکم دے چکے تھے۔ جیسے یا علی حبک ایمان واغضاء کفر ونفاق۔ فمن احب علیا فقد احبنی۔ تو پھر اس تحصیل حاصل، جو کہ محال ہے، اور اسقدر اہتمام (جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے) کے کیا معنی ہیں؟ ماننا پڑے گا کہ حضرت علی کی خلافت و ولایت کا ہی عملی اعلان تھا جس کے بغیر تمام کارروائی اکارت ہو رہی تھی۔

چوتھا قرینہ:۔ حارث بن نعمان فہری کا واقعہ بھی اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہاں مولیٰ بمعنی اولیٰ بالتصرف یعنی بمعنی حاکم و سردار ہے۔ وہ اہل زبان تھا۔ اس نے اس لفظ سے یہی مطلب سمجھا اور اپنی شقاوت و بدبختی سے اپنی ہلاکت منظور کر لی مگر ولایت و خلافت علیؑ کا اقرار کرنا گوارا نہ کیا۔ تفصیل کیلئے درج ذیل کتب ملاحظہ ہوں۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۸ صفحہ ۲۰۸ طبع مصر تفسیر برہان میزان ج ۴ صفحہ ۳۶۵ تذکرہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۷ فتح القدیر ج ۲ صفحہ ۵۳ وغیرہ)

پانچواں قرینہ:۔ سطور بالا میں متعدد کتب اہلسنت کے حوالہ جات سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم والا اعلان فرمایا تو صحابہ کرام نے بالعموم و بالخصوص انہی الفاظ سے جناب امیرؑ کی خدمت میں مبارکباد پیش کی۔ بخ بخ لک یا ابن ابی طالب لقد اصبحت مولای و مولا کل مؤمن و مؤمنۃ۔ یہ بھی اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ یہاں انہوں نے دعوی کو بمعنی اولیٰ سمجھا تھا۔ ورنہ حضرت اخوت و محبت مراد ہونے کی صورت میں مبارکباد کی کوئی معنی نہیں رکھتی ——— صواعق محرقہ صفحہ ۷۵ طبع قدیم مصر پر صراحت موجود ہے کہ ابوبکر و عمر نے اس حدیث سے یہی معنی سمجھے تھے۔ فراجع۔

چھٹا قرینہ:۔ سابقہ سطور میں اس بات کے ثبوت میں متعدد کتب کے حوالہ جات پیش کئے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جا چکے ہیں۔ کہ اس اعلان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو حکم دیا تھا کہ حضرت امیر کو امیر المومنین کہہ کر سلام کریں۔ یہ اس بات کا قطعی قرینہ ہے کہ مولیٰ سے مراد اولیٰ بمعنی سردار ہے۔ ؛

ساتواں قرینہ :۔ جناب حسان بن ثابت (جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار شاعر تھے) نے اس پورے واقعہ کو نظم کیا ہے۔ انکے اشعار ابدار سے بھی یہی آشکار ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی اس حدیث سے یہی سمجھا تھا کہ یہ حضرت علی کی خلافت کا اعلان ہے چنانچہ کہتے ہیں۔

؎ فقال لہٗ قم یا علی فانّنی ؛ رضیتک من بعدی اماماً وھادیاً

یعنی جناب رسول خدا نے فرمایا! اے علی اٹھو! کیوں کہ میں نے تمہیں اپنے بعد لوگوں کا ہادی و راہنما منتخب کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو تذکرہ سبط بن جوزی، مطالب السئول، ینابیع المودہ اور دیوان حسان وغیرہا)

آٹھواں قرینہ :۔ اس اعلان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب امیر کے دوستوں کے لئے دعائے خیر اور مخالفوں کے لئے بددعا کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں مولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہی ہے جیسا کہ مرسوم ہے کہ اعلانِ ولیعہدی کے بعد اس قسم کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ جن سے مقصد ولیعہد کی اطاعت کی رغبت دلانا اور نافرمانی سے ڈرانا مقصود ہوتا ہے ؛

نواں قرینہ :۔ اس اعلان کے بعد آیت تکمیل دین کا نزول۔ جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عظیم الشان فرض کی ادائیگی سے شبکدوش ہو رہے تھے۔ جس پر دین اسلام کی تکمیل کا دارومدار تھا۔ اور وہ امامت و خلافت علی ہی ہو سکتی ہے نہ کہ اعلانِ محبت علی وغیرہ) ؛

دسواں قرینہ :۔ خود امیر المومنین کا مختلف و متعدد مقامات پر اپنی خلافت و امامت کے اثبات میں حدیث شریعت (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) کے ساتھ تمسک و استدلال کرنا بھی اس بات کا قطعی قرینہ ہے کہ یہ حدیث آنجناب کی خلافتِ بلافصل کی ناقابل رد دلیل جلیل ہے (ملاحظہ ہوں کتب ذیل :۔ مناقب خوارزمی ص۲۱۱، شرح نہج البلاغہ حدیدی ج ۲ ص۶۱، فرائد السمطین حموینی باب ۱۳، اسد الغابہ ج ۳ ص۳۰، اصابہ ج ۲ ص۵۰۹ طبع مصر تذکرہ خواص الامۃ ص۱۰ طبع ایران، مروج الذہب ج ۲ ص۳۷۲ طبع جدید مصر والحمد للہ علی وضوح الحق والحقیقۃ) ؛

(مؤلف کے ہشتگانہ اعتراضات کے جوابات)

اب ہم ذیل میں مؤلف کے ان آٹھ عدد ایرادات کے ترتیب وار جوابات پیش کرتے ہیں جو انہوں نے بزعم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خویش حدیث غدیر خم کے نصِ خلافت نہ ہونے کے سلسلہ میں پیش کئے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اُن کا اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیسا کہ عنقریب واضح وعیاں ہو جائے گا۔ انشاء

۱۔ اوّل :۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جلاء العیون مترجم اُردو صفحہ ۶۰ سے جو روایت نقل کی ہے یہ جلاء العیون فارسی کے صفحہ ۲۸ پر موجود ہے اور ایک طویل روایت کا ٹکڑا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ذاتی اور نجی امور اور اپنے خانوادہ کے متعلق وصایت کا تذکرہ کیا ہے جیسا کہ اسکے وہ الفاظ جو خود مؤلف نے نقل کئے ہیں۔ اس پر شاہد ہیں "اے عباس اے عم رسول خدا۔ میری وصیت میرے اہلبیت اور میری حرمتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث لو۔ اور میرا دین ادا کرو۔" بھلا اس کا اسلامی خلافت عظمیٰ اور زعامتِ کبریٰ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ جس کا فیصلہ غدیر خم کے مقام پر ہو چکا تھا۔

۲۔ دوم :۔ نیز اس سلسلہ میں جلاء العیون صفحہ ۶۴ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری خطبہ کا جو اقتباس پیش کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے بننے والے والی کو انصار کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت فرمائی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ موجود ہے کہ جس بزرگوار کو خدا اور رسولؐ نے اس منصب جلیل کیلئے نامزد کیا ہے۔ آپؐ کے بعد ان سے ظاہری اقتدار چھین لیا جائے گا چنانچہ مؤلف کے پانچویں ثبوت میں اس بات کی صراحت موجود ہے اس لئے آنحضرتؐ نے گول مول لفظوں میں والی بننے والے کو حکم دیا کہ انصار کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔"

۳۔ سوم :۔ مؤلف نے جلاء العیون صفحہ ۶۲ سے جناب عباسؓ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جس مکالمہ سے استدلال کرنے کی سعی کی ہے یہ محض انکی خوش فہمی ہے ورنہ اسے انکے مقصد سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس سے انکے موقف کی نفی ہوتی ہے۔ جناب عباس کے اس سوال "یا رسول اللہ! اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا پس ہم کو بشارت دیجئے" کا مطلب یہ ہے کہ امر خلافت ہم میں مستقر و قائم اور بحال رہے گا" جس کا قرینہ اسی کلام کے دُوسرے جزء میں موجود ہے۔ کہ "اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم پر ستم کریں گے اور ہم سے خلافت غصب کریں گے" اس سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ بحق علیؑ خلافت فرما چکے تھے۔ ورنہ صحابہ کے خلافت کو غصب کرنے کا کیا مطلب ہے؟

۴۔ چہارم :۔ مؤلف نے حیات القلوب ج ۲ صفحہ ۲۲۳ سے عامر بن طفیل اور ازید بن قیس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس گفتگو سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے یہ بھی اصل موضوع سے غیر متعلق ہے۔ اگر یہ گفتگو واقعہ غدیر خم کے بعد ہوئی ہوتی تب بھی اس استدلال کی کچھ وجہ ہو سکتی تھی۔ لیکن جب یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے تو پھر اس کے ساتھ تمسک کرنے کا کیا وزن باقی رہ جاتا ہے؟ ویسے بھی یہ بات برحق ہے کہ خلیفہ بنانا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نبی کا کام نہیں ہے۔ بلکہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ البتہ اس کا اعلان نبی سے کراتا ہے۔ جیسے آدم سے خاتم تک برابر ہوتا رہا ہے

۵۔ پنجم:۔ مؤلف نے حیات القلوب سے بدیل تفسیر واذا استر النبی الآیۃ .....

زور روایت نقل کی ہے وہ "الغریق یتشبث بکل حشیش" یعنی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی بدترین مثال ہے

اولاً تو یہ روایت موضوع میں گھڑت ہے (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۹۲ طبع مصر بذیل ترجمہ خالد بن اسماعیل المخزومی المدنی فرمایا نے اس راوی کے اکاذیب میں اس روایت کو بھی شمار کیا ہے۔ ثانیاً:۔ بنابر تسلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری بکثرت پیشینگوئیوں کی طرح یہ بھی ایک پیشینگوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی آئندہ واقعہ کی پیشگی اطلاع دینے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس میں خدا و رسول کی رضا ہے؟ جسطرح یاجوج و ماجوج اور خروج دجال اور دیگر واقعات کی پیشگوئی سے انکی حقانیت لازم نہیں آتی اسی طرح ابوبکر و عمر کے تخت حکومت پر قابض ہونے کی اطلاع سے انکی خلافت کی صداقت بھی لازم نہیں آتی۔ خصوصاً جبکہ روایت میں "ابوبکر بعد از من بجور خلیفہ خواہد شد" کی صراحت بھی موجود ہے کہ وہ ستم و جور سے خلیفہ بنے گا"

ع حیثیت یارا ان طریقت بعد ازیں تدبیر ما

ثالثاً:۔ اگر یہ روایت خلافت ابوبکر و عمر کی نص ہوتی تو پھر اسے صیغہ راز میں رکھنے۔ اور اس راز کے افشا پر عائشہ و حفصہ کی "قد صغت قلوبکما" (تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں) کہہ کر خدا کو سرزنش کرنے کیا ضرورت تھی؟ بلکہ واقعہ غدیر خم کی طرح اس کا اعلان کرنا لازم تھا تاکہ بعد میں خلافت نبوی کے متعلق کسی قسم کا کوئی جھگڑا و فساد نہ ہو۔ واذ لیس فلیس۔ ع

اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است!

۶۔ ششم:۔ مؤلف نے یہ جو بیان کیا ہے کہ اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت کا فیصلہ بحق علی علیہ السلام کر گئے ہوتے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ سب اصحاب ان کو چھوڑ کر خلافت ابوبکر پر اجماع کر لیتے۔ یہ محض ایک استبعاد ہے جسکی وجہ سے ایک ثابت شدہ حقیقت سے دست برداری اختیار نہیں کی جا سکتی اور نہ جھٹلایا جا سکتا۔ البتہ رفع استبعاد کیلئے اتنا عرض بیان کر دینا کافی ہے کہ کیا یہ حقیقت قرآن سے ثابت نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ جب چند روز کیلئے کوہ طور پر تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے ہزارہا اصحاب کے مجمع میں اپنے بھائی جناب ہارون کو اپنا خلیفہ نامزد کیا تھا۔ (یا ھارون اخلفنی فی قومی) اور ان سب کو ان کے اتباع کا حکم بھی دیا تھا۔ مگر قرآن گواہ ہے کہ سوائے معدودے چند اصحاب کے باقی سب کو سامری کی پرستش کر کے گمراہ ہو گئے۔ اور منصوص خلیفہ سے منحرف ہو گئے۔ تو جو نقص جناب ہارون میں اور فضیلت گوسالہ میں تھی وہی نقص یہاں حضرت علی اور فضیلت ابوبکر میں تھی۔ کہ سوائے معدودے چند اصحاب کے باقی سب حضرت علی کو چھوڑ کر ابوبکر کے حلقہ بیعت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

میں شامل ہو گئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہؑ ابوبکر کی بیعت اختیار کر لی۔ ہم قبل ازیں کیفیت انعقاد بیعت ابی بکر میں ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ابوبکر کی خلافت پہلے پہل صرف عمر کے بیعت کرنے سے منعقد ہوئی۔ (شرح مواقف صفحہ ۷۲۲ وغیرہ) یا پھر بعد ازاں انہی کی دھینگا مشتی سے اور بعض لوگوں نے بھی کر لی۔ ورنہ بنی ہاشم آخر تک مخالف رہے۔ نہ صحیح بخاری ج ۴ صفحہ ۱۱۱ کتاب الحدود جناب سعد بن عبادہ نے آخر وقت تک بیعت نہیں کی۔ (الامامۃ والسیاست صفحہ ۱۱ طبع مصر) ..... اور حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالۃ دنیا بر تسلیم اس صورت میں حجت ہے ..... کہ پوری امت مسلمہ میں سے ایک بھی مخالف نہ ہو ..... جیسا کہ کتاب نور الانوار صفحہ ۲۳ طبع مصر) میں تصریح موجود ہے کہ

واشترط اجماع الکل وخلاف الواحد نافع لخلاف الاکثر لان لفظ امتی فی قولہ ع لا تجتمع امتی علی ضلالۃ یتناول الکل" یعنی اس اجماع میں یہ شرط ہے کہ تمام امت جمع ہو اور اگر ایک آدمی بھی مخالف ہو تو اسطرح اجماع ثابت نہ ہوگا۔ اور یہ اسلئے کہ اسطرح معصوم بھی اس میں شامل ہونگے۔ ولعنت اللہ علی کل اجماع خرج منہ علی بن ابی طالب "خدا کی لعنت ہو ہر اس اجماع پر جس سے حضرت علی خارج ہوں" (محلی ابن حزم ظاہری سفر پنجم وہفتم تبدیل مسئلہ نسخ قرعہ صفحہ ۲۸۶ طبع مصر)۔

۷۔ ہفتم:۔ مؤلف نے جو یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا" یہ انکی کوتاہ نظری اور تاریخی واقعات سے جہالت کی دلیل ہے ورنہ متعدد مقامات پر جناب امیر علیہ السلام کا اپنی خلافت بلا فصل پر اس حدیث شریف سے استدلال کرنا کتب سیر و تواریخ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ابھی اوپر دسویں قرینہ میں ہم متعدد کتب اہلسنت کے حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں۔ (راجع)

۸۔ ہشتم:۔ مؤلف نے جو یہ بیان کیا ہے کہ شیعہ کو حدیث غدیر سے اطمینان نہیں۔ تب ہی تو حدیث قرطاس سے تمسک کرتے ہیں۔ یہ انکے دماغی خلل کی غمازی کرتا ہے۔ ورنہ وہ خود بتائیں کہ کیا ایک مقصد کے اثبات کیلئے متعدد دلائل نہیں ہو سکتے؟ اور کیا تقریر و تحریر میں تضاد پایا جاتا ہے۔ اگر کوئی مطلب پہلے بذریعہ تقریر بیان کر دیا جائے اور پھر اسے ضبط تحریر میں لایا جائے تو کیا وہ اسطرح زیادہ پختہ اور مضبوط اور ناقابل انکار حد تک یقینی نہیں ہو جاتا؟؟؟؟؟ یہاں یہی صورت حال درپیش تھی۔ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے خلافت علوی کا اعلان کر چکے تھے۔ مگر آخری وقت چاہتے تھے کہ اسے ضبط تحریر میں بھی لے آئیں تاکہ یہ مطلب اسقدر پختہ ہو جائے کہ کسی کو یارائے انکار نہ رہ جائے۔ مگر مؤلف کے پیشوا یہ مطلب تاڑ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تحریر نہ لکھنے دی۔ (تفصیلات کا انتظار کیجئے)

نوٹ:۔ مؤلف نے اس آیت کا جو شان نزول بیان کیا ہے۔ یہ ایجاد بندہ یا انکی طرح دوسرے بعض نواصب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ذہنی کی اختراع ہے ورنہ ظاہر ہے کہ چند آدمیوں کی شکایت پر اسقدر اہتمام کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ صرف انہی لوگوں کو سرزنش کر دی جاتی وبس

ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است!

فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید ؛

شیعہ کی دوسری دلیل حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل کے متعلق دوسری دلیل شیعہ کی یہ آیت ہے انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ؛ ترجمہ: تمہارے مددگار خدا اور رسول خدا ہیں۔ اور مومن لوگ جو نماز روزہ قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع و سجود کرنے کے عادی ہیں" ؛

——— حالانکہ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ولایت امیر علیہ السلام ثابت ہو اگر لفظ "ولی" سے استدلال ہے تو یہاں خدا اور رسولؐ اور ان مومنوں پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے جو نماز روزہ، حج زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ تمام صیغے جمع کے ہیں۔ پھر اُن سے ایک فرد حضرت علی مراد لینا انصاف کا خون کرنا ہے ——— شیعہ نے اس موقعہ پر ایک عجیب روایت وضع کی ہے۔ جیسا کہ اُصول کافی کتاب صـ۱۷۱ میں ہے۔ (بحذف عربی) ترجمہ:۔ ... امیر المومنین ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ دو رکعت نماز ادا کر چکے تھے۔ آپ ایک قیمتی شال اوڑھے ہوئے تھے جسکی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دی تھی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحاشی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی۔ پس اک سائل آیا۔ اس نے کہا اے ولی اللہ! اور مومنوں کے سردار! مسکین کو کچھ خیرات دیجئے۔ آپنے وہ شال سائل کی طرف پھینک دی اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اسکو لے جا۔ تب خدا نے آیت انما ولیکم اللہ اتاری ؛

ہمارا جواب:۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ آیت کا کوئی لفظ ایسا نہیں جو حضرت علی کی ولایت اور خلافت پر دلالت کرے ——— قاموس میں لکھا ہے الولی القرب والذکر والولی الاسم منہ المحب والصدیق والناصر ؛

اب بتائیے کہ لفظ "ولی" سے خلافت اور ولایت پر کسطرح دلیل لی جا سکتی ہے؟ ——

——— روایت بالا کے موضوع ہونے کے دلائل :۔

اوّل :۔ حضرت علی المرتضےٰ کی شان والا کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ دنیا داروں کی قیمتی پوشاک پہنتے تھے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جو قریباً پچیس ہزار روپے کی ہو۔ آپ کی صوفیانہ اور متقیانہ حیثیت پر ایک سخت حملہ ہے ۔

حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے ناطہ کے خواہشگار ہوتے وقت ۔۔۔۔۔۔۔۔ مفلسی کا اظہار کیا ۔۔۔۔۔۔۔۔ سامان شادی خریدنے کے وقت زرہ فروخت کی ۔

۔۔۔۔۔۔۔۔ علامہ حائری، غایۃ المقصود صـ ۱۵۴ پر رقمطراز ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔

ترجمہ :۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ خاندانِ نبوت حضرت علیؑ کے گھر میں کمال زہد و تقویٰ سے تین تین روز فاقہ گذارتے تھے۔ حتیٰ کہ آیت یطعمون الطعام نازل ہوئی۔ مرزا قادیانی کا یہ حال ہے کہ خلیل خانی شال اور کشمیری چادر ریشمی پارچات کا استعمال ہوتا ہے اور اہلبیت کا یہ حال ہے کہ کھجور کی چھال کی بنی ہوئی بوریا، بلکہ اکثر اوقات خاکِ زمین پر لیٹ جایا کرتے ۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔ ایسی بیش قیمت پوشاک کا استعمال اسراف و تبذیر میں داخل ہے جو ایک متقی مؤمن پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ علی المرتضےٰ جیسے متقی متورع تارک الدنیا عالی مرتبت امام کی نسبت خیال کیا جائے ؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔

دوم :۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ حضرت علی نے ایسی ریشمی طلائی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اور نماز پڑھ رہے تھے۔ تو پھر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ سائل اتنا بھی انتظار نہ کرے کہ آپ نماز سے فارغ ہولیں ؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت علی المرتضےٰ کی نسبت مشہور ہے کہ نماز پڑھنے کے وقت آپ ایسے استغراق میں ہوتے کہ دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہ رہتی۔ پھر ۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک گدا گر کی بک بک کی آواز آپ کے کانوں تک کس طرح پہنچ سکتی ؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر نماز کی حالت میں فعلِ کثیر چادر اتار پھینکنا اور پھر سائل کو اشارہ کرنا کہ لے جا کیا معنیٰ رکھتا ہے ؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر آپ نے سائل کو حملہ دینا تھا تو نماز سے فارغ ہو کر بھی دے سکتے تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔

سوم :۔ آیت میں یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ لکھا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ اور روایت موضوعہ میں سائل کو چادر قیمتی ایک ہزار دینار کا ذکر ہے۔ کیا ادائے زکوٰۃ کا یہی طریقہ ہے ؟ اس سے پہلے یہ ثابت کر دینا چاہئے کہ جناب امیرؑ صاحبِ زکوٰۃ تھے ۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ اور اسقدر مال رکھتے تھے کہ اسکی زکوٰۃ ایک ہزار دینار آپ کے ذمے واجب تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔ غرض یہ روایت بالکل عقل کے خلاف ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ ایسی روایت سے تمسک کر کے شیعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ بارگاہِ نبوت سے سبکدوش نہیں ہو سکتے ۔ (ذوالفقار صـ ۱۶۲)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب

شیخ سعدیؒ کا زبان زد خلائق شعر ہے۔

؎ گر نبیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اس کے مطابق مؤلف کا یہ وتیرہ ہے کہ وہ حضرت امیرؑ کی ہر نص خلافت کے متعلق ہر جگہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ "آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے ولایت امیر ثابت ہو"۔ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انکے ایسا کہنے سے فی الواقع جناب امیرؑ کی نصوص خلافت ناکارہ ہو کر ناقابل تمسک ہو جائیں گی؟

؎ العمی العالمون من الضیام

آیت کا شانِ نزول

یہ آیت مبارکہ جناب امیر علیہ السلام کی ولایت و خلافت کی ایسی نص صریح ہے کہ سوائے کسی شپرہ چشم کے اور کوئی سلیم الفطرت اور صحیح الدماغ آدمی اس کے انکار کرنے کی جرأت و جسارت نہیں کر سکتا۔ قریب قریب تمام مفسرین اسلام نے اس آیت کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر پڑھا رہے تھے کہ سائل نے سوال کیا مگر کسی نے کچھ نہ دیا۔ سائل نے بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ بار الٰہا! گواہ رہنا۔ میں نے تیرے نبی کی مسجد میں سوال کیا مگر کسی نے کچھ نہیں دیا۔ حضرت علیؑ نے بحالت رکوع دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے جس میں انگوٹھی تھی اشارہ کیا۔ سائل آیا انگوٹھی اتار کر چلا گیا۔ یہ ماجرا معلوم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ احدیت میں یوں استدعا کی۔ اے اللہ! میرے بھائی موسیٰ نے تیری بارگاہ میں سوال کیا تھا کہ میرا سینہ کھول دے اور میرا معاملہ آسان کر دے اور زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے ہی اہلبیت میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا جانشین بنا اسکے ذریعہ سے میری پشت کو مضبوط کر اور اسے شریک کار نبوت بنا! تو نے اسکی دعا و پکار کو شرف قبولیت بخشا تھا۔ میں تیرا نبی و صفی محمدؐ ہوں میں بھی کہتا ہوں میرے سینہ کو کھول دے۔ میرے معاملہ کو آسان کر اور میرے بھائی علی بن ابی طالب کو میرا وزیر و وصی بنا اور اسکے ذریعہ سے مجھے تقویت پہنچا۔ ابھی دعائے رسولؐ ختم نہ ہونی تھی کہ جبرائیل یہ آیت لیکر نازل ہوئے انما ولیکم اللہ و رسولہ (الآیۃ) سوائے اسکے نہیں کہ تمہارا حاکم ایک خدا ہے دوسرا اس کا رسول اور تیسرے وہ بزرگوار جو مومن ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

ان مفسرین و محدثین کے نام جنہوں نے اس آیت کا نزول بحق علیؑ تسلیم کیا ہے

درجنوں علماء و مفسرین نے

محدثین نے مختلف الفاظ و عبارات کے ساتھ اس آیت مبارکہ کا بحق امیر علیہ السلام نازل ہونا اپنی اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ (۱) تفسیر کشف البیان ثعلبی (۲) تفسیر کبیر (ج ۳ ص ۴۲۷) (۳) تفسیر کشاف زمخشری (ج ۱ ص ۴۲۲) (۴) تفسیر طبری

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ج ۶ ص ۱۸۶ (۵) تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۲۱ (۵) تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری ج ۱ ص ۴۶ (۶) اسباب النزول واحدی ص ۱۴۱ (۷) احکام القرآن حافظ ابوبکر جصاص ص ۵۴۲ (۸) تفسیر بیضاوی (انوار التنزیل) ج ۱ ص ۲۴۵ (۹) تفسیر در منثور جلال الدین سیوطی ج ۲ ص ۲۹۳ (۱۰) تفسیر فتح القدیر شوکانی ج ۲ (۱۱) تفسیر الوسی ج ۲ ص ۳۲۹ (۱۲) تفسیر ابوالبرکات ج ۱ ص ۴۹۲ (۱۳) مطالب السئول محمد بن طلحہ شافعی ص ۳۱ (۱۴) شرح نہج البلاغہ حدیدی ج ۲ ص ۲۷۵ (۱۵) ینابیع المودہ شیخ سلیمان حنفی ص ۲۱۲ (۱۶) ابن صباغ مالکی در فصول مہمہ ص ۱۲۳ (۱۷) کفایۃ الطالب محمد بن یوسف گنجی شافعی ص ۳۸ (۱۸) نور الابصار شبلنجی ص ۷۶ (۱۹) کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۱ (۲۰) الریاض النضرہ ج ص ۲۲۷ محب الدین طبری وغیرہ) فاضل قوشجی نے شرح تجرید میں لکھا ہے انما نزلت باتفاق المفسرین فی حق علی بن ابی طالب حین اعطی السائل خاتمہ وھو راکع فی صلوتہ (ص ۴۷۶ طبع ایران)

طریق استدلال

فن نحو کے ائمہ نے بالوضاحت لکھا ہے کہ کلمہ "انما" حصر کیلئے آتا ہے جب کسی چیز کو کسی چیز میں منحصر کرنا ہو وہاں یہ کلمہ استعمال ہوتا ہے ــــ لفظ ولی۔ لفظ مولیٰ کیطرح (جس کی وضاحت سابقہ آیت کے ضمن میں کی جا چکی ہے) چند معنوں میں استعمال ہوا ہے کہ منجملہ ان کے ایک "اولیٰ بالتصرف" ہے۔ ان دو مقدمات کے ذہن نشین ہو جانے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ یہ آیت جناب امیر کی خلافت بلافصل کی بین دلیل ہے ــــ کلمہ حصر (انما) بتاتا ہے کہ یہاں کلمہ "ولی" سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے۔ کیونکہ صرف یہی وہ معنی ہیں جو خدا و رسول اور حضرت علی میں منحصر ہیں ورنہ محب و ناصر کے معنوں کی حصر درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ معنی تو سب اہل ایمان میں پائے جاتے ہیں (المومنون بعضہم اولیاء بعض (قرآن) خدا کا ولی و سرپرست ہونا تو ظاہر ہے کہ وہی کائنات کا خالق و مالک حقیقی ہے اور رسول کی ولایت کا مفہوم دوسری آیت النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم سے واضح ہے تو جناب امیر بھی اسی معنی میں ولی ہوں گے اور یہی مطلب جناب ہارون کے ساتھ تشبیہ دینے سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ وھو المطلوب!

مؤلف کے ایرادات کے جوابات

مؤلف نے اس سلسلہ میں جو چند یوہ ایرادات وارد کئے ہیں ذیل میں ترتیب وار انکے تسلی بخش جوابات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ اتمام حجت میں کوئی کمی باقی نہ رہ جائے۔

۱۔ **پہلا ایراد:** صیغے جمع کے ہیں ان سے ایک فرد مراد لینا انصاف کا خون کرنا ہے: ہم کہتے ہیں کہ ایسا بودا اور رکیک ایراد کرنا علم و فضل کا خون ناحق کرنا ہے ــــ ورنہ ظواہر قرآن اور محاورات عرب پر نظر رکھنے والے حضرات پر مخفی نہیں ہے کہ صیغہ ہائے جمع سے فرد واحد مراد لینا کثیر الوقوع ہے ــــ ارشاد باری ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ــــ انا نحن نحی ونمیت ــــ انا ھدیناہ السبیل ــــ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وغیرہ یہاں تمام آیات میں صیغۂ جمع سے مراد صرف خداوند عالم ہے جو واحد دیکھتا ہے (۲) اذ قالت الملٰئکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک اس آیت میں ملائکہ سے مراد جناب جبریل ہیں (۳) قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم۔ مفسرین کا بیان ہے کہ پہلے "الناس" سے مراد نعیم بن مسعود اور دوسرے "الناس" سے مراد ابوسفیان ہے ——— انہی حقائق کی بنا پر ثعلبی نے فقہ اللغۃ وسر العربیہ ص۴۹۵ طبع جدید فصل "الجمع یراد بہ الواحد" کے ذیل میں لکھا ہے "ومن سنن العرب الایتان بقالا کما قال تعالیٰ ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ وانما اراد مسجد الحرام یعنی عربوں کا طریقہ ہے کہ صیغۂ جمع استعمال کر کے مراد واحد لیتے ہیں جیسا کہ ارشاد ایزدی ہے ما کان ——— میں مساجد سے مراد مسجد الحرام ہے" ——— الغرض بغرض تعظیم و تکریم یا بغرض ترغیب و تحریص یا اس قسم کے دیگر عمدہ مقاصد کیلئے جمع کا صیغہ استعمال کر کے اس سے مراد ایک فرد لینا نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ کلام عرب میں کثیر الوقوع بھی ہے

دوسرا ایراد مؤلف نے سارا زور بیان حلہ والی روایت کو موضوع ثابت کرنے پر صرف کیا ہے اسکا جواب بچند وجہ دیا جا سکتا ہے۔ اولاً تو یہ روایت خلاف مشہور ہے مشہور یہ ہے کہ آنجناب نے انگوٹھی دی تھی جیسا کہ کتب کثیرہ کے حوالہ جات سے اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔ ثانیاً بنا بر تسلیم اینکہ آنجناب نے سائل کو حلہ دیا تھا۔ مؤلف کی یہ خیانت ناقابل معافی ہے کہ اسکا ترجمہ بار بار "ریشمی طلائی چادر" کرتے ہیں تاکہ اسے ناجائز ثابت کیا جا سکے کیونکہ ریشم اور سونا مردوں کیلئے حرام ہے حالانکہ روایت میں صرف وعلیہ حلۃ قیمتھا الف دینار "جسکا ترجمہ یہ ہے کہ آنجناب پر ایک چادر تھی جسکی قیمت ایک ہزار دینار تھی"۔ یہ ٹھیک ہے کہ جناب امیر انتہائی زاہدانہ اور متورعانہ زندگی گذارتے تھے اور کپڑوں کو کئی کئی پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے مگر اس میں کونسا استبعاد ہے کہ نجاشی نے ازراہ عقیدت یہ قیمتی چادر آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازراہ محبت و شفقت جناب امیرؑ کو مرحمت فرمادی ہو اور انہوں نے چند لمحات کیلئے اسے زیب تن فرمالیا ہو؟ ——— قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ و الطیبات من الرزق ———؟ اسکو اسراف و تبذیر کا نام دینا۔ درحقیقت اسراف و تبذیر کے معنوں سے اپنی جہالت کا اعلان کرنے کے مترادف ہے!!

ایراد سوم سائل نے حالت نماز میں سوال کیوں کیا؟ اس سوال کی جواب دہی گو درحقیقت سائل پر عائد ہوتی ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا اور مولوی کرم دین صاحب سے پہلے سوال کرنے کا طریقہ کیوں نہ سیکھا! بہرحال ہم اضافۂ معلومات کی خاطر صرف اسقدر عرض کئے دیتے ہیں کہ "اہل الغرض مجنون" کا مقولہ زبان زد خلائق ہے۔ اہل غرض وقت اور بے وقت، محل اور بے محل نہیں دیکھا کرتے۔ اس گروہ کا تو یہ اصول ہے کہ "ہر چیز بگو بہر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ایک سے مانگو۔ ہر وقت مانگو اور ہر حال میں مانگو۔ اسی اُصول کی بناء پر سائل نے سوال کیا اور آنجناب نے اسے نماز کے ختم ہونے تک انتظار میں رکھنا گوارا نہ کیا۔

ایراد چہارم حضرت علی بحالتِ نماز ایسے استغراق میں ہوتے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوتے۔ سائل کی آواز کس طرح سُنی" ——— خدا ان لوگوں کو ہدایت کرے جو ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں محض اس لئے کہ جناب امیر کی مسلّمہ فضیلت کو مٹایا یا گھٹایا جا سکے ——— ورنہ ایسے رکیک ایرادات کا جو وزن ہے خود ان بھی مخفی نہیں ہے ——— جناب امیرؑ حالت نماز میں جیسا کہ معترض نے خود لکھا ہے۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوتے تھے۔ لیکن اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ نیکی سے بھی غافل ہوتے تھے! اور ظاہر ہے کہ سائل کو کچھ دینا یہ کارِ خیر ہے اسلئے اگر جناب نے نیکی میں نیکی کی ہو تو اس میں کونسا استبعاد و اشکال ہے؟ مولیٰ کی توجہ کا مرکز خدا تھا۔ سائل کا شکوہ بھی وہیں پہنچا مولیٰ نے سنا اور سائل کو انگوٹھی عطا کر دی اس میں کونسی جائے تعجب ہے؟

ایراد پنجم چادر اتار پھینکنا، اور سائل کو اشارہ کرنا فعل کثیر ہے" (جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے) اس ایراد سے ظاہر ہوتا ہے کہ خیر سے مولوی صاحب کو فعل کثیر کا مفہوم ہی معلوم نہیں ہے تو انکے اضافہ معلومات کی خاطر عرض ہے کہ فعلِ کثیر اس فعل کو کہتے ہیں جس سے صورتِ نماز ہی ختم ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ چادر اتارنے اور ہاتھ سے اشارہ کرنے سے صورتِ نماز ختم نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس سے نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ علاوہ بریں ہم الزامی طور پر کہتے ہیں کہ کتبِ اہلسنت میں وارد ہے کہ حضرت عمر حالتِ نماز میں جوئیں مارا کرتے تھے ——— (کنز العمال) تو اگر حضرت عمر کے دونوں ہاتھوں سے بحالتِ نماز جوئیں مارنے سے نماز باطل نہیں ہوتی تو حضرت علی کے بحالتِ نماز سائل کو چادر یا انگوٹھی دینے سے انکی نماز بھی باطل نہیں ہو سکتی ہے)

ایراد ششم جناب امیر کے ذمے اسقدر مال زکوٰۃ کس طرح واجب تھا؟ یہ ایراد بھی معترض کے سوئے فہم کی پیداوار ہے ورنہ لفظ زکوٰۃ سے انہوں نے واجبی زکوٰۃ کہاں سے استنباط کیا ہے؟ ——— لفظ نکتہ جس طرح واجبی زکوٰۃ پر بولا جاتا ہے اسی طرح مستحبی صدقات و خیرات پر بھی اسکا اطلاق ہوتا رہتا ہے اور یہاں یہی مستحبی زکوٰۃ مراد ہے الغرض یہ آیت و روایت خلافت بلافصل جناب امیر علیہ السلام کی ناقابل انکار نص صریح ہے اور اہلسنت والجماعت ایسے تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور اعتراضات کر کے باطنی کثافت کا اظہار تو کر سکتے ہیں مگر جناب امیرؑ کے نصوص کا انکار نہیں ——— کر سکتے۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور

شیعہ کی تیسری دلیل صحیح بخاری و مسلم میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کا قصد فرمایا تو جناب امیرؑ کو بال بچوں کی حفاظت کیلئے مدینہ طیبہ میں مقرر فرمایا۔ کفار نابکار نے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جناب امیر کو طعنہ دیا ——— آپ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ماجرا بیان کیا۔ ۔۔۔۔ اور عرض کی ——— کیا مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ جاتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دلجوئی کیلئے فرمایا اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی تجھے پسند نہیں ہے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے ہاں میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ شیعہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ ——— رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ کو اپنے بعد خلیفہ سمجھتے تھے۔ سو حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے آپ کی خلافت بلافصل پر استدلال ہو۔ کیونکہ

(۱) ہارون کو موسیٰ نے عارضی طور پر اپنی عدم حاضری میں خلیفہ مقرر کیا تھا گو وہ نبی مستقل تھے

(۲) اس قسم کی خدمت بہ سبب قرابت اپنے پسر یا داماد کے ہی سپرد کی جا سکتی ہے ——— ایسی خدمت کو خلافت سے کیا تعلق ؟

(۳) یہ مسلم ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے پھر خلیفہ کیسے ؟ جب مشبہ بہ ہی خلیفہ نہ ہوئے تو مشبہ کی خلافت کیسی ؟

(۴) حضرت ہارون سے تشبیہ صرف قرابت داری کی وجہ سے دی تھی ورنہ وہ نبی تھے ——— عمر میں موسیٰ سے بڑے تھے۔ حقیقی بھائی تھے۔ جناب امیرؑ میں ان اوصاف میں سے ایک بھی نہ تھی

(۵) اس تشبیہ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ زندگی میں جیسے ہارون بوجہ قرابت داری موسیٰ کی نیابت کرتے تھے۔ ویسے جناب امیر بھی ——— بعد وفات موسیٰ حضرت ہارون نہیں بلکہ یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا خلیفہ ہوئے اسی طرح بعد وفات نبی ابوبکر اور عمر خلیفہ ہوئے گویا یہ حدیث شیعہ کی تردید کر رہی ہے نہ تائید (آفتاب صفحہ ۱۶۳)

الجواب

یہ بھی مقام شکر ہے کہ مؤلف نے اس حدیث شریف کی صحت کا انکار نہیں کیا اور اسے تسلیم کر کے صرف اسکے معنی و مفاد میں تاویل کا جال بچھایا ہے اسلئے ہمیں اسکی صحت و تواتر پر دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ورنہ ہم حوالہ جات کے انبار لگا دیتے۔ بہر حال بخاری و مسلم میں اس کا موجود ہونا ہی اسکی صحت و ثقاہت کیلئے کافی ہے ——— اسلئے ہم صرف مؤلف کی تاویلات رکیکہ کے قلع قمع کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ——— سو واضح ہو کہ مؤلف کی تمام تاویلاتِ علیلہ کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث صرف جنگ تبوک کے موقع پر ارشاد ——— فرمائی ہے حالانکہ یہ خیال خام کتب سیر و تواریخ سے عدم واقفیت پر مبنی ہے کیونکہ ارباب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

علم و اطلاع پر یہ حقیقت مخفی و مستور نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم از کم دس مقامات پر یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے۔ جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ بوقت عقدِ مواخات جیسا کہ امام احمد بن حنبل و محمد بن حیان البستی و سلیمان میں احمد الطبرانی۔ و خطیب بغدادی و اخطب خوارزم۔ ابن عساکر و سبط بن جوزی۔ محب الدین احمد الطبری۔ ابراہیم بن عبداللہ الوصابی۔ محمد بن یوسف الزرندی۔ ابن صالح المالکی۔ جلال الدین السیوطی، جمال الدین محدث، علی المتقی۔ سید محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری، مرزا محمد بن معتمد خان، شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم الدہلوی اور مولوی محمد مبین لکھنوی نے لکھا ہے۔

۲۔ ۳۔ وقت ولادت امام حسن و امام حسین علیہما السلام جیسا کہ ابوسعید عبدالملک بن محمد النیسابوری الخرگوشی، عمر بن محمد خضر الملا اربلی، شہاب الدین بن شمس الدین دولت آبادی۔ شہاب دیاربکری نے بیان کیا ہے۔

۴۔ یوم خیبر جیسا کہ ابن المغازلی، اخطب خوارزم، عمر بن محمد بن خضر الاربلی المعروف بملا۔ ابوالربیع سلیمان بن سالم البلنسی الکلاعی و ابراہیم بن عبداللہ الوصابی الیمنی نے روایت کی ہے۔

۵۔ وقت سدِ باب الا باب علیؑ جیسا کہ ابن المغازلی اور اخطب خوارزم نے روایت کیا ہے۔

۶۔ بوقتِ ارشاد علی اوّل المسلمین ہیں جیسا کہ حسن بن بدر، حاکم نیشاپوری۔ ابن النجار، و ابن السمان وغیرہم نے روایت کیا ہے۔

۷۔ بوقت ارشاد علی سردار و امیر المومنین ہیں جیسا کہ انس بن مالک سے ابن مردویہ نے بیان کیا ہے۔

۸۔ بوقت ارشاد لحمک لحمی و دمک دمی جیسا کہ عاصمی نے زین الفتی میں ابونعیم نے منقبۃ المطہرین میں اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں، شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں اور حموینی نے فرائد السمطین میں بیان کیا ہے۔

۹۔ حضرات جعفرؓ و عقیلؓ و علیؑ کو مخاطب کر کے جیسا کہ ابراہیم بن عبداللہ الوصابی نے کتاب الاکتفا میں اور محمد صدر عالم نے معراج العلیٰ میں نقل کیا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

۱۰۔ روز غدیر خم جیسا کہ علامہ ابن خلکان نے اپنی کتاب وفیات الاعیان میں ترجمہ ابو تمیم معد اللقب بالمستنصر میں بیان کیا ہے (البلاغ المبین) اس بیان حقائق ترجمان سے مؤلف کے سارے قصر استدلال کی اساس و بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے اور اس سے واضح و عیاں ہو جاتا ہے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ سوائے مقام نبوت کے جناب امیرؑ کو وہ تمام مراتب و مدارج حاصل ہیں جو جناب ہارون کو حاصل تھے کہ منجملہ ان مدارج کے ایک وزارت، دوسری خلافت تیسری نصرت، چوتھی اخوت اور پانچویں شرکت در امر نبوت قرآن سے ثابت ہیں۔ جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ایک آخری مرتبہ نبوت کی نفی فرمائی ہے تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسکے علاوہ جسقدر منازل ہارونی ہیں وہ سب جناب امیرؑ کے لئے ثابت ہیں۔ جن میں خلافت بھی شامل ہے وھو المقصود ——— علاوہ بریں۔ علماء محققین عربیت کا اتفاق ہے کہ اسم جنس جب مضاف ہو تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے (ملاحظہ ہوں شرح مختصر الاصول ابن حاجب و شرح منہاج الوصول قاضی بیضاوی اور توضیح تلویح وغیرہ کتب اصول فقہ) ——— نیز یہ قاعدہ بھی مسلم ہے کہ جس کلام میں استثناء کرنا صحیح ہو وہ کلام مفید عموم ہوا کرتا ہے جیسے ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا ——— ان مسلم قواعد کی روشنی میں بھی اس حدیث منزلت سے عموم مستفاد ہوتا ہے کیونکہ ایک تو یہاں لفظ "منزلت" اسم جنس ہے جو مضاف ہے "بمنزلۃ ہارون" دوسرے اس کلام میں استثنا بھی موجود ہے (الا انہ لا نبی بعدی) لہذا یہ کہنا کہ یہاں تشبیہ صرف قرابت داری کی وجہ سے ہے، صرف زندگی میں ہے۔ بال بچوں میں ہے وغیرہ وغیرہ یہ حقائق کا منہ چڑانا ہے یا پھر علم عربیت سے اپنی تہی دامنی کا اعلان کرنا ہے، یہ کہنا کہ حضرت ہارون بڑے تھے، حقیقی بھائی تھے۔ پہلے فوت ہو گئے تھے، کسقدر عامیانہ اعتراضات ہیں؟ کیا مؤلف کو آتا بھی معلوم نہیں کہ عمر میں چھوٹا یا بڑا ہونا سگا یا سوتیلا ہونا پہلے یا بعد میں مرنا کسی شخص کے مراتب و مدارج میں شامل نہیں ہوتا۔ اور یہاں صرف مدارج ہارونی کا اثبات جناب امیرؑ کے لئے مقصود ہے نہ انکے تمام کوائف حیات کا اور یہ کہنا بھی کس قدر بعید از حقیقت ہے کہ جناب ہارون تو جناب موسیٰ کی زندگی میں فوت ہو گئے تو پھر خلیفہ کیسے؟ ——— یہ درست ہے کہ انکو جناب موسیٰ کی وفات کے بعد بوجہ پہلے وفات پا جانے کے انکی مسند پر بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر موت حائل نہ ہوتی تو مسند موسوی پر کون بیٹھتا؟ ہارون یا کوئی اور؟ اگر جواب اثبات میں ہے (اور یقیناً اثبات میں ہوگا) تو پھر یہاں تو جناب علیؑ مثیل ہارون موجود تھے ان کو نظر انداز کر کے کسی اور کو پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسند پر بٹھانا چہ معنی دارد؟ خلافت و نبوت میں کوئی تضاد نہیں ہے جس طرح جناب یوشع نبی بھی تھے اور خلیفہ بھی۔ اسی طرح اگر جناب ہارون زندہ رہتے تو وہ بھی ان دونوں عہدوں پر فائز ہوتے یعنی نبی بھی ہوتے اور خلیفہ بھی نبی خدا کے ہوتے اور خلیفہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

موسیٰ کے (العبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص المورد) کی صداقت مسلم ہے جناب ہارون کے حضرت موسیٰ کے حینِ حیات میں خلیفہ بننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انکی خلافت صرف حسین حیات تک ہی محدود تھی۔ کما لا یخفی۔

شیعہ کی چوتھی دلیل قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الناس انی قارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ـــــ ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں چھوڑے جاتا ہوں تم میں دو وزنی چیزیں۔ کتاب اللہ اور اپنے اقارب کو اگر تم ان کی اتباع کروگے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اس حدیث سے بھی شیعہ جناب علیؑ کی خلافتِ بلافصل پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے خلافتِ آنجناب پر دلالت ہو ہاں یہ امر تنقیح طلب ہے کہ شیعہ وسنی ہر دو فریق سے کون کتاب اللہ وعترتِ رسولؐ کی عزت کرتا ہے اور انکی تمسک کرتا ہے ـــــــ

ثقلِ اکبر قرآن پاک کی عزت اہلسنت ـــــ کے دلوں میں ہے ۔ اس کی تلاوت میں شب و روز مصروف ہیں۔ حفظ قرآن اہلسنت کے مردوں کا معمول ہے۔ ـــــ برخلاف اسکے شیعہ حضرات اسکو صحیح ہی نہیں سمجھتے بلکہ اسکو محرف پر از اغلاط سمجھتے ہیں ـــــ بوجہ عناد جامع القرآن بالکل عزت نہیں کرتے اسی لئے شیعہ حفظِ قرآن کی نعمت سے محروم ہیں ـــــ اور سال بھر میں نماز تراویح میں سنیوں کی ہر ایک مسجد میں قرآن ہوتا ہے۔ لیکن شیعہ تراویح کے سرے سے ہی منکر ہیں ـــــــ

ثقلِ اصغر عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اہلسنت کے دلوں میں ہے۔ ہم عترت رسول صلی اللہ وسلم سے محبت رکھنا اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں ـــــ اور کسی بزرگ پر طعن و رد از کبائر گناہ سمجھتے ہیں۔ لعنت تبرا بازوں کو مبارک ہو۔ ہم تو رحمۃ اللعالمین کی امت ہیں۔ کسی کو برا کہنا ہمارا شیوہ نہیں ہے ـــــــ

ع کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئین ما است سینہ چوں آئینہ داشتن

ہاں روافض کی زبانِ طعن سے نہ اپنا بچ سکتا ہے نہ بیگانہ ـــــــ

توہین عترتِ رسولؐ عترتِ رسول سے مراد آپ کے خویش واقارب ہیں۔ شیعہ عائشہ و حفصہ کو معاذ اللہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کافر و منافق کہتے ہیں تحفۃ العوام ج ۱ صفحہ ۲۰ میں ہے کتاب تہذیب میں وارد ہے کہ جائے نماز سے نہ اٹھو جب تک بنو امیہ پر لعنت نہ کرو مراد ان سے چار مرد ہیں کہ حق مرتضےٰ کا چھین لیا۔ محسن کو شہید کیا۔ نسبت بنی اتہام بہ ہذیان کیا اور چار عورتیں ہیں کہ رنج پہنچایا۔ نسبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی" ——— اسی صفحہ پر آگے ایک دعا لکھی ہے ——— دائبرامن فلان وفلان وفلانۃ لعنۃ اللہ علیہم وعلی اولیائھم

سُنّی بھائی توجہ کریں

جو سنی بھائی ایسے روافض سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں ——— کہ جو تمہارے بزرگان دین ——— سے یہ سلوک رکھتے ہوں ——— کہ لعنت و تبرا کرنا یومیہ ورد ہو ——— پھر حیف ہے کہ غیور سنی ایسے بد طینت اشخاص کو اپنا دوست بنائے

سُنّی کا جنازہ

کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ اول تو سنی کا جنازہ نہ پڑھا جائے اگر بضرورت پڑھے تو بجائے دعا کے میت پر بددعا کرے چنانچہ تحفۃ العوام صفحہ ۱۳۰ میں ہے" اور اگر میت سنی خلاف مذہب ہو اور بضرورت نماز پڑھنا پڑے تو بعد چوتھی تکبیر کے کہے اللھم اخز عبدک فی عبادک وبلادک اللھم املہ حرّ نار ک اللھم اذقہ اشد عذابک ——— سنیو جانتے ہو یہ لوگ تمہارے جنازوں میں شامل ہو کر میتوں سے کیا سلوک کرتے ہیں کیا تم اس بات کو گوارا کر سکتے ہو کہ ایک شخص تمہارے عزیز یا بزرگ کے جنازہ پر کھڑا ہو کر اس کیلئے بددعائیں کرے

نہ آنے دیجیو انہیں لاش پر خدا کے لئے
نماز پڑھنے جو آئیں گے بددعا کے لئے

پھر عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے آبھی کچھ تین لڑکیوں ——— اولاد رسول سے ہی خارج کر دیتے ہیں ——— حضرت علی المرتضےٰ، فاطمۃ الزہرا، حسنین سے اگرچہ بظاہر محبت کا ادعا ہے لیکن ——— بوقت ضرورت حضرت علی کو گالیاں گلوچ دے لینا" واہ چہ خوش

حضرت علیؓ کی ہجو ملیح

ملعونیت کا معجزہ شیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابھی شیر خوار بچے تھے کہ مکہ میں اژدہا نمودار ہوا جس کا سر مثل پہاڑ کے تھا۔ چار سو گز لمبا تھا ——— دانت چار بالشت تھے منہ بیس گز چوڑا ———

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

آپ نے لیٹے لیٹے اس کو سر سے پاؤں تک چیر دیا ——— (فضائل مرتضوی ص ۲۱/۲۲)

دوسرا معجزہ

خیبر کی لڑائی میں یہود کی طرف سے ایک جواں مرحب نامی مقابل آیا آپ نے جو تلوار ماری اسکو دونیم کرتی ہوئی زمین پر اور وہاں سے اتر کر گاؤزمین تک پہنچی۔ حامل زمین کو چیرنے کو تھی کہ جبرائیل نے پر نیچے بچھائے جو کٹ کر پرے جا پڑے (بعد ازاں اسی واقعہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ انوار نعمانیہ سید جزائری سے نقل کیا ہے جسے ہم بخوفِ طوالت نظر انداز کرتے ہیں) ——— شیعہ صاحبان کو ایسی دور از عقل و قیاس روایات لکھنے سے شرمانا چاہیئے ——— تعجب ہے کہ تلوار کا وجود زیادہ سے زیادہ تین چار فٹ ہوگا پھر وہ کس طرح ساتویں طبقات زمین کو چیر کر گاؤزمین تک جا پہنچی ——— پھر اس کے مقابلہ میں جب تفریط سے کام لیکر آپکی شان گھٹانے لگتے ہیں تو پھر خارجیوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

حضرت علیؑ کی ہتکِ صریح

حضرات شیعہ جناب امیرؑ کی شجاعت کے اسقدر افسانے بیان کرنے کے باوجود جب دوسرا پہلو بدلتے ہیں تو جناب شجاعت مآب کو نکما اور بزدلانہ بنا دیتے ہیں کہ مخالفین آپ کو گلے میں رسی ڈال کر ——— گھسیٹتے لے جاتے ہیں ——— خاتونِ جنت کے شکم محترم پر دروازہ گرا کر محسن کو شہید کر دینے کی روایات بیان کر کے توہینِ عترتِ رسولؐ کا حق ادا کرتے ہیں (بعد ازاں جلاء العیون اردو ص ۱۸۲ سے اس مضمون کی دو روائتیں نقل کی ہیں) ———

اب جائے غور ہے اس سے زیادہ توہینِ عترتِ رسولؐ کیا ہو سکتی ہے کہ اصحاب کو بدنام کرنے کیلئے ایسی روایات وضع کی جاتی ہیں ——— کیا کوئی عقلمند ——— یقین کر سکتا ہے کہ اگر اصحاب رسولؐ خاتونِ جنت کی یوں ہتک کرتے تو کوئی متنفس بھی انکی بیعت اختیار نہ کرتا اور جناب امیر خاتون جنت کی اس درجہ توہین دیکھ کر خاموش رہ سکتے ——— یا یہ کسی کو جرأت تھی کہ شیرِ خدا کی گردن میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر لے جاتے اور آپ چوں تک نہ کریں ———

آفتاب ہدایت از ص ۱۶۳/۱۶۹ تا)

الجواب

اب مؤلف نے متفق علیہ عند الفریقین حدیث نبوی معروف بہ حدیث الثقلین کے مفاد و مفہوم پر قدح کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے اور حسبِ عادت تالیف کا سلیقہ نہ ہونے کی وجہ سے بالکل غیر مربوط اور غیر متعلق مباحث کی بھرمار کر کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

قریباً چھیالیس صفحات اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کر ڈالے ہیں مگر کام کی ایک بات بھی نہیں کہی اس حدیث شریف کی صحت و ثقاہت اسقدر مسلم ہے کہ مؤلف کو بھی باہمہ تعصب و عناد اس میں خدشہ کرنے کی جرأت نہیں ہو سکی اور بھلا ہو بھی کیسے سکتی تھی جبکہ یہ دوسری ہزاروں کتابوں کے علاوہ خود صحاح ستہ کی اکثر کتابوں میں اسنادِ صحیحہ کے ساتھ مروی ہے اور بڑے بڑے علماء اہلسنت نے نہ صرف اسکی صحت بلکہ اسکے متواتر ہونے کی تصریحات کی ہیں ہاں حسبِ عادت یہ کیکر اسکے دلیل امامت ائمہ اہلبیتؑ ہونے پر تنقید کی ہے کہ "اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے خلافتِ آنجنابؑ (حضرت علیؑ) پر دلالت ہو" اور پھر سارا زور شیعانِ حیدرِ کرار کی مذمت کرنے اور اپنے متمسک بہ قرآن و عترت ہونے پر صرف کیا ہے۔ ہم ذیل میں اس حدیث کے دلیل امامت ائمہ اہلبیت ہونے اور اہلسنت کے مخالفِ قرآن و عترت ہونے اور انکی توہین کے مرتکب ہونے اور شیعیانِ حیدرِ کرار کے ہی صحیح معنوں میں قرآن و عترت کے دامن سے متمسک ہونے کا ثبوت قطعی دلائل و براہین کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں مؤلف نے بخیال خویش جن بے ہودہ مسائل کا تذکرہ کیا ہے انکے حلی والزامی جوابات بھی پیش کریں گے تاکہ بموجب "کلوخ انداز را پاداش سنگ است" شیعیانِ علیؑ کو چھیڑنے کا انکو مزہ معلوم ہو جائے اور ساتھ ساتھ یہ بھی پتہ چل جائے کہ انکے امام اعظم کے تکسال کے مسائل کیسے ہیں؟

جائیں گے آپ کس طرف شیعوں کو چھیڑ کے
رکھ دیں گے تیرے مذہب کا بخیہ ادھیڑ کے

دلالت حدیث ثقلین پر امامت ابوالحسنینؑ

اگرچہ ہم اس حدیث کی تفصیلی وجہ دلالت بر خلافت جناب امیرؑ و دیگر ائمہ طاہرین علیہم السلام اپنی کتاب "تحقیقات الفریقین فی حدیث الثقلین" میں لکھ چکے ہیں یہاں صرف کچھ اشارات پیش کئے جاتے ہیں۔

وجہ اول جناب امیرؑ اور دیگر ائمہ اہلبیتؑ کو (عنقریب واضح کیا جائیگا کہ یہی بزرگوار عترت رسولؐ ہیں) لفظ "ثقل" کے ساتھ تعبیر کر کے انہیں عدیل و ثانی قرآن قرار دیا گیا ہے یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ علوم و معارف حقہ یقینیہ قرآن و مسائل شرعیہ اصولیہ و فرعیہ از قسم حلال و حرام الٰہی ذوات مقدسہ علیہم السلام سے حاصل کرنا چاہیں اور یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرات قرآن کے تمام ظواہر و بواطن اور اسکے تمام اسرار و رموز کے تعلیم ربانی سب لوگوں سے بڑے عالم ہوں۔ اعلمیت اہلبیت کی تائید مزید اسی حدیث ثقلین کے اس تتمہ سے بھی ہوتی ہے جو اس کے بعض طرق میں موجود ہے کہ لا تعلموھم فانھم اعلم منکم "تم ان (عترتِ طاہرہ) کو تعلیم نہ دینا کیونکہ وہ تم سے بڑے عالم ہیں۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۹۰ طبع قدیم وغیرہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ظاہر ہے کہ جس کا علم زیادہ ہوگا۔ وہی مسند رسالت کا وارث ہوگا کیونکہ علم و شجاعت ہی معیار خلافت ہے جیسا کہ قصۂ آدمؑ و خلافتؑ سے واضح ہے:۔

وجہ دوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام امت کو ضلالت و گمراہی سے بچنے اور جادۂ رشد و ہدایت پر چلنے کیلئے قرآن و عترت کے ساتھ تمسک کرنے کو واجب و لازم قرار دیا ہے ظاہر ہے کہ یہ مقصد جب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ عترت طاہرہ بھی مثل قرآن ہر قسم کی علمی و عملی لغزش و خطا سے منزہ و مبرا ہو اور درجہ عصمت و طہارت پر فائز ہو۔ ظاہر ہے جو معصوم ہوگا وہی معصوم نبی کی مسند کا جانشین ہوگا قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ عصمت کو خاصۂ انبیاء قرار دینا دعویٰ بلا دلیل ہے بلکہ جن دلائل عقلیہ اور ضرورات شرعیہ کی بنا پر نبی کے لئے عصمت ضروری ہے بعینہٖ انہی دلائل و وجوہ کی بنا پر خلیفۃ النبی کیلئے بھی عصمت لازمی ہے۔ نیز عصمت و وحی میں بھی ہرگز کوئی باہمی تلازم نہیں ہے کہ جو معصوم ہو اس پر وحی شریعت بھی ہو۔ کما لا یخفیٰ

وجہ سوم: مخبر صادق نے خبر دی ہے قرآن و عترت قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ان ذوات مقدسہ کا کوئی قول و فعل اور انکی کوئی حرکت و سکون قرآن کے خلاف نہیں ہوگا بلکہ وہ اپنے ہر قول و کردار میں قرآن کے ساتھ اور قرآن انکے ساتھ ہوگا ــــــ اس سے بھی روز روشن کی طرح انکی عصمت و طہارت واضح و آشکار ہوتی ہے لہٰذا جو معصوم ہوگا وہی خلیفہ و امام ہوگا ــــــ

وجہ چہارم: اس حدیث شریف میں سرکار ختمی مرتبت نے اپنی تمام امت کو قرآن و عترت کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ عترت رسول قرآن کی طرح تمام لوگوں سے افضل و اشرف ہے اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ جو افضل الامۃ ہوگا۔ وہی مسند رسالت کا وارث ہوگا ــــــ لان تقدیم المفضول علی الفاضل قبیح عقلاً و نقلاً۔

وجہ پنجم: اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد تمام امت کو قرآن کے ساتھ ساتھ عترت اطہار کے دامن کے ساتھ تمسک کرنے یعنی قول و فعل میں ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور ضلالت و گمراہی سے بچنے کا اسے واحد راستہ بتایا ہے۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جسکی ہر معاملہ میں اطاعت مطلقہ واجب و لازم اور ہر حال میں باعث رشد و ہدایت ہو اور جس کی مخالفت موجب ضلالت و گمراہی ہو خلیفہ و امام ہی ہو سکتا ہے۔ اس امر کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حدیث کے بعض اسناد میں بجائے لفظ "ثقلین" "خلیفتین" وارد ہے کہ میں تم میں دو خلیفے چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک قرآن دوسری عترت (ملاحظہ ہو مسند امام احمد ج ۵ ص ۱۸۲، تفسیر درمنثور بذیل وتعتصموا بحبل اللہ ــــ کنز العمال ــــ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ جواہر العقدین سمہودی وغیرہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وجہ ششم: اگر یہ بات درست ہے (اور یقیناً درست ہے) کہ خلیفہ و امام وہی ہوتا ہے جسے خدا و رسول اس منصب جلیل کیلئے منتخب کریں نہ وہ جو اجماع و شوریٰ یا قہر و غلبہ سے مسندِ رسول پہ قابض ہو جائے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غیر فانی حدیث میں امت کو اتباع عترتِ طاہرہ کا حکم دیکر خلافت و امامت کو ائمہ اہلبیت میں منحصر کر دیا ہے اور انہی کو ہادی و رہنما تسلیم کرنے کا اپنی امت کو حکم دے دیا ہے اب اگر کوئی اور شخص مسندِ رسول پر بیٹھے گا تو وہ "خالف" تو ہو سکتا ہے مگر خلیفۂ رسول نہیں ہو سکتا۔ الی غیر ذالک من الوجوہ الکثیرۃ التی یضیق من ذکرھا نطاق البیان۔

اہلسنّت کے نزدیک قرآن کی قدر

اس مقام پر مؤلف نے اپنے دعوائے احترام قرآن کے ساتھ ساتھ شیعوں کو کچھ کوسنے بھی دیئے ہیں کہ وہ قرآن کو نہیں مانتے۔ اسکی قدر نہیں کرتے ——— جہاں تک شیعیانِ حیدر کرار کے موجودہ قرآن کو صحیح جاننے اس کی تعظیم و تکریم کو لازم سمجھنے اور اسکی تعلیمات کو واجب العمل قرار دینے کا تعلق ہے ہم ابتداء کتاب میں بذیل بحث "تحریف القرآن" اس پر مکمل تبصرہ کر چکے ہیں ——— یہاں صرف یہ بات بتلانا مقصود ہے کہ اہلسنّت کے دل میں قرآن کی کسقدر عزت و عظمت ہے اس کا اندازہ لگانے کیلئے بطور تازیانۂ عبرت درج ذیل واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک قرآن کا خون اور پیشاب سے لکھنا جائز ہے اس کا جلانا روا ——— اور اسے تیروں کا نشانہ بنانا حلال ہے۔

اہلسنّت کے نزدیک قرآن کا خون اور پیشاب سے لکھنا جائز ہے!

والذی رعف فلا یرقأ دمہ فان اراد ان یکتب بدمہ علی جبھتہ شیئاً من القرآن قال ابوبکر الاسکاف یجوز قیل ولکتب بالبول قال لو کان فیہ شفاء لا بأس قیل لو کتب علی جلد میتۃ قال ان کان فیہ شفاء جاز ——— یعنی اگر کسی شخص کی نکسیر پھوٹے اور خون نہ رکتا ہو تو اگر اس خون سے پیشانی پر کچھ قرآن لکھنا چاہے، تو اسکے متعلق مفتی ابوبکر اسکاف کہتے ہیں کہ جائز ہے۔ کہا گیا کہ اگر پیشاب سے (قرآن) لکھا جائے تو؟ کہا اگر اس میں شفا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں! کہا گیا اگر حرام چمڑے پر لکھا جائے تو؟ کہا اگر اس میں شفا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے (ملاحظہ ہو فتاوٰی عالمگیری ج ۵ صفحہ ۱۳۴ طبع دہلی۔ فتاوی قاضی خان ج ۴ صفحہ ۳۶۴ طبع نول کشور) اور کتاب درمختار ج ۱ صفحہ ۱۴۰ ترجمہ اردو میں لکھا ہے۔

"مسئلہ" "سورہ الحمد کو خون اور پیشاب سے ناک اور پیشانی پر لکھ کر لگانے کی اجازت واسطے حاصل کرنے شفا کے اور بعض کا قول ہے کہ واسطے شفا کے مردار کی کھال پر بھی لکھ لینا کوئی حرج نہیں" ——— کہاں ہیں قرآن کی عزت کرنے کے دعویدار! کیا اسی کا نام عزتِ قرآن ہے؟ کیا شیعیانِ اہلبیتؑ کی کتابوں میں بھی اس طرح توہینِ قرآن

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی اجازت دی گئی ہے؟ یا ان میں لاشعار فی الحرام کہہ کر ایسا کرنے کو گناہ کبیرہ بلکہ کفر قرار دیا گیا ہے؟ ——

اسیطرح جناب عثمان کا قرآن کو جلانا بخاری شریف سے ثابت ہے (ج ۳ ص ۱۴۰ طبع مصر قدیم) اور اہلسنت کے بارھویں خلیفہ ولید بن یزید بن عبد الملک کا قرآن کو تیروں کا نشانہ بنانا کتب سیر و تواریخ میں مذکور ہے (کتاب ادب الدین والدنیا ص ۳۰۳ طبع بمبئی بر حاشیہ کشکول بہائی) کیا شیعوں کے ائمہ و خلفاء نے بھی کبھی قرآن کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین!

اہلسنت کے نزدیک عترت رسولؐ کی قدر؟

مؤلف نے دعویٰ کیا ہے کہ "عترت رسول کی عزت اہلسنت کے دلوں میں ہے"۔ دلوں کا حال تو علیم بذات الصدور کو ہی ہے لیکن جہاں تک ظاہری حالات کا تعلق ہے (اور واضح ہے کہ ظاہر آئینہ باطن ہوتا ہے) تو اہلسنت اور اہلسنت کے بزرگوں نے جو سلوک عترت رسول کے ساتھ کیا ہے اسکے پیش نظر یہ کہنے میں ہرگز کوئی مبالغہ نہیں کہ ؎ ہیچ کافر نہ کند آنچہ مسلمان کردند!

جب اہلسنت کے خلیفہ اور امام اور مفسر اور محدث اور فقیہہ اور مجتہد اور پھر معلوم نہیں وہ عترت رسول کو مانتے کیا ہیں ——؟ اہلبیت رسولؐ کے ساتھ اس کھلی ہوئی ناانصافی کا خود بعض منصف مزاج علماء اہلسنت کو بھی احساس ہے چنانچہ علامہ وحید الزمان مترجم و شارح صحاح ستہ اپنی کتاب انوار اللغہ مطبوعہ بنگلور پیج پر بذیل حدیث ثقلین رقمطراز ہیں۔

ائمہ اہلبیت کے ساتھ اہلسنت کی بے انصافیاں

"اور مقلدوں نے کیا کیا زبانی محبت اہلبیت کی تو ڈینگ مارتے ہیں لیکن عملاً ذرا بھی اہلبیت کی طرف توجہ نہیں۔ ان کی کتابوں میں جہاں دیکھو ابو حنیفہ اور شافعی اور ابو یوسف اور محمد بن حسن اور زفر کے اقوال بھرے پڑے ہیں میں نے آج تک کسی حنفی یا شافعی کو نہیں دیکھا جو صادق یا امام باقر یا دوسرے ائمہ اہلبیت کے اقوال تلاش کر کے ان پر چلے —— وہ ہر مسئلہ میں اپنے مجتہدین پر جان دیتے ہیں —— معاذ اللہ یہ کیا آفت مسلمانوں پر چھا گئی جنکی پیروی کا حکم تھا ان کو تو چھوڑ بیٹھے اور اوروں کو پیشوا بنا لیا" ——

اسی انوار اللغہ کے ص ۲۴/۲۵ پر لکھتے ہیں "نام کے سنیوں نے عترت کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ بجائے اسکے کہ امام حسن و امام زین العابدین امام محمد باقر و امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم و امام علی رضا کے اقوال سے اپنی فقہ بناتے انہوں نے اپنی کتابیں ابو حنیفہ و شافعی کے اقوال سے بھر دیں۔ کبھی جھوٹوں بھی کسی مسئلہ میں اہلبیت طہارت کا قول تلاش نہیں کرتے یہ قیامت نہیں تو کیا ہے"؟ اسے کہتے ہیں ؎

جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے ۔ اے کاش! کہ صرف عترتِ رسولؐ کو نظرانداز کرنے پر اکتفا کی جاتی مگر ستم ظریفی تو یہ ہے کہ ان معصوم اور مقدس ہستیوں کو جرح و تنقید کا ہدف بھی بنایا گیا ـــــ چنانچہ یہی علامہ وحید الزمان ۔

اہلسنت کی ائمہ اہلبیتؑ پر تنقید

امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں "امام جعفر صادق مشہور امام ہیں بارہ اماموں میں سے! اور بڑے ثقہ اور فقیہ اور حافظ تھے ـــــ اور امام مالک و امام ابو حنیفہ کے شیخ ہیں اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہ ہوا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے اور یحییٰ بن سعید قطان نے بڑی بے ادبی کی ہے جو لکھتے ہیں "فی نفسی منہ شیئ و ما لصاحب الی منہ" حالانکہ مجالد کو امام صاحب سے کیا نسبت رتبہ ہے ـــــ اللہ تعالیٰ امام پر رحم کرے مروان اور عمران بن حطان اور کئی خوارج سے تو انہوں سے روایت کی اور امام جعفر صادق جو ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں انکی روایت میں شبہ کرتے ہیں" (انوار اللغہ پ ۵ ص ۴۷ پ ۱۴ ص ۳۸ پ ۱۶ ص ۲۹ کذا فی میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۱۹۲ طبع مصر) ـــــ ابن تیمیہ حرانی نے منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۳۱ طبع مصر پر۔ امام حسن عسکری علیہ السلام پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حسن بن علی عسکری کے زمانہ میں علماء معروف موجود تھے ۔ مگر انہوں اپنی کتابوں میں ان سے کوئی روایت نہیں لی جیسے بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ جو ان کے ہم زمان یا قرب العہد تھے تو معلوم ہوا کہ انکے نزدیک وہ معتمد نہیں تھے" (العیاذ باللہ) ـــــ اسی طرح ج ۲ ص ۱۲۵ پر جناب امام علی بن موسےٰ الرضاؑ کے متعلق یوں زہر اگلا ہے کہ "علی بن موسیٰ کے زمانہ میں ان سے زیادہ عالم و زاہد شافعی، اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل، معروف کرخی وغیرہ موجود تھے ـــــ لیکن انہوں نے علی رضا سے کوئی حدیث یا علم کی کوئی بات اپنی کتاب میں نقل نہیں کی" مطلب یہ کہ یہ ان کے نزدیک قابلِ اعتبار اور ثقہ نہ تھے ـــــ (خاک بدہن قائل)

ع ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں

اسی بل بوتے پر مؤلف یہ کہتے ہیں "ہم تو رحمت اللعالمین کی امت ہیں کسی کو برا کہنا ہمارا شیوہ نہیں ہے"

ع اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

انہی حقائق کی روشنی میں شاہ عبدالعزیز کے اس رویائے صادقہ کی صداقت کا راز معلوم ہو جاتا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۱۹۸ پر درج کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کو خواب میں جناب امیرؑ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور انہوں نے جناب سے دریافت کیا کہ مذاہب فقہاء تین سے آپکو کون مذہب پسند ہے ؟ فرمایا: ان کا کوئی مذہب ہم کو پسند نہیں یا یہ فرمایا "ہمارے طریقہ پر نہیں"۔

صرف شیعہ ہی قرآن و عترت کے ساتھ متمسک ہیں

—— اگر تعصب و عناد کی عینک اتار کر حقائق کا تحقیقی جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر نظر آتی ہے کہ تمام اسلامی فرقوں میں سے صرف اور صرف فرقۂ شیعہ ہی وہ واحد فرقہ ہے جو قرآن اور عترتِ رسول انام کو ہی مرکز رشد و ہدایت اور انکی مخالفت کو عین ضلالت و غوایت سمجھتا ہے اور وہ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں نیز اصول و فروع دین میں صرف اور صرف قرآن اور محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے فرمان ہی کو حجت و برہان سمجھتا ہے اور قرآن کے تمام معارف اور اسلام کے تمام حقائق خواہ تفسیر ہو یا حدیث، فقہ ہو یا کلام، الغرض وہ تمام اسلامی علوم و معارف کو رسولؐ کے بعد آلِ رسول سے ہی حاصل کرتا ہے اور انہی کو دین و دنیا کا بادشاہ سمجھتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یعنی

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نبخشد خدائے بخشندہ

اتہام توہین کا ازالہ

—— مگر بایں ہمہ مؤلف نے شیعوں پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ عترت رسول کی توہین کرتے ہیں —— اور پھر عترت کی "خویش و اقارب" سے تفسیر کرنے کے بعد اس میں عائشہ و حفصہ کو بھی داخل فرما دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تا حال انکو مصداقِ عترت کا بھی علم نہیں ہے تو پھر وہ انکی تعظیم و تکریم کس طرح کریں گے ؟ اگر اسلامی برادری میں اختلاف ہے بھی تو اہلبیت کے مصداق میں ہے !! کہ ان سے مراد کون حضرات ہیں ؟ ورنہ "عترت" کے متعلق تو سب کا اتفاق ہے کہ "عترت" اولاد اور ذریت اور نسبی قریبی رشتہ دار کو کہا جاتا ہے (المنجد صفحہ ۴۸۶ وغیرہ کتب لغت دیکھی جا سکتی ہیں) نسبی رشتہ داروں کو (جن میں بیویاں شامل ہیں) بالاتفاق عترت نہیں کہا جا سکتا!

مصداق اہلبیت کی تعیین

اور اگر ہر قسم کے گروہی تعصبات سے بالا ہو کر فریقین کی کتب تفسیر و حدیث دیکھی جائیں تو یہ بات واضح و عیاں ہو جاتی ہے کہ "اہلبیت" کے مصداق بھی اصحاب کساء (بشمول دیگر ائمہ اہلبیتؑ) ہیں —— نہ کہ ازواج النبی —— چنانچہ صحیح مسلم جزء صفحہ ۱۳۵ پر روایت عائشہ مروی ہے کہ خرج النبی غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فادخلہ ثم جاءت فاطمۃ فادخلھا ثم جاء علی فادخلہ ثم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً ـــــــ یعنی ایک دن بوقت صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شان سے دولت سرا سے برآمد ہوئے کہ دوش مبارک پر سیاہ بالوں کی منقوش عبا تھی۔ اس اثنا میں یکے بعد دیگرے حسنؑ و حسینؑ فاطمہؑ اور علیؑ آتے رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دامن عبا کے نیچے داخل کرتے رہے جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے آیت تطہیر کی تلاوت کی" جس سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ یہی مصداق اہلبیت ہیں (ایضاً ج ۲ ص۸۳) اور تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۱۹۸/۱۹۹ وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امام حسنؑ و حسینؑ اور جناب سیدہ اور حضرت علیؑ کو دامن عبا میں لیکر فرمایا اللھم ھؤلاء اھلبیتی! یا اللہ! یہ ہیں مرے اہلبیتؑ (کذا فی الترمذی۔ والسنن للبیہقی وتفسیر ابن جریر۔ والطبرانی۔ وابی حاتم وابن منذر والمستدرک للحاکم وغیرہا) ـــــــ

ـــــــ مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص۲۹۶ وکنز العمال ج ۷ ص۱۰۳ میں جناب ام سلمہ کی زبانی مروی ہے کہ میں نے دامن عبا کو اٹھا کر اندر داخل ہونا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تنحّی عن اھلبیتی! اے ام سلمہ! میرے اہلبیت سے دور ہو جا! فتنحیت فی ناحیۃ البیت! چنانچہ میں مکان کے گوشہ میں بیٹھ گئی ـــــــ اور تفسیر درمنثور ج ۵ ص۱۹۸ وتفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص۶ میں مذکورہ بالا روایت میں اسقدر اضافہ ہے کہ جناب ام سلمہ نے عرض کیا۔ الست من اھل البیت؟ کیا میں اہلبیت سے نہیں ہوں؟ فرمایا انت من ازواج النبی"۔ تم نبی کے ازواج میں سے ہو ـــــــ" اس سے بڑھ کر اور کسطرح اس بات کی صراحت ہو سکتی ہے کہ اہلبیت نبی اور ہیں اور ازواج نبی اور؟ اسی طرح صحیح مسلم ج ۲ ص۲۸۰ میں ہے جناب زید بن ارقم صحابی کی زبانی جو اہلبیت کی وضاحت مروی ہے اس میں ازواج النبی کے اہلبیت میں داخل ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ فراجع ـــــــ تفسیر درمنثور ج ۵ ص۱۹۹ مسند امام احمد ج ۳ ص۲۸۵ مطالب السئول ص۸ مستدرک حاکم ج ۳ ص۔ ینابیع ص۱۷۹ باب۵۵ وغیرہ کتب میں مروی ہے کہ آیت تطہیر کے نزول کے بعد مسلسل چھ مہینہ تک آنحضرتؐ ہر نماز کے وقت دروازۂ جناب سیدہ (فاطمۃ الزہراؑ) پر تشریف لے جاتے اور فرماتے الصلوۃ ـــــــ یا اھل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً"۔ انوار اللغۃ پ ۱ ص۶۸ میں مذکور ہے۔ سئل الصادق من اھلبیتہ قال الائمۃ ـــــــ امام صادق سے پوچھا گیا اہلبیت کون ہیں؟ فرمایا ائمہ علیہم السلام"۔ اس سے معلوم ہوا کہ بالتبع دوسرے ائمہ اہلبیت بھی اہلبیت میں شامل ہیں۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری ازواج میرے اہلبیت میں داخل نہیں ـــــــ اصحاب کہتے ہیں۔ ہیویاں اہلبیت میں داخل نہیں۔ خود ازواج کا بیان ہے کہ ہم اہلبیت میں داخل نہیں ـــــــ بایں ہمہ اگر کوئی شخص یہ نہیں مانتا اور یہی رٹ لگاتا ہے کہ بیویاں اہلبیت میں داخل ہیں یا یہی اہلبیت ہیں ـــــــ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

توہم سمائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ کہ "مدعی سست گواہ چست" اسی کا نام ہے ـــــ ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ نور۔ ورنہ اگر ان مدعیوں میں کچھ بھی دم خم ہے تو اپنی ہی کتابوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک صحیح السند حدیث پیش کر دیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ میری ازواج میرے اہلبیت میں داخل ہیں ـــــ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین! ـــــ

تولّا و تبرّا کا اجمالی بیان

یہ شیعیان حیدر کرار پر سراسر تہمت ہے کہ وہ بعض ازواج النبی کو کافرہ کہتے ہیں ـــــ اور مؤلف کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ تبرا کا معنی صرف کسی سے بیزاری اور علیحدگی اختیار کرنا اور لعنت کے معنی رحمتِ الٰہی سے دوری کے ہیں انہیں گالی گلوچ کہنا خلافِ واقعہ ہے۔ اچھے کو اچھا کہنا اور اس سے محبت کرنا اور برے کو برا سمجھنا اور اس سے نفرت کرنا عین تقاضائے فطرت و اسلام ہے۔ اسکی مخالفت وہی کر سکتا ہے جس کی فطرت میں کجی ہو ـــــ (اس موضوع پر مزید تبصرہ بعد ازیں کسی مناسب جگہ پر کیا جائے گا انشاء)

نماز جنازہ کا بیان

اس مقام پر مؤلف نے فتنہ و فساد کا بیج بوتے ہوئے (والفتنۃ اشد من القتل) تحفۃ العوام کے حوالہ سے جو یہ لکھا ہے "کہ شیعہ سنیوں کے جنازہ میں شامل ہو کر بد دعائیں کرتے ہیں" یہ سراسر بہتان ہے۔ تحفۃ العوام کامل ہمارے پیش نظر ہے اس میں اس عبارت کا کہیں نام و نشان موجود نہیں ہے ـــــ ہاں ہماری بعض کتب فقہیہ میں "ناصبی" کے جنازہ پر ایسا کرنے (بد دعا کرنے) کا تذکرہ موجود ہے۔ مگر ناصبی دشمنِ اہلبیت کو کہتے ہیں اس کا محبت اہلبیت کا دم بھرنے والے سنی مسلمان بھائیوں سے کیا تعلق ہے؟ اگر خدانخواستہ مؤلف اس مرض میں مبتلا ہیں۔ تو وہ تمام اہلسنت کو کس طرح اپنی طرح دشمن اہلبیت قرار دے سکتے ہیں؟ ـــــ بہرحال ایسی باتیں کرنا جن سے اسلام کے فرقوں میں باہمی نفرت پیدا ہوتی ہو۔ یا نفرت کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی ہو۔ یہ دین اسلام کی کوئی خدمت نہیں۔ کیونکہ

ع مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

البتہ ع کارِ ملا فی سبیل اللہ فساد۔ کا مظاہرہ ضرور ہے ـــــ روٹھے ہوئے بھائیوں کو منانا اور یکجا کرنا دین کی خدمت ہے نہ کہ منے ہوؤں کو لڑانا اور جدا کرنا۔ یا سعد الابل!!

جہاں تک "بنات النبیؐ" کے اختلافی مسئلہ کا تعلق ہے۔ ہم اس موضوع پر قبل ازیں فضائل ثلاثہ کے ضمن میں تفصیلاً تبصرہ کر کے احقاق ما ہو الحق کر چکے ہیں ـــــ وہاں رجوع کیا جائے۔

اہلسنت کے ہاں بوقتِ ضرورت خدا و رسولؐ کو بھی برا بھلا کہنا جائز ہے

اصول کافی میں حضرت امیرؑ کو بوقت ضرورت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

برا کہنے کا جو جواز مذکور ہے۔ یہ شدتِ تقیہ کے وقت ایسا کرنے کے متعلق ہے اور ہم عنقریب مسئلہ تقیہ کے ذیل میں کتب اہلسنت کے معتبر حوالہ جات سے ثابت کریں گے ان کے ہاں بوقتِ ضرورت خدا و رسول کو بھی برا بھلا کہنا جائز ہے (سردست صرف بعض کتابوں کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ عبارتیں بعد میں مذکور ہوں گی۔ انشاء ہدایۃ کتاب الاکراہ۔ تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۳۶۔ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۳۵ تفسیر ابن جریر ج ۱۴ ص ۱۱۳ مذیل قصہ عمار۔

ع چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرہا؟

معجزاتِ علیؑ کا انکار

بعد ازیں مؤلف نے جناب حیدر کرار کے بعض شجاعتی محیر العقول کارناموں کے تذکرہ پر مشتمل سورتے ہوئے انکے تذکرہ کو انکی "بجو ملیح" اور پھر رحلت نبوی کے بعد مظالم امت کے وقت انکی خاموشی اختیار کرنے کے واقعات کو "ہتک صریح" کا نام دے کر شیعیانِ علیؑ کو توہین اہلبیت کا مرتکب قرار دیا ہے! ایسا کرکے مؤلف نے اپنے کسی اچھے ذوق اور حسنِ طبیعت کا مظاہرہ نہیں کیا ـــــ اوّلاً تو اژدہے کا قصہ ہماری کتب معتمدہ میں مذکور نہیں ہے اس لئے اسے تمام شیعوں کی طرف منسوب کرنا علمی دیانت و امانت کے خلاف ہے۔ اور یہی کیفیت جنگِ خیبر میں جناب امیر کی تلوار سے جبرئیل کے پر کٹنے اور زمین کے چیرنے والی روایت کی ہے کہ یہ ہماری کتب معتبرہ میں مذکور نہیں ہے ثانیاً یہ قصہ بعض کتب اہلسنت جیسے ہدیۃ السعداء دولت آبادی وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔ لہٰذا اس کی مسئولیت خود مؤلف پر بھی عائد ہوتی ہے۔ ثالثاً اس سے زیادہ ہوش ربا قصص و حکایات کتب اہلسنت میں اپنے بعض بزرگوں کے متعلق منقول ہیں۔ تو مؤلف کو وہاں کیوں طیش نہیں آتا۔ یا بموجب "تنزل بر عضو ضعیف می ریزد"۔ وہ صرف شیعوں پر ہی نزلہ گرانا چاہتے ہیں ـــــ مثلاً (۱) خزینۃ الاسرار نازلی ص ۱۸۰ طبع مصر میں لکھا ہے۔ شیخ ابو مدین مغربی ہر روز قرآن کے ستر ہزار ختم کیا کرتے تھے۔" (۲) ابن کثیر نے اپنی تاریخ ج ۳ ص ۹۴ پر شیخ عبداللہ یونینی کے متعلق لکھا ہے کان۔ یحج فی بعض السنین فی الھواء کہ وہ بعض سالوں میں ہوا میں اڑ کر حج کیا کرتے تھے۔ (۳) قصص الانبیاء ثعلبی ص ۴۷ میں لکھا ہے کہ قوم حضرت لوطؑ کی بستیوں کی ہلاکت کے وقت جبرئیل نے ان کو اپنے پروں پر اٹھا کر اسقدر بلند کیا کہ انکے مرغوں کی آواز اہل آسمان نے سنی ـــــ اور بالآخر شب کو انکو اوندھا گرا کر ہلاک کر دیا ـــــ تو جو خدا تدبیر جناب جبرئیل کو اسقدر قدرت و طاقت عطا کر سکتا ہے۔ کیا وہ استاذ جبرئیل جناب حیدر کرارؑ کو اسقدر طاقت عطا نہیں فرما سکتا کہ (بنا بر تسلیم) جھولے میں لیٹ کر ازدھے کو دو نیم کر دیں یا انکی تلوار کبدار طبقاتِ ارضی کو چیر دے؟ فما ھو جوابکم فھو جوابنا ـــــ باقی رہا۔ رحلتِ نبوی کے بعد مظالم امت کے وقت جناب امیرؑ کا خاموشی اختیار کرنا۔ تو اس موضوع پر ہم قبل ازیں اسی مبحثِ امامت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

میں بدیل کیا حضرت علی خلیفہ بلا فصل تھے؟ مفصل تبصرہ کر چکے ہیں اور جناب کے تلوار نہ اٹھانے کے علل واسباب بیان کر چکے ہیں۔ وہاں رجوع کیا جائے ـــــ بہر حال ہم مؤلف اور ان کے ہمنواؤں کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ ؎

کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

حضرت علیؑ کا ناطق فیصلہ

حضرت علی المرتضےٰ نے شیعہ وسنی کا صاف الفاظ میں فیصلہ کر دیا ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ صہ ۱۹۹ ـــــ میں ہے۔ سیھلک فی صنفان (بحذف عربی) ترجمہ۔ دو فریق میرے بارہ میں ہلاک ہو جائیں گے محب دوستی میں افراط (غلو) کرنیوالا۔ کہ اسکو دوستی حق سے دُور لے جائے اور دشمن دشمنی میں افراط کرنے والا۔ کہ اسکو یہ عناد حق سے دور کر دے۔ خوشحال انسان میرے بارے میں وہ ہیں جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ تم اسی جماعت کے طابع ہو جاؤ اور بڑی جماعت کی اتباع کرو کیونکہ خدا کا ہاتھ بڑی جماعت کے سر پہ ہے۔ تفرقہ سے باز آجاؤ۔ کیونکہ جماعت سے علیحدہ ہونے والا انسان شیطان کا شکار ہو جاتا ہے جب کہ ریوڑ سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیے کا شکار بنتی ہے خبردار۔ جو تمہیں جماعت سے علیحدگی کی دعوت دے۔ ان کو قتل کر دو اگرچہ میری اس دستار کے نیچے ہوں" ـــــ جناب امیر نے اپنے خطبہ میں حقانیت مذہب اہلسنت ـــــ پر مہر کر دی ہے اور رافضیوں اور خارجیوں کے مذہب کو مردود قرار دیا ہے۔ کیونکہ رافضی محب مفرط ہیں۔ جو جناب امیرؑ اور دیگر ائمہ کو مثل انبیاء معصوم سمجھتے ہیں اور حضرت علی کو دیگر انبیاء سے افضل اور نبی آخر الزماں کا ہم پلہ سمجھتے ہیں رافضیوں میں ایسے فرقے بھی ہیں جو جناب امیرؑ کی رسالت بلکہ الوہیت کے بھی قائل اور حال کے شیعہ اگرچہ بظاہر آپکی الوہیت کے قائل نہیں تاہم اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو درجۂ الوہیت تک پہنچا دیتے ہیں۔ چنانچہ علم ما کان ومایکون انکو حاصل ہونا ـــــ اشیاء حلال وحرام کرنے کا اختیار، موت وحیات پر اختیار وغیرہ ـــــ اسلئے بقول جناب امیرؑ یہ مذہب باطل ہے ـــــ ایسے ہی خارجی جو جناب امیرؑ سے اس درجہ بغض رکھتے ہیں کہ آپ کو مشرک وکافر قرار دیتے ہیں ـــــ ہاں نمط اوسط میانہ روی اختیار کرنے والا مذہب اہلسنت ہے جو جناب امیرؑ سے محبت رکھتے ہیں لیکن شانِ نبوت والوہیت تک پہنچانا کفر جانتے ہیں اور آپ سے بغض رکھنا بھی کفر ـــــ اسلئے یہی ـــــ مذہب برحق ہے ـــــ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دوم :- جناب امیر نے کھلے الفاظ میں فرمادیا ہے کہ مذہب حق وہ ہے جس طرف مسلمانوں کا سوادِ اعظم (بڑا گروہ) ہے۔ اب یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ ——— اسلام کا سوادِ اعظم (بڑی جماعت) یہی مذہب اہلسنت رکھتا ہے اس لئے حسب فیصلہ امیر یہی لوگ برحق ہیں ——— اور اس مذہب سے علیحدگی اختیار کرنے والے بشہادت جناب امیر شیطان کے متبع ہیں ——— امید ہے کہ جناب امیر کے اس ناطق فیصلہ کے ہوتے ہوئے سنی و شیعہ نزاع کے فیصلہ کیلئے اور کسی مزید دلیل کی ضرورت نہ ہوگی ———

ائمہ اہلبیتؑ کی توہین

جناب امیرؑ اور خاتونِ جنت کے سلوک کا ذکر ہو چکا۔ ——— دیگر ائمہ ——— سے بھی شیعیان علی نے ایسا ہی سلوک کیا ہے۔

حضرت امام حسنؑ

امام حسنؑ سے حضرات شیعہ اس لئے ناراض ہیں کہ آپ نے امیر معاویہ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت خون سے بچا لیا۔ جناب ممدوح اپنے شیعہ کے جور و ستم کی جسقدر شکایت کرتے ہیں ذیل میں روایات سے ظاہر ہے۔

۱۔ جلاء العیون صفحہ ۲۶۵ میں ہے "جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت کا سنا ——— پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا معاذ اللہ! یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے یہ کہہ کر بلوا کر دیا اور اسباب امام حسن کا لوٹ لیا ———

۲۔ جلاء العیون صفحہ ۲۷۶ "حضرت نے فرمایا بخدا سوگند اس جماعت سے میرے لئے معاویہ بہتر ہے یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا اور میرا مال لوٹ لیا ——— بخدا سوگند اگر میں معاویہ سے جنگ کروں یہی لوگ مجھے پکڑ کر معاویہ کو دے دیں۔

۳۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۵ میں ہے ——— ایک روز امام حسنؑ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے ناگاہ ایک سوار آیا کہ اسے سفیان بن لیلیٰ کہتے تھے اس نے کہا السلام علیک یا مذل المومنین (اے ذلیل کنندۂ مؤمنان) ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعیان علی نے انکے خلف اکبر حضرت امام حسنؑ سے کیا سلوک کیا ——— جناب امیر کو کافر کہا۔ بلوہ کر کے ٹوٹ پڑے ——— دوش مبارک سے چادر اتاری ———

متاخرین شیعہ

متاخرین شیعہ جو جو باتیں جناب ممدوح کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ شہدے اوباش کی طرف منسوب کی جائیں تو وہ بھی ازالۂ حیثیت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

عرق کا استعفاذ دائر کرے گا ——— چنانچہ ——— جلاء العیون صفحہ ۲۸۰ میں ہے روایت ہے کہ ایک روز امام حسن مجلس معاویہ میں تشریف رکھتے تھے مروان نے کہا آپ کی مونچھوں کے بال جلد سفید ہو گئے ہیں۔ امام نے فرمایا۔ سبب اسکا یہ ہے بنی ہاشم کا دہن خوشبودار ہے اور ہماری عورتیں بوجہ خوشبو استشام کرتی ہیں اور ان کی ہوائے نفس سے ہمارے بال شارب سفید ہو جاتے ہیں اور چونکہ تم بنی امیہ گندہ دہن ہو تمہاری ازواج تمہارے دہنوں سے احتراز کرتی اور اپنا منہ تمہارے رخساروں کی جانب رکھتی ہیں اسلئے تمہارے رخسار جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ پس مروان نے کہا بنی ہاشم میں ایک خصلت بد یہ ہے کہ وہ خواہش جماع رکھتے ہیں۔ امام حسن نے فرمایا خواہش ہماری عورتوں سے سلب ہوتی اور مردوں میں اضافہ ——— اور تمہارے مردوں سے علیحدہ کر کے تمہاری عورتوں میں دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ زنِ امویہ سوائے مرد ہاشمی کے سیر نہیں ہوتی ———"

لاحول ولا قوۃ ایسی فحش اور بے ہودہ گفتگو تو اوباش لوگ کرنے سے شرماتے ہیں ——— یہ ان پاک لوگوں کے ذمے افترا ہے ——— توبہ توبہ۔

ناعاقبت اندیش راوی نے حضرت امام حسنؑ کی ذات پاک پر ہاجیا حملہ کیا ہے کہ وہ سر اجلاس ایسی بد تہذیبی اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں کیا کرتے تھے ——— شیعہ حضرات تو انبیاء کو بھی ایسے الزام دینے سے دریغ نہیں کرتے چنانچہ ——— حیات القلوب ج ۱ صلا میں ہے (بجذف فارسی) ترجمہ امام رضا فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے اخلاق یہ ہیں۔ اپنے بدن کو پاکیزہ رکھنا۔ خوشبو لگاتے رہنا۔ بہت جماع کرنا اور بہت عورتیں رکھنا۔ لاحول ولا قوۃ شہوت پرستی اور کثرت جماع پیغمبروں کے اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے۔ شیعو ہوش کرو ———

ع نے فروعت محکم آمد نے اصول
شرم باید از خدا و از رسول

(آفتاب از صفحہ ۱۷۲ تا)

الجواب

ہم مؤلف کے ان الفاظ کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ "جناب امیر کے اس ناطق فیصلہ کے ہوتے ہوئے سنی و شیعہ نزاع کے فیصلے کیلئے اور کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں ہے" لیکن انکے اس خیال کی حمایت کرنے سے قاصر ہیں کہ اس کلام سے اہلسنت کی تائید اور شیعوں کی تردید ہوتی ہے بلکہ خدا لگی بات یہ ہے کہ امام عالی مقام کے اس کلا کی ترجمان سے شیعوں کی حقانیت اور اہلسنت کا بطلان روز روشن کی طرح واضح و عیاں ہوتا ہے مجوزی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حیثیت سے آنجناب کے متعلق اگر کوئی فرقہ ہر قسم کے افراط و تفریط سے محفوظ اور میانہ روی پر گامزن ہے تو وہ صرف فرقۂ شیعہ مخیر البریہ ہے۔ باقی سب یا غالی ہیں یا قالی ہیں یعنی یا حد سے بڑھانے والے ہیں یا حد سے گھٹانے والے ہیں۔

شیعہ حضرت علیؑ کو خدا یا خدا کا شریک نہیں جانتے

شیعیان حیدر کرار جناب امیر یا دوسرے کسی امام کو نہ خدا سمجھتے ہیں اور نہ خدا کی کسی صفت خاصہ میں شریک۔ وہ خداوند عالم کو ذات، صفات، افعال اور عبادت میں واحد لاشریک مانتے ہیں۔ یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان! جو لوگ ائمہ طاہرین کو خدا یا خدا کا شریک جانتے ہیں شیعہ انکو یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر مشرک و کافر جانتے ہیں (ملاحظہ ہوں کتب عقائد شیعہ خصوصاً رسالہ عقائد شیخ صدوق مع شرح احسن الفوائد مصنفہ ایں احقر ص۴۲ طبع اول) ——— مؤلف کا ان پر یہ سراسر اتہام ہے کہ وہ جناب امیر کو نبی آخر الزمان کا ہم پلہ جانتے ہیں۔ بے شک خدائے رحمن نے انکو قرآن میں نفس رسول اور رسول نے ان کو دین و دنیا میں اپنا بھائی قرار دیا ہے۔ مگر پھر بھی شیعہ حفظ مراتب کا اسقدر خیال رکھتے ہیں کہ اگرچہ وہ جناب امیرؑ کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد از ہر چہ ہست بہتر و برتر سمجھتے ہیں مگر جہاں تک سرور کائنات کی ذات کا تعلق ہے وہ جناب علیؑ کو خود انہی کے لفظوں میں "انا عبد من عبید محمد" (میں محمد کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم پلہ ہم پایہ نہیں بلکہ انکا مخلص غلام جانتے ہیں (اصول کافی احتجاج طبرسی وغیرہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انکو انکا بلافصل خلیفہ و جانشین اور ہادی خلائق اجمعین سمجھتے ہیں۔

ہاں یہ درست ہے کہ وہ انکو معصوم اور بعد از رسول تمام کائنات سے افضل ضرور جانتے ہیں مگر اس میں افراط کی کونسی بات ہے ہم اسی مسئلہ خلافت کی پہلی تنقیح کے جواب میں واضح کر آئے ہیں کہ یہ دعوے بلا دلیل ہے کہ عصمت انبیاء کا خاصہ ہے۔ جناب مریمؑ بمطابق ارشاد قرآن۔ یا مریم ان اللہ اصطفاک وطہرک واصطفاک علی نساء العالمین۔ معصومہ ہیں مگر نبی نہیں ہیں اسیطرح فرشتے معصوم ہیں مگر نبی نہیں ہیں معلوم ہوا کہ کسی غیر نبی کو معصوم سمجھنا افراط نہیں ہے (جبکہ دلیل عصمت قائم ہو)

انبیائے ماسلف پر حضرت علیؑ کی فضیلت

باقی رہا سابقہ انبیاء سے حضرت علیؑ کی افضلیت کا مسئلہ تو قرآن سے عیاں ہے کہ افضلیت کا معیار کثرت علم اور طاقت جسمانی میں فوقیت ہے۔ بالفاظ دیگر علم کی فراوانی۔ اور فوقیت در طاقت جسمانی اور اس معیار پر جناب امیرؑ پورے اترے ہیں کیونکہ وہ وارث علم و شجاعت نبویہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان صفات میں باتفاق تمام اہل

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اسلام تمام انبیاء ماسلف علیہم السلام سے افضل و اشرف ہیں۔ لھٰذا ان کمالات کے وارث کو بھی افضل ماننا پڑیگا۔

علاوہ بریں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی فہمہ والی ابراھیم فی خلتہ والی موسی فی بطشہ والی یحیی فی زھدہ والی عیسی فی ورعہ فلینظر الی علی بن ابی طالب یعنی جو شخص جناب آدم کا علم و عرفان، حضرت نوح کا فہم و ذکا، جناب ابراھیم کی خلت و محبت، حضرت موسی کا رعب و دبدبہ، جناب یحیی کا زہد و تقوی اور حضرت عیسے کی اطاعت و پرہیزگاری دیکھنے کا خواہشمند ہے وہ حضرت علی بن ابی طالب کو دیکھ لے (ذخائر العقبی ص۲۶ طبع مصر۔ شرح نہج البلاغہ حدیدی۔ مناقب خوارزمی وغیرہ) ظاہر ہے کہ جو بزرگوار مختلف انبیاء کے انفرادی کمالات کا مجموعی طور پر حامل ہوگا فرداً فرداً ان سب سے افضل و اعلی ہوگا۔ وہو المقصود۔

ولیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی فرمان ہے "علی خیر البشر من شک فیہ فقد کفر" بیشک علی تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ جو کہ شک کرے وہ کافر گردد (ملاحظہ ہو کنوز الحقائق مطبوع برحاشیہ جامع صغیر سیوطی ۲۸ ص۱۶ طبع مصر ینابیع المودہ ص۲۰۳ طبع بمبئی۔ مودہ القربی ص۱۰ کنز العمال ج ۶ ص۱۵۵ کفایۃ الطالب ص۱۱۹ طبع النجف وغیرہ) ہر نبی کیلئے اپنی امت سے افضل ہونا عقلاً و شرعاً ضروری ہے۔ لھٰذا اگر کوئی ایسا غیر نبی شخص جو اس نبی کا امتی نہیں ہے۔ اس نبی یا انبیاء سے افضل ہو تو اسمیں کوئی عقلی و شرعی قباحت نہیں ہے۔

علم ماکان مایکون کی وضاحت

اسی طرح علم ماکان اور مایکون سے اجمالی اور صرف امور حتمیہ کا علم مراد ہے۔ نہ کہ تمام جزئیات کا تفصیلاً۔ علاوہ بریں ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی مخلوق میں اسکا قائل ہونا شرک و کفر ہے تو پھر اس کفر و شرک سے خود مؤلف بھی محفوظ نہیں ہیں کیونکہ وہ اپنی اسی کتاب کے ص۱۳۲ سطر ۱۲ پر ان الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا اعتراف کر چکے ہیں کہ "حضور علیہ السلام کو جن کو قیامت تک کے واقعات کا علم غیب حق تعالے نے بخشا ہوا تھا" فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

حلال و حرام کرنے کی توضیح

جن روایات میں یہ وارد ہے کہ ائمہ جس چیز کو چاہیں حرام کریں اور جسے چاہیں حلال کریں۔ خود انہی میں یہ وضاحت موجود ہے کہ ولکن ما یشاؤن الا ان یشاء اللہ مگر وہ وہی کچھ چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ صرف خدا کے حلال و حرام کو بیان کرنے والے ہیں۔ مذہب شیعہ تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ بغیر وحی الٰہی اور بغیر منشائے ربانی کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیں "تا بام چہ رسد؟ متضمن قانون شریعت صرف

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خداوند عالم ہے رسول اس قانون کا مبلغ اور امام محافظ ہوتا ہے ——— موت و حیات قبضۂ قدرت الٰہی میں ہے اس چیز میں کوئی مخلوق اسکی شریک نہیں ہے ——— ہاں یہ جو بعض اخبار میں ہے کہ امام اپنی مرضی سے مرتے ہیں تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ بموجب ۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

انکا مقام اللہ تعالےٰ کی نظر اقدس میں اسقدر بلند و بالا ہے کہ وہ ان ذواتِ قادسہ کو موت کا ذائقہ چکھانے سے پہلے انکی رضا معلوم کر لیتا ہے ۔ ولا ضیر فیہ نیز یہ بات کتب اہلسنت میں بھی موجود ہے (بلاحظہ ہو نفح المطالب ص ۵۸ طبع لاہور)

شیعہ کی درمیانہ روی

ان حقائق کی روشنی میں واضح و آشکار ہو گیا کہ مسلک شیعہ میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط بلکہ وہ صحیح معنوں میں جادۂ وسطیٰ پر گامزن ہیں یعنی وہ نہ تو جناب علیؑ یا دوسرے ائمہ کو خدا جیسا مانتے ہیں اور نہ ہی عام مخلوق جیسا سمجھتے ہیں بلکہ ان کو خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ سمجھتے ہیں ——— وکذالک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً (القرآن)

اہلسنّت تفریط کرتے ہیں

معلوم ہوا کہ علی اللہی اور نصیری لوگ جو غالی ہیں وہ افراط کا شکار ہیں اور اہلسنت تفریط میں مبتلا ہیں جو آنجناب کی بہت سی مسلّمہ خصوصیات کے منکر ہیں۔ نہ انکو خلیفہ بلافصل جانتے ہیں نہ انکو افضل الامۃ مانتے ہیں بلکہ خلافت کی طرح فضیلت میں بھی انکو چوتھا مقام دیتے ہیں (شرح فقہ اکبر۔ شرح مواقف و شرح مقاصد وغیرہ) ——— جو ان کو شیخین سے افضل کہے اس پر مفتری کی حد جاری کرتے ہیں ۔ (تنویر العینین شاہ ولی اللہ دہلوی) نہ انکو معصوم و مطہر جانتے ہیں ——— نہ انکے دوستوں سے دوستی اور نہ انکے دشمنوں اور ان سے جنگ کرنیوالوں سے دشمنی کرتے ہیں ——— نہ انکو عالم علم لدنی جانتے ہیں اور نہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد واحد مرکز رشد و ہدایت مانتے ہیں و ۔ و ۔ و ۔ و ۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ مکمل کھلا تفریط میں گرفتار ہیں اور جناب امیرؑ کو ان کے خدا دار مرتبہ و مقام سے نیچے گراتے ہیں۔

سوادِ اعظم کے مفہوم کی وضاحت

مؤلف کتاب اس بات سے پھولے کپڑوں میں نہیں سماتے کہ آنجناب نے یہ فرمایا ہے کہ فالزموا السواد الاعظم کہ سواد اعظم کو لازم پکڑو ——— ! اور پھر خوش فہمی سے سواد اعظم کا ترجمہ (بڑی جماعت) کر کے اس سے اپنے مذہب کی صداقت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں ۔ اور اپنی کثرت تعداد پر فخر و ناز کرتے ہوئے شیعوں کو آٹے میں نمک قرار دیتے ہیں ۔ مگر ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ
بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد

ان بھول بھلیوں سے وہ اپنے مذہب کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے نہیں لگا سکتے! ان کے افادہ معلومات کی خاطر عرض ہے کہ "سوادِ اعظم" اہل حق کو کہا جاتا ہے اگرچہ ان کی تعداد قلیل ہی کیوں نہ ہو ـــــ چنانچہ کتاب کنز العمال ج ۸ صفحہ ۲۱۵ طبع حیدر آباد دکن میں یحییٰ بن عبداللہ بن الحسن سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب امیر علیہ السلام دے رہے تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا۔ الجماعت، الفرقہ، اہلسنت اور اہل بدعت کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ـــــ فاما اهل الجماعة فانا ومن اتبعني وان قلوا ـــــ سو الجماعت میں اور میرے پیروکار ہیں اگرچہ تعداد میں تھوڑے ہی ہوں ـــــ فاما اهل الفرقة فالمخالفون لي ولمن اتبعني وان كثروا ـــــ اہل فرقہ سے مراد میرے اور میرے پیروکاروں کی مخالفت کرنے والے ہیں۔ اگرچہ کثیر التعداد ہی ہوں ـــــ واما اهل السنة المتمسكون بما سنه الله لهم ورسوله وان قلوا ـــــ اہلسنت وہ ہیں جو خدا اور رسول کے مقرر کردہ طریقہ پر گامزن ہوں۔ اگرچہ تھوڑے ہی ہوں ـــــ واما اهل البدعة فالمخالفون لامر الله ولكتابه ولرسوله العاملون برائيهم واهوائهم وان كثروا ـــــ اہلبدعت وہ ہیں جو خدا، اس کی کتاب اور اسکے رسول کی خلاف ورزی کریں اور اپنی رائے و قیاس پر عمل کریں۔ اگرچہ تعداد میں زیادہ ہی کیوں نہ ہوں" ـــــ الحمد للہ۔ خود "الذموا السواد الاعظم"۔ فرمانے والے کی زبان حق ترجمان سے معلوم ہوگیا کہ اس سے مراد آنجناب کے صحیح پیروکار ہیں اگرچہ تعداد میں قلیل ہی ہوں اور اس سے سابقہ بحث میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ صرف شیعہ ہی صحیح معنوں میں قرآن و عترت رسول کے دامن سے متمسک ہیں۔ لہٰذا وہی سوادِ اعظم کے صحیح مصداق ہیں۔ مزید اطمینان کی خاطر دو چار اور ثبوت پیش کئے جاتے ہیں

(۱) شرح فقہ اکبر طبع مصر صفحہ ۲ پر حدیث افتراق امت لکھنے کے بعد لکھا ہے۔ وفی روایة علیکم بالسواد الاعظم ومن طفیان لو ان فقیهًا واحدًا علی راس جبل لکان هو الجماعة ـــــ ومنه قوله تعالیٰ ان ابراهیم کان امة ای وحده ـــــ "یعنی روایت میں ہے کہ سوادِ اعظم کو لازم پکڑو ـــــ سفیان سے مروی ہے کہ اگر اکیلا فقیہہ جو کسی پہاڑ کی چوٹی پر ہو اور برحق ہو تو وہ تنہا جماعت ہے ـــــ اسی سے خدا کا یہ فرمان ہے کہ جناب ابراہیم امت تھے یعنی تنہا"۔ نصائح کافیہ صفحہ ۱۸۳ میں محمد بن اسلم طوسی کی زبانی سوادِ اعظم کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں "فان العصر اذا کان فیه عارف بالسنة داع الیها فهو الحجة هو السواد اعظم۔ ـــــ اگر کسی زمانہ میں صرف ایک شخص عارف سنت اور داعی الی الحق ہو تو وہ تن تنہا حجت اور سوادِ اعظم ہوگا۔ علامہ وحید الزمان الوار اللغۃ پ ۱۴ صفحہ ۱۶۱/۱۵۸ میں لکھتے ہیں "سوادِ اعظم سے مراد وہ جماعت ہے جو حق پر ہو اگرچہ اسکی تعداد قلیل

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہو اور یہی صحیح ہے ــــــ" (کذا فی معانی الاخبار صفحہ ۱۵ الجماعت اھل الحق اذا ان کانوا قلیلاً والفرقۃ اہل الباطل و ان کانوا کثیرا)

اکثریت کی مذمت

اگر دامن حق ہاتھ میں نہ ہو اور حق کی علمبردار نہ ہو تو صرف کثرت تعداد میں کوئی مجد و شرف نہیں ہے۔ بلکہ قرآن اسکی مذمت سے لبریز نظر آتا ہے ــــــ بل اکثرھم لا یومنون ــــــ اکثرھم الفاسقون ــــــ واکثرھم لا یعقلون ــــــ کان اکثرھم مشرکین ــــــ ولا تجد اکثرھم شاکرین ــــــ وغیرہ وغیرہ۔

اقلیت کی مدح

اسکے برعکس قلت کی مدح سے قرآن چھلک رہا ہے۔ ــــــ وقلیل من عبادی الشکور ــــــ کم من ــــــ فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ ــــــ وما آمن معہ الا قلیل ــــــ ثم تولیتم الا قلیلا ــــــ وقلیل ما ھم ــــــ وغیرہ وغیرہ۔

تبرس از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

بہر حال یہ حقیقت مسلم ہے کہ لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث ــــــ اے رسول! کہدو۔ کہ پلید اور پاک برابر نہیں ہوتے اگرچہ پلید کا بہت ہونا تجھے تعجب میں ڈال دے (فلک النجاۃ) الغرض شریعت مقدسہ آدمیوں کو تولنے کی قائل ہے گننے کی قائل نہیں۔ اور

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے (اقبال)

توہین حسنینؑ کے اتہام کا جواب

مولف نے خوف خدا سے بالا ہو کو شیعیان علی پر یہ جھوٹا الزام و اتہام لگایا ہے کہ وہ معاویہ سے صلح کرنے کی وجہ سے امام حسنؑ سے ناراض ہیں۔ سبحان اللہ ھذا بھتان عظیم (وانما یفتری الکذب الذین لا یومنون) اگر شیعیان علی و امام حسن کے جدّ نامدار سے معاویہ کے باپ ابوسفیان اور دوسرے اشرار و کفار سے حدیبیہ کے مقام پر صلح کرنے کی وجہ سے ناراض نہیں تو حسن مجتبیٰؑ کے معاویہ کے ساتھ صلح کرنے پر کس طرح ناراض ہو سکتے ہیں؟ جبکہ وہ نبی کی طرح اپنے ائمہ طاہرین کو معصوم جانتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کا ہر قول و فعل مشیت ایزدی کے تابع ہوتا ہے اسلئے معصوم کے کسی قول و فعل پر اعتراض کرنا وہ خدا پر اعتراض کرنے کے مترادف سمجھتے ہیں۔ چنانچہ سرکار علامہ مجلسی نے جلاء العیون صفحہ ۱۳۲ میں صلح حسنی کی بحث کا آغاز بھی اسی سے کیا ہے کہ "اعتراض بر ایشاں اعتراض بر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خدا است"۔ ——— شیعوں کا مذہبی لٹریچر دوسرے ائمہ اطہار کی طرح جناب امام حسن علیہ السلام کے فضائل و مناقب سے بھی لبریز نظر آتا ہے اور جن اخبار و آثار کو مؤلف نے بزعم خویش شیعوں کے امام حسنؑ کی توہین کرنے کے سلسلہ میں پیش کیا ہے یہ انکی کوتاہ اندیشی ہے ورنہ کسی ایک واقعہ سے بھی صحیح شیعیان علیؑ کی امام پر ناراضی ثابت نہیں ہوتی چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے پہلی روایت جلاء العیون اردو صفحہ ۲۶۱ سے پیش کی ہے۔ اسے اس مطلب سے کوئی ربط ہی نہیں۔ اس میں تصریح موجود ہے کہ وہ منافق تھے ——— چنانچہ اصل روایت کے الفاظ خود مؤلف نے یہ نقل کئے ہیں "جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت کا سنا" ——— جو حضرت امیرؑ کو (معاذ اللہ) کافر جانتے ہیں چنانچہ اسی روایت میں ذرا آگے موجود ہے کہ انہوں نے کہا "یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے۔ ——— کیا جو شخص جناب امیر علیہ السلام اور انکے لائق فرزند امام حسنؑ کو کافر سمجھے ایسے منافق کو مؤلف کتاب "شیعۂ علی" سمجھتے ہیں اور کیا شیعوں کی یہی تعریف ہے؟

شرم باید از خدا و از رسول

معلوم ہوا کہ ایسا کرنے والے خارجی اور منافق تھے شیعہ نہ تھے۔

اسی طرح دوسری روایت جو جلاء العیون صفحہ ۲۶۶ سے پیش کی ہے اس میں خود صراحت موجود ہے کہ ان مدعیان تشیع کے اس دعوے کو امام علیہ السلام نے ٹھکرا دیا۔ تو پھر مؤلف یا کسی اور شخص کو کیا حق ہے کہ وہ انکو شیعہ کہے اور انکے قول و فعل کو شیعوں کا قول و فعل قرار دے کر زبان اعتراض دراز کرے؟

اور یہی جواب تیسری روایت کا ہے کہ وہ ایراد کرنے والا ناقص الایمان تھا ورنہ ابھی اوپر وضاحت کی جا چکی ہے کہ شیعہ وہ ہوتا ہے۔ جو نبی کی مانند امام کو معصوم عن الخطا سمجھے اور اس کے ہر قول و فعل کو مرضی خدا کے تابع اور اس اعتراض کرنے کو خدا پر اعتراض تصور کرے۔ جب رسول اسلام کے ہمراہیوں میں بکثرت منافق ناقص الایمان لوگ موجود تھے جو قدم قدم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل پر ایراد کیا کرتے تھے (اس کی مکمل وضاحت اس کتاب کے ابتدائی حصہ میں کر دی گئی ہے) تو اگر ایسے لوگوں سے نواسۂ رسول کو بھی سابقہ پڑا ہو تو اس میں کون سی جائے تعجب ہے؟؟

اصل حقیقت کا انکشاف

بعد ازیں "متاخرین شیعہ" کے زیر عنوان مؤلف نے جلاء العیون اردو صفحہ ۳۰۰ سے جو روایت پیش کر کے اور واویلا کر کے زمین و آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں کہ العیاذ باللہ تو شہد سے وادباش بھی نہیں کرتے شیعوں نے امام پر افترا کیا ہے وغیرہ وغیرہ یہ روایت جلاء العیون فارسی تقطیع کلاں طبع ایران صفحہ ۱۳۲ پر مذکور ہے۔ جسکی ابتدا یوں ہے۔ ایضاً "روایت کردہ" یعنی نیز انہوں نے روایت کی ہے"۔ اس لئے کہا کہ انہوں نے اس سے قبل ایک واقعہ مناقب ابن شہر آشوب سے بایں الفاظ نقل کیا ہے" ابن شہر آشوب از

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

طریق مخالفاں روایت کردہ ـــــ یعنی ابن شہر اشوب نے مخالفین سے روایت کی ہے اس کے بعد بلا فاصلہ "نیز روایت کردہ" کہہ کر امام حسنؑ و مروان کا یہ مکالمہ نقل کیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بھی انہوں نے مناقب ابن شہر اشوب سے لیا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ مناقب شہر بن اشوب ج ۴ ص۵۵ طبع بمبئی پر مذکور ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ موصوف نے یہ ـــــ واقعہ کس سے لیا۔ عباس کی کتاب میں تصریح موجود ہے۔ اس کی ابتدا میں لکھا ہے وفی العقد ان مروان بن الحکم قال للحسن ـــــ اسرع الشیب الی شاربک یا حسن ـــــ یعنی کتاب العقد میں ہے کہ مروان نے حسنؑ سے کہا۔ اے حسن! تمہاری مونچھوں کے بال جلد سفید ہو گئے ہیں! اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ واقعہ شہاب الدین احمد معروف بہ ابن عبد ربہ اندلسی۔ متعصب سنّی کی کتاب العقد الفرید سے لیا ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور ج ۲ ص۱۱۵ طبع مصر قدیم میں بعینہٖ یہ واقعہ مذکور ہے۔ تو اگر بقول مؤلف اس میں امام حسنؑ کی توہین ہے یا ان پر افتراء ہے تو اس میں اوّلیت کا شرف اہل سنت کو حاصل ہے۔ شیعوں نے تو صرف ان کی متابعت کی ہے! اب تو مؤلف زیر لب کہتے ہوں گے ؎

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

علاوہ بریں اس مکالمہ میں کیڑے نکالنا اور اسے خلافِ تہذیب قرار دینا بھی عام ملاؤں کی طرح مولوی کرم الدین صاحب کی خشک و باقی، بے ذوقی کوتاہ نظری کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ارباب علم و اطلاع پر مخفی نہیں ہے کہ ایسا کلام جس میں قدرے ظرافت کی چاشنی ہو بڑے بڑے اکابر کے حالات میں مل جاتا ہے خصوصاً فی الہدیہ ایسا کلام کرنا جس سے مخالف کا ناطقہ بند ہو جائے۔ یہ کمالات میں داخل ہے۔ چنانچہ صاحب کتاب عقد فرید نے ص۱۰۹ سے لیکر ص۱۲۸ تک ایک پورا باب ایسے جوابات فاخرہ کیلئے وقف کیا ہے اور لکھا ہے کہ "سب سے زیادہ مشکل مرحلہ فی البدیہ جواب دینا ہے ـــــ اور اعتراف کیا ہے کہ اس سلسلہ میں قریش کا کوئی ہم پلہ نہیں"۔ تو اس کا کیا علاج کہ جسے دوسرے کمال سمجھتے ہیں وہ مؤلف کے نزدیک عین نقص بن جاتا ہے۔ سچ ہے۔

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است

ابوبکر کے کلام کا نمونہ

مؤلف کو اس ادیبانہ اور ظریفانہ کلام میں تو خلاف تہذیب، شہدے پن اور نہ معلوم کیا کیا عیب نظر آتے ہیں۔ مگر کبھی اپنے خلیفہ اوّل کے اس پاکیزہ کلام پر بھی نگاہ ڈالی ہے جو انہی کے عقیدت مندوں کے قلم سے لکھی ہوئی کتابوں میں موجود ہے ـــــ

(۱) ایک دفعہ میں قسم کھاتے ہوئے کہا۔ لو جرت الکلاب بارجل ازواج النبی لمارددت جیشاً۔ (تاریخ الخلفاء ص۵ طبع مصر قدیم) یعنی اگر کتے رسول کی بیویوں کی ٹانگیں بھی کھینچ لے جائیں تب بھی لشکر واپس نہ بلاؤں گا۔"

(۲) اور ابوبکر صدیقؓ نے جو اس مجلس میں حاضر تھے یہ بات سن کر عروہ کی تغلیط کی ـــــ یعنی گالی دی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

_____ امصص بظر اللات امصص سیغ امر ہے ____ مصدر اس کا مص بمعنی میکدن ۔ دودھ پینا ۔ چوسنا اور بظر اسے کہتے ہیں جو چھیچھڑا عورت کے ختنہ کرنے کے بعد فرج میں باقی رہ جاتا ہے۔" (مناہج النبوہ ترجمہ مدارج النبوہ ج ۲ ص ۴۲۲ طبع نولکشور لکھنؤ) _____ (۳) امصص بظر اللات (یہ ابوبکر صدیق نے عروہ بن مسعود ثقفی سے کہا) ابے جا لات کا ٹھنڈ چوس (اسکو بوسہ دے اسکو پوج)" (لغات الحدیث ج ۱ ص ۷۵ طبع کراچی از علامہ وحید الزمان) _____ اگر مؤلف اس وقت زندہ ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے کہ خدا کو حاضر جان کر بتائیں کہ ایسا بیجا نہ سوقیانہ فحش اور بیہودہ اور تہذیب و شرافت سے گرا ہوا کلام لوشہدے اوباش بے تمیز مشٹنڈے دس نمبریے بھی تخلیہ میں بیٹھ کر کرنے سے شرماتے ہیں ۔ جو آپ کے خلیفۂ اوّل نے کیا ہے ؟ یا وہ یہاں بھی یہی فتوے دیں گے کہ دوسرے علماء کسی وجہ سے ان سے ناراض تھے اسلئے ان ناعاقبت اندیشوں نے ایسا بیجا کلام انکی طرف منسوب کر کے ان پر ناروا حملہ کیا؟"

بدن بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سُنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

انبیاءؑ کے کثرتِ ازدواج کرنے کا جواب

مؤلف امام رضا علیہ السلام کے اس فرمان پر بھی آتش زیر پا نظر آتے ہیں کہ منجملہ اخلاق انبیاء کے کثرتِ جماع اور کثرتِ زنان بھی ہے _____ کیا حقائق اس کی تائید نہیں کرتے ؟ کیا حضرت داؤد کے گھر ایک سو اور جناب سلیمان کے گھر بھی سو بیویاں نہیں تھیں ؟ (قصص الانبیاء ثعلبی ص ۱۹۶ و ص ۲۳۶ طبع مصر) اور کیا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کم از کم تیرہ ۱۳ بیویاں موجود نہ تھیں؟

کیا مدارج النبوہ ج ۱ ص ۳۲ طبع نولکشور میں متعدد حوالہ جات سے یہ نہیں لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تیس اور دوسری روایت کے مطابق جنت کے چالیس مردوں کی طاقت موجود تھی اور یہ کہ ایک جنتی مرد کی طاقت دنیا کے سو مردوں کے برابر ہوتی ہے ۔ اسطرح آپ میں دنیا کے چار ہزار مرد کی طاقت ہوتی ہے اور یہ کہ وہ ایک ہی رات میں اپنی تمام بیویوں سے مباشرت کر لیا کرتے تھے ۔ (کذا فی البخاری ج ۲ ص ۷۵۸ طبع دہلی اسی جلد ۔ اسی صفحہ میں ابن عباس کا یہ قول موجود ہے فان فیہ هذه الامة اکثر ها نساءً ۔ یعنی اس امت کا بہترین آدمی وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں"۔

انبیاء اپنے تمام ظاہری و باطنی قوٰی میں سرآمد روزگار ۔۔۔ ہوتے ہیں ۔ تو قوتِ مردی میں بھی وہ سب لوگوں پر فائق ہونگے اور یا یہ ہمہ رگ ۔ کا ارتکاب نہ کریں تو یہ ان کے لئے باعثِ کمال ہے یا باعثِ نقص ؟؟ بلینوا توجروا!

مگر افسوس ؎

جز است سعدی و بچشم عداوت خار!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

قاتلانِ امام حسین شیعہ تھے

سید الشہداء حضرت امام حسینؑ سے جو سلوک شیعوں نے کیا

کتب شیعہ اس پر شاہد ہیں۔ کوفہ سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیج کر امام علیہ السلام کو بلوایا پہلے حضرت امام مسلم کو معہ خورد سال بچوں کے شہید کیا پھر امام حسین کو انہی شیعوں حضرت نے بے دردی سے قتل کیا ——— (بعد ازاں جلاء العیون اردو صفحہ ۴۷۹ سے ایسا ہی ایک حوالہ نقل کر کے آخر میں لکھا ہے ———) اس مسئلہ کی تفصیل آگے آئے گی۔ (آفتاب صفحہ ۱۴۲

الجواب

ہم بھی اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ آخر کتاب میں وہاں تبصرہ کریں گے جہاں مؤلف تفصیلاً اس مسئلہ پر گفتگو کریں گے انشاء ——— سردست صرف اسقدر لکھ دینا کافی ہے کہ یہ صرف ایک دوسرے کا منہ چڑانے کیلئے کہا جاتا ہے کہ قاتلانِ امام حسینؑ شیعہ تھے یا منی تھے؛ لیکن تاریخی واقعات اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دیتے ہیں کہ قاتلانِ امام اسلام سے دور کا بھی کوئی تعلق و واسطہ نہ رکھتے تھے۔ قتل حسینؑ کا اصل باقی یزید لعنہ تھا جس نے کفر والحاد میراث میں پایا تھا ——— یزید لعنہ کے بعد دوسرا شخص جسے قاتل حسین کہا جا سکتا ہے وہ پسر مرجانہ عبید اللہ بن زیاد ہے جو یزید لعنہ کے ساتھ یک جان دو قالب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا کفر و الحاد بھی طشت از بام ہے ——— تیسرا شخص جو براہ راست قتل حسینؑ کا ذمہ دار کہا جا سکتا ہے وہ عمر بن سعد ہے جس کا کفر و الحاد قطع نظر دوسرے تاریخی شواہد کے خود اس کے ان کافرانہ اشعار سے واضح و آشکار ہے۔ جو تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ صفحہ ۲۸۳ وغیرہ میں مذکور ہیں۔ اور اگر بفرض محال ان کو مسلمان تسلیم کیا جائے تو پھر ان کا مذہب وہی تھا جو یزید کا تھا اور یزید مؤلف کے مذہب میں رسول کا چھٹا خلیفہ ہے (تاریخ الخلفاء۔ شرح فقہ اکبر وغیرہ) اور جہاں تک فوج کا تعلق ہے۔ وہ انہی افراد پر مشتمل تھی جو اب یزید کو اور اس سے پہلے معاویہ کو خلیفۂ رسول جانتی تھی لہٰذا ان کا مذہب وہی تھا جو یزید کا تھا۔ یہ درست ہے کہ کسی زمانہ میں کوفہ شیعیان علی سے چھلک رہا تھا۔ مگر جونہی معاویہ کو ممالک اسلامیہ پر تسلط حاصل ہوا اور کوفہ پر نامعلوم باپ کا بیٹا زیاد حاکم مقرر ہوا۔ تو شیعیانِ کوفہ پر مظالم و مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور زمین خدا ان پر تنگ ہو گئی۔ ابوالحسن مدائنی نے کتاب الاحداث میں اور دیگر مؤرخین نے ان مظالم کی مرقع کشیاں کی ہیں چونکہ زیاد سب شیعیان علی کو جانتا پہچانتا تھا اسلئے اس نے چن چن کر ان کو قتل کیا۔ ہاتھ پاؤں قطع کئے، آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں۔ درختوں پر سولیاں دلوائیں۔ عراق سے جلا وطن کیا۔ یہاں تک کہ کوئی معروف و مشہور شیعہ علی ان میں باقی نہ رہا۔ (نصائح کافیہ صفحہ ۷۰) ——— یہ صورتحال کوئی ماہ دو ماہ یا سال دو سال نہیں بلکہ پورے بیس سال تک قائم رہی۔ یہاں تک کہ بچے جوان، جوان بوڑھے اور بوڑھے فنا ہو گئے جو کچھ بچے کھچے شیعہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تھے بھی۔ وہ انتہائی گمنامی اور کسمپرسی کے عالم میں زندگی کے دن گذار رہے تھے ـــــ بنابریں یہ سمجھنا کہ امام حسینؑ کو خطوط لکھنے والے سب مخلص شیعہ تھے۔ محض غلط ہے۔ یہ سب لوگ ہرگز شیعہ نہ تھے بلکہ بموجب مثل

ہر کسے سکہ زند خطبہ بنامش خوانند

ہوا کا رخ دیکھ کر چلنے والے ابن الوقت تھے۔ معاویہ کی موت کے بعد جو ملک میں انقلاب کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ یزید سے اس کی سیاہ کاریوں کی وجہ سے تنفر اور امام حسینؑ کی ہر دلعزیزی۔ ادھر کل جدید لذیذ کے طبعی قانون کے مطابق ہر تازہ تحریک میں لذت ہوتی ہے وہ بھی امام کو دعوت دینے کا محرک تھا اور جب انکے نمائندہ جناب مسلم تشریف لائے تو ہفتہ کے اندر اندر اٹھارہ ہزار کوفیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ـــــ مگر مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں کوفہ کے اندر اٹھارہ ہزار شیعوں کی تعداد کیونکر ہو سکتی تھی؟ عارضی و وقتی اسباب سے جو فضاء ہوا ہموار ہوئی تھی اس میں کیا ثبات و استقرار ہو سکتا تھا؟ اسی کا نتیجہ تھا جو بعد میں ظاہر ہوا ـــــ ہاں ان خطوط لکھنے والوں میں جو بعض مخلص شیعہ تھے وہ واقعۂ کربلا میں امامؑ کے ہمرکاب ہو کر لڑے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا (از رسالہ قاتلانِ حسینؑ کا مذہب) ـــــ ورنہ ظاہر ہے کہ شیعہ تو وہ ہوتا ہے جو علی اور اولادِ علیؑ کا متبع و پیرو کار ہو۔ نہ وہ جو ان کا جانی دشمن بلکہ جان لیوا قاتل و بدکردار ہو۔ مالکم کیف تحکمون؟

نوٹ:۔ اس موضوع کی پوری تحقیق ہماری کتاب سعادۃ الدارین فی مقتل الحسینؑ میں موجود ہے۔ اسکی طرف رجوع کیا جائے

لطیفہ مؤلف کی حالت بھی عجیب ہے کہ نہ ماننے پہ آئیں تو حضرت علیؑ کو پہلا امام اور امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ کو امام نہ مانیں اور ماننے پہ آئیں تو جناب مسلم بن عقیل کو بھی امام لکھ دیں

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

علاوہ برایں وہ کبھی "امام حسنؑ" کبھی "امام حسینؑ" کبھی امام باقرؑ اور کبھی "امام صادقؑ" لکھتے۔ وہ اسی مبحث امامت و خلافت کی پہلی تنقیح میں لکھ آئے ہیں کہ خلافت و امامت دو الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ تو بنابریں کیا وہ ان ذوات مقدسہ کو رسول اسلام کا خلیفہ بھی تسلیم کرتے ہیں؟ اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو آنحضرت کے ارشاد کے مطابق کل خلیفے بارہ ہیں۔ جن کی تعداد ائمہ اہلبیت سے پوری ہو جاتی ہے پھر وہ دوسرے سلسلہ کے خلفاء کو کیا جانتے ہیں؟؟ بینوا توجروا!

قاتلان امیر رضی اللہ عنہ شیعہ ہی تھے

اسی طرح امیر المومنین علی المرتضےٰ کو بھی شہر کوفہ میں جو شیعیان علی کا مرکز تھا ایک ملعون کے ہاتھ سے شہید ہونے ـــــ (پھر جلاء العیون اردو صفحہ ۲۲۲ سے اس مضمون کی ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت علیؑ اس شہر میں شہید ہوئے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جو علی کے شیعوں کا محل و مسکن ہوگا) ـــــ ابن ملجم قاتل جناب امیر شیعہ تھا ـــــ

چنانچہ کتاب مذکور کے جلد ۱ صفحہ ۱۹۹ میں ہے۔ شیخ مفید وغیرہ نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے جناب امیر نے لوگوں سے بیعت لی۔ اسوقت عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی ملعون آیا کہ حضرت سے بیعت کرے۔ حضرت نے اسکی بیعت قبول نہ فرمائی یہاں کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا اور مرتبہ سیوم میں حضرت سے بیعت کی جب اس نے پیٹھ پھیری۔ حضرت نے پھر اسے بلایا اور قسمیں دیں کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا۔ اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لئے۔

نظم

ان کو فیلوں نے کیسی دغا دی امیر کو
بن کر مرید قتل کیا اپنے پیر کو

بدنام خارجی تو ہیں بغض و عناد میں
پر بڑھ گئے ہیں رافضی شر و فساد میں

مسلم کو بھی شہید کیا کر کے میہماں
مظلوم کو نہ ایک بھی شیعے دی اماں

پھر کر دیا شہید جناب حسینؑ کو
ابن علیؑ رسول کے اُس نور العین کو

بلوایا کس نے آپ کو لکھ کر مراسلات
پھر کس نے ان سے روک لیا دجلہ و فرات

بھوکے پیاسے مار دیئے اہلبیت سب
بن کر مرید پیر پہ بڑھایا تھا یہ غضب

قاتل جناب کے بھی روافض ہیں آہ آہ
اس پر کتابیں شیعہ کی ہیں سربسر گواہ

ماتم ہوا امام کا گھر میں یزید کے
ہیں ماتمی یہ گویا مرید اس غنید کے

اس سنتِ یزید سے لائق ہے اجتناب
رونے میں پیٹنے میں نہ ہرگز ہے کچھ ثواب

صابر کو ملتا اجر ہے رب العباد سے
چھوٹے جو صبر رہتا ہے خالی مراد سے

کرنے سے جزع فزع کے ہوتا ہے بس گناہ
اس مسئلہ پہ سارے ائمہ بھی ہیں گواہ

مطلوب بس نصیحت احباب ہے دبیر
کینہ حسد سے اپنا مگر صاف ہے ضمیر

الجواب

اگر مؤلف کے ہم بودے اور رکیک استدلال

کے جواب میں کوئی یہ کہہ دے کہ جناب عثمان کے قاتل سنی العقیدہ اور عثمانی المسلک تھے کیونکہ ان سب نے قتل سے پہلے عثمان کی بیعت کی ہوئی تھی۔ تو موصوف کیا جواب دیں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ تمام سنی و شیعہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مؤرخین متفق ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی العقیدہ شخص تھا۔ اور صرف از راہِ منافقت جناب امیر کی بیعت کی تھی۔ اسی لئے تو آنجناب نے دو مرتبہ اس سے بیعت نہ لی تھی۔ ورنہ مؤلف اس انکار کی وجہ بتائیں؟ اور بالآخر اس کے اصرار سے مجبور ہو کر بیعت تو لے لی۔ مگر اتمام حجت کی خاطر اس سے اور لوگوں سے زیادہ عہد و پیمان لئے۔ یہ سب باتیں کس بات کی غمازی کرتی ہیں؟ وہ دیدۂ بینا رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہاں البتہ ؎

دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے؟؟

مؤلف نے جلاء العیون سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ تو مذکور ہے کہ حضرت علیؑ کو جس شہر میں شہید کیا جائے گا وہ شیعیان علی کا مسکن ہوگا۔ مگر اس میں یہ تو مذکور نہیں کہ قاتل بھی شیعہ ہوگا۔ کیا کوفہ میں غیر شیعہ موجود نہ تھے؟ ضیافت طبع کی خاطر نظم کا جواب نظم میں ہمہاں ردیف و قافیہ پیش خدمت ہے۔

قاتلانِ عثمان

از قلم حقیقت رقم منظور بخاری (مرحوم)

سمجھائے کس طرح سے کوئی بدضمیر کو
وہ کون تھا کہ جس نے دغا دی امیرؑ کو

شیرِ خدا کے قتل میں شیعہ ہی تھے اگر
سنّی کہاں چلے گئے کچھ تو بتا خبر

آلِ نبیؐ پہ ظلم کی آندھی چل رہی
امت تمام دیکھتی یونہی کھڑی رہی

بدنام اہل کوفہ ہیں بغض و عناد میں
اہلِ مدینہ بڑھ گئے لیکن فساد میں

لیکن مقام حیرت و عبرت ہے دوستو
قتل خلیفہ ایک حقیقت ہے دوستو

عثمان قتل ہو گئے دارالامان میں
نادم تمام سنّی ہیں اب تک جہان میں

مظلوم کو نہ ایک بھی سنّی نے دی اماں
شیعہ تو خیر کب تھے؟ کہ ہوتے کہیں وہاں

بن کر مرید حضرت عثمان کا عجب
دفنایا بے نماز ہی کیسا کیا غضب

عثمانِ باحیا کے قاتل تھے کون کون؟
ارباب فتنہ کیش میں شامل تھے کون کون؟

سنّی شریک قتل خلیفہ میں گر نہیں
قاتل علیؑ۔ حسینؑ کے شیعہ بھی پھر نہیں

ملتا ہے جس سے راہِ ہدایت کا بس سُراغ
واللہ تجلیات صداقت ہے وہ چراغ

منظور کچھ پہ لطف شہِ مشرقین ہے
تو جو رفیقِ کار محمد حسین ہے

حضرت امام محمد باقر و جعفر صادق رحمہم اللہ تعالےٰ

ان حضرات پر تو شیعہ صاحبان کی انتہا سے زیادہ نظرِ عنایت ہے ——— ان حضرات کی نسبت جو جو اتہام شیعہ صاحبان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نے لگاتے ہیں۔ سن کر تعجب ہوتا ہے۔

(۱) حضرت محمد باقر کی نسبت ——— من لا یحضرہ الفقیہ ص۱۱۴ میں لکھا ہے دخل ابو جعفر ——— (بجذف عربی) ترجمہ "امام محمد باقر بیت الخلاء ——— میں داخل ہوئے تو وہاں روٹی کا ٹکڑا گوبر میں پڑا ہوا تھا۔ آپ نے اٹھا کر دھو لیا اور اپنے غلام کے حوالہ کیا کہ اسے محفوظ رکھنا جب میں باہر نکلوں گا تو اسے کھاؤں گا۔ جب آپ باہر نکلے تو نوکر سے ٹکڑا مانگا۔ اس نے کہا حضرت وہ تو میں نے کھا لیا۔ آپ نے کہا جائیں میں نے تجھے آزاد کیا کیونکہ تو ٹکڑے کے کھانے سے جنتی ہو گیا ——— دیکھئے یہ کیسا الزام امام ——— پر ہے کہ آپ گوبر سے ملوث ٹکڑا کھا لینا جائز سمجھتے تھے ——— بلکہ اس میں اتنا ثواب سمجھتے کہ کھانے سے جنت مل جاتی ہے۔

(۲) کیا حضرت پہلے جنتی نہ تھے ———

(۳) ——— جنت ایسی ارزاں ہو گئی کہ ایسے متعفن لقمہ کھانے سے مل جاتی ہے ———

(۴) ان ابا جعفر علیہ السلام (بجذف عربی) ——— ترجمہ: امام محمد باقر علیہ السلام کہا کرتے تھے کہ جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ حمام میں تہہ بند باندھے بغیر داخل نہ ہوا کرے۔ ایک روز آپ حمام میں داخل ہونے لگے تو اپنی شرمگاہ کو آپ نے چونہ لگا دیا۔ جب چونا لگا چکے تو تہہ بند کھول کر پھینک دیا۔ غلام نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ تو ہمیں تہہ بند باندھنے کا ضروری حکم دیا کرتے تھے اور آج آپ نے تہہ بند اتار کے پھینک دیا ہے۔ فرمانے لگے تجھے معلوم نہیں ہے کہ چونہ نے شرمگاہ کو چھپا لیا ہے"۔ (فروع کافی ج ۲ ص۶۱) توبہ توبہ ائمہ پاک کے ذمے یہ کیسا افترا ہے کہ لوگوں کو تو تہہ بند باندھے حمام میں داخل ہونے کا حکم دیتے تھے اور خود شرمگاہ کو چونہ لگا کر تہہ بند پھینک کر اپنے غلام کے سامنے ننگ دھڑنگ کھڑے ہو گئے ——— کیا ایسی حرکت کوئی باحیا آدمی کر سکتا ہے ——— (۵) فروع کافی ج ۲ ص۶۰ میں ہے عن ابی الحسن الماضی ——— (بجذف عربی) ترجمہ: امام ابو الحسن ماضی فرماتے ہیں کہ شرمگاہیں صرف دو ہیں۔ اگلی اور پچھلی لیکن پچھلی تو چوتڑوں سے چھپی ہوئی ہے پس جب تو نے ذکر اور خصیتین کو چھپا لیا تو تو نے اپنی شرمگاہ کو چھپا لیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ دبر کو تو چوتڑوں نے چھپا لیا ہے اور اگلی فقط ہاتھ سے چھپا لو بس ستر عورت ہو گیا لاحول ولا قوۃ۔ امامان پاک کا درجہ تو بہت رفیع ہے۔ کوئی باحیا شخص ایسا حکم دے نہیں سکتا ——— (۶) اسی فروع کافی ج ۲ ص۶۱ میں ہے (بجذف عربی) ——— ترجمہ "امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کافر مرد

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یا عورت کی شرمگاہ کو دیکھ لینا ایسا ہے جیسا گدھے کی شرمگاہ دیکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے" ——— واہ چہ خوش!

——— مسلمان مرد اور مسلمان عورت کی شرمگاہ کو تو چونہ سے ڈھانپ لینا چاہیئے۔ ہاں کافر مرد عورت کی شرمگاہ دیکھ لیا کرو ———

ع نگاہِ شوق کو حاصل ہے کیا کیا لطفِ نظارہ
کہ عریاں دیکھنا جائز ہے معشوقانِ کافر کو

اسی قسم کے عجیب و غریب مسائل اہلِ بیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں ان میں سے کسی قدر مسائل بطور مشت نمونہ خروار درج کئے جاتے ہیں (آفتاب ص۱۷۸)

الجواب

متنبی نے بالکل بجا کہا ہے۔

وکم من عائب قولاً صحیحاً
وآفتہ من الفہم السقیم

یعنی بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو صحیح بات کو غلط کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ بات غلط نہیں ہوتی بلکہ ان کا دماغ خراب ہوتا ہے۔ یہی کہاوت ہمارے مؤلف صاحب پر بھی صادق آتی ہے کہ وہ فضیلت کو بھی رذیلت سمجھ رہے ہیں۔ سچ ہے۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

ایسا اعتراض وہی شخص کر سکتا ہے جو اپنی کتب فقہیہ کی ابجد سے بھی ناواقف ہو۔ ورنہ جن کے مذہب میں "موزہ پاخانہ سے بھرا ہوا ہو۔ تو زمین پر رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے (ہدایہ جلد ۱ ص۶۹) ——— اور اگر کسی عضو پر نجاست مثل شراب و منی وغیرہ لگی ہو تو زبان سے چاٹنے سے وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے (حقیقۃ الفقہ ص۱۴۷ و مختار ج۱ ص۲۳ قاضی خاں ج۱ ص۱۱) اور جن کے نزدیک سؤر کا چمڑا بھی رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے (شرح وقایہ ص۱۴ وغیرہ) ——— تو کیا ان کے نزدیک بیت الخلا میں پڑا ہوا روٹی کا ٹکڑا پانی سے دھونے سے پاک نہیں ہو سکتا؟ اس میں خدا کے رزقِ حلال کا احترام پایا جاتا ہے۔ جو یقیناً کارِ ثواب ہے۔ کیا اچھے اور نیکی کے کام صرف اسے کرنے چاہئیں جو بخشا ہوا نہ ہو اور نیکو کاروں کو کارِ خیر بجا لانے کی ضرورت نہیں؟ اگر اہلسنت کے نزدیک صرف کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے جنت واجب ہو سکتی۔ (بخاری شریف ج۱ ص۱۴۲) تو ایسا ٹکڑا کھانے سے جنت ملنے پر انہیں کیا ایراد ہو سکتا ہے؟ حالانکہ روایت میں یہ مذکور نہیں کہ وہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پاخانہ میں لتھڑا ہوا تھا بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ "بیت الخلاء میں پڑا تھا" الفرق واضح۔

(۲) ـــــ حمام میں داخل ہونا اور نورہ لگانا پیغمبر اسلام کی سنت ہے (فتاوی قاضی خاں ج ۱ ص ۸) اور شرمگاہ کی جو حد اس حدیث میں بیان کی گئی ہے بعض ائمہ اہلسنت کے نزدیک بھی وہی ہے۔ چنانچہ کتاب متفق مفترق معروف بہ افصاح (علی ما نقل عنہ فی النزہا) میں مرقوم ہے۔ فی حد عورۃ الرجل وقال احمد فی الروایۃ الاخریٰ ھی القبل والدبر وھی روایۃ عن مالک "یعنی مرد کی شرمگاہ کی حد کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے مراد صرف قبل و دبر (آگا پیچھا) ہے اور یہی روایت امام مالک سے بھی ہے" ـــــ (کذا فی رحمۃ الامۃ فی اختلاف الامۃ)

ـــــ بنابریں اگر نورہ گاڑھا ہو تو اس سے اسی طرح ستر حاصل ہو جاتا ہے جس طرح کپڑے سے حاصل ہوتا ہے

ـــــ علاوہ بریں اس روایت میں یہ کہاں وارد ہے کہ امام غلام کے سامنے کپڑے اتار کر کھڑے ہو گئے تھے اس میں تو یہ ہے کہ جب آپ حمام میں تشریف لے گئے اور تہہ بند اتار کر باہر پھینکا تو غلام نے وہ سوال کیا جو روایت میں مذکور ہے۔ ذرا اپنی بخاری شریف کا مطالعہ فرمائیں جس میں جناب موسیٰ اور جناب ایوب کا ننگے غسل کرنا مذکور ہے اسی بنا پر بخاری نے ایک باب منعقد کیا ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ باب من اغتسل عریانا وحدہ والستر افضل (ج ۱ ص ۴۳ طبع دہلی) یعنی تنہا ننگے نہانے کا باب اگرچہ ستر افضل ہے ـــــ چنانچہ حضرت موسیٰ والے واقعہ کی شرح میں فاضل عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں۔" وفی الحدیث دلیل علی اباحۃ التعری فی الخلوۃ وغیرہ بحیث یأمن اعین الناس وفیہ دلیل علی جواز النظر الی العورۃ عند الضرورۃ الداعیۃ الیہ۔ یعنی اس حدیث سے خلوت وغیرہ میں ننگے ہونے کے جواز پر دلیل ہے۔ جبکہ لوگوں کی نگاہوں سے امن ہو اور یہ کہ ضرورت کے وقت شرمگاہ کی طرف نظر کرنا بھی جائز ہے" حمام میں نہانا تو درکنار امام مالک کے نزدیک تو ننگے نماز پڑھنے سے نماز بھی باطل نہیں ہوتی ـــ جیسا کہ کتاب رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ مؤلفہ شیخ عبدالوہاب شعرانی میں لکھا ہے" وستر العورۃ من المعیون واجب بالاجماع وھو شرط فی صحۃ الصلوٰۃ الا عند مالک قال ھو واجب الصلوٰۃ ولیس بشرط فی صحتھا۔ یعنی بالاجماع شرمگاہ کا چھپانا نماز میں واجب اور شرط صحت نماز ہے۔ سوائے مالک کے کہ ان کے نزدیک واجب تو ہے لیکن صحت نماز کی شرط نہیں ہے" (یعنی اگر کوئی شخص ننگا ہو کر نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی) انصاف شرط ہے اگر تہہ بند کے بغیر نماز ہو سکتی ہے تو کیا حمام میں غسل نہیں ہو سکتا، علاوہ بریں یہ روایت سند کے اعتبار سے مجہول ہے جو نا قابل استدلال ہے۔ دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے ذرا اپنے کارخانہ کے مال پہ بھی نظر ڈال لینی چاہیئے! تاکہ بعد میں پچھتا کر یہ نہ کہنا پڑے کہ ؎

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

——— باقی رہا کافر مرد کی شرمگاہ کی طرف دیکھنے کا جواز (روایت میں کافرہ عورت کا کوئی ذکر نہیں) یہ مطلب خدا کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ اولٰئک کالانعام کہ کافر چوپاؤں کی مانند ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ مسلمان کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا اس کے اسلامی احترام کی وجہ سے حرام ہے اور یہ چیز کافر میں مفقود ہے۔ کیونکہ وہ چوپاؤں کی مانند ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر ——— کمالا یخفی۔

بعد ازیں اگر ہم اس موقع پر ان کے شعر کے جواب میں یہ شعر پڑھ دیں تو! عث ناراضی تو نہ ہوگا؟

لا مذہبوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
ہے اعتراض اوروں پہ اپنی خبر نہیں

مسائل شیعہ جو ائمہ اہلبیتؑ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں

پہلا مسئلہ ——— یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو بدا ہوتا ہے۔ یعنی معاذ اللہ وہ جاہل ہے۔ اس کو سب باتوں کا علم نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اسکی اکثر پیشگوئیاں غلط ہو جاتی ہیں اور اسکو اپنی رائے بدلنا پڑتی ہے ——— اس کے برابر کوئی عبادت نہیں۔ چنانچہ اصول کافی صـ۵۳ میں مستقل باب ——— ہے (۱) ——— ۲ ——— ۳ (بحذف عربی) ——— زرارہ بن اعین نے حضرت امام باقر یا صادق سے روایت کی ہے۔ خدا کی عبادت بدا کے برابر کسی چیز میں نہیں۔

(۲) مالک جہنی کہتے تھے کہ امام صادق نے کہا اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ بدا کے ——— اقرار کرنے میں ثواب ہے تو وہ اس سے باز نہ رہیں۔

(۳) مرازم بن حکیم راوی ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے کہا کسی نبی کو نبوت نہیں ملی جب تک اس سے پانچ چیزوں کا اقرار نہ لیا گیا ہو۔ بدا اور مشیت اور سجدہ اور عبودیت اور اطاعت۔ ان روایات سے بدا کا ضروری مسئلہ ہونا ——— ثابت ہوتا ———

بدا کیا چیز ہے؟ ——— کتب لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کتب لغت میں لکھا ہے۔ "بدا لہ ای ظہر لہ ما لم یظہر" (فلاں شخص کو بدا ہوا یعنی وہ چیز معلوم ہوئی جو پہلے معلوم نہ تھی)

بدا کی مثالیں شیعہ کتابوں میں بدا کے واقعات بہت مذکور ہیں ذیل میں دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (۱) ——— بحار الانوار میں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

روایت کی ہے (بحذف عربی) ـــــ ترجمہ: "امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ انہوں نے اسمٰعیل کو اپنا قائم مقام اپنے پیچھے بنایا۔ پھر اسمٰعیل سے کچھ ناپسندیدہ حرکت سرزد ہوئی تو پھر موسےٰ کاظم کو اپنا قائم مقام بنا دیا۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی تو امام نے فرمایا۔ اسمٰعیل کے متعلق خدا کو بداء ہوا اور خدا کو پہلے ایسا بداء نہیں ہوا جیسا کہ میرے بیٹے کے بارہ میں ہوا۔"

دوسرا واقعہ امام علی نقی نے خبر دی کہ میرے بعد میرا بیٹا محمد امام ہوگا۔ لیکن شاید خدا کو علم نہ تھا کہ وہ باپ کی زندگی میں فوت ہو جائے گا جب وہ فوت ہوا۔ تو معاذ اللہ خدا کو رائے بدلنی پڑی۔ حسن عسکری امام ہوئے۔ ـــــ اصول کافی ص۲۰۱ میں ہے (بحذف عربی) ـــــ ترجمہ "ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں ابوالحسن (امام تقی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب کہ انکے بیٹے ابو جعفر (محمد) فوت ہو گئے اور میں اپنے دل میں خیال کر رہا تھا اور کہنا چاہتا تھا کہ محمد اور حسن عسکری کا معاملہ اس وقت موسےٰ کاظم اور اسمٰعیل کا سا ہے۔ ان دونوں کا واقعہ بھی ان دو کی طرح ہے۔ اچانک امام تقی متوجہ ہو گئے۔ ابھی یہ بات کہنے نہ پایا تھا اور کہا کہ اے ابو ہاشم! خدا کو ابو محمد یعنی حسن عسکری کے بارہ میں محمد کے بعد بداء ہوا۔ جو بات معلوم نہ تھی معلوم ہو گئی۔ جیسا کہ خدا کو دربارہ موسیٰ کاظم اسماعیل کے بعد ہوا جس سے اصل حقیقت ظاہر ہو گئی اور بات ویسی ہی ہے جیسی تم نے اپنے دل میں خیال کی اگرچہ بدکار لوگ اس کو ناپسند کریں اور ابو محمد! ـــــ (حسن عسکری) میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اس کے پاس تمام ضرورت کی چیزوں کا علم ہے اور نیز اس کے پاس آیت امامت بھی ہے" ـــــ اور یہ بات کہ بداء کے ماننے سے معاذ اللہ خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ خود علماء شیعہ نے تسلیم کر لی ہے چنانچہ مولوی دلدار علی مجتہد شیعہ نے ـــــ اساس الاصول ص۲۱۹ میں تحریر کیا ہے۔ (بحذف عربی) ترجمہ۔ چاہیئے کہ بداء کا قائل نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے باری تعالےٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے" ـــــ لیکن شیعہ مولوی دلدار کو مانیں یا اصول کافی۔ جیسی مستند و مصدقہ امام مہدی کتاب حدیث کا اعتبار کریں؟ ـــــ نعوذ باللہ شیعہ بداء کے قائل ہو کر خدا کو جاہل بتا رہے ہیں تو دوسروں کو کیا شکایت

ع سمجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی ذوق بات ان کے
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے؟

(آفتاب ص۱۸۰)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب ۔ بدا کا بیان

مؤلف نے اپنی عادتِ شریفہ کے مطابق یہاں بھی دین و دیانت اور خوف حشر و نشر کے تقاضوں سے بالا ہو کر مسئلہ بدا پر تنقید کی ہے ۔ انہوں نے بدا کی یہ توضیح کی ہے کہ (معاذ اللہ) "خدا جاہل ہے اس کو بہت سی باتوں کا علم نہیں ہوتا" حالانکہ اصول کافی کے جس باب سے انہوں نے بدا کی تین روایات نقل کی ہیں اسی باب میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد موجود ہے "ان اللہ لم یبد لہ من جھل" خدا کو کبھی جہل کی وجہ سے بدا نہیں ہوتا" ـــــ نیز اسی باب میں یہ سوال و جواب بھی موجود ہے ۔ منصور بن حازم آنجناب سے دریافت کرتا ہے "ھل یکون الیوم شیئ لم یکن فی علم اللہ بالامس ؟ آیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آج کوئی ایسی چیز واقع ہو جس کا خدا کو کل علم نہ تھا؟ فرمایا نہیں پھر فرمایا من قال ھذا فاخزاہ اللہ ۔ جو شخص ایسا کہے خدا اسے ذلیل و رسوا کرے" ۔ یہ امام کی بددعا کا نتیجہ ہے کہ اگرچہ موصوف ہمیشہ ذلیل و رسوا رہے ہیں ۔ مگر آج (جبکہ ان کی موت کو عرصۂ دراز گذر چکا ہے) ان کی رسوائی کے مزید اسباب جمع ہوتے ہیں ۔ بہرحال روایت میں یہ صراحت موجود ہے ، ہمارے علماء اعلام کے کلام میں یہ وضاحت موجود ہے کہ خدا کو معاذ اللہ نادانی کی وجہ سے بداء نہیں ہوتا ۔ چنانچہ علامہ سید عبداللہ شبر مصابیح الانوار ج ۱ ص ۳۳ طبع نجف اشرف میں لکھتے ہیں "ومن نسب ذلک الی الامامیۃ من النواصب فقد افتری علیھم کذبا والامامیۃ بنہ براء" "جو شخص نا صبیوں میں سے یہ مطلب امامیہ کی طرف منسوب کرتا ہے وہ ان پر افترا پردازی کرتا ہے اور وہ اس سے بیزار ہیں" بعد ازیں کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ شیعہ خدا کو جاہل سمجھتے ہیں (معاذ اللہ)

بداء کی لغوی تحقیق

ہاں یہ درست ہے کہ بدا کے لغوی معنی یہی ہیں کہ ظہور بعد الخفا ۔ (اور اسی وجہ سے مخالفین کو زبان اعتراض دراز کرنے کا موقع ملتا ہے) ـــــ مگر شیعہ اس معنی کے اعتبار سے ہرگز بدا کے قائل نہیں ۔ بلکہ جب یہ لفظ خدا تعالیٰ کے حق میں استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے "اظہار بعد الخفاء" ـــــ یعنی جو چیز لوگوں پر پہلے مخفی ہوتی ہے خدا اسکو ظاہر کر دیتا ہے ۔ جیسے قرآن مجید میں وارد ہے ۔ وبدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون ۔ خدا کی طرف سے لوگوں پر وہ بات ظاہر ہوئی ۔ جس کا ان کو پہلے سان گمان بھی نہ تھا ـــــ یہ حقیقت ارباب علم و فہم پر پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی لفظ کے متعلق و منسوب الیہ کے بدلنے سے اس کے معنی بھی بدلتے رہتے ہیں مثلاً اھدنا الصراط المستقیم پڑھنا ہر شخص ہے تو کیا جاہل و عالم ، نیک و بد ۔ ولی و نبی ہر شخص کے اعتبار سے اس کے ایک ہی معنی کئے جائیں گے؟ یا متعلق کے بدلنے سے معنی بھی بدلتے رہیں گے ؟ اسی وجہ سے علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان میں اس کے ستر معنی بیان کئے ہیں ۔ اسی طرح آیت مبارکہ قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمؤمنون ـــــ میں کیا خدا و رسول اور اہل ایمان کی رؤیت یکساں ہے ؟ ـــــ بہرکیف "بدا للہ" کے معنی ہیں "بدا من اللہ"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور لام بمعنیٰ من استعمال ہوتی رہتی ہے (ملاحظہ ہو مغنی اللبیب ج ۱ ص ۱۷۹ طبع مصر) جریر کہتا ہے۔

لنا الفضل فی الدنیا والدین راغم
ونحن لکم یوم القیمۃ افضل

یہاں "نحن لکم" بمعنیٰ "نحن منکم" ہے ــــــ

بداؑ کا اصطلاحی مفہوم

خداوند عالم کے دو نظام ہیں۔ ایک نظام تشریعی۔ دوسرا نظام تکوینی نظام شریعت میں جس چیز کا نام "نسخ" ہے (جس کے سب مسلمان قائل ہیں کہ شرعی احکام حالات و ظروف کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں) اسی چیز کا نام نظام تکوینی میں بداء ہے (کہ انسان کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدل دینا۔ گدا کو شاہ۔ شاہ کو گدا۔ فقیر کو امیر۔ امیر کو فقیر تندرست کو بیمار۔ بیمار کو تندرست کرنا وغیرہ وغیرہ) بالفاظِ دیگر "النسخ کالبداء التشریعی والبداء کالنسخ تکوینی" یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے کہ کوئی عقلمند اور بابصیرت انسان اس کے انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خداوندِ عالم قادر مطلق ہے اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید چونکہ اس عقیدہ سے یہودیوں کے اس نظریۂ باطلہ کی زبردست رد ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے خدائی اختیارات اپنے بعض خاص بندوں کو تفویض کر دیئے ہیں اور اب خود بیکار ہو چکا ہے۔ ید اللہ مغلولۃ (معاذ اللہ) اسی طرح اس سے ان بعض نام نہاد مسلمانوں کے خیالات فاسدہ کا بھی ابطال ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں "جف القلم بما کان وما ھو کائن" یعنی قلم قدرت خشک ہو چکا ہے۔ نوشتۂ ایزدی میں اب کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا" مطلب یہ کہ اب خدا مسلوب الاختیار ہے (معاذ اللہ) ــــــ خدا فرماتا ہے۔ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب خدا جسے چاہتا ہے۔ محو کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثبت کر دیتا ہے۔ اسی کے پاس ام الکتاب ہے ؛

بداؑ کے بڑی عبادت ہونے کا فلسفہ

چونکہ اس عقیدۂ صحیحہ سے خدائی قدرتِ کاملہ اور سلطنت عظمیٰ اور اختیاراتِ مطلقہ کا بہت زیادہ اظہار ہوتا ہے اسلئے ائمہ معصومینؑ نے اس عقیدہ پر بہت زور دیا ہے اور اسے خدا کی سب سے بڑی عبادت قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر بداء نہ ہو تو دعا و پکار، صدقہ و خیرات، شفاعت و توسل اور گریہ و زاری کا کوئی مقصد ہی باقی نہیں رہتا بلکہ یہ تمام سلسلہ عبث اور بے فائدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ کما لا یخفی علی العوام فضلاً عن العلماء الاعلام ؛

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مؤلف کے پیش کردہ واقعات کی تردید

مؤلف نے اس سلسلہ میں جو دو واقعات بیان کئے ہیں اور ان سے جو نتائج اخذ کئے ہیں۔ وہ بناء الفاسد علی الفاسد کی بدترین مثال ہیں۔ پہلا واقعہ بحار الانوار کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادق نے اپنے فرزند اسماعیل کو قائم مقام بنایا۔ مگر جب اس سے کچھ ناپسندیدہ حرکت سرزد ہوئی تو پھر موسیٰ کاظم کو بنایا اور وجہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ خدا کو اسماعیل کے متعلق بداء ہو گیا ہے۔" بحار الانوار کی سابقہ ۲۵ جلدیں ہیں اور اب تو سو جلدوں سے زائد تعداد میں شائع ہو رہی ہے جب تک جلد اور صفحہ کا حوالہ نہ ہو اس وقت تک کون اس بحر بے کنار میں غوطہ زنی کر سکتا ہے؟ ــــ علامہ سید عبداللہ شبر فرماتے ہیں "لم نعثر علیها بعد الفحص (مصابیح الانوار ج ۱ صفحہ ۳۴) یعنی باوجود تلاش بسیار ہم اس روایت پر مطلع نہیں ہو سکے" ــــ "من ادعیٰ فعلیه البیان" ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ یہ غلط محض ہے۔ روز ازل سے حقیقی داعی دعوہ ائمہ طاہرین عند اللہ مقرر و معین ہیں۔ پیغمبر خدا نے ان کے نام و نشان بتا دیئے تھے اور ان کے جو خصوصی علامات منجانب اللہ مقرر ہیں۔ ان میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ــــ اصل روایت جسے شیخ صدوق نے کتاب التوحید اور رسالہ عقائد میں نقل کیا ہے صرف اس قدر ہے کہ آنجناب نے فرمایا ما بدا للہ امر کما بدا لہ فی اسماعیل ابنی" جس کے معنی رئیس المحدثین نے یہ فرمائے ہیں۔ ما ظهر لله امر کما ظهر له فی اسمٰعیل ابنی اذ اخترمه قبلی لیعلم بذلك انه لیس بامام بعدا بیه" خدا کو کبھی ایسا بداء نہیں ہوا جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ہوا "یعنی" یعنی خدا کی مصلحت اس طرح کبھی ظاہر نہیں ہوئی۔ جس طرح میرے فرزند اسماعیل کے متعلق ظاہر ہوئی ہے کہ اسے میری زندگی میں موت دے کر واضح کر دیا کہ وہ میرے بعد امام نہیں ہے" دراصل امام عالیمقام کا مقصد ان لوگوں کے زعم فاسد کا بطلان ظاہر کرنا ہے۔ جو خود یہ قیاس آرائیاں کر رہے تھے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد ان کا بیٹا اسمٰعیل امام ہوگا ــــ دوسری جو روایت مؤلف نے اصول کافی سے نقل کی ہے وہ روایت تو اصول کافی میں موجود ہے مگر اس کے ترجمہ میں اپنی طبعی جہالت یا تجاہل کی بناء پر بہت بڑی بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے کئی الفاظ غلط ہیں۔ کئی الفاظ کا ترجمہ غلط ہے اور کئی الفاظ کا ترجمہ ندارد ہے ــــ مثلاً ــــ اصل روایت میں قصتهما ہے جسے نقشنا۔ المرجا بعدا بی جعفر ــــ کو المرجا ابی جعفر ــــ لم یکن یعرف له ــــ کو لم تکن تعرف نقل کیا گیا ہے۔ اور ترجمہ میں المرجا بعدا بی جعفر کا ترجمہ غائب ہے۔ حالانکہ اصل مطلب اسی کلمہ پر پوشیدہ ہے لم یکن یعرف ــــ اور ما کشف له عن حاله کا ترجمہ سراسر غلط ہے۔ تمام روایت کا اصل مطلب فرمای مقصد ہے کہ ابو الحسن یعنی امام علی نقی (جنہیں مؤلف نے اپنی ناواقفیت سے بار بار

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

——— تقی لکھا ہے) کے دو صاحبزادے تھے۔ ابو جعفر (سید محمد) ابو محمد (حسن عسکری) ابو جعفر کے صلاح و تقویٰ کے پیش نظر عام لوگوں کا خیال یہ تھا کہ امام علی نقی کے بعد پہلے وہ امام ہونگے اور انکے بعد ابو محمد (حسن عسکری) لیکن خدا نے شہزادہ سید محمد کو اپنے والد امام علی نقی کے حینِ حیات میں موت دے کر لوگوں کے زعم باطل کا تار و پود بکھیر کر حقیقی امام حسن عسکری کی امامت کے مطلع کو بے غبار کر دیا ہے ان دو اماموں کے قصہ کی جناب امام موسےٰ کاظم اور جناب اسماعیل کے قصہ سے مشابہت کی اصل حقیقت ——— ابو ہاشم کہتا ہے میں نے دل میں کہا کہ ان دونوں بھائیوں کا واقعہ بھی امام موسےٰ کاظم اور اسماعیل کے واقعہ کے مانند ہے کیونکہ ابو محمد (حسن عسکری) کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ابو جعفر (سید محمد) کے بعد امام ہوں گے (یہ ترجمہ مؤلف شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے ہیں) امام علی نقی میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ہاں ابو ہاشم! ابو محمد کے بارے میں خدا کو بداء ہوا ہے۔ یعنی ان کے متعلق جو بات لوگوں کو معلوم نہ تھی (یعنی ان کا امام ہونا) اس کو واضح کر دیا ہے (کیونکہ جسے لوگ امام سمجھ رہے تھے اسے پہلے موت دیدی ہے) جس طرح اسماعیل کی موت سے خدا نے حقیقتِ حال کو منکشف فرمادیا تھا" ——— اب اہل انصاف فرمائیں کہ اس پوری روایت میں یہ کہاں ہے۔ کہ امام علی نقی نے خبر دی تھی کہ میرے بعد میرا بیٹا سید محمد امام ہوگا لیکن شاید خدا کو علم نہ تھا ۔۔۔۔ (الی آخر ۔

ع شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ جو شخص چند سطری حدیث کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ گرائمر کے مطابق چند سطریں اردو عبارت کی صحیح لکھ نہیں سکتا۔ (جیسا کہ آفتاب ہدایت کے ناظرین پر مخفی نہیں ہے کہ اسکی

ع املا غلط انشا غلط ہر شئے غلط

لاغر مناظرہ میں کتاب لکھنے کی کس طرح جرأت کرتا ہے؟ افسوس

ع اب آبروئے شیوۂ اہل ہنر گئی

— باقی رہی یہ بات کہ علامہ سید دلدار علی اعلی اللہ مقامہٗ نے اساس الاصول میں بداء کا انکار کیا ہے مؤلف نے انکی اسی کتاب کے ص۲۱۹ کا حوالہ دیا ہے۔ ہمارے پاس اس کتاب کا جو نسخہ مطبوعہ لکھنؤ موجود ہے وہ تو کل ص۲۲۸ پر تمت بالخیر ہو جاتا ہے لہٰذا ۲۱۹ میں ص۲۱۹ پر اس عبارت کے موجود ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر بالفرض انہوں نے انکار کیا بھی ہے ——— تو یہ انکی ذاتی رائے ہے ——— جو ہمارے لئے حجت نہیں ——— ہمارے لئے تو شریعت مقدسہ میں اگر حجت ہے تو یا قرآن۔ یا سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کا فرمان ولبس ——— اور جب قرآن و دونوں بداء کی حقانیت و صداقت پر شاہد عدل کے طور پر ناطق ہیں تو پھر اس کے صحیح ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے اور کسی عالم کے انکار کرنے سے اسکی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صداقت کس طرح مشتبہ ہو سکتی ہے"۔ بخاری ج ۲ صفحہ ۱۶۰ طبع مصر میں ابرص، اقرع اور اعمیٰ کے ایک قصہ کے متعلق لکھا ہے کہ "بدا اللہ ان یبتلیھم" خدا کو بدا ہوا کہ ان کو مبتلا کرے"۔ اس سے بھی بدا کا صحیح اور واقع ہونا ثابت ہوتا ہے۔[1]

دوسرا مسئلہ تقیہ

شیعہ کا ایک مسئلہ تقیہ کا ہے ——— اس کو اعلیٰ عبادت میں شمار کیا گیا ہے۔ اصول کافی صفحہ ۴۸۲ میں ہے (بحذف عربی) ترجمہ "امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے۔ تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور جو تقیہ نہ کرے اسکا کوئی ایمان ہی نہیں ہے نیز اصول کافی صفحہ ۴۸۵ میں ہے ——— ترجمہ "صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نو حصے دین تقیہ میں ہے جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے" ——— اب دیکھنا یہ ہے کہ اتنی بڑی عبادت ——— تقیہ ہے کیا چیز؟ ——— تقیہ کہتے ہیں خلاف حق (جھوٹ) بات کہنا اور حق کا اخفا کرنا ——— اصول کافی صفحہ ۴۸۳ میں ہے (بحذف عربی) ترجمہ "ابوبصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تقیہ خدا کے دین سے ہے۔ راوی نے کہا کیا خدا کے دین سے ہے؟ امام نے فرمایا واللہ خدا کے دین سے ہے۔ یوسف نے کہا اے قافلہ والو! تم چور ہو! بخدا انہوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں۔ بخدا وہ بیمار نہ تھے اس روایت سے معلوم ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں جیسا کہ معاذ اللہ یوسف و ابراہیم جھوٹ بولے۔ حیات القلوب ج ۱ صفحہ ۴۲۰ میں ہے (بحذف فارسی) ترجمہ دوسری حدیث معتبر میں ہے کہ کسی شخص کا تقیہ اصحاب کہف کے برابر نہیں ہو سکتا کہ جنیو پہنتے اور کفار کی عیدوں میں شامل ہوا کرتے تھے اور خدا نے ان کا ثواب دوچند کر دیا" ——— اس روایت سے بوضاحت ثابت ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ بڑے تقیہ باز اصحاب کہف تھے ——— اللہ اللہ شیعہ خود تو جھوٹ بولا کریں۔ تقیہ کا ثواب لوٹیں۔ لیکن پاک پیغمبروں، اولیاؤں، اماموں کو تقیہ باز جھوٹ کہنے والا کہنے سے تامل کیا کریں! ——— اسوقت رسالہ موعظۂ تقیہ ——— میرے سامنے ہے اس میں جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ یوں درج ہے "اس اصول پر جس کو میں بیان کر چکا ہوں۔ جناب امیر المؤمنین حضرت علی نے خلفائے ثلاثہ کے زمانہ

---

[1] مسئلہ بدا کی پوری تفصیلات اور اسکی صحت کے دلائل و براہین نیز اس پر وارد شدہ ایرادات کے مکمل جوابات دیکھنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

میں تقیہ کیا اور ضرور تقیہ کیا۔ کیونکہ جسطرح صدر اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۳۹ انصار و اعوان ہونے کے باوجود تقیہ کیا۔ جناب امیر نے بھی قلت انصار و اعوان کے سبب خلفاء سے تقیہ کیا۔ اس تقیہ کرنے سے اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت وقوت وجرأت پر کوئی حرف نہیں وارد ہوتا تو نفسِ رسولؐ (علیؑ) پر جو کسی طرح پیغمبر سے کسی وصف میں بھی زیادہ نہ تھے کوئی اعتراض لازم نہیں آسکتا۔ مزید برآں جناب امیر نے بھی محض حفاظتِ اسلام کیلئے اس وقت تقیہ کیا۔ اگر وہ تقیہ نہ کرتے صدرِ اسلام کا زمانہ تھا اور مسلمانوں کی باہمی کشمکش سے اسلام خطرہ میں پڑ جاتا"۔

مسئلہ تقیہ کی ایجاد

موجدان مذہب شیعہ نے جب دیکھا کہ جناب امیر کے خطبات اور ائمہ اہلبیت کے اقوال سے اصحاب ثلاثہ کی تعریف بیحد پائی جاتی ہے اور جناب امیر عہدِ خلافتِ اصحاب ثلاثہ میں ان سے شیر و شکر رہے۔ پھر کس طرح یقین کیا جائے کہ اصحاب ثلاثہ سے وہ ناراض تھے۔ اس کے جواب کیلئے انہوں نے مسئلہ تقیہ ایجاد کیا کہ یہ سب کچھ جناب امیرؑ اور اہلبیت کا تقیہ تھا۔ اور بے حد فضیلت رکھتا ہے۔ چلو چھٹی ہوئی۔ یہاں تک کہہ دیا کہ ائمہ اہلبیتؑ نے فرمادیا ہے کہ دین حق ظاہر کرنے کے لئے نہیں بلکہ چھپانے کیلئے ہوتا ہے۔ اصول کافی ص۴۸۵ میں ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے اپنے ایک خاص شیعہ کو یوں فرمایا (بحذف عربی) ترجمہ: "اے سلیمان! تم ایسے دین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے۔ اللہ اس کو عزت دے گا اور جو اس کو ظاہر کرے خدا اس کو ذلیل کریگا۔ دوسری جگہ اسی کتاب کے ص۵۵۲ میں ہے (بحذف عربی) ترجمہ: "امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جو ہمارے مذہب میں سے کچھ ظاہر کردے گویا اس نے ہمیں عمداً قتل کر دیا نہ خطاءً نیز کتاب مذکور کے ص۵۵۱ میں ہے (بحذف عربی) ترجمہ: "امام صادق نے فرمایا جو ہماری حدیث کو ظاہر کردے خدا اس کا ایمان چھین لیتا ہے"۔ ہر ایک عاقل ذی بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ یہ حدیثیں یار لوگوں کی گھڑت ہیں ورنہ ائمہ دین ایسا کیوں کہیں کہ حق کے اظہار سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ اور اس کا کتمان باعثِ خوشنودیٔ خدا ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ روافض کا مذہب ضرور چھپانے کے قابل ہے۔ اس کی تشہیر باعث فتنہ و فساد ہے۔ اور مذہب روافض ہرگز ہرگز مذہب اہلبیتؑ نہیں ہو سکتا۔ بھلا جس مذہب میں امہات

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

المومنین (ازواج رسولؐ) کو گالیاں دینا ان کو لعنت تبرا بھیجنا جائز بلکہ داخل عبادت ہو وہ کبھی اہلِ حق کا مذہب نہیں ہو سکتا۔ شاعر نے خوب کہا ہے۔ ؎

رکھیں جو ناخلف بغض و حسد امت کی ماؤں سے
انہیں آبِ کوثر شیر مادر ہو نہیں سکتا!

(آفتابِ از صفحہ ۱۸۰ تا صفحہ ۱۸۴)

الجواب تقیہ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے۔ جن کے متعلق شیعیانِ حیدر کرار کو خوب بدنام کیا جاتا ہے اور ان پر طعن و تشنیع کے خوب تیر چلائے جاتے ہیں۔

تقیہ ایک فطری تقاضا ہے مخالفین کے اس زہریلے پروپیگنڈہ کے پنپنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ عام اہل اسلام اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ ورنہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ جس تقیہ کے قائل ہیں وہ فقط انہی سے مخصص نہیں بلکہ یہ ایک ایسا عقلی و فطری تقاضا ہے کہ جسے بلا امتیاز مذہب و ملت و بلا اختلاف رنگ و نسل تمام لوگ بوقتِ ضرورت عمل میں لاتے رہتے ہیں۔ و من ینکر فانما ینکر باللسان و قلبہ مطمئن بالایمان اگر کمزور و ناتواں انسان تقیہ سے کام نہ لیں تو وہ ختم ہو جائیں۔ اسلام جو دین فطرت ہے وہ کس طرح اس فطری حق کی نفی کر سکتا ہے؟ اسلام کی نگاہ میں مسلمان کی جان اس قدر گراں قدر ہے کہ اس کی حفاظت کی خاطر وہ اسے خنزیر کا گوشت تک کھانے کی اجازت دے دیتا ہے (فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ) اور مال حلال اسقدر بیش قیمت ہے کہ اسکی حفاظت کرتے ہوئے جاں بحق ہونے والے کو شریعت اسلامیہ شہید قرار دیتی ہے (فتاوے برہنہ وغیرہ) تو کیا وہی شریعت مقدسہ اسی جان و مال کی حفاظت کی خاطر آدمی کو خلافِ حق بات کے اظہار کی اجازت نہیں دے سکتی؟ جبکہ دل و دماغ حق بات پر مطمئن ہوں؟ اگر تعصب و عناد کی پٹی آنکھوں سے اتار کر قرآن اور پیغمبر اسلامؐ کے فرمان کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ حفظِ جان کی خاطر نہ صرف عام خلاف حق بات کہنا روا ہے۔ بلکہ کلمہ کفر تک زبان پر جاری کرنا جائز ہے

تقیہ کا قرآن سے ثبوت ارشاد قدرت ہے "من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرًا۔ فعلیہم غضب من اللہ ولہم عذاب عظیم (پ ۱۴ س نحل ع ۱۲) جو شخص (کفر پہ مجبور کیا جائے مگر اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو اس سے کچھ مواخذہ نہیں لیکن جو شخص ایمان لانے کے پیچھے خدا کے ساتھ کفر کرے اور کفر بھی کرے تو دل کھول کر تو ایسے لوگوں پر خدا کا غضب اور ان کے لئے بڑا سخت عذاب ہے۔" (ترجمہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مولانا نذیر احمد دہلوی سنّی)

اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول قریب قریب تمام مفسرینِ اسلام نے یہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کفارِ مکہ نے جناب عمارؓ اور انکے والدین (یاسرؓ و سمیہؓ) کو گرفتار کر کے چند کفریہ کلمات کہنے پر مجبور کیا۔ جناب یاسر و سمیہ نے انکار کیا نتیجۃً کفار نے ان کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا۔ لیکن جناب عمارؓ نے وہ کلمات کہہ دیئے اسلئے ان کو چھوڑ دیا گیا۔ بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی کہ عمار کافر ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کہو عمار تو سر سے لیکر پاؤں تک ایمان سے لبریز ہے اور ایمان اس کے گوشت و پوست کے ساتھ مخلوط ہے۔ اس اثناء میں حضرت عمارؓ با چشم گریاں و دل بریاں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے آنجنابؐ نے ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے فرمایا ان عادوا لک فعد (کوئی بات نہیں) اگر کفار تجھ سے دوبارہ یہی کلمات کہلوانا چاہیں تو کہہ دینا۔ اس کے بعد یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۹۶ کشاف ج ۲ ص ۳۲۵۔ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۵۵ طبع مصر وغیرہ) یہ آیت مبارکہ بوقت ضرورت دل میں حق کو پوشیدہ رکھ کر زبان سے خلافِ حق بات کہنے۔ بالفاظ دیگر تقیہ کے جائز ہونے پر ایسی نص صریح ہے کہ اسلام کا کوئی مکر گو انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ قاضی بیضاوی اپنی تفسیر ج ۱ ص ۳۹۶ طبع مصر میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

وھو دلیل جواز التکلم بالکفر عند الاکراہ" یعنی یہ آیت اکراہ و اجبار کے وقت کلمۂ کفر کہنے کے جواز کی دلیل ہے اور تفسیر اکلیل، جامع البیان اور معالم التنزیل میں لکھا ہے والاجماع علی جواز کلمۃ الکفر عند الاکراہ" یعنی مجبوری کے وقت کلمۂ کفر کہنے کے جواز پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے"۔ پھر نہ معلوم مولوی کرم الدین صاحب شیعوں پر کس لئے طعن و تشنیع کے تیر چلا رہے ہیں؟

(۲) نیز ارشاد ربانی ہے "لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیئ الا ان تتقوا منھم تقاۃ ویحذرکم اللہ نفسہ والی اللہ المصیر (پ ۳ س آل عمران ع ۱۱) مسلمانوں کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا۔ تو اس سے اور اللہ سے کوئی سروکار نہیں مگر (اس تدبیر سے) ان (کی شرارت) سے بچنا چاہو (تو خیر) اور اللہ تم کو اپنے (جلال) سے ڈراتا ہے اور (آخر کار) اللہ ہی کی طرف جانا ہے"۔ ——— (ترجمہ نذیری)۔ یہ آیت تقیہ کے جواز پر نص صریح ہے یہاں تو صراحتہً لفظ "تقاۃ" موجود ہے جسے قراء سبعہ میں سے یعقوب قاری نے "تقیہ" پڑھا ہے (تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۱۲) نیز قتادہ اور ابو رجاء بھی اسے "تقیہ" ہی پڑھتے تھے۔ (تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۱۶۲) مفسر بیضاوی نے (ج ۱ ص ۱۱۲ طبع مصر) اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ منع عن موالاتھم ظاھرا وباطنا فی الاوقات کلھا الا وقت المخافۃ فان اظھار الموالاۃ حینئذ جائز" یعنی خداوند عالم نے تمام اوقات و حالات

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

میں ظاہری و باطنی طور پر کفار کی دوستی کی ممانعت فرماتی ہے۔ ہاں البتہ جب ان سے (مال یا جان) کا خوف ہو تو اس وقت ان سے دوستی ظاہر کرنا جائز ہے۔" (کذا فی تفسیر معالم التنزیل) ــــ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حرمۃ مال المسلم کدمہ مسلمان کے مال کا احترام اس کے خون (جان) کی مانند ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت کی خاطر بھی تقیہ جائز ہے۔ جیسا کہ فاضل نیشاپوری نے اپنی تفسیر مطبوع بر حاشیہ تفسیر ابن جریر ج ۱۷ پر لکھا ہے "و منها انها جائزة لصون المال علی الاصح کما انها جائزة لصون النفس لقوله صلی اللہ علیه وآله وسلم حرمة مال المسلم کدمه۔ یعنی منجملہ ان مقامات کے جہاں تقیہ جائز ہے۔ ایک مال کی حفاظت بھی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان کے مال کا احترام اس کے خون کی مانند ہے"۔

احادیث سے تقیہ کا ثبوت

مؤلف نے فضیلت تقیہ کے سلسلہ میں جو جو حدیثیں کتب شیعہ سے بغرض اعتراض اور رد کی ہیں۔ بالکل ایسی ہی روایات خود ان کی کتابوں میں بھی موجود ہیں مثلاً کنز العمال ج ۲ صـ۲۲ میں مرقوم ہے۔ لا دین لمن تقیة له یعنی جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے" ــــ اسی طرح بخاری شریف ج ۲ صـ۱۰۴۶ طبع دہلی الا ان تتقوا منهم تقاة" کے ذیل میں "تقاۃ" کی تفسیر تقیہ کے ساتھ کرتے ہوئے لکھا ہے وقال الحسن التقیة الی یوم القیامة یعنی حسن بصری کہتے ہیں کہ تقیہ قیامت تک باقی ہے ــــ لہذا جو ایراد ہم پر وارد کیا ہے وہی خود ان پر وارد ہوتا ہے:

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

انبیاء کا تقیہ

قرآن و حدیث سے بعض انبیاء علیہم السلام کا بعض اوقات تقیہ کرنے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں جناب موسےٰ و فرعون کی باہمی گفتگو کا تذکرہ موجود ہے۔ فرعون کہتا ہے ولبثت فینا من عمرك سنین اے موسےٰ! تم اپنی زندگی کے کئی سال ہم میں گذار چکے ہو (تب اقتراض نہیں کیا تو اب کیوں کر رہے ہو؟) اسکی تفسیر میں مفسر بیضاوی نے لکھا ہے فانه علیه السلام کان یعاشرهم بالتقیة یعنی حضرت موسیٰ ان (فرعونیوں) میں تقیہ کی زندگی گزارتے تھے۔ اسیطرح قرآن میں مؤمن آل فرعون کا تقیہ کیساتھ وقت گزارنے کا تذکرہ موجود ہے قال رجل مؤمن من آل فرعون ایک مرد ایماندار تھا (اور) اپنے ایمان کو چھپاتا تھا (وہ یہ ماجرا سن کر) بولا (ترجمہ نذیری)

مؤلف کو اصحاب کہف والی روایت پر اعتراض ہے تو وہ یہاں مؤمن ال فرعون کے تقیہ کرنے والی آیت کے بارے میں کیا فتوےٰ صادر کرینگے؟ ــــ اسی طرح حضرت یوسف کے حکم سے منادی کا یہ اعلان کرنا کہ ایها العیر انکم سارقون اے قافلہ والو! تم چور ہو! اسے بھی حضرت یوسف کا تقیہ ہی قرار دیا جائیگا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کیونکہ یہ سب کچھ انہی کے حکم کے ماتحت ہو رہا تھا۔ کمالا یخفی ——— مؤلف ہماری اس روایت پر تو زبان اعتراض دراز کرتے ہیں جس میں حضرت ابراہیم کے تقیہ کرنے کا ذکر ہے۔ وہ اپنی صحیح بخاری ج ۲ صـ ۱۴۶ طبع مصر والی اس روایت کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں جس میں مروی ہے۔ لم یکذب ابراھیم الا ثلاثا کہ جناب ابراہیم نے سوائے تین جھوٹوں کے اور کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ (کذا فی المسلم صـ ۲۲۶ ج ۲) فرق اس قدر ہے کہ ہماری روایت میں جناب ابراہیم کا تقیہ مذکور ہے اور بخاری میں ابراہیم کا جھوٹ اہل انصاف فرمائیں کہ بے ادبی کا پہلو کس سے نمایاں ہے؟ اسی طرح جناب یعقوب کا تقیہ کرنا قرآن سے ثابت ہے۔ جناب یوسف نے ان کا خواب سن کر فرماتے ہیں یا بنیّ لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا "اے بیٹا! اپنا خواب بھائیوں پر ظاہر نہ کرنا۔ کہیں وہ تیرے خلاف کوئی مکر و فریب نہ کریں" ——— اسی طرح سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلانِ نبوت کے ابتدائی تین سالوں میں تقیہ سے گذر بسر کرنا اظہر من الشمس ہے۔ جب تک آیت مبارکہ فاصدع بما تؤمر واعرض عن الجاھلین نازل نہیں ہوئی آپؐ نے کھلم کھلا تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام نہیں دیا ان واقعات کی تفاصیل تمام کتب سیر و تواریخ میں مذکور ہیں۔ مثلاً تاریخ طبری ج ۲ صـ ۲۱۶/۱۱۸ میں ہے وکان قبل ذلک ——— فی السنین الثلاث مستترا ——— فی دعوتہ لا یظھرھا الا لمن یثق بہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت کے پہلے تین سالوں میں چھپ کر دعوت اسلام دیتے تھے اور سوائے قابل وثوق آدمیوں کے اور کسی کے سامنے اسے ظاہر نہیں کرتے تھے اور اس مدت میں نماز مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں چھپ کر پڑھتے تھے (الاحظہ ہو تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ صـ ۲۱ تفسیر کبیر ج ۵ صـ ۲۲۴ وغیرہ) اسی طرح آیت فاصدع بما تؤمر کے نزول تک آنحضرت کے پوشیدہ طور پر تبلیغ کرنے کے سلسلہ میں درجذیل کتب کی طرف رجوع کریں۔ تفسیر در منثور ج ۴ صـ ۱۰۶ تفسیر کبیر ج ۵ صـ ۴۱۹ معالم التنزیل صـ ۴۹۹ مواہب لدنیہ قسطلانی ج ۱ صـ ۲۴ سیرۃ ابن ہشام مع روض الانف ج ۱ صـ ۱۶۸ طبع مصر وغیرہ (بحوالہ فلک النجاہ) یہ وقت تھا کہ ہنوز جہاد واجب نہ ہوا تھا۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین و مذہب پر کچھ اعتراض کرتا تو آپ "لکم دینکم ولی دین" (تمہارا دین تمہارے لئے اور میرا دین میرے لئے) کہہ کر خاموش ہو جاتے :۔

نبیؐ و علیؑ کے تقیہ میں مماثلت

سرکار علامہ حائری مرحوم نے اپنے رسالہ "موعظۂ تقیہ" میں نبی و علی کے تقیہ کے درمیان جو مماثلت و مشابہت بیان کی ہے وہ بالکل درست ہے اور مؤلف ہرگز اس کی رد نہیں کر سکے۔ صرف ادھر ادھر کی غیر متعلق باتوں سے بات کو ٹالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ جناب امیر اصحاب ثلاثہ کو کیا سمجھتے تھے؟ بوقت شوریٰ خلافت ٹھکرا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دی مگر سیرت شیخین پر چلنا گوارا نہ کیا، ان کے باہمی تعلقات کیا تھے؟ وہ باہم شیر و شکر تھے یا تیر و تلوار وغیرہ وغیرہ ان تمام امور پر سابقہ مباحث میں تفصیل کے ساتھ تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے جناب نے ظاہری منصب خلافت پر فائز ہوتے ہی یہ اعلان کیا تھا۔ لو ثبتت قدمای لغیرت اشیاء۔ اگر مجھے ثابت قدمی حاصل ہو گئی تو میں بہت سی چیزوں میں اصلاح کروں گا؟ (نہج البلاغہ) تو اگر آپ وہ موعودہ اصلاحات کا نفاذ (ثلاثہ کی بدعات کا خاتمہ نہیں کر سکے تو وہ بوجہ شرط کے فقدان کے تھا۔ اذا فات الشرط فات المشروط۔ نہ مولوی صاحب کے بزرگوں نے جناب جناب امیرؑ کو پوری ظاہری خلافت کے دور میں ایک دن اطمینان سے کام کرنے دیا اور نہ آپ وہ اصلاحات نافذ کر سکے۔ اس میں قصور حضرت امیرؑ کا نہیں بلکہ ناکثین، قاسطین اور مارقین کا ہے۔ بخاری شریف مع الفتح ج ۲ ص ۹۱ سے ثابت ہے کہ جناب رسول خداؐ بعض نومسلم لوگوں کے مرتد ہو جانے کے اندیشہ کے پیش نظر خانہ کعبہ کو اس کی صحیح بنیادوں پر استوار نہ کر سکے تو کیا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی قصور ہے؟ حاشا و کلا ــــــ ان حقائق سے روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہو گیا کہ مؤلف نے مسئلہ تقیہ کی ایجاد والے عنوان کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہے وہ حقائق کے سراسر خلاف ہے

کتمانِ علم کا فلسفہ

جن احادیث میں ائمہ اہلبیت نے کتمان کا حکم اور پھیلانے کی ممانعت فرمائی ہے اس سے پورا مذہب اور اس کے مسائل مراد نہیں ہیں بلکہ اسکے بعض ایسے اسرار و رموز ہیں جو کو عوام کے ذہن قبول نہیں کر سکتے۔ اسی بنا پر حکماء کا اصول ہے کہ کلموا الناس علی قدر عقولھم لوگوں کی عقل کے مطابق ان سے بات کیا کرو۔ بخاری مع فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۱ میں حضرت امیر کا یہ حکیمانہ ارشاد نقل کیا ہے فرماتے ہیں حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ و رسولہ لوگوں کے سامنے وہ حدیث بیان کرو جسے وہ سمجھ سکیں کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ خدا اور رسول کو جھٹلایا جائے؟ کنز العمال ج ۵ ص ۲۲۶ پر یہی ارشاد نقل کیا گیا ہے اس میں آنا اور افاضہ ہے فرمایا۔ دع عوما ینکرون جس بات کا سننے والے انکار کریں وہ ان کے سامنے بیان نہ کرو۔ نیز کنز العمال ج ۵ ص ۲۱۲/۲۲۶ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے فرمایا لا تحدثوا امتی من احادیثی الا بما تحمله عقولهم میری امت کے سامنے میری وہ حدیثیں بیان کرو جن کو وہ برداشت کر سکیں ــــــ ابو ہریرہ یہ بیان کرتے تھے۔ لو حدثتکم بکل ما انا اعلمه و علمتموه لقلتم اي ابا هريرة و لقد اجهر و لقد اكثر و قال اذا لك استخفافا بي و تكذيبا بالقول اور میتونی بالجلد۔ میں جو کچھ جانتا ہوں اگر وہ سب کچھ بیان کر دوں تو تم مجھے سبک سمجھتے اور میرے قول کو جھٹلاتے ہوئے پتھروں۔ ڈھیلوں یا کوڑوں سے مارو گے (نہایہ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۸۶ و الدر اللقیط ج ۱ ص ۱۳۰، ۱۲۹، ۲۱ وغیرہ) اسی طرح بخاری ج ۱ ص ۲۳ طبع مصر میں انہی ابو ہریرہ صاحب سے مروی ہے۔ قال حفظت من رسول اللہ وعائین فاما احدهما فبثثته

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

واما الآخر فلو بثثته قطع هذا الحلقوم (کذا فی انوار اللغو پ ۲۸ و پ ۲۱ ص ۸۷ و پ ۲۴ ص ۷۲) یعنی میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیثوں کے دو ظرف پُر کئے (دو خزانے حاصل کئے) ایک تو میں نے کھولا ہے (شائع کر دیا ہے)۔ اگر دوسرے کو کھولوں (شائع کروں) تو میرا گلا کاٹ دیا جائے ——— یہاں مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں۔ آیا وہ تعلیمات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقابل اظہار تھیں۔ یا عام لوگ ان حقائق و اسرار کو سننے کے لائق نہ تھے؟ یقین ہے کہ یہاں دوسری شق کو اختیار کیا جائے گا تو ہماری حدیثوں کے بارے میں کیوں ایسا نہیں کیا جاتا! امام غزالی نے احیاء العلوم ج ۱ ص ۴۳/۶۳ طبع مصر و طبع نولکشور ج ۱/۵۹ پر اقسام علم لکھتے ہوئے پہلی قسم وہ قرار دی ہے جسکے غامض اور دقیق ہونے کی وجہ سے صرف خواص سمجھ سکتے ہیں نہ عوام ——— بعد ازاں لکھا ہے کہ خواص کو چاہیئے کہ وہ اسے نااہلوں پر ظاہر نہ کریں تاکہ فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت اس قسم کو لوگوں سے مخفی رکھتے تھے اسکے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ ہمارے ائمہ طاہرین کو کس قسم کے لوگوں اور حاکموں سے واسطہ پڑا تھا۔ وہی بنی امیہ و بنی عباس ہی تو تھے جنہوں نے شریعت کو ایک کھلونا بنا رکھا تھا اور اس دور میں شیعیان علی کا خون پانی سے بھی زیادہ ارزاں تھا۔ ایسے حالات میں ائمہ اہلبیت کا اپنی حکمت عملی سے اپنے جدنامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی نشر و اشاعت کرنا اور اس مقدس امانت کو آنے والی نسلوں تک صحیح طور پر پہنچانا ایک معجزہ سے کم نہیں ہے۔ ہر امام نے دین کے تحفظ اور اس کی اشاعت کے لئے وہی طریقہ کار اختیار کیا جو وقت کے تقاضوں کے مطابق تھا۔ وہ جنگ تھی یا صلح۔ وہ تلوار و تیر کی کاٹ تھی یا زبان و قلم کی جنبش مقصد و مدعا سب کا ایک تھا اور وہ تھا دین اسلام کی حفاظت اور اس کی اشاعت۔ وبس۔ مولوی صاحب!

نہ در سخن بحث کردن روا است
خطائے بزرگاں گرفتن خطا است
مگر کیا کہا ہے ؎
سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است!

مذہب اہلسنت میں جھوٹ بولنا نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب ہے

کسقدر ستم ظریفی ہے کہ جن کے مذہب میں بوقت ضرورت جھوٹ بولنا نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب بھی ہے۔ وہ آج شیعوں پر طعن توڑتے ہیں کہ وہ خلاف حق بات کرنے یعنی جھوٹ بولنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ فاضل نووی نے شرح مسلم ج ۲ ص ۲۸۳ پر لکھا ہے جس کا ماحاصل یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کے پاس کوئی انسان چھپا ہوا ہو اور کوئی اسے قتل

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کرنے کی نیت سے آجاتے یا کسی کے پاس امانت موجود ہو اور کوئی اسے غصب کرنا چاہے تو اس آدمی پر اخفا لازم ہے۔ آخر میں لکھا ہے وھذا کذب جائز بل واجب۔ یعنی یہ جھوٹ نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب ہے اور پھر قد اتفق الفقہاء" کہہ کر اس پر اجماع کا دعوے کیا ہے"! اس سے واضح ہو گیا کہ اب ——— اختلاف صرف نام کا ہے۔ ہم اسے تقیہ کہتے ہیں اور سنی جھوٹ ورنہ اصل حقیقت میں کوئی نہیں ہے

؎ کیا لطف کہ غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

صرف نزاع لفظی ہے

بعض منصف مزاج علماء اہلسنت نے اس حقیقت کا اقرار کر لیا ہے۔ چنانچہ ——— صاحب النصائح الکافیہ ص ۱۹۰ طبع بمبئی پر لکھتے ہیں۔ قلت اتفق اصحابنا علی جواز الکذب عند الضرورۃ بل وللمصلحۃ وھو عین التقیۃ لکن ان عبرت عنہ بلفظ التقیۃ منعہ کثیر منھم لکونہ من تعبیرات الشیعہ فالخلاف فیما یظھر لفظی واللہ اعلم۔ یعنی میں کہتا ہوں۔ ہمارے علماء (اہلسنت) کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضرورت بلکہ مصلحت کے وقت جھوٹ بولنا جائز ہے اور یہ بعینہ تقیہ ہے۔ ہاں البتہ اگر اسے لفظ "تقیہ" سے تعبیر کیا جائے تو بہت سے علماء نے اس ممانعت کی ہے۔ کیونکہ یہ تعبیر شیعوں سے مختص ہے۔ بنا بریں بظاہر یہ اختلاف صرف لفظی ہے۔ واللہ اعلم" ——— ہم اس مقام پر صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

؎ ایسی ضد کا کیا ٹھکانا دین اپنا چھوڑ کر
ہم ہوئے کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

——— یہ کہنا بھی حقیقت کے خلاف ہے کہ یہ تعبیر تقیہ شیعوں کے ساتھ مختص ہے۔ کیونکہ ہم سطور بالا میں قرآن و حدیث سے یہی تعبیر پیش کر چکے ہیں مگر یہ کہ قرآن و حدیث کو بھی شیعوں کے پلڑے میں ڈال دیا جائے لیکن یہ سودا معترض کو مہنگا پڑے گا!!

بعض علماء اہلسنت کا اعترافِ حقیقت

مولانا وحید الزمان حیدر آبادی نے کھل کر اعتراف حق کیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب انوار اللغۃ پ ۳ ص ۱۵ پر بذیل عنوان "التقیۃ" لکھتے ہیں۔ "التقیہ اسکو بھی کہتے ہیں کہ آدمی اپنا اعتقاد عزت یا جان جانے کے ڈر سے چھپائے یہ اہلسنت اور امامیہ سب کے نزدیک جائز ہے۔ قرآن میں ہے۔ وقال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانہ الا ان تتقوا منھم تقاۃ" اور حضرت عمار نے تقیہ کیا تھا" ——— نیز اسی کتاب کے پ ۲۶ ص ۸۲ طبع بنگلور پر ہے "التقیۃ الی یوم القیامۃ حسن بصری نے کہا تقیہ قیامت تک باقی رہے گا۔ یعنی جب جان جانے کا ڈر ہو یا بے عزتی کا یا کوئی عضو کاٹے جانے کا یا ضرب شدید کا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جس کا تحمل نہ ہو سکے تو کسی حیلہ سے اپنے تئیں بچانا اس کا نام تقیہ ہے اور یہ قرآن سے ثابت ہے۔ الا ان تتقوا منھم تقاۃً اور ناواقف لوگ تقیہ کو روافض کا خاص طریق سمجھتے ہیں حالانکہ اہلسنت کے نزدیک بھی اپنے موقعہ پر جائز ہے"۔

ع خوشتراں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

والحمد للہ علی وضوح الحق والحقیقۃ ــــــ

ان حقائق سے روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہو گیا کہ تقیہ کا انکار قرآن کریم و سنت سید المرسلین، عقل سلیم اور اجماع مسلمین کے انکار کے مترادف ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ اور ایسے منکر کا جو مقام و مرتبہ ہے "کی عیاں را چہ بیاں" کا مصداق ہے۔

مؤلف نے یہ بھی کہا ہے کہ "مذہب روافض چھپانے کے قابل ہے تو کیا ظاہر کرنے کے قابل وہی مذہب اہلسنت ہے۔ جس کے عقائد و اعمال کا نقشہ اسی کتاب کی ابتداء میں مذکور ہے؟ ــــــ اور اگر مذہب شیعہ ائمہ اہلبیت کا مذہب نہیں۔ تو کیا اہلسنت کا مذہب ائمہ اہلبیت کا مذہب ہے؟ جس کے اکابر خود تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا مذہب علیؓ کے آثار پر استوار نہیں بلکہ اجماعیات عمریہ ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ دہلوی تنویر العینین میں لکھتے ہیں۔ "امہات مذاہب اربعہ بر آثار مرتضیٰ نیست بلکہ بر اجماعیات عمر بن الخطاب و فتوی ابن مسعود است" (اس موضوع کی تفصیل اسی بحث کی ابتداء میں گذر چکی ہے) اور اگر بزعم مؤلف امہات المومنین پر لعنت و تبرا کرنے والے (اے معاذ اللہ) آب کوثر نہیں پی سکتے۔ تو پھر کیا ساقیٔ حوض کوثر سے بغض و عناد رکھنے والے اور زمین میں فتنہ و فساد پھیلانے والے آب کوثر و تسنیم پئیں گے؟؟ مالکم کیف تحکمون؟

ہزاروں نکتے یہاں بال سے بھی ہیں باریک
کہ جس کی عقل ہو موٹی وہ اس کو کیا جانے

تیسرا مسئلہ متعہ

شیعہ حضرات کے مسائل کا کیا کہنا
ع جوابات کی خدا کی سم لاجواب کی

ہر ایک مسئلہ نرالا اور ہر ایک مقولہ اعجوبۂ روزگار ہے۔ انہی مسائل میں سے ایک عجیب و غریب مسئلہ متعہ کا ہے متعہ کی فضیلت میں مستقل رسالے تصنیف کئے گئے ہیں۔

فضائل متعہ

(۱) تحفۃ العوام ج ۲ صفحہ ۲۷ میں فرمایا جو شخص متعہ کرے عمر میں ایک مرتبہ وہ اہلبہشت میں سے ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عذاب نہ کیا جائے گا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وہ مرد اور عورت کہ متعہ کرے۔

(۲) برہان المتعہ صفحہ ۵ ——— (بحذف عربی): "امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص متعہ کرے پھر غسل جنابت کرے۔ پانی کے ہر قطرہ سے جو اس کے بدن سے گرے خدا تعالےٰ ستر ستر فرشتے پیدا کرتا ہے۔ جو اس متقی شخص کے لئے قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں"۔

(۳) ایسا ہی منہج الصادقین صفحہ ۳۵ میں ہے (بحذف عربی) ترجمہ:۔ "نبی علیہ السلام نے فرمایا جو کہ ایک مرتبہ متعہ کرے خدا کے قہر سے نجات ملے جو دو مرتبہ کرے اس کا حشر پاک لوگوں (پیغمبروں، اماموں، ولیوں) کے ساتھ ہوگا۔ جو تین مرتبہ متعہ کرے وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

(۴) قال النبی (بحذف عربی) ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا جو ایک دفعہ متعہ کرے اس کے بدن کا تیسرا حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو دو دفعہ کرے اس کے دو ثلث اور جو تین مرتبہ کرے اس کا تمام بدن دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

(۵) قال النبی (بحذف عربی) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے درجہ امام حسنؑ کا پائے اور جو دو دفعہ کرے تو درجہ امام حسینؑ کا پائے۔ تین دفعہ کرنے سے حضرت علی کا رتبہ ملے۔ چار دفعہ کرنے سے رسول پاک کا ہم مرتبہ ہو جائے۔ ایسا ہی شیعہ کی معتبر تفسیر منہج الصادقین صفحہ ۲۵۶ میں ہے۔ سبحان اللہ! شیعہ مذہب میں متعہ مبارک میں کس قدر فضیلت ہے۔ نہ ایسی فضیلت نماز روزہ حج زکوٰۃ نہ دیگر عبادات کی ہے کہ حسب روایت ۱ عمر بھر میں ایک دفعہ متعہ کر لینے سے بہشت کا ٹھیکہ مل جاتا ہے۔ ——— حسب روایت ۲ متعہ کنندہ جب غسل کرتا ہے تو اس کے بدن سے بے تعداد قطرات پانی کے گرتے ہیں ایک ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں (چند سطروں تک مذکورہ بالا روایات کے مطالب کو بطور تمسخر دھرانے کے بعد لکھا ہے) پھر نماز روزہ، حج زکوٰۃ اور دیگر عبادات کی کیا ضرورت؟ ——— بس چار دفعہ کا ثواب (متعہ کر لیا جائے ہم خرما و ہم ثواب حظ نفس بھی حاصل ہوا اور بہشت بھی مل جائے! ——— کیا کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی مان سکتا ہے کہ یہ بیہودہ روایات جو ائمہ دین کی طرف منسوب کی جاتی ہیں فی الواقع انکے ہی اقوال ہیں؟ یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص شہوترانی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی غرض سے ایسے فعل قبیح کا ارتکاب کرے اور وہ جنت فردوس کا مالک بن جائے اور اماموں اور انبیا کا ہم رتبہ ہو جائے ——

—— ہم آریہ کے خلاف مسئلہ نیوگ کے متعلق اعتراض کرتے ہیں۔ آریہ اس کے جواب میں متعہ کا مسئلہ پیش کرتے ہیں بتائیے اس کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے؟

متعہ کیا چیز ہے؟ متعہ فی الحقیقت زنا ہے۔ جس کا نام صرف تبدیل کیا گیا ہے۔ اور اوصاف سارے وہی ہیں۔ کیونکہ متعہ میں گواہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ توریث بھی نہیں۔ تعداد بھی متعین نہیں —— جیسا زنا میں خرچی مقرر اور وقت متعین کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی متعہ میں بھی ہے پیشہ ور عورتیں بے حجاب بازاروں میں پھرتی ہیں۔ اسی طرح ممتوعہ عورت کو بھی پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اُجرتِ متعہ بازاری عورتوں کی اُجرت خرچی چار آٹھ آنہ یا روپیہ دو روپیہ مقرر کی جاتی ہے۔ لیکن ممتوعہ عورت کی اُجرت۔ حسب روایاتِ شیعہ مٹھی بھر گیہوں یا ستو یا کھجور وغیرہ کافی ہے (بعد ازاں فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۲ سے اس مضمون کی دو روایتیں نقل کی ہیں کہ متعہ میں ادنیٰ مہر کیا ہے۔ فرمایا مٹھی بھر طعام۔ آٹا۔ یا ستو یا کھجور ——)

لاتعداد عورتوں سے متعہ نکاح چار عورتوں سے زائد نہیں ہو سکتا۔ لیکن متعہ کی عام اجازت ہے۔ خواہ ہزار عورتوں سے متعہ کرے —— (بحذف عربی) ابوبصیر کہتا ہے۔ صادق علیہ السلام سے متعہ کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا چار عورتوں سے ہی متعہ ہو سکتا ہے؟ کہا چار کیا بلکہ ستر کی بھی حد نہیں ہے (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۱) —— زرارہ نے امام علیہ السلام سے پوچھا کتنی عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے؟ کہا جتنا جی چاہے۔

ایک عورت سے بار بار متعہ ایک عورت کو طلاق مثلثہ دی جائے تو دوبارہ اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ لیکن متعہ کے متعلق عام اجازت ہے۔ ایک عورت سے کئی بار متعہ کیا جا سکتا ہے —— (بحذف عربی)

ترجمہ زرارہ کہتا ہے میں نے امام باقر علیہ السلام سے کہا میں آپ پر قربان۔ کوئی متعہ کرے اور اس کی شرط پوری ہو جائے۔ پھر اس شخص سے دوسرا متعہ کرے حتیٰ کہ تین دفعہ اس سے قطع تعلق ہو اور تین خاوند کر چکی ہو کیا پہلا شخص اس سے متعہ کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا جتنی دفعہ چاہے متعہ کرے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یہ آزاد اصیل عورت جیسی نہیں۔ بلکہ کرایہ کی عورت اور رنڈیوں جیسی ہے۔

متعہ دُوریہ حضرات شیعہ نے متعہ کے متعلق ایک اور لطیف صورت یہ پیدا کی ہے کہ ایک عورت سے ایک رات میں دس بیس آدمی متعہ کریں اور یکے بعد دیگرے سب ہم بستر ہوں۔ اگر وہ عورت ایسی ہے کہ اس کا حیض بند ہو چکا ہے۔ تو یہ متعہ دُوریہ بھی جائز ہے (بعد ازاں قاضی نور اللہ شوستری مرحوم کی کتاب مصائب النواصب سے اس مضمون کی ایک عبارت نقل کی ہے۔ پھر اس پر یہ تبصرہ کیا ہے) بہر حال آئسہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک رات میں ایک عورت سے بے تعداد اشخاص کا متعہ کرنا کتنا بڑا بے حیائی کا فعل ہے ——

ایک بیہودہ حکایت دلدادگانِ متعہ نے اس بارہ میں عجیب و غریب حکایتیں وضع کی ہیں —— فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹ میں ہے (بحذف عربی) ترجمہ:۔ ابن عمیر یمنی نے امام باقر علیہ السلام سے متعہ کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا۔ خدا نے اس کو اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبان سے حلال کیا ہے۔ پس وہ قیامت تک حلال ہے ابن عمیر نے کہا آپ جیسا امام یہ بات کہے حالانکہ عمر نے اسکی حرمت کا فتویٰ دیا ہے!

—— امام باقر نے کہا تو عمر کے قول پر اور میں رسول اللہ کے قول پر کاربند رہوں گا ——

ابن عمیر نے کہا کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ کی عورتیں، لڑکیاں، بہنیں، پھوپھیاں یہ فعل کریں؟ امام باقر نے یہ بات سنکر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ یہ قصہ یار لوگوں کا وضع کیا ہوا اور محض غلط ہے۔ اگر امام باقر معاذ اللہ متعہ کی حلت کے اس قدر قائل تھے —— تو پھر عورتوں کا سوال آجانے پر کیوں خفگی آجاتی —— یہ عجیب بات ہے کہ جو مردوں کے لئے قیامت تک حلال اور موجب ثواب ہو وہ عورتوں کے لئے باعث شرم و عار ہو۔ کوئی حکم اسلام میں ایسا نہیں ہے —— اس سے صاف ثابت ہے کہ متعہ مرد عورت کے لئے یکساں حرام ہے۔ نہ عقل اس کو درست سمجھتی ہے نہ نقل سے اس کا کوئی ثبوت ہے ——

متعہ سے ممانعت دوسری جگہ فروع کافی ج ۲ صفحہ ۱۹۲ میں ایک حدیث ہے جس سے متعہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے (بحذف عربی) ترجمہ:۔ مفضل

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہتا ہے۔ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے تھے۔ متعہ چھوڑ دو۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ کوئی شخص عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھے اور اس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے جا کر کرے نیز اسی کتاب میں اسی صفحہ ۱۹۲ پر درج ہے (بحذف عربی) ترجمہ حضرت ابو الحسن نے اپنے بعض خدام کو کہا کہ متعہ پر اصرار مت کرو اور طرف مت بچھاؤ اور اس میں مصروف مت ہو جاؤ۔ تاکہ اپنی منکوحہ عورتوں اور کنیزوں سے ہٹ جاؤ! اور وہ معطل رہیں اور وہ پاکباز رہ کر تمہاری دامنگیر ہوں اور تمہیں ——— لعنت کریں۔ دوسری حدیث میں متعہ کے اصرار کی ممانعت ہے اور پہلی حدیث میں کلی ممانعت ہے ———

——— کونسا حکم درست ہے اور کونسا درست نہیں ہے؟ ——— غرض متعہ جیسا غریب اخلاق حیا سوز مسئلہ ہرگز نہیں ہو سکتا ——— شاعر کہتا ہے ؎

مطلب ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو
مذہب وہ چاہیے کہ زنا بھی حلال ہو

(آفتاب از صفحہ ۱۹۲) صفحہ ۱۹۱

الجواب قدیم الایام سے مخالفین اہلبیت علیہم السلام حضرت امیر کے شیعیان کرام کو متعہ کے سلسلہ میں خوب خوب بدنام کرتے چلے آئے ہیں۔ حالانکہ ان کی یہ مذہبی حرکت ان کی جہالت یا تجاہل کا نتیجہ ہے۔

اوائل اسلام میں متعہ کے جواز کا اجماعی ہونا ورنہ مبادیات اسلام پر طائرانہ نگاہ رکھنے والے حضرات سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ عقد متعہ صدر اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد سعادت مہد کے اوائل ایام میں نہ صرف جائز بلکہ رائج بھی تھا۔ چنانچہ علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر ج ۳ صفحہ ۲۸۶ میں فرماتے ہیں۔ "ان الامۃ مجتمعۃ علی ان نکاح المتعۃ کان جائزا فی الاسلام و لا خلاف فی الامۃ فیہ" یعنی تمام امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ متعہ اسلام میں جائز تھا۔ اس سلسلہ میں اس کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح اور بہت سے علماء اہلسنت نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ بہرحال یہ حقیقت چونکہ ہر قسم کے شک و شبہ سے بلند و بالا ہے اس لئے مزید ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اختلاف صرف اس کے منسوخ ہونے میں ہے ——— ہاں البتہ جو کچھ اختلاف ہے وہ صرف اس بات میں ہے کہ آیا یہ عقد اب بھی جائز ہے یا یہ منسوخ ہو چکا ہے؟ سو حضرت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

امیر المومنین ؑ اور ان کی اولاد میں سے دیگر گیارہ ائمہ طاہرین ؑ بہت سے صحابہ کرام و تابعین عظام جیسے عبداللہ بن عباس، عمران بن حصین، جابر بن عبداللہ۔ مسلم بن اکوع، سعید بن جبیر، مجاہد اور عطا اور تمام شیعان حیدر کرار اب بھی اس کی اباحت و جواز کے قائل ہیں اور دوسرے عام مسلمان اسے منسوخ سمجھتے ہیں۔

نسخ کا بطلان

ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ متعہ کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر نسخ ہو تو اس کا ثبوت یا تو بالتواتر ہو گیا یا بالآحاد پہلی قسم تو بالیقین موجود نہیں ورنہ مذکورۃ الصدر حضرات اس کے جواز کے قائل نہ ہوتے۔ اور دوسری قسم مفید نہیں ہے کیونکہ خبر واحد مفید ظن ہوتی ہے اور ظن کی وجہ سے قطعی چیز سے دست برداری اختیار نہیں کی جا سکتی۔ علاوہ بریں نسخ والا قول بچند وجہ باطل ہے:

روایاتِ نسخ میں شدید اختلاف

اولاً:۔ نسخ والی روایات میں باہم شدید اختلاف ہے بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حجۃ الوداع ۱۰ھ میں منسوخ ہوا بعض میں یہ لکھا ہے کہ غزوہ تبوک میں ۹ھ میں اس پر قلم نسخ پھرا ——— بعض نے غزوۂ اوطاس اور بعض نے غزوۂ حنین ۸ھ لکھا ہے ——— اور ایک جماعت اسے فتح مکہ ۸ھ کا واقعہ قرار دیتی ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ آنحضرتؐ نے اسے فتح کے موقع پر جائز قرار دیا اور بعد ازاں حرمت کا اعلان کر دیا۔ بعض کا خیال یہ ہے اور اسے ہی شہرت ہے کہ متعہ کی حرمت غزوۂ خیبر یا عمرۃ القضا ۷ھ میں عمل میں آئی۔ یہ تمام تفاصیل تفسیر کبیر۔ تفسیر نیشاپوری اور مناوی شرح جامع صغیر وغیرہ میں مذکور ہیں۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ غریب متعہ پر بڑے بڑے انقلاب آئے کبھی بار حلال ہوا اور کبھی بار حرام۔ کم از کم تین چار مرتبہ اسے حلت و حرمت کی کھٹالی سے گذرنا پڑا۔ جیسا کہ مناوی نے شرح جامع صغیر میں کہا ہے کہ قال بعض الائمہ ھذا ای المتعہ من غرائب الشریعۃ فانہ تداول بین حرمتین اربع ثم حرم۔ ایحۃ ثم حرم فانہ کان جائزا فی صدر الشریعۃ ثم نسخ فی خیبر او عمرۃ القضا او الفتح او اوطاس او تبوک او حجۃ الوداع ——— فارسی کی ایک ضرب المثل ہے۔ "بازی بازی باریش بابا ہم بازی"

ہم مولوی صاحبان کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ بازی بازی باریش بابا ہم بازی؟ اس اندھیری گردی کی شریعت میں کوئی اور نظیر بھی ملتی ہے؟ یا اس فکری انتشار کی جولانگاہ صرف یہی مسئلہ متعہ ہے۔ کیا اس درجہ اختلافات و انتشار کے باوجود دعوائے نسخ میں کوئی وزن باقی رہ جاتا ہے؟

آیت ناسخہ کا فقدان

ثانیاً:۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا (قرآن) کہ ہم جب کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کی مثل دوسری آیت لاتے ہیں۔ بنابریں ہمارے لئے جب متعہ والی آیت موجود ہے (فما استمتعتم بہ منھن)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(پ تفصیل کا انتظار کریں) تو اس کی ناسخ آیت کونسی ہے؟ کہا جاتا ہے کہ آیت والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم اس کی ناسخ ہے۔ مگر یہ خیال بدو وجہ باطل و محال ہے اولاً اس لئے کہ آیت متعہ سورۂ نساء میں ہے جو مدنی ہے۔ ثانیاً اس لئے کہ متعہ والی عورت بھی زوجہ ہوتی ہے۔ (جسکی تفصیل آگے آرہی ہے) اور آیت ازواج (جسے ناسخ کہا جارہا ہے) سورۂ مومنون اور سورۂ معارج میں ہے اور یہ دونوں سورے مکی ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ناسخ اپنے منسوخ پر مقدم ہو!

جواز متعہ کے بارے میں صحابہ کے ارشادات

ثالثاً۔ صحابہ کرام کے اقوال کریمہ سے روز روشن کی واضح و آشکار ہوتا ہے کہ خدا و رسولؐ نے متعہ کو حلال کرنے کے بعد ہرگز ہرگز اسے حرام نہیں قرار دیا۔ بلکہ اس کی بندش بعض متدین فقین کی سازش کا نتیجہ ہے۔ بطور نمونہ چند اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ارشاد علوی

حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان زد زبان خلائق ہے۔ فرمایا لولا ان عمر نھی عن المتعہ ما زنی الا شقی اگر عمر متعہ کی ممانعت نہ کرتا تو سوائے کسی شقی و بدبخت کے (یا سوائے کسی شاذ و نادر آدمی کے) اور کوئی شخص زنا نہ کرتا (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۹، تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۴۰، تفسیر ابن جریر وغیرہ) ——— حضرت کے اس حکیمانہ ارشاد کی تعریف نہیں ہو سکتی ؎

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

(۲) قول ابن عباس

جناب عبداللہ بن عباس اس کے جواز کے قائل تھے اور کھلم کھلا اس کی حلت کا فتوے دیتے تھے۔ انہی کا یہ قول مشہور ہے ما کانت المتعہ الا رحمۃ من اللہ رحم بھا امۃ محمدؐ ولولا نھیہ عنھا ما احتاج الی الزنا الا شقی۔ متعہ ایک رحمت خداوندی تھا جس سے خدا تعالیٰ نے امت محمدیہ کو نوازا تھا۔ اگر عمر اس سے منع نہ کرتے تو سوائے شقی و بدبخت کے (یا سوائے شاذ و نادر فرد کے) اور کوئی شخص زنا نہ کرتا (نہایہ ابن اثیر ج ص ۱۹۴ لغت شغی تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۴۱ وغیرہ)

ابن عباس و ابن زبیر کا عجیب مکالمہ

عبداللہ بن زبیر کے ساتھ متعہ کے موضوع پر ابن عباس کی گفتگو مشہور و معلوم ہے۔ ایک مرتبہ ابن زبیر نے ابن عباس پر طعن کرتے ہوئے کہا۔ بعض وہ لوگ جو بصارت کی طرح بصیرت کے بھی اندھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ متعہ جائز ہے۔ عبداللہ بن عباس جو نابینا ہو چکے تھے جب ان کے کانوں میں بھنک پڑی تو چونک کر کہا۔ اپنی والدہ سے جاکر پوچھو کان کے اور تمہارے والد (زبیر) کے درمیان جو آتش محبت تھی وہ کس طرح لگی اور پہلی رات کس طرح خوشبو ——— سلگائی گئی؟ (عقد فرید ابن عبد ربہ اندلسی ج ۲ ص ۱۱۳ طبع مصر)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

——— حاضرات راغب اصفہانی میں اسقدر ——— اضافہ ہے کہ جب ابن زبیر نے گھر جاکر اپنی ماں سے حقیقت حال پوچھی تو انہوں نے اسے بتایا کہ ——— تم متعہ سے پیدا ہوئے ہو اب مخفی نہ رہے کہ عبداللہ بن زبیر کی والدہ اسماء ہیں جو ابوبکر صاحب کی بڑی صاحبزادی اور ام المومنین عائشہ صاحبہ کی بڑی ہمشیرہ ہیں ———

(۳) عمران بن حصین کا بیان

صحابی رسول عمران بن حصین کا بیان ہے ان اللہ انزل فی المتعۃ آیۃ ولم تنسخہا بایۃ اخری وامرنا رسول اللہ بالمتعۃ ومانہانا عنہا ثم قال رجل برایہ ماشاء۔ یرید ان عمر نہی عنہا۔ یعنی خداوند عالم نے متعہ کے متعلق قرآن میں آیت نازل کی پھر اسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں متعہ کرنے کا حکم دیا پھر اس سے ممانعت نہیں فرمائی یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔ انکی مراد یہ ہے کہ عمر نے اس کی ممانعت کر دی۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۹ طبع مصر)

(۴) جابر بن عبداللہ کا حقیقت افروز بیان

جناب جابر بن عبداللہ انصاری بھی اس کے جواز کے نہ صرف قائل بلکہ اس پر عامل بھی تھے۔ ابو نضرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب جابر کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر متعۃ الحج اور متعۃ النساء کے بارے میں عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر کے اختلاف کا تذکرہ کیا۔ جابر نے کہا فعلناہما مع رسول اللہ ثم نہانا عمر فلم نعد لہما۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں دونوں متعوں پر عمل درآمد کیا ہے بعد ازاں جب عمر نے ان کی ممانعت کر دی تو پھر ہم نے (بوجہ تقیہ) عود نہیں کیا (صحیح مسلم مع شرح نووی ج ۱ ص ۴۵۱) ابو الزبیر بیان کرتے کہ میں نے جناب جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "کنا نستمتع بالقبضۃ من التمر والدقیق علی عہد رسول اللہ وابی بکر حتی نہی عمر۔ ہم رسول خدا اور ابوبکر کے زمانہ میں مٹھی بھر آٹا یا کھجور دے کر متعہ کیا کرتے تھے یہاں تک کہ عمر نے اس کی ممانعت کر دی (صحیح مسلم مع نووی ج ۱ ص ۴۵۱) شہادت کا سب سے بڑا کورس چار حد کا ہے۔ ان چار معتبر شہادات سے ثابت ہو گیا کہ متعہ والی آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے اگر نسخ کی کوئی اصلیت ہوتی تو کس طرح ان اصحاب کبار پر پوشیدہ رہ سکتی تھی! ——— ان حضرات نے صاف تصریح کر دی ہے کہ ——— پہلے پہل عمر بن الخطاب نے اس کی ممانعت کی بعد ازاں بموجب "الناس علی دین ملوکہم" اور کچھ لوگوں نے ان کی ہمنوائی کی اور رفتہ رفتہ بموجب

ہر کفر کہ کہنہ شود مسلمانی شود

اب اس انکار کو جزو اسلام سمجھا جا رہا ہے؟ اور قائل کو خارج از اسلام

ع فلیبک علی الاسلام من کان باکیا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

عمر بن خطاب کا اقرارِ جرم

رابعاً: حقیقت یہ ہے کہ یہاں "مدعی سست گواہ چست" والا معاملہ ہے۔ ان لوگوں نے اس قدر تاویلات رکیکہ صرف عمر کی گرتی ہوئی پوزیشن کو سہارا دینے کی ناکام کوشش کے سلسلہ میں کی ہیں۔ کہ کبھی آیت سے اور کبھی روایت سے نسخ کا نظریہ اخذ کرتے ہیں گویا زبان حال سے پکار رہے ہیں۔ کہ

کبھی گرتا ہوں ساغر پر کبھی جھکتا ہوں مینا پر
میری بے ہوشیوں سے ہوش ساقی کے بکھرتے ہیں

مگر جناب عمر ڈنکے کی چوٹ برسرِ منبر یہ جرأتمندانہ اعلان کیا کرتے تھے ـــــ متعتان کانتا مشروعتین فی عھد رسول اللہ وانا انھی عنھما متعۃ الحج ومتعۃ النکاح ـــــ دو متعے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے میں جائز تھے مگر میں ان کی ممانعت کرتا ہوں۔ ایک متعۃ الحج دوسرا متعۃ النکاح ـــــ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۹، امام فخر الدین رازی ـــــ شرح فاضل قوشجی ص ۴۸۴ طبع ایران پر جاتے انہی کے (وانا احرمھما) (کہ میں ان دونوں کو حرام قرار دیتا ہوں) موجود ہے (کذا فی المحاضرات للراغب) علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۱۳۶/۱۳۷ طبع مصر اولیاتِ عمر کے ضمن میں تصریح کی ہے کہ "اول من حرم المتعۃ" عمر پہلا شخص ہے جس نے متعہ کو حرام قرار دیا۔

لیجئے اب تو یہ حقیقت بالکل واضح وعیاں ہوگئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دورِ حکومت میں کسی خاص رمز مصلحت کے ماتحت (ع رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند) متعہ کو حرام قرار دے دیا۔ ورنہ خدا و رسولؐ نے اسے ایکبار حلال قرار دینے کے بعد ہرگز حرام نہیں کیا ورنہ عمر حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف دینے کے بجائے خدا اور رسول کی طرف دیتے۔ اب مسلمانوں کی مرضی ہے کہ وہ خدا و رسول کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں یا عمر کا فیصلہ مان کر اسلام کا جوا گردن سے اتار دیں۔

ع بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا؟

ارشاد قدرت ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ نولہ ما تولیٰ ونصلہ جھنم وساءت مصیراً مگر معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کو حرام سمجھنے والے عمر کو خدا و رسول سے بڑھ کر مانتے ہیں ـــــ اور یہ بالکل کھلا ہوا "غلو" ہے جس کا طعنہ وہ شیعوں کو دیا کرتے ہیں ـــــ یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم:

لطیفہ برادران اسلامی کے مستند عالم راغب اصفہانی نے اپنی کتاب محاضرات میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ متعہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ کہا جائز ہے! اس آدمی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(عمر)
نے کہا مگر آپ کے والد تو کہتے ہیں کہ حرام ہے کہا کیا میرے والد نے ہی برسرِ منبر یہ اعلان نہیں کیا کہ رسول خدا کے زمانہ میں دو متعے جائز تھے اور میں انہیں حرام قرار دیتا ہوں اور خلاف ورزی کرنیوالے کو سزا دونگا" کہا ہاں۔ یہ تو درست ہے! ابن عمر نے کہا کہ ہم ان کی گواہی کو قبول کرتے ہیں کہ عہد رسول میں جائز تھے مگر ان کے حکم حرمت کو نہیں مانتے کیونکہ جس چیز کو خدا و رسول حلال قرار دیں۔ میرے باپ کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ اسے حرام قرار دیں؟

حل طلب معمّہ

مولوی کرم الدین صاحب نے دوسرے متعصب سنّی علماء کی طرح یہ لکھا ہے کہ "متعہ فی الحقیقت زنا ہے" اور ہم نے سطور بالا میں اہلسنت کی کتب معتبرہ سے ثابت کر دیا ہے کہ اوائل اسلام میں بالاتفاق متعہ جائز تھا۔ بڑے بڑے اکابر صحابہ اور بعض صحابیات نے بھی متعہ کیا ہے تو اب حل طلب معمہ یہ ہے کہ کیا خدا و رسولؐ نے زنا کی اجازت دی تھی اور کیا جابر بن عبد اللہ انصاری اور عمران بن حصین اور بالخصوص اسماء بنت ابی بکر وغیرہم نے متعہ کر کے دراصل زنا کیا تھا؟ (العیاذ باللہ) بینوا توجروا؟

کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا نیز مؤلف نے مٹھی بھر طعام یا کھجور کے عوض متعہ کرنے کے جواز پر ہمارے اوپر بہت زبان ایراد دراز کی تھی ہم نے یہی چیز صحیح مسلم کے حوالہ سے بزبان صحابہ ثابت کر دی ہے۔ امید ہے کہ اب موصوف زیر زمین بھی زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہوں گے

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

دانشمندی یہ ہوتی ہے کہ دوسروں پر زبان طعن و تشنیع دراز کرنے سے پہلے اپنے نگار خانہ پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے کیونکہ ؎

شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

جوازِ متعہ از قرآن

مؤلف آفتاب نے صرف طعن و تشنیع اور طنز و تمسخر کرنے پر اکتفا کی ہے۔ (جس میں وہ بھانڈوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں) ورنہ اگر متعہ کی حرمت پر کسی قسم کا کوئی مواد پیش کرنے کی توفیق نہیں ہو سکی اور ہم نے اب تک جو حقائق پیش کر دیئے ہیں۔ وہ اگرچہ اثباتِ مدعا کے لئے کافی ہیں۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ مزید تسلی و اطمینان کی خاطر قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ بھی اس سلسلہ میں پیش کر دیں (اگرچہ اختصار ہمیں عنانِ بیان دراز کرنے سے مانع ہے) ارشاد رب العزت ہے فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ ان اللہ کان علیما حکیما (پ۵ س نساء ع ۱) "جن عورتوں سے تم مزہ اٹھاؤ (یعنی صحبت کرو) ان کا حق جو ٹھہرا یا تھا ان کو دے دو اور ٹھہرانے کے بعد اگر آپس میں راضی ہو جاؤ تو اس میں کچھ گناہ نہیں تم پر بے شک اللہ تعالیٰ خبردار ہے حکمت والا" (ترجمہ وحیدی) یہ آیت بچند وجہ جواز متعہ پر دلالت کرتی ہے (الف) لفظ متعہ۔ لفظ نماز روزہ اور حج

○ کیونکہ ؎ یہ مولانا ہیں لیکن شہر کے لقموں پہ بھاری ہیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وزکوٰۃ وغیرہ حقائق شرعیہ کی طرح عقد خاص میں حقیقت ہے اسے نظر انداز کر کے اس سے لغوی معنی (فائدہ حاصل کرنا) مراد لینا اصولِ شریعت کے خلاف ہے۔

(ب) جناب عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ابی بن کعب اور بعض دیگر صحابہ کی قرأت کتب اہلسنت میں یوں مروی ہے فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی فاتوھن اجورھن فریضۃ یعنی جن عورتوں سے وقت معین تک متعہ کرو۔ ان کا حق مہر بطور فرض ادا کرو۔ یہ جواز متعہ پر نص صریح ہے (در منثور ج ۲ ص ۱۴۰ کبیر ج ۳ ص ۲۰۹ وغیرہ)

(ج) اگر اس سے نکاح مراد لیا جائے تو تکرار لازم آتا ہے کیونکہ اس سے پہلے فانکحوا ما طاب لکم من النساء الآیۃ کہہ کر نکاح کا حکم بیان ہو چکا ہے۔ لیکن اگر اس سے عقد متعہ مراد لیا جائے تو اس طرح ایک نیا حکم معلوم ہوگا علماء معانی بیان کا اتفاق ہے کہ التاسیس اولیٰ من التاکید۔ بنابریں تاسیس کو تاکید پر ترجیح حاصل ہے۔

(د) مفسرین اہلسنت نے تسلیم کیا ہے کہ اس سے مراد نکاح متعہ ہے۔ چنانچہ امام سیوطی نے عبد بن حمید اور ابن جریر کے حوالہ سے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا "یعنی نکاح المتعۃ کہ خدا نے اس آیت میں عقد متعہ مراد لیا ہے (تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۴۰) علامہ وحید الزمان اپنے ترجمہ قرآن کی ذیلی تفسیر موسوم بہ تفسیر وحیدی حاشیہ نمبر ۶ ص ۱۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں "اکثر علماء نے کہا ہے کہ یہ آیت نکاح متعہ کے باب میں اتری۔ متعہ شروع اسلام میں جائز تھا وہ یہ ہے کہ الخ" علاوہ بریں قابل غور بات یہ ہے کہ جب اوائل اسلام میں متعہ کے جواز پر سب اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ تو اگر اس آیت سے متعہ کا جواز ثابت نہ ہو تو پھر وہی بتائیں کہ یہ جواز کس دلیل کی بنا پر ہے؟ بعد ازیں قاضی مظہر صاحب کے اس طفلانہ بلکہ جاہلانہ دعوے میں کیا وزن باقی رہ جاتا ہے کہ "قرآن مجید کی کس آیت سے شیعہ متعہ کی حلت ثابت نہیں کر سکتے"

ثوابِ متعہ والی روایات پر اعتراض کا جواب

اب ہم ذیل میں بڑے اختصار کے ساتھ نمبروار مؤلف کے بودے اعتراضات کے علمی و الزامی جوابات پیش کرتے ہیں۔ موصوف نے متعہ کرنے پر ثواب ملنے کے متعلق وارد شدہ روایات پر بڑی لے دے کی ہے۔ اس کے متعلق ہمارا پہلا حلی جواب یہ ہے کہ خداوند عالم اسی سورۂ نساء میں جس میں آیت متعہ موجود ہے فرماتا ہے۔ من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء وحسن اولئک رفیقا (پ ۵ نساء ع ۹) اور جو اللہ اور رسول کا کہا مانے تو ایسے ہی لوگ (جنت میں) ان مقبول بندوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (بڑے بڑے) احسانات کئے۔ یعنی نبی اور صدیق اور شہید اور (یہ میرے) نیک بندے اور یہ لوگ (کیا ہی) اچھے ساتھی ہیں" (ترجمہ نذیریہ) جب اس آیت کی روشنی میں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خدا و رسول کی اطاعت کرنے والا جنت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے درجہ میں ان کی رفاقت کر سکتا ہے تو پھر وہ متعہ جسے خدا و رسول نے حلال و جائز قرار دیا تھا اور بعض حکام وقت نے مداخلت فی الدین کرتے ہوئے اسے ممنوع قرار دے دیا۔ تو اگر کوئی شخص اس مردہ حکم شریعت کو زندہ کرنے کی غرض سے اس پر عمل کرے اور جنت میں اسے سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کی رفاقت نصیب ہو جائے تو اس میں کیا چیز قابل اعتراض ہے؟ حدیث میں یہ تو وارد نہیں کہ ایسا کرنے والا معاذ اللہ۔ خود امام حسن و امام حسین بن جاتا ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان کے درجہ میں ہوگا اور ظاہر ہے کہ رفاقت جب ہی ہو سکتی ہے کہ درجہ ایک ہو۔ جو قرآن سے ثابت ہے۔ اس مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے حکماء اسلام یعنی ائمہ دین علیہم السلام نے یہ ثواب بیان کر کے لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی رغبت دلائی ہے۔!! یہ کہنا کہ "اگر متعہ حلال تھا تو حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں اس سنت کو کیوں زندہ نہیں کیا؟ جناب امیر علیہ السلام نے ظاہری مسند خلافت پر بیٹھتے ہی فرمایا تھا "لو ثبتت قدمای لغیرت اشیاء" (نہج البلاغہ) اگر مجھے ثابت قدمی نصیب ہوئی تو میں بہت سی اصلاحات کرونگا" مگر معترض کے بزرگوں نے آنجناب کو ثابت قدمی نصیب ہونے دی اور نہ آپ وہ موعودہ اصلاحات نافذ کر سکے" بلکہ آپ کا تمام وقت داخلی و خارجی فتنوں کو دبانے میں صرف ہو گیا۔

دوسرا الزامی جواب

یہ ہے کہ خود کتب اہلسنت میں بظاہر معمولی معمولی عملوں پر ثواب ہائے بیحساب مذکور ہیں۔ بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے آدمی خود صدیق و شہید بن جاتا ہے (۱) چنانچہ فتاوے برہنہ ج ۱ صفحہ ۲۹۸ طبع نولکشور میں ہے کہ اگر کوئی شخص صبح و شام اعوذ باللہ کے بعد سورۂ حشر کی آخری صد آیات پڑھ لیا کرے تو ستر ہزار فرشتے ہمیشہ اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور جب مرتا ہے تو شہید مرتا ہے (۲) اسی کتاب کی ج ۱ صفحہ ۲۰۲ پر لکھا ہے۔ جو شخص شب جمعہ نماز وتر پڑھ لے تو اگلے جمعہ تک کوئی گناہ اس کے نامۂ اعمال میں نہیں لکھا جاتا اور اگر مر جائے تو شہید مرتا ہے اور ہر ہر رکعت کے بدلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ——— اور ایک سال کی عبادت لکھی جاتی ہے۔ (۳) صحیح بخاری اور تفسیر درمنثور وغیرہ میں ہے کہ جو آدمی لا الہ الا اللہ کہہ دے۔ اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ خواہ چوری کرے اور خواہ زنا کرے" لیجئے چٹھی ہو گئی صرف ایک مرتبہ کلمۂ توحید پڑھ لیا۔ یا زیادہ سے زیادہ شب جمعہ کو نماز وتر پڑھ لی بس جنت کا ٹھیکہ مل گیا۔ پھر نماز و روزہ اور دیگر عبادات بجا لانے کی کیا ضرورت جن میں بدنی و مالی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں؟ جو جواب ان روایات کا دیا جائیگا وہی ہم ثواب متعہ والی روایات کا دیں گے؟ (۴) اور سنیے۔ لکھا ہے اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرے تو صدیق بن جاتا ہے (فتاوی برہنہ ج ۱ صفحہ ۲۹۲) (۵) نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۲ پر ایک مختصر سا عمل درج ہے اس کے بجا لانے پر یہ ثواب لکھا ہے کہ "اسے سو حج اور سو عمرہ اور سو شہید کا ثواب ملیگا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور ہزار فرشتے اس کی نیکیاں لکھیں گے وہ ایسا ہے گویا اس نے سو غلام آزاد کئے اور جب مرے گا تو شہید" اسطرح تو گویا شہادت " ہر مال دو پیسے" ہو گئی۔ اگر یہ سب درست ہے اور ان کی مناسب تاویل ہو سکتی ہے تو ہمارے کرم فرماؤں کو صرف روایات متعہ ہی میں کیوں کیڑے نظر آتے ہیں؟ سچ ہے ؎

چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

متعہ اور نیوگ میں فرق

مؤلف کا یہ کہنا کہ جب ہم آریہ پر نیوگ کے متعلق اعتراض کرتے ہیں تو وہ جواب میں متعہ کا مسئلہ پیش کرتے ہیں" پھر لکھا ہے" بتائیے اس کا کیا جواب دیا جائے"! ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ کا سرمایہ علمی اس قدر محدود ہے کہ نہ نیوگ کی حقیقت کا علم اور نہ متعہ کی ماہیت کا پتہ تو پھر کس حکیم نے تمہیں کہا ہے کہ اس پھٹے میں ٹانگ آڑاؤ اور مناظرہ بازی کا شغل فرماؤ۔؟

؎ نے فروعت محکم آمد نے اصول
شرم باید از خدا و از رسول

لیکن ملا بھی کیا کریں۔ سستی شہرت حاصل کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہے

؎ بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

حالانکہ جو آدمی آریہ کے نیوگ اور مسلمانوں کے متعہ کے متعلق بالکل سطحی معلومات بھی رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ نیوگ اس بے غیرتی کا نام ہے کہ ایک شادی شدہ آدمی کی اولاد نہیں۔ وہ اپنی بیوی کسی دوسرے مرد کے پاس صرف اس لئے بھیج دیتا ہے کہ وہ اس سے زنا کرائے اور استقرار حمل کی صورت میں یہ بے غیرت صاحب اولاد کہلائے ـــــ مگر شوہر دار عورت سے جس طرح نکاح نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح متعہ بھی نہیں ہو سکتا بلکہ متعہ صرف کسی باکرہ یا مطلقہ یا بیوہ عورت سے ہو سکتا ہے۔ جس سے نکاح ہو سکتا ہے۔ قاضی مظہر صاحب کا یہ کہنا کہ "متعہ نکاح والی عورت سے بھی ہو سکتا ہے" انکی جہالت مرکبہ اور ضلالت مطلقہ کی بدترین مثال ہے اگر ان میں جرأت ہے تو اس کا کوئی ثبوت کتب شیعہ سے پیش کر کے منہ مانگا انعام حاصل کریں ورنہ مفتری وکذاب کی جو سزا ہے اسکے لئے تیار ہو جائیں لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ وعذاب الاخرۃ اخزیٰ۔

متعہ اور زنا میں فرق

مؤلف نے متعہ کی جو حقیقت بیان کی ہے۔ اس پر اگر فلک بھی عقد ثریا نثار کرے تو کچھ جائے تعجب نہیں ہے ـــــ انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر کے متعہ و زنا کو ایک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور عداوت اہلبیت کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جوش میں یہ تک نہیں سوچا کہ متعہ (جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے) ابتداء اسلام میں تو سب مسلمانوں کے نزدیک جائز تھا۔ اختلاف صرف اسکے بعد ازاں ممنوع و منسوخ ہونے میں ہے! تو کیا خدا و رسول نے پہلے زنا کو جائز اور رائج کیا تھا؟ اور یہ بھی نہیں سوچا کہ اس فتوے کی زد میں کون کون بزرگ آتے ہیں؟ جوش کے ساتھ ہوش بھی ضروری ہوتا ہے ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں! اور اس سلسلہ میں بزعم خویش متعہ و زنا کے چند مشترکات شمار کئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ متعہ میں گواہ کی ضرورت نہیں (۲) توریث نہیں (۳) تعداد معین نہیں (۴) پردہ نہیں (۵) اُجرت اور وقت معین ہے ——— اس کے کئی طرح سے جواب دیئے جا سکتے ہیں

اوّلاً: یہ سمجھنا کہ یہ سب امور (از قسم گواہ و توریث وغیرہ) لوازم نکاح سے ہیں۔ غلط ہے۔ نکاح دائمی میں گواہ مقرر کرنے کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہے۔ شیعوں کے نزدیک شرط نہیں (اور نہ ہی قرآن میں اس شرط کا کوئی تذکرہ ہے) صرف فضیلت ہے اور اہلسنت میں سے امام مالک (ملاحظہ ہو خزینۃ الروایات) اور امام محمد (ملاحظہ ہو معدن الکنز) شیعوں کے ہمنوا ہیں ——— ان کے نزدیک گواہ مقرر کرنا شرط نکاح نہیں ہے بظاہر حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ لگانے والوں کے مذہب کی بنیاد چونکہ قرآن اور مصطفٰے کے فرمان پر نہیں بلکہ قیاس شیطان پر ہے! اسلئے قرآن میں جہاں گواہ مقرر کرنے کا حکم ہے یعنی طلاق (واشھدوا ذوی عدل من رجالکم) وہاں تو یہ گواہوں کو ضروری نہیں سمجھتے۔ اور جہاں کوئی حکم نہیں (نکاح) وہاں ضروری جانتے ہیں۔ یا للعجب یہ ٹھیک ہے کہ زوجہ اکثر و بیشتر وراثت حاصل کرتی ہے مگر یہ چیز لازمۂ زوجیت نہیں ہے مثلاً زوجۂ کتابیہ اور زوجۂ قاتلہ اور وہ زوجہ جو کسی بیمار کے عقد نکاح میں آ جائے اور قبل از مقاربت شوہر کا انتقال ہو جائے۔ ان تمام صورتوں میں محرم الارث متصور ہوتی ہے (۳) اگر متعہ میں تعداد معین نہیں تو کنیزوں میں بھی نہیں تو کیا کوئی مسلمان اسے زنا قرار دے سکتا ہے؟ (۴) پردہ نہ ہونے والا سراسر بہتان اور غلط الزام ہے وانما یفتری الکذب الذین لا یومنون (۵) اُجرت یعنی حق مہر تو نکاح میں بھی معین ہوتا ہے تو کیا پھر اسے بھی زنا قرار دیا جائے گا؟ مالکم کیف تحکمون؟ وانی تصرفون؟؟

حنفیوں میں اُجرت پر زنا کرنے سے حد جاری نہیں ہوتی

ثانیاً کسقدر تعجب کی بات ہے۔ جن کے مذہب میں اُجرت پر زنا کرنے سے حد شرعی جاری نہیں ہو سکتی وہ آج متعہ کو زنا سے تعبیر کر کے شیعوں کو مطعون کر رہے ہیں۔ چنانچہ فتاوٰے قاضی خان ج ۴ ص ۸۲۱ طبع (کشور لکھنؤ) میں لکھا ہے لو استاجر امرأۃ لیزنی بھا فزنی بھا لا یحد فی قول ابی حنیفہ یعنی اگر کوئی شخص اُجرت مقرر کر کے زنا کرنے کی خاطر کرایہ پر لائے اور اس سے زنا کرے تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہ ہو گی۔ کذا فی الفتاوی السراجیہ ص ۶۰ طبع لکھنؤ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تمام کنجروں اور کنجریوں کو امام اعظم کا ممنون ہونا چاہیئے جنھوں نے ان کے پیشہ کو جائز قرار دے کر ان پر رزق کثیر کے دروازے کھول دیئے ہیں یہی وجہ ہے کہ اہلسنت کے مذہب میں اوباشوں، لچوں، لفنگوں اور بدمعاشوں کی کثرت ہے۔ کیونکہ اس میں یہ سہولت ہے کہ ؎

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

شد م۔ شد م۔ شد م۔

ثالثاً:۔ اگر مؤلف کو متعہ و زنا میں بزعم خویش کچھ مشترک امور نظر آتے ہیں اسلئے انہوں نے جھٹ اسے زنا کہدیا تو کیا ان کو نکاح و متعہ میں کچھ مشترکات دکھائی نہیں دیئے جن کی بنا پر اسے نکاح میں داخل کرتے مثلاً! (۱) جس عورت سے نکاح ہو سکتا ہے صرف اسی سے متعہ بھی ہو سکتا ہے اور جن عورتوں سے نسب یا سبب کی وجہ سے نکاح نہیں ہو سکتا ان سے متعہ بھی نہیں ہو سکتا (اور یہ بڑی اہم وجہ اشتراک ہے) (۲) نکاح میں صیغہ یعنی ایجاب و قبول ضروری ہے متعہ میں بھی یہ چیز لازم ہے (۳) نکاح میں حق مہر کا تعین ضروری ہے۔ متعہ میں بھی واجب ہے (۴) جملہ اولاد نکاح وارث ہے۔ اسی طرح اولادِ متعہ بھی صحیح اولاد اور جائز وارث ہے۔ الی غیر ذالک من المشترکات الحقیقیۃ۔

متعہ کی غرض تشریع

کس قدر حالات کی ستم ظریفی ہے کہ وہ متعہ جس کی حلت و تشریع سے اصلی غرض و غائت ہی یہ تھی کہ جب بوجہ سفر وغیرہ جنسی گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس جائز طریقہ پر لوگ اپنی جنسی تسکین کا سامان فراہم کر کے زنا جیسے سنگین گناہ سے بچ جائیں۔ آج اسے زنا قرار دیا جا رہا ہے۔ الغرض متعہ کی تشریع زنا کی روک تھام کے لئے ہوئی ہے اسی بنا پر جناب امیرؑ اور ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ اگر عمر متعہ کو ممنوع نہ کرتے تو سوائے کسی بدبخت کے اور کوئی شخص زنا نہ کرتا (کما مر تفصیلہ)

اُجرت و تعداد والے اعتراض کا جواب

اُجرت (یعنی حق مہر) کی قلت و کثرت والا ایراد بھی جہالت پر مبنی ہے ورنہ اسلامی فقہ پر معمولی نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ نکاح دائمی ہو یا عقدِ متعہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے بلکہ یہ صرف تراضی طرفین پر منحصر ہے وہ جتنی مقدار پر اتفاق کر لیں وہی مقدار کافی ہے۔ قلیل ہو یا کثیر۔ مزید برآں ہم سطور بالا میں صحیح مسلم مع شرح نووی ج ۱ ص ۴۵۱ سے بروایت جابر صحابہ کا مٹھی بھر کھجور اور مٹھی بھر آٹا دستور پر متعہ کرنا ثابت کر چکے ہیں۔

ع چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرما

اور جہاں تک تعداد کا تعلق ہے وہ اماء (کنیزوں) میں بھی معین نہیں تو جو مصلحت وہاں کارفرما ہے وہی یہاں بھی ہے۔ بجز اس کے نکاح میں طلاق یا شوہر کی وفات کی عدت لازم ہے متعہ میں بھی شوہر کی وفات یا مدت متعہ ختم ہونے کے بعد عدت ضروری ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نما ھو جوابکم فھو جوابنا ——— ؟؟

ایک عورت سے بار بار متعہ کرنے کا جواب

مؤلف نے جو یہ کہا کہ "جس عورت کو طلاق مثلثہ دی جائے اس سے پھر نکاح نہیں ہو سکتا" یہ نہ خدا کا حکم ہے نہ رسولؐ کا ارشاد ہے۔ بلکہ یہ صرف جناب عمر کا طبعزاد مسئلہ ہے ملاحظہ ہو صحیح مسلم مع شرح نووی ج ۱ ص ۴۷۸ یہی وجہ ہے کہ اہلسنت میں سے اہلحدیث اس کے قائل نہیں ہیں اور رسول پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو حلالہ نکالنے والے اور جس کے لئے حلالہ نکالا جائے ہر دو پر لعنت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو وحید اللغات ج ۱ ص ۱۲۵ طبع کراچی) مؤلف بوجہ شرم اس بات کو ہضم کر گئے ہیں کہ ان کے ہاں طلاقِ مثلثہ کے بعد حلالہ بھی ضروری ہوتا ہے ——— یہ بے غیرتی مبارک ہو ——— ؎

شرم تم کو مگر نہیں آتی ؟

لہٰذا جس طرح طلاق کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے اسی طرح ایک بار مدتِ متعہ ختم ہو جانے کے بعد دوبارہ اس عورت سے متعہ بھی ہو سکتا ہے۔

متعۂ دوریہ والے اعتراض کا جواب

مؤلف نے اپنے بعض پیشروؤں کی تقلید میں جس متعۂ دوریہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا کئی طرح جواب دیا جا سکتا ہے۔ اولاً۔ تو ہماری کتب متداولہ فقہیہ میں اس مسئلہ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے۔ ثانیاً۔ بنا بر تسلیم صحت اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یائسہ عورت (جو اس سن و سال تک پہنچ چکی ہے کہ اب اولاد جننے کے قابل نہیں رہی یعنی اب اسکے ماہواری خون کا طبعی سلسلہ بند ہو گیا ہے) اس لئے اب اختلاطِ نسل کا اندیشہ نہیں رہا۔ شریعت نے اس سے عدت کی پابندی ختم کر دی ہے۔ لہٰذا چونکہ اس پر عدت نہیں ہے اس لئے اگر ایک شخص نے تھوڑی مدت کے لئے متعہ کیا۔ جب اس کی مدت ختم ہو گئی تو پھر دوسرے نے کر لیا۔ اس میں کیا جائے ایراد ہے ؟

ثالثاً۔ اسی عورت (یائسہ) میں نکاح دوری والا اعتراض بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی رات میں دس بیس مرد اس سے نکاح کریں اور ہمبستر بھی ہوں تو جائز ہے۔ کیونکہ صورت یہ ہو گی کہ ایک نے نکاح کیا ہمبستری کی پھر طلاق دے دی اور چونکہ بوجہ یائسہ ہونے کے اس پر عدت واجب نہیں ہے فوراً دوسرے نے عقد کر لیا وھکذا۔ ہاں البتہ اہلسنت کے نزدیک اس عورت پر بھی عدت لازم ہے جو خلاف عقل و شرع ہے۔

حکایت کا جواب

مؤلف نے فروع کافی سے جس عمری ناصبی کا امام محمد باقر علیہ السلام سے مکالمہ نقل کر کے اسے بیہودہ حکایت قرار دیا ہے اس میں اس ناصبی شخص کے آخری جملہ کے علاوہ اور کیا بیہودگی کی بات ہے۔ اس نے امام سے مسئلہ متعہ پوچھا۔ امام نے فرمایا جائز ہے۔ اس نے اعتراض کیا کہ تم نے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اسے حرام قرار دیا ہے۔ امام نے فرمایا ہمیں خدا و رسول کے حکم سے واسطہ ہے نہ کہ بکر و عمر کے قول سے۔ جب اس نے اپنی خارجیت کا اظہار کرتے ہوئے امام علیہ السلام کی بنات و اخوات کا تذکرہ کیا تو امام نے بموجب ارشاد ربانی "واعرض عن الجاھلین" یعنی جاہلوں سے روگردانی کرو" اس سے روگردانی ـــــ کرلی۔ اب مؤلف کہتے ہیں کہ "اگر امام متعہ کے جواز کے قائل تھے تو عورتوں کے ذکر پر خفگی کیوں آگئی" ہم صرف اس پر یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ عزت و غیرت کی بات ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں ـــــ آسکتی کیونکہ ؎

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

ـــــ ورنہ ایک غیور آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ ضرور خفگی کا مقام تھا! کسی کام کا جائز ہونا اور بات ہے اور اس کا کرنا اور بات۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی مولوی صاحب سے (فرض کرو۔ مولوی کرم الدین آف بھیں سے) مسئلہ دریافت کرے کہ آیا نکاح کرنا جائز ہے؟ وہ جواب دیں کہ ہاں۔ پھر پوچھے آیا کثیر مقدار میں حق مہر مقرر کرنا جائز ہے؟ وہ کہیں ہاں۔ پھر سائل کہے جب لڑکی کی شادی ہو جائے اور اس سے ہمبستری بھی واقع ہو جائے تو پھر شوہر سے طلاق حاصل کرلے تو یہ بھی جائز ہے؟ اور مولوی صاحب کہیں اگرچہ ایسا نہ کرنا چاہیئے مگر ہے تو جائز! اس اگر وہی سائل یہ کہہ دے کہ مولوی صاحب! اپنی لڑکیوں کو حکم دیجئے کہ وہ اس طریقہ سے روپیہ کمائیں اور آپ کھائیں تو کیا مولوی صاحب کو خفگی نہ آئے گی؟

؎ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا
آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگراں مپسند!

چنانچہ فروع کافی ج ۲ صفحہ ۱۹۱ میں مؤلف کی پیش کردہ روایت کے بعد مومن طاق اور ابو حنیفہ کا مکالمہ درج ہے۔ جب ابو حنیفہ کے اس سوال پر کہ آیا متعہ حلال ہے؟ مومن طاق نے اثبات میں جواب دیا۔ تو امام اعظم نے فرمایا کہ پھر اپنی عورتوں کو حکم دو کہ وہ متعہ کرکے روپیہ کمائیں۔ مومن طاق نے کہا ہر صنعت و حرفت کو اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ وہ حلال ہی کیوں نہ ہو! پھر ابو حنیفہ سے پوچھا۔ کیا نبیذ (ایک قسم کی شراب) جائز ہے؟ امام اعظم نے کہا ہاں۔ مومن نے کہا پھر آپ اپنی عورتوں کو حکم دیں کہ وہ دکانیں کھول کر نبیذ کی خرید و فروخت کرکے روپیہ کمائیں! ابو حنیفہ یہ جواب سن کر چپ ہو گئے ـــــ اور کہا تمہارے تیزے کا زخم زیادہ گہرا ہے!

اگر مولوی صاحب کو کوئی مثال درکار ہے کہ مرد کیلئے باعث ثواب اور عورت کے لئے باعث شرم ہو۔ تو مثال پیش خدمت ہے۔ کتب اہلسنت سے ثابت ہے کہ ختنہ لڑکے اور لڑکی کیلئے یکساں سنت ہے۔ مگر عوام تو کجا خواص بلکہ علماء اہلسنت بھی لڑکی کے ختنہ کے نام سے گھبراتے ہیں اور لڑکیاں بھی شرم و عار محسوس کرتی ہیں۔ مگر لڑکے کا ختنہ بڑی دھوم دھام سے کیا جاتا ہے۔ ع آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ممانعت متعہ کا جواب

یہ اختلافات و تعارضات اہلسنت اور ان کے پیشوائوں کو مبارک ہوں ہم تو ان ائمہ طاہرین کے ماننے والے ہیں کہ جن کے متعلق بیگانے بھی گواہی دیتے ہیں کہ "قول واحد منهم قول باقیهم" جو ایک کا قول ہو وہی سب کا قول ہوتا ہے (لوامع الانوار شعرانی و دراسات اللبیب) چنانچہ مسئلہ متعہ میں ان لوگوں کے اختلافات کا ایک نمونہ اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ اس کے برخلاف روایات اہلبیت میں سے ایک صریح و صحیح روایت بھی متعہ کی ممانعت میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ (تہذیب الاحکام کی جس روایت کا حوالہ دیا جاتا ہے اسکے راوی سنی ہیں جیسا کہ کتاب میں اسکی وضاحت موجود ہے) یہاں مؤلف نے اپنے علم و فضل کا جنازہ نکالا ہے۔ پہلی روایت کا ترجمہ بالکل غلط کیا ہے وہ مفہوم تو سمجھ ہی نہیں سکے۔ اصل بات یوں ہے (جو اصل کتاب میں موجود ہے) کہ کچھ حضرات موسم حج میں مکہ جا کر متعہ کرنا شروع کر دیتے تھے۔ ایسے ہی ایک شخص کو امام نے سرزنش کی کہ اپنے موقع و محل پر متعہ کرتے ہو، کیا تمہیں شرم نہیں آتی ایسے شرمناک موقع پر دیکھے جاؤ اور اسکا اثر بد تمہارے دوسرے ایک بھائیوں پر بھی پڑے۔ یعنی لوگ یہ کہیں کہ یہ لوگ یہاں حج کرنے نہیں آتے بلکہ صرف متعہ کرنے گیلئے آتے ہیں ـــــ اور دوسری روایت میں امام کے حکیمانہ حکم کی مصلحت خود ظاہر ہے کہ انسان کو مقدور بھی فنائی المتعہ نہیں ہونا چاہیے کہ جس سے زوجہ یا زوجات کی حق تلفی ہوتی ہو اس حکیمانہ حکم کی صحت میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔؟ سچ ہے۔

ے وکم من عائب قولاً صحیحاً
وآفته من الفهم السقیم

ع پڑیں پتھر سمجھ ایسی پہ وہ سمجھے تو کیا سمجھے!

بہرحال کوئی سمجھے یا نہ سمجھے ہم سمجھانے کا اپنا فریضہ ادا کرتے رہیں گے۔

ے مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے

چوتھا مسئلہ انبیاء پر ائمہ کی فضیلت

یہ مسلم ہے کہ نبی کے درجہ کو غیر نبی نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ کیسا ہی غوث، قطب، ولی، امام ہو لیکن شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ اہلبیت جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ چنانچہ حق الیقین اردو ص۸۵ میں ہے۔ اکثر علماء شیعہ کا یہ اعتقاد ہے حضرت امیرؑ و دیگر ائمہ طاہرین جمیع انبیاء سے افضل ہیں"۔ (آفتاب ص۱۹۱)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب یہ اعتراض بچند وجہ در جۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اوّلاً:۔ تو افضلیت ائمہ بر انبیائے سلف میں (علماء شیعہ کے درمیان) اختلاف ہے پہلا قول یہی ہے کہ وہ سوائے ختمی مرتبت باقی سب انبیاء سے افضل ہیں۔ دوسرا یہ کہ انبیاء ان سے افضل ہیں۔ تیسرا یہ کہ اولوالعزم نبی ان سے افضل اور دوسروں سے یہ افضل ہیں (اوائل المقالات شیخ مفیدؒ) ہاں البتہ علماء متاخرین میں پہلا قول ہی مشہور اور وہی عند التحقیق منصور ہے۔ بہرکیف جس مسئلہ میں اختلاف ہو اسے پورے مذہب کی طرف نسبت دینا علمی دیانت کے خلاف ہے۔

ثانیاً:۔ اس قدر تو مسلم ہے کہ ہر نبی اپنی امت سے افضل ہوتا ہے لیکن یہ کہ ہر نبی غیر نبی سے افضل ہوتا ہے اگرچہ وہ غیر نبی اس کی امت سے خارج بھی ہو اس پر نہ کوئی عقلی دلیل قائم ہے نہ نقلی اور نہ ہی یہ مسلم ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین؟ لہذا اگر ائمہ اہلبیت سابقہ نبیوں سے افضل ہوں۔ جبکہ یہ ان کی امت میں شامل نہیں تو کسی مسلمہ قاعدہ کی مخالفت لازم نہیں آتی۔

ثالثاً:۔ یہ بات اپنے مقام پر ثابت ہو چکی ہے کہ معیار فضیلت کثرت علم مع العمل۔ اور قوت جسمانی میں فوقیت ہے۔ جیسا کہ آدم و ملائکہ اور جناب طالوت کے قرآنی واقعات سے بھی واضح و عیاں ہے۔ تو بنا بریں جب ائمہ طاہرینؑ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم و عمل اور طاقت و قوت کے وارث ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبب علمی و عملی کمالات میں سردار انبیاء ہیں تو اس طرح ائمہ طاہرینؑ کے ان کمالات کا پلہ بھی سابقہ نبیوں سے بھاری ہوگا۔ لہذا وہ ان سے افضل ہوں گے۔

رابعاً:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان فریقین کی کتب میں موجود ہے۔ فرمایا من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی زہدہ والی ابراھیم فی خلتہ والی موسیٰ فی ھیبتہ والی عیسیٰ فی تواضعہ فلینظر الی علی بن ابی طالب (مناقب خوارزمی ص۲۵۸ ینابیع المودۃ ص باب ۴۰ مطالب السئول ص۶۱ ج۱ ریاض نضرہ ج ۲ ص۲۴۳۔ فصول مہمہ ص۱۲۱۔ شرح نہج البلاغہ حدیدی ۲ ص۴۴۶) اس سے ظاہر ہے کہ جو بزرگوار سارے سابقہ نبیوں کے انفرادی کمالات کا حامل ہوگا وہ فرداً فرداً ہر ایک سے افضل ہوگا۔ ولنعم ماقیل۔

حسن یوسفؑ دم عیسےؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

——— اس موضوع کے تفصیلی دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ دیکھنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب احسن الفوائد کی طرف رجوع کریں۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پانچواں مسئلہ شیعہ کا اعتقاد ہے کہ جناب امیرؑ و دیگر ائمہ خدا کی زبان، منہ، آنکھ، ہاتھ اور جنب اللہ (خدا کی پسلی ہیں) اصول کافی صـ۸۴ میں ہے (یہاں دو روایتیں درج کی ہیں۔ جن کا مضمون یہی ہے کہ ائمہ فرماتے ہیں۔ ہم خدا کی حجت، خدا کا دروازہ۔ خدا کی زبان۔ خدا کا منہ، خدا کی آنکھ اور اس کے ولی امر ہیں) آفتاب صـ۱۹۱)

الجواب فارسی کا ایک مقولہ ہے کہ "یک من علم را، من عقل باید!" اگرچہ ہماری اسلامی برادری میں فی الجملہ علم موجود ہے۔ مگر جس چیز کا ان کے ہاں قحط ہے وہ جوہر عقل ہے! اور اگر ہے تو پھر اس سے کام نہیں لیا جاتا ورنہ مولوی صاحب ایسے بودے اعتراض کر کے اپنی رسوائی کا سامان فراہم نہ کرتے مگر سچ ہے

؎ چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مطالب ہماری کتابوں میں درج ہیں۔ مگر قابل غور یہ بات ہے کہ جس مذہب کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ وہ خدائے تعالےٰ کو جسم و جسمانیات سے منزہ و مبرا سمجھتا ہے اگر وہ الزامی طور پر ان کو وجہ اللہ، لسان اللہ وغیرہ سمجھتا ہے تو اس کا مطلب کیا ہے؟ دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ اعتراض کرنے سے پہلے اگر مؤلف ان حدیثوں کا مطلب نہیں سمجھتے تھے تو علماء اعلام کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے رئیس المحدثین شیخ صدوق قمی نے کتاب التوحید اور حضرت علامہ مجلسی نے مراۃ العقول شرح کافی میں ان حدیثوں کا صحیح مفہوم بیان کر دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ کے باب اللہ (اللہ کا دروازہ) ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسکی معرفت کرانے کا وسیلہ ہیں۔ اللہ کی زبان ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اسکی مرضی کے بغیر نہیں بولتے بلکہ اس کے احکام کی اس کی منشا کے مطابق ترجمانی کرتے ہیں۔ اللہ کی آنکھ ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اسکی مرضی کے بغیر آنکھ نہیں اٹھاتے۔ اسی طرح اسکے جنب اللہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی رضا خدا کی رضا اور ان کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے"! اب فرمائیں یہ حقائق قابل اقرار ہیں یا لائق انکار؟

؎ چوں بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

چھٹا مسئلہ اگرچہ اسلام کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں لیکن شیعہ اس کے خلاف حضرت علی کو رسول کے ہم مرتبہ بلکہ ان سے بھی افضل سمجھتے ہیں چنانچہ اصول کافی صـ۱۱۸ میں ہے (بحذف عربی) ترجمہ: صادق علیہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

السلام نے فرمایا! اے سلیمان! جو جناب امیر المومنین حکم دیں مانو۔ جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ علی کو وہی فضیلت ہے جو رسول کو ہے۔ پھر اس کتاب مذکور میں ہے (بحذف عربی ترجمہ:۔ "امیر علیہ السلام نے فرمایا میں خدا کی طرف سے جنت و دوزخ کی تقسیم کا مالک ہوں۔ میں فاروق اعظم ہوں اور صاحب عصا و میسم ہوں۔ تمام ملائک اور ارواح نے میرا اقرار کیا جیسا کہ رسول کا انہوں اقرار کیا۔ مجھے اسی سواری پر سوار کیا گیا جو رسول کی سواری منجانب اللہ تھی محمد صلعم بلائیں جائیں گے اور پوشاک پہنائے جائیں گے۔ اسی طرح میں پکارا جاؤں گا اور پوشاک پہنایا جاؤں اور بلایا جاؤں گا۔ کلام رسول کی طرح۔ میں پانچ چیزیں دیا گیا ہوں۔ جو کہ کسی کو مجھ سے پہلے نہیں دی گئی۔ مجھے موتوں، مصیبتوں، نسبوں، فیصلہ حق کے علوم دیئے گئے ہیں۔ پہلی بائیں مجھ سے چھپی نہیں رہیں اور نہ غیبی امور مجھ سے مخفی ہیں۔ میں خدا کے حکم سے بشارت دوں گا اور خدا کی طرف سے سب کچھ پورا کر دوں گا۔ ان تمام امور کا خدا نے مجھے کل اختیار دے دیا ہے۔ ان روایات سے ثابت ہے کہ فضیلت میں رسولؐ اور علیؑ میں کچھ فرق نہیں ہے ——— بلکہ علوم خمسہ کے حاصل ہونے میں رسول سے علی کا نمبر فائق ہو گیا ہے (بحار الانوار ج ۵ صـ۵۱۱ میں ہے ——— آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علیؑ سے فرمایا۔ اے علی! تمہارے لئے بہت سی چیزیں ایسی ہیں کسان جیسی میرے لئے بھی نہیں (خلاصہ یہ کہ) تمہارے بیٹے ہیں ان جیسے میرے نہیں اور خدیجہ جیسی تمہاری ساس۔ ایسی میری نہیں ——— مجھ جیسا تمہارا خسر ہے۔ ایسا میرا نہیں۔ جعفر جیسے تمہارے بھائی ہیں۔ اس جیسا میرا نہیں ——— اور فاطمہ بنت اسد جیسی ہاشمیہ مہاجرہ تمہاری والدہ ہیں ان جیسی میری والدہ نہیں۔" (آفتاب صـ۱۹۳)

الجواب

سچ ہے اذا لقیت جلباب الحیا فاصنع ما شئت یعنی ؎

بے حیا باش و ہرچہ خواہی گو

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف جب یہ کتاب لکھنے بیٹھے تھے تو حیا و شرم اور خوف و خشیت الٰہی کا جامہ چیر پھاڑ کر پھینک دیا تھا (یا کبھی یہ جامہ زیب تن کیا ہی نہ تھا) اس لئے وہ کذب سادی اور افترا پردازی میں ذرہ بھی جھجک محسوس نہیں کرتے اس سے بڑھکر اور کیا بہتان ہو گا کہ شیعہ حضرت علی کو رسول کا ہم مرتبہ بلکہ ان سے افضل جانتے ہیں۔ سبحان اللہ ھذا بہتان عظیم۔ شیعوں کی علم کلام و عقائد کی سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کتابیں اس بات پر شاہد ہیں کہ شیعان حیدر کرار خدا کے بعد ملت نمائی مکنات جناب رسول خدا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صلے علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات سے افضل جانتے ہیں ان کا ایمان ہے ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور جو شخص حضرت امیر المومنین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل تو کیا بلکہ من جمیع الجہات ان کے برابر سمجھے وہ اسے غالی و کافر سمجھتے ہیں (اے کاش مؤلف اسی حق الیقین کو دیکھ لیتے جو ان کے پیش نظر ہے، ثبوت کے لئے مراۃ العقول۔ ہفتم بحار الانوار، حدیقہ سلطانیہ، احسن الفوائد، اصول الشریعہ میں اقسام غلو کے ذیل میں یہ بات دیکھی جا سکتی ہے۔

جب حضرت علی خود یہ فرماتے ہیں کہ انا عبد من عبید محمد کہ میں محمدؐ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔ تو پھر ان کے شیعہ کس طرح ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل سمجھ سکتے ہیں (اصول کافی احتجاج طبرسی ص ۱۱۱ طبع النجف)

اتحاد نبیؐ و علیؑ

ہاں یہ درست ہے کہ شیعہ سوائے نبوت اور اس کے خصائص (از قسم وحی نبوت وغیرہ) کے باقی صفات از قسم علم و فضل، اطاعت و عصمت وغیرہ میں بمطابق ارشاد خداوند رسول علیؑ کو نبی کا شریک جانتے ہیں۔ باتفاق فریقین خداوند عالم نے قرآن کے اندر آیت مباہلہ میں حضرت علیؑ کو نفس رسول قرار دیا ہے (وانفسنا وانفسکم) ــــــ اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ جسمانی طور پر دو جسموں کا اتحاد عقلاً محال و ناممکن ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس اتحاد نفسانی سے مراد اتحاد فی الفضائل والکمالات ہے (بجز مرتبہ نبوت اور اس کے خصائص کے کہ بنص قرآن وحدیث اس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خاتمہ ہو چکا ہے) (حدیث منزلہ یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے) جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بکثرت ارشادات سے نبی و علی کا ایک جان و دو قالب ہونا ثابت ہوتا ہے بطور نمونہ چند فرامین پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) اصل خلقت میں اتحاد

فرماتے ہیں خلقت انا و علی من نور واحد۔ میری اور علی کی پیدائش ایک نور سے ہوئی ہے (ینابیع، فردوس الاخبار، فضائل الصحابہ احمد بن حنبل، کفایۃ الطالب، مناقب خوارزمی، تذکرۃ الخواص، روضۃ الاحباب وغیرہ)

(۲) فرائض کی ادائیگی میں اتحاد

فرمایا۔ علی منی وانا منہ ولا یؤدی عنی الا انا او علی علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں میرے فرائض کو میرے اور علی کے سوا اور کوئی ادا نہیں کر سکتا (مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۸۳ ج ۴ ص ۱۶۲ ج ۵ ص ۲۰۳ کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۳ صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۲ ص ۷۳ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۲۰ ریاض نضرہ ج ۲ ص ۱۷۲/۲۷۴ باب ۴ فصل ۶ مشکوہ باب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مناقب علی ص۵۶۴ سیرۃ حلبیہ ج ۲ ص۷۶ وغیرہ)

(۳) محبّت وعداوت میں اتحاد

من احب علیاً فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ ومن ابغض علیاً فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض اللہ

جو علی سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ خدا سے محبت کرتا ہے اور جو علی سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اور جو مجھ سے بغض رکھتا ہے وہ خدا سے بغض رکھتا ہے (مستدرک حاکم ج ۳ ص۱۲۱/۱۴۲ الریاض النضرہ ج ۲ ص۱۶۵ استیعاب ابن عبدالبر ج ۲ ص۴۷۶ نورالابصار ص۷۲/۷۳ صواعق باب ۹ ص۷۴ فصل ۲۔ کنزالعمال ج ۶ ص۱۵۲ وغیرہ)

(۴) اطاعت ومعصیت میں اتحاد

من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاع علیاً فقد اطاعنی ومن عصاہ فقد عصانی۔ جو شخص میری اطاعت کرتا ہے وہ خدا کی اطاعت کرتا ہے جو میری نافرمانی کرتا ہے وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور اے علی! جو تیری اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو تیری نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص۱۲۱/۱۲۸ ریاض نضرہ ص۱۶۷/۲ ج، کنزالعمال ج ۶ ص۱۵۹۔ وسیلۃ النجاۃ ص۹۲ نزل الابرار ص۲۳ وغیرہ)

(۵) مفارقت میں اتحاد

من فارق علیاً فارقنی ومن فارقنی فارقہ اللہ عزوجل جو شخص علی سے جدائی اختیار کرتا ہے۔ وہ مجھ سے علیحدگی اختیار کرتا ہے اور جو مجھ سے جدا ہو اس سے خدا بھی جدا ہو جائے گا۔ (مستدرک ج ۳ ص۱۲۲/۱۲۶ کنزالعمال ج ۶ ص۱۵۶ الریاض النضرہ ج ۲ ص۱۹۴ نزل الابرار ص۲۴ روائح المصطفٰے ص۱۸)

(۶) اذیت میں اتحاد

من اذی علیاً فقد آذانی۔ جس نے علی کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی (مسند امام احمد ج ۳ ص۴۸۳ کنزالعمال ج ۶ ص۱۵۲ صواعق محرقہ ص۷۳ باب ۹ فصل مستدرک ج ۳ ص۱۲۲۔ نورالابصار ص۷۲ وغیرہ)

(۷) دشنام دہی میں اتحاد

من سب علیاً فقد سبنی۔ جس نے علی کو دشنام دی اس نے مجھے گالی دی (مستدرک ج ۳ ص۱۲۱ ریاض نضرہ ج ۲ ص۲۲ صواعق ص۷۴ باب ۹ مسند احمد ج ۲ ص۳۲۳ کنزالعمال ج ۶ ص۱۶۲ البدایۃ والنہایہ ابن کثیر ج ۷، ص۳۵۴ وغیرہ)

(۸) محسود ہونے میں اتحاد

من حسد علیاً فقد حسدنی ومن حسدنی فقد کفر۔ جو علی سے حسد کرتا ہے وہ مجھ سے حسد کرتا ہے اور جو مجھ سے حسد کرے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وہ کافر ہے (کنز العمال ج ۶ صـ ۱۵۹)

(۹) نبیؐ و علیؑ کی محبت علامتِ ایمان ہے

حبک ایمان وبغضک نفاق ۔ اے علی! تیری محبت ایمان اور تیری دشمنی نفاق ہے (مستدرک ج ۳ صـ ۱۲۲ ۔ ریاض نضرہ ج ۲ صـ ۱۷۵ کنز العمال ج ۶ صـ ۵۸)

(۱۰) نبیؐ و علیؑ کی محبت موجب دخولِ جنت ہے

لو اجتمع الناس علی حب علی بن ابی طالب لما خلق اللہ النار ۔ اگر تمام لوگ علی کی محبت پر اتفاق کر لیتے تو خدا جہنم کو پیدا ہی نہ کرتا (مناقب خوارزمی صـ ۴۷ ینابیع المودہ صـ ۱۲۵ باب ۷۲ وغیرہ ۔ بحوالہ البلاغ المبین حصہ اوّل) ـــــ شیخ سلیمان حنفی القندوزی نے ینابیع المودہ میں ایک مستقل باب ۷۲ کا عنوان ہی یہ قرار دیا ہے "فی بیان ان علیاً کرم اللہ وجہہ کنفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ـــــ اور اس باب میں مختلف اسانید و الفاظ سے ۲۴ عدد حدیثیں درج کی ہیں۔ جن سب کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ علی بمنزلہ میرے نفس کے ہیں۔ (فراجع) جب اس قدر باتوں میں خود اہلسنت اتحاد کے قائل ہیں تو جو تین روایتیں مؤلف نے اصول کافی و بحار سے نقل کی ہیں ۔ ان سے اس سے زیادہ تو کچھ ثابت نہیں ہوتا ۔ پہلی روایت سے اطاعت والی فضیلت میں اتحاد مراد ہے کہ علی کی اطاعت بمنزلہ اطاعت رسول ہے اور دوسری حدیث سے بھی صرف ان امور میں اتحاد مراد ہے جن کا تذکرہ خود روایت کے اندر موجود ہے یعنی بلایا جانا ۔ پوشاک پہنایا جانا وغیرہ اور یہ جو فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں (علوم خمسہ) دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں ۔ تو اس سے مراد سابقہ انبیاء و اولیاء ہیں نہ کہ جناب ختمی مرتبت ۔ وہ تو معلم و استاذِ علیؑ ہیں آنجنابؐ خود فرماتے ہیں (علمنی رسول اللہ الف باب ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم کے ہزار باب پڑھائے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔) اور حضرت کی یہ بڑی فضیلت ہے کہ وہ مدینہ علم نبوی کے باب ہیں ـــــ باقی رہی تیسری روایت (جس کے طرز استدلال پر حاشیہ کتاب میں بھی ایراد کیا گیا ہے کہ یہ درست نہیں" اسے کہتے ہیں بناء الفاسد علی الفاسد" بھلا مؤلف بحار الانوار یا دیگر شیعہ علماء ابرار نے کب اس حدیث سے افضلیت علی بر نبی پر استدلال کیا ہے؟ تاکہ ہمیں مناقشہ کیا جائے؟ یہ تو مؤلف آنجنابؐ کی کج فہمی ہے کہ اضافی و جزئی فضیلت کو افضلیت علی بر نبی کی دلیل سمجھ رہے ہیں اس میں جناب امیرؑ کے صرف بعض نسبی و اضافی کمالات کا تذکرہ کیا گیا ہے جس سے ان کی علی الاطلاق افضلیت بر رسول لازم نہیں آتی ۔ باتفاق شیعہ حضرت علی جناب امام حسین سے افضل ہیں ۔ مگر نسبی و اضافی طور پر جناب سید الشہداء کو بعض ایسی خصوصیات حاصل ہیں جو جناب امیر کو بھی حاصل نہیں ۔ مثلاً جیسے والدین امام حسین کے ہیں ایسے جناب امیرؑ کے نہیں ۔ جیسے جدِ نامدار امام حسین کے ہیں ویسے حضرت امیر کے نہیں ۔ جیسے بھائی امام حسین کے ہیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ایسے جناب امیرؑ کے نہیں۔ جیسی جدہ جناب امام حسینؑ کی ہیں ویسی جناب علیؑ کی نہیں و علی ہذا القیاس تو کوئی عقل کا اندھا اس سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ امام حسینؑ کا مقام جناب امیر سے بلند ہے؟ علاوہ بریں اس روایت کو صاحب ارجح المطالب سنی نے ص ۲۳۸/۲۳۹ پر بحوالہ شرف النبوۃ دیلمی اپنی کتاب میں درج کیا ہے تو اگر یہ روایت افضلیت علیؑ پر نبی پر دلالت کرتی ہے تو پھر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اہلسنت حضرت علیؑ کو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل جانتے ہیں! ——— کیا یہ درست ہے؟ فقدمنا الیٰ ماعملوا من عمل فجعلناہ ھباءً منثوراً۔

ساتواں مسئلہ

یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح (خدائے پاک) ہے اور ملائکہ اس کام پر مامور ہیں۔ لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ آنحضرتؐ کو ائمہ طاہرینؑ سے مل کر بعض یا تمام ارواح کو قبض کرنے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ حق الیقین اردو ص ۴۹۶ میں ہے حدیث میں اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تمام ائمہ طاہرین کے ساتھ بعض روحوں کو قبض کرتے ہیں یا تمام روحوں کے قبض کرنے میں بحکم خدا دخل رکھتے ہیں ——— جیسا کہ خطبہ غیر مشہورہ میں ہے فرمایا کہ میں بحکم خدا زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہوں۔" (آفتاب ص ۱۹۳)

الجواب

شیعانِ حیدر کرار کا یہی عقیدہ ہے کہ موت و حیات کا سلسلہ خداوند قدیر کے قبضۂ قدرت میں ہے اور فرشتے اسی کے حکم سے ان فرائض کو انجام دیتے رہتے ہیں۔ لیکن جہاں تک جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دوسرے ائمہ ھدیٰ کا تعلق ہے۔ وہ اگر چاہیں تو باذن اللہ یہ کام انجام دے سکتے ہیں۔ مگر یہ ان کی ڈیوٹی نہیں ہے۔ یہ ڈیوٹی صرف اور صرف ملائکہ مدبرات امر کی ہے جو بطور فرض منصبی ان امور کو انجام دیتے رہتے ہیں۔ حق الیقین جناب علامہ مجلسی کی تصنیف ہے۔ خود سرکار موصوف نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں تصریح فرمائی ہے کہ ممیت (مارنے اور جلانے والا) خدا ہی ہے اور جس خطبۂ غیر مشہورہ کی طرف انہوں نے یہاں اشارہ فرمایا ہے۔ اس سے مراد وہ خطبہ ہے جو "خطبۃ البیان" کے نام سے مشہور ہے اس کے متعلق ہمارے تمام علماء اعلام کا متفقہ بیان ہے کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کا کلام نہیں ہے خود سرکار مجلسی نے ہفتم بحار ص ۲۶۵ پر اس کے متعلق لکھا ہے۔ اما خطبۃ البیان واشباھھا فلم توجد الا فی کتب الغلاۃ "یعنی خطبۃ البیان ہو یا جو خطبے اس کے ساتھ ملتے جلتے ہیں وہ صرف غالیوں کی کتابوں میں ہی پائے جاتے ہیں ——— ہم نے احسن الفوائد فی اصول الشریعہ میں بڑی تفصیل سے اور دو قانون روایت و درایت اس کا بے اصل و بے بنیاد ہونا ثابت کر دیا ہے۔ یہاں مرحوم مجلسی نے ایک خبر واحد (جو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

موجب علم و یقین نہیں ہوتی ۔ حالانکہ مقام اعتقاد میں صرف یقینیات یعنی آیاتِ محکمات یا روایاتِ متواترات ہی مفیدِ مطلب ہو سکتی ہیں) پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں فلاں مطلب کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے ــــــ کیا اسی کا نام عقیدہ ہے ؟ ؎

ہر شے میں رائے سُنّی عجب با صواب ہے
جو بات کی خدا کی قسم لا جواب ہے

آٹھواں مسئلہ موت حیات ائمہ کے اختیار میں ہے ۔ یہ امر مسلم ہے کہ موت و حیات خدا کے اختیار میں ہے کسی انسان کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا ۔ مگر شیعہ کا اعتقاد ہے کہ ائمہ اہلبیت کو موت و حیات پر بھی اختیار ہے چاہے مریں یا نہ مریں اصول کافی صفحہ ۱۵۸ پر باب یوں باندھا گیا ہے ــــــ ترجمہ باب اس کا کہ ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور موت ان کے اختیار میں ہے ۔ اسی صفحہ میں ہے ــــــ ترجمہ : ابوبصیر کہتا ہے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جس امام کو اپنی مصیبت کا علم نہ ہو اور کہ اس کو بھی مصیبت پہنچے گی تو وہ خدا کی طرف سے مخلوق پر حجت نہیں ہو سکتا (آفتاب صفحہ ۱۹۳)

الجواب ہم ابھی اوپر ساتویں مسئلہ کے جواب میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ شیعان علی کا یہی عقیدہ و ایمان ہے کہ موت و حیات خداوند عالم کے ہی قبضۂ قدرت میں ہے اور جن روایات کی طرف مؤلف نے اشارہ کیا ہے ۔ وہ اس عقیدہ سے متصادم نہیں ہیں بلکہ ان کا مطلب صرف یہ ہے (جیسا کہ قبل ازیں بھی کسی مقام پر ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں) کہ ان کی ذوات مقدسہ کا مقام و مرتبہ نگاہِ قدرت میں اسقدر بلند ہے کہ وہ ان کی مرضی کے بغیر انہیں زبردستی نہیں مارتا ۔ اسی مقصد کو اقبال نے اپنے مخصوص شاعرانہ رنگ میں یوں ادا کیا ہے

؎ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے ؟

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ موت ائمہ کے اختیار میں ہے اور خدا کے اختیار میں نہیں ۔ معاذ اللہ کوئی شیعہ اس کا قائل نہیں ہے ۔ چنانچہ اسی اصول کافی صفحہ ۱۲۹ طبع ایران میں وارد ہے کہ روز عاشورہ جب سید الشہداء پوری طرح نرغۂ اعداء میں گھر گئے تھے تب خدا نے فتح و نصرت کو مجسم کر کے امام کے سر پر سایہ فگن کیا اور آپ کو موت و حیات میں کسی ایک کے اختیار کرنے کا اختیار دیا ۔ امام نے لقاء پروردگار کو اختیار کر لیا ۔ وھذا حق لا ریب فیہ نیز یہ بھی یاد رہے کہ اس قسم کی روایات کتب اہلسنّت میں موجود ہیں کہ خداوند عالم نے جناب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نبی و علیؑ کی موت کے وقت کو انکی مرضی پہ منحصر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ارجح المطالب صفحہ ۵۸۰ طبع لاہور وغیرہ)

نواں مسئلہ

یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم ما کان و ما یکون خاصہ ذات باری ہے مگر شیعہ کہتے ہیں کہ ائمہ کو یہ سب معلومات حاصل ہیں اصول کافی صفحہ ۱۵۹ میں باب ہی یوں باندھا ہے ــــ "باب اس کا کہ ائمہ کو علم ما کان، ما یکون حاصل ہوتا ہے" اور ان پر کوئی امر کائنات سے مخفی نہیں ہے" کتاب مذکور کے صفحہ ۱۶۰ میں ہے ــــ ترجمہ: "امام صادق نے فرمایا جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب کچھ جانتا ہوں اور گذشتہ و آئندہ کل واقعات دنیا کا بھی مجھے علم ہے" ــــ (آفتاب صفحہ ۱۹۲)

الجواب

قارئین کرام! "علم ما کان و ما یکون" کو خاصۂ ذاتِ باری" قرار دینے والے وہی مولوی کرم الدین ہیں جو اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲۲ پر یہ لکھ آئے ہیں "حضور علیہ السلام کو جن کو قیامت تک کے واقعات کا علم غیب حق تعالےٰ نے بخشا ہوا تھا" کیا اس وقت یہ معلوم نہ تھا اور اب صفحہ ۱۹۲ پر پہنچکر یہ القا ہوا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ تعصب نے چشم بصیرت اندھی کر دی ہے۔

؎ شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے جو جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۹۰ مع شرح نووی طبع دہلی میں ابو زید صحابی سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں "صلی بنا رسول اللہ الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظہر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا" یعنی ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز صبح سے فارغ ہو کر منبر پر تشریف لے گئے اور بیان شروع کیا یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت داخل ہو گیا۔ آپؐ منبر سے اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور بیان شروع کیا حتی کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ آپؐ نے اتر کر نماز پڑھی اسکے بعد پھر منبر پر تشریف لیگئے اور بدستور سابق بیان شروع کیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تمام گذشتہ اور آنیوالے واقعات بتلا دیئے پس ہم میں سے بڑا عالم وہ ہے جو ان واقعات کو زیادہ یاد رکھنے والا ہے"۔ اسی صفحہ پر اس سے قبل جناب حذیفہؓ کی زبانی بھی ایسا ہی واقعہ منقول ہے ــــ

اب فیصلہ ناظرین کریں کہ آیا صحیح مسلم کی روایت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو صحابیوں کا بیان صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ما کان و ما یکون کا علم تھا" یا مولوی کرم الدین صاحب کا بیان درست ہے "کہ یہ خاصۂ ذاتِ باری ہے"؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مولوی صاحب نے اصول کافی کی حدیث کا پہلا حصہ تو پیش کیا ہے کیا اس کا اگلا حصہ نہیں دیکھا۔ جسمیں درج ہے کہ جب امام نے یہ فرمایا کہ میں زمین و آسمان کی چیزیں جانتا ہوں ۔ ــــ تو بعض سامعین پر یہ دعویٰ گراں گذرا۔ امام نے انکے ازالہ شک کیلئے فرمایا کہ میں یہ سب کچھ کتاب خدا کی برکت سے جانتا ہوں جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور ہم اس کے علم کے وارث ہیں۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا ــــ علاوہ بریں ہم قبل ازیں کئی جگہ بیان کر چکے ہیں کہ اس علم ماکان و مایکون سے مراد علم اجمالی وارادی ہے (کہ جب کسی سابقہ یا آئندہ چیز کے معلوم کرنیکا ارادہ فرمائیں تو خدا انہیں بتا دیتا ہے) نہ تفصیلی نہ حضوری یا اس سے صرف امور محتومہ کا علم مراد ہے جو حتمی واقع ہونے والے ہیں۔ نہ ان امور کا جن میں بدا واقع ہوتا ہے۔ اور پھر یہ سب کچھ تعلیم اللہ ہے۔ نہ انکا ذاتی تدبر ــــ اس موضوع کی پوری تفصیلات دیکھنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب اصول الشریعہ کی طرف رجوع کریں۔

دسواں مسئلہ آسمان و زمین جناب امیرؑ کے تابع حکم

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے تابع حکم آسمان و زمین و مافیہا سب کچھ ہے چنانچہ حق الیقین صفحہ ۲۳۶ میں ہے "میں صاحب عصا و میسم ہوں۔ میں وہ ہوں کہ خدا نے ابروں و رعدوں اور برقوں کو تاریکی و روشنائی اور ہوا اور پہاڑوں اور دریاؤں اور ستاروں اور آفتاب و ماہتاب کو میرا مسخر کیا ہے میں اس امت کا ہادی ہوں (آفتاب صفحہ ۱۲۴)

الجواب

اگر یہ اصول قرار دے دیا جائے کہ جو روایت (خواہ کیسی ہی ہو) جس مذہب کی کتابوں میں مل جائے وہی ان کا عقیدہ بھی ہوتا ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ "رنگیلا رسول" لکھنے والے کمبخت نے اہلسنت کی کتابوں سے مواد لیکر اسلام اور بانی اسلام کی جو تصویر پیش کی ہے وہ درست ہے (معاذ اللہ) ــــ مؤلف کو تو اپنے تعلق بڑا عالم و مناظر ہونے کا دعوے ہے۔ تو کیا ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کسی روایت کا کسی کتاب میں پایا جانا اور ہے اور مقام اعتقاد اور ہے ــــ چنانچہ جس روایت کی بنا پر مؤلف نے عنوان مسئلہ قرار دیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک طویل و عریض روایت کا ٹکڑا ہے جو کتاب "واحدہ" سے منقول ہے اور یہ کتاب (واحدہ) علماء محققین کی نظر میں چنداں معتبر نہیں ہے۔

ــــ علاوہ بریں یہ درست ہے کہ چونکہ ائمہ طاہرین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام کائنات سے افضل ہیں اور خدا کے خاص مطیع و فرمانبردار بندے ہیں اسلئے اگر کائنات کی ہر شے باذن اللہ ان کی اطاعت کرے تو اسمیں کیا جائے اعتراض ہے؟ باقی یا مؤلف صاحب کا یہ ایراد کہ پھر جناب امیرؑ نے پہاڑوں اور رعدوں، و برقوں کو کیوں حکم نہ دیا کہ وہ ثلاثہ کو آناً فاناً نیست و نابود کر دیں"؟ تو معترض کو معلوم ہونا چاہیئے کہ

؎ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ✤ گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یہ بزرگوار تابع مشیت خدا اور مطیع مرضی مولا ہیں۔ اور ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ کے مصداق ہیں لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون۔ چلو ہم مان لیتے ہیں کہ اہلبیتؑ ان قوتوں کے مالک نہ سہی۔ خدا تو بالاتفاق ان قوتوں اور طاقتوں کا مالک حقیقی ہے اس نے اپنے سب سے بڑے دشمن شیطان اور اس کے دیگر انصار و اعوان کو ان طاقتوں سے کیوں ہلاک نہ کر دیا؟ جو جواب وہاں دیا جائے گا۔ وہی یہاں بھی عرض کیا جائے گا؟ ؎

حق کو دبانا سہل نہیں اے جناب من!

گیارھواں مسئلہ میت پر بددعا کرنا

ایک مشہور کہاوت ہے "مرے کو مارے شاہ مدار" مرے ہوئے شخص سے کسی کو کوئی بیر باقی نہیں رہتا ـــــ اس کی حالت پر رحم آتا ـــــ اور دعائے خیر کرتا ہے لیکن شیعہ ـــــ ایسے صاف باطن ہیں کہ میت شیعہ نہ ہو بلکہ سنی ہو تو اس کے جنازہ میں ـــــ بجائے دعا کے بددعا کرتے ہیں ـــــ اور غضب یہ ہے کہ ائمہ طاہرینؑ کے ذمہ بھی یہی الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ ایسا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فروع کافی صـ ۶۶ ج ۱ میں ہے عن ابی عبداللہ (بخذف عربی) ـــــ ترجمہ "امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک منافق مرگیا۔ حضرت امام حسینؑ جنازہ کے ہمراہ چلے جا رہے تھے کہ آپ کا غلام راستہ میں مل گیا ـــــ امام نے پوچھا کہاں جاتا ہے؟ کہا اس کے جنازے سے بھاگتا ہوں ـــــ آپ نے کہا دیکھ میری داہنی جانب کھڑے ہو جانا اور جو کچھ میں کہوں تو بھی کہتے جانا۔ جب تکبیر ہوئی تو امام حسینؑ نے یوں کہا الٰہی! تو اپنے فلاں بندے پر ہزار ہزار لعنتیں کر جڑی ہوئی الگ نہ ہوں! الٰہی تو اپنے اس بندے کو اپنے بندوں اور شہروں میں رسوا کر اور آگ کی گرمی میں چکھا۔ اور اس کو سخت عذاب چکھا کہ یہ تیرے دشمنوں سے دوستی اور دوستوں سے دشمنی کرتا تھا اور تیرے نبی کی اہلبیت کا دشمن تھا" جائے غور ہے کہ حضرت امام حسینؑ جیسے بے رد و ریا شخص کو جس نے یزید کی بیعت نہ کرنے کے باعث اپنا اور اپنی اہلبیت کا سر کٹا دیا۔ ایک منافق کے جنازہ پڑھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ ـــــ دوم۔ نماز جنازہ تو صرف دعا کیلئے ہوتی ہے اگر جناب امام کو ـــــ بددعا کرنا ہی منظور تھی تو گھر میں بیٹھ کر ہی کر سکتے تھے ـــــ دیکھئے کیسی کیسی بیہودہ روایات گھڑ کر ائمہ کرام کے ذمے اتہام لگاتے ہیں۔ بھلا جس شخص کے نانا رسول پاک کی یہ شان ہو کہ ایک منافق کے جنازہ پر جائیں تو اس کے لئے طلب مغفرت کریں حتیٰ کہ رب العزت فرمائے کہ اگر ستر دفعہ بھی اس نابکار کیلئے استغفار کی گئی تو بھی بخشا نہ جائے گا ـــــ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پھر امام حسینؑ اپنے جد امجد کے خلاف ایسی سنگدلی کریں کہ ——— بد دعا کرنے لگیں، استغفر اللہ" (آفتاب ص۱۹۶)

الجواب اس ذیل میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ بچند وجہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ اوّلاً یہ واقعہ فروع کافی کے جس باب میں ہے اس کا عنوان ہے "الصلوٰۃ علی الناصب" یعنی دشمن اہلبیت پر نماز جنازہ پڑھنے کا بیان" (کیونکہ ناصبی کا مفہوم ہے" من نصب العداوۃ لاھل البیت" (مراۃ العقول ج ۳ ص۴۲) جو اہلبیت رسولؐ سے دشمنی رکھے اور جس آدمی کی میت پر امام حسینؑ کے نماز جنازہ پڑھنے والی روایت کو مؤلف نے نقل کیا ہے۔ اس میں تصریح موجود ہے کہ وہ ایک منافق تھا۔ (اور منافق کی تعریف عیاں را چہ بیان کی مصداق ہے) امام علیہ السلام نے اس منافق کے یہ اوصاف حمیدہ بیان کئے ہیں (۱) وہ خدا کے دشمنوں کا دوست (۲) خدا کے دوستوں کا دشمن (۳) اور اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھنے والا تھا۔ مگر مؤلف ہر جگہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ شیعہ حضرات سنی کی میت پر بد دعا کرتے ہیں بھلا اس کو ——— اہلسنت سے کیا تعلق جو کہ محبتِ اہلبیت کے دعویدار ہیں؟ بموجب "چور کی ڈاڑھی میں تنکا" مؤلف کا ماتھا کیوں ٹھنکتا ہے؟ کہیں بیچارے عداوت اہلبیت کے مرض میں مبتلا تو نہیں؟ کہیں وہی بات تو نہیں جس کا ذکر مولانا وحید الزمان نے انوار اللغہ پ۱۸، ۲۱ ص ۱۳۱/۱۳۲ (ص۱۴۲) پر کیا ہے؟

ایک عجیب حکایت فرماتے ہیں "مجھ سے میرے شیخ حافظ عبدالعزیز لکھنوی نے بیان کیا کہ لکھنؤ میں ایک صاحب جو اپنے تئیں اہلسنت کہتے تھے۔ کہتے تھے کہ جب تک آدمی کے دل میں اتنے برابر حضرت علی کا بغض نہ ہو اس وقت تک وہ سنی نہیں ہو سکتا۔ معاذ اللہ خدا کی پناہ ایسے سنیوں سے یہ کمبخت خارجی اور ناصبی ہیں۔ ان کو سنی کون کہتا ہے"۔ بہر حال موصوف اگر اس مرض کا شکار ہیں اور ان کو بموجب "کند ہم جنس با ہم جنس پرواز" ناصبیوں اور منافقوں سے محبت اور ہمدردی ہے تو وہ محبتِ اہلبیت کے دعویدار اہلسنت والجماعت کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی زحمت نہ فرمائیں ثانیاً یہ روایت مجہول ہے۔ بوجہ جہالت راوی عامر بن السمط (ملاحظہ ہو مراۃ العقول ج ۳ ص۴۲) اسلئے یہ ناقابلِ استدلال ہے

ثالثاً ہر مرنے والے سے ہمدردی کرنا مؤلف یا ان کے ہم خیالوں کو ہی زیب دیتا ہے۔ ورنہ کوئی ہوشمند اور دیندار کبھی کسی دشمن خدا سے ہمدردی نہیں کر سکتا ورنہ پھر خدا کے دوست اور دشمن میں فرق ہی کیا رہے گا بایں جب انداز محبت ہے کہ ؎

ظالم سے بھی الفت ہو مظلوم سے یارانہ

یہ صاف باطنی آپ کو مبارک ہو! ہم تو مسلمان و کافر مومن و منافق اور صالح و طالح کو برابر سمجھنے سے قاصر ہیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

رابعاً: جو ضرورت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے پر آمادہ کرتی تھی اسکے تحت فرزند رسول نے بھی شرکت فرمائی۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔؟

خامساً: یہ بھی کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق کے جنازہ پر دعا کی۔ حتیٰ کہ رب العزت نے فرمایا کہ اگر ستر دفعہ ۔۔۔۔۔۔ قطع نظر اس واقعہ کی صحت کے غور طلب امر یہ ہے کہ خدا کی اس ممانعت کے بعد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز عمل کیا تھا؟ آیا پھر بھی شرکت کرتے اور دعائے خیر کرتے تھے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا اسطرح نبوت رخصت نہیں ہو جائے گی؟ آئیے ہم بتائیں اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولاً تو شامل ہی نہیں ہوتے اور اگر ضرورت شدید کے تحت شامل ہونا پڑ جاتا تو یہ بددعا کیا کرتے تھے۔ اللّٰھُمَّ احش جوفہ ناراً واملأ قبرہ ناراً واصلہ ناراً۔ بارالہا! اس کے پیٹ کو اس کی قبر کو آگ سے بھر دے اور اسے آگ کا ذائقہ چکھا (فروع کافی ج ص ۶۹) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام نے ہر معاملہ کی طرح اس معاملہ میں بھی اپنے جدامجد کی متابعت کی ہے نہ کہ مخالفت؟

مؤلف نے یہ جو کہا ہے "نماز جنازہ تو ہر ہی دعا کیلئے" خدارا سچ بتائیں کبھی مرنے والے کے لئے بالخصوص دعائے خیر کی بھی ہے؟ وہاں تو صرف یہ ہوتا ہے۔ یا اللہ۔ ہمارے چھوٹوں کو بخش۔ ہمارے بڑوں کو بخش ہمارے مردوں کو بخش۔ ہماری عورتوں کو بخش۔ ہمارے زندوں کو بخش ہمارے مُردوں کو بخش۔ ہمارے حاضروں کو بخش ہمارے غائبوں کو بخش! لیکن جس حاضر میت کے لئے دعائے خیر کرنے کی نیت کی تھی اس کے لئے کب دعا کی؟

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

بارھواں مسئلہ امام ران سے نکلتے ہیں

قرآن گواہ ہے تولد ہر ایک انسان کا ماں کے رحم سے ہوتا ہے ھوالذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء۔ اس پر شاہد ہے لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ امام رحم سے نہیں بلکہ ماں کی ران سے نکلتا ہے۔ چنانچہ حق الیقین ص ۲۱۲ میں ہے۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت نے فرمایا کہ ہم اولیاء، انبیا کا حمل پیٹ میں نہیں بلکہ پہلو میں رہتا ہے اور ہم ماں کے رحم سے نہیں بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں۔ (آفتاب ص ۱۹۶)

الجواب یہ اعتراض بدو وجہ غلط ہے۔ اولاً۔ یہ صرف ایک روایت کا مضمون ہے جو ظاہر قرآن اور دوسری بیسیوں معتبر روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال ہے۔ کسی مرسل و مقطوع السند روایت کو لے کر اس کے مفاد کو شیعوں کا اعتقاد ظاہر کرنا علمی دیانت و امانت کے خلاف ہے۔ ثانیاً۔ اگر بالفرض

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایا ایسا ہونا عقلاً محال ہے۔ یا صرف عادت و نیچر کے خلاف ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ محال عقلی تو نہیں بلکہ صرف مجرائے طبیعی کے خلاف ہوتا ہے۔ کیا ہر معجزہ مجرائے طبیعی کے خلاف نہیں ہوتا؟ کیا عصا مارنے سے دریا میں راستہ کا بن جانا ..... یا پتھر پر عصا مارنے سے چشمۂ آب کا بہہ نکلنا یا آگ کا گلزار بن جانا۔ یا والد کے بغیر ولد کا پیدا ہونا یہ سب امور طبیعت و نیچر کے خلاف نہیں ہیں؟ تو اگر معجز نما نبی کے معجز نما امام کا فرزند کی ولادت بھی معجزانہ شان سے ہو تو اس میں کیا جائے اعتراض ہے؟ ولیس ذلک علی اللہ بعزیز۔

تیرہواں مسئلہ خنزیر کے بال و چمڑا وغیرہ

مسلمان خنزیر کو ایسا نجس سمجھتے ہیں کہ اس کا نام لینے سے بھی نفرت ہے۔ لیکن شیعہ حضرات خنزیر کے بال، پشم، چمڑے کو پاک سمجھتے ہیں ——— روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔

۱۔ فروع کافی ج ۱ ص ۹ میں ہے ——— ترجمہ:۔ زرارہ کہتے ہیں۔ میں نے امام صادقؑ سے دریافت کیا۔ کہ خنزیر کے بالوں کی رسی سے کنوئیں سے پانی نکال کر وضو کیا جا سکتا ہے؟ آپ نے کہا کچھ حرج نہیں ہے ———

۲۔ فروع کافی ج ۲ جزء ۲ ص ۱۰۲ میں ہے ——— ترجمہ:۔ مرادی کہتا ہے۔ میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ خنزیر کے بالوں کی رسی بنا کر کنوئیں سے پانی نکالا جائے۔ جس سے پانی پیا جائے یا وضو کیا جائے؟ کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور علی بن عقبہ اور علی بن حسین بن زیاد نے یہ ایزاد کیا ہے۔ فرمایا کہ خنزیر کے بال اور پشم سب پاک ہے"

۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ ص ۵ میں ہے ——— ترجمہ:۔ امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ کہ ہم ایسے کپڑے خرید لیا کرتے ہیں کہ ان کو خنزیر کی چربی اور شراب لگا ہوا ہوتا ہے کیا ان کو چھیل کر دھوئے بغیر ان سے نماز پڑھی جا سکتی ہے؟ انہوں نے کہا بیشک! خدا نے خنزیر کا کھانا اور شراب پینا حرام کیا ہے۔ ان سے ملوث کپڑے پہن لینا یا چھونا اور ان میں نماز پڑھنا منع نہیں ہے" خوب یہ شیعہ پاک مذہب کی برکات ہیں کہ کپڑے کو خنزیر کی چربی لگی ہوئی ہو یا شراب سے آلودہ ہو اس کو خوشی سے استعمال کرنا ——— آفتاب ص ۱۷۶)

الجواب یہ مطہر و معصوم ائمہ طاہرینؑ کے مظلوم شیعوں پر سراسر تہمت و افترا ہے کہ وہ خنزیر کے بال، پشم، چمڑے کو پاک سمجھتے ہیں"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

؎ کس روز تہمتیں نہ ترا شا کئے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کئے؟

ورنہ مذہب شیعہ خیر البریہ کی ہزاروں) فقہی کتابیں اس پر شاہد صادق موجود ہیں کہ وہ خمر و خنزیر کو بجمیع اجزائہما نجس و رجس جانتے ہیں اور بیسیوں احادیث معصومین موجود ہیں۔ ہم یہاں بطور نمونہ صرف کتاب حدائق ناضرہ ج ۱ ص ۴۶۶ مصنفہ عالم ربانی علامہ شیخ یوسف بحرانی سے کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے کہ علماء شیعہ کا اتفاق ہے کہ لم یعمل فی کتب الامامیۃ مثلہ "شیعہ فقہ میں اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی (فوائد رضویہ) فرماتے ہیں "التاسع الکلب والخنزیر ولا خلاف فی نجاستہما قال فی نہایۃ الکلب نجس العین نجس اللعاب نجس السئور باجماع الفرقۃ وان الخنزیر نجس بلا خلاف الخ۔ یعنی نجاسات میں سے نواں نجس۔ کتا اور خنزیر ہے۔ ان کی نجاست میں کوئی اختلاف نہیں چنانچہ حضرت شیخ طوسی (کتاب الخلاف میں فرماتے ہیں کہ فرقہ شیعہ کا اجماع ہے کہ کتا نجس العین ہے۔ اس کا لعاب، اس کا جوٹھا سب نجس ہے اور اسی طرح بلا اختلاف خنزیر بھی نجس العین ہے" ——— چند سطور کے بعد علامہ موصوف نے چند فروع کا ذکر کرتے ہوئے پہلی فرع یہ بیان کی ہے اوّل المشہور بین الاصحاب بل لا نعلم فیہ خلافاً ——— نجاسۃ الکلب والخنزیر بجمیع اجزائہما ما تحلہ الحیوۃ منہما وما لا تحلہ ——— یعنی علماء شیعہ میں مشہور یہ ہے بلکہ ہمیں اسمیں کسی قسم کے اختلاف کا کوئی علم نہیں کہ کتا اور خنزیر اپنے تمام اجزاء نجس ہیں" اسمیں کوئی فرق نہیں خواہ ان اجزاء میں زندگی کے آثار ہوں (جیسے گوشت و پوست وغیرہ) یا نہ ہوں (جیسے بال، پشم، ہڈی وغیرہ)"

ہاں اس سلسلہ میں صرف ایک عالم کی مخالفت کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو سنی سے شیعہ ہوئے تھے نہ معلوم اس میں کہاں تک صداقت ہے) اسی طرح ہماری تمام فقہی کتابوں میں تصریحات موجود ہیں ؎

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

——— یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ ہمارے فقہاء و محدثین نے ان روایات کی جن کو مؤلف نے یہاں پیش کیا ہے مختلف توجیہات کی ہیں (۱) مثلاً حضرت شیخ طوسیؒ نے استبصار میں یہ توجیہ کی ہے کہ ممکن ہے رسی پانی تک پہنچی نہ ہو (۲) علامہ حلی نے منتہی الفقہ میں یہ تاویل کی ہے کہ "لا باس" (کوئی حرج نہیں) کا تعلق اس سے ہے کہ اس رسی کو ہاتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ وہ خشک ہو۔ (۳) اور عالم ربانی شیخ یوسف بحرانی نے حدائق ناضرہ میں جو تاویل فرمائی ہے وہ سب سے بہتر ہے کہ اس "لا باس" کا تعلق کنوئیں کے پانی سے ہے۔ سائل امام سے دریافت کرتا ہے کہ اگر خنزیر کے بالوں والی رسی کے ذریعہ اس کنوئیں سے پانی نکالا جائے۔ جس سے پانی پیا جاتا اور وضو کیا جاتا ہے تو کیسا ہے؟ (یعنی اس سے کنوئیں کا پانی تو متاثر نہیں ہوگا؟) امام فرماتے ہیں۔ کوئی حرج نہیں (یعنی کنوئیں کا پانی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پاک رہے گا۔ کیونکہ وہ کثیر و جاری ہونے کی وجہ سے ملاقاتِ نجاست سے نجس نہیں ہوتا) ـــــ بہرکیف علماء کا یہ تاویلات و توجیہات پیش کرنا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وہ خنزیر کے چمڑے اور بال کو نجس جانتے ہیں۔ وھو المقصود۔

ـــــ علی بن عقبہ والے اضافہ میں خنزیر کے بالوں کے پاک ہونے کی ہرگز کوئی تصریح نہیں۔ یہ مؤلف کی ذاتی اپج ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں "الشعر والصوف کلہ زکی" بال اور پشم پاک ہیں۔ لہٰذا اس سے مراد دوسرے ماکول یا غیر ماکول اللحم حیوانات کے بال و پشم مراد ہیں نہ کہ خنزیر کے۔ اور فقیہہ والی روایت (جس میں عمر خنزیر سے آلودہ کپڑے میں نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے) کو علماء نے مرسل و مقطوع السند اور دیگر صحیح السند اخبار و آثار کے معارض و مخالف ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہوں حدائق اور مستمسک العروۃ وغیرہ ابواب الصلوۃ۔ کس قدر تعجب ہے کہ جن لوگوں کے مذہب میں بدن یا کپڑے کو لگی ہوئی نجاست کو زبان سے چاٹ لینے سے نجس بدن یا کپڑا پاک ہو جاتا ہے (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۱ "اذا اصابت النجاسۃ بعض اعضائہ ولحسھا بلسانہ حتی ذھب اثرھا" بلکہ نجاست میں لتھڑے ہوئے بدن یا کپڑے سے نماز پڑھ لے تو جائز ہے (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۶) وان لم یغسل النجاسۃ وصلی جاز) آج وہ بھی اس روایت پر اعتراض کر رہے ہیں کہ اگر کسی کپڑے کو خنزیر کی چربی یا شراب لگ جائے تو وہ چھیلنے سے کس طرح پاک ہو سکتا ہے؟ یا للعجب! یہاں تک تو ہمارا سوئے سخن اپنی روایات کے حلی جوابات کی طرف تھا۔ سو ہم نے بحمداللہ ثابت کر دیا کہ شیعہ مذہب کلب و خنزیر کو بجمیع الاجزاء نجس سمجھتا ہے۔ اب آئیے ہم آپ کو معترض صاحب کے گلشنِ مذہب کی سیر کرائیں اور گلہائے رنگا رنگ دکھائیں تاکہ قدرت خدا کا کرشمہ نظر آجائے اور معترض اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں گر کر ہمیشہ کیلئے ہلاک ہو جائے۔ کیونکہ چاہ کن را چاہ در پیش!

(۱) ولو وقع فی الماء القلیل انسدہ عند ابی یوسف وعند محمد لا یفسد لان الانتفاع بہ دلیل طھارتہ۔ یعنی اگر تھوڑے سے پانی میں (کنوئیں کا پانی تو کثیر ہے) خنزیر کے بال گر جائیں تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ پانی نجس ہو جاتا ہے لیکن امام محمد (تلمیذ رشید امام اعظم صاحب) کے نزدیک نجس نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب ان بالوں سے ہر قسم کا فائدہ حاصل کرنا جائز ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ پاک ہیں ـــــ (ہدایہ ج ۳ ص ۵۸ طبع لکھنؤ)

(۲) مردار اور خنزیر کی ہڈی پاک ہے۔" کنوز الدقائق ص ۱۳ از علامہ وحید الزمان)

(۳) ویجوز الانتفاع بہ للخرز للضرورۃ۔ ضرورت کے تحت خنزیر کے بالوں سے موزہ وغیرہ کا سینا جائز ہے (ہدایہ ج ۳ ص ۵۸)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(۴) روی عن ابی یوسف یطھر ویجوز بیعہ یعنی امام ابو یوسف سے یہ روایت کی گئی ہے کہ خنزیر کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کی خرید و فروخت جائز ہے (منیۃ المصلی صہ ۲۳ طبع لاہور)

(۵) کتا جو خنزیر کی طرح نجس العین ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے "حوض میں کتا گر کر مر گیا۔ اگر تہہ میں بیٹھ گیا تو وضو جائز ہے" (درمختار ج ۱ صہ ۹۹ مترجم اردو)

(۶) کتے کے دانتوں کا ہار گلے میں پہنے ہوئے نماز پڑھے تو جائز ہے۔ کیونکہ کتے کے دانت پاک ہیں (نفع المفتی والسائل صہ ۵ فاضل عبد الحی لکھنوی شرح وقایہ مع عمدۃ الرعایہ صہ ۸)

(۷) شراب اور سؤر مہر کے بدلے میں ہو تو نکاح درست ہے (شرح وقایہ اردو صہ ۲۳۶)

(۸) امام مالک نے تو قصہ ہی پاک کر دیا وہ فرماتے ہیں "کل حی طاھر الجسم ولو کلبا او خنزیرا ہر حیوان اگرچہ کتا اور خنزیر ہی کیوں نہ ہو اس کا جسم پاک ہے" ——— (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ صہ ۱۶ طبع مصر) سنیو! اگر کچھ بھی حیا و شرم ہے تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرو! اسی پاک مذہب اور اسکی پاکیزہ تعلیمات کے بل بوتے پر دوسروں پر اعتراض کرتے ہو؟

ع نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں!

چودھواں مسئلہ مذی ودی

عضو مخصوص سے جو رطوبت خارج ہوتی ہے وہ پیدنا قض الوضوء ہے۔ لیکن شیعہ مذہب میں مذی و ودی جو شرمگاہ سے خارج ہوتی ہے۔ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ نماز فاسد ہوتی ہے ——— چنانچہ فروع کافی ج ۱ صہ ۱۲۱ میں ہے ——— ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر تیرے ذکر سے مذی یا ودی خارج ہو جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو اس کو مت دھوؤ اور نماز کو مت توڑو۔ وضو بھی شکست نہ سمجھو اگرچہ تمہاری ایڑیوں تک جا پہنچے۔ کیونکہ یہ ایسا ہے جیسا ناک کا پانی" من لا یحضرہ الفقیہ صہ ۱۲ میں ہے ——— ترجمہ امیر المومنین مذی میں وضو کا حکم نہ دیتے تھے اور نہ اس چیز کے دھونے کا جس کو مذی لگی ہو اور روایت کیا گیا ہے کہ مذی اور ودی تھوک یا ناک کے پانی کا حکم رکھتی ہے۔ بس جس کپڑے کو لگ جائیں اسے دھونے کی حاجت نہیں بلکہ شرمگاہ ——— کو بھی دھونے کی ضرورت نہیں۔ واہ شیعہ! پاک مذہب کا کیا کہنا۔ منہ۔ ناک اور شرمگاہ کو یکساں بنا دیا جیسے منہ ناک سے نکلی ہوئی رطوبت پاک ہے ویسا ہی ———

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ع کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے؟

(آفتاب۔ ص۱۹۷)

معذرت اگرچہ ایسے مسائل پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے شرم دامنگیر ہوتی ہے

الجواب مگر کیا کیجائے گوئم مشکل وگر نہ گوئم والا معاملہ ہے۔ اگر علی والزامی جواب نہ دیا جائے تو ہمیں بجز تصور کا طعنہ اور اگر دیا جائے تو دامنِ تہذیب و متانت کے ہاتھ سے چھوٹنے کا اندیشہ۔ بہرحال المجبور معذور کے تحت ہم ایسے مسائل پر قلم کو جنبش دے رہے ہیں! امید واثق ہے کہ قارئین کرام اس سلسلہ میں ہمیں مجبور و معذور تصور فرمائیں گے

ع والعذر عند کرام الناس مقبول

مذی و ودی کی تعریف مذی اس لیس دار رقیق مادہ کو کہا جاتا ہے جو ملاعبت یا دیسے انتشار کے بعد مرد کے عضو مخصوص سے نکلتا ہے ——— اور ودی اس لیس دار مادہ کا نام ہے جو پیشاب کے بعد خارج ہوتا ہے۔ چونکہ دلائل شرعیہ سے ان کی نجاست اور ان کا ناقضِ وضو ہونا ثابت نہیں ہے۔ اس لئے علماء شیعہ ان کو نہ نجس سمجھتے ہیں اور نہ ناقض وضو! ہاں البتہ اگر دن کے خروج کے بعد بطور استحباب وضو کر لیا جائے تو اچھا ہے!

عقلی دلیل عقلاً بھی ایسا ہونا چاہیئے۔ علم طب میں یہ بات کی جا چکی ہے کہ پیشاب خارج ہونے کی حرکت طبعی حیوانی ہے۔ جسے حرکت تسخیریہ بھی کہا جاتا ہے۔ جس کی تقدیم و تاخیر اور حبس و جریان میں ارادہ کو کچھ ضرور دخل ہے اور یہی کیفیت منی کی ہے مگر مذکورہ بالا دونوں رطوبتیں محض طبعی ہیں۔ اور اگر صحت خواب ہو تو اس طرح ——— بلا ارادہ بھی خارج ہو جاتی ہیں کہ احساس تک نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان سے اجتناب کرنے میں غیر معمولی عسر و حرج اور مشقت ہے۔ و ما جعل علیکم فی الدین من حرج اسلئے شریعت سہلہ کے سہل و آسان ہونے کا بھی تقاضا یہی ہے کہ ان رطوبتوں سے اجتناب لازم قرار نہ دیا جائے۔

الزامی جواب یہ سمجھنا بھی درست نہیں ہے کہ یہ بات صرف حضرات شیعہ سے مخصوص ہے۔ بلکہ اہلسنت کے ائمہ اربعہ میں سے امام احمد بن حنبل بھی ایک روایت کی بنا پر مذی کی طہارت کے قائل ہیں جیسا کہ کتاب "متفق و مفترق فی فقہ الائمۃ الاربعہ" میں اسکی تصریح موجود ہے (علی ما نقلہ فی نزھہ اثنا عشریہ)

اسی طرح ودی کے ناقض وضو نہ ہونے کے متعلق اہلسنت کے ہاں روایات موجود ہیں چنانچہ کتاب مسوی من احادیث المؤطا تالیف شاہ ولی اللہ دہلوی میں ایک پورا باب ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ باب ما یروی من الرخ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خصة فی ترک الوضوء متور من الوذی ۔ اس میں کئی روایات درج ہیں ۔ منجملہ ان کے ایک روایت یہ ہے ۔ مالک عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب انه سمعه و رجل یسئاله فقال انی اری البلل و انا اصلی فانصرف فقال له سعید لو سال الی فخذی ما انصرفت حتی اقضی صلوتی یعنی مالک یحیی بن سعید سے اور وہ سعید بن المسیب سے جو بہت بڑے تابعی ہیں راوی (یحیی بن سعید) کا بیان ہے کہ ایک شخص نے ان (ابن مسیب) سے دریافت کیا کہ میں نماز کی حالت میں رطوبت پاتا ہوں اور نماز چھوڑ دیتا ہوں ۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ اگر ایسی رطوبت بہہ کر میرے گھٹنوں تک بھی پہنچ جائے ۔ تب بھی نماز نہیں چھوڑوں گا ۔ ——— یہ بھی خدا کی شان ہے کہ آج وہ لوگ بھی مذی و وذی کی طہارت کے مسئلہ میں اہل حق پر زبان اعتراض دراز کرتے ہیں ۔ جن کے بعض ائمہ کے نزدیک منی تک پاک ہے ۔ محقق شریف نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے مذهب الشافعی ان المنی طاهر ——— یعنی شافعی کا مذہب یہ ہے کہ منی پاک ہے ۔ اسی طرح یحیی بن سعید شیبانی نے کتاب متفق و مفترق میں لکھا ہے (علی ما نقله فی النزهة) "اختلفوا فی منی الآدمی وقال الشافعی هو طاهر رطبا و یابسا و مال احمد فی احدی روایتیه انه طاهر ——— یعنی انسان کی منی میں اختلاف ہے شافعیؒ کہتے ہیں کہ پاک ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت ہے کہ وہ پاک ہے" ——— باقی رہا یہ ایراد کہ ناک اور منہ اور عضو مخصوص کی رطوبت کا حکم کیسے ہو سکتا ہے ؟ تو اس کے متعلق غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۱۵ و ص ۱۶۲ دیکھ کی جائے جس میں لکھا ہے "کہ عورت کی شرمگاہ کی اندرونی رطوبت پاک ہے (کذا فی درمختار ج ۱ ص ۸) اب فرمائیے

ع کوئی جانے تو کہا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

اور بہتر تو یہی ہے کہ ع

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!

پندرھواں مسئلہ کنوئیں میں کتا

کتا نجس العین ہے ۔ کنوئیں میں گر پڑے تو کنواں پلید ہو جاتا ہے جب تک سارا پانی نہ ——— نکلے ۔ پاک نہیں ہوتا ۔ لیکن مذہب شیعہ میں ہے ۔ کتا ۔ مرغی ۔ چوہا ۔ بلی وغیرہ کی طرح پانی میں گر جائے تو صرف پانچ ڈول نکال دو ۔ کنواں پاک ہو جاتا ہے ۔ فروع کافی ۱۸ ص ۴ میں ہے ——— ترجمہ ۔ صادق علیہ السلام سے چوہا ۔ بلی ۔ مرغی ۔ پنکھی کتے کی بابت دریافت کیا گیا (جو کنوئیں میں گر پڑیں) آپ نے فرمایا اگر سوج نہ جائیں ۔ پانی کا ذائقہ نہ بدلے تو پانچ ڈول نکال دینا کافی ہیں ۔ (آفتاب ص ۱۹۸)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب جیسا کہ تیرھویں مسئلہ کے جواب میں وضاحت کی جا چکی ہے کہ شیعیان علیؑ کے نزدیک بالاتفاق کتا نجس العین ہے۔ اگر کنوئیں میں گر جائے تو بعض روایات میں پانچ بعض میں سات بعض میں بیس یا تیس یا چالیس ڈول کھینچنے مروی ہیں اور ابی مریم کی روایت میں تمام پانی کھینچنا وارد ہے (تفصیل کے لئے حدائق ناضرہ ج ۱ ص ۷۸ کی طرف رجوع کیا جائے) اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ مذہب شیعہ کے تحقیقی قول کی رو سے کنوئیں کا پانی کثیر بھی ہے اور جاری بھی۔ اس لئے جب تک نجاست کی وجہ سے اس کا رنگ، بو اور ذائقہ تبدیل نہ ہو جائے اس وقت تک وہ صرف ملاقاتِ نجاست سے نجس نہیں ہوتا۔ اسلئے معصومین نے صرف طبعی نفرت کے ازالہ کی خاطر چند ڈول کھینچنے کا حکم دے دیا تاکہ طبیعت کا تکدر دور ہو جائے اور یہی مذہب امام مالک کا ہے کہ وہ کنوئیں کو نہر جاری کے حکم میں سمجھتے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے جبکہ پانی کی مقدار بقدر قلتین ہو (ملاحظہ ہو فتاوٰے قاضی خان ج ۱ ص ۵)

بایں ہمہ یہ تو نہ کسی شیعی روایت میں ہے۔ اور نہ کسی شیعہ عالم کا قول ہے کہ کتا پاک ہے یا اس کے جوٹھے پانی سے وضو جائز ہے یا اس کے چمڑے پر نماز جائز ہے یا اس کے دانتوں کا ہار پہن کر نماز پڑھی جا سکتی ہے مگر اہلسنت کے مذہب میں یہ تمام امور جائز ہیں تفصیل اوپر تیرھویں مسئلہ کے جواب میں گذر چکی ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے وہاں صرف اسکے چمڑے پر نماز پڑھنے اور اس کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کا حوالہ نہیں دیا گیا سو وہ اب حاضر ہے "اذکر الناطقی عن محمد اذا صلی علی جلد کلب او ذئب قد ذبح جازت صلوتہ" ناطقی نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے کتے یا بھیڑیے کے چمڑے پر نماز پڑھے جو ذبح کیا گیا ہو تو اس کی نماز صحیح ہے (فتوٰی قاضی خان ج ۱ ص ۷ سطر اخیر)۔

(۲) اذا ولغ الکلب فی اناء یبس لہ وضوء غیرہ تیمم فانہ۔ جب کتا برتن سے پانی پی جائے اور اس کے علاوہ پانی موجود نہ ہو تو اس پانی سے وضو جائز ہے (بخاری ج ۱ ص ۱۹ بحاشیہ محدث سہانپوری طبع دہلی) قبل ازیں بجواب مسئلہ ۱۳ الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۱۶ طبع مصر) کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ امام مالک کے نزدیک کتا اور خنزیر پاک ہیں۔ ماضی قریب میں ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سے ایک کتاب بنام "حلال و حرام" شائع ہوئی ہے اس میں بڑے شد و مد سے کتے کا پاک ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ یہاں یہ عذر نہیں کیا جا سکتا کہ مالکیوں کے نزدیک ایسا ہے نہ کہ حنفیوں کے نزدیک! کیونکہ ہمارے مخاطب صرف حنفی نہیں۔ بلکہ اہلسنت ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مالکی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے بھی سنی ہیں نہ کہ شیعہ!

؎ چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرِ ما؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سولہواں مسئلہ شیعہ مذہب کی رو سے کنوئیں میں اگر گوہ گر پڑے تو دس ڈول نکالنے کافی ہیں اور اگر گل جائے تو چالیس ڈول من لا یحضرہ الفقیہ صہ ۵ میں ہے ——— ترجمہ ——— جب کنوئیں میں عذرہ گر جائے تو دس ڈول پانی کے نکالے جائیں اور ——— تا آخر ——— (آفتاب صہ ۱۹۸)

الجواب بھلا اس میں بھی کوئی اعتراض کی بات ہے۔ قبل ازیں ابھی اوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ یہ ڈول بنا برا حتیاط اور تکدر طبعی کے ازالہ کیلئے ہیں۔ پھر بھی اس سے یہ تو ثابت ہے کہ عذرہ نجس ہے یہ ایسا خلاف عقل حکم تو نہیں۔ جیسا کہ کتب اہلسنت میں لکھا ہے کہ اگر گدھی کا دودھ پسینہ پانی میں پڑ جائے تو پانی نجس ہو جائیگا اور اگر کپڑے کو لگے تو کپڑا نجس نہ ہوگا (فتاوی قاضی خان ج ۱ صہ ۶ طبع لکھنؤ) یا جیسے یہ خلاف عقل ہے کہ "کتے اور بکری کا حکم ایک قرار دیا جائے" (ہدایہ ج ۱ صہ ۴۷)

ع ببریں عقل و دانش بباید گریست

سترھواں مسئلہ کنوئیں میں گوہ سے بھری ہوئی زنبیل گر پڑے گوہ گیلا ہو یا خشک تو کچھ حرج نہیں ہے وضو کیا کریں کوئی ڈول کھینچنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کتاب مذکور کے صفحہ مذکور پر ہے (یہاں ایک عبارت نقل کی ہے جس کا مطلب پہلے ہی ادا کر دیا ہے) ——— (آفتاب صہ ۱۹۸)

الجواب یہ عبارت طبع جدید کے صہ ۶ پر موجود ہے مگر اس کے نقل کرنے میں انتہائی بددیانتی کی گئی ہے۔ اس عبارت کے آخر میں یہ مذکور ہے۔ ھذا اذا کانت فی زنبیل ولم ینزل عنہ شیئ فی البئر۔ یعنی یہ حکم اس صورت میں ہے کہ پاخانہ زنبیل میں بند ہو اور اس سے کنوئیں میں کچھ بھی نہ گرے چونکہ زنبیل کا معنی ہے "وعاء" (المنجد صہ ۲۹۴) یعنی ظرف، بنا بریں اگر یہ نجاست کسی بند برتن میں ہو اور وہ برتن کنوئیں میں گر جائے جبکہ نجاست اس سے خارج ہی نہ ہو۔ تو پھر بھلا ڈول کھینچنے کی کیا ضرورت ہے اور اس میں وعدہ بینا رکھنے والے کیلئے کیا جائے اعتراض ہے؟ لیکن؟ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور۔

اٹھارھواں مسئلہ نمازی مرد نماز میں کھڑا ہو۔ اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو اشارہ سے مانگ سکتا ہے عورت کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ تاکہ پیٹے ——— من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے (مطلب وہی ہے جو مذکور ہوا۔) (آفتاب صہ ۱۹۸)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب نماز کے باطل ہونے یا نہ ہونے کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر نمازی سے فعلِ کثیر سرزد ہو جائے جس سے صورۃ زمحو ہو جائے اور دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ نماز نہیں پڑھ رہا بلکہ کوئی اور کام کر رہا ہے۔ تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اور اگر فعل کثیر نہ ہو تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی (کذا فی فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۶۳ السطر الاول) بنا بریں چونکہ یہ دونوں فعل قلیل ہیں اس لئے ان سے نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

یہی قاعدہ فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۶۲ سطر ۲ پر بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے ذیل میں بہت سے فروعی مسائل بیان کئے گئے ہیں مثلاً نمازی عمامے کے پیچوں کو درست کرے، یا آگے دروازہ کھلا ہوا سے بند کر دے یا قمیص کے بٹن کھول دے، عمامہ سر سے اتار کر زمین پر رکھے یا زمین سے اٹھا کر سر پر رکھے) گھوڑے کی لگام تھامے رکھے یا لگام اتار دے۔ یا ٹوپی یا خود پہنے یا اتار دے، یا پرندے کو تیر یا پتھر مارے، یا پنکھا ہلائے، یا چادر اوڑھ لے، یا بچے کو کاندھے پر اٹھائے۔ الغرض ان تمام صورتوں میں نماز باطل نہیں ہوتی۔ اگر مذہب اہلسنت میں یہ سب کچھ جائز ہے۔ اور ان حرکات سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ تو پھر ہاتھ کے اشارہ پر کیا اعتراض ہے؟

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی۔؟

انیسواں مسئلہ گھی یا تیل کے برتن میں کتا گر پڑے اور وہ زندہ ہی نکال لیا جائے وہ گھی وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا۔ فروع کافی ج ۲ جزء ۲ ص ۱۰۵ میں ہے۔

ترجمہ۔ چوہا یا کتا گھی یا تیل میں گر پڑے اور جیتے جی نکل آئیں اس گھی وغیرہ کو کھایا جا سکتا ہے۔ (آفتاب ص ۱۹۹)

الجواب علامہ مجلسی مرآۃ العقول ج ۴ ص ۶۰ پر اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں وروی الشیخ فی التہذیب ھذا الخبر من الحسین بن سعید ولیس فیہ ذکر الکلب ولعلہ من سہو النساخ۔ یعنی اس حدیث کو جناب شیخ طوسی رحمہ نے حسین بن سعید کے سلسلہ سند سے روایت کیا ہے مگر اس میں "کلب" (کتے) کا ذکر نہیں۔ یہ شاید کاتبوں سے سہو ہوا ہے۔ ولا یبعد شئ خبیث اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ یہ روایت جس باب میں ہے اس کا عنوان ہے "باب الفارۃ تموت فی الطعام والشراب" یعنی یہ باب اس بات کے متعلق ہے کہ اگر چوہا کھانے پینے کی کسی چیز میں مر جائے تو کیا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس باب میں کل چار حدیثیں ہیں سوائے اس آخری روایت کے باقی سب میں صرف چوہے کا ذکر ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ لفظ کلب روایت میں موجود ہے تو یہ ضروری نہیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہ "کلب" سے مراد کتا ہی ہو کیونکہ لغوی طور پر "ہر کاٹنے والے حیوان کو کلب کہا جاتا ہے" (ملاحظہ ہو المنجد ص ۶۹۴) بنا بریں یہ لفظ بلی کو بھی شامل ہو سکتا ہے چنانچہ فروع کافی مطبوعہ لکھنؤ کے نسخہ میں اس لفظ کے نیچے الھرۃ "(بلی) موجود ہے۔ اور چونکہ چوہا ہو یا بلی اگرچہ حرام گوشت ہیں مگر نجس العین نہیں ہیں اسلئے اگر زندہ نکل آئیں تو گھی پاک رہے گا۔ وھذا لا غبار علیہ۔ جب اہلسنت کا مسلک بھی یہی ہے۔ تو پھر غریب شیعوں پر اعتراض کیا ہے۔؟؟

بیسواں مسئلہ گوشت کی دیگ پکائی جائے اور اس سے مرا ہوا چوہا نکل پڑے شوربا پھینک دیا جائے اور گوشت کی بوٹیاں دھو کر کھالو (کتاب مذکور ص ۱۰۵ میں ہے ــــ (عبارت کا مطلب وہی ہے جو مذکور ہوا) آفتاب ص ۱۹۹

الجواب شیعہ سنی اصول کے مطابق یہ مسئلہ بالکل بجا و درست ہے جب دیگ میں چوہا مر گیا تو سالن نجس ہو گیا، شوربا چونکہ پاک ہو نہیں سکتا، اس لئے معصوم نے اس کے پھینک دینے کا حکم دیا۔ اور بوٹیاں چونکہ پاک ہو سکتی ہیں اس لئے ان کو دھو کر استعمال میں لایا جا سکتا ہے؟ چنانچہ بالکل ایسا ہی مسئلہ فتاوٰی قاضی خان ج ۱ ص ۱۴ پر مذکور ہے۔ الطائر اذا وقع فی قدر وما ت فیہ ــــــ ان وقع بعد ما سئن عن الغلیان یصب المرقۃ ویغسل اللحم الذی کان فیہ ویوکل۔ یعنی اگر پرندہ ہانڈی میں گر کر مر جائے تو اگر جوش ٹھنڈا ہونے کے بعد گرے تو شوربا انڈیل (پھینک) دیا جائے۔ اور بوٹیاں دھو کر کھا لی جائیں! فرمائیے اس مسئلہ اور اس مسئلہ میں کوئی فرق ہے؟ دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کا بھی جائزہ لے لینا چاہیئے۔

ع ہے اعتراض اوروں پہ گھر کی خبر نہیں

اب ذرا اپنے گلستانِ فقہ کی مزید سیر کرتے جائیے۔

(۱) بعرۃ الفارۃ اذا وقعت فی حنطۃ فطحنت الحنطۃ لا باس باکل الدقیق الا ان یکون کثیرا۔ یعنی اگر چوہے کی مینگنیاں گندم میں مل جائیں اور پھر وہ گندم پیس دی جائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر یہ کہ وہ مینگنیاں بہت زیادہ ہوں (فتاوٰے قاضی ج ۱ ص ۱۴)

(۲) خبز وجد فی خلالہ بعر الفارۃ ان کان البعر علی صلابتہ یرمی البعر ویوکل الخبز۔ اگر پکی ہوئی روٹی کے درمیان چوہے کی مینگنیاں ہوں تو اگر وہ سخت ہیں تو پھینک دی جائیں اور روٹی کھا لی جائے۔ (قاضی خان ج ۱ ص ۱۴)

(۳) خمر صب فی قدر الطعام ثم صب فیہ الخل وصار حامضا ــــ لا باس باکلھا۔ اگر ہانڈی میں شراب ڈال دی جائے پھر اس کے اوپر اس قدر سرکہ ڈالا جائے کہ سب کا ذائقہ سرکہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی طرح کھٹا ہو جائے تو پھر اس کا کھانا جائز ہے (فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۱۴) ع

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما ؟

ے بدنہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے گا ؛ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

اکیسواں مسئلہ ایک پانی کا پرنالہ، دوسرا پیشاب کا جاری ہو آپس میں مل جائیں۔ کپڑا یا اور چیز جس کو وہ پانی لگ جائے پلید نہیں ہوتے فروع کافی ج ۱ ص ۷ ——— (بعد ازاں ایک روایت نقل کی ہے جس کا یہی مضمون ہے جو اوپر نقل ہوا) ——— (آفتاب ص ۱۹۹)

الجواب اس سے مراد یہ ہے کہ جب بارش برس رہی ہو۔ اور ملاقاتِ بول سے اس کا رنگ، بو یا ذائقہ بھی تبدیل نہ ہو تو اس صورت میں وہ پانی نجس نہیں ہوتا بعینہٖ یہی مسئلہ اہلسنت کی کتابوں میں صحیح ہے چنانچہ ہدایہ ج ص ۳۹ طبع لکھنؤ میں لکھا ہے الطہارۃ من الاحداث جائزۃ بماء السماء ——— بقولہٖ تعالیٰ وانزلنا من السماء ماء طہورا وقولہ علیہ السلام الماء طہور لا ینجسہ شیء الا ما یغیر لونہ او طعمہ او ریحہ ——— یعنی آسمان (بارش) کے پانی سے ہر قسم کے حدث کی طہارت جائز ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ ہم نے بلندی سے پانی نازل کیا ہے جو خود پاک ہے اور دوسری چیزوں کو پاک کرنے والا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں پانی طہور ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی سوائے اس کے جو اس کے رنگ، ذائقہ یا بو کو تبدیل کر دے" لہٰذا اس میں کیا جائے اعتراض ہے ؟

یا سعد الدین !

بائیسواں مسئلہ شیعہ مذہب میں جنبی شخص قرآن کریم نہیں پڑھ سکتا ہے۔ فروع کافی ج ۱ میں ہے ——— ترجمہ "ابن بکیر نے صادق علیہ السلام سے پوچھا کیا جنبی کھا پی سکتا ہے ؟ اور قرآن پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے کہا ہاں کھائے پیئے جس قدر ذکر اذکار کرنا چاہے کرے (آفتاب ص ۹۵)

الجواب اس مسئلہ کی تفصیل جو مختلف احادیث معصومین مندرجہ وسائل الشیعہ وغیرہ سے مستفاد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جنب آدمی کے لئے قرآن کے حروف کو مس کرنا حرام۔ اور جن چار سورتوں میں واجبی سجدے ہیں ان کی قرأت بھی مطلقاً ناجائز ہے اس کے علاوہ باقی مقامات میں سے سات آیتیں اور زیادہ سے زیادہ ستر آیتوں کی تلاوت روا ہے اس سے زائد مکروہ اور بقولے حرام ہے اور اس میں اشکال ہی کیا ہے ؟ زبان تو ہر حال میں پاک ہوتی ہے ! اگر بیت الخلا اور غسل خانہ میں قرآن پڑھا جا سکتا ہے تو جنب کے پڑھنے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پر کیا اعتراض ہے۔ فتاوی عالمگیر ج ۴ ص ۳۶۲ مترجم اردو۔ ملاحظہ ہو لکھا ہے "اگر پاخانہ یا غسل خانہ میں قرآن کو توڑ توڑ کر پڑھے تو پڑھ سکتا ہے" نیز جب اعتراض کرنے والوں کے نزدیک قرآن کا یہ احترام ہے کہ اسے خون اور پیشاب سے لکھا جا سکتا ہے (فتاوی قاضی خان ج ۴ ص ۳۶۲) تو ان کو ایسے بودے ایراد کرنے کا کیا حق ہے؟ حضور!

ع شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

اسی طرح جنب کے لئے کچھ کھانا پینا مکروہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کل مکروہ جائز"

تیئیسواں مسئلہ شیعہ مذہب میں جنازہ بے وضو جائز ہے فروع کافی ج ۱ ص ۹۳ میں ہے ——— ترجمہ "یونس بن یعقوب نے صادق علیہ السلام سے دریافت کیا یعنی نماز جنازہ بغیر وضو کے پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے کہا۔ ہاں جنازہ صرف تکبیر اور تسبیح اور حمد و ثنا ہے؟ (آفتاب ص ۱۹۹)

الجواب امام عالی مقام نے اپنے کلام حقیقت ترجمان میں جو کچھ فرمایا ہے۔ کیا وہ واقع کے بالکل مطابق نہیں؟ نماز جنازہ میں سوائے تکبیر اور حمد و ثنا، درود و سلام یا دعا کے علاوہ اور ہے ہی کیا؟ اسے نماز مجازاً کہا جاتا ہے (اور لغوی طور پر صلوٰۃ کا معنی ہی دعا ہے) ورنہ اس میں نہ فاتحہ ہے (حالانکہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کوئی نماز سورۂ حمد کے بغیر نہیں ہو سکتی) نہ رکوع ہے نہ سجود ہے اور نہ تشہد وغیرہ لہٰذا اس کے بغیر وضو بڑھنے میں کیا اشکال ہو سکتا ہے؟؟ جبکہ بلا اتفاق بغیر وضو دعا کی جا سکتی ہے! ہاں البتہ وضو کر کے پڑھنا افضل ہے۔

چوبیسواں مسئلہ شیعہ مذہب کی رو سے اگر کوئی شخص اپنی ساس یا سالی یا جورو کی بیٹی سے زنا کرے عورت اس پر حرام نہیں ہوتی۔ فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۴ میں ہے ——— ترجمہ۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت ہوا کہ کوئی شخص اپنی ساس یا جورو کی بیٹی یا سالی سے زنا کرے اس سے اس کی عورت حرام نہیں ہوتی (آفتاب ص ۲۰۰)

الجواب مذہب شیعہ خیر البریہ میں اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی عقد سے پہلے کسی عورت سے زنا کرے تو بعد ازاں اسکی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر عقد کے بعد اس فعل بد کا ارتکاب کرے تو بعد والا حرام سابقہ حلال پر اثر انداز نہیں ہوتا (الحرام لا یحرم الحلال) ہمیں رہ رہ کر اس خدا کے بندے پر تعجب ہوتا ہے۔ جسے اپنے مذہب کی ابجد سے بھی واقفیت نہیں اور پھر عالم کہلا کر دوسروں پر اعتراضات کی بارش کر رہا ہے۔ حالانکہ اس کے مذہب میں خواہ زنا پہلے کیا جائے (ساس سے) یا نکاح کے بعد کیا جائے دونوں صورتوں میں نکاح جائز اور درست ہے چنانچہ کتاب ہدایۃ المجتہد للعلامہ ابن رشد لندنی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ج ۲ ص ۳۲ طبع مصر میں ہے "قال الشافعی الزنا بامرأۃ لایحرم نکاح امھا ولا بنتھا یعنی اگر کسی عورت سے زنا کیا جائے تو اس سے نہ اس زانیہ عورت کی ماں زانی پر حرام ہوتی ہے نہ بیٹی؟ ——— اس طرح کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۴ ص ۶۶ پر ہے "واما الزنا فان المعتمد انہ لاینشر الحرمۃ فمن زنی بامرأۃ یتزوج بامھا وفروعھا ——— یعنی جو شخص کسی عورت سے زنا کرے تو اس عورت کی مائیں (ماں، نانی وغیرہ) اور بیٹیاں (بیٹی اور نواسی وغیرہ) اس زانی پر حرام نہیں ہوتیں" اگر مؤلف اس وقت بقید حیات ہوتے تو ضرور زیر لب یہ مصرع گنگناتے۔

ع میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

بہرکیف ع ما از تو نہ بخیم دے شرط چنیں نیست۔!!

پچیسواں مسئلہ کوئی شخص اپنے باپ کی عورت یا لونڈی سے زنا کرے تو وہ مزینہ عورت زانی کے باپ پر حرام نہیں ہوتی فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۶ میں یہی ہے ——— ترجمہ:۔ امام باقرؑ نے فرمایا کوئی شخص اپنے باپ کی جورو یا لونڈی سے زنا کرے تو وہ عورت مزینہ اس کے باپ پر اور وہ لونڈی آقا پر حرام نہیں ہو جاتی (آفتاب ص ۲۰۰)

الجواب اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ خود معترض سے دریافت کیا جائے کہ چلو شیعہ میں تو وہ حرام نہیں ہوتی لیکن کیا اہلسنت کے مذہب میں حرام ہو جاتی ہے؟ اگر ہوتی ہے تو ثبوت پیش کرو؟ اور اگر نہیں ہوتی (اور یقیناً نہیں ہوتی) تو پھر تمہیں شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر مارنے کا کیا حق ہے؟ نہ اپنے مذہب سے واقفیت، نہ دوسرے مذہب کا علم لیکن قلم فرسائی کی مشق جاری ہے عقلائی قاعدہ یہ ہے کہ ؎

اذا لم تستطع امرا فدعھا

وجاوزہ الی ما تستطیع

مگر یہ اسوقت ہوتا ہے کہ جب عقل ہو! لیکن اگر دماغ کا خانہ ہی اس جوہر لطیف سے خالی ہو تو پھر عقلی تقاضے کس طرح پورے ہو سکتے ہیں؟ بقول بعض ظرفاء مؤلف کے مذہب اور رفع میں تضاد ہے۔ (والضدان لایجتمعان) لھٰذا جہاں وہ ہو وہاں یہ نہیں ہوتی اور جہاں یہ ہو وہاں وہ نہیں ہوتا۔ اب بتاؤ۔ عقل بڑی یا بھینس؟ بہرنوع ؎

ان کنت لاتدری فتلک مصیبۃ ٭ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اب سنیے (اور کان کھول کر سنیے ۔ ع پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی) مذہب اہلسنت اس مسئلہ میں کیا کہتا ہے؟ (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ صـ ۱۶۸) پر لکھا ہے کہ باپ کی منکوحہ بیٹے پر اور بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے بعد ازاں لکھا ہے ۔ والزنا فی القبل بمنزلۃ الوطی الحلال فی ذلک عندنا۔ یعنی اس (نشر حرمت) کے سلسلہ میں ہمارے نزدیک زنا کا حکم نکاح والا ہے (کہ سابقہ زنا سے حرمت آجاتی ہے) بعد ازاں لکھا ہے کہ "بعد والا زنا سابقہ نکاح پر اثر انداز نہیں ہوتا" ——— اور یہ بات عقلاً بھی بالکل واضح ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری ۔ کہ نہ بھرے کوئی اور بھرے کوئی ؟ زنا کوئی کرے اور جورو کسی کی حرام ہو جائے (اپنے شوہر پر) اصول وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ بعد والا حرام سابقہ حلال پر اثر انداز نہیں ہوتا چنانچہ ہماری اس روایت کے آخر میں (جس کا ابتدائی حصہ مؤلف نے نقل کیا ہے) یہ مذکور ہے کہ اگر ایسا پہلے ہو تو وہ عورت اس کے باپ کے نکاح میں نہیں آسکتی ——— فتدبر و تفکر۔

؎ نے اصولت محکم ایدنے فروع ÷ شرم باید از خدا و از رسول

چھبیسواں مسئلہ

شیعہ کی کتاب حدیث استبصار صـ ۱۳ میں بصراحت موجود ہے کہ اپنی عورت سے خلاف فطری حرکت کرنا جائز ہے ———

کتاب مذکور ج ۲ صـ ۳۰ میں یوں لکھا ہے ——— ترجمہ:۔ حماد بن عثمان روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اپنی عورت کی مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت چونکہ آپ کے پاس بہت آدمی بیٹھے تھے۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اپنے غلام کو اسکی طاقت سے بڑھ کر خدمت دینی جائز نہیں بلکہ اسے فروخت کر دینا چاہیئے ——— راوی کہتا ہے دوسرے لوگوں کے منہ کو دیکھ کر آپ نے اپنا منہ جھکا کر چپکے سے یہ فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے ———

فروع کافی ج ۲ صـ ۲۳۶ میں ہے ——— ترجمہ:۔ "راوی کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ کا غلام ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے آپ سے مارے دہشت و شرم کے نہیں پوچھ سکتا! فرمایا کیا ہے میں نے کہا مرد اپنی عورت کی مقعد میں ادخال کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا ہاں اسے اجازت ہے میں نے کہا آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟ کہا ہم ایسا نہیں کیا کرتے (خود را فضیحت دیگراں را نصیحت) آفتاب صـ ۲۰۰)

الجواب

مؤلف نے آخر میں امام علیہ السلام پر مصرعہ چسپت کر کے اپنی ناجیت و خارجیت کا بھانڈا چوراہے پر پھوڑ دیا سچ ہے ؎

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ومهما تکن عند امرء من خلیقة

وان خالها تخفی علی الناس تعلم

یعنی دل کی بات زبان پر آ ہی جاتی ہے۔ حالانکہ اس منقولہ روایت کے آخری الفاظ بتا رہے ہیں کہ امام اس فعل کو ناپسند کرتے ہیں اور اس سے سابقہ روایت جو اسی باب اور اسی صفحہ (ج ۲ ص ۱۲۲) پر موجود ہے اس میں مذکور ہے کہ جب امامؑ سے یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تو آنجنابؑ نے فرمایا ھی لعبتک فلا تؤذ ھا "یہ عورت تمہارا کھلونا ہے اسے اذیت نہ دو" نیز استبصار کی اس جلد و صفحہ (ج ۲ ص ۱۲۰) پر پیغمبر اسلام کا یہ فرمان بروایت صادقؑ موجود ہے "محاشن النساء علی امتی حرام یعنی میری امت پر عورتوں سے وطی فی الدبر کرنا حرام ہے لیکن معترض کو دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لینا چاہئے اور اپنے خلفاء و ائمہ اور علماء کے کردار پر بھی اک نظر ڈال لینا چاہیئے کہ ان کو یہ مشغلہ کس قدر مرغوب تھا۔؟ آپ کے اضافۂ معلومات کی خاطر اس حقیقت کے چہرہ سے نقاب کشائی کی رسم ہم ادا کئے دیتے ہیں۔!!

"جاء عمر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ، ھلکت قال وما اھلک قال حولت راحلتی اللیلة فلم یرد علیہ شیئا فاوحی اللہ الی رسولہ ھذہ الآیة نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔

یعنی عمر بن خطاب نے حضرت رسول خداؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کس چیز نے تمہیں ہلاک کیا ہے؟ کہا میں نے آج رات اپنی سواری کو الٹ دیا (یعنی زوجہ سے وطی فی الدبر کی) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اسوقت خداوند کریم نے یہ آیت نازل کی۔ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں آؤ" (تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۲۶۲)

(۲) غالبؔ والد صاحب کی اسی عملی تعلیم کا اثر تھا کہ عبداللہ بن عمر اس آیت کی تفسیر یوں کیا کرتے تھے ان شاء فی قبلھا و ان شاء فی دبرھا۔ یعنی یہ مرد کی مرضی پر منحصر ہے خواہ عورت کی قبل (فرج) میں ادخال کرے اور خواہ دبر (مقعد) میں کرے (درمنثور ج ۱ ص ۲۶۵) علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں "الروایة عن ابن عمر بھذا المعنی صحیحة معروفة مشھورة" (ایضاح ص ۲۶۶) یہ تو تھا اہلسنت کے خاص ممدوح اصحاب کا فعل اب ان کے ائمہ کا قول و فعل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) جوزجانی نے امام مالک بن انس سے دریافت کیا عن وطی الحلائل فی الدبر کہ بیوی کے ساتھ وطی فی الدبر جائز ہے؟ انہوں نے جواب میں اپنا عمل بتا دیا کہا الساعة غسلت راسی منہ میں نے ابھی ابھی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اسی نعل سے فارغ ہو کر سر دھویا ہے (در منثور ج ۱ ص ۲۶۶) اسی جلد اور اسی صفحہ پر امام شافعی کا فتویٰ جواز بھی درج ہے ——— فراجع۔

(۵) اب لگے ہاتھوں اہلسنت کے اکابر کا عمل بھی دیکھتے چلیں۔ ابن ابی ملیکہ (مشہور عالم و فقیہ) سے دریافت کیا جاتا ہے۔ عن اتیان المراۃ فی دبرھا کہ عورت کی مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ جواب لکھا ہے۔ قد اردتہ من جاریۃ لی بالبارحۃ فاعتاصت علیّ فاستعنت بدھن: کہا (شرم و حیا ملاحظہ ہو) میں نے گذشتہ رات اپنی لونڈی سے یہی کام کرنا چاہا لیکن جب معاملہ سخت ہو گیا تو میں نے تیل سے مدد لی (در منثور ج ۱ ص ۲۶۶)

ع ناطقہ سر بگریبان ہے کہ اسے کیا کہیئے؟

(۶) ان لوگوں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس فعل کا جواز خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی منسوب کرنے سے نہیں چوکے ——— چنانچہ تفسیر فتح البیان ج ۱ ص ۲۸۷ مؤلفہ نواب صدیق حسن خان میں لکھا ہے کہ ان رجلاً سئل النبی عن اتیان النساء فی ادبارھن فقال النبی حلال۔ ایک آدمی نے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ عورتوں کے ساتھ وطی فی الدبر کرنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا حلال ہے۔

(۶) صاحب فتوے برہنہ (ج ۲ ص ۶۳ طبع لکھنؤ) نے تو اس کھیتی کی وضاحت میں رہی سہی کسر بھی نکال دی وہ مکروہات شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں "وادخال ذکر در دہن زن بقولے منہ کما فی التذکرۃ" یعنی منجملہ مکروہات کے ایک یہ بھی ہے کہ عورت کے منہ میں ذکر داخل کیا جائے ——— اور دوسرے قول کے مطابق مکروہ بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ کتاب تذکرہ میں موجود ہے" انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۷) یہ لوگ تو اور بھی بہت آگے نکل گئے ہیں اسی فتاویٰ برہنہ ج ۱ ص ۳۲ پر لکھا ہے "مالک اگر غلام خود یا منکوحہ خود لواطت کند باتفاق حد نیست" یعنی اگر کوئی مالک اپنے غلام یا اپنی منکوحہ سے اغلام کرے تو بالاتفاق اس پر کوئی حد نہیں ہے" فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ع الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا!!

ستائیسواں مسئلہ

شیعہ مذہب میں اپنی عورت کی شرمگاہ کو بوسہ دینا چومنا جائز ہے۔ فروع کافی ج ۲ ص ۲۱۴ میں ہے۔

——— ترجمہ:۔ حضرت علی بن جعفر سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوالحسنؑ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سے دریافت کیا کہ مرد اپنی عورت کی شرمگاہ کو چوم سکتا ہے؟ آپ نے کہا کچھ حرج نہیں

(آفتاب صفحہ ۲۰۱)

الجواب اگر مذہب شیعہ میں اس فعل کو (اپنی کھیتی کا جزو بدن ہونے کی بنا پر) صرف جائز لکھا ہے تو مذہب اہلسنت میں تو ایسے افعال کو کارِ ثواب بتایا گیا ہے چنانچہ فتاوی برہنہ ج ۲ صفحہ ۶۱ پر لکھا ہے "دباک نیست کہ زن یا مرد فرج دیگرے بمالد بلکہ امید ثواب است" یعنی اس میں کوئی عزج نہیں کہ مرد عورت ایک دوسرے کی شرمگاہ کو ملیں۔ بلکہ اس میں ثواب کی امید ہے" اب مفتی صاحب نے یہ کوئی قید نہیں لگائی کہ ہاتھ سے ملیں یا منہ سے۔ بلکہ اگر گستاخی معاف ہو تو یہ بھی عرض کر دیں کہ چونکہ مذہب مؤلف میں عورت کی شرمگاہ والی رطوبت پاک ہے (غایۃ الاوطار ج ۱ صفحہ ۱۵۱، صفحہ ۱۶۲) اس لئے اگر چاہیں تو اسے چاٹ بھی سکتے ہیں اور ہم خرما و ہم ثواب کا لطف اٹھا سکتے ہیں

مشکل بہت پڑے کی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کر

اٹھائیسواں مسئلہ

اپنی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی مضائقہ ندارد ہے اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں ہے ——— ترجمہ: اسحاق بن عمار نے صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا اپنی عورت کی شرمگاہ بحالت برہنگی دیکھ سکتا ہے؟ آپ نے کہا کیا مضائقہ۔ مزہ تو اسی میں ہے حاشا وکلا۔ ائمہ طاہرین کی طرف ایسے حیا کش مسائل منسوب کرنا ان کی غایت درجہ کی توہین ہے (آفتاب صفحہ ۲۰۱)

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

الجواب کیا کسی مذہب و ملت میں یہ لکھا ہے کہ مرد "بحالت برہنگی اپنی عورت یا اسکی شرمگاہ پر نظر نہیں کر سکتا" تاکہ ہم اس ایراد کا جواب دیں؟

نگفتہ ندارد کسے با تو کار
ولیکن چوں گفتی دلیلش بیار

اگر مؤلف آنجہانی اس وقت اس جہان میں ہوتے تو ہم ان سے تین طلاق والی قسم دیکر دریافت کرتے۔ کہ "کیا تم نے یہ نظارہ کبھی نہیں دیکھا؟" اور اس منظر سے کبھی لطف اندوز نہیں ہوئے"؟ مگر اب چونکہ وہ یہاں نہیں بلکہ وہاں پہنچ چکے ہیں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا اس لئے ان سے یہ سوال و جواب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نہیں کیلیا سکتا! بھلا اس میں کونسی چاکش بات ہے؟ اور اگر کوئی چاکش بات ہے تو یہ ہے جو کتب اہلسنت میں مذکور ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عائشہ رضی اللہ عنہا ایک ہی بڑے ٹب میں برہنہ غسل جنابت کیا کرتے تھے۔!! ایسے بے ہودہ مسائل بیان کرنے والوں کو۔

ع شرم باید از خدا و از رسول!

انتیسواں مسئلہ عاریۃ الفرج (شرمگاہ دوسرے کو عاریۃً دینا بھی جائز لکھا ہے۔ استبصار ج ۲ صـ ۷۵ میں ہے ——— ترجمہ۔ امام صادق علیہ السلام سے مسئلہ عاریۃ الفروج دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا مضائقہ نہیں۔ (آفتاب صـ ۲۰۱)

الجواب یہ لونڈیوں کے بارے میں ہے چونکہ ان کی حیثیت دوسرے مملوکہ مال جیسی ہوتی ہے جن کی بیع و شرا بھی درست ہے۔ اور ہبہ کرنا بھی صحیح۔ جس طرح شریعت مقدسہ کی رو سے شرائط مقررہ کے ساتھ صیغہ نکاح جاری کرنے سے اجنبیہ عورت آدمی پر حلال ہو جاتی ہے اسی طرح مالک کے "احللت لک جاریتی" (میں اپنی لونڈی تمہارے لئے حلال کرتا ہوں) کہنے سے غیر کی مملوکہ کنیز دوسرے شخص پر حلال ہو جاتی ہے۔ اس میں نہ کوئی عقلی قباحت ہے اور نہ کوئی شرعی ممانعت! بلکہ ایسے کچھ آثار اہلسنت کے ہاں بھی موجود ہیں مثلاً البحر الرائق ج ۳ صـ ۸۶ طبع مصر میں لکھا ہے۔ لو اضاف الهبة الى الامة بان قال لرجل وهبت لك هذه الامة فان كان الحال يدل على النكاح ينصرف الى النكاح وان لم ينو ينصرف الى ملك الرقبة یعنی اگر ہبہ کی نسبت لونڈی کی طرف دے۔ اور کسی سے یوں کہے میں اپنی یہ کنیز تجھے ہبہ کرتا ہوں تو اگر شاہد حال نکاح پر دلالت کرے تو وہ نکاح بن جائے گا ورنہ وہ دوسرے کی ملکیت بن جائے گی تاکہ کوئی شخص اس مسئلہ کی حرمت کا مدعی ہے تو وہ دلیل پیش کرے "ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین"!!

تیسواں مسئلہ جناب امیر علیہ السلام کی طرف ایک مسئلہ منسوب کیا گیا ہے جو عقلاً و نقلاً قابل تسلیم نہیں وہ یہ ہے کہ ایک عورت جنگل میں جا رہی تھی اس کو سخت پیاس لگی ایک اعرابی سے پانی مانگا اسنے کہا اس شرط پر پانی دیتا ہوں کہ مجھ سے بہتر ہو مجبوراً عورت نے مان لیا۔ اعرابی نے منہ کالا کیا۔ عورت امیر المومنین عمر کے دربار میں آکر اقبالی ہوئی آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیرؑ نے کہا کوئی جرم نہیں ہوا۔ عورت کی رضامندی سے یہ فعل ہوا ہے پس یہ نکاح ہو گیا چلو چھٹی ہو گئی چنانچہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فروع کافی ج ۲ صفحہ ۱۹۰ میں ہے (یہاں ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کا مضمون تقریباً وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ صرف اتنا فرق ہے کہ عمر نے زنا کی کیفیت دریافت کئے بغیر سنگساری کا حکم دیا تھا اور جناب امیرؑ نے پوری کیفیت دریافت کرنے کے بعد فرمایا۔ "بخدا یہ تزویج ہے"۔ جائے غور ہے کہ متعہ تو شیعہ کے ہاں مروج تھا ہی اس صورت پر عمل کیا جائے تو زنا کا بھی دنیا سے نام ہی اٹھ جائے بازاری عورتوں سے جو لوگ زنا کرتے ہیں اس میں بھی عورت و مرد باہم راضی ہوتے ہیں۔ یہاں گو صرف پانی پلایا گیا وہاں روپیہ بھی دیا جاتا ہے اور یہاں پیاس کی مجبوری تھی وہاں بھوک ستاتی ہے پھر وہ بطریق اولیٰ جائز ہو گیا۔ زنا نہ رہا۔ (انتخاب صفحہ ۲۰۲)

الجواب یہ اعتراض بچند وجہ مردود و مندفع ہے۔ اوّلاً یہ روایت ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال ہے (ملاحظہ ہو مراۃ العقول ج ۳ صفحہ ۴۸۶) ثانیاً۔ بنابر تسلیم جناب امیر علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ "بخدا یہ تزویج ہے" بطور مجاز ہے یعنی اس کا حکم نکاح والا ہے کہ اس پر کوئی حد جاری نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ شریعت کا یہ محکم اصول ہے کہ ہر حرام اضطرار کے وقت حلال ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حفظ نفس کی خاطر خنزیر کا گوشت کھانا جائز ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ فی الحقیقت تزویج اور نکاح ہے۔ یہی مفہوم سرکار علامہ مجلسیؒ نے بیان فرمایا ہے (ولعل المراد والمعنی ان الاضطرار یجعل ھذا الفعل بحکم التزویج ویخرجہ من الزنا مرآۃ العقول ج ۳ صفحہ ۴۸۶)

ثالثاً "جس چیز کو مؤلف نے جناب امیر کی توہین قرار دیا ہے وہ تو سراسر آنجنابؑ کی تعریف ہے۔ اگر توہین ہے تو ان کے عمر کی۔ جنہوں نے سنگساری کا آمرانہ حکم دینے سے پہلے عورت سے جرم کی نوعیت دریافت کرنے کی بھی زحمت نہیں فرمائی۔ گویا یہ موقع بھی انہی بیسیوں مواقع میں سے ایک ہے جہاں "علال مشکلات" نے "حسبنا کتاب اللہ" کہنے والے کی مشکل کشائی فرمائی ہے۔ اور ان سے "لولا علی لھلک عمر" کہلوایا ہے۔

رابعاً۔ یہ جو کہا ہے کہ اس طرح زنا زنا نہیں رہے گا۔ اگرچہ قیاس ان حضرات کو ابلیس لعین سے ورثہ میں ملا ہے۔ مگر یہ قیاس مع الفارق ہے (جو قیاس کو جائز سمجھنے والوں کے نزدیک بھی ناجائز ہے) یہ عورت مضطر و مجبور تھی اسکے پاس اپنی جان بچانے کا سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ مگر اس بازار میں بیٹھنے والیاں چونکہ اور جائز کاروبار اختیار کر سکتی ہیں اس لئے ان کو مضطر و مجبور قرار نہیں دیا جا سکتا!

خامساً۔ اس بازار والیوں کے پیشہ کو جائز اور اس سے حاصل کردہ روپیہ کو حلال قرار دینے کا سہرا جناب امام اعظم کے سر ہے جنہوں نے اجرت دے کر زنا کرنے سے حد ساقط کر دی ہے (ملاحظہ ہو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فتاویٰ قاضی خان ج ۴ ص ۸۲۱ طبع لکھنؤ) اس مسئلہ کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے ہنر کو عیب سمجھنا چشم حاسد کے لئے کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے کیونکہ ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است!

لہٰذا اس بازار والیوں اور ان کے چاہنے والوں کو امام اعظم کے نام پر شیرینی تقسیم کرنی چاہیئے جنہوں نے انہیں اس سیاہ دھندے کا جواز مہیا کیا ہے ؎

وہ چاہتے ہیں سیم تنوں کا وصال ہو
مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو

اکتیسواں مسئلہ شیعہ مذہب میں ہے کہ عورت اونٹ پر سوار ہو اور مرد جماع کرنا چاہے تو بھی انکار نہ کرنا چاہیئے تحفۃ العوام ص ۲۷۶ میں ہے وہ شوہر کو منع نہ کرے جماع سے اگرچہ پشت شتر پر ہو؟ اللہ رے بے شرمی (آفتاب ص ۲۰۲)

الجواب جس طرح ساون کے اندھے کو ہر شے سبز نظر آتی ہے اسی طرح ہمارے مؤلف صاحب کو بھی شیعہ کتابوں میں ہر چیز قابلِ اعتراض ہی اعتراض نظر آتی ہے اس بندۂ خدا سے کوئی پوچھے بھلا اس میں کونسی اعتراض والی بات ہے؟ اس پیرایہ میں صرف عورت پر شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کی اہمیت ظاہر کرنا مقصود ہے۔ و بس۔ جس طرح پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں (اصول کافی وغیرہ)

اے کاش۔ دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے وہ اپنی کتابوں میں زن و شوہر کے باہمی حقوق کا مطالعہ ہی کر لیتے! سب مذاہب میں یہی حکم ہے کہ اگر مرد جماع کی خواہش کرے تو بغیر عذر شرعی عورت کو امتناع کا کوئی حق نہیں ہے یہ صرف مؤلف کی ہٹ دھرمی ہے ورنہ اس میں کوئی بے شرمی نہیں ہے۔

آنجا کہ عیاں است چہ حاجت بیاں است؟

بتیسواں مسئلہ لڑکے کو ختنہ تو سب لوگ کیا کرتے ہیں شیعہ مذہب کی رو سے لڑکیوں کو بھی ختنہ کرنا چاہیئے فروع کافی ج ۲ ص ۲۷۱ میں ہے ــــــ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ختنہ لڑکوں میں سنت ہے اور عورتوں میں باعث فضیلت: ایسا ہی حق الیقین اردو ص ۲۷۲ میں ہے ــــــ واہ چہ خوش؟ (آفتاب ص ۲۰۲)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب اگر مؤلف میں ذرہ بھر بھی انصاف ہوتا یا کچھ بھی شرم وحیا ہوتی تو ایسی چیز کی وجہ سے ہرگز شیعوں کو مطعون نہ کرتے جو خود ان کے مذہب میں بھی موجود ہے۔ بعینہٖ یہی فتویٰ کتب اہلسنت میں موجود ہے۔ ہدایہ ج ۱ صـ۳۸ طبع یوسفی لکھنؤ سطر ۲ پر حدیث "اذا التقی الختانان وغابت الحشفۃ وجب الغسل" موجود ہے (یعنی جب دونوں ختنے کے مقام مل جائیں اور سر ذکر اندام نہانی میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے) اس پر علامہ عبدالحی لکھنوی حاشیہ صـ۵ پر فتح القدیر کے حوالے سے "ختان" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں الختان موضع القطع من الذکر والفرج وھو سنۃ للرجل ومکرمۃ للنساء اذ جماع المختونۃ ذوقی "یعنی "ختان" مرد کے ذکر اور عورت کی فرج کے اس مقام کو کہتے ہیں جسے ختنہ میں قطع کیا جاتا ہے۔ یہ ختنہ مرد کے لئے سنت اور عورت کے لئے فضیلت ہے" اور ختنہ شدہ عورت سے ہمبستری کرنا ذوق سے تعلق رکھتا ہے"۔ یہ آخری جملہ اگر ہماری کسی کتاب میں ہوتا تو مؤلف زمین وآسمان سر پر اٹھا لیتے اور شور مچاتے۔ کہ "یہ حیا کش بات" اور "اسلام سوز بات فلاں کتاب میں موجود ہے" مگر ہم بموجب "اذا مر وا باللغو مرو اکرما" اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ بہرحال اتنا تو واضح ہو گیا کہ یہ مسئلہ دوسروں کو مطعون کرنے والوں کی کتب میں بھی موجود ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آجکل اس پر عمل کسی بھی فریق کا نہیں ہے۔ تو پھر اسے ہوا دینے سے فائدہ؟ ہاں البتہ ؎

دل کو خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

تینتیسواں مسئلہ شیعہ مذہب کی رو سے خصی مرد سے عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فروع کافی ج ۲ صـ۲۳۱ میں ہے

——— ترجمہ:۔ محمد بن اسماعیل کہتا ہے میں نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کیا اصیل عورتوں کو خصی مردوں سے پردہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے کہا خصی مرد ابوالمؤمن کی لڑکیوں کے سامنے ہوا کرتے تھے۔ راوی نے کہا کیا وہ اصیل تھے۔؟ کہا نہیں پھر راوی نے کہا کیا اصیل خصی مرد سے پردہ کرنا چاہیئے؟ کہا نہیں (آفتاب صـ۲۰۳)

الجواب فروع کافی میں یہ روایت باب الخصیان میں موجود ہے اس باب میں کل تین حدیثیں ہیں پہلی دو حدیثوں میں خصی مرد سے پردہ لازم بتایا گیا ہے اور یہی شیعہ مذہب کا مسلمہ نظریہ ہے مگر اس تیسری روایت سے جواز مترشح ہوتا ہے علامہ مجلسی نے مرآۃ العقول ج ۳ صـ۵۱۶ پہلی حدیث کے تحت لکھا ہے "ویمکن حملہ علی التقیۃ" ممکن ہے اسے تقیہ پر محمول کیا جائے"۔ ایسا ہی حضرت شیخ طوسی نے استبصار ج ۲ صـ۱۳۴ طبع لکھنؤ میں یہ روایت لکھنے کے بعد افادہ فرمایا ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"فالرجحان فی ھذا الخبر ضرب من التقیۃ" پھر فرمایا ہے "والعمل علی الخبر الاول اولیٰ واحوط فی الدین" یعنی پہلی حدیث (جس میں پردہ کا حکم ہے) پر عمل کرنا ہی احوط و اولیٰ ہے۔

چونتیسواں مسئلہ

جلق (مشت زنی) کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے

فروع کافی ج ۲ صفحہ ۲۳۳ میں ہے ——— ترجمہ۔ امام جعفر صادقؑ سے دربارۂ جلق۔ دریافت کیا گیا۔ آپ نے کہا اپنے وجود سے فعل کرتا ہے اسے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ (آفتاب صفحہ ۲۰۳)

الجواب

مذہب شیعہ خیر البریہ میں بالاتفاق مشت زنی کرنا فعلِ حرام اور قابل تعزیر جرم ہے۔ چنانچہ اس باب کی تمام روایات اس فعل کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں جس میں یہ منقولہ بالا روایت موجود ہے (باب الخضخضۃ ونکاح البھیمۃ) پہلی روایت میں اسے "فواحش" سے قرار دیا گیا ہے (جنہیں خدا نے حرام کیا ہے) علامہ مجلسیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں "ویدل علی تحریم الاستمناء بالید وھو مذھب الاصحاب" یعنی یہ روایت مشت زنی کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور یہی اصحاب شیعہ کا مذہب ہے" (مرآۃ ج ۳ صفحہ ۵۱۸) جس پر تمام شیعہ فقہ کی کتابیں شاہد ہیں (بالخصوص ابواب التعزیر) جس حدیث پر معترض نے اعتراض کی بنا رکھی ہے۔ انہوں نے اس کے آخری حصہ کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ "لا شیئ علیہ" کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے کوئی مواخذہ نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ "اس پر حد نہیں ہے" اس کی بقدر ضرورت وضاحت کی جاتی ہے شریعت میں جن جرائم پر سزا دی جاتی ہے اس سزا کی دو قسمیں ہیں (۱) حد (۲) تعزیر۔

حد و تعزیر کا باہمی فرق حد اسے کہا جاتا ہے جو شرعاً مقرر ہو اور اس میں کوئی کمی بیشی نہ کی جا سکتی ہو۔ جیسے زنا اور چوری وغیرہ کی حد۔ اور تعزیر اسے کہا جاتا ہے جو حاکم شرع کی صوابدید پر منحصر ہے ہو۔ اور حالات کے مطابق اس میں کمی و بیشی کی جا سکتی ہو۔ یہ مشت زنی اس آخری قسم کے جرائم میں داخل ہے چنانچہ ہماری تمام فقہی کتب کے ابواب تعزیرات میں اس جرم اور اس کی تعزیر کا تذکرہ موجود ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے اپنے امام اعظم کی "مکمل فقہ" ملاحظہ نہیں کی ورنہ ہم پر یہ اعتراض نہ کرتے۔ وہاں تو صاف لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے روزہ بھی باطل نہیں ہوتا چنانچہ فتاویٰ قاضی خان ج ۱ صفحہ ۹۸ میں لکھا ہے۔

وکذا اذا جامع بھیمۃ ولم ینزل او میتۃ ولم ینزل او فاجر بیدہ ولم ینزل ——— یعنی جانور یا مردہ سے بدفعلی کرنے یا مشت زنی کرنے سے روزہ باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ انزال نہ ہو" اس کے بعد ایک تحقیق انیق پیش فرمائی ہے۔ وھل یباح لہ ان یفعل ذالک فی غیر رمضان ان اراد الشھوۃ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

لا یباح وان اراد تسکین الشھوۃ قالوا رجوان لا یکون آثما۔ یعنی اگر کوئی شخص ماہ رمضان کے علاوہ مشت زنی کرنا چاہے تو کیا یہ مباح ہے؟ سو اگر محض حظِ نفس کے لئے کرے تب تو مباح نہیں لیکن اگر غلبۂ شہوت کی تسکین کی غرض سے ہو تو علماء کہتے ہیں امید ہے کہ گنہگار نہ ہوگا" اسی طرح ج ۱ صـ ۲۲ پر بھی مجرد آدمی کیلئے بغرض تسکین شہوت اس فعل قبیح کو جائز قرار دیا گیا ہے ــــ اور صاحب رد المحتار شرح در المختار طبع مجتبائی دہلی صـ ۱۵۶ نے تو اس جلق کو واجب قرار دیا ہے جب کہ زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔ (ویجب لو خاف الزنا)۔

ع شکایتوں کے کھلیں گے دفتر ادھر ہمارے ادھر تمہارے

کسقدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ جن کے نزدیک "جلق" نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے وہ دوسروں کو اس کے جواز کا طعنہ دیتے ہیں!! یا للعجب!

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی؟

پینتیسواں مسئلہ شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی ج ۲ صـ ۲۵۲ میں ہے۔ جو شخص محرم عورتوں ماں، بہن، بیٹی وغیرہ سے نکاح کرکے جماع کرلے اسکو زنا نہیں کہتے۔ بلکہ من وجہ یہ فعل حلال ہے۔ اور من وجہ حرام ہے اسکو سفاح کہیں گے زنا نہیں کہہ سکتے۔ اولاد پیدا ہو اس کو اولاد زنا کہنا جائز نہیں ہے۔ جو ایسے مولود کو ولد الزنا کہے وہ قابل سزا ہے ملخص عبارت یوں ہے۔

الذی یتزوج ــــ (یہاں مذکورہ بالا مضمون کی ایک با ترجمہ عبارت نقل کی ہے) ــــ اللہ اللہ شیعہ کے مسائل کا کیا کہنا۔ شاعر کہتا ہے

ے یلازمک الخطاء بکل شیئ
لعمری انت از کی الاذکیاء (آفتاب ہدایت)

الجواب یہ چند جملے "انتہ سکاری" کو چھوڑ کر صرف لا تقربوا الصلوٰۃ کے طور پر جس طویل عبارت سے لئے گئے ہیں وہ فروع کافی کے صـ ۲۵۱ سے لے کر صـ ۲۵۴ تک قریباً ۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اس کے متعلق ــــ پہلی گذارش تو یہ ہے کہ یہ کسی امام معصوم کا کلام نہیں بلکہ یونس بن عبدالرحمن (راوی) کا کلام ہے و کلام غیر المعصوم لیس بحجۃ۔

دوسری بات یہ کہ یہ کلام اسقدر پیچیدہ ہے اور الجھا ہوا ہے کہ اس سے کوئی صحیح مفہوم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اخذ کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ چنانچہ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ "لایخفی مافیہ الی اخرالباب من الخبط والاضطراب" یعنی اس کلام میں آخر تک جو جو کچھ خبط و اضطراب پایا جاتا ہے وہ مخفی نہیں ہے۔" (مراۃ ج ۳ ص ۵۲۸)

تیسری بات یہ کہ وہ عبارت جو یہاں پیش کی گئی ہے اس پر وہی شعر صادق آتا ہے کہ

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا
بھان متی نے کنبہ جوڑا

کوئی جملہ کسی مقام سے لیا گیا ہے اور کوئی فقرہ کسی جگہ سے۔ اگر یہی طرز استدلال اختیار کیا جائے اور اسطرح کسی عبارت کو توڑ مروڑ کے پیش کیا جائے تو اچھے خاصے کلام کا حلیہ بگڑ جاتا ہے چہ جائیکہ جو کلام پہلے ہی الجھا ہوا ہو۔ یہ امر سراسر دین و دیانت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ بلکہ یہ ایسا کرنے والے کے بے دین اور بے حیا ہونے کی غمازی کرتا ہے۔

اور چوتھی اور آخری بات یہ ہے کہ جو کچھ جناب یونس نے اس طویل و عریض کلام میں بیان کیا ہے۔ اس کا ماحصل اور جامع خلاصہ یہ ہے کہ وہ "سفاح" اور "زنا" میں فرق بتلانا چاہتے ہیں کہ زنا وہ ہے کہ جس میں سراسر ہر پہلو حرام ہو اور حلال والا کوئی پہلو نہ ہو۔ جیسے بلا نکاح کسی عورت سے حرام کاری کی جائے اور سفاح وہ ہے۔ جس میں کسی حلال پہلو کی بھی آمیزش ہو۔ جیسے محارم سے نکاح کر کے مقاربت کی جائے (العیاذ باللہ) یہ نکاح اگرچہ بے محل ہے لیکن نکاح ہونے کے اعتبار سے تو حلال ہے۔ اس کی انہوں نے ایک اور مثال سے بھی وضاحت کی ہے۔ کہ ایک آدمی ایک درہم چوری کر کے کسی ناجائز کام میں صرف کرتا ہے۔ کہ اس میں حلال کا کوئی پہلو نہیں۔ دوسرا آدمی چوری کر کے اسے غریبوں پر تقسیم کر دیتا ہے۔ یہ صدقہ اگرچہ مقبول نہیں تاہم اس میں حلت کا ایک پہلو تو موجود ہے۔

اور ان کا یہ روئے سخن صرف اہل اسلام کی طرف نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ بلکہ مجوسیوں کی طرف بھی ہے (جو محارم سے نکاح کیا کرتے ہیں) چنانچہ اسکی وضاحت اسی عبارت کے اندر موجود ہے "وکل قوم لا نکاحھم نکاح صحیح فی ملتھم۔ یعنی ان سب کا نکاح ان کے دین کے مطابق صحیح ہے (اگرچہ ماں اور بہن وغیرہ محارم سے ہی کیوں نہ ہو) اس کے بعد لکھا ہے کہ اس نکاح سے جو اولاد پیدا ہو گی وہ حلال زادہ متصور ہو گی۔ اس کو اولاد زنا کہنے والوں پر حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ یہ اولاد جس نکاح سے متولد ہوئی ہے وہ اگرچہ اسلامی نقطۂ نظر سے فاسد ہے۔ مگر ان لوگوں کی نظر میں تو جائز ہے اور یہ مسلمہ قانون ہے کہ لکل قوم نکاح ——— اس لئے وہ حلال زادہ متصور ہو گی۔ اور اگر ایسا کرنے والا اہل اسلام سے ہے تو اس کے ساتھ یہ قید مذکور ہے کہ اولاد

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حلال زادہ اس صورت میں متصور ہو گی کہ اس نے یہ فعل خطاً، تاویلاً، تقلیداً یا جہالۃً کیا ہو! نا ہبیں وطی بالشبہ ہونے کی وجہ سے اولاد حلال متصور ہو گی اس تشریح کے بعد یہ عبارت بے غبار ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے اجمال و اشکال کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ واضح کر دینا بھی بے جا نہیں ہو گا کہ کسی معترض نے اپنے امام اعظم صاحب کے مثالی و کمسالی فقہ کا بھی ملاحظہ کیا ہے؟ وہاں تو یہ صراحت موجود ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر بھی ماں، بیٹی، بہن، خالہ اور پھوپھی وغیرہ محارم یا شوہر دار عورت کے ساتھ نکاح کر کے جماع کرے۔ (معاذ اللہ) تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر کوئی حد نہیں ہے — اصل عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں "او تزوج بذات رحم نحو البنت والاخت والعمتہ والخالتہ وجامعها لاحد علیه فی قول ابی حنیفہ وان قال علمت انها علی حرام عند ابی حنیفہ (فتاوی قاضی خان ج ۴ صفحہ ۴۰۱) نیز اسی کتاب کے اسی صفحہ پر مذکور ہے ولا حد علی من وطی جاریۃ ولدہ او ولد علیه وان قال علمت انها علی حرام او تزوج امرأۃ لها زوج فوطئها لا حد علیه عند ابی حنیفتہ وان لم یدع الحل" بعد ازیں حل طلب مسئلہ صرف یہ ہے کہ اگر اسی فقہ حنفی پر احکام اسلام کی بنیاد رکھی جائے تو پھر اسلام اور مجوسیت میں فرق کیا رہ جائے گا؟ اہلسنت میں کوئی رجل رشید ہے جو اس عقدہ کو حل کرے؟؟ اور یہ ہے آل رسول کے دامن کو چھوڑنے کا نتیجہ کہ اسلام کے ڈانڈے مجوسیت سے ملائے جا رہے ہیں ؎

فلیبک علی الاسلام من کان باکیا

چھتیسواں مسئلہ

شیعہ مذہب کے نزدیک سنی مسلمان کتے اور ولد الزنا سے بھی بدتر ہے۔ فروع کافی ج ۱ صفحہ پر ہے ——— ترجمہ۔ امام جعفر صادق علیہ نے فرمایا ایسے کنوئیں کے پانی سے مت نہاؤ جس میں حمام کا مستعمل پانی پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں ولد الزنا کے بدن کا پانی بھی گرا ہوا ہوتا ہے۔ اور ولد الزنا سات پشت تک پاک نہیں ہو سکتا اور اس میں ناصبی (سنی) کے بدن سے گرا ہوا پانی ہوتا ہے اور وہ ناصبی (سنی) ولد الزنا اور کتے سے بھی بدتر ہوتا ہے" دیکھو شیعہ صاحبان سنیوں کو کتے سے اور ولد الزنا سے بھی بُرا سمجھتے ہیں۔ پھر اگر سنی ان سے برتاؤ کریں تو ان سے برگشتہ کر کون بے غیرت ہو سکتا ہے؟ (آفتاب صفحہ ۱۵۲)

الجواب

؎ بارہا گفتہ ام و بار دگر می گویم

مذہب شیعہ ہر اس شخص کو جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہے (جب تک ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر نہ ہو) مسلمان سمجھتے ہیں اس لئے وہ سنی برادری کو جو محبتِ اہلبیتؑ کا دم بھرتے ہیں اپنا دینی و اسلامی بھائی سمجھتے ہیں۔ ناصبی سے مراد وہ شخص ہے رجو اہلبیت رسالت سے عداوت و بغض رکھے ہماری فقہی کتب کی کتاب الطہارت باب نجاسات اس پر شاہد عادل موجود ہے کہ مسلمان، ناصبی، خارجی اور غالی کے عنوان الگ الگ ہیں۔ ناصبی و خارجی (اہلبیت سے عداوت دشمنی رکھنے والے) اور غالی (اہلبیت کو مرتبہ ربوبیت تک پہنچانے والے) ہر دو گروہ کو کافر نجس اور باقی تمام فرق اسلامیہ کو مسلمان و طاہر لکھا ہے۔ شرائع الاسلام، شرح لمعہ، جواہر الکلام، العروۃ الوثقیٰ وغیرہ تمام فقہی کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مگر مؤلف بدقسمتی سے عداوت اہلبیتؑ کے مزمن مرض میں مبتلا ہیں تو وہ اپنے آئینہ میں دیکھتے ہوئے تمام اہلسنت کو کیوں دشمن اہلبیت سمجھتے ہیں؟ اور ناصبی کا ترجمہ "سنی" کیوں کرتے ہیں؟

ویسے یہ درست ہے کہ لڑنے اور لڑانے کے فن میں ملاں لوگ بڑے مشاق و ماہر ہوتے ہیں کیونکہ

؎ دین کافر فکر و تدبیر جہاد
دین ملا فی سبیل اللہ فساد

ایسے مفسدین کو معلوم ہونا چاہئے کہ سنی و شیعہ کو باہم لڑانا اور نصرت کی خلیج کو وسیع و عمیق تر کرنا۔ قوم و ملت کی کوئی خدمت نہیں ہے۔ بلکہ بدترین جرم ہے۔ (الفتنۃ اشد من القتل) اور۔

ع مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

افسوس جب قوم کے نام نہاد رہبروں کا یہ عالم ہو تو پھر عوام کا (جو پہلے ہی کالانعام ہوتے ہیں۔) خدا ہی حافظ ہے تو وہ یہی کہیں گے کہ ؎

ما مریدان رو بسوئے صلح چوں آریم چوں
رو بسوئے فتنہ و پیکار دارد پیر ما

سینتیسواں مسئلہ شیعہ کے عقیدہ کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ثلاثہ و ازواج پر لعنت و تبرا داخل ثواب ہے چنانچہ بحوالہ تحفۃ العوام لکھا جا چکا ہے۔ اور نیز حق الیقین ص۶۸۵ میں ہے "اور ہمارا اعتقاد اس برائت (تبرا) میں یہ ہے کہ بیزاری طلب کرنا چاہیئے چاروں بتوں سے یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و معاویہ اور چار عورتوں سے یعنی عائشہ، حفصہ، ہندہ، دام الحلم سے اور ان کے تمام اتباع و اشیاع سے"۔ دیکھو شیعہ ہمارے بزرگان دین اصحاب ثلاثہ کو بت قرار دیتے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہیں۔ انکو اور امہات المومنین ازواج رسول کو لعنت و تبرا دینا واجب سمجھتے ہیں۔
پھر اگر ہم ایسوں کو کافر کہیں تو پھر متعصب اور اتفاق میں خلل سمجھا جاتا ہے۔ ع

ہم آہ بھی جو کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا
(آفتاب ہدایت صفحہ ۲۰۴)

الجواب اس مسئلہ میں پھر مؤلف نے اپنی پرانی عقربی عادت کا اعادہ کرتے ہوئے "الفتنۃ اشد من القتل" کے سنگین جرم کا ارتکاب کیا ہے: شیعہ امامیہ ثلاثہ کو یا بعض ازواج رسولؐ کو کیا اور کیسا سمجھتے ہیں؟ اور کیوں سمجھتے ہیں؟ اور یہ کہ لعنت و تبرا کوئی گالی گلوچ نہیں۔ بلکہ صرف رحمت خدا سے دوروں کی بد دعا اور ان سے اپنی علیحدگی کے اظہار کا دوسرا نام ہے۔ اور یہ کہ تولا و تبرا ذوقی امور ہیں۔ اچھے سے دوستی اور برے سے علیحدگی اختیار کرنا۔ سنت انبیاء و مرسلین اور تقاضائے عقل سلیم کے عین مطابق ہے۔ اور ہر ایک کو نیک کی برابر سمجھنا عقل و خرد پر اس سے بڑھ کر کوئی ظلم و ستم نہیں ہے۔

الغرض ان تمام امور پر ابتدائے کتاب میں جہاں مؤلف نے فضائل صحابہ کی آیات درج کی ہیں ہم پوری تفصیل و وضاحت کے ساتھ بحث کر چکے ہیں ہم ان مباحث کا بار بار تکرار کر کے کتاب کے حجم کو (جو پہلے بھی غیر معمولی طور پر بڑھتا جا رہا ہے) نہیں بڑھانا چاہتے صرف مؤلف اور ان کے ہمنواؤں کی خدمت میں اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ان لوگوں (معاویہ وغیرہ) پر جنھوں نے حضرت امیرالمومنین علی پر اسلامی منابر و مساجد میں کم و بیش نوے برس تک برابر سب و شتم کرایا (سیرۃ النبیؐ جلد ۱ صفحہ ۴۹) غیظ و غصہ نہیں فرماتے۔ اور اگر ایسے، ستمگر، ستم کیش لوگوں سے مظلوم قسیم صرف برائت (علیحدگی) بھی اختیار فرمائیں۔ تو نواصبی کی رگ نیت پھڑکنے لگتی ہے۔ یہ شعر پڑھنے کا حق تو ہمیں حاصل ہے کہ

ہم آہ بھی جو کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

معلوم ہوتا ہے کہ

ع۔ گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی میرے صیاد کی ہے

مگر ایسا نہیں ہو سکتا دین فطرت مظلوم کو داد و فریاد کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم۔ لھذا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

؎ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں؟
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں؟

ارتیسواں مسئلہ

شیعہ کے نزدیک ان ائمہ اہلبیتؑ پر بھی امت و تبرا بھیجنا واجب ہے۔ جنہوں نے دعوائے امامت کیا۔ چنانچہ حق الیقین ص۶۳ میں لکھا ہے "ثلاثہ دشمنان اہلبیت اور معاویہ و یزید و دیگر مخالفین اہلبیت سے بیزاری واجب ہے۔ کیونکہ انہوں خلافت کا جھوٹا دعوے کیا بلکہ خلفائے اسماعلیہ اور زیدیہ سے بھی بیزاری واجب ہے۔ کیونکہ انہوں نے امامت کا جھوٹا دعوے کیا۔ ہمارے تو رہے۔ شیعیان علی کے دست ستم سے اولاد علی ——— بھی نہ بچ سکی اور ثلاثہ تو کس شمار میں ہیں ——— (اقتباس ص۱۰۱)

الجواب

اگر موقف میں عدل و انصاف کا کچھ بھی رمق باقی ہوتا تو وہ بجائے اعتراض کرنے کے الٹا شیعیان علیؑ پر داد و تحسین کے ڈونگرے برساتے کیونکہ (شیعہ) شخصیت پرست نہیں۔ بلکہ اصول پرست ہیں ان کا ایک اصول ہے (جو قرآن کریم فرمان سید المرسلین اور عقل سلیم سے ماخوذ ہے) کہ امامت و خلافت علیؑ و اولاد علیؑ (از حسن تا مہدی علیہم السلام) کا حق ہے۔ اس حق کو جو بھی ان ذوات مقدسہ سے چھیننے کی کوشش کرے گا وہ اسے باطل کا علمبردار سمجھیں گے۔ اور اس سے برأت ظاہر کریں گے۔ اگرچہ علوی و فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔ اور جو ان کی اتباع و اقتدا کرے گا وہ اسے اپنا سردار اور اپنے تئیں اسکا کفش بردار تصور کریں گے اگرچہ وہ فارس و حبشہ کا رہنے والا غلام ہی کیوں نہ ہو ——— الغرض شیعیان علی کی محبت ہو یا عداوت وہ محض للہ و فی اللہ ہوتی ہے اس میں کسی قسم کے ذاتی بغض و عناد یا شخصی مطلب و مفاد کا کوئی دخل و عمل نہیں ہوتا۔ مگر اس کا کیا علاج کہ

؎ اذا عدّت مفاخری التی افتخرت بها
عیوبا فقل یا للہ کیف اعتذر

انتالیسواں مسئلہ

شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی ج۴ کتاب الروضہ ص۱۱۱ میں ہے حضرت امام زین العابدینؑ نے یزید کی بیعت کی ——— ترجمہ "پھر یزید نے امام زین العابدین کے پاس آدمی بھیجا اور ان کو وہی بات کہی جو قریشی مرد کے ساتھ کہی تھی۔ امام نے کہا یہ تو بتاؤ کہ میں (تمہارا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بیعت کا) اقرار نہ کروں۔ تو مجھے قتل کر دے گا۔ جیسا کہ کل قریشی قتل کر دیا گیا ہے، یزید نے کہا ہاں! ایسا ہی ہوگا۔ امام زین العابدینؑ نے کہا میں تیری خلافت کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں تو تمہارا مجبور غلام ہوں خواہ مجھے اپنے پاس رکھو یا فروخت کر دو۔ یزید نے کہا تو نے اچھا کیا ہے۔ اپنی جان بچا لی ہے۔ اور تیری شان میں کمی نہیں ہوئی"۔۔۔۔ غور کرو۔ شیعہ کہا کرتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعت یزید کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اہل سنت تو اس فاسق کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے لیکن شیعہ امام زین العابدینؑ کی بیعت کے قائل ہیں بھلا یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ ایک قریشی تو اس ملعون کی بیعت کرنے پر موت کو ترجیح دے اور امام سجاد زین العابدینؑ جو اس عالی مقام کے فرزند تھے۔ جنھوں نے صرف بیعت نہ کرنے کی وجہ سے اپنی اور اہلبیت کی جان قربان کر دی۔ ان سے یزید کی غلامی کا اقرار اپنی اکیلی جان کی خاطر کب متصور ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ان ھذا لبھتان عظیم (آفتاب ص۲۰۵)

الجواب یہ قصہ قانون روایت و درایت ہر دو کے اعتبار سے بے اصل و بے بنیاد ہے۔ روایۃً اس طرح کہ اس بیعت والی روایت میں یوں وارد ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے بعد یزید مدینہ گیا اور وہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ حالانکہ ارباب تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ شہادت امام کے بعد (بلکہ مسند اقتدار پر بیٹھنے کے بعد) یزید پلید مدینہ طیبہ کبھی گیا ہی نہیں۔ چنانچہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اسی بنا پر اس قصہ کو رد کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں "ھذا غریب اذ المعروف بین اھل السیر ان ھذا اللعون بعد الخلافۃ لم یات المدینۃ" یعنی یہ قصہ غریب (انوکھا) ہے۔ کیونکہ اہل سیر و تواریخ میں مشہور یہ ہے کہ یہ ملعون اپنی خلافت و حکومت کے دور میں مدینہ گیا ہی نہیں" اس طرح اس قضیہ نامرضیہ کی پوری دیوار ہی گر جاتی ہے۔ اور درایۃً اس مرجع جس طرح خود مؤلف نے بیان کیا ہے کہ جس امام زین العابدینؑ کے عظیم والد نے یزید کی بیعت کا انکار کر کے اپنے اصحاب و احباب مروا دیے، بھائی کٹوا دیئے۔ بیٹے ذبح کرا دیئے۔ اور مخدرات عصمت و طہارت کی چادریں قربان کر دیں کیا اس عظیم باپ کا وہ عظیم بیٹا صرف اپنی جان کی خاطر اسی یزید کی بیعت کرے اور وہ بھی اس حد تک گر کر جس طرح روایت میں ہے؟

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است؟

بھلا وہ زین العابدین جن کا فرمان مشہور ہے کہ "ان القتل لنا عادۃ والشھادۃ لنا کرامۃ" کہ قتل ہونا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہماری عادت اور شہادت ہمارے لئے باعث کرامت و سعادت ہے۔ زمانہ تاریخ عبرت و کامل وغیرہا

چہ خوش رسے بنا کردند خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

علاوہ بریں یزید لاکھ ملحد و بے دین اور کافر و زندیق سہی، مگر دنیوی اعتبار سے اتنا احمق تو نہیں تھا کہ وہ امام حسینؑ کے ماجرادے سے بیعت کا تقاضا کرتا اس میں یہ جرأت کیسے ہو سکتی تھی؟ کیا اب اس کو علی الیقین نہیں ہو چکا تھا کہ یہ وہ خاندان ہے۔ جو مر تو سکتا ہے مگر باطل کے سامنے جھک نہیں سکتا اور حقیقت تو یہ ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی عدیم المثال قربانی پیش کر کے آئندہ کیلئے اس خانوادہ عصمت و طہارت سے بیعت کا تقاضا کرنے کا دروازہ ہی ہمیشہ کیلئے بند کر دیا

ع واللہ کہ اے حسینؑ کارے کردی

——— باقی رہا مؤمنت کا یزید کی خلافت کا انکار کرنا اسے خلیفہ نہیں سمجھتے وہ ہزار بار انکار کریں مگر وہ اس داغ کو مٹا نہیں سکتے کہ اہل سنت کی تمام کتب عقائد وغیرہ میں یزید کو چھٹا خلیفہ لکھا ہے۔ جسے شک ہے وہ مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

(۲) شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۴۔ طبع دہلی (۲) تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۱ طبع مصر جدید (۳) سیرۃ النبی، شبلی و سید سلیمان ندوی ج ۲ صفحہ ۲۸۲ وغیرہا۔ اور اب تو اہلسنت کے بعض قلم کار کھلم کھلا یزید کی نہ صرف خلافت پر بلکہ اسکے خلیفہ راشد ہونے پر مستقل کتابیں لکھ رہے ہیں اس سلسلہ میں رسوائے زمانہ کتاب "خلافت معاویہ و یزید" اور "خلافت رشید بن رشید" خاص طور پر قابل دید ہیں۔ الغرض ع اب راز نہیں کوئی راز ہا سب اہل گلستان جان گئے

——— کہ اہلسنت کے بارہ خلفاء کی اس وقت تک تعداد مکمل نہیں ہو سکتی جب تک یزید کو چھٹا خلیفہ تسلیم نہ کریں۔ ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون

چالیسواں مسئلہ

——— تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جس کی ادائیگی پر وہ خود مجبور ہے۔ لیکن شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بعض شیعہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا فریضہ ادا کریں۔ تو بعض نہ کرنے والوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔ گویا یہ سب امور فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہیں اصول کافی صفحہ ۵۰۵ میں ہے ——— ترجمہ "امام صادق علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالےٰ ہمارے نماز پڑھنے والے شیعوں کے طفیل بے نمازوں کو بچا لیتا ہے اور اگر ہمارے سارے شیعہ بے نماز ہو جائیں تو سب ہلاک ہو جائیں۔ اسی طرح زکوٰۃ ادا نہ دینے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

والے شیعوں اور حج کرنے والوں کے طفیل" زکوٰۃ نہ دینے اور حج نہ کرنے والے شیعہ بچ جاتے ہیں ورنہ سب ہلاک ہو جائیں یہی مفہوم ہے اس آیت کا کہ اگر خدا بعض لوگوں کے طفیل بعض کی مدافعت نہ کرے تو زمین تباہ ہو جائے بخدا یہ صرف شیعوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے غیر بالکل مراد نہیں ہیں"——— پھر تمام شیعوں کو کیا پڑی ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی اصالتاً تکلیف کریں——— شیعہ صاحبان کیلئے بہت سے دیگر اعمال ایسے موجود ہیں جن کی بدولت بے تعداد فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں ——— جیسا کہ متعہ کا ثواب ——— یہ بھی کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ بنائے اسلام پانچ ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ولایت۔ سب سے فضیلت ولایت کو ہے ——— نیز جناب امیر علیہ السلام کی ولایت کے قائل ہو جانے سے شیعہ صاحبان داخل جنت ہو سکتے ہیں۔ بالخصوص جب سال بھر میں ایک دفعہ غم حسین میں سینہ کوبی کر لیں۔ پھر نماز، روزہ ——— ایسی صعوبات میں پڑنے کی انہیں کیا ضرورت ہے (آفتاب صد ۲۰۶)

الجواب سبحان اللہ ہذا بہتان عظیم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف یہ عہد کر کے کتاب لکھنے بیٹھے تھے کہ ان کے ترکش کذب و افترا میں جس قدر تیر ہیں وہ سب ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ وہ یہ بھول گئے ہیں کہ

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

ان فرائض شرعیہ کی اہمیت اور بجاآوری کی جس قدر تاکید امام المتقین اور زین العابدین جیسے ائمہ طاہرین کے نام لیواؤں کے مذہب میں کی گئی ہے۔ دوسرے اسلامی فرقوں میں اس کی مثال نہیں مل سکتی——— کیا مندرجہ ذیل ارشادات معصومین شیعہ کتب احادیث مثل اصول و فروع کافی، وسائل الشیعہ، الوافی، الاغبا، بحار الانوار وغیرہ میں موجود نہیں۔؟

۱۔ الصلوٰۃ عماد الدین نماز دین کا ستون ہے۔

۲۔ من ترک الصلوٰۃ فقد کفر۔ جو جان بوجھ کر نماز ترک کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

۳۔ اول ما یسئل یوم القیامۃ الصلوٰۃ فان قبلت قبل ما سواھا وان ردت رد ما سواھا، قیامت کے دن (عقائد کے بعد) سب سے پہلے نماز کی پرسش ہو گی۔ اگر نماز قبول ہو گئی تو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

باقی سارے اعمال قبول ہو جائیں گے۔ اور اگر نماز مسترد ہو گئی تو تمام اعمال رد کر دیئے جائیں گے یہاں تک ائمہ اہل بیتؑ کا ارشاد موجود ہے کہ۔ لا ینال شفاعتنا من استخف بصلوتہ۔ جو شخص نماز کو خفیف سمجھے گا۔ اسے ہماری شفاعت نصیب نہیں ہو گی ——— اسی طرح زکوٰۃ کے متعلق وارد ہے من منع قیراط زکوٰۃ مالہ فلیس بمؤمن ولا مسلم ولا کرامۃ لہ۔ جو آدمی قیراط (بمقدار ۱۲ عدد جَو) بھی زکوٰۃ واجب ادا نہیں کرتا۔ وہ نہ مومن ہے اور نہ مسلمان اور نہ ہی اس کی کوئی قدر و منزلت ہے۔ اور حج کے متعلق ارشاد رسالت ہے جس شخص پر حج واجب ہو اور وہ جان بوجھ کر اسے ادا نہ کرے۔ اس کی موت اسلام پر نہیں ہو گی (من لا یحضرہ الفقیہ) الی غیر ذالک من الاحادیث الکثیرۃ الواردۃ فی ھذا المضمار۔ اگر مؤلف کچھ بھی عقل و انصاف سے کام لیتے تو خود اس اپنی پیش کردہ روایت کو ان فرائض کی اہمیت کی بڑی دلیل قرار دیتے معصوم فرماتے ہیں کہ نماز نہ پڑھنا روزہ نہ رکھنا، زکوٰۃ نہ دینا جیسے ناکردہ سنگین جرائم ہیں کہ ان کی وجہ سے آدمی عذاب آخرت سے پہلے دنیوی عذاب کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ لیکن خدا کا خاص رحم و کرم ہے کہ بعض کے ان فرائض کو انجام دینے سے وہ عذاب سب سے ٹل جاتا ہے۔ لیکن اگر سب ان فرائض کو ترک کر دیتے تو ضرور سب عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آجاتے ——— اس سے یہ کہاں سمجھا جاتا ہے کہ بعض کے نماز و روزہ ادا کر دینے سے دوسروں سے ان کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے؟ اور سب کی اخروی نجات بھی ہو جائے گی! یہ ارشاد امام بالکل ایسا ہی ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لو لا شیوخ رکع و اطفال رضع صب علیکم العذاب صبا۔ یعنی بعض اوقات بنی آدم کے گناہ اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ اگر بعض بوڑھے رکوع کرنے والے اور چھوٹے بچے دودھ پینے والے نہ ہوں تو سب پر عذاب نازل ہو جائے (انوار النعمانیہ) تو کیا ان بوڑھوں کے رکوع و سجود کرنے سے دوسروں سے نماز و روزہ کی شرعی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے؟ حاشا و کلا۔ مطلب صرف یہ ہے کہ ان کے طفیل اور ان کی برکت سے گنہگاروں سے دنیوی عذاب ٹل جاتا ہے! ولبس: ولایت اہلبیتؑ اس لئے سب سے افضل ہے کہ اس کے اقرار پر تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار ہے اگر ولایت اہل بیتؑ کا اقرار نہ ہو تو بمطابق ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوح کے برابر عبادتیں، کوہ احد کے برابر سونے کے صدقے، ہزار حج وغیرہ سب ضائع و اکارت ہو جائیں گے اور وہ عبادت گذار جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔ (ارجح المطالب ص ۵۲۱ بحوالہ مناقب ولیمی)

——— لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صرف زبانی اقرار ولایت علیؑ کرنے سے دوسرے فرائض سے چھٹی مل جاتی ہے۔ نہیں بلکہ واجبات کی بجاآوری اور محرمات شرعیہ سے اجتناب کرنے کے بغیر یہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دولت حاصل ہو ہی نہیں سکتی جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ لا تنال ولا یتنا الا بالعمل والورع ہماری ولایت عمل صالح بجا لانے اور محرمات سے اجتناب کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی (اصول کافی) متعہ کے تمام متعلقہ امور کا مفصل جواب متعہ کے مسئلہ میں دیا جا چکا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ عزاداری سید الشہداء بہترین عبادت ہے اور بخشش گناہ کا بہترین ذریعہ اور وسیلہ ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسکی بجا آوری سے دوسرے واجبات ساقط ہو جاتے ہیں بلکہ ابھی اوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ تمام اعمال کی قبولیت کا دار و مدار نماز کی قبولیت پر ہے اور نماز کی قبولیت ولایت اہلبیتؑ پر موقوف ہے:۔

ثبتنا اللہ علیہ بالقول الثابت بحقھم

بلکہ عزاداری کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ سید الشہداؑ کے مقصد شہادت کو اجاگر کیا جائے یعنی شریعت مقدسہ کا احیاء کیا جائے۔ اور لوگوں کو واجبات کی ــــ بجا آوری اور محرمات سے دامن بچانے کی رغبت دلائی جائے ولنعم ما قیل ؎

افعالِ یزیدی یعنی مٹ جائیں منظوم سے پیدا الفت ہو

اس واسطے تیرے گھر بھر سے اوال سنائے جاتے ہیں!!

اکتالیسواں مسئلہ

شیعہ حضرات شیخین کو لعنت و تبرا کہنا اتنا بڑا ثواب سمجھتے ہیں کہ ایک دفعہ لعنت کرنے سے سات کروڑ نیکی کا درجہ ملتا۔ اور سات کروڑ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کا فخر المحققین مرزا ابو الفضل اسے کیوں نقل کرتا ہے "بالجملہ خاتمہ ایں بحث را ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ترجمہ:۔ جو شخص جبت و طاغوت (ابوبکر و عمر) کو ایک دفعہ لعنت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو سات کروڑ نیکی کا ثواب دیتا ہے اور سات کروڑ گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے سات کروڑ درجے بلند کرتا ہے جو شام ان دونوں پر ایک دفعہ لعنت کرے اسی قدر اس کو ثواب ملتا ہے ــــــــــــــــــــــــــــــــ (تا آخر روایت) ــــ

جائے غور ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بتوں کو بھی برا کہنے سے منع کرے اور جناب باقر علیہ السلام فرمائیں کہ سباب المومن فسوق و قتالہ کفر (یعنی مسلمان کو برا کہنا کبیرہ جرم ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے)۔

امام محمد و جد کے متبع لعنت کو ثواب عظیم اور باعث رفع درجات سمجھتے ہیں۔ اگر یہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

درست ہے تو شیعوں کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات کی ادائیگی کی ضرورت کیا ہے؟ جب وہ لعنت لعنت کا ورد کرکے پورے لعنتی بن جائیں تو نیکیاں ان کے نامۂ اعمال میں درج ہو جاتی ہیں ——— (آفتاب ص ۲۰۸)

الجواب مؤلف نے اس سلسلہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ بچند وجہ مردود ہے۔

اوّلاً۔ انہوں نے جو روایت پیش کی ہے۔ وہ بے سند اور مرسل ہے۔ جب تک اس کا سلسلہ سند اور رجال سند کی وثاقت معلوم نہ ہو جائے۔ اس وقت تک اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

ثانیاً۔ اس روایت میں جبت و طاغوت پر لعنت کرنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے۔ جو دو بتوں کے نام ہیں اب قوسین ڈال کر اس سے جناب ابوبکر و عمر کو مراد لینا مؤلف کی ذاتی اپج بلکہ شرارت ہے۔ جو ناقابل اعتماد ہے۔ ورنہ اصل کتاب میں ان کا نام مذکور نہیں ہے۔

ثالثاً۔ بموجب ارشاد رب العباد لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم ہم کفار و مشرکین کو بھی سب و شتم کرنا روا نہیں سمجھتے۔ لیکن لعنت (جیسا کہ کئی بار اسکی وضاحت کی جا چکی ہے) سب و شتم نہیں بلکہ صرف ایک قسم کی (رحمتِ خداوندی سے دوری کی) بد دعا ہے ورنہ پھر خدا کو بھی سب و شتم کا مرتکب قرار دینا پڑے گا۔ جو بار بار مختلف قسم کے بدکاروں پر لعنت کرتا ہے۔ اولئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللعنون۔ حالانکہ وہ کفار و مشرکین کو بھی گالی دینے سے منع کرتا ہے اس سے واضح ہے کہ گالی اور ہے اور لعنت اور ہے۔

رابعاً۔ اس سلسلہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کا جو ارشاد بلا حوالہ کتاب پیش کیا گیا ہے۔ اگر اس سے استدلال کرنا ہے۔ تو پہلے اپنے محدثین کا ایمان ثابت کرنا پڑے گا۔ کیونکہ امام نے سباب المؤمن فسوق فرمایا ہے۔ علاوہ بریں یہ بھی ملحوظ رہے کہ سبا کا معنی گالی ہے اور لعنت گالی نہیں ہے۔ کما سبق تحقیقہ۔

خامساً۔ اس قسم کی عمومی روایات سے (کہ معمولی عمل کرنے سے بے حساب نیکیاں مل جاتی اور بے شمار برائیاں معاف ہو جاتی ہیں) استدلال کرتے ہوئے اگر بقول مؤلف شیعوں کو چوری۔ زنا۔ شراب خوری حرام کاری کی چھٹی مل جاتی ہے تو پھر ان تمام بدمعاشیوں کی اہلسنت کو بھی چھٹی ہے۔ بس صرف لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ زبان سے کہہ دیں جنت کا پٹہ ان کے نام ہو جائے گا۔ چنانچہ تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۱۷۰ میں باسناد احمد ابودرداء سے مرفوعاً مروی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ من قال لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ دخل الجنۃ یعنی جو لا الہ الا اللہ وحدہ کہدے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ابودرداء کہتا ہے میں نے تین یا در یافت کیا وان زنی وان سرق۔ اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے؟ آپ نے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہر مرتبہ فرمایا۔ ہاں۔ تیسری بار اکتا کر فرمایا۔ علی رغم انف ابی الدرداء۔ یعنی ابو درداء کی ناک رگڑ کر بھی جنت میں جائے گا"۔۔۔۔ فرمائیے اس طرح گناہانِ کبیرہ کے ارتکاب کی کہیں کسی اور مذہب میں بھی کھلی چھٹی دی گئی ہے ؟؟

سناد سنا۔ اگر مولف کا امام محمد باقر کے اس فرمان پر ایمان ہے (ایسے آثار کتب اہلسنت میں بھی بکثرت موجود ہیں) تو پھر جن لوگوں نے کم و بیش نوے برس تک ہر سر منبر نہ صرف مؤمن کامل بلکہ امیرالمومنین بلکہ کل ایمان پر سب و شتم کیا اور جنہوں نے ان سے جنگ و جدال اور قتل و قتال کیا۔ حتیٰ کہ ان کی شمع حیات گل کر کے اطمینان کا سانس لیا۔ ان کے بارے میں جناب کا فتوے کیا ہے ؟ بینوا توجروا ! لیکن یہ یاد رکھنا اگر یہاں خطائے اجتہادی کو سپر دینا یا گیا تو پھر شیعہ بھی آپ کے ممدوحین پر لعنت کرنے میں اپنے اجتہاد کا عذر پیش کر سکتے ہیں۔

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

بیالیسواں مسئلہ

شیعہ نہ صرف فاتح روم و فارس خسرو بنی و داماد علی (معاذ اللہ قاتل) حضرت عمرؓ کو ہی معاذ اللہ کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی اپنی کتاب حیات القلوب میں لکھتا ہے "شکے نیست در کفر عمر و کسے کہ عمر را مسلمان داند"۔ پھر اگر ہم غالی شیعہ کو کافر کہیں تو ہمیں کیوں ملامت کی جاتی ہے ۔۔۔

آمدم برسرِ مطلب

مضمون اتنا لمبا ہو گیا کہ اصل مضمون سے ہم بہت دور جا پڑے ہیں۔ حدیث ثقلین کی بحث ہو رہی تھی ۔۔۔۔ سو ثقلِ اکبر قرآن کریم سے شیعہ کے انکار کو زبردست دلائل سے ثابت کیا گیا۔ پھر ثقلِ اصغر ائمہ اہلبیتؑ کی ہتک و توہین کی بھی تشریح کر دی گئی ہے اور یہ کہ ائمہ اطہار کے ذمہ شیعہ ایسے گندے اور متغفن شرمناک مسائل منسوب کرتے ہیں جو ان کی سراسر ہتک و توہین ہے (آفتاب صفحہ ۳۰۸)

الجواب

ہم ایک بار نہیں کئی بار اس امر کی وضاحت کر چکے ہیں کہ مذہب شیعہ نہ جناب ابوبکر و عمر و عثمان کو کافر سمجھتا ہے اور نہ ہی ان کے پیروکاروں کو۔ ہاں یہ درست ہے کہ وہ ان کو مؤمن بھی نہیں سمجھتا۔ مگر اہل بصیرت پر مخفی نہیں کہ ایمان و اسلام دو الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ اگر حضرت علامہ مجلسیؒ نے ان کو کافر کہا ہے۔ تو وہ ان کا ذاتی قول ہے اور وہی اس کے جواب دہ ہیں۔ بہر حال ان کا ذاتی قول پورے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مذہب شیعہ کا کسی طرح بھی عقیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر مؤلف صاحب کو مسلمانوں کو کافر بنانے کا بہت ہی شوق ہے تو ان کو اس قسم کے بہانے تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ (کہ چونکہ فلاں نے ہمیں کافر کہا ہے اس لئے ہم بھی جواب آں غزل کے طور پر ضرور اسے کافر کہیں گے۔ اگر اس شخص کا یہ فعل آپ کی نظر میں غلط ہے۔ تو آپ کو محض ضد اور ہٹ میں آکر اس غلط کام کا اعادہ نہیں کرنا چاہئے) آپ بڑی خوشی سے اپنا یہ مشغلہ جاری رکھیں ہاں قلمی میدان میں اگر آپ کے بزرگوں سے ظلم و ستم کرنے میں کچھ کمی رہ گئی ہے تو شوق سے آپ اسے پورا فرمائیں ہم اُف بھی نہ کریں گے۔

ع تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

جہاں تک عمر صاحب کے "دامادِ علی" ہونے والے اف نہ کا تعلق ہے۔ ہم اس کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر رہے ہیں۔ جہاں مؤلف نے اس موضوع پر بحث کی ہے اس مقام طرف رجوع کیا جائے ——— اگر آپ نے مضمون کو غیر متعلق بحثوں میں الجھا کر اس قدر مبہم کر دیا ہے کہ اصل مضمون سے دُور جا پڑے تو اس میں اور کسی کا کیا قصور یہ صرف حضور کے سلیقۂ تقریر و تحریر سے عاری ہونے کا نتیجہ ہے ہمیں بھی مجبوراً اس ساتھ ساتھ چلنا پڑا ورنہ ہم طبعاً اس اندازِ تحریر کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔ بہرحال جہاں تک قرآن اور عترت کو ماننے یا ان کی تعظیم و تکریم کا تعلق ہے۔ ہم بحمدہٖ تعالیٰ سطور بالا میں ناقابلِ انکار دلائل و براہین سے روزِ روشن کی طرح حقیقت واضح و آشکار کر چکے ہیں کہ اگر کوئی اسلامی فرقہ صحیح معنوں میں دامنِ قرآن و عترت سے منسلک ہے اور تعلیماتِ قرآن کو اپنا ایمان اور ارشاداتِ عترت کو حرزِ جان سمجھتا ہے تو وہ صرف صرف فرقۂ شیعہ ہے۔ باقی مذاہب کو نہ قرآن سے کوئی تعلق ہے اور نہ عترتِ رسول سے کوئی سروکار ہے وہ جس طرح قرآن و عترت کو سمجھتے ہیں اور ان کی جو تعظیم و تکریم کرتے ہیں اس کی مکمل وضاحت کر دی گئی ہے اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ان کے مذاہب کی بنیاد اجتہاداتِ عمر یا فقہ ائمہ اربعہ وغیرہ پر ہے نہ کہ تعلیماتِ قرآن اور کلام محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے فرمان پر

اور جن مسائل کو موصوف نے بزعم خویش گندا اور شرمناک سمجھ کر بیان کیا ہے ہم نے انکے حلی والزامی جوابات شافیہ پیش کر کے ثابت کر دیا ہے کہ اگر یہ مسائل گندے ہیں تو اس سے سوگنا زیادہ گندے مسائل کتب اہلسنت میں موجود ہیں۔ لہٰذا

ع ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

نیز حدیث ثقلین صنعت امیر علیہ السلام اور دیگر ائمہ طاہرین کی خلافت و امامت پر جو مکمل ہوں دلالت کرتی ہے۔ اس کی بھی توضیح و تشریح کر دی گئی ہے والحمد للہ علی وضوح الحق والحقیقۃ ان فی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

هذا البلاغ لقوم یعقلون :۔ اگر در خانہ کس است یک حرف بس است ہاں البتہ

ع مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر

شیعہ کی دلیل پنجم

ایک اور دلیل آیت ذیل سے دی جاتی ہے ـــــ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی میں تم سے اس تبلیغ پر اجر نہیں مانگتا۔ ہاں یہ چاہتا ہوں کہ قرابت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو۔ اس آیت کا شیعہ حضرات یہ معنی کرتے ہیں کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اتنا اجر مانگتا ہوں کہ میرے قریبیوں (اہل بیت) سے دوستی رکھو۔ اس آیت میں بھی مسئلہ خلافت علی پر کوئی اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ اگر یہی معنی تسلیم کر لیا جائے ـــــ تو اہلسنت کو اس سے کب انکار ہو سکتا ہے؟ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ حضرت علی رضؓ کو پہلا خلیفہ مان لو اور حضرت علی رضؓ کو خلیفہ رابع تسلیم کرنے سے بھی محبت ـــــ میں کچھ فرق نہیں آتا اور اگر آیت کے وہ معنی کریں جو شیعہ کرتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ کی شان نبوت پر حرف آتا ہے ـــــ دیگر انبیاء کا مقولہ قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے کہ ہم تبلیغ رسالت پر کچھ اجر نہیں مانگتے تو ختم المرسلین کی نسبت یہ اعتقاد کہ آپ اس پر اجر طلب کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ سلم ـــــ کی شان اقدس کے منافی ہے نیز یہ دوسری آیت کے منافی ہے ـــــ قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین (کہہ دے میں تم سے تبلیغ رسالت پر کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا۔ نہ کچھ تکلیف چاہتا ہوں) ـــــ اگر آیت کا مضمون یہ ہو کہ میں تم سے (مثل ترجمہ شیعہ) ـــــ جس کا دوسرا معنی یہ ہوگا کہ ان سے مروت و سلوک کرو ان کی مالی و جانی امداد کرتے رہو۔ تو یہ رسالت نہیں بلکہ خود غرضی ہے ـــــ علاوہ اس کے قرآن میں اس قسم کے اقوال جو انبیاء کرام کی طرف سے بیان ہوئے ہیں ان سب میں مخاطب قوم کفار ہے پھر ـــــ کفار جبکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتے تھے۔ ـــــ آپ ان کو کس طرح کہہ سکتے تھے کہ میرے رشتہ داروں سے محبت و دوستی رکھو۔ نیز آیت میں لفظ القربی واقع ہے ذوی القربی نہیں۔ سو قربی کے معنی رشتہ داری ـــــ نہیں ـــــ صحیح معنی ـــــ یہی ہے کہ آپ کفار ـــــ سے کہہ دیجئے کہ تم میرے ساتھ ناحق دشمنی کرتے ہو میں تم سے تبلیغ رسالت کا کچھ اجر نہیں مانگتا ـــــ چونکہ میں تمہارا رشتہ دار بھی ہوں اس لئے بجائے دشمنی کے تم سے محبت و مودت کی مجھے امید ہونی چاہئے ـــــ پھر ـــــ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مفہوم وہی لیا جائے۔ جو شیعہ کہتے ہیں تو بھی ——— اس امر کی تخصیص کہاں ہے کہ وہ حضرت کے قرابت دار یہی چار افراد علیؑ، فاطمہؑ اور حسنینؑ ہی ہیں۔ اس میں تو جمیع رشتہ دار داخل ہو سکتے ہیں۔ نیز شیعہ کا اس آیت سے استدلال اس لئے بھی صحیح نہیں کہ آیت مکی ہے۔ اس کے نزول کے وقت حسنینؑ ابھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔ نہ حضرت فاطمہ جناب امیر کی زوجیت میں آئی تھیں! (آفتاب صفحہ ۱)

الجواب

ہمارے فاضل مؤلف نے اس طویل اور اپنے خیالات کی طرح الجھی ہوئی پریشاں عبارت کے اندر جو کچھ افادہ فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ یہ آیت اہلبیتِ رسولؐ کے حق میں نازل نہیں ہوئی دوم یہ کہ اس میں خلافت علی پر کوئی اشارۃً تک نہیں۔ پھر پہلے دعوائے پر بزعم خود چند دلائل پیش کئے ہیں۔

۱۔ یہ اسوۂ انبیاء اور شان ختم المرسلین کے منافی ہے۔

۲۔ ایک دوسری آیت کے خلاف ہے۔

۳۔ اہلبیت سے محبت کا حکم دینے میں خود غرضی پائی جاتی ہے۔

۴۔ خطاب کفار کو ہے ان سے دوستیٔ اہلبیت کا تقاضا کرنا صحیح نہیں۔

۵۔ بنا بر تسلیم ان چار افراد کی تخصیص کی دلیل کیا ہے؟

۶۔ آیت مکی ہے لہٰذا جناب حسنین اس سے مراد نہیں ہو سکتے۔

یہ ہے ان کے اعتراضات کا جامع خلاصہ پہلے ہم ترتیب وار ان ایرادات کے جوابات پیش کرتے ہیں بعد ازاں اس کی دلالت بر خلافت علیؑ کے متعلق گفتگو کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

(۱) یہ درست ہے کہ انبیاء و مرسلین کی تبلیغ خالصاً لوجہ اللہ ہوتی ہے۔ وہ لوگوں سے کوئی مال و منال یا کوئی اور دنیوی معاوضہ طلب نہیں کرتے اور نہ ہی سرکار ختمی مرتبتؐ نے کوئی ایسا مطالبہ قوم سے کیا ہے۔ لیکن اگر کسی ایسی چیز کا مطالبہ کریں، جس میں خود لوگوں کی صلاح و بہبود پوشیدہ ہو (جیسا کہ ہمارے زیر بحث مسئلہ میں ہے) تو اس کے ناجائز ہونے پر کیا دلیل ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں وما سئلتکم من اجر فھو لکم میں نے تم سے جو اجر مانگا ہے وہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے ہے۔ اس آیت سے دو باتیں واضح ہیں۔ ایک یہ کہ آپؐ نے کچھ اجر مانگا ہے! دوسرے یہ کہ وہ ذاتی غرض یا مفاد کیلئے نہیں بلکہ قوم کے اجتماعی فائدہ کیلئے ہے کہ ان کو اپنے بعد ہادی و رہنما کا نشان بتا دیا ہے۔ وبس تاکہ گمراہی سے بچ جائیں۔

(۲) سابقہ بیان سے دوسری آیت کے ساتھ اس آیت کی منافات کا خیال بھی ختم ہو گیا ——— اس میں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہے میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا ـــــ یعنی کوئی دنیوی مال طلب نہیں کرتا ـــــ اس آیت میں ہے کہ محبت اہلبیت طلب کر کے فرمادیا کہ یہ تمہارے فائدہ کے لئے ہے۔ نہ کہ میرے ذاتی مفاد کے لئے۔ لہٰذا ان میں ہرگز کوئی باہمی اختلاف و تضاد نہیں ہے۔

(۳) اگر اپنے قرابت داروں سے محبت کا حکم دینے میں خود غرضی پائی جاتی ہے۔ تو پھر کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے دشمنی و عداوت رکھنے کا حکم دینا چاہیئے تھا؟ قطع نظر اس آیت مبارکہ سے ـــــ اپنے قرابت داروں سے محبت کرنا اور یہ خواہش کرنا کہ دوسرے لوگ بھی ان سے اچھا سلوک کریں فطرت سلیم کا عین مقتضا ہے تو کیا دین فطرت کے علمبردار کو اس فطری تقاضے سے مبرا سمجھا جا سکتا ہے؟ حاشا وکلا۔

(۴) یہ خطاب کفار کو نہیں بلکہ رسول کے فدائیوں اور اسلام کے شیدائیوں یعنی کلمہ گویانِ اسلام سے ہے جیسا کہ عنقریب تفاسیر للسنت کے حوالہ جات سے واضح و آشکار ہوگا۔ انشاء

(۵) ان مخصوص افراد کی دلیل ارشاد رسولؐ ہے۔ جو اس آیت کے نزول اور صحابہ کرام کے سوال کے بعد آپؐ نے فرمایا تھا جیسا کہ ابھی ذیل میں واضح کیا جائے گا۔ انشاء

(۶) یہ درست ہے کہ یہ آیت مبارکہ سورۂ شوریٰ (پ ۲۵ ع ۴) میں موجود ہے اور اسی سورہ کے سرنامہ پر لکھا ہے "مکیۃ"، مگر ارباب علم و اطلاع سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ جس طرح موجودہ ترتیب قرآن میں سوروں کی ترتیب نزول کے مطابق نہیں ہے (بلکہ پہلے مدنی اور پھر مکی موجود ہیں) اسی طرح سوروں کے تمام آیات کی ترتیب بھی ان کے نزول کے مطابق نہیں ہے۔ بلکہ بعض مکی سوروں میں کچھ مدنی آیات اور بعض مدنی سورتوں میں کچھ مکی آیات آگئی ہیں۔ جیسا کہ تفسیر درمنثور ج ۴ ص ۴۲ میں سورۂ رعد تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۵۸ میں سورۂ رعد، درمنثور ج ۴ ص ۶۹ میں سورۂ ابراہیم، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۶ میں سورۂ حج درمنثور ج ۵ ص ۸۲ میں سورۂ شعراء اور تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۶۹ میں سورۂ لقمان کے متعلق ایسا اعتراف کیا گیا ہے اور تفسیر ماجدی (اردو) مع قرآن حصہ اول ص ۲ طبع تاج کمپنی لاہور میں اس کی مکمل تشریح موجود ہے فراجع ـــــ یہاں بھی یہی صورت حال درپیش ہے کہ گو یہ سورہ مکی ہے۔ مگر اس میں آیت مودۃ اور تین اور آیتیں مدنی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید مترجم مولانا نذیر احمد دہلوی طبع انوار محمدی لکھنؤ کے ص ۶۲۹ پر اس سورہ کا سرنامہ یوں لکھا ہے۔ سورۃ الشوریٰ مکیۃ الا قل لا اسئلکم الآیات الاربع ثم زخرف "ـــــ یعنی "یہ سورہ مکی ہے سوائے قل لا اسئلکم علیہ اجراً والی چار آیات کے۔ اس کے بعد سورۂ زخرف نازل ہوئی" ـــــ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب قیل و قال حقیقی منشر قرآن نے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یعنی سرکار پیغمبر اسلام کی بیان کردہ تفسیر سے روگردانی اور تفسیر بالرائے کرنے کا نتیجہ ہے ورنہ اگر مؤلف اپنی کتب تفاسیر کی ورق گردانی کرنے کی زحمت گوارا کر لیتے تو جس ترجمہ کو وہ بار بار شیعوں کا ترجمہ کہہ رہے ہیں اور اس پر اعتراضوں کی بارش کر رہے ہیں اس کو صاف معلوم ہو جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے اور یہی ترجمہ درست ہے۔ دراصل ایسے ہی تفسیر بالرائے کرنے والے ملاؤں کے متعلق اقبال نے کہا ہے

ز ما بر صوفی و ملا سلامے ❊ کہ پیغام خدا داوند ما را
دہے تاویل شاں در حیرت انداخت ❊ خدا و جبرئیل و مصطفٰے را

مؤلف کی اس تمام تگ و تاز کا مقصد یہ ہے کہ اہلبیتؑ کی ایک مسلمہ قرآنی فضیلت کو ختم کیا جائے تو ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ؎

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بلکہ واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون! ❊

آیت مودہ کا شانِ نزول!

مفسرین اسلام نے اس آیت مبارکہ کا جو شانِ نزول اور اسکی جو تفسیر بیان فرمائی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد بعض صحابہ کرام نے باہم بیٹھ کر مشورہ کیا کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری خاطر ناقابل برداشت مصائب و آلام برداشت کئے ہیں حتیٰ کہ ان کی برکت سے آج خدائے لم یزل نے ہمیں دولت دین و دنیا سے مالا مال کر دیا ہے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حق الخدمت کے طور پر کچھ مال و زر پیش کرنا چاہیئے! چنانچہ جب یہ پیشکش بارگاہِ رسالت میں پیش کی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب معمول وحی ربانی کا انتظار فرمایا چنانچہ اس وقت خدائے حکیم و رحیم نے یہ آیت نازل کی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ (ان مال و زر کی پیشکش کرنے والوں سے) کہہ دو! میں اس تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ ہاں اگر کچھ چاہتا ہوں تو بس یہ کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو۔" اسوقت انہی صحابہ کرام نے سوال کیا۔ من قرابتک ھؤلاء الذین وجبت علینا محبتھم یا رسول اللہ! یا رسول اللہ! یہ آپ کے قرابتدار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب و لازم قرار دی گئی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ھم علی و فاطمۃ و ابناھما۔ (قرابتدار) یہ ہیں۔ علیؑ، فاطمہؑ اور انکے دو بیٹے (ملاحظہ ہو تفاسیر اہلسنت، درمنثور، و تفسیر کشاف تفسیر بیضاوی، تفسیر جامع البیان، تفسیر الخازن، تفسیر المدارک، تفسیر حقانی، تفسیر روح المعانی وغیرہ) انہی حقائق

مقامِ تعجب ❊ کسقدر تعجب بلکہ افسوس کا مقام ہے کہ جن آیات مبارکہ کا مؤلف کے ممدوح خاص صحابہ کی مدح سے دور کا بھی کوئی تعلق و واسطہ نہیں تھا وہاں تو انہوں نے ان آیات کو ان پر چسپاں کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا ہے (یہ اور بات ہے کہ اہل حق کی ضرب حیدری سے وہ ایسا ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے) مگر جو آیات بالاتفاق اہلبیتِ رسالتؐ کی شان میں نازل ہوئی ہیں وہاں وہ قیل و قال، این و آں اور

باقی صفحہ ۲۸۷ پر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی بنا پر تو امام شافعی فرمایا کرتے تھے۔

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم۔ فرض من اللہ فی القران انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ

اے اہلبیت رسول! آپ وہ بزرگوار ہیں۔ جن کی محبت خدا نے قرآن میں نازل کرکے ہم پر واجب قرار دی ہے آپکی جلالتِ قدر کیلئے یہی بات کافی ہے کہ جو شخص نماز میں آپ پر درود نہیں پڑھتا۔ اسکی نماز قبول نہیں ہوتی ——— (صواعق محرقہ ص۷۶ طبع مصر قدیم ——— مخفی نہ رہے کہ القربیٰ قلیل الوقوع مصادر میں سے ہے بمعنی قرابت اور یہاں مضاف (ذو) محذوف ہے ——— مطلب یہ کہ وہ محبت جو کہ ذوی القربیٰ میں راسخ و مستقر ہو (ملاحظہ ہو تفسیر کشاف زمخشری)

وجہ دلالت بر امامت علی باقی رہا۔ اس آیت کا امامت علیؑ و اولادِ علی کی دلیل ہونا تو وہ بدو وجہ ہے۔ اوّل یہ کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ اس آیت مبارکہ میں محبت اہلبیت کو واجب و لازم قرار دیا گیا ہے۔ اور محبت کا وجوب محبوب کے اتباع و اقتدا کے وجوب کو مستلزم ہے (کیونکہ کان المحب لمن یحب مطیع اور یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ جن کی اطاعت مطلقہ واجب ہو۔ ان کے لیے معصوم ہونا ضروری ہوتا ہے (بقدر ضرورت اس بات کی تشریح حدیث ثقلین کے ضمن میں گذر چکی ہے) لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہ بزرگوار معصوم ہیں۔ لہٰذا جو معصوم ہوگا۔ وہی معصوم رسولؐ کی مسند کا وارث ہوگا کیونکہ معصوم نبی کا خلیفہ و جانشین بھی معصوم ہی ہو سکتا ہے۔ بالفاظِ دیگر جس کی اطاعت مطلقہ واجب ہو وہ یا نبی ہوتا ہے یا نبی کا وصی تو یہ بزرگوار نبی تو ہیں نہیں لہٰذا انہیں وصی ماننا پڑے گا۔ وہو المقصود۔

دوم۔ اس آیت مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہے کہ جن ذوات مقدسہ کی محبت و مودت تمام مسلمانوں پر (بشمول صحابہ کرام) واجب و لازم ہے ———

یہ حضرات باقی ان تمام لوگوں سے افضل ہیں جن پر ان کی مودت لازم ہے تو جب افضل یہ ہیں تو جو افضل الناس بعد النبیؐ ہوگا۔ وہی مسند نبوی کا ولی و وارث ہوگا۔ علاوہ بریں صحیح محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ محبوب کو ہر سبب پر مقدم سمجھا جائے۔ دوسروں کو مقدم کرکے محبوب کو مؤخر کرنا محبت کے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔ دعا ہے کہ خداوند عالم تمام مسلمانوں کو سچا محبِ اہلبیت علیہم السلام بننے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین بجاہ النبی والہ الطاہرین ——— مخفی نہ رہے کہ جناب سیدہؑ دوسرے دلائل کی رو سے سلسلہ امامت سے علیحدہ ہیں۔ ورنہ آیت کا اطلاق تو ان کو بھی شامل ہے۔ فلا تغفل ——— ولا تجحد ولا تکن من المنکرین۔

ف تعلیقہ چنیں وچناں کہکر اپنی پوری توانیاں اس بات پر صرف کرتے ہیں کہ ان آیات کا عترتِ رسولؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسے کہتے ہیں عداوتِ اہلبیتؑ
۱۲ افسوس مؤلف نے کل لاکھوں جیا با را ... بلا بچہ نہاں کنے ماند آں را نہ کہ دساز ند محلہا ۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

شیعہ کی چھٹی دلیل

شیعہ خلافت بلافصل حضرت علیؑ پر آیت تطہیر سے بھی استدلال کرتے ہیں انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً (ترجمہ) خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے رجس (ناپاکی) کو دور کر دے اور تم کو پاک کر دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے) وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت جن میں حضرت علی بھی داخل ہیں معصوم تھے اس لئے وہی امامت کے لائق تھے ——— سو اس آیت سے شیعہ کا استدلال ہرگز درست نہیں ——— سیاق و سباق آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت حضور ——— کی ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئی یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ پہلے اور پیچھے ازواج کا تذکرہ ہو اور درمیان میں ایک ٹکڑا اس کے خلاف حضرت علیؑ، فاطمہ، حسنین کے خطابات میں آجائے جو کہ بلاغت کے بالکل خلاف ہے۔

دوم:۔ لفظ اہلبیت ہر ایک زبان میں عورتوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ فارسی میں اہل خانہ عورت کو کہتے ہیں، ہندی میں گھر والی سے عورت مراد ہوتی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت میں ازواج ——— مراد نہ ہوں!

سوم:۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ اس لفظ کا اطلاق ازواج پر ہی ہوا ہے چنانچہ جب حضرت ابراہیم کی بی بی سارہ کو جب فرشتوں نے فرزند کی بشارت دی اور انہوں نے تعجب کیا تو ارشاد ہوا۔ اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید (ترجمہ) کیا خدا کے کام (قدرت) سے آپ تعجب کرتی ہیں۔ خدا کی رحمت اور برکتیں اے اہل بیت تمہارے شامل حال ہوں۔ بے شک وہ حمد کیا ہوا بزرگ تر ہے) اس جگہ لفظ اہلبیت سے مراد باتفاق شیعہ و سنی حضرت سارہؓ ہیں تو پھر آیت متنازعہ سے خلاف محاورۂ قرآن غیر ازواج کیوں ہو۔

چہارم:۔ اہل بیت (گھر والے) وہی ہوتے ہیں جو ہمیشہ گھر میں رہیں۔ سو یہ وصف ازواج میں ہی پائی جاتی ہے ——— لیکن بیٹیاں یا نواسے دوسرے گھر میں رہائش اختیار کر لیتے ہیں اس لئے ان پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؑ اپنے گھر میں رہتے تھے حضرت فاطمہ بھی نکاح کے بعد اپنے شوہر علی ——— حسنین کا تولد ہی دوسرے گھر میں ہوا ——— اس لئے اہل بیت النبی ان (ازواج ناقل) کے سوا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اعتراض شیعہ اگر اہلبیت سے مراد نساء النبی ہوتیں تو بجائے منکم اور یطھر کم ضمائر مؤنث کے عنکن ویطھرکن ضمائر مونث استعمال ہوتیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اہلبیت کے لفظ کا مصداق مونث (ازواج) ہیں۔ لیکن چونکہ لفظ اہل بیت مذکر ہے اس لئے ـــــ ضمائر مذکر استعمال ہوئیں جیسا کہ دوسری آیت ـــــ میں باوجود خطاب سارہ (مؤنث) سے تھا۔ لیکن بلحاظ تذکیر لفظ ـــــ علیکم ضمیر مذکر استعمال کیا گیا

دوسرا جواب اہل بیت میں خود ذات اقدس سرور عالم ـــــ بھی داخل ہے اس لئے برعایت ادب و تعظیم حضور والا تغلیباً ضمیر مذکر مستعمل ہوئی۔

تیسرا جواب کلام عرب میں بغرض اظہار محبت عورتوں کے لئے ضمیر مذکر آجایا کرتی ہے جیسا کہ شاعر اپنی محبوبہ سے مخاطب ہوکر کہتا ہے۔ ان مثلتِ حرمت النساء سواکم۔ ایسا ہی حضرت موسٰے کے قصہ میں مذکور ہے۔ قال لاھلہ امکثوا... سو یہاں بھی بجائے امکثی کے امکثوا ضمیر مذکر استعمال ہوا

دوسرا اعتراض شیعہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حدیث کساء سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت علی، فاطمہ، حسنین کے متعلق ہی نازل ہوئی یعنی یہ آیت جس وقت نازل ہوئی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں، چار بزرگوں کو بلا کر چادر کے نیچے کر لیا اور دعا فرمائی اللھم ھٰؤلاء اھلبیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیراً۔

جواب سو اگر غور و تدبر سے کام لیا جائے تو اس حدیث سے مزید ثبوت اس امر کا ملتا ہے کہ آیت کا مصداق ازواج ہی تھیں۔ اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان چار بزرگوں سے بھی محبت تھی جو کہ اہلبیت میں از جہت نسب و ولادت داخل تھے۔ اس لئے چاہا کہ یہ بھی اس انعام الٰہی سے بہرہ یاب ہو جائیں اس لئے ان کو یکجا کر کے دعا فرمائی۔ یا اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت میں داخل ہیں ـــــ ورنہ اگر یہ چار ہی آیت کے مصداق ہوتے تو حکم الٰہی آجانے کے بعد پھر ان کے لئے دعا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جو کہ تحصیل حاصل تھا: (بعد ازاں ایک مسئلہ سے اس کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مزید وضاحت کی گئی ہے کہ سرکار (حکومت انگریز) نے فوجیوں کے بیٹوں اور بھائیوں کو ان کے خدمات کے وظائف منظور کئے ـــــ بعض فوجیوں نے عرضیاں دیں کہ حضور فلاں لڑکا میرا متبنیٰ ہے اس کو بھی حصہ ملنا چاہیئے ـــــ سو ایسا ہی ما نحن فیہ میں خیال کرنا چاہیئے۔ کہ جب اہلبیت النبی ازواج رسول کے متعلق تطہیر کا انعام نازل ہوا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی بیٹی، نواسوں، داماد کو بھی پیش فرمایا کہ یہ لوگ بھی میرے اہلبیت میں داخل ہیں ان کو بھی انعام عطا ہو۔ اس کی تائید اس حدیث بخاری سے ہوتی ہے کہ ام سلمہؓ نے رسول سے عرض کی۔ الست من اھلکم (کیا میں اہلبیت میں شامل نہیں ؟) آپ نے فرمایا انک علے کل خیر (تیرا مرتبہ تو پہلے ہی سے بہتر ہے) یعنی تو حقیقی طور پر اہلبیت سے ہے ـــــ

بنا بر تقدیر تسلیم یہ تسلیم بھی کریں کہ آیت تطہیر کے مصداق ازواج نہیں بلکہ چار اصحاب کساء ہیں تو بھی شیعہ اس سے عصمت جناب امیرؑ اور امامت پر استدلال نہیں کر سکتے کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تمہارے رجس (گناہ) دور کر دے۔ اگر پہلے ہی معصوم تھے تو رجس کا ازالہ بے معنی ہوگا ـــــ اگر رب العباد کو آیت میں عصمت کی خبر دینی مطلوب ہوتی تو بجائے مضارع کے ماضی کا صیغہ استعمال ہوتا۔ یعنی اذھب الرجس عنکم وطھرکم تطھیراً (خدا نے تم سے رجس کو دور کر دیا ہے اور تمہیں کلی طور پر پاک کر دیا ہے) مضارع کا صیغہ استعمال ہوتا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ پہلے عصمت نہ تھی ـــــ

دوم :۔ اگر یہ آیت دلیل عصمتِ جناب امیرؑ اور ان کی امامت کی ہے تو پھر وہ آیت جو اصحاب بدر کی شان میں نازل ہوئی ولکن یرید لیطھرکم ویتم نعمتہ علیکم (لیکن خدا چاہتا ہے تم کو پاک کر دے اور اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کر دے) دوسری جگہ ہے ویذھب عنکم رجس الشیطان (اور دور کر دے شر شیطان) سو یہ آیت بدر (جس میں اصحاب ثلاثہ بھی داخل ہیں) کی عصمت کی بھی دلیل ہونی چاہیئے ـــــ بلکہ اصحاب کی نسبت اتمام نعمت کا مضمون مزید برآں ہے (آفتاب ص ۲۱۵)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب ۱

اس کا نام ہے نصب و عداوت اہلبیتؑ کہ عیب اور جہاں بھی اس خانوادۂ عصمت و طہارت کی کسی ایسی فضیلت کا تذکرہ کیا جائے جو قرآن اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں ثابت شدہ ہو تو پوری ایڑی چوٹی کا زور صرف کر کے اور شیطانی وساوس و قیاسات پر عمل کر کے اس کا انکار کر دیا جائے اگرچہ اس سلسلہ میں علاوہ اپنی دوسری کتابوں کے خود صحاح ستہ کا بھی انکار کرنا پڑ جائے اور اگر وہ فضیلت اس قدر نمایاں ہو اور اس قدر مسلم الثبوت ہو کہ اصل واقعہ کا انکار نہ ہو سکے تو پھر تاویلات رکیکہ کا جال بچھا کر اس کی اہمیت کو گھٹانے کی ناکام کوشش کی جائے۔ اگرچہ اپنے دین و دیانت اور علم و عقل کا جنازہ ہی نکل جائے۔ جیسا کہ اس آیت اور اس سے سابقہ آیت بلکہ کتاب کے ہر ہر صفحہ پر مؤلف نے اس بات کا مظاہرہ کیا ہے اور یہاں تو عترت طاہرہؑ کو اہلبیتؑ نبوت سے خارج کرنے کیلئے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دی ہیں یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم ویأبی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یہاں دو امر قابل توجہ ہیں۔ پہلا اس آیت مبارکہ کا اصحاب کساء (حضرت علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام) کے حق میں نازل ہونا۔ دوسرا اس کا دلیل امامت علوی ہونا۔ ہم ذیل میں بڑے اختصار کے ساتھ ان ہر دو امر پر تبصرہ کرتے ہیں۔ اور اسی سے ثابت ہو جائے گا کہ مؤلف نے یہاں حقیقی اہلبیت کو خارج کرنے کیلئے جو مذبوحی حرکات کئے ہیں۔ وہ صرف تفسیر بالرائے اور ابلیسی قیاسات کا نتیجہ ہیں بعد ازاں ترتیب وار ہم ان کے عائد کردہ اشکالات کے جوابات بھی پیش کریں گے۔ تاکہ اس بحث کا کوئی بھی پہلو تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے۔

آیت تطہیر کا اصحاب کساء کے حق میں نازل ہونا

تمام شیعہ اور اکثر مفسرین اہلسنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت مبارکہ اصحاب کساء کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ ابن حجر مکی جیسے متعصب سنی عالم نے بھی اقرار کیا ہے کہ اکثر المفسرین علی انھا نزلت فی علی وفاطمۃ والحسن والحسین (صواعق محرقہ ص ۱۴۲ طبع مصر) اب ذیل میں ہم جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اصحاب رسول، ازواج نبی، تابعین اور اور علماء کاملین کے چند بیانات پیش کرتے ہیں جن سے اصحاب کساء کا مصداق اہلبیت ہونا روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہو جائے گا!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تعیین اہلبیت فرمانِ رسولؐ کی روشنی میں

قرآن رسول اسلام پر اترا۔ اس کی تفسیر و تشریح کرنا انکے منصب میں داخل تھا۔ (و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس) تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی آیت کی تفسیر فرمادیں تو اس کے بعد کسی کلمہ گو کو چوں وچرا کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ـــــ تفسیر درمنثور ج ۴ ص ۱۹۸ طبع مصر میں بحوالہ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور طبرانی ابی سعید خدری سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ قال رسول اللہ نزلت ھذہ الاٰیۃ فی خمسۃ فی وفی علی وفاطمہ وحسن و حسین انما یرید اللہ لیذھب اللہ عنکم الرجس اھل البیت الاٰیۃ یعنی آیت تطہیر پانچ تن پاک کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی! میرے، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے حق میں (کذا فی الصواعق ص ۱۴۱ طبع جدید مصر بحوالہ مسند احمد بن حنبل واسباب النزول للواحدی)

تعیین اہلبیت کردارِ رسولؐ کی روشنی میں

بہت سی روایات میں وارد ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد برابر چھ ماہ اور بروایتے آٹھ بلکہ بروایتے نو ماہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے وقت علی و بتولؑ (علیہما السلام) کے دروازہ پر تشریف لے جاتے اور الصلوۃ یا اہل البیت کہہ کر آیت تطہیر کی تلاوت فرماتے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۱۹ مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۹/۲۸۵ درمنثور ج ۵ ص ۱۹۹ وغیرہ) اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی اس بات پر نص قائم کر دی کہ مصداق اہلبیت یہی پنج تن گوار ہیں! لا غیر!

تعیین اہلبیت قول اصحاب کی روشنی میں

صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۰ میں مذکور ہے کہ جناب زید بن ارقم سے دریافت کیا گیا۔ من اھلبیتہ نسائہ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج اہلبیت ہیں؟ انہوں نے جواب میں فرمایا لا وایم اللہ! نہ خدا کی قسم! (ازواج اہلبیت نہیں) کیوں؟ اس لئے کہ ان المرأۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقھا فترجع الی ابیھا وقومھا۔ (بیوی کا رشتہ عارضی ہے) وہ کچھ عرصہ شوہر کے گھر رہتی ہے۔ پھر نا اتفاقی کی وجہ سے) وہ اسے طلاق دے دیتا ہے اور وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کے پاس واپس چلی جاتی ہے! پھر کون اہلبیت ہیں؟ اہلبیتہ اصلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ۔ آپ کے اہلبیت آپ کے وہ اصلی و حقیقی قرابتدار ہیں۔ جن پہ آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ازالہ شبہ ابن ارقم کے اس قدر واضح صریح اور مدلل بیان کے باوجود کہ ازواج اہلبیت میں داخل نہیں (اور نہ ہی ہو سکتی ہیں)۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک ازواج اہلبیت میں داخل ہیں اور اس کے ثبوت صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت پیش کی جاتی ہے کہ حصین نے ان سے دریافت کیا کہ دمن اهلبيته يا زيد: اليس نسائه من اهلبيته ؟ اے زید! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت کون ہیں ؟ کیا آپ کی ازواج اہلبیت نہیں ہیں ؟ انہوں نے جواب دیا نسائه من اهلبيته ولكن اهل بيته من حرم الصدقة بعده اور اس جواب کا ترجمہ یوں کیا جاتا ہے "حضور کی ازواج آپ کے اہلبیت میں سے ہیں لیکن آپ کے اہلبیت وہ ہیں جو آپ کے بعد صدقہ سے محروم کئے گئے" (حاشیہ آفتاب ص ۳۱۰) حالانکہ یہ ترجمہ بالکل غلط اور درجۂ فصاحت سے گرا ہوا ہے۔ بھلا جب یہ اقرار کر لیا کہ ازواج آپ کے اہلبیت میں سے ہیں! تو پھر لیکن" کہہ کر استدراک کرنے کا کیا مطلب؟ علاوہ بریں یہ ان کے سابقہ مفصل و مدلل جواب کے بھی خلاف ہے۔ بلکہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ حصین کے سوال کرنے پر جناب زید نے بطور استفہام انکاری کہا نسائه من اهلبيته ؟ ہیں! ازواج اہلبیت میں سے ہیں ؟ (پھر استدراک کرتے ہوئے اصل حقیقت یوں واضح کی کہ "آپ کے اہلبیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے" ——— باقی رہی ان افراد کے مفہوم میں وسعت تو وہ ان کا ذاتی اجتہاد ہے جو ہمارے لئے حجت اور سند نہیں ہے (فلا تغفل)

تعیین اہلبیت اقوال تابعین کی روشنی میں

تابعین کرام کی ایک جماعت کثیر اہلبیت سے انہی پنجتنپاک کو مراد لیتی ہے چنانچہ کتاب الشرف المؤبد للنبہانی ص ۶ طبع مصر میں لکھا ہے "وجماعة من التابعين عن مجاهد وقتادة وغيرهم كما نقل الامام البغوي وابن الخازن۔ الخ..... یعنی تابعین کی ایک جماعت یہی کہتی ہے چنانچہ قتادہ و مجاہد وغیرہ سے یہی منقول ہے۔ جیسا کہ امام بغوی اور ابن خازن نے نقل کیا ہے۔

تعیین اہلبیت اقوال ازواج النبیؐ کی روشنی میں

متعدد ازواج النبیؐ کے بیانات موجود ہیں کہ یہ آیت مبارکہ انہی پانچ بزرگوار کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۲ باب فضل اہلبیت میں جناب عائشہ سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداة وعليه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسين فادخله ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيراً۔ یعنی ایک دن صبح سویرے سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح دولت سرا سے برآمد ہوئے کہ آپ کے دوش مبارک پر سیاہ بالوں کی دھاری دار عبا تھی۔ اس اثنا میں حسن بن علی آگئے آپ نے ان کو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

عبا کے اندر داخل فرمالیا۔ پھر حسین آئے ان کو بھی دامن عبا میں لے لیا۔ پھر فاطمہ آئیں۔ ان کو بھی شامل کرلیا۔ بعد ازاں علی بھی تشریف لائے ان کو بھی لے لیا۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ انما یرید اللہ ـــــ الآیہ ـــــ (کذا فی تفسیر الدر المنثور ج ۵ ص ۱۹۸/۱۹۹ والمستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۴۷)

(۲) جناب صفیہ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار رحمتِ ایزدی کا نزول دیکھا۔ تو پھر فرمایا بلاؤ۔ بلاؤ صفیہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کسے بلائیں۔ فرمایا۔ اھلبیتی علیاً وفاطمۃ والحسنؑ والحسینؑ میرے اہلبیت یعنی علیؑ و فاطمہؑ اور حسن و حسین کو۔ چنانچہ جب وہ تشریف لائے تو آپؐ نے انکو دامنِ عبا میں لے کر دعا کیلئے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ اللھم ھؤلاء آلی وصل علی محمد وال محمد ـــــ یا اللہ! یہ ہے میری آل۔ تو محمد وآلِ محمد پہ درود و سلام نازل فرما۔ فانزل اللہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً یعنی اس وقت خدا نے آیت تطہیر نازل فرمائی۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۴۷/۱۴۸) بحوالہ دلائل الصدق)

(۳) جناب ام سلمہ بیان کرتی ہیں۔ ان النبی جلل علی الحسن والحسین وعلی وفاطمۃ کساء ثم قال ھؤلاء اھلبیتی وحامتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیراً۔ یعنی جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنؑ و حسینؑ اور علیؑ و فاطمہؑ پر اپنی چادر اوڑھائی اور فرمایا یا اللہ! یہ ہیں میرے اہلبیت! اور میرے خواص! ان سے ہر قسم کی رجس کو دور رکھ اور ان کو اس طرح پاک و پاکیزہ رکھ جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے! جناب ام سلمہؓ کہتی ہیں میں نے عرض کیا وانا معھم یارسول اللہ! یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں داخل ہوں؟ فرمایا انک الی خیر! تمہارا انجام بخیر ہے۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۱۹ باب فضل فاطمہؑ) کذا فی المسند ج ۶ ص ۳۰۰)

ایضاح قارئین کرام نے ملاحظہ فرمالیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب، ان کے تابعین اور خود ازواج النبی نے بطور حصرِ نص کے وضاحت کردی ہے کہ یہی بزرگوار اہلبیت ہیں اور انہی کے حق میں آیتِ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ ان حقائق کے بعد اس سلسلہ میں مؤلف نے فوجیوں والی مثال دیکر قیاس مع الفارق کرتے ہوئے حقیقی اہلبیت کو (متبنّٰی اولاد کیطرح) طفیلی ثابت کرنے کے لئے جو یہ ترجمہ کیا ہے کہ "یہ لوگ بھی میرے اہلبیت میں داخل ہیں" (یہاں لفظ "بھی" قابلِ غور ہے) اس کی کیا وقعت رہ جاتی ہے؟ ایسی تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور بات تو کوئی ہارا ہوا وکیل بھی نہیں کرتا ـــــ اگر یہی مفہوم ہوتا تو پھر الفاظِ رسول یوں ہوتے۔ اللھم ھؤلاء ایضاً من اھلبیتی "یا اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت میں سے ہیں" لیکن جب نہ یہاں لفظ "ایضاً" ہے (جس کے معنی ہیں "بھی") اور نہ لفظ "من" ہے (جس کے معنی ہیں میں سے) اور نہ اس آیت کا ازواج کے حق میں نازل ہونا ثابت ہے تو پھر اس تاویل کی کیا حیثیت باقی رہ گئی؟ نیز اس بیان سے مؤلف کے اس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خیال کا بھی بخوبی ابطال ہوگیا جو انہوں نے جناب ام سلمہ والی روایت کو بخاری سے نقل کر کے ظاہر کیا ہے کہ "انک و علی خیر" کا مطلب ہے "تیرا مرتبہ تو پہلے ہی سے بہتر ہے" (گویا اگر پہلے کمی تھی تو علیؑ و بتولؑ اور حسنینؑ کے مرتبہ میں! چہ خوش!) "یعنی تو حقیقی طور پر اہلبیت سے ہے"۔ اسے کہتے ہیں تاویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ "یعنی کسی کے قول کی ایسی تاویل کرنا جس پر خود کہنے والا بھی راضی نہ ہو۔ جناب ام سلمہ تو اعتراف کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اہلبیت کی فہرست سے ہی خارج کر دیا۔ اور ان کے وکیل صاحب کہتے ہیں کہ وہ حقیقی اہلبیت سے ہیں۔ اگر اب بھی یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی تو جناب ام سلمہ کا مندرجہ ذیل وضاحتی بیان ملاحظہ ہو۔ جس سے اس تاویل کا بالکل قلع قمع ہو جاتا ہے "تفسیر درمنثور ج ۵ صفحہ ۱۹۸ میں ہے۔ جناب ام سلمہ سے روایت ہے کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی۔ اس وقت گھر میں (علاوہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) سات افراد تھے۔ جبرئیل۔ میکائیل، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ و انا علی باب البیت قلت یا رسول اللہ! الست من اھل البیت: میں گھر کے دروازہ پر کھڑی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اہلبیت میں سے نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا انک و علی خیر انک من ازواج النبی "تم خیر و خوبی پر ہو ــــ اور تم نبیؐ کی بیویوں میں سے ہو"۔ (کذا فی تفسیر ابن جریر ج ۲۲ صفحہ ۶) اس سے بڑھ اور کس طرح صراحت کی جا سکتی ہے کہ اہلبیت نبی اور ہیں اور ازواج نبی اور؟ ــــــــــ

مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ صفحہ ۲۹۶ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ سے فرمایا قومی وتنحی عن اھل بیتی اٹھو اور میرے اہلبیت سے الگ ہو جاؤ! قالت قمت فتنحیت فی البیت: جناب ام سلمہ بیان کرتی ہیں یہ سن کر میں اٹھی اور گھر کے ایک گوشہ میں چلی گئی" ــــــ کہاں تک اس قسم کی روایات کو شمار کیا جائے اور درج کیا جائے کتاب الشرف المؤبد صفحہ ۹ میں ہے کہ مفسر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ایسی پندرہ روایات درج کی ہیں۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے درمنثور میں ایسی اٹھارہ عدد روایات درج کی ہیں جن میں بعض کی صحت کی تصریح موجود ہے ــــ اور ان کے بالمقابل دو چار مرسل و مقطوع السند اخبار و آثار نقل کئے جاتے ہیں۔ جن سے ازواج النبی کی شمولیت ظاہر ہوتی ہے اور وہ بھی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی نہ ازواج النبی سے۔ بلکہ عکرمہ جیسے خارجی (ملاحظہ ہو وفیات الاعیان ج ۱ صفحہ ۳۶۲ و معجم الادباء ج ۱۲ صفحہ ۱۸۳) مقاتل جیسے ناصبی اور عروہ بن زبیر جیسے دشمن اہلبیت کے ذاتی آراء و نظریات ہیں (ان لوگوں کے حالات دیکھنے کیلئے ملاحظہ ہوں میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب اور وفیات الاعیان وغیرہ)

ایک اہم چیلنج ہم تمام دنیا کے علماء اہلسنت کو چیلنج کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا مستند روایات (جن میں اصحاب کساء کے اہلبیت اور مصداق آیت تطہیر ہونے کی تصریح ہے) کے بالمقابل اتنی روایات ایسی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ثابت کردیں۔ جن میں اس آیت کا ازواج کے حق میں نازل ہونا مذکور ہو۔ بلکہ ان کا نصف بلکہ اگر اپنی ہی کتابوں سے صرف ایک مرفوع و متصل اور صحیح السند و صریح الدلالۃ ایسی روایت پیش کر دیں۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ میری ازواج ہی میری حقیقی اہلبیت ہیں اور یہی آیت تطہیر کی مصداق ہیں تو ہم علاوہ ان لوگوں کے نظریہ کی تصدیق کرنے کے منہ مانگا انعام بھی بصد احترام انکی خدمت میں پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ھل من مطالب ؟

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند
کس بمیداں در نمی آید سواراں را چہ شد؟

اب ہم حسب الوعدہ ذیل میں مؤلف کے شبہات کے مختصر جوابات پیش کرتے ہیں۔

مؤلف کے شبہات کے جوابات

۱۔ پہلا شبہ اور اس کا جواب

پہلا شبہ سیاق و سباق پر مبنی ہے کہ اس آیت سے پہلے اور پیچھے ازواج کا تذکرہ ہے یہ شبہ بچند وجہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ اوّلاً یہ نصوص صریحہ کے بالمقابل ذاتی قیاس اور اجتہاد اور بمقابل نص ہونے کی وجہ سے ناقابل توجہ ہے۔

ثانیاً۔ ہم اس سے پہلی آیت (آیت مودہ بضمن دلیل پنجم) اہلسنت کی کتب تفسیر کے حوالجات سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب سور و آیات ترتیب نزول کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے عین ممکن ہے کہ یہ کسی اور مقام کی آیت ہو جسے یہاں درج کر دیا گیا ہو۔ چنانچہ علامہ وحید الزمان نے اپنی تفسیر وحیدی بر حاشیہ قرآن مترجم وحیدی مطبوعہ لاہور گیلانی پریس پ ۲۲ ص ۵۴۹ حاشیہ ۲ پر اقرار کیا ہے "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ان آیتوں کے بیچ میں رکھ دی گئی ہے جن میں ازواج مطہرات سے خطاب تھا اور شاید صحابہ نے اجتہاد سے ایسا کیا ہو واللہ اعلم" (بحوالہ فلک النجاہ)

ثالثاً۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ ایسا ہونا بلاغت کے خلاف ہے۔ ایسا کہنا درحقیقت فصاحت و بلاغت کے اصول و قواعد سے نابلد ہونیکی دلیل ہے۔ ورنہ اس فن کے واقف کاروں پر مخفی نہیں کہ منجملہ محسنات کلام کے ایک "تفنن فی الکلام" بھی ہے۔ یعنی ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف رُخ موڑ لینا۔ اور ایک بات سے ضمناً دوسری بات کا ذکر کر کے پھر پہلی بات کی طرف لوٹ آنا۔ اور اس کی مثالیں خود قرآن مجید میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ مثلاً خداوند عالم سورۂ لقمان میں جناب لقمان کی ان وصیتوں کا ذکر فرماتا ہے۔ جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ یا بنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم بیٹا شرک نہ کرنا۔ کیونکہ یہ بہت بڑا ظلم ہے اس کے بعد خدا عنوان کلام بدل دیتا ہے۔ ووصینا الانسان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن ۔ ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کی وصیت کی ہے۔ اس کی ماں نے بڑی زحمتیں اٹھا کر اسے اپنے شکم میں رکھا ہے۔ پھر سلسلۂ کلام کو موعظۂ لقمانی کیطرف پلٹاتے ہوئے فرماتا ہے۔ فقال یابنی ان تک مثقال حبۃ من خردل اے بیٹا! اگر رائی کے برابر بھی کوئی (نیکی یا بدی) ہو گی۔ تو خدا اسے بھی بروز حشر لائے گا" کیا مؤلف یہاں بھی یہی فتوے دیں گے کہ یہ بلاغت کے بالکل خلاف ہے"؟

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ!

(۲) دوسرا شبہ اور اس کا جواب | دوسرا شبہ یہ ہے کہ لفظ اہلبیت ہر زبان میں عورتوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مؤلف کے فرزند قاضی مظہر صاحب نے حاشیہ کتاب پر بحوالہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ ص ۶۹۲/۴ اقرار کیا ہے اور دیگر کئی علماء مثل ابن حجر مکی (صواعق ص ۲۲۷ طبع مصر جدید) وغیرہ نے تصریحات کی ہیں کی لفظِ اہلبیت کے تین اطلاق ہیں (۱) سکنی (۲) نسبی (۳) اور شرفی (بالفاظ دیگر سکنی، نسبی اور ولادتی) پہلے معنی کے اعتبار سے یہ لفظ گھر میں تمام سکونت رکھنے والوں کو شامل ہے دوسرے معنی کے اعتبار سے صرف اہل خاندان پر بولا جاتا ہے اور تیسرے لحاظ سے اہل شرف و مجد کو جیسے سلمان منا اہل البیت ـــــ بنابریں یہ لفظ مشترک متصور ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایک ہی استعمال میں اسکے تمام معانی مقصود نہیں ہو سکتے لہٰذا قرائن کو دیکھا جائیگا کہ کہاں کونسا معنی مراد ہے۔ بنابریں جب ہم فریقین کی متعدد احادیث صحیحہ و صریحہ کی روشنی میں واضح و ثابت کر چکے ہیں کہ اس آیت میں اہلبیت نسبی و ولادتی یعنی صرف اصحاب کساء مراد ہیں۔ تو بعد ازیں اس شبہ کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے؟ ـــــ! مولانا وحید الزمان نے انوار اللغۃ پ ۲۲ ص ۵۱ طبع بنگلور پر کیا پتہ کی بات کہی ہے "صحیح یہ ہے کہ آیتِ تطہیر میں یہی پانچ حضرات مراد ہیں گو عرب کے محاورہ میں ازواج کو بھی شامل ہے"۔

(۳) تیسرا شبہ اور اس کا جواب | تیسرا شبہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ اس لفظ کا اطلاق ازواج پر ہوا ہے۔ اتعجبین من امر اللہ ـــــ اس شبہ کا جواب دوسرے شبہ کے جواب سے معلوم ہو سکتا ہے۔ ہم نے کب انکار کیا ہے کہ اہلبیت سکنی کے اعتبار سے زوجہ پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا! بحث تو اس میں ہے کہ آیت تطہیر میں اس لفظ سے مراد کون حضرات ہیں؟ اگر ایک کثیر المعنی لفظ (مشترک) کے ایک جگہ ایک معنی مراد ہوں تو کیا ضروری ہے کہ ہر جگہ اسکے وہی معنی مراد لئے جائیں؟ اگرچہ دوسرے معنی کے قطعی دلائل و قرائن موجود ہوں؟ مالکم کیف تحکمون!

(۴) چوتھا شبہ اور اس کا جواب | بیویاں ہی ہمیشہ گھر میں رہتی ہیں۔ نہ بیٹیاں اور نواسے اور داماد اس شبہ کا جواب جناب زید بن ارقم کے کلام سے بخوبی واضح و عیاں ہو جاتا ہے کہ زن و شوہر کا رشتہ عارضی ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور اولاد والا رشتہ مستقل ہے۔ لہٰذا حقیقی اہلبیت وہی ہیں۔ جن سے خونی رشتہ ہو جو ناقابل انقطاع ہے۔ مؤلف نے "اعتراض شیعہ" عنوان قائم کر کے شیعہ کہتے ہیں کہ یہاں مذکر کی ضمیریں استعمال ہوئیں ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ اس سے مراد اصحاب کساء نہیں! پھر اس کے تین جوابات دیے ہیں۔ اس کے متعلق پہلی گذارش تو یہ ہے کہ شیعہ حضرات صرف اس بات پر اپنے استدلال کی عمارت کھڑی نہیں کرتے

۔ ان کا اصل استدلال تو فریقین کی روایات پر ہے۔ البتہ اسے صرف تائید مزید کے طور پر پیش کیا کرتے ہیں

ثانیاً:۔ یہ تینوں جوابات ناتمام ہیں۔ پہلا جواب اس لئے نامکمل ہے کہ اگر لفظ اہلبیت کے مذکر ہونے کی وجہ سے بقول مؤلف یہاں مذکر کی ضمیریں لائی گئی ہیں۔ تو لفظ اہلبیت تو مفرد بھی ہے۔ پھر جمع مذکر کی ضمیریں کیوں لائی گئی ہیں۔ واحد کی ضمیریں کیوں نہیں لائی گئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مصداق اہلبیت میں صنفِ ذکور کا غلبہ ہے۔

(۲) دوسرا جواب اس لئے مخدوش ہے کہ کم از کم نو ازواج ہوں اور ایک رسولؐ تو کلام عرب کا کوئی قانونِ تغلیب اس کی تائید نہیں کرتا کہ تو پر ایک کو ترجیح دے کر اس کے مطابق صیغے استعمال کئے جائیں (شرعی احترام اور ہے کلام عرب کا قانون اور) یہ تیسرا جواب قیاس مع الفارق ہے اگر اظہار محبت کے لئے ایسا جائز بھی ہو اور شاعر نے اپنی محبوبہ کو خطاب کر کے ایسا کہا بھی ہو۔ تو کیا یہاں بھی کوئی عشق و عاشقی کی شاعری ہو رہی ہے۔ یا خدائے قدوس کا کلام معجز نظام زیر بحث ہے؟ اور جناب موسےٰ والے قصہ میں انکنّی کی بجائے انکنّا سے استدلال بھی درست نہیں۔ کیونکہ جناب موسےٰ کے مخاطب تین افراد ہیں، بیوی، بچہ اور غلام (لاحظ تفسیر بیضاوی وغیرہ) اس لئے جمع مذکر کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔ بعد ازاں مؤلف نے دوسرا اعتراض اور اس کا جواب کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت جو کچھ فرمایا ہے۔ ہم سطور بالا میں بضمن احادیث اس کا تار و پود فضائے محیط میں بکھیر چکے ہیں۔ اس آیت مبارکہ کے متعلق اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس سے ایک مرحلہ تو طے ہو گیا۔ یعنی یہ کہ یہ آیت پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اس آیت کا دلیل امامت اہلبیت ہونا

باقی رہا دوسرا مرحلہ یعنی اس آیت کا دلیل خلافت علی ہونا۔ سو وہ اس طرح ہے کہ رجس کے معنی ہیں "گناہ" جس کا مؤلف نے بھی اعتراف کیا ہے (آفتاب ص۲۱۲ سطر۴) تو جب خداوند عالم نے ہر قسم کے رجس کو اہلبیت نبوی سے دور رکھنے کا تذکرہ کیا ہے تو اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ بزرگوار معصوم عن الخطا ہیں چنانچہ اس مطلب کی تائید مزید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جو تفسیر درمنثور میں بحوالہ حکیم ترمذی، طبرانی، ابن مردویہ اور حافظ ابونعیم اصفہانی ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے مخلوق کو دو قسم پر تقسیم فرمایا۔ تو مجھے ان میں سے بہتر قسم میں رکھا۔ پھر قبیلوں کو مختلف گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین گھر میں رکھا اور یہی مطلب ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ۔۔۔۔ کا فانا واھلبیتی مطھرون من الذنوب پس میں اور میرے اہلبیت تمام گناہوں سے مطہر و معصوم ہیں ——" علامہ وحید الزمان انوار اللغہ پ ۲۲ ص ۵۱ پر اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس آیت سے بعضوں نے یہ نکالا ہے کہ یہ حضرات خطا اور گناہ سے معصوم تھے خیر! اگر معصوم نہ تھے تو محفوظ تو ضرور تھے" پس جب عصمت اہلبیت ثابت ہوگئی تو اس سے اس آیت کا بدو وجہ دلیل خلافت علوی ہونا بھی واضح ہوگیا۔ ایک اسطرح کہ جو معصوم ہوگا۔ وہی معصوم نبی کا خلیفہ و جانشین ہوگا۔ دوسرا اس طرح کہ عنقریب تیسری تنقیح کے ضمن میں ہم ثابت کریں گے کہ جناب امیرالمومنین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد مدعی و طالب خلافت تھے اور معصوم کا دعوے غلط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان کو صادق القول اور اپنے دعوے میں سچا تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور یہی ہمارا مدعا ہے۔

مؤلف کے مزید دو ایرادات کے جوابات

مؤلف نے اس مقام پر اس آیت کے دلیل عصمت ہونے پر دو اعتراض کئے ہیں۔

پہلا اعتراض اور اس کا جواب پہلا یہ کہ یہاں مضارع کے صیغے ہیں۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے رجس موجود تھا۔ لہٰذا ثبوت عصمت کے لئے ماضی کا صیغہ ہونا ضروری ہے اس کے تین قطعی جوابات پیش خدمت ہیں۔

(۱) ابھی اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ آیت جناب رسول خدا، علی المرتضیٰ، فاطمۃ الزہراء، حسن مجتبیٰ اور حسین سید الشہداء کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت باتفاق سنی و شیعہ معصوم تھے اور حسنین قطع نظر خصوصیات، امامت کے ویسے بھی ہنوز بچے ہونے کی وجہ سے معصوم عن الخطا تھے۔ لے دے کر متنازعہ فیہ شخصیت تو جناب علی و بتول کی ہی بنتی ہے تو جب کم از کم تین ہستیاں پہلے سے معصوم موجود ہیں تو بقول مؤلف "رجس کا ازالہ بے معنی ہوگا" —— لہٰذا اس طرح رسول اور حسنین کو بھی گنہگار ماننا پڑے گا۔ بہرکیف جب تین ہستیوں کا معصوم ہونا واضح ہے تو ہم مؤلف یا ان کے ہمخیالوں کو دعوت دیتے ہیں کہ اگر ان کو علی و بتول کی عصمت میں شک ہے تو بڑی خوشی سے ان کا کوئی گناہ ثابت کریں اور اگر صبح قیامت کے طلوع ہونے تک ایسا نہیں کر سکتے (اور یقیناً نہیں کر سکتے) تو اس آئیں بائیں شائیں سے دست بردار ہو جائیں اور حق و حقیقت کا واضح لفظوں میں اقرار کر لیں۔ کہ اسی میں انکے دین و دنیا کی بہتری ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(۲) آیت بارکہ میں "لیذھب" میں جو "لام" موجود ہے۔ اسے نحو میں لام "کے" کہا جاتا ہے جس کے بعد "اَن" مصدریہ مقدّر ہوتا ہے (وہی یذہب کو نصب دے رہا ہے) جو فعل کو مصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے اور ارباب علم جانتے ہیں کہ مصدر میں تینوں زمانے (ماضی حال اور استقبال) برابر ہوتے ہیں۔ لہٰذا صیغہ ہائے مضارع والا اعتراض ختم ہوگیا۔

(۳) جب کسی کو کہا جائے سلمکم اللہ یا عافاکم اللہ یا یحفظکم اللہ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ پہلے سلامت نہیں، یا پہلے محفوظ نہیں، بلکہ صرف یہ ہوتا ہے کہ خدا آئندہ بھی تمہاری اس حالت کو قائم و دائم رکھے۔ یہاں بھی یہی مفہوم ہے کہ خدا کا یہ حتمی ارادہ ہے کہ اے اہلبیت! وہ تم سے ہر قسم کے گناہ کو دور رکھے اور تمہیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے۔ جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے!

دُوسرا اعتراض اور اسکا جواب

خدا نے ایسے ہی الفاظ اصحاب بدر کے بارے میں استعمال فرمائے (اور بقول جناب محسنی) عام وضو و غسل کرنیوالوں کے بارے میں بھی) اس لئے ان کو بھی معصوم جاننا چاہیئے ـــــ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت (راجع باصحاب بدر) اور وضو و غسل کرنے والوں کے متعلق آیت میں تطہیر کا متعلق نہیں بتایا گیا (کہ خدا کس چیز سے ان کو پاک کرنا چاہتا ہے) پہلی آیت کی تشریح دوسری آیت ویذھب عنکم رجز الشیطان میں موجود ہے (جسے مؤلف نے تحریف قبیح کرتے ہوتے ہوئے "رجس" لکھا ہے) اور اس کا ترجمہ انہوں نے "شر شیطان کیا ہے"۔ بر کیف مفسرین اسلام کے بیان کے مطابق کے مطابق جنگ بدر میں کچھ آدمیوں کو احتلام ہوگیا تھا۔ پانی کی کمی تھی۔ خدا نے بارش برسا دی۔ اور انہوں نے غسل کر لیا۔ یہ ہے رجز شیطان کو دور کرنے کی تفسیر ـــــ اور وضو و غسل والی آیت میں بھی صرف اس کثافت کے دور کرنے کا تذکرہ ہے۔ جو موجب وضو یا غسل ہوتی ہے۔ اسے ہر قسم کے رجس (بمعنی گناہ) کو اہلبیت سے دور رکھنے والی آیت سے کیا نسبت یا تعلق ہے؟

تو کہ از فہم معانی بدیہی عوری
فہم احکام و علل گر نکنی معذوری

طریفہ

بموجب "آنچہ پدر نتواند پسر تمام کند" اگر عداوت اہلبیت کا حق ادا کرنے میں مؤلف آفتاب سے کچھ کمی رہ گئی تھی تو جا بجا ان کے خلف رشید قاضی مظہر صاحب مالقابہ نے کتاب کے حاشیہ پر پوری کر دی ہے۔ چنانچہ اس مقام پر انہوں نے ایک ذیلی حاشیہ میں لکھا ہے کہ "حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود اپنے غیر معصوم ہونے کا اعتراف فرمایا ہے"۔ پھر ثبوت میں نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۴۰ طبع بیروت و کتاب الروضۃ ص ۱۶۵ سے آنجناب کے کلام سے ایک اقتباس پیش کیا ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں "فانی لست فی نفسی بفوق من ان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اخطی ولا آمن من ذالک من فعلی الا ان یکفی اللہ من نفسی ما ھو املک بہ" "کیونکہ میں بذات خود خطا کرنے سے برتر نہیں ہوں اور نہ اپنے فعل میں خطا سے محفوظ ہوں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ میری ذات کیلئے ایسا کام بنا دے جس سے وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے۔" (حاشیہ آفتاب ص ۲۱۵) اس کے متعلق صرف اتنا کہنا ہے کہ اگر انجناب کے اس جملہ کا یہی مطلب ہے کہ وہ اپنے غیر معصوم ہونے کا اعتراف کر رہے ہیں۔ لہٰذا وہ معصوم نہیں ہیں (العیاذ باللہ) تو پھر جناب یوسف صدیق کی عصمت کے متعلق قاضی صاحب کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ جن کا قول خود قرآن مجید میں موجود ہے وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی (پ ۱۳ ع ۱) میں اپنے نفس کو برائیوں سے پاک نہیں کہتا بے شک نفس تو برے کام کے لئے ابھارتا ہے مگر جب میرا مالک رحم کرے (ترجمہ وحیدی) ——— اور اگر وہاں آپ یہ کہتے ہیں کہ "الا ما رحم ربی" کے استثناء نے ان کی عصمت کو بچا لیا ہے تو یہاں جناب امیرؑ کے کلام میں بھی وہی استثناء "الا ان یکفی اللہ" موجود ہے اور یہی ہمارا ایمان ہے کہ عصمت لطف خداوندی ہے وہ معصوم کا ذاتی و بالذات کمال نہیں ہے۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

شیعہ کی ساتویں دلیل

فقل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین (آپ کہدیں آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو۔ اپنے وجودوں کو اور تمہارے وجودوں کو پھر مباہلہ کریں اور اللہ کی لعنت جھوٹوں پر ہو۔" ——— وجہ استدلال یہ بیان کی جاتی ہے کہ نصاریٰ نجران سے جب مباہلہ کی قرارداد ہوئی ——— تو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہیں چار بزرگوں کو علیؑ و فاطمہؑ حسنینؑ کو ساتھ لے کر نکلے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب ثلاثہ کی رسول کے دل میں کوئی منزلت نہ تھی۔ اس لئے جناب امیرؑ ہی ——— خلافت کے لائق تھے۔"

جواب

——— آیت سے یہ ہرگز مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت علیؑ ہی ——— خلافت کے مستحق ہیں ——— بلکہ آیت کا مفہوم صاف یہ ہے کہ ہر دو فریق سے حسب ذیل اشخاص مباہلہ کے لئے نکلیں۔ مباہلہ کرنے والے بذات خود اور ان کی اولاد، انکی مستورات چونکہ مسلمان فریق سے دعویدار اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب تھے ——

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس لئے یہ سب لوگ "انفسنا" میں داخل تھے۔ انہوں نے میدان مباہلہ میں نکلنا تھا ایسا ہی کفار کی طرف سے ابو حارثہ، اسید عاقب معہ اپنی اولاد اور عورتوں کے نکلے شیعہ کا یہ کہنا کہ سوائے ان چار بزرگوں کے حضور کے ہمراہ کوئی نہ نکلا یا آپ کسی کو ساتھ نہ لے گئے مضمون آیت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر حضور علیہ السلام مع علیؑ، فاطمہؑ، حسنینؑ کے نکلتے تو انفسنا، ابنائنا کا مضمون تو پورا ہو سکتا ہے ـــــ لیکن نسائنا کا مضمون کیونکر پورا ہو سکتا ہے۔ حضرت فاطمہ نساء الرسول نہیں بلکہ ابناء الرسول میں داخل تھیں ـــــ نیز کفار کا مقابلہ تو رسول اور سرداران فوج اصحاب کبار سے ہوا اور صرف مباہلہ کے لئے حضرت رسول ان کے داماد، آپ کی دختر فاطمہؑ اور حسنینؑ کے نکلنے پر راضی ہو جائیں ـــــ لیکن فاطمہؑ و حسنینؑ تو جدال کے قابل نہ تھے ـــــ ان کے استیصال کے لئے عمر فاروق اور ابوبکر صدیق صحیح و سلامت زندہ موجود تھے۔ غرض عقل و نقل دونوں اس امر کے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مباہلہ کے لئے حضرت علیؑ، فاطمہؑ اور حسنین کو ہی ساتھ لیا ـــــ تو اس کے خلاف روایات خواہ کتب شیعہ کی ہوں یا اہل السنت کی قابل استدلال نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ شیعہ حضرات ایسی روایات گھڑ لینے میں پورے مشاق ہیں اور کتب اہل سنت میں بھی دست اندازی کر لینے سے دریغ نہیں کرتے۔

ایک عجیب تر روایت

حیات القلوب ج ۱ ص ۴۵۲ میں ہے ـــــ ترجمہ: جب آیت مباہلہ نازل ہوئی اور دوسرا دن مباہلہ کیلئے مقرر ہوا اور نصاریٰ اپنی جگہ پر واپس ہوئے تو ابو حارثہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ کل دیکھنا اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فرزندوں اور اہلبیت کے ساتھ مباہلہ کے لئے نکلیں تو ـــــ تمہیں ڈرنا چاہیئے اور اگر اصحاب و اتباع کے ساتھ نکلیں تو ذرا پروا نہ کرو" ـــــ اب جائے غور ہے کہ نصاریٰ نجران کو جناب امیرؑ اور دیگر اہلبیت سے اس قدر خوش اعتقادی کس وجہ سے ہو گئی تھی ـــــ ممکن ہے حضرت علیؑ کو تو انہوں نے دیکھا ہو ـــــ لیکن حسنین اور جناب سیدہؑ کو انہوں نے کیسے دیکھ لیا کہ ان کی مباہلہ میں شمولیت سے اس قدر خوف پیدا ہوا یہ سب کچھ شیعہ حضرات کی خوش اعتقادی کی باتیں ہیں ورنہ کفار کو دہشت جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کبار (جو اشداء علی الکفار کے مصداق تھے) سے تھی ـــــ انہی کے خوف سے انہوں نے مباہلہ منظور نہ کیا ـــــ اگر بالفرض مان لیا جائے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہ مہم نجران جناب امیرؑ کے طفیل ہی سر ہوئی تو یہ ایسی کونسی بڑی بات ہے۔ ایک موضع جس میں صرف چالیس یا پچاس آدمیوں کی آبادی ہو قبضہ میں آجانے سے اسلام کی شوکت میں کیا کچھ اضافہ ہو سکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی جد وجہد ــــــ کا نتیجہ ہے کہ مشرق سے مغرب تک ــــــ نور اسلام پھیلا ــــــ غرض شیعہ بیچارے اثبات مدعا۔ خلافت بلافصل امیرؑ کے لئے ہر چند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں مگر ساحل مقصود پر پہنچنا مشکل ہے۔ ع

ترسم کہ بکعبہ نرسی اے اعرابی
کیں راہ میروی بہ ترکستان است

غرض قرآن و حدیث میں کوئی دلیل خلافتِ بلافصل علی المرتضےٰ پر نہیں اور شیعہ اپنے دعویٰ پر کوئی ثبوت نہیں رکھتے ــــــ واقعات بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ خلافت خلفائے ثلاثہ کا حق تھی ــــــ اس لئے تنقیح ص۲ بھی بحق اہلسنت خلاف شیعہ ثابت ہے۔ (آفتاب ص۲۱۸)

الجواب

خداوند عالم بُرا کرے تعصب و عناد اور بعض دلداد گا کہ جب اس کی پٹی آنکھوں پر بندھ جائے تو پھر آدمی بالکل اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے اور اگرچہ حق آفتاب نصف النہار کی طرح بھی واضح و آشکار کیوں نہ ہو۔ مگر اسے کچھ نہیں سوجھتا۔ سچ ہے

اذا لم یکن للمرء عین صحیحۃ
فلا غروان یرتاب والصبح مسفر

مؤلف آفتاب نے تو عداوتِ اہلبیت اور تعصب کے تمام حدود توڑ دیے ہیں اور وہ کام کیا ہے جو فضل بن روزبہان، ابن حجر مکی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی وغیرہ متعصب علماء اہلسنت بھی انجام نہیں دے سکے تھے سچ ہے۔ کم ترک الاول للآخر۔ واہ جی واہ! ع

این کار از آید و مرداں چنیں کنند

پہلے امر کا اثبات

یہاں دو امور قابل توجہ ہیں۔ ایک اصحاب مباہلہ کی تعیین و تشخیص دوسرے ان کی امامت و خلافت پر اس آیت کی دلالت!!

مباہلہ میں آنحضرتؐ کا صرف اصحاب کساء کو ہمراہ لے جانا

سو پہلے امر کے متعلق عرض ہے کہ تمام شیعہ اور اہلسنت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے تمام قابل اعتماد مفسرین و محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت مباہلہ کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انفسنا کی جگہ جناب امیرؑ ابنائنا کی جگہ شہزادگانِ کونین امام حسنؑ و حسینؑ اور نسائنا کی جگہ جناب سیدۂ عالم فاطمۃ الزہراؑ کو اپنے ہمراہ (میدان مباہلہ میں) لے گئے۔ چنانچہ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۱ ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۲۴/۲۱۴ میں ہے کہ لما نزلت ھذہ الایۃ قل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم ونسائنا ونسائکم دعا رسول اللہ علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللّٰھُمَّ ھٰؤلاء اھلی یعنی جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علیؑ، فاطمہؑ اور حسنینؑ کو بلاکر کہا یا اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت (کذا فی الدر المنثور للسیوطی والمستدرک للحاکم والسنن الکبریٰ للبیہقی و تفسیر انوار التنزیل للبیضاوی تفسیر الکشاف از زمخشری اور التفسیر الکبیر للفخر الرازی میں متعدد اسانید سے لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام اس طرح میدان مباہلہ کی طرف نکلے کہ آخذاً للحسن ومحتضناً للحسین وفاطمۃ تمشی خلفہ وعلی یمشی خلفھا۔ حسنؑ کی انگلی تھامے اور حسینؑ کو گود میں اٹھائے ہوئے۔ فاطمہ زہراؑ انکے پیچھے اور حضرت علیؑ ان کے پیچھے تھے۔ اس اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقدس گروہ سے یہ فرماتے جاتے تھے "اذا دعوت فامنوا" جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا جب اسقف نجران (لاٹ پادری) نے یہ منظر دیکھا تو نصاریٰ سے کہا انی لاری وجوھا لو سئلوا اللہ ان یزیل جبلاً من مکانہ لازالہ بھا میں کچھ ایسے مقدس چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ خدا کی بارگاہ میں یہ درخواست پیش کر دیں کہ وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو ان کی برکت سے ہٹا دے گا۔ فلا تباھلوھم ولا لم یبق نصرانی علی وجہ الارض۔ اس لئے ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ روئے زمین پر کوئی نصرانی نہیں رہ جائے گا۔ چنانچہ تاریخ عالم گواہ ہے کہ انہوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا۔ مگر مباہلہ کرنا گوارا نہ کیا ——— امام فخر الدین رازی مذکورہ بالا واقعہ لکھنے کے بعد لکھتے ہیں واعلم ان ھذہ الروایۃ کالمتفق علی صحتھا بین اھل التفسیر والحدیث" جاننا چاہیئے کہ یہ روایت ایسی ہے کہ گویا اس کی صحت پر تمام اہل تفسیر و حدیث کا اتفاق ہے۔

انکشاف حقیقت

——— مگر بایں ہمہ ہمارے فاضل مؤلف کی جرأت قابل داد ہے کہ ایسی روایات کو ناقابل استدلال قرار دیتے ہیں۔ خواہ کتب اہلسنت میں ہی کیوں نہ ہو۔ صفحہ مؤلف کے حالات میں (جو مقدمہ کتاب میں درج ہیں) لکھا ہے کہ "آپ بریلوی مسلک سے وابستہ تھے اور آخری ایام میں مولانا مدنی (دیوبندی) سے بیعت ہو گئے تھے" اب یہ حقیقت کھلی ہے کہ جناب والا خلط خالص چکڑالوی خیال کے ہیں یا کم از کم جہاں اہل بیت نبوت کی شان وارد شدہ روایات کا بیان ہو۔ وہاں ضروری ہی چکڑالویت کا روپ دھار لیتے ہیں اور کچھ سنی کو ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے تاکہ حسبنا کتاب اللہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے قائل کی محبت کا حق ادا ہو سکے۔

بیفگن پردہ تا معلوم گردد
کہ یاراں دیگرے را می پرستند

اور پھر صادق آل محمدؐ کے شیعوں پر یہ الزام بھی عائد کرتے ہیں کہ وہ اس قسم کی روایات گھڑنے میں مشاق ہیں۔ اے سبحان اللہ! جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ معصومین کے نام لیوا اور یہ تلبیس و تدلیس؟ اے معاذ اللہ! ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ یہ چیز آپ کے پیر و مرشد معاویہ اور اس کے پیروؤں کو مبارک ہو جس نے آل محمد کے فضائل مٹانے اور دشمنان اہلبیت کے فرضی فضائل گھڑنے کیلئے کچھ اہل علم کے قلم خرید کر باقاعدہ ایک کارخانہ قائم کیا تھا۔ ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ج ۳ ص ۱۵ طبع مصر و العقد الفرید ج ۲ ص ۲۳۱ وغیرہ اور یہ بات تو اور بھی تعجب خیز ہے کہ شیعہ کتب اہلسنت میں بھی دست اندازی کرنے سے نہیں دریغ کرتے!! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ عورتیں کسی کی ہوں اور بچے کسی کے؟ ہوش کے ناخن لو بغض آل محمدؐ کے جنون میں کیا کہہ رہے ہو؟ ع کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی؟

مؤلف کے اعتراضات کے جوابات

پہلا اعتراض اس مقام پر مؤلف نے جو بعض ایرادات کئے ہیں انکے جوابات حاضر ہیں۔ (۱) "انفسنا" میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب سب داخل تھے! اس کا صرف جواب یہ ہے کہ علاوہ اس کے کہ یہ سراسر تفسیر بالرائے ہے (جو بالاتفاق حرام و باطل ہے تفسیر اتقاق وغیرہ) اگر بقول مؤلف سب اصحاب اس میں شامل تھے۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جن پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اور جو ساری کائنات سے بڑھ کر رمز شناس قرآن و کلام رحمٰن تھے اپنے تمام صحابہ کو ہمراہ کیوں نہ لے گئے؟ کیا کسی ایک روایت میں بھی ان کا ہمراہ لے جانا مروی ہے؟ جب نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایراد بالکل بے بنیاد ہے!

دوسرا اعتراض اگر صرف چار حضرات کو ساتھ لے جائیں تو انفسنا اور ابنائنا کا مضمون تو پورا ہو سکتا ہے لیکن نسائنا کا نہیں ——— اس اعتراض میں دو زبردست غلطیاں موجود ہیں۔ ایک یہ کہ ابھی اوپر پہلے اعتراض میں یہ کہا تھا کہ "انفسنا" سے مراد تمام اصحاب ہیں بنا بریں اگر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ صرف حضرت علی کو لے جائیں تو پھر "انفسنا" کا مضمون پورا ہوا یا ادھورا رہا؟ اسے پورا کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے مصداق صرف یہی بزرگوار تھے۔ نہ دوسرے اصحاب!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دوسرے یہ کہ یہ کہنا کہ جناب سیدہ کو ہمراہ لے جانے سے "نسائنا" کا مضمون پورا نہیں ہو سکتا یہ اعتراض درحقیقت لفظ "نساء" کے معنی نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ جس کی ہمیں کم از کم آفتاب ہدایت کے مؤلف سے توقع نہ تھی کہ وہ اس حد تک علوم عربیہ سے کورے ہوں گے۔ مگر افسوس۔ ع

خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم

ان کے ذہن میں شاید یہ بات راسخ ہے کہ "نساء" کا مفہوم ہے "زوجہ" حالانکہ علوم عربیہ کی ابجد سے واقفیت رکھنے والے طلبہ بھی جانتے ہیں کہ لفظ "نساء" اور نسوۃ، لفظ امرأۃ کی جمع ہے۔ علی غیر اللفظ اور امرأۃ کے معنی ہیں عورت (مرد کے بالمقابل) (المنجد صفحہ ۷۵۴) اس میں یہ کوئی تخصیص نہیں کہ وہ زوجہ ہو۔ یا والدہ ہو یا بیٹی اور ہر عورت میں ان تینوں صفات میں سے کوئی نہ کوئی صفت ضرور پائی جاتی ہے۔ (۱) بیٹی (۲) بیوی (۳) ماں ——— اور جناب سیدہؑ میں یہ تینوں صفات جمع تھیں (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی، (۲) حضرت علی کی بیوی اور (۳) حسنین کی ماں۔ تو ان کی شمولیت سے "نسائنا" کا مضمون کیوں پورا نہیں ہو سکتا؟

تیسرا اعتراض کفار کا مقابلہ تو رسولؐ اور سرداران فوج اصحاب کبار سے تھا اور آنحضرت کے ساتھ مباہلہ کے لئے صرف علیؑ، فاطمہؑ اور حسنین نکلیں ——— حالانکہ فاطمہؑ و حسنینؑ جدال کے قابل نہ تھے! اس قسم کے بودے اور رکیک اعتراض دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر نوک قلم پر آجاتا ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

جس طرح اعتراض ۲ کر کے مؤلف نے علم عربی سے اپنے کورا ہونے کا ثبوت دیا تھا یہ اعتراض ۳ کر کے انہوں نے علم تاریخ و تفسیر سے اپنے محض نابلد ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مباہلہ کی حقیقت کا بھی پتہ نہیں۔ وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ مباہلہ بھی دیگر اسلامی غزوات (جنگوں) کی طرح شاید کوئی غزوہ تھا۔ اس لئے اس میں شمشیر بکف مجاہدوں اور صف شکن دلاوروں کی ضرورت تھی حالانکہ یہ نصارائے نجران سے حضرت عیسےٰ کی بندگی یا خدائی کے بارے میں زبانی گفتگو کے ناکام ہو جانے کے بعد بطور مباہلہ (اللہ کی بارگاہ میں تضرع و زاری کر کے جھوٹوں پر لعنت کرنا) آخری فیصلہ تھا۔ جس میں کسی قسم کے جنگ و جدال یا قتل و قتال کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ صرف ضرورت اس بات کی تھی کہ مباہلہ کرنے والے صادق (سچے) ہوں وبس۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم خدا اپنے عمل و کردار سے فیصلہ کر دیا (کہ لوگ جسے چاہیں صادق و صدیق مانیں مگر خدا اور رسول کی نظر میں) اس وقت یہی بزرگوار صادق تھے۔ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہمراہ لے گئے اسی بنا پر صاحب کشاف نے لکھا ہے "فیہ دلیل علی فضل اصحاب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الکساء (مشی) اقوی منہ ج ۱ ص ۱۹۳

چوتھا اعتراض

چوتھا اعتراض اس روایت پر کیا ہے کہ "ابو حارثہ نے کہا کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلبیت کو لے کر آئیں تو مباہلہ نہ کرنا اور اگر اصحاب کو لائیں تو پروانہ کرنا" ——— نصاریٰ کو اہلبیت سے اس قدر عقیدت کس وجہ سے تھی؟ ——— حسنینؑ اور جناب سیدہ کو انہوں نے کیسے دیکھ لیا؟ اس اعتراض کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ان کو اہلبیت نبوت سے یہ خوش اعتقادی اس لئے تھی کہ وہ (آپ جیسے) مسلمان نہیں تھے بلکہ نصرانی تھے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ قول اس بات پر مبنی نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت کون ہیں اور اصحاب کون؟ بلکہ اس امر کی بنیاد اس خیال پر تھی کہ مباہلہ میں موت و حیات کا سوال تھا اور یہ فطرتِ انسانی ہے کہ انسان خطرہ کے مقام میں اپنے خاندان کو نہیں لے جاتا بلکہ ان کو بچاتا ہے۔ بنابریں نصاریٰ نے اس امر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق و کذب کا معیار قرار دیا کہ اگر تو ان کو اپنی صداقت پر یقین ہے تو پھر اپنے خاندان والوں کو ساتھ لائیں گے اور اگر یہ یقین نہیں تو پھر اصحاب کو لائیں گے۔ چنانچہ حالات نے صورت حال واضح کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سب سے زیادہ قریبی عزیزوں کے ساتھ میدان مباہلہ میں نکلے۔ اس لئے نصاریٰ نے مباہلہ منظور نہ کیا، اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔

دوسرے امر کا اثبات

اب رہا دوسرے امر کا اثبات کہ یہ آیت مبارکہ حضرت امیرؑ کی خلافت بلافصل پر دلیل کیونکر ہے؟ تو مؤلف نے شیعہ استدلال کو صحیح انداز میں پیش نہیں کیا۔ یہ آیت وافی ہدایہ دو طرح حضرت امیرؑ اور حسنینؑ کی امامت پر نص صریح ہے (جناب سیدہؑ دلائل خارجیہ کی بنا پر اس سے خارج ہیں)

طریق اوّل

باوجودیکہ آیت میں، انفس، ابناء اور نساء تمام جمع کے صیغے موجود تھے اور الفاظ میں بہت آدمیوں کو ہمراہ لے جانے کی گنجائش تھی مگر باتفاقِ فریقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلام کی صداقت اجاگر کرنے کے لئے انفس کی جگہ صرف جناب امیرؑ، نساء کی جگہ صرف جناب سیدہؑ اور ابناء کی جگہ صرف حسنینؑ کو ہمراہ لے جانا سارے مسلمانوں بلکہ سارے عالم پر ان بزرگواروں کی افضلیت کی واضح دلیل ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ان سے افضل تو کجا اگر ان کے برابر بھی کوئی اور شخص موجود ہوتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے نظر انداز کر دیتے تو بوجہ ترجیح مرجوح بر راجح یا بوجہ ترجیح بلا مرجح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت و عدالت پر حرف آتا۔ اسی لئے علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف ج ۱ ص ۱۹۳ طبع مصر میں صاف صاف لکھ دیا ہے وفیہ دلیل علی فضل اصحاب الکساء (مشی)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اقوی منہ" اس واقعہ میں اصحاب کسا کی فضیلت کی اتنی بڑی دلیل ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی چیز ہو نہیں سکتی"۔ ــــــ بلکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مودۃ القربیٰ ہمدانی میں موجود ہے (علی ما نقلہ فی مفاتیح المطالب) فرمایا لو علم اللہ تعالیٰ ان فی الارض عباداً اکرم من علیؑ و فاطمہؑ والحسنؑ والحسینؑ لامرنی ان اباھل بھم و لکن اعزنی بالمباھلۃ مع ھؤلاء و ھم افضل الخلق فغلبت بھم الیھود والنصاریٰ۔ یعنی اگر خدائے تعالےٰ کے علم میں یہ بات ہوتی کہ زمین میں کچھ لوگ علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ سے زیادہ مکرم و محترم موجود ہیں تو وہ ضرور مجھے یہ حکم دیتا کہ میں ان کو ہمراہ لے جاکر مباہلہ کروں لیکن اس خدا نے مجھے صرف انہی (چار حضرات) کو ہمراہ لے جاکر مباہلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی لئے یہ ساری مخلوق سے افضل ہیں اور انہی کی وجہ سے میں نے یہود و نصاریٰ پر غلبہ حاصل کیا ہے"۔ اتنی بڑی فضیلت کو جس میں پورے عالم اسلام کی صداقت پوشیدہ ہے کوئی کوتاہ اندیش اور کور باطن یہ کہا کر خفیف کرنے کی کوشش کرے کہ "صرف چالیس پچاس آدمیوں کی آبادی کے قبضہ میں آجانے سے شوکت اسلام میں کیا اضافہ ہوا"۔ تو اس سے اس کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

بہر حال جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ حضرات افضل الخلق ہیں۔ تو اب عقل و نقل کا یہی فیصلہ ہے کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہوگا۔ وہی خلیفۃ النبی اور امام الناس ہوگا۔ کیونکہ افضل کو چھوڑ کر مفضول کو ہادی و رہنما ماننا عقل و نقل کے سراسر خلاف ہے!

طریق دوم جیسا کہ قبل ازیں چھٹے مسئلہ کے جواب میں واضح کیا جا چکا ہے کہ خداوند عالم نے اس آیت مباہلہ میں جناب امیرؑ کو نفس رسول قرار دیا ہے (خود جناب امیرؑ نے بروز شوریٰ اپنی اس فضیلت کبریٰ پر افتخار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ص۷۵ طبع مصر قدیم) یہ بات محتاج بیان نہیں کہ دو جسموں کا باہم ایسا اتحاد کہ انکی دوئیت ختم ہو جائے عقلاً محال ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ بجز مرتبۂ نبوت اور اس کے خصائص کے (جو بالاتفاق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص اور انہی پر ختم ہیں۔ جیسا کہ آیت خاتم النبیین اور حدیث منزلت یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ وغیرہ سے ثابت ہے) باقی سب فضائل و کمالات میں نفس رسول رسول کے مساوی اور ان کے ساتھ شریک ہیں۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منجملہ دیگر صفات و کمالات کے ایک یہ بھی ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہ وہ نہ صرف اپنی امت سے بلکہ تمام مخلوق خدا سے افضل اور ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

کے مصداق ہیں اور سب اہل ایمان کے مولیٰ اور ان کی جان و مال میں تصرف کرنے میں ان سے بھی اولیٰ ہیں (النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم) تو جو بزرگوار بنص قرآن نفس رسول ہوگا۔ وہ بھی تمام کائنات سے افضل اور رسول اسلام کے بعد انہی کی طرح تمام اہل ایمان کا مولیٰ و آقا اور ان پر حاکم ہوگا۔ ولا نعنی بالخلافۃ الا ھذا المعنی ——— امت کبریٰ اور خلافت عظمیٰ کے اس کے سوا اور کیا معنی ہیں؟ ——— الحمدللہ کہ ان بیانات شافیہ اور دلائل کافیہ کی روشنی میں یہ دوسری تنقیح بھی شیعان حیدر کرار کے حق میں ثابت ہوئی اور فیصلہ اہلسنت کے خلاف صادر ہوا ——— اور قطع نظر حضرت امیرالمومنین حضرت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خلافتِ بلافصل کے دوسرے سیکڑوں دلائل و براہین کے جن کے ذکر و شمار کے لئے کئی دفتر درکار ہیں۔ ع

سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لئے!

(اس موضوع پر جہاں اور ہزاروں کتابیں موجود ہیں، ہماری ایک کتاب بنام اثبات الامامت شائع ہو چکی ہے جس میں اس قسم کے عقلی و نقلی دلائل کی کافی مقدار موجود ہے) صرف انہی آیات و روایات کی روشنی میں جن پر مؤلف نے بزعم خود اعتراضات کئے تھے آپ کی خلافتِ بلافصل روزِ روشن کی طرح واضح و آشکار ہو گئی۔ مگر ان حقائق کو سمجھنے کے لئے، دیدۂ بینا، گوش شنوا اور عقل رسا اور سب سے بڑھ کر عدل و انصاف کی ضرورت ہے۔

ع دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے؟

لیکن اگر عقل پہ تقلید کی مہر، آنکھوں پہ تعصب کی پٹی اور کانوں پہ عناد کی چھاپ لگ جائے تو پھر ایسے راہرو کبھی کعبہ مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ ——— کعبہ پہنچنے کی بجائے ترکستان وغیرہ دور دراز ممالک کی جادہ پیمائی کرتے رہتے ہیں اور لانسلمہ (زمانوں) کا علاج خدا کے پاس بھی نہیں ہے (رہا جبر و اکراہ اور وہ جبر کرتا نہیں لا اکراہ فی الدین) یہی بات تو یہ ہے کہ

تہی داستان تمست راچہ سود از سپہر کامل

کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

الغرض ع جنھیں ہونا وہ ڈوبا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تنقیح سوم

کیا حضرت علیؑ خود طالب خلافت تھے؟ اس امر کا فیصلہ کرنے کیلئے کہ جناب امیرؑ وفات نبوی کے بعد خلافت حاصل کرنے کے شائق تھے اور اس کیلئے جدوجہد کی ـــــ یا یہ صرف جناب امیرؑ پر اتہام ہے۔

ہم جناب ممدوح کے چند اقوال نہج البلاغہ سے پیش کرتے ہیں جو جناب امیرؑ نے عباس اور ابوسفیان کے خطاب میں فرمایا۔ جب انہوں نے آپ کی بیعت کا ارادہ ظاہر کیا۔

(۱) نہج البلاغہ صـ۴۷ ص۲۷ طبع مصر ہے ـــــ ایھا الناس ـــــ ترجمہ، اے لوگو! فتنہ کی موجوں سے نجات کی کشتیوں میں بیٹھ کر طے کرو اور مسلمانوں میں منافرت پیدا کرنے کا طریق چھوڑ دو اور فخر و غرور کے تاج اتار دو۔ کامیاب وہ ہے جو وہ قوت بازو پر کھڑا ہو یا اطاعت کر کے اسائش حاصل کرے۔ یہ تلخ پانی ہے اور ایسا لقمہ کہ کھانے والے کا گلا پکڑتا ہے جو شخص میوہ کو تیار ہونے سے پہلے توڑتا ہے وہ ایسا ہے گویا دوسرے شخص کی زمین میں کھیتی کرے" اس خطبہ میں جناب امیرؑ اپنے دعوٰی خلافت کو قبل از وقت تصور کرتے ہیں۔

(۲) نہج البلاغہ صـ۲۱۶ میں ہے وانا لکم وزیراً خیر لکم منی امیراً۔ میرا وزیر رہنا تمہارے لئے امیر ہونے سے بہتر ہے) اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خلافت و امارت کے ہرگز خواہاں نہ تھے ـــــ خلفائے ثلاثہ کی وزارت کو اپنی امارت ـــــ پر ترجیح دیتا ہوں۔

(۳) نہج البلاغہ صـ۵۱۹ و صـ۲۴۴ طبع مصر میں ہے ـــــ (ترجمہ) خدا کی قسم مجھے خلافت کی خواہش نہ تھی۔ البتہ تم نے مجھے خلافت کی طرف بلایا اور اس پر مجھے برانگیختہ کیا۔" اس کلام سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے اپنے وقت میں بھی خلافت اپنی خواہش سے قبول نہیں کی بلکہ ـــــ مجبوراً ـــــ منصب خلافت اختیار کرنا پڑا ـــــ پھر جب اس قدر تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ آپ خلافت بلافصل تو کیا بلکہ اپنے وقت کی خلافت کے بھی چنداں خواہاں نہ تھے بلکہ قوم نے ـــــ مجبور کر دیا تھا تو یہ امر کہ آپ کو خلافت بلافصل حاصل کرنے کا اس قدر اشتیاق تھا کہ اس کے چھن جانے پر عوام کی طرح اپنی بیوی بچوں کو ہمراہ لے کر مہاجرین و انصار کے در بدر پھرتے رہے بالکل روافض کی گھڑت ہے اور تنقیح سوم بھی ہمارے حق میں خلاف شیعہ ثابت ہے (آفتاب صـ۲۱۹)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب

حضرت امیر المومنین کا سرکار رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد ہمیشہ ہر سہ دور خلافت میں اپنی خلافتِ حقہ کا دعوے کرنا مسندِ اقتدار پر متمکن ہونے والوں کو غاصب وجابر اور ان کی خلافت کو غاصبانہ وظالمانہ سمجھنا ایسے ناقابل انکار حقائق ہیں کہ تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والا باانصاف آدمی کبھی ان کے انکار کی جسارت نہیں کر سکتا۔ لیکن چونکہ ہمارے مؤلف نے حقائق ثابتہ کے انکار کا تہیہ کر رکھا ہے۔ اس لئے ان کی ضیافت طبع کے لئے ہم بڑے اختصار کے ساتھ پہلے آنجناب کا ادعائے خلافت ثابت کرتے ہیں۔ بعد ازاں ان کے پیش کردہ کلام کا صحیح مفہوم اور اس کا پس منظر بیان کیا جائے گا۔ انشاء۔ اور جہاں تک آنجنابؑ کا خلفاء ثلاثہ کی خلافتوں کو غاصبانہ سمجھنے کا تعلق ہے۔ ہم اس پر قبل ازیں "اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف" کے جواب میں تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں مزید ثبوت ملاحظہ ہو۔

حضرت امیرؑ خلفاء ثلاثہ کی خلافتوں کو غاصبانہ سمجھتے تھے

جناب امیرؑ فرماتے ہیں اما واللہ لقد تقمصها ابن ابی قحافة وانه ليعلم ان محلی منها محل القطب من الرحی ـــــ فصبرت وفی العين قذی وفی الحلق شجی ارى تراثی نهبا ۔ لوگو خدا کی قسم! ابو قحافہ کے فرزند نے پیراہن خلافت کو زبردستی پہن لیا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ میں (کمالات علمی وعملی کے لحاظ سے) خلافت کے لئے اتنا ہی گزیر ہوں جتنا چکی کیلئے وہ کھونٹا جس پر اس کی گردش منحصر ہوتی ہے ـــــ میں نے صبر کیا۔ حالانکہ آنکھ خاشاک وغبار سے اور حلقوم وگلو استخوان (اندوہ) سے سخت تکلیف میں تھا۔ میں اپنی میراث کو تاراج ہوتے دیکھتا رہا ـــــ نہج البلاغہ ترجمہ رئیس احمد ندوی ج ۱ ص ۱۳۶ وطبع مصر ص ۲۵/۲۶ فرق صرف اسقدر ہے کہ مصری میں ابن ابی قحافہ کی جگہ لفظ "فلان" مذکور ہے لیکن حاشیہ پر مفتی محمد عبدہ مصری نے اس کی تشریح ابو بکر بن ابی قحافہ سے کر دی ہے) (۲) فرماتے ہیں فواللہ مازلت مدفوعا عن حقی متاثرا علی منذ قبض اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ الی یوم الناس هذا۔ خدا کی قسم۔ جب سے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ کیا ہے۔ میں برابر اپنے حق سے محروم کیا جاتا رہا ہوں۔ مجھ پر دوسروں کو ترجیح دی جاتی رہی ہے۔ یہاں تک کہ آج (جہل کا) دن آگیا ہے اور لوگ امامۂ پیکار نظر آرہے ہیں (نہج البلاغہ ترجمہ ندوی ج ص ۱۴۷ (طبع مصر ص ۳۷ ج ۱)

(۳) فرماتے ہیں فلما مضی علیه السلام تنازع المسلمون الامر من بعده فواللہ ما کان یلقی فی روعی ولا یخطر ببالی ان العرب تنزع هذا الامر من بعده صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

من اھلبیتہ ولا انھم منحوہ عنی۔ پھر جب رسول گذر گئے۔ تو مسلمانوں میں حکومت پر اختلاف ہوا۔ بخدا میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ عرب رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس معاملے کو اہل بیت سے دور کر دیں گے بلکہ مجھے یقین تھا کہ معاملہ میرے ہاتھ ہی میں رکھیں گے (نہج البلاغہ ج ۲ ص۸۲۶ ترجمہ عبدالرزاق طبع آبادی طبع لاہور (طبع مصر ج ۲ ص۱۳)

(۴) ابوبکر صاحب کو خطاب کر کے فرماتے ہیں

ان کنت بالشوریٰ ملکت امورھم
فکیف بھذا والمشیرون غیب

اگر تم نے مشورے کے ذریعے ان (مسلمانوں) کے معاملات پر قبضہ کیا تو غلط تھا کیونکہ مشورہ دینے والے (ہم آل نبی) تو موجود نہ تھے۔

وان کنت بالقربیٰ حججت خصیمھم
فغیرک اولیٰ بالنبی واقرب

اور اگر رشتے کی دلیل سے حریف کو چپ کیا۔ تو تمہارا غیر (علیؑ) تو نبی سے زیادہ قریب اور تم سے بہتر ہے (نہج البلاغہ ندوی ۲ ص۹۰۲ (طبع مصر ج ۲ ص۱۹۵/۱۹۶)

وفات نبوی کے بعد عہد ثلاثہ میں حضرت علیؑ کا دعوائے خلافت

(۵) کتاب الامامۃ و السیاسۃ تالیف الامام الفقیہ ابی محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری المتوفی ۲۷۰ھ مطبوعہ مصر ص۱۲۰ پر لکھا ہے کہ جب جناب امیرؑ کو دربار خلافت اولیٰ میں لایا گیا اور ان سے بیعت کرنے کو کہا گیا تو آپ نے فرمایا "انا احق بھذا الامر منکم لا ابایعکم وانتم اولیٰ ببیعتی اخذتم ھذا الامر من الانصار وتاخذھا منا اھل البیت غصبًا ——— (الیٰ ان قال) فواللہ یا معشر المھاجرین نحن احق بہ ونحن احق بھذا الامر منکم۔ امر خلافت کا میں تم سے زیادہ حقدار ہوں۔ میں تمہاری بیعت نہیں کرتا۔ بلکہ تمہیں میری بیعت کرنا چاہیئے تم نے قرابت رسول کا استدلال کر کے انصار سے خلافت کو لیا اور اب ہم اہلبیت سے بھی اسے غصب کرنا چاہتے ہو؟ اے گروہ مہاجرین! خدا کی قسم ہم تمام لوگوں سے زیادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقدار ہیں۔ کیونکہ ہم ان کے اہلبیت ہیں ——— اور اس امر خلافت کے تم سے زیادہ سزاوار ہیں ——— (بالآخر بیعت کئے بغیر واپس گھر تشریف لے گئے)

(۶) روضۃ الاحباب ج ۲ ص۲۲۶ و روضۃ الصفاج ۲ ص۲۶۳ پر لکھا ہے کہ "ابوبکر علی را در مجمع مہاجرین خواند

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

علیؑ آمد موجب دریافت کرد عمر فاروق گفت کہ چنانچہ سائر اصحاب بیعت با ابابکر کردہ اند تو ہم بیعت کنی۔ علیؑ گفت من ہماں سخن کہ شما بر انصار حجت ساختہ اید وایں را اگر نشنید بر شما حجت می گردانم ـــ عمر گفت ترا نگذاریم تا بیعت نکنی یعنی ابوبکر نے مہاجرین کے مجمع میں حضرت علیؑ کو طلب کیا۔ چنانچہ آپ تشریف لائے اور بلانے کا سبب دریافت کیا عمر نے کہا جس طرح دوسرے اصحاب نے ابوبکر کی بیعت کی ہے آپ بھی کرلیں۔ حضرت علی نے فرمایا خلافت کے سلسلہ میں جو دلیل تم نے اپنے حق میں انصار کے سامنے پیش کی ہے۔ وہی دلیل میں تمہارے سامنے اپنے متعلق پیش کرتا ہوں ـــ عمر نے کہا جب تک بیعت نہیں کرو گے۔ ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے (بالآخر معاملہ طول پکڑ گیا اور آنجنابؑ بیعت کیے بغیر واپس دولت سرا تشریف لے گئے) (روضۃ الاحباب ج ۲ ص ۱۲۵)

(۷) تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۲ طبع مصر میں لکھا ہے کہ جناب امیرؑ نے ابوبکر کو خطاب کر کے فرمایا کنا نری ان لنا حقا فی ھذا الامر فاستبددتم بہ علینا ثم ذکر قرابتہ من رسول اللہ وحقہ فلم یزل علی یقول ذلک حتی بکی ابوبکر۔ ہم اس امر (خلافت) کو اپنا حق سمجھتے تھے مگر تم نے ازراہ ظلم وجور اسے ہم سے چھین لیا۔ پھر آنجنابؑ نے رسول خدا سے اپنی قرابت داری اور اپنے حقوق کچھ اس انداز سے بیان فرمائے کہ ابوبکر رو پڑے"۔

(۸) بخاری ج ۳ ص ۲۵ مسلم ج ۲ ص ۹۱ پر مذکورہ بالا مکالمہ بایں الفاظ درج ہے وذلک استبدادت علینا بالامر وکنا نحن نری لنا حقا لقرابتنا من رسول اللہ"۔ (مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہے)

ان حقائق کے باوجود یہ کہنا کہ حضرت علی نے کبھی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ اس کی کبھی خواہش کی۔ کھلم کھلا جھوٹ اور جناب امیر پر افترا و بہتان ہے وانما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون ـــ

اتمام حجت کی آخری سبیل

باقی رہا حضرت امیر علیہ السلام کا اپنے بیوی بچوں کو ہمراہ لے کر رات کے وقت مہاجرین وانصار کے دروازوں پر تشریف لے جانا۔ جسے مؤلف نے اپنی جہالت یا تجاہل سے "روافض کی گھڑت" قرار دیا ہے۔ یہ واقعہ اہلسنت والجماعۃ کی کتب معتمدہ میں بھی مذکور ہے ـــ ملاحظہ ہو ـــ الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۲ طبع مصر قدیم وخرج علی کرم اللہ وجہہ یحمل فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی دابۃ لیلاً فی مجالس الانصار تسئلھم النصرۃ فکانوا یقولون یا بنت رسول اللہ قد مضت بیعتنا لھذا الرجل ولو ان زوجک وابن عمک سبق الینا قبل ابی بکر ما عدلنا بہ فیقول علی کرم اللہ وجہہ افکنت ادع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ لم ادفنہ واخرج انازع

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الناس سلطانہ ؟ فقالت فاطمۃ ما صنع ابوالحسن الا ما کان ینبغی لہ ولقد صنعوا ما اللہ حسیبھم وطالبھم انتہی کلامہ خلاصہ مطلب یہ کہ حضرت علیؑ رات کے وقت جناب سیدہ دختر رسولؐ کو سوار کرکے انصار کے پاس لے جاتے۔ بی بی عالم ان سے نصرت طلب کرتیں اور لوگ معذرت کرتے ہوئے کہتے۔ اب ہم اس شخص (ابوبکر) کی بیعت کر چکے ہیں۔ اگر آپ کے شوہر پہلے آجاتے تو ہم ضرور انہی کی بیعت کرتے جناب امیر فرماتے۔ کیا میں رسول کو دفن کفن کے بغیر چھوڑ کر خلافت کا بکھڑا لے بیٹھتا؟ جناب سیدہ فرماتیں۔ ابوالحسنؑ (حضرت علیؑ) نے وہی کیا جو انہیں کرنا چاہیئے تھا اور جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے خدا ان سے اسکا محاسبہ کرے گا۔ چونکہ حصول حق کی خاطر آنجناب کی اس جدوجہد کو اس دور کے بعض کوتاہ اندیشوں نے حرص سے تعبیر کیا تھا اور آج بھی ایسے افراد کی کمی نہیں جو اسی نظریہ کے قائل ہیں۔ اس لئے خود جناب امیرؑ کے کلام سے طلب خلافت کا مقصد بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں اللھم انک تعلم انہ لم یکن الذی کان منا منافسۃً فی سلطان ولا التماس شیئ من فضول الحطام ولکن لنرد المعالم من دینک ونظھر الاصلاح فی بلادک فیامن المظلومون من عبادک وتقام المعطلۃ من حدودک (نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۹ طبع مصر) بارالہا! تو بہتر جانتا ہے کہ ہم سے جو کچھ ظاہر ہوا (مطالبۂ خلافت) وہ سلطنت کے حصول یا مال دنیا کی طلب کے لئے نہ تھا بلکہ صرف اس لئے تھا کہ ہم دین کے نشانات کو (ان کی) جگہ پر دیکھیں اور شہروں میں امن پیدا کریں۔ تاکہ تیرے مظلوم بندے امن میں ہو جائیں اور تیرے معطل شدہ احکام وحدود کو جاری کیا جا سکے۔"

مؤلف کے پیش کردہ کلام جناب امیرؑ کا جواب

اب آیئے حضرت امیرؑ کے اس کلام معجز نظام کا جائزہ لیں جسے مولف نے اپنے مقصد باطل کی تائید میں پیش کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے ـــــ جب یہ بات ناقابل انکار حقائق کی روشنی میں واضح ہو چکی ہے کہ حضرت امیرؑ خلافت نبوی کو بلا شرکت غیرے اپنا حق سمجھتے تھے اور ثلاثہ کی خلافت کو غاصبانہ وجائرانہ جانتے تھے اور جہاں تک آئینی طور پر اپنی اس رائے کے اظہار کا تعلق تھا وہ بھی آپ نے کئی بار ظاہر فرما دی تھی ـــــ مگر جناب امیر اسلام اور مسلمانوں کی اجتماعی بہبود کے پیش نظر اس قسم کی شورش اور ہنگامہ آرائی پسند نہیں فرماتے تھے جس سے خانہ جنگی تک نوبت پہنچ جائے (جیسا کہ کئی بار قبل ازیں آنجناب کے بزور شمشیر اپنا حق نہ لینے پر تبصرہ کیا جا چکا ہے) ـــــ لہٰذا جب ابوسفیان نے (جس کا کردار فتح مکہ سے پہلے کھلم کھلا اور بعد ازیں اسلامی لبادہ اوڑھ لینے کے بعد مخفی طور پر شجر اسلام کی بیخ کنی کرنے اور اسے صفحہ ہستی سے مٹانے کے متعلق جیسا کچھ تھا وہ (اسلامی تاریخ پر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نگاہ رکھنے والے) حضرات پر مخفی نہیں ہے جب وفاتِ نبوی کے بعد خلافت کا تنازعہ کھڑا ہوا

اور عامۃ الناس نے حقیقی وارثانِ رسول سے اعراض کر کے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی بڑے لطائف الحیل کے ساتھ جناب عباس کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا اور جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور ساتھ ہی یہ کہا وہ مدینہ کے گلی کوچوں کو سواروں سے بھر دیں گے۔ مگر جناب امیرؑ چونکہ اس کی شاطرانہ چالوں سے کما حقہ واقف تھے اور علی وجہ الیقین جانتے تھے کہ اس کا مقصد سوائے شورش و شرارت اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے اور کچھ نہیں۔ اس لئے اس کی پیشکش کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا ـــــ یہ واقعات تمام اسلامی تاریخوں میں تفصیل سے مذکور ہیں (ملاحظہ ہو طبری کامل۔ حاشیہ نہج البلاغہ مترجم ندوی ج ۱ ص ۴۶ وغیرہ)

دوسرے اور تیسرے نمبر پر جو کلام پیش کیا گیا ہے۔ ہمارے پاس نہج البلاغہ کا جو سہ جلدی مطبوعہ نسخہ موجود ہے (مع شرح محمد عبدہٗ و حمید الدین) اس میں اگرچہ یہ عبارتیں محولہ الصفحات پر بلکہ عجالۃً ادھر اُدھر سے تلاش کرنے پر بھی دستیاب نہیں ہو سکیں۔ مگر ہم تسلیم کئے لیتے ہیں۔ کلام ۲ سے ایسا واضح ہوتا ہے کہ یہ قتل عثمان کے بعد لوگوں کے اصرار بیعت پر آنجناب نے فرمایا ہے اور یہ ان کی لوگوں سے ناراضی کا غماز ہے۔ آنجناب یہ فرما رہے ہیں کہ میں نے تینوں خلافتوں کے دور میں اپنے حق کا اظہار کیا۔ مگر تم نے میری بات نہ سنی۔ اب جبکہ قریباً ۲۵ برس کا طویل عرصہ گذر چکا حالات بدل چکے۔ اگر میں امیر بن کر تمہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر چلاؤں گا۔ تو تمہیں شاق گذرے گا۔ میں اقتدار سے محروم رہ کر کلمہ حق کہتا رہوں اور بقدر استطاعت اصلاح امت کیلئے کام کرتا رہوں تو یہ تمہارے لئے بہتر رہے گا (اس میں ابوبکر یا عمر وغیرہ کی وزارت کا کوئی تذکرہ نہیں) یہ اس لئے بھی فرمایا کہ جناب کو بالہام ایزدی ان لوگوں کے نقضِ بیعت کا علم تھا تاکہ ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ مگر ان لوگوں نے اصرار کیا اور بیعت ہو گئی۔ چنانچہ جب ان ہی لوگوں میں سے بعض نے آنجناب کی مخالفت شروع کی اور بعض نے بیعت کر کے توڑ دی تو اس وقت آنجناب نے یہ کلام فرمایا۔ لہٰذا مجھے (چوتھے مرتبہ میں) اس خلافت کی کوئی رغبت نہ تھی ـــــ ویحق اللہ الحق بکلماتہ ولو کرہ المجرمون الحمد للہ۔ ان واقعات صحیحہ کی روشنی میں اس تقبیح سوم کا بھی بحق شیعہ خیر البریہ اور اہلسنت کے مخالف ہونا کالشمس فی رابعۃ النہار واضح و آشکار ہو گیا۔ اب صرف تقبیح چہارم باقی ہے سو ہم ثابت کریں گے کہ وہ بھی بحق شیعہ ہی ثابت ہے۔ انشاء اللہ۔ انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تنقیح چہارم

رہا یہ امر کہ آنجناب نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی یا نہ؟ سو یہ امر مسلمہ فریقین ہے کہ آپ نے اپنے وقت میں ہر سہ خلفاء کی بیعت کر لی۔ ہاں اہلسنت کا یہ اعتقاد ہے کہ آپ نے ان کو خلفاء حق سمجھ کر بطیب خاطر بیعت قبول کی اور شیعہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بیعت بطیب خاطر نہیں بلکہ بالجبر کی چنانچہ شیعہ کی تمام کتابوں میں یہ مضمون بالصراحت درج ہے کہ ابوبکر کی بیعت سے آپ پہلوتہی کرتے تھے۔ لیکن ان کو گردن میں رسی ڈال کر دربار صدیق میں لایا گیا اور اس لئے آپ کو جبراً و قہراً بیعت کرنی پڑی! سو کوئی مسلمان جس کے دل میں جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی نسبت ذرہ بھی عقیدت ہے ہرگز یہ باور نہیں کر سکتا کہ جناب شجاعت مآب پر کوئی چیرہ دستی کر کے اس سے بزور بیعت منواتا شیعہ کہتے ہیں کہ آپ پر زبردستی کی گئی ـــــ کیونکہ آپ کو صبر کرنے کا حکم تھا۔ لیکن کوئی عقلمند ـــــ اس رکیک عذر کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ ایک شخص کا حق زبردستی چھین لیا جائے۔ اس کی ـــــ بیوی ـــــ کو کوڑوں سے پیٹا جائے ـــــ اسقاط حمل کیا جائے اور وہ شخص صبر کرتا رہے۔ ایسے شخص کو حلیم و بردبار نہیں بلکہ ـــــ پرلے درجے کا بزدل اور بے غیرت کہا جاتا ہے۔ حاشا و کلا کوئی مسلمان ایسے دو زار عقل ڈھکوسلوں کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

بیعت کے متعلق شیعہ کے دو مختلف قول

شیعہ کا ایک قول تو یہ ہے کہ بذلت و رسوائی باندھ کر کھینچ گھسیٹ کر لے گئے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر ابوبکر کے ہاتھ میں دیا گیا اور اس طرح رسم بیعت بزور ادا ہوئی۔ جیسا کہ جلاء العیون اردو ج ۱ ص ۱۵۲ میں ـــــ لکھا ہے (بعد ازاں مذکورہ بالا مضمون کی روایت درج کر کے اس پر حاشیہ آرائی فرمائی ہے) بہرحال اس روایت میں واقعہ بیعت کو جناب امیر کی بے بسی و مجبوری کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے ـــــ لیکن شیعہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے ایک مصلحت سے ابوبکر کی بیعت بخوشی قبول کر لی۔ چنانچہ فروع کافی ج ۳ ص ۱۲۹ کتاب الروضہ میں یوں درج ہے ـــــ ترجمہ ندارہ نے امام جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا۔ لوگوں نے جب یہ بات کی کہ بیعت ابوبکر کی کر لی تو امیر کے لئے اور کوئی امر اس سے مانع نہ تھا کہ اپنی بیعت کی طرف لوگوں کو بلاتے سوائے اسکے کہ آپ کو خوف ہو گیا تھا کہ اگر بیعت ابوبکر سے ہٹا کر اپنی بیعت کی طرف بلائیں تو لوگ اسلام ہی سے پھر جائیں اور رسالت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منکر ہو جائیں اور آپ اس بات کو زیادہ پسند کرتے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تھے کہ ان کو اس (بیعت ابوبکر) پر ٹھہرا رہنے دیں۔ اس سے کہ وہ سرے سے اسلام ہی چھوڑ بیٹھیں اور بہر حال وہ لوگ ہلاک ہو گئے جو بیعت ابوبکر پر متفق ہو گئے۔ ہاں جو لوگ اس منصوبہ میں شامل نہ تھے اور لوگوں کی دیکھا دیکھی بغیر علم و عداوت امیر المومنین ایمیں داخل ہو گئے۔ وہ کافر نہیں ہوئے نہ اسلام سے خارج ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی خلافت کے استحقاق کو چھپا رکھا اور مجبور ہو کر بیعت کر لی۔ جبکہ اپنے مددگار نہ دیکھے (اسی مقام پر متن کے لفظ "بخوشی قبول کر لی" پر حاشیہ ۱ میں شرح نہج البلاغہ مصنفہ سلطان محمود طبرسی ج ۲ سے ایک عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "روایت ہے کہ پہلے لوگوں کی توجہ امیر کی طرف تھی جب جناب سیدہ فوت ہوئیں تو لوگوں کی توجہ کم ہو گئی۔ تو آپ اپنے گھر سے نکلے۔ اور بیعت ابوبکر کر لی" اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ نے دیکھا کہ صحابہ کلہم بیعت ابوبکر پر متفق ہو گئے اور آپ کا ساتھ بالکل چھوڑ دیا گیا ہے اور حالت ایسی نازک ہو گئی کہ ——— آپ اپنی بیعت منانا چاہیں تو لوگ اسلام ہی کو خیرباد کہہ دیں تو آپ نے اپنے استحقاق کو اپنے سینہ ہی میں مخفی رہنے دیا ——— اور مصلحتاً خود بھی بیعت کر لی ——— نہ کوئی ناگوار قصہ پیش آیا ——— ایسے متعارض اقوال کے ہوتے ہوئے شیعہ اپنے دعوے میں کامیاب نہیں رہتے اور بلا شبہ تنقیح بحق اہلسنت ——— خلاف اہل تشیع ثابت ہو جاتی ہے۔

فیصلہ جب ہر چہار تنقیح بحق اہل سنت ——— خلاف شیعہ قرآن و حدیث و احادیث ائمہ اہلبیت و اقوال جناب امیرؑ سے ثابت ہو گئے تو دعوئے شیعہ باطل قرار دیا جا کر ڈگری بحق اہل السنۃ خلاف شیعہ صادر کی جاتی ہے کہ امامت و خلافت ایک ہی چیز ہے اور حضرت امیر کی خلافت بلا فصل پر کوئی نص قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے اور انتخاب خلافت شوریٰ مہاجرین و انصار و اتفاق اہل حل و عقد سے عین منشاء ایزدی سے ——— ہوتا رہا۔ جناب امیر ہرگز طالب خلافت نہیں تھے اور انہوں نے برضا و رغبت ہر سہ خلفاء کی بیعت کی ——— شیعہ کا یہ سب شور و شغب ان کی لاعلمی اور جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے ——— اب خلافت کی بحث ختم ہو چکی اور دلائل سے ہم نے اپنے مدعا کو ثابت کر دیا جس کا جواب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ (آفتاب صد ۲۲۲)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب

مؤلف نے اس تنقیح میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ بچند وجہ غلط ہے۔

اوّلاً:۔ ان کا یہ کہنا کہ مسلمہ فریقین ہے کہ آپؑ (حضرت علیؑ) نے ہر سہ خلفاء کی بیعت کی:" یہ بات بالکل خلاف واقع ہے۔ جبکہ بہت سے شیعہ علماء محققین مثل حضرت شیخ مفیدؒ جناب سید مرتضٰےؒ علم الہدیٰ وغیرہم اس بیعت کے قائل ہی نہیں۔ نہ جبراً اور نہ اختیاراً۔

ثانیاً:۔ ان کا یہ کہنا کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ آپ نے ان ثلاثہ کو خلفاء حق سمجھ کر برضا و رغبت بیعت کی اور شیعہ کہتے ہیں کہ بالجبر کی ـــــ یہ بھی حقائق کے سراسر خلاف ہے۔ ہم عنقریب واضح کریں گے (اگرچہ تیسری تنقیح کے جواب میں بھی ایسا مواد موجود ہے) کہ خود اہلسنت کی کتب معتبرہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ بیعت ہوئی تو بڑے جبر و تشدد اور خرابی بسیار کے بعد واقع ہوئی۔

ثالثاً:۔ مؤلف نے ص۲۱۹ پر تو یہ تسلیم کیا ہے کہ "شیعہ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بیعت بطیب خاطر نہیں بلکہ بالجبر کی چنانچہ شیعہ کی تمام کتابوں میں یہ مضمون بالصراحت درج ہے"۔ لیکن ص۲۲۱ پر لکھا ہے۔ لیکن شیعہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے ایک مصلحت سے حضرت ابوبکر کی بیعت بخوشی کر لی۔ اب ان دو متضاد دعوؤں میں سے کس کو صحیح تسلیم کیا جائے؟ سچ ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ بہر حال پھر بھی غنیمت ہے کہ ؎

ساتھ انکار کے پردہ میں کچھ اقرار بھی ہے

رابعاً:۔ مؤلف نے ص۲۲۱ دعوے یہ کیا ہے کہ شیعہ کا دوسرا قول یہ ہے ـــ "بیعت بخوشی قبول کرلی" اور ثبوت میں روضۂ کافی سے جو مرسل و مقطوع روایت پیش کی ہے (جو بجائے خود ناقابل اعتماد ہے) اس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ "بایع مکرھا حیث لم یجد اعوانا"۔ جس کا ترجمہ خود مؤلف نے یہ کیا ہے "اور مجبور ہو کر بیعت کر لی جبکہ اپنے مددگار نہ دیکھے"۔ اگر بخوشی بیعت کرنے کا یہی مفہوم ہے کہ مددگار نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً بیعت کر لی"۔ تو پھر جبر و اکراہ کا مطلب کیا ہے؟ کیا دعوے و دلیل میں مطابقت اسی چیز کا نام ہے؟ دعویٰ کچھ اور دلیل کچھ؟

خامساً:۔ مؤلف نے عنوان بیعت کے متعلق شیعہ کے دو مختلف قول" کے تحت جو کچھ کہا ہے (ایک فریق بیعت بالجبر اور دوسرا بالرضا کا قائل ہے) وہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ دراصل وہ دو قول یہ ہیں (۱) پہلا یہ کہ بیعت ہرگز واقع ہی نہیں ہوئی نہ بالجبر اور نہ بالرضا (۲) دوسرا یہ کہ واقع تو ہوئی ہے۔ مگر جبر و اکراہ کے ساتھ (جیسا کہ کتب اہلسنت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کما سیظہر انشاء اللہ)

سادساً:۔ روضۂ کافی والی حدیث میں وارد شدہ لفظ فکذالک کتم علی امرہ کے متعلق مؤلف نے جو یہ لکھا ہے کہ "آپ نے اپنے استحقاق خلافت کو اپنے سینہ میں مخفی رہنے دیا" درست

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نہیں ہے ہم تیسری تنقیح کے جواب میں دلائل قطعیہ سے آنجنابؑ کا اپنے استحقاقِ خلافت کا بار بار اظہار کرنا ثابت کر چکے ہیں۔ ہاں البتہ انھوں نے اس سلسلہ میں زور آزمائی کرنے کو اسلام اور مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے خلاف سمجھا۔ لہٰذا یہاں بھی اس جملہ کا یہی مفہوم ہے کہ آنجنابؑ نے امت مسلمہ کے مرتد ہو جانے کے اندیشہ سے اپنا حق لینے کے سلسلہ میں ہنگامہ آرائی اور زور آزمائی نہیں فرمائی۔ بلکہ اس صدمہ کو برداشت کر گئے ——

پہلے گروہ یعنی منکرین بیعت کے دلائل کا ایک شمہ

شیعہ علماء محققین کا وہ طبقہ جو سرے سے اس بات کا منکر ہے وہ اپنے اس نظریہ کی صحت پر بکثرت دلائل قاطعہ رکھتا ہے۔ جن سب کا یہاں ذکر کرنا موجبِ طوالت ہے۔ مختصر یہ کہ لفظ "بیعت" باب مفاعلہ (بایع یبایع مبایعۃ) کے مصدر (مبایعت) (جس کے معنی ہیں باہمی خرید و فروخت) سے حاصل مصدر ہے۔ جس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ بیعت کرنیوالا اپنا دین و ایمان اور اپنے امورِ دنیا و دین اس شخص کے حوالے کر دیتا ہے جس کی بیعت کرتا ہے اور اس کے عوض اس سے جنت لیتا ہے۔ لیکن جو بزرگوار بمطابق فرمان رسول خود قسیم الجنۃ والنار ہو (کنز العمال ج ۶ ص ۲۰۱۔ صواعق محرقہ باب ۵ ص ۷۵ فصل ۱ ریاض نضرہ ج ۲ ص ۱۷۲/۱۷۱، ص ۲۰۳ وغیرہ) اور جو خلافت کو بلا شرکت غیرے اپنا حق سمجھتا ہو (تیسری تنقیح کا جواب ملاحظہ کریں)، جو رسول کے بعد ساری کائنات سے افضل ہو (ساتویں دلیل اور اس کا جواب بذیل آیت مباہلہ ملاحظہ ہو) اور جو ابو بکر و عمر کو گنہگار، خیانتکار، دروغگو اور غدار سمجھتا ہو (صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۰ مع شرح نووی تفصیل "اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف" کے جواب میں ملاحظہ ہو) اس کے متعلق ایک لمحہ کیلئے بھی کوئی صحیح الدماغ آدمی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ وہ کسی کی بھی اور بالخصوص ابو بکر و عمر جیسے اشخاص کی بیعت کرے؟! حاشا و کلا ——

ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است!

دوسرے طبقہ یعنی جبری بیعت کے قائلین کے مختصر دلائل

جو طبقہ اس کا قائل ہے کہ بیعت واقع ہوئی تو وہ بھی یہ کہتا ہے کہ یہ بڑے جبر و اکراہ کے بعد عمل میں آئی۔ یہ تو مولف نے تسلیم کر ہی لیا ہے کہ "شیعہ کی تمام کتابوں میں یہ مضمون بالصراحت درج ہے (آفتاب ص ۲۱۹) اس لئے اس سلسلہ میں شیعہ کتابوں سے حوالہ جات پیش کرنے کی ضرورت نہیں (جو ویسے بھی اصولِ مناظرہ کے خلاف ہے) ہاں بموجب

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہم اہلسنت والجماعت کی کتب معتبرہ سے اس بیعت کا بالجبر والاکراہ ہونا ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن قتیبہ دنیوری اپنی مشہور عالم کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص۱۲ طبع مصر بذیل عنوان "ابا ائمۃ علی کرم اللہ وجھہ بیعۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ" (یعنی علی کرم اللہ وجہہ کا بیعت ابی بکر سے انکار) ــــ رقمطراز ہیں "ان ابا کر رضی اللہ عنہ تفقد قوماً تخلفوا عن بیعتہ عند علی کرم اللہ وجھہ فبعث الیھم عمر فجاء فنادا ھم وھم فی دار علی فابوا ان یخرجوا فدعا بالحطب وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن اولاحرقنھا علی من فیھا فقیل لہ یا ابا حفص ان فیھا فاطمۃ فقال وان۔ یعنی ابو بکر نے ایک جماعت کو نہ پایا۔ جو ان کی بیعت سے گریز کرتے ہوئے حضرت علی کے ہاں قیام پذیر تھے چنانچہ انہوں نے عمر کو ان کے پاس بھیجا۔ انہوں نے جاکر ان کو آواز دی۔ مگر انہوں نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا عمر نے لکڑیاں منگوائیں اور (دھمکیاں دیتے ہوئے) کہا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے۔ باہر نکلو ورنہ میں گھر والوں سمیت گھر کو جلا دوں گا۔ ان سے کہا گیا اے حفصہ کے باپ! اس گھر میں تو فاطمہؑ بھی ہیں؟ کہا اگرچہ وہ بھی ہوں ــــ تو اس کے بعد لکھا ہے اس دھمکی کے بعد سوائے جناب امیرؑ کے دوسرے لوگ تو باہر نکل آئے اور جاکر بیعت کر لی۔ مگر ہنوز حضرت علی گھر ہی میں تھے ان کے متعلق ص۱۳ پر لکھا ہے) وبقی عمر ومعہ قوم فاخرجوا علیاً فمضوا بہ الی ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انا لم افعل فمہ؟ قالوا اذاً واللہ الذی لا الہ الا ھو نضرب عنقک یعنی عمر اور اس کے ساتھ ایک جماعت (دروازہ فاطمہؑ پر) باقی رہ گئی۔ چنانچہ وہ حضرت علیؑ کو گھر سے نکال کر ابو بکر کے پاس لے گئے وہاں ان سے کہا گیا کہ بیعت کرو! آپ نے فرمایا! اگر بیعت نہ کروں تو پھر کیا ہوگا؟ کہا اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر بیعت نہیں کرو گے تو ہم آپ کی گردن اڑا دیں گے" ــــ اہل عقل وانصاف بتائیں کیا اسی چیز کا نام رضا ورغبت ہے؟ اور اگر یہی رضا ورغبت ہے تو پھر جبر واکراہ کس جانور کا نام ہے؟

(۲) الامامۃ والسیاسۃ میں اگرچہ ہر قسم کے جبر وتشدد کا تذکرہ تو موجود ہے مگر اس میں اس امر کی وضاحت نہیں کی گئی کہ حضرت امیرؑ کو کس حالت میں گھر سے نکال کر دربار میں لے جایا گیا؟ اس کی تفصیل شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی (سنی) ج ۲ ص۲۷ طبع مصر میں مذکور ہے لکھا ہے "وتخلف علی عن بیعۃ ابی بکر فاخرج ملببا یمضی بہ رکضاً" یعنی حضرت علیؑ نے ابو بکر کی بیعت سے تخلف کیا۔ تو ان کو گریبان سے پکڑ کر (یا گردن میں کوئی چیز ڈال کر) اور کھینچ کر روان دواں لایا گیا"

(۳) تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت لینے کے لئے جبر واکراہ کے ساتھ حضرت امیرؑ کو دربار خلافت میں لانے کے واقعات اس قدر مشہور ومسلم تھے کہ معاویہ نے اپنے بعض خطوط میں جناب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

امیرؑ کو طعنہ دیتے ہوئے لکھا تقاد کما یقاد الجمل المخشوش حتی تبایع۔ تمہیں دربارِ خلافت میں یوں پکڑ جکڑ کر لایا جاتا تھا جس طرح (مست) اونٹ کے ناک میں نکیل ڈال کر کھینچا جاتا ہے تب آپ بیعت کرتے تھے! (العقد الفرید ج ۲ ص ۲۲۴ طبع مصر) جناب امیرؑ نے اس طنز آمیز خط کا جو حکیمانہ جواب بالصواب دیا ہے وہ علاوہ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۲۴ کے خود نہج البلاغۃ (ج ۲ ص ۳۸ طبع مصر) پر بھی مذکور ہے۔ فرماتے ہیں۔ یا معاویہ! اردت ان تذم فمدحت و تفضح فافتضحت و لعمر اللہ فما علی المسلم من غضاضۃ فی ان یکون مظلوماً۔ اے معاویہ! خدا کی قسم تو نے ارادہ تو یہ کیا تھا کہ (یہ طعنہ دے کر) میری مذمت کرے لیکن تو نے تو (لاشعوری طور پر میری) مدح کر دی اور چاہا تھا کہ مجھے رسوا کرے مگر خود رسوا ہو گیا۔ کیونکہ مسلمان کے لئے مظلوم ہونا عیب نہیں ہے (اور یہ تو نے تسلیم کر لیا ہے کہ میں خلفاءِ ثلاثہ کے دور میں مظلوم رہا ہوں") ہاں البتہ ظالم ہونا عیب ہے جس سے میرا دامن صاف ہے"۔

(۴) اس کلام کے ذیل میں مفتی محمد عبدہٗ لکھتے ہیں "طعن معاویۃ علی الامام بانہ کان یجبر علی مبایعۃ السابقین من الخلفاءؓ یعنی معاویہ نے امام (حضرت علیؑ) کو یہ طعنہ دیا تھا کہ ان کو سابقہ خلفاء (ثلاثہ) کی بیعت پر مجبور کیا جاتا تھا" (حاشیہ نہج البلاغہ ج ۲ ص ۳۸ طبع مصر) ان حقائق کی روشنی میں آفتاب عالمتاب کی طرح روشن و منور ہو گیا کہ اگر بالفرض حضرت علیؑ نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی بھی ہے تو وہ بہت ہی جبر و اکراہ اور ناخوشگوار واقعات کے بعد!! ہے کہ ایسی بیعت بجائے اس کے کہ اصحاب ثلاثہ کیلئے باعث فضیلت ہو یہ تو اللہ اُن کے لئے وزر و وبال کا باعث ہے اور ان کے ظلم و جور کو طشت از بام کرنی ہے جس سے نہ صرف ان کی خلافت کا بطلان ثابت ہوتا ہے بلکہ ان کے ایمان و اسلام کی ناؤ بھی عین منجدھار میں ڈوبتی ہوئی نظر آتی ہے! فھل من مدکر؟؟ سنیو!

ع نہ سمجھو گے تو پھر سمجھو گے تم یہ چیستاں کب تک؟

ازالۂ شبہ اس مقام پر مؤلف نے دوستی کی آڑ میں جناب امیرؑ کے متعلق جو نازیبا کلمات استعمال کئے ہیں کہ ایسے مصائب کے وقت صبر کرنے والے مرد کو پرلے درجے کا بزدل اور بے غیرت کہا جاتا ہے۔ اس سے ان کی ناصبیت کا پردہ بالکل چاک ہو گیا ہے ورنہ جس شخص کے دل میں حضرت امیرؑ کی ذات جامع کمالات کی نسبت ذرہ بھر بھی عقیدت و ارادت ہو وہ ہرگز ایسے الفاظ استعمال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ بہرحال مؤلف جو چاہیں کہیں اور لکھیں اور جناب امیرؑ کے اس فوق العادہ صبر و ضبط پر جس انداز میں چاہیں تبصرہ کریں ہم اس مبحث امامت کی دوسری تنقیح کی تیسری دلیل کے جواب میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

موضوع پر کما حقہ روشنی ڈال چکے ہیں کہ ایسے جانگداز حالات میں جناب امیرؑ خیبر گیر نے تلوار کیوں نہ اٹھائی؟ اسی مقام پر دیگر مصالح و حکم کے علاوہ یہ امر بھی کتب اہلسنت سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ ان کو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاکیدی وصیت بھی تھی کہ وہ ان جوصفہ شکن مصائب پر صبر و شکیبائی سے کام لیں۔ اس لئے انہوں نے صبر و ضبط سے کام لیا۔ لہٰذا یہ بات ان کے کمال ایمان اور کمال شجاعت کی بیّن دلیل ہے کہ باوجود ایسے صبر شکن حالات کے بھی وصیت نبوی کے پاس اور اسلام کے مفاد کی خاطر طاقت استعمال نہ کی اور شجاعت اسی کا نام ہے کہ جب قدم اٹھانا مناسب ہو۔ اس وقت پُر جگری کے ساتھ آگے قدم بڑھایا جائے۔ اگرچہ جان بھی چلی جائے۔ اور جب سکوت کی ضرورت ہو تو تحمل سے کام لیا جائے۔ اگرچہ انتہائی ناگوار واقعات کا بھی سامنا کرنا پڑے"!!

وضاحت آفتاب ہدایت چونکہ باپ (مولوی کرم الدین صاحب) اور بیٹے (قاضی مظہر صاحب) بلکہ پوری جماعت خدام اہلسنت کی مشترکہ کد و کاوش اور کاہش کا نتیجہ ہے اس لئے بموجب "آنچہ پدر نتواند پسر تمام کند" متعدد مقامات پر قاضی صاحب کے حواشی موجود ہیں منجملہ ان کے ایک یہی مقام ہے چنانچہ کتاب کے صفحہ ۲۲۱ کے حاشیہ پر کسی مجہول الاسم اور مجہول المؤلف شرح نہج البلاغہ سلطان محمود کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ جب جناب سیدہؑ فوت ہوئیں تو لوگوں کی توجہ حضرت علیؑ سے کم ہو گئی تو آپؑ اپنے گھر سے نکلے اور بیعت ابوبکر کر لی" —— یہ بات بسر وجہ اثبات مدعا سے قاصر ہے۔

اولاً:۔ اس نام کی کوئی شرح شیعوں میں موجود نہیں ہے۔ یہ کوئی فرضی شرح ہے یا پھر لکھنے والا کوئی سنی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب نے بھی نقل در نقل سے کام لیا ہے ورنہ صفحہ یا جلد یا مطبع کا حوالہ ضرور دیتے؟

ثانیاً:۔ اس میں لفظ "روی" موجود ہے۔ جس کا ترجمہ ہے "روایت کی گئی ہے"۔ اب اس کا راوی کون ہے؟ قابل اعتبار ہے یا ناقابل اعتماد؟ سنی ہے یا شیعہ؟ کچھ معلوم نہیں۔ اس لئے اہل علم لفظ "روی" "حکی" "نقل" یا "قیل" کو ضعف و کمزوری کی علامت سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہونے کی بنا پر ناقابل استدلال ہے۔

ثالثاً:۔ دلائل خارجیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے راوی اہلسنت ہیں چنانچہ ان کی سب سے بڑی مستند کتاب صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۶۰۱ طبع مجتبائی دہلی میں لکھا ہے "وکان لعلیؑ وجہ حیات فاطمۃ فلما توفیت استنکر علیؑ وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر و مبایعتہ ولم یکن یبایع تلک الاشہر یعنی جب تک جناب فاطمہؑ زندہ تھیں تب تک (لوگوں کی نظروں میں) حضرت علیؑ کی کچھ وقعت تھی مگر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جب جناب سیدہؑ وفات پاگئیں تو حضرت علیؑ نے دیکھا کہ لوگ بالکل ان سے روگردان ہو گئے ہیں۔ اب ابوبکر سے مصالحت و مبایعت کرنا چاہی۔ لیکن ان مہینوں میں (جن میں جناب سیدہ زندہ تھیں یعنی بقول اہلسنت وفات نبوی کے چھ ماہ بعد تک) حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی۔" اس سے بھی (بنا بر تسلیم) یہی ثابت ہوتا ہے کہ حالات حاضرہ سے مجبور ہو کر آنجنابؑ نے ابوبکر کی بیعت کی جو دوسرے معنوں میں صرف ایک قسم کی مصالحت تھی! ورنہ بات بالکل روشن ہے کہ اگر حضرت علیؑ۔ ابوبکر کو خلیفۂ برحق اور بیعت کے قابل سمجھتے تھے تو پھر چھ ماہ تک توقف کرنے کا کیا مطلب تھا؟؟

کشف حقیقت

نیز اس روایت کے آخری جملہ (ولم یکن لیبایع تلک الاشھر) نے ان لوگوں کے خیال کو بھی محال ثابت کر دیا جو یہ انوکھا راگ الاپا کرتے ہیں کہ یہ چھ ماہ بعد والی بیعت ثانیہ (دوسری بیعت) تھی اور سابقہ واقعات نے اس بے سروپا قصہ کو باطل کر دیا جس میں مذکور ہے کہ جب حضرت علیؑ کو ابوبکر کے خلیفہ بننے کی اطلاع ملی۔ تو نہ سر پر عمامہ رکھا نہ کاندھوں پر چادر اوڑھی بلکہ ننگے پاؤں دوڑے آئے اور آتے ہی بیعت کر لی۔ مبادا کپڑے پہننے میں دیر ہو جائے۔" سبحان اللہ ھذا بہتان عظیم! ظاہر ہے کہ بنا بر اصول اہلسنت۔ بوقت تعارض روایات بخاری کی روایت کو مقدم سمجھا جائے گا۔ کما لا یخفیٰ۔

آخری فیصلہ

ہمیں رہ رہ کر مؤلف کی روش و رفتار پر تعجب ہوتا ہے کہ خود ہی مقدمہ دائر کرتے ہیں۔ خود ہی کرسی عدالت پر براجمان ہو جاتے ہیں اور پھر خود ہی اپنے حق میں فیصلہ صادر کر دیتے ہیں۔ گویا ؎

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

ہے اس دھاندلی یا سادگی کی کوئی حد؟

؎ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا ✣ لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

شائد انہوں نے اپنے خلیفہ اوّل یہ روش سیکھی ہے کہ مدعا علیہ بھی اپنے حق میں فیصلہ کر کے مدعی کے خلاف ڈگری کر سکتا ہے

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے؟

اور جہالت مرکبہ کا یہ عالم ہے کہ اپنے تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور دلائل کو بزعم خود اتنا مضبوط سمجھتے ہیں کہ قیامت تک کوئی شیعہ ان کا جواب نہیں دے سکتا! جوابدہی میں اتنی تاخیر بھی صرف اس لئے ہوئی کہ علماء نے اس مزخرف کتاب کو توجہ و جواب کے قابل ہی نہ سمجھا تھا۔ ورنہ ان کی زندگی میں بھی ان کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس خام خیالی کا پردہ چاک ہو جاتا (جس کا ہمیں بہرحال افسوس ہے) اب ہم نے ان کی چاروں تنقیحات کے جواب میں تو تحقیقی اور الزامی حقائق پیش کر دیئے ہیں۔ ہم بجائے اپنی طرف سے کچھ کہنے کے دنیا کے تمام انصاف پسند، منصف مزاج حقیقت شناس اور طالبانِ حقیقت لوگوں پر اس بات کا فیصلہ چھوڑتے ہیں کہ ہر چہار تنقیح بحق اہلسنت ثابت ہیں یا بحق شیعہ غیر البریہ؟ ہم علی وجہ البصیرۃ یہ کہہ سکتے کہ ان پیشکردہ حقائق کے پیش نظر دنیا کا ہر منصف مزاج انسان شیعیانِ حیدر کرارؓ کے حق میں فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گا ـــــ ہم نے ہر کیف اتنے بڑے چیلنج کا مکمل و مدلل اور مفصل جواب حاضر کر دیا ہے ؏

خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم!

ان فی ذلک لایات لقوم یعقلون۔

مطاعنِ شیعہ ہر چند شیعہ کے مطاعن کے شافی جواب کتب متقدمین اہل السنت والجماعت میں دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن شیعہ اس سے اغماض کر کے پھر نئے رنگ میں انہی اعتراضات کو دھرایا کرتے ہیں۔ اس لئے یہاں ان کے مطاعن کو ایک ایک کر کے پہلے لکھ کر ان کے دندان شکن جواب دے جاتے ہیں ـــــ

پہلا طعن جناب صدیق اکبرؓ کی نسبت یہ ہے کہ آپ نے جیش اسامہ سے تخلف کیا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کو خود تیار کر کے ـــــ روانہ کیا اور سب کو ـــــ متعین کر کے بڑی تاکید ـــــ سے فرمایا جھزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنھا (اسامہ کے لشکر کو تیار کرو۔ جو شخص اس سے تخلف کرے گا۔ مورد لعنت ہو گا)

جواب اس طعن کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجہیز جیش اسامہ کا جو حکم فرمایا۔ اس کی تعمیل صدیق اکبرؓ نے بوجہ احسن کی ـــــ ۲۶ صفر کو پیر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ رومیوں کی سرکوبی کے لئے زید بن حارثہ کے انتقام کی مہم روانہ کی جائے۔ آپ نے منگل کے روز اسامہ بن زید کو اس لشکر کا امیر نامزد فرمایا۔ بدھ کو ـــــ بیمار ہو گئے ـــــ خمیس کو باوجود بیماری کے بدست خود علم کی درستی فرمائی اور اسامہ کو فرمایا اغز بسم اللہ فی سبیل اللہ وقاتل من کفر باللہ۔ اسامہ حسب ارشاد ہوئی علم ـــــ لے کر نکلے اور نشان بریدہ بن حصیب اسلمی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے حوالہ کر دیا اور مقام جرف میں پڑاؤ کیا جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ـــــ
اصحاب کبار ـــــ صدیق و فاروق، عثمان، علیؑ اور دیگر اکابر اصحاب نے بھی ـــــ
تیاری کر کے اپنے خیمے مقام مذکور میں بھیج دیئے۔ اتنے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم
کی بیماری میں تیزی ہوگئی اور عشاقِ رسول بے قرار ہوگئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے
حضرت ابو بکر کو اپنی جگہ امامت پر مامور فرمایا (کتب فریقین میں اس کا ذکر موجود ہے)
۱۰ ربیع الاوّل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو مرض سے کسی قدر افاقہ ہوا ـــــ اسامہ
کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغلگیر فرما کر دعا فرمائی۔ اسامہ کوچ کے لئے تیار تھے ـــــ
ام ایمن اور اسامہ ـــــ کہنے لگیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حالت نازک ہوگئی ہے
اسامہ ـــــ یہ خبر سن کر ششدر رہ گئے۔ اور کمریں کھول دیں ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے وصال کے بعد جب تجہیز و تدفین سے فراغت ہوئی اور منصبِ خلافت پر صدیق
اکبر جاگزیں ہوئے تو اسامہ نے پھر مقام جرف میں جھنڈا گاڑ دیا ـــــ اسی اثنا میں مدینہ
خبر پہنچی کہ بعض قبائل مرتد ہوگئے ہیں اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ بعض صحابہ نے
حضرت ابو بکر ـــــ سے عرض کی کہ اس موقعہ پر لشکر اسامہ کی روانگی ـــــ ملتوی کر دی جائے
لیکن صدیق اکبر نہ مانے ـــــ اور کہا جس لشکر کو آقائے نامدار تیار کر چکے ہیں میں اس کو کبھی
نہیں روک سکتا ـــــ اگرچہ منافقین مدینہ و مضافات میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔
القصہ لشکر اسامہ کو آپ نے مکمل ساز و سامان سے لیس کر کے روانہ کیا اور حضرت عمر کو
حضرت اسامہ سے اجازت لے کر ہمراہ خود لیا ـــــ اسامہ منزل مقصود پر پہنچے جدال و
قتال کر کے حدود شام کو مفتوح کیا اور مدینہ میں با فتح و ظفر واپس آئے۔ اسویہ اعتراض
ـــــ کہ آپ نے لشکر اسامہ کی تجہیز میں کوتاہی کی درست نہیں ہو سکتا کیوں کہ آپ نے اس لشکر
ـــــ کو پورے ساز و سامان سے تیار کر کے روانہ کیا اور حکم کی تعمیل کا حق ادا کیا اور اگر ـــــ
یہ اعتراض ہے کہ ـــــ خود نہیں گئے تو اعتراض ـــــ جہالت اور لاعلمی کی دلیل ہے۔ جب
خلیفہ یا بادشاہ کسی ـــــ کو کسی افسر کے ماتحت کر کے کسی جگہ روانہ کرتا ہے تو حقیقت میں
قائد فوج وہی سمجھا جاتا ہے۔ لڑتی فوج ہے اور نام بادشاہ کا ہوتا ہے ـــــ غرض حضرت
ابو بکر نے باوجود خطرناک حالت کے لشکر اسامہ کو بھیج کر زید بن حارثہ کا خوب انتقام
لیا ـــــ علاوہ بریں یہ الزام حضرت علیؑ پر بھی وارد ہو سکتا ہے کہ آپ بھی لشکر اسامہ کے ساتھ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پر مامور تھے آپ کیوں نہ گئے؟ اگر ایسی نازک حالت میں ـــــ عاشقانِ ذات والا آپ کو چھوڑ کر چلے جاتے تو ـــــ یہ اعتراض ہوتا کہ ملک گیری کی ہوس میں آقائے نامدار کو مرض الموت میں تنہا چھوڑ کر ـــــ باہر سفر میں چل دیئے اور جب دوسرا پہلو اختیار کیا ـــــ تو اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ تعمیل حکم نہیں ہوئی ـــــ یہ بھی واضح رہے کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو خدمتِ امامت پر مامور کر دیا تو تعمیل حکم اسی صورت میں تھی کہ اس ڈیوٹی میں کوتاہی نہ ہو۔ پھر جب بعد وفاتِ رسولؐ بارِ خلافت آپ کے سر پر ڈالا گیا تو پھر تعمیل ارشاد اسی طرح ہو سکتی تھی کہ خود امورِ خلافت کو انجام دیں۔ آنمودہ کار فوج کو ماتحتی اسامہ ـــــ روانہ کر کے اس مہم کو سر کریں۔ چنانچہ یہ دونوں کام خدا کے فضل سے پورے ہوئے اور فتح و ظفر کا سہرا صدیق اکبر کے سر بندھا۔ حاسدِ نابکار کڑھا کریں ؎

بمیر تا برہی از حسد کیں رنجیست
کہ از مشقتِ او جز مرگ نتواں رست

(آفتاب صہ ۲۲۵)

الجواب

اب مؤلف نے مطاعن کا تذکرہ کر کے ان کے جوابات دینے کا بیڑا اٹھایا ہے جو شیعہ ان کے ممد و معین اصحاب پر کر کے ثابت کیا کرتے ہیں کہ وہ مسندِ رسول پر بیٹھنے کے قابل نہ تھے۔ مؤلف کا یہ کہنا کہ "متقدمین اہل السنۃ ان مطاعن کے جوابات دے چکے ہیں مگر شیعہ ان کو پھر نئے رنگ میں پیش کیا کرتے ہیں" واقع کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ یہ شکایت تو شیعیان علیؓ کو ہے کہ وہ اہلسنت کے جواب الجواب میں تشئید المطاعن جیسی جلیل القدر کتابیں لکھ کر ان کے جوابوں کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر چکے ہیں۔ مگر علماء اہلسنت بجائے ان کے جواب الجواب دینے کے انہی اپنے سابقہ فرسودہ اور بیسیوں مرتبہ کے مردودہ جوابات کا سہارا لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جو ان کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ بہر حال ہم اس ضمن میں مؤلف کے جوابات کے جواب الجواب پیش کر کے ان مطاعن کی پختگی، مضبوطی اور ان کا ناقابل جواب ہونا ثابت کریں گے اور جس قدر انہوں نے مطاعن شمار کئے ہیں ان کے علاوہ کچھ اور مطاعن کا اضافہ بھی کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰی من حیّ عن بینۃ۔

تجہیز جیش اسامہ کا پس منظر

سنہ ۱۱ھ کے آغاز میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین و انصار کا ایک لشکر جو تین ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ زید بن حارثہ کی ماتحتی میں شام کی جانب روانہ فرمایا تاکہ حارث بن عمیر کے قتل کا بدلہ لے جو موتہ کے مقام پر شرجیل بن عمر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

غسانی کے حکم سے شہید کئے گئے تھے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر زید شہید ہو جائے تو پھر لشکر کے امیر جعفر بن ابی طالب ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ لشکر کے سردار ہوں گے ۔ اس لشکر میں جناب امیر علیہ السلام شامل نہ تھے ۔ مگر ابوبکر و عمر و عثمان شامل تھے ۔ المختصر یہ لشکر گیا لڑائی شروع ہوئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ سرداران لشکر نے یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کیا ۔ بالآخر خالد نے خود بخود علم لشکر ہاتھ میں لیا (زرقانی ج ۲ صفحہ ۲۷۲ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۰۹) مگر جب شکست کے آثار نمودار ہونے لگے تو عمر صاحب نے مشورہ دیا کہ ان حالات میں جان بچا کر بھاگ جانا ہی بہتر ہے ۔ چنانچہ جب یہ شکست خوردہ لشکر اس طرح پسپائی کے ساتھ واپس مدینہ پہنچا اور اہل مدینہ نے جس طرح ان کی پذیرائی کی ۔ اس کا نقشہ شبلی نعمانی کے لفظوں میں ملاحظہ فرمایئے

"جب یہ ہزیمت خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہنچی اور اہل شہر اس کی متابعت کو نکلے تو لوگ غمخواری کی بجائے ان کے چہروں پر خاک ڈالتے تھے کہ او فراریو! تم خدا کی راہ سے بھاگ آئے" (سیرۃ النبی ج ۲ صفحہ ۳۷۲) اس واقعہ کو قریباً تین سال گذر گئے ۔ اس کے بعد بڑے بڑے اہم واقعات رونما ہوئے ۔ بہت سے غزوات پیش آئے ۔ چنانچہ مکہ اس کے بعد فتح ہوا ۔ غزوۂ حنین اس کے بعد واقع ہوا ۔ محاصرۂ طائف ، غزوۂ تبوک نصارائے نجران سے معاہدہ اس کے بعد عمل میں آیا ۔ یمن ، بحرین اور شام میں اس کے بعد اسلام کی نشر و اشاعت ہوئی ، حجۃ الوداع اور واقعہ غدیر خم اس کے بعد وقوع پذیر ہوا مگر اس پورے عرصہ میں جناب زید بن حارثہ (شہید موتہ) کے انتقام لینے کا کوئی انتظام نہ کیا گیا ۔

تجہیز جیش اسامہ کا واقعہ

مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مرض الموت سے صرف ایک دن پہلے اچانک یہ پروگرام مرتب فرمایا کہ اسامہ بن زید کی ماتحتی میں ایک لشکر تیار کر کے جس میں حضرت امیرؑ کے سوا باقی سب بڑے بڑے نامور اصحاب مثل ابوبکر و عمر عثمان ، عبدالرحمن بن عوف ۔ ابو عبیدہ بن الجراح ، سعد بن ابی وقاص شامل تھے (مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۵۳۱ طبع کانپور فتح الباری ج ۷ صفحہ ۶۹ شرح نہج البلاغہ حدیدی ج ۲ صفحہ ۲۰ وغیرہ) اور پھر اسے بلا توقف کوچ کرنے کا تاکیدی حکم دیا ۔

سرداری اسامہ پر بعض لوگوں کا اعتراض

کتب سیر و تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض عمر رسیدہ بزرگوں نے اس نوجوان قائد کی سرداری پر اعتراض کیا ۔ جس کی کل عمر ۱۸ یا ۱۹ اور زیادہ سے زیادہ بیس سال تھی (مدارج ج ۲ صفحہ ۵۳۱)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو باوجودیکہ آپ کو سخت تکلیف تھی۔ بخار اور درد سر کا شدید عارضہ لاحق تھا۔ مگر آپ غم و غصہ کی حالت میں باہر تشریف لائے اور منبر پر جا کر ایک خطبہ دیا۔ جس میں ایسا اعتراض کرنے والے لوگوں کی خوب گوشمالی کی اور فرمایا کہ اگر آج تم نے اسامہ کی سرداری پر اعتراض کیا ہے تو اس سے پہلے تم نے اس کے والد زید کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا حالانکہ زید اور اس کا بیٹا (اسامہ) اس سرداری کے صحیح اہل ہیں (مدارج النبوۃ ص ۵۳۱ شرح حدیدی ج ۱ ص ۵۳ وغیرہ)

جیش اسامہ سے تخلف کرنیوالے پر لعنت

مگر بایں ہمہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ساتھ جانے میں پس و پیش کر رہے ہیں تو آپ نے تاکید مزید کا آخری پیغمبرانہ حربہ استعمال کرتے ہوئے فرمایا جھزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنھا "لشکر اسامہ کو (اس میں شامل ہو کر) جلد تیار کرو۔ خدا لعنت کرے اس شخص پر جو اس سے تخلف کرے۔"

اب قابل غور و تدبر بات یہ ہے کہ زید بن حارثہ کے انتقام لینے میں یا تو اس قدر تاخیر کہ قریباً تین سال تک نام نہیں لیا۔ یا اس قدر تعجیل کہ عین اپنی مرض الموت میں تخلف کرنے والے پر لعنت کر رہے ہیں اور لمحہ بھر کی تاخیر گوارہ نہیں؟

اسامہ کے طلب مہلت پر تاکید

اور اگر اسامہ آپ کی شفایابی تک مہلت طلب کرتا ہے تو آپ فرماتے ہیں "اخرج وسر علی برکۃ اللہ"

لہ اس جملہ پر مؤلف نے حاشیہ لکھا ہے کہ "اہلسنت کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے یہ روافض کا الحاق ہے۔ صرف محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل میں یہ جملہ لکھا ہے۔ شہرستانی حسب تحریر کتب جرح و تعدیل ثقہ نہیں بلکہ شیعہ کی طرف مائل تھا (آفتاب ص ۲۲۳) یہ اعتراض بدو وجہ غلط ہے۔ اولاً تو شہرستانی اہلسنت کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ اس سلسلہ میں کتب سیر علماء دیکھی جا سکتی ہیں۔ علاوہ بریں انہوں نے اسی کتاب میں شیعوں کے خلاف بہت کچھ زہر اگلا ہے اس لئے یہ کہنا سراسر خلاف واقع ہے۔ کہ وہ شیعہ کی طرف مائل تھا ــــ ثانیاً یہ کہنا کہ یہ جملہ اہلسنت کی کسی کتاب میں نہیں۔ جہالت یا تجاہل پر مبنی ہے ورنہ یہ روایت اہلسنت کی ایک دو نہیں بلکہ کئی کتابوں میں مذکور ہے۔ بطور نمونہ شرح مواقف (عقائد اہلسنت کی مشہور کتاب اور تحفہ الکرامہ نواب صدیق حسن خان دیکھی جا سکتی ہیں (مدعی لسنا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اللہ کی برکت پر بھروسہ کر کے جلد چلے جاؤ، وہ پھر عرض کرتا ہے اگر اس حالت میں آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں تو مجھے سخت رنج ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں "سر علی النفر والعافیۃ" نصرت و عافیت کے ساتھ چلے جاؤ۔

(شرح حدیدی ج ۲ صفحہ ۲)

اسقدر تعجیل کا اصل راز

آخر اس میں راز کیا ہے؟ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نظر نہیں آتی۔ کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی کے خلاف سازشوں کا جال بچھانے والوں کا اچھی طرح علم تھا اور منافقین مدینہ کی ریشہ دوانیوں سے کما حقہ واقف تھے (جن کے موجود ہونے کا خود مؤلف نے تحریر بالا میں بایں الفاظ اقرار کیا ہے کہ ابوبکر نے کہا۔ اگرچہ منافقین مدینہ و مضافات میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں" آفتاب صفحہ ۲۲۴) اس لئے آپ ہدایت خلق کی خاطر چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ کے راستہ کے جتنے روڑے ہیں وہ ہٹا دیں اور مخالفین کی تدبیروں کا امکان بہر توڑ کریں۔

دوسرے فریق کی کارستانی

مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گروہ بھی حقیقت حال کو بھانپ گیا تھا۔ اور سمجھ چکا تھا کہ وہ دن کہ ؏

دن گنے جاتے تھے جس دن کے لئے!

قریب آگیا ہے اور اپنی دیرینہ آرزو کی تکمیل کا یہی وقت ہے۔ اگر اس وقت مدینہ سے باہر چلے گئے۔ تو پھر گوہر مقصود بھی ہاتھ نہیں آسکے گا۔ اس لئے باوجود کہ بنا پر بیانات اہل سنت یہ لشکر ۲۷ صفر کو مرتب ہوا۔ جانے والے نامزد ہو چکے۔ ان میں سے نہ جانے والوں پر لعنت ہو چکی۔ مگر ۱۲ ربیع الاول تک برابر اسمیں ٹال مٹول ہوتی رہی اور مقام "جرف" سے لشکر آگے نہ بڑھا اور بعض امہات المومنین کو بھی اس سازش میں شامل کر کے ان کے ذریعہ اسامہ کو آگے نہ بڑھنے دیا گیا۔ حتی کہ پیغمبر اسلام کی وفات حسرت آیات کا سانحہ عظمیٰ پیش آگیا۔ حضرت امیرؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں مشغول ہو گئے اور یار لوگوں نے مسند رسول پر قبضہ کر لیا۔ اگر بقول مؤلف (رائے عامہ سے مرعوب ہو کر) اس کے بعد ابوبکر نے اس لشکر کو روانہ بھی کیا تو اس میں کون سی فضیلت ہے؟

؎ توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا
آسمان سے بادۂ گلفام گو برسا کرے

جب وہ وقت ہی گذر گیا۔ وہ مقصد ہی فوت ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی بھی ہو گئی الغرض

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ے وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا

(اگر مقصد صرف خونِ زید کا بدلہ لینا ہوتا تو وہ اس سے پہلے بھی لیا جا سکتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ جزوِ مقصد تھا نہ کہ اصلِ مقصد) بہر حال تعمیل حکم نبوی کا وقت گذر چکا تھا

ے صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا؟

بعد والی تجہیز اور بقول مؤلف فتح و نصرت کی سہرا بندی "مثنے کہ بعد از جنگ یاد بیاید باید بکلہ خود زد" کی مصداق تھی۔ اس میں کسی کے کڑھنے یا حسد کرنے کا کیا مقام ہے؟ مگر آہ۔

ہر گل ترز گلرخے یاد ہمی کند دے
گوش سخن شنفہ کجا دیدۂ اعتبار کو

ازالۂ شبہ

مؤلف کا یہ کہنا کہ یہ الزام حضرت علیؑ پر بھی وارد ہو سکتا ہے کہ آپ بھی لشکر اسامہ کے ساتھ جانے پر مامور تھے۔ آپ کیوں نہ گئے؟ یہ بالکل بے محل بلکہ مہمل ایراد ہے۔ اگر مؤلف یا انکے ہمنواؤں میں کچھ بھی علمی دم خم ہے تو وہ حضرت امیرؑ کا بتحتی اسامہ مامور ہونا ثابت کریں ورنہ اثباتہ خرط القتاد! بلکہ فریقین کی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ حضرت امیرؑ کو اس لشکر میں جانے کا حکم تھا ہی نہیں (مدارج النبوۃ[1] ج ۲ صلا۵۳) بلکہ یہ سارا اہتمام ہی انکی خاطر تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے! بھلا اسلام کا وہ عظیم جرنیل جو پیغمبر اسلام کی زندگی میں تمام غزوات و سرایا میں امیر و علمبردار رہا ہو وہ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری لمحات حیات میں کسطرح ماتحت و مامور ہو سکتا تھا؟ ان ھذا الا اختلاق!!

امامت ابوبکر سے استدلال کا جواب

اس سلسلہ میں بالکل بے ربط انداز میں مؤلف نے امامت ابوبکر (ان کے نماز پڑھانے) کا جو قصہ ذکر کیا ہے۔ اس پر اگرچہ تفصیل کے ساتھ یہاں تبصرہ کرنے کی گنجائش نہیں، مگر اجمالاً اس قدر واضح رہے کہ یہ استدلال بچند وجہ باطل ہے۔ اوّلاً۔ اس لئے کہ یہ واقعہ صرف کتب اہلسنت میں مذکور ہے جو شیعوں پر حجت نہیں۔ مؤلف کا تتبع میں یہ لکھنا کہ کتب فریقین میں اس کا ذکر موجود ہے" بالکل خلاف واقع اور کذب صریح ہے۔ حاشیہ پر جناب ذاکر حسین صاحب کی تاریخ الاسلام کا جو حوالہ

---

[1] کتاب مذکور کے اصل الفاظ یہ ہیں "وحکم عالی چناں صادر شد کہ اعیان مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و سعد بن وقاص، ابوعبیدہ بن الجراح وغیرہا الا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین کہ ہمراہ نکرد و ایشاں لشکر ہمراہ اسامہ باشند۔ (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دیا گیا ہے۔ وہ بھی بے سود ہے کیوں کہ انہوں نے اسے تاریخ طبری سے نقل کیا ہے۔ (جو اہلسنت کی کتاب ہے) انہوں نے اپنا نظریہ اور عندیہ بیان نہیں کیا!

ثانیاً۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۵ طبع مصر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھانے کے لیے حضرت علیؑ کو طلب فرمایا عائشہ نے ابوبکر کو اور حفصہ نے عمر کو بھی طلب کر لیا۔ جب تینوں آ گئے (لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صورت حال کا علم ہوا) تو آپ نے یہ کہہ کر سب کو رخصت کر دیا کہ اگر ضرورت ہوئی تو پھر بلا لوں گا۔" اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی تو یہ تھی کہ حضرت علیؑ امامت نماز کے فرائض انجام دیں اگر بالفرض اس کے برخلاف ہوا ہے تو یہ عائشہ صاحبہ کی کارستانی ہے۔

ثالثاً۔ اس بات میں خود اہلسنت کے ہاں شدید اختلاف ہے کہ آیا اس نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے (جو مرض الموت میں بڑی مشکل سے مصلے پر پہنچ گئے تھے اور بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے) اور ابوبکر مأموم و مکبّر (بلند آواز سے تکبیر کہنے والے) یا ابوبکر امام تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مأموم؟ (معاذ اللہ) اہلسنت کے علماء محققین کا آخری فیصلہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی امام تھے۔ چنانچہ امام نووی نے شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴ طبع دہلی میں لکھا ہے۔ وان کان ذکر بعض العلماء زعم ان ابا بکر کان ھو الامام والنبی مقتدیا بہ لکن الصواب ان النبی علیہ السلام کان ھو الامام وقد ذکرہ مسلم بعد ھذا الباب صریحاً۔ (کذا فی الروض الانف شرح سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۹، نیل الاوطار للشوکانی ج ۳ ص ۳۹) یعنی اگرچہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر امام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتدی تھے مگر صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

رابعاً۔ اہلسنت کے نزدیک ہر نیک و بد کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے (شرح فقہ اکبر ص ۹۱ طبع دہلی وغیرہ) تو بنا بر تسلیم اس واقعہ کو خلافت عظمیٰ کی دلیل کیونکر بنایا جا سکتا ہے۔؟

خامساً۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا اور دلیل خلافت بھی: تو پھر تو ابوبکر کی خلافت نصی ہو جاتی نہ اجماعی۔ حالانکہ اہلسنت کا اس کے اجماعی ہونے پر اجماع ہے۔

سادساً۔ اگر اس واقعہ کی کوئی حقیقت ہوتی اور اس استدلال میں کوئی وزن ہوتا۔ تو چاہئیے تھا کہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں مہاجرین و انصار کے باہمی اختلاف کے وقت ابوبکر صاحب اس سے استدلال کرتے مگر ان کا ایسا کرنا کسی فریق کی کتابوں سے ثابت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ قصہ بالکل بے بنیاد ہے اور محض ایک افسانہ ہے!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سابعاً۔ خود حضرات اہلسنت ——— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ باجماعت نہ پڑھے جانے کی یہ تاویل کیا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (خواہ بقید حیات ہوں یا بحالت ممات) وہی امام ہوتے ہیں۔ ان کے روبرو کسی کو جماعت کی شکل بنانے کا بھی حق نہیں ہے، تو یہاں کس طرح ابوبکر کو امام مانا جا سکتا ہے۔؟

ثامناً۔ اوپر متعدد حوالہ جات سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ ابوبکر صاحب اس لشکر اسامہ میں شامل تھے۔ جس کی روانگی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار تاکید پر تاکید فرما رہے تھے ——— اور تخلف کرنے والے پر لعنت کر رہے تھے ——— ان حالات میں عقل سلیم کس طرح باور کر سکتی ہے کہ آپ نے ابوبکر کو مسجد نبوی میں نماز پڑھانے پر مامور کیا ہو اور بقول بعض اہلسنت کئی روز تک یہ سلسلہ جاری رہا ہو؟ ان ھذا الا اختراق الغرض اس قصہ کی کوئی جڑ بھی اور کوئی بنیاد بھی سیدھی نہیں ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ یہ بالکل بے اصل و بے بنیاد ہے اور اس پر استدلال کی عمارت کھڑی کرنا بناء الفاسد علی الفاسد کا مصداق ہے۔ سچ ہے کہ ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

دوسرا طعن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برأت کے احکام کی تبلیغ کے لئے مکہ روانہ کیا تھا، بعد میں جبرئیل نازل ہوئے اور پیغام دیا کہ اس کام کے لئے حضرت علیؑ کو روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے جا کر فرض تبلیغ انجام دیا۔ تو جب آپ صرف ایک سورہ کی تبلیغ کی قابلیت نہ رکھتے تھے تو وہ خلیفہ کس طرح ہو سکتے تھے جس کے ذمہ تبلیغ جمیع احکام شریعت کا کام ہوتا ہے۔

جواب روایات اہلسنت اس بارہ میں مختلف ہیں۔ اکثر روایات میں یوں ہے کہ حضرت ابوبکر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی امیر حج مقرر فرما کر بھیجا تھا۔ بعد ازاں سورۂ برأت کا نزول ہوا تو ——— اس کی تبلیغ کیلئے حضرت علیؑ ——— کو روانہ فرمایا۔ اس صورت میں ——— اعتراض سرے سے ہی غلط ٹھہرتا ہے ——— دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر امیر حج مقرر کر کے روانہ کئے گئے تو یہ کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا کہ سورۂ برأت کے احکام کی تبلیغ کر دی جائے۔ لیکن بعد میں حضرت علیؑ کو دوسرے کام کی انجام دہی کے لئے حضرت ابوبکر کا ہاتھ بٹانے کیلئے روانہ کیا گیا۔ جو انہوں نے بما حقہٗ حضرت ابوبکر انجام دیا۔ عادت عرب یہ تھی کہ جب کوئی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

معاہدہ کرنا یا تو روا نہ ہوتا اور صلح یا جنگ کا معاملہ درپیش ہوتا وہ ایسے شخص کے ہاتھ سے انجام پذیر ہو سکتا تھا۔ جو بادشاہ کی قوم میں سے اس کا فرزند یا داماد ہو ـــــ یہی وجہ ہے کہ سورۂ برات میں اس امر کا اعلان مقصود تھا کہ سابقہ معاہدات ختم ہو چکے ـــــ اس لئے یہ فرض بغیر حضرت علیؑ کے جو آپؐ کے عم زاد اور داماد تھے۔ دوسرے سے ہوتا تو کفار کا حسب دستور اعتراض ہوتا کہ ـــــ کسی شاہی خاندان کے خاص آدمی کے ذریعہ اس کا اعلان کیوں نہیں کیا گیا اگر حضور علیہ السلام جناب ابوبکر میں قابلیت نہ پاتے تو ابتداء میں آپ ان کو اس کام کے لئے کیوں انتخاب فرماتے ـــــ حضرت ابوبکر لاکھوں نفوس کے سردار قرار دے جا کر احکام حج کی تبلیغ اور انتظام کے لئے بھیجے گئے تھے۔ روز نما ہونے والے واقعات و حوادث کا تصفیہ ـــــ شرعی مسائل ـــــ کا فتویٰ آپ نے صادر کرنا تھا اس کام کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی۔ جو بڑا مجتہد۔ بڑا منتظم اور بڑا ہی مدبر اور سلیم العقل ہو۔ بخلاف اس سورہ برأت کی چند آیات باآواز بلند پڑھ کر سنا دینا ایک معمولی کام تھا کتب حدیث و سیر سے ثابت ہے کہ اس موقع پر جناب امیرؑ ہر ایک امر میں ابوبکر کی اقتداء کرتے تھے۔ نماز ان کے پیچھے ادا کرتے تھے ـــــ کتب حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ جناب امیرؑ سوار ہو کر ناقہ ـــــ بعجلت تمام حضرت ابوبکر کے پاس جا پہنچے۔ تو آپ نے پوچھا امیراً جئت ام مامورا (کیا آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر) آپ نے جواب میں فرمایا جئت مامورا (میں آپ کے ماتحت مامور ہو کر آیا ہوں) خلاصہ یہ کہ امیر الحج کے ذمہ جو چند لاکھ نفوس کے سردار تھے۔ اتنا بڑا کام تھا کہ ان سے اصالۃً سورۂ برأت کا جا بجا ہر خیمہ اور دسیرہ میں جا کر سنانا متعذر تھا اس لئے اس کام کے لئے علیحدہ شخص مقرر ہونا ضروری تھا چنانچہ جناب امیرؑ نے یہ کام بوجہ احسن پورا کیا اور حضرت ابوبکر نے اپنا کام خوش اسلوبی سے انجام دیا ـــــ پھر کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ ان ہر دو اصحاب میں سے کسی ایک کی بے قدری کی جائے؟ (آفتاب صـ ۲۲۷)

الجواب مؤلف نے اکثر مقامات پر ایسا طرز تحریر اختیار کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ علم مناظرہ کے آداب و اصول کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں یا اگر واقف ہیں تو ان کو بروئے کار لانا نہیں جانتے۔ اور اگر یہ بھی جانتے ہیں مگر عمداً ایسا نہیں کرتے تو پھر وہ مجادل و مکابر تو ہیں مگر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مناظر نہیں ہیں۔ اس فن کی معمولی واقفیت رکھنے والے حضرات بھی جانتے ہیں کہ مناظرہ میں مدمقابل کے مسلمات کو پیش کیا جاتا ہے۔ بنابریں چاہیئے تو یہ تھا کہ مولف اپنے استدلال کی بنیاد شیعہ کتب معتبرہ کے بیانات پر رکھتے مگر وہ اس کے برعکس اپنی کتابوں سے واقعات پیش کرتے ہیں اور وہ بھی بلا سند و بلا حوالہ گویا وہ اپنے اراتمندان باصفا کے حلقہ میں بیٹھ کر گفتگو فرما رہے ہوں اور وہاں بھی۔ ہاں عجمی کر کے ان کا دل بڑھا رہے ہوں! بہرکیف اس روش و رفتار کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں۔ علم مناظرہ کے اصول سے ناواقفی یا انتہائی بے مائگی۔ کہ ثبوت کیلئے کتب شیعہ تو کجا اپنی کتابوں سے بھی کچھ دستیاب نہیں ہوتا۔

تبلیغ سورۂ برأت سے ابوبکر کی معزولی کا بیان

جو امر ہر دو فریق (شیعہ و سنی) کی کتابوں سے ثابت ہے وہ یہ کہ ۹ھ

آواخر ذوالقعدہ میں (فتح مکہ کے دوسرے سال حج کے موسم میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ برأت کی ابتدائی چالیس آیات کی تبلیغ کے لئے ابوبکر صاحب کو نامزد کیا۔ جب ابوبکر قافلہ حج کے ساتھ روانہ ہو گئے اور کچھ منازل سفر طے کر چکے تو رب جلیل کی طرف سے جناب جبرئیل یہ پیغام لائے کہ لایؤدی عنک الا انت اور جل منک یہ فریضہ تبلیغ آپ خود انجام دیں یا وہ مرد انجام دے جو آپ سے ہے یعنی حضرت علیؑ۔ چنانچہ اس حکم کے نازل ہوتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعجلت تمام منازل سفر طے کر کے ایک شب و روز کی صحرانوردی کے بعد قافلہ کو جا لیا اور ارشاد خدا و رسول کے مطابق ابوبکر کو معزول کیا اور خود اس فریضہ کی تبلیغ کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے اور وہاں پہنچکر بمقام منیٰ سابقہ معاہدوں کے ختم ہو جانے اور کفار کے خانہ خدا میں داخل نہ ہو سکنے کا اعلان بڑی شجاعت و دلیری سے فرمایا اور سورۂ برأت کے اسرار و حقائق کی تبلیغ فرمائی۔ المختصر ابوبکر معزولی کے بعد کبیدہ خاطر ہو کر واپس بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور پوچھا۔ کیا میرے متعلق کچھ وحی نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا اور تو کچھ نہیں صرف یہ پیغام الٰہی آیا ہے کہ میں خود تبلیغ کروں یا وہ شخص جو میرے اہلبیت میں سے ہو! اس سے پہلے ابوبکر کے تقرر اور پھر ان کی معزولی کے بعد حضرت امیرؑ کو مقرر کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ نہ صرف تمام اسلامی برادری کو بلکہ ساری دنیا کو معلوم ہو جائے کہ میری مسند کے وارث علی ہی ہیں اور وہی میرے فرائض تبلیغ کو انجام دے سکتے ہیں اور جو آدمی ایک سورہ کی چند آیات کی تبلیغ کی لیاقت نہیں رکھتا۔ وہ پورے قرآن و شریعت کا مبلغ اور مسلمانوں کا ہادی و رہنما کس طرح ہو سکتا ہے؟

حوالہ جات

یہ واقعہ کم و بیش معمالی الفاظ و عبارات کے اختلاف کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب اہلسنت میں موجود ہے (مگر اصل مطلب سب کا ایک ہے) کنز العمال ج ۱ ص ۲۴۶ طبقات

نوٹ: ابوبکر کو معزول کر کے اپنی خاص ناقہ پر سوار کر کے حضرت علیؑ کے پیچھے روانہ کیا چنانچہ آنجناب نے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ابن سعد ج ۲ قسم اوّل صـ۱۲۱ مسند احمد بن حنبل ج ۱ صـ۱۵۱ ج ۲ صـ۲۹۹ ج ۳ صـ۲۱۲ الریاض النضرہ ج ۲ صـ۲۸۲ مستدرک حاکم ج ۳ صـ۳۲ تاریخ ابو الفداء ج ۱ صـ۱۵۶ تاریخ الخمیس ج ۲ صـ۱۷۶ حبیب السیر ج سوم صـ۲۷ فتح الباری شرح بخاری ج ۸ صـ۲۴۱ تفسیر درمنثور ج ۳ صـ۲۰۹ صـ۲۱۰ کامل بن الاثیر ج ۲ صـ۱۱۱ طبری ج ۳ صـ۱۵۴ مدارج النبوۃ ج ۲ صـ۴۹۲ - الروض الانف ج ۲ صـ۳۲۸ معارج النبوۃ رکن ۲ باب ۱۳ صـ۲۱۰ ینابیع المودۃ صـ۷۲ باب ۱۸ سیرۃ حلبیہ ج ۳ صـ۲۳۷ وغیرہ

ابوبکر راستہ سے حکم رسولؐ واپس لوٹ آئے

مؤلف نے جو یہ لکھا ہے کہ امیر الحج ابوبکر اور مبلغ برأت حضرت علیؑ تھے۔ یہ اہلسنت کا خانہ زاد نظریہ ہے۔ جس سے ابوبکر کی گرتی ہوئی ساکھ کو سہارا دینے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔ مگر اس جھوٹے اور کمزور سہارے سے ابوبکر کی پوزیشن اور ہی کمزور ہو جاتی ہے ـــــ حقیقت یہ کہ معزولی کے بعد ابوبکر وہیں راستہ سے ہی واپس آ گئے تھے چنانچہ فتح الباری شرح بخاری ج ۸ صـ۲۴۱ تفسیر سورۂ برأت میں لکھا ہے فرجع ابو بکر فقال یا رسول اللہ انزل فی شیئ۔ پس ابوبکر واپس پلٹ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرے خلاف کچھ نازل ہوا ہے؟ ارجح المطالب باب ۴ صـ۵۸۷ میں بحوالہ نسائی لکھا ہے کہ فانصرف ابو بکر وھو کئیب قال یا رسول اللہ! انزل فی شیئ۔ یعنی ابوبکر رنجیدہ خاطر ہو کر بارگاہ رسالت میں واپس آ گئے بلکہ کنز العمال ج ۱ صـ۲۴۶ سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ابوبکر کو رسولؐ کے حکم سے واپس کیا گیا تھا۔ لکھا ہے ثم قال لعلیؑ الحقہ فرد علی ابا بکر وبأنفہا انت فافعل فلما قدم ابو بکر بکی فقال یا رسول اللہ الخ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیرؑ کو بلا کر فرمایا۔ کہ ابوبکر کو جا لو اور ان کو میرے پاس واپس بھیج دو اور خود جا کر تبلیغ برأت کرو۔ چنانچہ جب ابوبکر واپس آئے تو روتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرے متعلق کچھ نازل ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اور تو کچھ نہیں مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس فریضہ کو میں خود انجام دوں یا میرے اہلبیت میں سے کوئی شخص انجام دے۔

عادات عرب کی اتباع والے عذر کا بطلان

اس مقام پر مؤلف نے اس واقعہ کی اہمیت و عظمت کو گھٹانے کے لئے سعی عادت عادت عرب کی پیروی کا جو کمزور سہارا لیا ہے کہ عربوں کی عادت یہ تھی کہ ایسے معاہدوں کا اعلان خود بادشاہ یا ان کے فرزند و داماد کرتے تھے اس لئے حضرت علیؑ کو بھیجا گیا ـــــ یہ عذر کئی وجہ باطل ہے:

اوّلاً اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کسی قول و فعل میں عربوں کی عادات کی نہیں بلکہ اپنے ہر قول و فعل میں وحی الٰہی کی متابعت کرتے تھے۔ ان کو یہ حکم ربانی تھا۔ اتبع ما یوحیٰ الیک و لا تتبع

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا۔ اے رسول! میری وحی کا اتباع کرو نہ ان لوگوں کا جن کے دل ہماری یاد سے غافل ہیں ــــ ولا تتبع اھواء الذین لا یؤمنون! اے رسول! جو مؤمن نہیں ان کی خواہش پر نہ چلو! اس سے معلوم ہوا کہ بحکم پروردگار کفار کی عادات کی اتباع حرام ہے۔ پھر آنحضرتؐ کس طرح اس پر عمل کر سکتے تھے؟

ثانیاً۔ رسولؐ تو کفار عرب وغیرہ کی غلط رسوم کی اصلاح کرنے کے لئے آئے تھے اس لئے وہ ان کی اتباع کس طرح کر سکتے تھے؟ آپ کا ارشاد ہے ان اللہ اذھب بالاسلام نخوۃ الجاھلیۃ وتفاخرھا بالانساب۔

ثالثاً۔ اگر بالفرض عربوں کی عادت کی ہی اتباع مقصود ہوتی تو کیا آپ کو پہلے اس کا علم نہ تھا؟ پہلے ہی حضرت علیؑ یا کسی اور فرد خاندان کو بھیج دیتے! معلوم ہوا کہ اس عزل وتقرر سے ابوبکر صاحب کی نااہلی اور علیؑ کی اہلیت خلافت پر فعلی نص قائم کرنا مقصود تھی وبس۔

رابعاً۔ اگر عربوں کی عادات کی اتباع کی جائے تو پھر اہلسنت کو ابوبکر کی خلافت سے بھی دستبردار ہونا پڑے گا کیونکہ عربوں کی ایک عادت یہ بھی تھی (بلکہ تمام اقوام عالم کی یہی عادت ہے) کہ بادشاہ کے مرنے کے بعد اسی کے شاہی خاندان میں سے ہی کسی لائق وفائق شخص کو اس کی مسند امارت پر بٹھاتے تھے تو اس بناء پر بھی حضرت علی کو بلافصل جانشین رسول ماننا پڑے گا۔ نہ ابوبکر کو

خامساً۔ مؤلف کے کلام میں تضاد پایا جاتا ہے صفحہ ۲۲۶ پہ عربوں کی عادت کا سہارا لیا ہے اور صفحہ ۲۲۷ پر اخر کلام میں لکھا ہے کہ "امیر الحج کی بکثرت مصروفیات کی وجہ سے تبلیغ متعذر تھی۔ اس لئے اس تبلیغ کیلئے علیحدہ آدمی کی ضرورت تھی" اب ان کی کس بات پہ اعتبار کیا جائے؟

اس فریضہ کی ادائیگی کیلئے بڑی شجاعت وفصاحت اور علم وحکمت کی ضرورت تھی

مؤلف کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہ تبلیغ صرف مجمع عام کرنا تھی نہ کہ ہر ہر خیمہ ودیرہ پر جاکر! (نیز اسوقت چند لاکھ مسلمان تھے کہاں؟) جسکیلئے بہت بڑی شجاعت ودلیری عظیم فصاحت وبلاغت اور کثیر علم وفضل کی ضرورت تھی اور یہ کام اتنا آسان نہ تھا کہ بقول مؤلف اسے ہر جہیر الصوت حافظ قرآن انجام دے سکتا"

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بنا بر تسلیم دو باتیں

اور اگر بفرضِ محال چند لمحات کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابوبکر امیر الحج تھے تو دو باتیں تو بہر حال غلط ہیں۔ ایک حضرت امیرؑ کا ان کے ماتحت و مامور ہونا۔ کیونکہ یہ بات ناقابل رد حقائق سے ثابت ہے کہ جناب امیرؑ پوری حیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی کے ماتحت نہیں رہے ـــــ مخالفین اس کے خلاف ایک مسلمہ تاریخی شہادت بھی پیش نہیں کر سکتے۔ دوسرا امیر الحج کے جو فضائل مؤلف نے بیان کئے ہیں ان کا صحیح ہونا کیونکہ وہ اہلسنت بھی جنہوں نے ابوبکر کا امیر حج ہونا لکھا ہے انہوں نے بھی تصریح کی ہے کہ وہ صرف "قافلہ سالار" تھے۔ دوسرے کام اور لوگوں کے سپرد تھے۔ چنانچہ شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۲۴ طبع اوّل پر لکھا ہے "حضرت ابوبکر قافلہ سالار، حضرت علیؑ نقیب اسلام، اور حضرت سعد بن وقاص، جابر، ابوہریرہ وغیرہ معلّم تھے" (بحوالہ بخاری) ـــــ اس بیان سے بھی اسلام کی نقابت اور احکام اسلامی کی ترجمانی جناب امیر المومنین کے لئے ثابت ہوتی ہے اور یہ بات آپؑ کے جانشین رسول ہونے کی قطعی دلیل ہے۔ قافلہ سالار کوئی ہوا کرے۔ اسے نیابت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تعلق ہے؟ سچ ہے ؎ جن کے رتبے ہیں سوا ان کے سوا مشکل ہیں۔

تیسرا طعن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو ایک دفعہ عمرو بن العاص اور ایک دفعہ اسامہ کے ماتحت فرما کر ان کے تابع حکم گردانا۔ اگر وہ خلافت ـــ کے قابل ہوتے تو ایسے معمولی اشخاص کے تابع ـــ نہ گردانے جاتے!

جواب

اس طعن کا جواب دو طرح پر ہے ایک یہ کہ یہ اعتراض تب ہو سکتا ہے کہ شیعہ صاحبان عمرو بن العاص یا اسامہ کی فضیلت کے قائل ہوں ـــــ پھر اعتراض کیسا؟

دوم۔ یہ کہ کسی خاص امر میں کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے کے ماتحت رہ کر کام کرنے پر مامور کرنا اس امر کی دلیل نہیں کہ سلطان ـــ کی نظر میں وہ بڑا ـــ حقیر اور چھوٹا ـــ زیادہ عزت رکھتا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بادشاہ کو جب کبھی کسی آدمی کو بڑے رتبہ پر کرنا منظور ہوتا ہے پہلے اس کو کام سکھانے کے لئے کسی چھوٹے اہلکار کے ماتحت کر دیا جاتا ہے مثلاً ایسے ذی عزت ـــــ اشخاص کو سول میں پہلے پٹواری کے ماتحت کام سیکھنا پڑتا ہے! ایسا ہی صیغہ فوج میں ـــــ جمعدار باصوبیدار یا لفٹیننٹ گھر سے بھرتی کیا جاتا ہے ـــــ اس کو کسی معمولی حوالدار کے ماتحت قواعد پریڈ سکھائی جاتی ہے ـــــ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ـــ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی نگاہ میں جب شیخین نے ایک وقت کی امامت، وخلافت حاصل کرنی تھی اسلئے ان کو ماتحتی کی ڈیوٹی پر لگایا تاکہ کام کی مشق اور ریاضت و تجربہ حاصل ہو ــــ

سوم:- اسامہ و عمرو بن العاص کی امارت ایک جزوی مصلحت کی وجہ سے تھی وہ یہ کہ روم و شام نے اسامہ کے باپ زید کو جنگ موتہ میں بے دردی سے قتل کر دیا تھا، اس کا انتقام اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ مقتول کا فرزند ــــ خود اپنے باپ کا بدلہ لے ــــ اسی طرح عمرو بن العاص منصوبہ اور تدبیر میں طاق تھے اور اس وقت ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا تھا جو بڑے مکار اور حیلہ جو تھے اس لئے ان کے مقابلہ کے لئے ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی ــــ

چہارم:- اگر اس خاص امارت سے فضیلت ثابت ہو سکتی ہے تو پھر جناب امیرؑ پر بھی انکی فضیلت تسلیم کرنی پڑتی ہے جبکہ حضور علیہ السلام نے ان سے افضل علیؑ کو چھوڑ کر اسامہ و عمرو بن العاص کو امیر بنا کر بھیجا غرض یہ طعن محض جہالت کی وجہ سے کیا گیا ہے، جس کی وقعت نہیں ہے (آفتاب ص ۲۲۸)

الجواب ہو اس طعن کے جواب میں شاہ عبد العزیز دہلوی (صاحب تحفہ) کے جس آمونختہ کو اپنے بیان کے ساتھ آمیختہ کر کے دھرایا گیا ہے وہ بچند وجہ مردود ہے ــــ اولاً یہ کہنا کہ چونکہ شیعہ عمرو بن العاص وغیرہ کی فضیلت کے قائل نہیں لہٰذا اہلسنت سے جواب ساقط ہے یہ بات خانہ ساز گار ہیں سے ہے اس طعن کے ثبوت کے لئے شیعوں کو اسامہ یا عمرو عاص[1] کی فضیلت کا قائل ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس سے صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ عمرو بن العاص وغیرہ جس قدر گئے گذرے سہی، مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ نبوت میں ابوبکر و عمر وغیرہ ان سے بھی زیادہ گئے گذرے ہیں اور جو ایسا ہو وہ مستحق خلافت نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ مؤلف ایسی سیدھی سادھی بات بھی نہیں سمجھ سکتے ؎

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ ❊ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

---

[1] اگر حضرات شیعہ عمرو بن العاص اور اسامہ بن زید کو اچھا نہیں سمجھتے تو وہ اس میں معذور ہیں۔ عمرو بن العاص کی حالت تو عیاں راچہ بیان کی مصداق ہے دنیا جانتی ہے کہ اس نے کس شد و مد سے حضرت علیؑ کی مخالفت اور معاویہ کی حمایت کی ہاں البتہ اسامہ کا حال شاید اکثر لوگوں کو معلوم نہ ہو تو ان کے اطلاع کیلئے صرف اس قدر وضاحت کی جاتی ہے کہ یہ شخص اسقدر دشمن علی تھا کہ اس نے چوتھے مرتبہ پر بھی آنجنابؑ کی بیعت نہیں کی تھی (ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۵۵ البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۳۲۶ طبقات کبریٰ ابن سعد ج ۴ قسم اول ص ۵ بذیل ترجمہ اسامہ) ۱۲ (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ثانیاً یہ عذر پیش کرنا کہ خاص امر میں بڑے کو چھوٹے کے ماتحت کرنے میں کوئی قباحت نہیں "یہ عذر لنگ عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ کیونکہ عقلی قانون قبیح تقدیم مفضول بر فاضل" (کہ مفضول کو فاضل پر مقدم کرنا قبیح ہے) اس میں کسی خاص امر کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر جگہ قبیح ہے۔ علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں (علی ما افادہ فی تشیید المطاعن) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے فرمایا ایما رجل استعمل رجلاً علی عشرۃ انفس علم ان فی العشرۃ افضل ممن استعمل فقد غش اللہ، وغش رسولہ وغش جماعۃ المسلمین۔ جو شخص کسی آدمی کو (صرف) دس آدمیوں پر امیر مقرر کرے۔ جبکہ وہ جانتا ہو کہ ان دس آدمیوں میں کوئی شخص اس امیر سے افضل موجود ہے تو اس نے خدا، اس کے رسول اور مسلمانوں کی جماعت سے خیانت کی ہے۔" (کذا فی ازالۃ الخفا بنقادت السیر) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر و عمر اسامہ و عمرو بن العاص سے افضل نہ تھے ورنہ خود جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس ارشاد کی زد میں آجائیں گے رسولؐ اور لشکر فوج والی مثال علاوہ قیاس ہونے کے (جو فی نفسہ باطل ہے) قیاس مع الفارق ہے۔ ورنہ اٹھارہ سالہ نوجوان (اسامہ) کو ان بوڑھے بزرگوں سے زیادہ تجربہ کار تسلیم کرنا پڑے گا۔؟

ثالثاً۔ بقول مؤلف اگر اس طرح ابوبکر و عمر کو ماتحت رکھ کر خلافت و امامت کے کام کا تجربہ کرانا مقصود تھا تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی تو معلوم ہوگا کہ (کم از کم) چوتھے مرتبہ پر علی کو خلافت ملے گی پھر یہ عملی تجربہ ان کو کیوں نہ کرایا؟ ان کو کیوں اس ماتحتی کے شرف سے محروم رکھا گیا۔؟

رابعاً۔ اسامہ اور عمرو بن العاص کی امارت کی جو من گھڑت وجہ بیان کی گئی ہے وہ غلط ہے اگر اسامہ کے باپ کا انتقام لینا ہی تھا۔ تو اس کیلئے اس امر قبیح کے ارتکاب کی کیا ضرورت تھی؟ کیا وہ ماتحت رہ کر اپنے والد کا انتقام نہیں لے سکتے تھے؟ اور اس طرح اپنے دل کو ٹھنڈا نہیں کر سکتے تھے؟ اسی طرح یہ کہنا کہ چونکہ بڑے مکار و عیار دشمن سے سابقہ اس لئے عمرو بن العاص جیسے شخص کی ضرورت تھی۔ گویا اس میں یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ عمرو بن العاص بڑا ہی مکار و عیار آدمی تھا۔ اگر یہی بات شیعہ کہیں تو ان کو دشمنِ اصحاب اور الکل توہین کا مرتکب قرار دیا جاتا ہے۔ مگر خود

ع وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اس سے کم از کم اتنا تو ثابت ہے کہ عمرو بن العاص امور حرب و ضرب میں شیخین سے زیادہ ماہر تھا۔ اس سے بھی ان کی خلافت ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ خلیفہ کے لئے ان امور میں سب سے زیادہ ماہر ہونا ضروری ہے علاوہ بریں عمرو ان حضرات کا ماتحت رہ کر بھی اپنے امیر کو اپنے ماہرانہ و مکارانہ مشوروں سے مستفید کر سکتا تھا۔ جیسا کہ معاویہ کے ماتحت رہ کر اسے تدبیریں بتاتا رہتا تھا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خامساً: یہ کہنا کہ اس سے جناب امیرؑ پر بھی ان کی فضیلت تسلیم کرنا پڑے گی۔ بالکل بودہ ایراد ہے حضرت امیرؑ کی تو سب پر افضلیت مسلّم ہے متعدد مقامات پر (بالخصوص غزوات میں) ان کی علمبرداری ناقابل انکار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ حضرت امیرؑ سے ان کو نسبت ہی کیا ہے یہ عمرو بن العاص اور اسامہ سے بھی گئے گذرے ہیں ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا!

ان حقائق سے معلوم ہو گیا کہ یہ طعن بڑا مضبوط و جاندار اور مؤلف کا جواب ان کمزوری وکالت کا شاہکار ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

چوتھا طعن شیعہ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے کہا ہے ان لی شیطانا یعترینی فان استقمت فاعینونی وان زغت فقوموني (میرے لئے بھی شیطان ہے جو وساوس ڈالتا ہے۔ پس اگر میں راہ راست پر چل رہا ہوں تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر کجی دیکھو تو مجھے سیدھا کر دو) پھر ایسا شخص قابل امامت وخلافت کس طرح ہو سکتا ہے۔؟

جواب اوّل تو اہلسنت کی کتاب میں حضرت ابوبکر کا یہ مقولہ درج نہیں ہے اگر بالفرض یہ درست ہو تو بھی کوئی اعتراض نہیں ——— ہم سوائے انبیاء کے کسی کو معصوم نہیں سمجھتے احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ ہر ایک انسان کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک جن پیدا ہوتا ہے ——— اور جن ——— بدی کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ انبیاء باوجود عصمت کے ایسے کلمے فرمادیا کرتے ہیں۔ آدمؑ نے فرمایا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا، الایہ ——— حضرت یوسف نے فرمایا وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ——— حضرت علیؑ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں۔ ع

ذنوبی بلائی فما حیلتی

اذا کنت فی الحشر حمالها

میرے گناہ میری مصیبت ہیں۔ میرا کیا چارہ ہوگا۔ جب قیامت کے روز گناہوں کا بوجھ میری گردن پر ہوگا ——— حضرت زین العابدینؑ فرماتے ہیں قد ملأ الشیطان عنانی ——— ترجمہ: شیطان نے بدگمانی اور یقین کی کمزوری میں میری باگ پکڑ رکھی ہے اور میں اس کے پڑوس اور اپنے نفس کے اس کے مطیع ہونے کی شکایت کرتا ہوں (صحیفہ سجادیہ) اگر انبیاء کے اقوال بالا اور ائمہ معصومینؑ کے ان مقولوں سے نبوت و امامت میں فرق کبھی کسی کے ماتحت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نہیں آتا تو حضرت ابوبکر نے بطور کسر نفسی یوں کہہ دیا تو کیا مضائقہ ؟ (آفتاب ص۲۲۹)

الجواب مؤلف نے اس طعن کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ دروغ بے فروغ ہے اور پندو وجہ ناقابل اعتبار ہے۔

اولاً:۔ یہ کہنا کہ یہ مقولہ اہلسنت کی کتاب میں نہیں ہے"۔ بالکل خلاف واقع ہے اور سراسر اپنی کتابوں سے جہالت یا تجاہل پر مبنی ہے۔ ورنہ ارباب علم و اطلاع پر پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ اہلسنت کی بیسیوں کتابوں میں موجود ہے۔ بطور نمونہ چند حوالہ جات درج کئے جاتے ہیں الامامۃ والسیاسۃ ص۱۲/۱۶ طبع مصر۔ کنز العمال ج ۲ ص۱۳۲ صواعق محرقہ ص۱۰ طبع مصر جدید۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۱ ص۱۲۶ تاریخ الخلفاء ص۵۱ طبع دہلی۔ ریاض نضرہ تاریخ طبری ج ۲ ص۲۱۱/۲۱۲ طبقات ابن سعد ج ۳ ص۱۱۹ قسم اول وغیرہا) ہاں ہمہ یہ کہنا کہ یہ مقولہ اہلسنت کی کسی کتاب میں نہیں۔ کس قدر دیدہ دلیری اور سینہ زوری ہے ؟ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد!

ثانیاً:۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ ہر آدمی کیساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان ضرور پیدا ہوتا ہے اگرچہ یہ مضمون شیعہ کی کتب معتبرہ میں موجود نہیں ہے مگر بنا بر تسلیم اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کا برے کام کی ترغیب دینا اور ہے (یہ تو اس کا کام ہے ہی) اور اس کی ترغیب کو قبول کرنا اور ؟ ابوبکر صاحب نے یہ اقرار کیا ہے کہ شیطان ان پر غالب آجاتا ہے "یعترینی" کا یہ ترجمہ مؤلف نے غلط کیا ہے کہ "وساوس ڈالتا ہے"۔ بلکہ اعتراء کے معنی ہیں۔ ڈھانپنا۔ غلبہ حاصل کرنا۔ قابو میں لینا۔ مطلب یہ کہ شیطان مجھ پر غالب آجاتا ہے۔ اور مجھے قابو میں لے لیتا ہے۔ حالانکہ اللہ کے مخلص بندے اس کے قابو میں نہیں آتے جس کا اعتراف خود شیطان کو بھی ہے۔ (ان عبادی لیس لک علیھم سلطان)

ثالثاً:۔ انبیاء علیہم السلام کے کلام سے ابوبکر کے کلام کا تقابل کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ انبیاء باتفاق فریقین معصوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر قرآن و حدیث میں ان کا کوئی متشابہ قول یا فعل مذکور ہو تو اسکی ایسی تاویل کرنا واجب ہوتی ہے۔ جس سے ان کی عصمت کا مطلع بے غبار ہو جائے۔ مگر ابوبکر تو باقرار مخالف معصوم نہیں اسلئے انکے کلام کی تاویل کرنا ضروری نہیں ہے۔

رابعاً:۔ انبیاء و ائمہ کا جو کلام یہاں پیش کیا گیا ہے۔ انمیں روئے سخن خداوند عالم کی طرف ہے جو ان کے خشوع و خضوع و کمال انقطاع الی اللہ اور اعتراف عجز و قصور از ادائے شکرانہ نعمت خداوندی کی دلیل ہے اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ توبہ و استغفار و تضرع و زاری (اگرچہ بغیر عصیاں و گناہ ہو) بجائے خود بہترین عبادت ہے اور بندے کے سرخرو گذار ہونے کی نماز ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

راندہ شد ابلیس از مستکبری

گشت آدم مقبل از مستغفری

چنانچہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلا گناہ توبہ و استغفار کرنے پر کسی نے عرض کیا کہ جب آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا تو پھر آپ توبہ و استغفار کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ افلا اکون عبداً شکوراً۔ کیا (اگر میں نے گناہ نہیں کیا تو استغفار کر کے خدا کا) بندۂ شکر گذار بن کر بھی نہ رہوں (انوار نعمانیہ) خود مؤلف نے ص۲۵۹ سطر ۱۲ پر لکھا ہے "بات یہ ہے کہ محبوبان حضور کبریائی اپنی عبادات کو بھی بمقابلہ نعمت ہائے غیر متناہی جود واہب العطایا سے انہیں حاصل ہیں۔ گناہ سمجھ کر ہر وقت باعتراف قصور اس کی بارگاہ سے طلب مغفرت کیا کرتے ہیں" یہ مطلب ہے اس ارشاد کا کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں بھی مقربان بارگاہ کی بدیاں سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن ابوبکر کا دعوے سخن خالق کی جانب مخلوق اور رعایا کی طرف ہے تو جب ہدایت خلق کا دعویدار خود خلق سے اپنی ہدایت و رہنمائی کا طلبگار ہو تو وہ کس طرح خلق کی راہنمائی کا فریضہ انجام دے سکتا ہے؟ جو خلیفہ و امام کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے۔ ع

آن خویشتن گم است کرا رہبری کند؟

کیا انبیاء و ائمہ علیہم السلام کا بھی اس طرح لوگوں سے کلام کرنا ثابت ہے؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین!

خامساً۔ انبیاء و ائمہ کے اسطرح کے ادعیہ و اذکار اور توبہ و استغفار کے متعلق ایک نظریہ یہ ہے کہ وہ "تعلیم المسئلہ" بارگاہ ایزدی میں لوگوں کو عرض و نیاز کرنے کا طریقہ تعلیم دینے) پر محمول ہوتے ہیں چنانچہ علامہ ابن جوزی صحیفہ سجادیہ کی دعاؤں پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "لولا ادعیۃ علی بن الحسین زین العابدین ۱۲ لم یعرف المسلمون کیفیۃ المناجاۃ مع اللہ" یعنی اگر امام زین العابدینؑ کی یہ مقدس دعائیں نہ ہوتیں تو مسلمان کو خدا سے مناجات کرنے اور اس کی بارگاہ میں عرض و نیاز کرنے کا طریقہ معلوم نہ ہو سکتا! (خصائص

سادساً۔ ابوبکر صاحب کے کلام کو کسر نفسی پر محمول کرنے کی بجائے "اظہار حقیقت" پر محمول کرنا بہتر ہے کہ خدا نے اصل حقیقت کو ان کی زبان پر جاری کر دیا۔ تاکہ جو لوگ الحق مع علی و علی مع الحق (ینابیع المودہ ص۱۴ طبع بمبئی وغیرہ) کے مصداق معصوم امام کو چھوڑ کر ایسے گنہگار شخص کو خلیفہ و امام تسلیم کر رہے ہیں ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ع

لیکن کسے کہ گوش نہ دارد ایں صدا کم است

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پانچواں طعن

شیعہ کہتے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا ـــــ جن لوگوں نے اپنے رسول پر نماز جنازہ نہیں پڑھی وہ خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں؟

جواب :۔ جھوٹ محض جھوٹ ۔ اگر آج کے شیعہ اپنی کتابوں کا بھی مطالعہ کریں تو ایسے جھوٹ کہنے سے شرم آئے ۔ مگر اللہ رے جہالت ! اپنی کتابوں سے انہیں واقفیت نہیں ۔ (۱) شیعہ کی نہایت معتبر کتاب اصول کافی صـ۲۸۹ میں لکھا ہے عن ابی جعفر ـــــ ترجمہ :۔ امام باقر نے فرمایا جب نبی علیہ السلام فوت ہوئے آپ پر فرشتوں اور تمام مہاجرین و انصار نے فوج در فوج نماز پڑھی ۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ الف و لام جب صیغہ جمع پر داخل ہو تو استغراق کا معنی دیتا ہے اس لئے بقول حضرت امام جب جمیع مہاجرین و انصار کا نماز جنازہ رسول پڑھنا ثابت ہے تو پھر شیعہ کی بکواس ـــــ کیا وقعت رکھتی ہے ؟ ـــــ (۲) شیعہ کی ایک دوسری مستند کتاب انوار ماتم ـــــ صـ۶۵ میں ہے ـــــ ترجمہ : حضرت امام باقر نے فرمایا لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور علیہ السلام پر کس طرح نماز پڑھیں ۔ حضرت علی نے فرمایا آپ ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں دس دس نے داخل ہو کر آپ پر نماز پڑھی پیر ۔ دن اور منگل کی رات صبح تک نماز ہوتی رہی اور منگل کے دن حتیٰ کہ تمام چھوٹے بڑے مرد و عورت نے مدینہ اور اردگرد کے لوگوں نے بغیر امام کے نماز پڑھی ہے شیعہ خود ہی انصاف کریں ـــــ کہ تمام مہاجرین و انصار چھوٹے بڑے مرد عورت ـــــ جنازہ میں شامل تھے تو کیا تمام ـــــ کے عموم سے شیخین خارج ہو سکتے ہیں ؟

حضرت ابوبکر کا شامل جنازہ ہونا

اگرچہ مذکورہ بالا دلائل نہایت واضح ہیں ـــــ لیکن ضدی شیعہ کی اس سے تسلی نہ ہوا سلئے ہم وہ روایات لکھتے ہیں جن سے حضرت ابوبکر کا شامل جنازہ ہونا بالصراحت ثابت ہے اصول کافی صـ۱۸۵ میں ہے ترجمہ امام جعفر نے فرمایا حضرت عباس حضرت امیر کے پاس آئے اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ رسولپاک کو جنت البقیع میں دفن کریں اور یہ کہ ان لوگوں سے ایک شخص (ابوبکر) امام ہو ۔ پس امیر لوگوں کے پاس آئے اور کہا کہ رسول پاک ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں ۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں اسی جگہ دفن کیا جاؤں جہاں میرا انتقال ہو ! امیر دروازہ پر کھڑے ہو گئے ۔ اور خود نماز پڑھی پھر لوگوں کو حکم دیا کہ دس دس آدمی نماز پڑھتے اور پھر چلے جاتے تھے ۔ اس روایت سے ثابت ہے کہ بوقت جنازہ رسول حضرت ابوبکر موجود تھے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

——— ممکن ہے اس سے ایک متعصب شیعہ کی تسلی نہ ہو۔ کیونکہ اس روایت میں بالاشارہ آنحضرت ابوبکر کے امام بنائے جانے کی خواہش کا ذکر ہے آپ کا نام بالتصریح موجود نہیں ہے لو اب ہم آپ کو وہ روایت دکھائیں۔ جس میں حضرت ابوبکر کا نام بھی درج ہے۔ جلاء العیون اردو صفحہ ۴۰۰ ج ۱ ——— میں ہے جناب صادق ؑ سے روایت ہے کہ عباس جناب امیر ؑ کی خدمت میں آئے اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ حضرت ؐ کو بقیع میں دفن کریں اور ابوبکر آگے ہو کر نماز پڑھائے۔ جناب امیر ؑ نے کہا بدرستیکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پیشوا و امام ہمارے حیات و ممات ہیں اور حضرت نے خود فرمایا تھا کہ میں دفن ہوں گا۔ جہاں میری روح قبض کی جائے" اب تو شیعہ حضرات کی تسلی ہو جائے گی کہ حضرت ابوبکر حسب روایت امام صادق ؑ صرف نماز جنازہ میں شامل ہی نہ تھے بلکہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ آپ ہی امام ہوں ——— پھر کس قدر بے شرمی ہے کہ ائمہ اہلبیت ؑ کو جھٹلا کر شیعہ صاحبان تمام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ اچھے خلیفہ تھے کہ رسول ؐ کا جنازہ ہی نہ پڑھا۔

پیارے رسول ؐ سے پیارے دوست کی آخری ملاقات

(اس مقام پر مؤلف نے جلاء العیون اردو صفحہ ۷۷ سے بحوالہ ثعلبی (سنی) وہ روایت درج کی ہے جو اس سے پہلے صفحہ ۱۰۱ پر بضمن فضائل ابوبکر نقل کر چکے ہیں۔ جس میں ابوبکر صاحب کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند عامیانہ (بلکہ احمقانہ) سوالات (از قسم آپ کا انتقال کب ہوگا؟ آپکی بازگشت کہاں ہے؟ وغیرہ وغیرہ) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختصر حکیمانہ جوابات مذکور ہیں اور ہم اسی مقام پر اس پر مکمل تبصرہ کر چکے ہیں۔ جو قابل دید ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے (ناقل) اس کے بعد لکھا ہے) اور جب ابوبکر آخری دم تک پروانہ وار شمع جمال احمدی پر اپنی جان قربان کئے ہوئے تھے پھر کیونکر ممکن تھا کہ نماز جنازہ رسول سے غیر حاضر ہوں ——— ؟ (آفتاب صفحہ ۲۲۳)

الجواب

بیشک بالکل بجا! شیخین کا اپنے حصول اقتدار کی خاطر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تدفین اور نماز جنازہ سے غیر حاضر رہنا وہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی صاحب علم و انصاف اسکے انکار کرنے کی ہرگز جرأت نہیں کر سکتا۔ اگر مؤلف کو اپنی کتابوں پر عبور ہوتا تو بھی انکار نہ کرتے اور اگر انصاف کے . . . . ہوتا تو جو شیعی روایات اپنی تائید میں پیش کئے ہیں وہ پیش نہ کرتے۔ بہر حال انہوں نے سیرت شیخین اور سنت معاویہ و مروان پر عمل کرتے ہوئے شیعیان علی کے حق میں جو زبان استعمال کی ہے ہم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اسوۂ علوی و حسنی اور ارشاد ربانی "واذا مروا باللغو مروا کراما واذا اخاطبھم الجاھلون قالوا سلاما" پر عمل کرتے ہوئے اس سے درگذر کر کے اصل حقائق پیش کرتے ہیں۔

ابوبکر وفات نبوی کے وقت حاضر نہ تھے

(۱) بخاری شریف ج ۲ صفحہ ۱۸۰ طبع مصر میں ہے مات رسول اللہ و ابوبکر بالسنح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات واقع ہوئی تو اسوقت ابوبکر مقام "سنح" میں تھے (جو مدینہ سے کچھ فاصلہ پر ہے)

دفن رسولؐ کے وقت شیخین غائب تھے

تیسیر الباری ترجمہ بخاری طبع احمدی پریس لاہور پ ۴ صفحہ ۴ کتاب الجنائز باب موت الاثنین میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہا "میں ابی بکر کے پاس گئی ابوبکر نے کہا بیان کیجئے نبی صلعم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ بی بی عائشہ نے کہا تین کپڑوں میں پھر ابوبکر کہنے لگے کس دن رسول فوت ہوئے؟ عائشہ نے کہا پیر کے دن۔ واہ رے شمع رسالت کے اس سچے پروانے کا عشق! اور یار غار کی رفاقت و محبت! کہ اقتدار کی جد و جہد اور دوڑ دھوپ میں ایسے بدحواس اور دیوانے ہوئے کہ دفن بھول گئے، نماز جنازہ بھول گئے بلکہ وفات پیغمبر کا دن بھول گئے فلیبك علی الاسلام من کان باکیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۳) کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۴۰ طبع حیدرآباد میں ہے عن عروۃ قال ابوبکر و عمر رضی اللہ عنھما لم یشھدا دفن النبی صلعم وکانا فی الانصار فدفن قبل ان یرجعا۔ عروہ روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر و عمر نے پیغمبر اسلام کے دفن کے وقت حاضر نہ تھے بلکہ وہ انصار میں (خلافت کیلئے لڑ جھگڑ رہے) تھے۔ اور انکی واپسی سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دفن کر دیئے گئے۔

(کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ صفحہ ۳۹۲ و التاریخ للطبری ج ۳ صفحہ ۱۹۸/۲۰۱ و الکامل لابن الاثیر ج ۲ صفحہ ۱۲۳)

(۴) الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۱۳ طبع مصر بذیل عنوان "کیف کانت بیعۃ ابی بکر" لکھا ہے کہ جب عمر نے باب فاطمہ کے جلانے کی دھمکی دی تو اسوقت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے دروازہ کے اندر کھڑے ہو کر فرمایا لا عھد لی بقوم حضروا اسوء محضر منکم ترکتم جنازۃ رسول اللہ بین ایدینا وقطعتم امرکم بینکم لم تستامرونا ولم ترددوا لنا حقا۔ ہمارا تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ کوئی عہد و تعلق نہیں ہے جو برائی سے پیش آئے تم لوگوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ ہمارے درمیان چھوڑ دیا اور معاملہ خلافت کو خود باہم بیٹھ کر طے کر لیا۔ نہ ہم سے مشورہ کیا اور نہ ہی ہمارا حق خلافت ہمیں دیا۔"

ان تمام حقائق سے روز روشن کیطرح واضح و آشکار ہوتا ہے کہ جو لوگ (شیخین) رسول کے دفن و کفن سے غیر حاضر تھے لامحالہ وہ نماز جنازہ سے بھی غائب ہونگے حسب تصریح کنز العمال جب وہ اسوقت واپس آئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفن بھی ہو چکے تھے تو نماز جنازہ کب اور کہاں پڑھی؟ وھذا ادضع من ان یخفی۔

شیعی روایات کا جواب

اس سلسلہ میں مؤلف نے بہت کچھ ہاتھ پیر مار کر جو روایات کتب شیعہ سے پیش کی ہیں ان سے ہرگز انکا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ مثلاً پہلی روایت کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ صلت علیہ الملائکۃ والمھاجرون والانصار میں المہاجرون والانصار پر جو الف و لام کے مفید استغراق ہوتے ہیں اختلاف

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہے۔ اگرچہ مشہور یہی ہے جیسا کہ کتب نحو و اصول کے ناظرین پر مخفی نہیں ہے۔

ثانیاً، بنا بر تسلیم اس سے یہ کب لازم آتا ہے ہر جگہ استغراق و عموم ہی مراد ہوتا ہے اور بطور عہد خارجی مخصوص افراد مراد نہیں ہو سکتے (وہو مجازاً)

ثالثاً اگر اس سے بھی قطع نظر کر کے عموم تسلیم بھی کر لیا جائے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ علم اصول و نفر دمعانی و بیان کا تسلیم شدہ قاعدہ ہے کہ لا دلالۃ للعام علی الخاص بواحدۃ من الدلالات الثلاث کہ عام کی خاص پر تینوں دلالتوں (مطابقی، تضمنی اور التزامی) میں سے کوئی دلالت بھی نہیں ہوتی۔ لہذا عام مہاجرین و انصار کے نماز جنازہ پڑھنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ابو بکر و عمر نے بھی پڑھی! ۔۔۔ تیسری روایت سے استدلال دیکھ کر تو ہمیں مؤلف کے دماغی توازن کے قائم ہونے میں بھی تردد ہو گیا ہے۔ دعوے یہ ہے کہ وہ ایسی روایات پیش کر رہے ہیں۔ جن میں ابو بکر کے شامل جنازہ ہونے کی صراحت ہے اور جو روایت اصول کافی سے پیش کی ہے۔ اس میں صراحت تو کجا کوئی اشارہ و کنایہ تک موجود نہیں۔ بلکہ یہ لفظ موجود ہے۔ ویومھم منھم رجل "یعنی لوگوں نے جنت البقیع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے پر اتفاق کیا ہے اور اس پر کہ انہیں میں سے کوئی آدمی ان پر نماز پڑھا دے "رجل" اسم نکرہ ہے جس کا مطلب ہے "کوئی ایک مرد" مؤلف کی اپج قابل داد ہے کہ پہلے اس سے مخصوص شخص مراد لیکر پھر قوسین میں خود ہی لکھتے ہیں (ابو بکر) اور پھر آخر میں خود یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس روایت میں بالاشارہ حضرت ابو بکر کے امام بنائے جانے کی خواہش کا ذکر ہے۔ آپ کا نام بالتصریح موجود نہیں" ۔۔۔ کجا وہ شور اشوری اور کجا یہ بے نمکی۔ دعوئی صراحت کا تھا نکلا اشارہ ۔۔۔ حالانکہ در اصل اسمیں اشارہ بھی نہیں ہے ۔۔۔ باقی رہی چوتھی روایت جو جلاء العیون سے پیش کی ہے۔ اس کا جواب بھی واضح ہے۔ اس روایت میں یہ کہاں وارد ہے کہ ابو بکر اس وقت وہاں موجود بھی تھے؟ اس میں تو صرف بعض لوگوں کے اس عزم و ارادہ کا تذکرہ ہے کہ ابو بکر نماز پڑھائیں (جن کو سقیفہ سے بلایا جا سکتا تھا) اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ وہاں موجود بھی تھے اور پھر انہوں نے خود نماز بھی پڑھی یا پڑھائی تھی! اگر ان حضرات میں کچھ بھی ہمت اور جرأت ہے تو ائمہ طاہرین کا کوئی ایسا مستند فرمان پیش کریں جس میں ابو بکر و عمر کے جنازہ رسولؐ میں شریک ہونے کی صراحت موجود ہو۔ ورنہ یاد رکھیں ان بھول بھلیوں سے انہیں کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

؎ گر نیاید بگوش حقیقت کس
بر رسولاں بلاغ باشد و بس!

(" پیارے رسول ۔۔۔ سے پیارے دوست کی آخری باتیں" کے زیر عنوان جو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کچھ لکھا گیا ہے ہم اس پر "فضائل ابوبکر" کے ذیل میں مکمل تبصرہ کر کے اس فرضی فضیلت کا رذیلت ہونا ثابت کر چکے ہیں وہاں رجوع کیا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ ابوبکر تو آخری لمحات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود ہی نہ تھے (جیسا کہ ابھی اوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ وہ "مقام سنح" میں گشت فرما رہے تھے۔

آخری وقت میں حضرت علیؑ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہونا اور سرگوشی کرنا

بلکہ آخری وقت صرف جناب امیر علیہ السلام موجود تھے۔ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلوایا تھا اور انہی کی گود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس تھا کہ روح مقدس قفس اقدس عنصری سے پرواز کر گئی۔ جناب عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری لمحات حیات میں فرمایا ادعوا لی حبیبی: میرے حبیب کو میرے پاس بلاؤ۔ میں نے ابوبکر کو بلایا۔ آپ نے دیکھ کر سر تکیہ پر رکھ دیا۔ پھر فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ! میں نے عمر کو بلایا آپ نے دیکھ کر سر تکیہ پر رکھ دیا۔ پھر فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ میں نے لوگوں سے کہا۔ علیؑ کو بلاؤ۔ بخدا آپ ان کے سوا اور کسی کو نہیں بلاتے! چنانچہ جب جناب علی تشریف لائے تو ان کو کپڑے کے نیچے لے کر لپٹنے سے لگا لیا اور اسی حالت میں آپ کی وفات ہوئی (معجم کبیر طبرانی وغیرہ) اسی طرح جناب ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار دریافت فرمایا جاء علی؟ کیا علی آ گئے ہیں؟ جب حضرت علیؑ تشریف لائے تو ہم لوگ علیحدہ ہو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کچھ راز دنیا کی باتیں کیں اور اسی حالت میں آپ کا عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال پر ملال ہو گیا (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۲۹ خصائص علویہ نسائی وغیرہ)

لطیفہ مؤلف کا یہ کہنا کہ "ابوبکر آخری دم تک پروانہ وار شمع احمدی پر اپنی جان نثار کئے ہوئے تھے پھر کیونکر ممکن ہے کہ نماز جنازہ رسول سے غیر حاضر ہوں" البتہ اس گفتگو سے موصوف کو کی یہ معلوم نہیں کہ پروانہ صرف اس وقت تک شمع کے ارد گرد طواف کرتا ہے جب تک شمع روشن رہتی ہے۔ ادھر شمع گل ہوئی ادھر پروانہ غائب ہوا۔ ولنعم ما قیل۔

ع چوں صحابہ حب دنیا داشتند
مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند

نتیجۃ الکلام ان حقائق کی روشنی میں واضح و عیاں ہو گیا کہ شیخین جنازہ رسول سے غیر حاضر رہے اور جو اس قدر مطلب پرست ہو کہ اپنے ذاتی مفاد اور اقتدار پر رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی تجہیز و تدفین اور نماز جنازہ میں شرکت کو قربان کر دے وہ ہرگز ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین اور امیر المؤمنین نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس منصب جلیل کا مستحق صرف اور صرف وہ بزرگوار ہو سکتا ہے کہ جو

ے امامے کہ روز وفات پیغمبر
خلافت گذارد بہ تم نشیند

کا مصداق ہو۔ وھو سواللہ فی العالمین علی بن ابی طالب علیہ افضل صلوۃ المصلین الی یوم الدین۔ والحمد للہ رب العالمین۔

چھٹا طعن (قضیۂ فدک)

شیعہ کا یہ طعن ہے کہ ابوبکر صدیق نے فدک بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم (فاطمہؑ) سے چھین لیا۔ ان کو ناراض کیا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاتون جنت کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی سے تعبیر کیا پھر ایسا شخص خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے؟

جواب

چونکہ شیعہ حضرات اس طعن کو بڑی شد و مد سے پیش کیا کرتے ہیں ——— اس لئے ہم اس کے متعلق شرح و بسط سے کلام کرتے ——— پہلے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ فدک ہے کیا چیز ——— قرآن کا فیصلہ اسکے متعلق کیا ہے اور رسول پاک اور آپ کے صحابہ ——— اہلبیت ——— کا طرز عمل کیا رہا ———

فدک کی تعریف

سو فدک جیسا کہ قاموس میں ہے ایک چھوٹے سے قریہ کا نام ہے جو خیبر کے نواح میں ہے اور جو یہود کے قبضہ میں تھا جب آنحضرت فتح خیبر سے واپس ہوئے تو محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس ——— بھیجا ——— یہود نے حضور صلے اللہ وسلم کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور صلح کے عوض فدک کی آدھی زمین دینی منظور کی۔ چونکہ یہ جائداد قبضۂ اسلام میں بدون لڑائی بطور صلح آئی تھی۔ اس لئے اسے فئے کہتے ہیں اور فئے کے متعلق جو حکم قرآن میں ہے وہی قابل عمل تھا فی الحقیقت فدک کی کل کائنات چند کھجوریں ہیں جن کے متعلق اسقدر واویلا مچائی جاتی ہے کہ صحابہ نے خاتون جنت کی جائداد چھین لی۔

فدک کی حقیقت شیعی نقطۂ خیال سے

شیعہ کی معتبر کتاب اصول کافی (صفحہ ۳۵۶) میں ایک طولانی حدیث لکھی ہے جس میں حضرت ابوالحسن موسیٰ نے خلیفہ مہدی سے فدک کی واپسی کے متعلق مکالمہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کیا ہے ــــ فقال له المهدی ــــ ترجمہ: مہدی نے کہا اے ابوالحسن: فدک کی حد بتائیے! امام نے کہا ایک کنارہ اس کا کوہ احد ہے اور دوسرا عریش مصر ایک گوشہ سمندر اور دوسرا دومۃ الجندل۔ مہدی نے کہا کیا یہ سب فدک ہے؟ امام نے کہا ہاں! خلیفہ نے کہا یہ تو ایک ملک ہے اور میں اس بارہ میں غور کروں گا۔ شیعہ کی اس حد شماری سے فدک آدھی دنیا کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ کہا کرتے ہیں کہ فدک لاکھوں کی جائداد تھی جو ابوبکر نے دبالی

اب قابل غور بات یہ ہے کہ کیا رسول پاک دنیا طلبی کے لئے مبعوث ہوئے تھے کہ نبوت کے اقتدار سے جن ممالک پر قبضہ ہوا وہ سب دختر نیک اختر کے حوالہ کر دیا۔ مخالفین اسلام اس بارہ میں کیا کہیں گے؟ ہمارے رسول پاک اور آپ کے اہلبیت کی تو یہ حالت تھی کہ باوجود شہنشاہ اعظم ہونے کے تین تین روز فاقے گذرتے تھے ــــ پھر جب آپ کی وفات ہوئی، تو آپ کی زرہ چند درہم کے عوض ایک یہودی کے گرو تھی ــــ اور آپکے اہلبیت بھی اسکے خوگر تھے کہ فاقے سے رہ کر یاد خدا میں شب و روز مصروف رہتے تھے۔ پیغمبر اسلام کے ذمے ایک بہت بڑا افترا ہے کہ آپ نے ایک بڑا ملک ــــ فقراء و مساکین امت کو محروم کر کے سارا اپنی بیٹی کو دے دیا اور اسی طرح ــــ فاطمۃ الزہراء پر یہ بہت بڑا بہتان ہے کہ آپ دنیائے حقیر کی اسقدر دلدادہ تھیں ــــ کہ کچہریوں میں مقدمات لڑتی پھریں ــــ استغفر اللہ!

فدک کے متعلق فیصلہ قرآن

یہ امر مسلمہ فریقین ہے کہ فدک مال فے تھا ــــ مال فے کے متعلق قرآنی فیصلہ کیا ہے؟ ــــ پارہ ۲۸ سورۂ حشر میں ہے ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل ــــ ترجمہ: جو زمین اور جائداد بطور فے اہل دیہات سے رسول کو ملی وہ خدا و رسول اور قرابتداران رسول اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں اور فقراء اور مہاجرین اور ان سب مسلمانوں کیلئے (وقف) ہے جو آئندہ دنیا میں آئیں گے۔ اس آیت میں صریح فیصلہ موجود ہے کہ مال فے ــــ کسی کی خاص ملکیت نہیں بلکہ اس کے حقدار رسول و ورثاء (جو آیت میں مذکور ہیں۔ ناقل) ــــ پھر شیعہ کا یہ خیال برخلاف فیصلہ قرآن کہ فدک ــــ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف فاطمۃ الزہراء کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ملکیت میں دے دیا تھا۔ نہ صرف قرآن کو ہی جھٹلاتا ہے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذمے اتہام لگاتا ہے ـــــ کیا فیصلۂ قرآن سے بڑھ کر کوئی اور فیصلہ ہو سکتا ہے؟ شیعہ جواب دیں!

کیا فدک رسولِ پاک کی ذاتی جائداد تھی؟

فدک کو فاطمۃ الزہراؑ کی ملکیت قرار دینے کے متعلق شیعہ کو سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ ـــــ آپ کو بطور ہبہ ملا تھا اور کبھی یہ کہ وراثتاً تہ کہ میں آیا تھا۔ لیکن یہ دونوں باتیں تب ہو سکتی ہیں، کہ فدک رسول کی ذاتی ملکیت ہوتی۔ لیکن اس بات کا ثابت کرنا بالکل مشکل ہے۔ اول تو یہ کہ آیت بالا اس کے مخالف ہے۔ دوم یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ذاتی جائداد وہ ہوتی ہے جو کسی شخص کو وراثتاً ملے یا اس نے ذاتی کمائی سے خریدا ہو۔ یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں ـــــ یہ مسلم ہے کہ بادشاہ یا امام یا نبیؐ کو جو جائداد حکومت یا امامت یا نبوت کے اثر سے حاصل ہوئی ہو وہ بادشاہ یا امام یا نبی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی ـــــ گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے ـــــ وہ اس کے وارثوں کو وراثت میں نہیں ملا کرتیں ـــــ (یہاں مؤلف نے مضمون بالا کی مزید وضاحت کی خاطر جناب شبلی نعمانی کی الفاروق ج ۲ صـ۱۷۱ سے ایک طویل عبارت نقل کی ہے۔ جس کا مطلب وہی ہے جو مذکور ہوا کہ بادشاہ، نبی، امام کے قبضہ میں جو جائداد ہوا سکی دو حیثیتیں ہوا کرتی ہیں ـــــ ذاتی مملوکہ اور مملوکہ بہ حکومت۔ مثالیں دے کر اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ خوف طوالت اور مطلب کے واضح ہونے کی وجہ سے اسے قلم انداز کیا جاتا ہے۔ ناقل) بس جب فدک حضور علیہ السلام کے ذاتی املاک ہی سے نہ تھا تو اس کا ہبہ بحق خاتون جنت کر دینا یا آپ کی وفات پر وراثتاً آپ کو ملنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

ایک عجیب قصہ

ہبہ فدک کے متعلق شیعہ حضرات نے ایک عجیب قصہ تراش کر رکھا ہے۔ جس کا اصول کافی صـ۲۵۵ میں ہے۔

ـــــ ترجمہ:۔ امام ابوالحسن نے کہا خدا نے رسول پاک کے ہاتھ پر فدک وغیرہ فتح کئے۔ جن کے متعلق فوج کشی نہ کی گئی تھی تو خدا نے آیت وآت ذا القربیٰ حقہ (دے رشتہ دار کو اس کا حق) نازل کی تو رسول کو معلوم نہ ہو سکا کہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ذالقربیٰ سے کیا مراد ہے۔ آپ نے اس کے متعلق جبرئیل سے استفسار کیا اور جبرئیل نے رب العزت سے تو خدا نے وحی بھیجی کہ فدک فاطمہ کو دے دیجئے۔ تب رسول نے بلاکر کہا۔ فاطمہ! خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ فدک تجھے دے دوں۔ فاطمہؑ نے کہا میں نے خدا و رسول سے یہ عطیہ قبول کیا۔ قصہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو وضع کر لی لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس سے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام آتا ہے کہ ذالقربیٰ کے معنی بھی نہ سمجھ سکے پھر اللہ پر یہ الزام آتا ہے کہ اس نے یہ حکم ایسے مبہم طور پر فرمایا نہ اس کا معنی صاحب الوحی سمجھ سکے نہ حامل وحی — پہلے ہی سے یوں فرما دیا جاتا وآت فاطمہ فدک (فاطمہ کو فدک دے دیجئے) — کیا ان کو یہ معلوم نہیں یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں فدک کہاں تھا؟ وہ ہجرت کے بعد قبضۂ اسلام میں آیا۔

دعوائے ہبۂ فدک

شیعہ کہتے ہیں کہ فاطمۃ الزہراؑ نے فدک — کا مقدمہ دربار صدیق میں دائر کیا اور دو — ثقہ اور معتبر گواہ (حضرت علی و ام ایمن) بھی پیش کئے۔ لیکن ابو بکر نے شہادت رد کر دی — سوال تو اس واقعہ کا ثبوت اہلسنت کی کسی معتبر کتاب سے نہیں ملتا ہے کیونکہ بحکم قرآن واستشہدوا شہیدین من رجالکم وان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان (دو مرد گواہ رکھو وہ نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں) چونکہ صورت بالا میں نصاب شہادت موجود نہ تھا — اس لئے اگر ابو بکر صدیق اس شہادت پر فیصلہ بحق خاتون جنت کرتے تو لوگ کہتے دخترِ رسول کی خاطر غلط فیصلہ دے رہا ہے — عدالت و انصاف کا بڑا لازمہ عام مساوات کا لحاظ ہے ایوان عدالت میں شاہ گدا، امیر و غریب، شریف و رذیل سب ہم مرتبہ سمجھے جاتے ہیں — چونکہ واستشہدوا کا حکم عام ہے — اول تو یہ ناممکن ہے کہ — جناب امیرؑ — نامکمل شہادت لے کر — عدالت میں حاضر ہوں۔ اگر ایسا ہو گیا ہو تو خلیفۂ رسول کا اہم فرض تھا کہ بحکم خدا — اس نامکمل شہادت پر خاتونِ جنت کے حق میں ڈگری نہ دیں۔ امیرؑ اور خاتون جنت کو بجائے اس کے کہ ناراض ہوں حاکم شرع خلیفہ کی داد دینی چاہیئے تھی

(اس کے بعد اس مقام پر مؤلف نے دو واقعات نقل کئے ہیں۔ ایک عمر کے مقرر کردہ قاضی زید بن ثابت کے دربار میں عمر اور ابی بن کعب کا مرافعہ لے جانے اور زید کے عمر کی بھول رعایت کرنے پر عمر کے ان کی سرزنش کرنے کا — اور دوسرا شریح قاضی کی عدالت میں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حضرت امیرؑ کے یہودی کے ساتھ رزہ کے بارے میں مقدمہ پیش کرنے اور اس کے گواہ طلب کرنے پر آپ کے امام حسنؑ اور قنبر کو پیش کرنے اور اس کے ان کو نامنظور کرنے کا ــــ کہ اس پر آپ ناراض نہ ہوئے) الغرض دعوئے فدک کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے نہ حضور علیہ السلام باقی اقربار کو محروم کر کے اکیلے فاطمۃ الزہراؑ کو یہ جائداد دے سکتے تھے

دعوئے وراثت

جب ہبہ کی طرف سے فیل ہوتے ہیں تو شیعہ حضرات وراثت کا سوال پیش کر دیتے ہیں کہ ــــ فاطمۃ الزاہراؑ نے ابوبکر کے پاس دعویٰ کیا کہ فدک وراثت میں مجھے ملنا چاہیئے۔ سو یہ ــــ پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

(۱) وراثت بھی ان ہی اشیاء میں ہوتی ہے جو مورث کی ملکیت ہوں جب فدک حسب مسلمہ مال فئی (وقف) تھا ــــ تو وراثت کیسی!

(۲) اسلئے کہ دیگر ورثاء کو محروم کر کے اکیلے فاطمہؑ کو بطور وراثت لینے کا کیا حق تھا حضرت کی نو بیویاں اور حضرت عباس (چچا) بھی موجود تھے ــــ اگر فدک میں سلسلۂ وراثت جاری ہو سکتا ــــ تو حضرت ابوبکر کو ــــ کچھ عذر نہ ہوتا ــــ اس سے آپ کی دختر عائشہ بھی بہرہ یاب ہوتیں اور حضرت عباس بھی ــــ

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث موجود ہے نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ (ہم گروہ انبیاء کسی مال دنیوی کے وارث ہوتے ہیں۔ نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہمارا متروکہ صدقہ ہوتا ہے)

سوال شیعہ

آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ عام ہے پھر رسول اللہ اس سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں ــــ اور حدیث صحیح بھی تو آیت کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

جواب

کئی آیات میں جو بظاہر عام ہوتی ہیں۔ لیکن رسول اس حکم سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جیسے آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع۔ عام ہے جس کا مفہوم ہے کہ چار بیویاں کرنا جائز ہیں۔ زائد نہیں۔ رسول پاک اس سے مستثنیٰ ہیں ــــ اسی طرح یوصیکم اللہ سے بھی آپ مستثنیٰ ہیں اور حدیث ناسخ نہیں۔ بلکہ حدیث مذکور سے تخصیص مطلوب ہے اور حدیث مخصص آیت ہو سکتی ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سوال شیعہ حدیث لا نورث الخ حضرت ابوبکر نے خود ہی وضع کر لی ہے

جواب شیعہ کی لاعلمی یا ہٹ دھرمی پر افسوس ہے یہی حدیث شیعہ کی اپنی کتابوں میں بروایت ائمہ اہلبیتؑ موجود ہے ــــ چنانچہ اصول کافی صـ۱۷ میں ہے ــــ (ترجمہ) "ابی عبداللہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور یہ اس لئے کہ انبیاء ورثہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ بلکہ اپنی احادیث چھوڑ جاتے ہیں۔ پس جس شخص نے یہ میراث ــــ پائی اس کو بہرہ وافر ملا"۔ اس حدیث میں مدلل طور پر بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء مال دنیا کی میراث ہرگز نہیں چھوڑتے۔ بلکہ انکی میراث علم و حکمت ہوتی ہے ــــ خدا کے فضل سے شیعہ کی کتابیں علماء اہلسنت کے پاس موجود ہیں ــــ

سوال شیعہ دوسری آیات سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء مال دنیا ترکہ میں چھوڑ جاتے ہیں اور ان کی اولاد وارث ہو سکتی ہے ــــ آیات یہ ہیں (۱) ورث سلیمان داؤد ــــ (۲) رب ھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب!

جواب شیعہ صاحبان کی سمجھ پر افسوس ہے۔ جن آیات کو وہ اپنی دلیل سمجھتے ہیں حقیقت میں ان سے ان کے دعوٰی کی تردید ہوتی ہے۔ دونوں آیات میں میراث نبوت و حکمت مراد ہے ــــ ورنہ اگر دنیوی مال کی وراثت ہو تو آیت کا معنی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت داؤدؑ کے نہ صرف حضرت سلیمان واحد فرزند تھے۔ بلکہ آپ کے اٹھارہ فرزند اور بھی موجود تھے ــــ اسلئے سب وارث ہوئے نہ اکیلے حضرت سلیمان ــــ الا ــــ میراث نبوت حضرت سلیمان ہی کو ملی ــــ دوسری آیات سے اسکی تصدیق ہوتی ہے ولقد اٰتینا داؤد وسلیمان علما ــــ وقال یا ایھا الناس علمنا منطق الطیر ــــ فی الحقیقت مال دنیا عطا ہونا ایک نبی کی فضیلت ہرگز نہیں ہو سکتا ــــ انبیاء کی دولت علم و حکمت و نبوت ہوتی ہے ــــ ایک اور حدیث سے بھی یہ عقدہ حل ہوتا ہے کہ وراثت سلیمان مالی نہ تھی ــــ ترجمہ: سلیمان داؤدؑ کے وارث ہوئے اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سلیمانؑ کے وارث ہوئے) (اصول کافی)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

——— کون نادان کہہ سکتا ہے کہ حضرت سلیمان کا کوئی دفینہ باقی رہ گیا تھا جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آیا چونکہ حضور علیہ السلام حضرت سلیمان کے بعد کامل مکمل نبی ہوئے۔ اس لئے گویا حضرت سلیمان کے ترکہ (نبوت) کے ——— آپ ہی وارث سمجھے جاتے ہیں۔ دوسری آیت ھب لی من لدنک ——— حضرت زکریا نے جو فرزند صالح کی تمنا کی تھی وہ اس لئے نہ تھی کہ آپ بہت سی دولت و مال کے مالک تھے اور آپ کو کھٹکا تھا کہ اسکو دوسرے وارث نہ سنبھال لیں۔ کوئی بیٹا پیدا ہو جائے تو اس کے نصیب ہو ——— اگر ہو بھی اور وارثوں کو ملنا پسند نہ ہو تو ایک آن میں سارا مال راہ خدا میں صرف کیا جا سکتا ہے ——— آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! مجھے ایسا ولی عطا ہو جو میراث نبوت کا مالک ہو سکے ——— اگر میراث سے مراد علمی نہیں بلکہ مالی ہے اور یرثنی کا مفہوم صحیح بھی ہو تو یرث من آل یعقوب کا مفہوم درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ اور زکریاؑ کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے تو کیا اب تک آل یعقوب کا مال غیر منقسم پڑا تھا کہ وہ سب مال حضرت یحییٰ بن زکریا کو ملنا تھا۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہاں وراثت علمی مراد ہے ——— غرض دونوں آیات میں وراثت مالی مراد ہونا کسی صورت سے درست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وراثت علمی مراد ہے ——— تحقیق بالا سے ثابت ہو گیا کہ فدک مملوکہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ تھا۔ نہ آپ نے فاطمہؑ کو بطور ہبہ دیا تھا نہ بطور وراثت آپکو مل سکتا تھا یہ مال فئے تھا۔ مساکین و یتامیٰ ——— کا حق تھا ——— حضرت ابوبکر نے اس میں وہی عمل کیا جو جناب رسمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ باقی صحابہ نے بھی ایسا ہی کیا۔

حضرت علیؑ کا عمل

یہ امر شیعہ کے دعویٰ کے بطلان کی صریح دلیل ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے عہد میں بھی فدک ورثاء فاطمہؑ میں تقسیم نہیں کیا۔ بلکہ بدستور سابق عامۃ المسلمین کے لئے وقف رہا ——— ہم فروع کافی ج ۳ کتاب الروضہ ۲۹/۳۰ سے ایک خطبہ جناب امیرؑ کا درج کر دیتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ نے اپنے وقت میں فدک ہی ورثاء فاطمہؑ کو نہ دیا۔ (ترجمہ) ——— جناب امیرؑ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے جبکہ آپ کے گرد آپ کے اہلبیت اور شیعہ بیٹھے ہوئے تھے پہلے خلیفوں نے مجھ سے پہلے ایسے کام کئے ہیں جن میں رسول خدا کی مخالفت کی گئی ہے اور دانستہ خلافت کیا گیا ہے۔ عہد توڑا گیا۔ رسول

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی سنت تبدیل کی گئی ہے اور اگر میں لوگوں کو وہ کام چھوڑنے کے لئے کہہ کر اصلی حالت
لانا چاہوں جیسا کہ رسول کے وقت میں تھا تو میرا لشکر مجھ سے علیحدہ ہو
جائے اور میں صرف اکیلا رہ جاؤں یا چند شیعہ رہ جائیں۔ جو میری فضیلت اور میری
خلافت و امامت کی فرضیت قرآن اور حدیث سے جانتے ہیں۔ اگر میں کہوں مقام ابراہیم
اس طرح کر دیا جائے جیسا کہ آنحضرت کے وقت میں تھا اور باغ فدک
کو وہ شارِ فاطمہ کو واپس دلا دوں اور صاع کو ایسا ہی کر دوں جیسا کہ رسول کے وقت
تھا اور لوگوں کو متعہ کا حق دے دوں اور پانچ تکبیر جنازہ پڑھنے کا حکم دوں تو لوگ مجھ سے
الگ ہو جائیں بخدا میں نے لوگوں کو کہا کہ ماہِ رمضان میں بغیر نماز فرض کے جمع نہ ہوں
(نماز تراویح نہ پڑھیں) اور میں نے انہیں بتایا کہ نوافل (تراویح) کیلئے مجتمع ہونا بدعت ہے
تو میرے سپاہیوں نے جو میرے ساتھ مل کر لڑائی کر رہے ہیں۔ منادی کرادی کہ اے
مسلمانو! حضرت علیؑ حضرت عمر کی سنت کو بدلنا چاہتا ہے اور ہمیں ماہِ رمضان میں نوافل
تراویح پڑھنے سے منع کرتا ہے"۔ اس خطبہ سے ثابت ہوا کہ جناب امیر جماعت کے افتراق
کے خوف سے نہ تو فدک و رثارِ فاطمہؑ کو واپس دلا سکے۔ نہ متعہ جیسے کارِ ثواب کی ترویج
کرا سکے ـــــ تو اب سوال یہ ہے کہ امیرؑ کی خلافت و امامت کس کام کی تھی؟ وہی بدعات
جو پہلے خلفاء نے جاری کر رکھی تھیں ہوتی رہیں ـــ یہاں تک بے بس تھے کہ باغ فدک وغیرہ
بھی حسنین کو نہ دلا سکے ـــــ پھر آپ کی خلافت سے شیعہ کو فائدہ ہی کیا پہنچا؟ یہ بھی تعجب
ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی زندگی میں تو درہ عمر یا تیغ صدیقی کا خوف تھا۔ بعد وفات ان کے
لوگوں کو کیا کھٹکا تھا کہ ان ہی کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ کیا جناب امیرؑ کے خطبات بلیغہ کا
بھی انکے دلوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ نہ ذوالفقار حیدری کی ہیبت انکے دلوں پر طاری ہو سکی
کیا صداقت تھی جو دلوں کو فتح کر چکی تھی ـــ یہ سب حیلے بہانے ہیں کہ لوگوں کے
افتراق کا خوف تھا ـــــ حقیقت یہ ہے کہ فدک کے متعلق جناب امیرؑ کو خوب معلوم
تھا کہ فیصلہ خلفاء مطابق قرآن اور حدیثِ رسول تھا اسی وجہ سے اس
میں تغیر و تبدل مشکل تھا ـــــ اسکے جواب میں شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنے وقت
میں فدک اس لئے واپس نہیں دلایا کہ مغصوبہ چیز کا واپس لینا شانِ امامت کے خلاف
تھا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جواب الجواب ہم کہتے ہیں یہ درست نہیں اگر ـــــ درست نہ تھا تو خلافت مغصوبہ کیوں واپس لی گئی ـــــ جب نہ آپ نے اور نہ امام حسنؑ نے فدک واپس کیا تو ظاہر ہے کہ فیصلہ خلفاء سابق کو ناطق سمجھ کر اس کی مخالفت نہ کی ـــــ

غضبِ فاطمہؑ شیعہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر کے ہاں فدک کے متعلق دعویٰ کیا ابوبکر نے نہ دیا تو فاطمہؑ غضبناک ہوئیں اور حضرت ابوبکر سے بات چیت نہ کی حتیٰ کہ فوت ہوگئیں۔ غضب فاطمہؑ غضب خدا و رسول ہے ـــــ

جواب اوّل صحیح بخاری کی جو حدیث بیان کی جاتی ہے۔ وہ کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے صرف عائشہ کا قول ہے اور بقصد درایۃً ناقابل تسلیم ہے اوّل اسلئے کہ حضرت فاطمہ بنت رسول سے جس کا لقب ہی بتول (تارک الدنیا) تھا یہ توقع نہیں کہ وہ چند کھجوروں کیلئے مقدمہ بازی شروع کر کے کچہری میں نامحرموں کے پاس جا کر اصالتاً حاضر ہو کر مخاصمہ کریں ـــــ

ـــ دوم۔ بخاری اور مسلم کی حدیث میں لفظ "دہلت" ہے جس کے معنی "ندمت" کے ہیں یعنی صدیق اکبر سے آپ نے معقول جواب سن لیا تو اپنے دعویٰ کرنے پر آپ کو ندامت ہوئی اور پھر اپنے مرنے تک اس کے متعلق کبھی گفتگو نہ کی جن روایتوں میں غضب کا لفظ ہے اس کا معنی بھی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے نفس پر خفا ہوئیں۔

ـــ سوم۔ اگر بفرض محال تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت فاطمہؑ اس بات سے خفا ہوگئیں تو یہ اقتضاء بشریت ہے جس حدیث میں وعید ہے اس میں لفظ "من اغضبھا" یعنی جس نے دانستہ آپکو غضبناک کیا ـــ یہاں اغضاب نہیں ہے۔ کیونکہ ابوبکر نے یہ معاملہ آپ کو غضبناک کرنے کو نہیں کیا بلکہ تعمیل ارشاد رسول و حکم قرآن ایسا کیا ـــــ تقاضائے بشریت ہے کہ بعض اوقات خواص اہل اللہ کو بھی کسی غلط فہمی کی بنا پر رنجیدگی لاحق ہو جاتی ہے اور اس سے کوئی برا نتیجہ اخذ کرنا نادانی ہے۔ حضرت موسیٰ ایک اولوالعزم رسول تھے جب کوہ طور سے پہلی بار اکرک واپس آئے تو قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا پایا ایسے غضبناک ہوئے کہ الواح مقدسہ کو زمین پر دے مارا اور اپنے بھائی ہارون (نبی) کو سر اور داڑھی سے پکڑ کر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کھینچا۔ جس پر ہارون نے اپنی بے قصوری کا عذر پیش کر کے بھائی سے کہا کہ مجھے بے عزت کر کے دشمنوں کو ہنسی کا موقع نہ دیں ـــــ جب ایک رسول کا اپنے بھائی نبی پر اس طرح غضبناک ہو کر دست بگریبان ہونا طرفین میں سے کسی کے خطاکار ہونے کا باعث نہیں ہو سکتا تو حضرت فاطمہؑ اگر غصہ کریں تو آپ کا یا جناب صدیق اکبر کا اس سے مجرم ہونا کسطرح ثابت ہو سکتا ہے ؟

چہارم شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بارہا حضرت فاطمہ اور حضرت علیؑ کے مابین ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ جناب خاتونِ جنت حضرت علی پر غضبناک ہو کر ان کے گھر سے نکل کر اپنے والد ماجد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر چلی گئیں ـــــ تو جب حضرت فاطمہؑ کے غضبناک ہونے سے حضرت علیؑ پر کوئی اعتراض نہیں آتا ـــــ تو حضرت ابو بکر پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے ۔ ؟

حضرت علی پر حضرت فاطمہ کا ناراض ہونا

جلاء العیون اردو صـ۱۳۷ میں ہے (یہاں اس مضمون کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ جناب جعفر طیار جب حبشہ میں تھے ان کو کسی نے ایک کنیز ہدیہ بھیجی انہوں نے مدینہ پہنچکر بطور ہدیہ حضرت امیر کو دی ۔ وہ خدمت کرتی ایک دن جناب سیدہ حضرت امیرؑ کو اس کے دامن میں سر رکھے دیکھ کر ناراض ہو گئیں ـــ اور اجازت لیکر رسول کے پاس چلی گئیں ـــــ قبل اسکے کہ آپ کوئی حرف شکایت زبان پر لائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوجہ نزول جبرئیل حکم خدا سے مطلع ہو کر فرمایا علیؑ کے پاس پھر جاؤ اور کہو میں راضی ہوں ، چنانچہ جناب نے واپس آکر تین مرتبہ کہا میں راضی ہوں) اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ ایسی رد در رنج تھیں کہ کنیز کو جناب امیرؑ کے پاس دیکھ خفا ہو گئیں ـــــ

دوسرا واقعہ ناراضگی فاطمہؑ

جلاء العیون اردو صـ۶۲-۶۳ میں (یہاں وہ قصہ نقل کیا ہے کہ کسی شقی نے حلفیہ طور پر جناب سیدہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت علیؑ نے دختر ابو جہل کی خواستگاری کی ہے ۔ یہ سن کر جناب سیدہ کو بہت غیرت آئی ۔ اور بالآخر تمام بچوں کو ساتھ لے کر اپنے پدر بزرگوار کے گھر تشریف لے گئیں ـــــ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ قصہ سنکر بہت رنجیدہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہوئے۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ اور بچوں کے ہمراہ جناب امیرؑ کے پاس آئے اور جب جناب امیرؑ نے حلفیہ بیان دیا کہ جو کچھ جناب سیدہ سے کسی نے کہا ہے وہ صحیح نہیں۔ میرے تو دل میں بھی یہ خیال نہیں گذرا۔ تب جناب فاطمہؑ خوشحال ہوئیں ——— اور اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہ کسی کے حلفیہ کہہ دینے سے کہ جناب امیرؑ دختر ابوجہل سے نکاح کرنا چاہتے ہیں غضبناک ہو گئیں ———

جناب سیّدہ کی نازک مزاجی

چونکہ جناب سیّدہ بوجہ صاحبزادگی نازک مزاج تھیں اس لئے معمولی باتوں سے رنجیدہ خاطر ہو جانا کچھ بڑی بات نہ تھی

روایاتِ شیعہ

شیعہ صاحبان جو نقشہ اخلاق و عادات جناب سیّدہ کا پیش کرتے ہیں۔ اس کے لکھنے سے شرم آتی ہے مگر بوجہ اسکے کہ نقل کفر کفر نباشد درج کرتے ہیں۔ جلاء العیون اردو ج ۱ ص ۱۳۰ میں ہے "پس جب ارادہ تزویج فاطمہ ہمراہ علی ہوا جناب فاطمہ سے پنہاں حضرتؐ نے بیان کیا۔ جناب فاطمہ نے کہا میرا آپ کو اختیار ہے لیکن زنانِ قریش کہتی ہیں کہ علی بزرگ شکم اور بلند دست ہے اور بند ہائے استخوان گندہ ہیں آگے سر کے بال نہیں ہیں۔ آنکھیں بڑی ہیں اور ہمیشہ خندہ دہان اور مفلس ہیں" کیا ایک شریف شرم فہم خاتون سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ بحالت کنوارگی اپنے سرورِ عالم کے سامنے ایسی کلام کرے اسی کتاب کے ص ۱۳۶ میں ہے کتاب کشف الغمہ میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب فاطمہؑ نے رسول خدا سے شکایت کی کہ جو کچھ وہ پیدا کرتے ہیں فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیتے ہیں اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیّدہ ایسی طمّاع و حریص تھیں کہ جناب امیرؑ کا خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنا بھی ان کو ناپسند تھا ———

شیعہ کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت ابوبکر نے فدک حضرت فاطمہ کو دے کر سند بھی تحریر کر دی تھی جیسا کہ جلاء العیون اردو ص ۱۵۱ میں ہے "بروایت دیگر ابوبکر نے نامہ لکھا اور جناب فاطمہؑ کو دیا عمر نے رستہ میں دست مبارک فاطمہ سے نامہ لے کر نامہ پر تھوکا اور نامہ پھاڑ دیا" اسی طرح اصول کافی ص ۳۵۵ میں بھی روایت ہے ——— علاوہ ازیں شیعوں کے شیخ ابن مطہر حلّی نے بھی اپنی کتاب میں اسکا اعتراف کیا ہے ——— (منہج الکرامۃ) جب تم تسلیم کرتے ہو کہ حضرت ابوبکر نے فاطمہ کو دے کر نامہ بھی لکھ دیا تو پھر بھی تم جناب صدیق

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کا پیچھا نہیں چھوڑتے ـــــ جناب سیدہ کی رضامندی حضرت ابوبکر سے شیعہ کی معتبر کتاب حجاج السالکین میں لکھا ہے ـــــ روایت یوں ہے ان ابا بکر ـــــ (بحذف عربی) (ترجمہ) "ابوبکر نے جب دیکھا کہ جناب فاطمہؑ ان سے کشیدہ خاطر ہو گئیں ہیں اور بات کرنا چھوڑ دیا ہے تو یہ ان پر شاق ہوا اور جناب سیدہ کو رضامند کرنے کی غرض سے ان کے پاس گئے۔ اور کہا آپ نے بے شک سچ کہا ہے اے بنت رسول! لیکن میں نے رسولخدا کو دیکھا کہ آپ فدک کی پیداوار کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ محتاجوں، مسکینوں اور مسافروں کو دے دیا کرتے تھے۔ جب تم اہلبیت کو پہلے مخرج دیتے تھے اور کام کرنے والوں کو بھی اس سے دیتے تھے۔ جناب سیدہ نے کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسے میرے والد ماجد رسولخدا کیا کرتے تھے تو ابوبکر نے کہا میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ ایسا ہی کرونگا۔ جیسے رسول خدا صلے کیا کرتے تھے۔ جناب سیدہؑ نے فرمایا بخدا تم ایسا کروگے؟ ابوبکر نے کہا بخدا ایسا ہی کرونگا۔ جناب سیدہؑ نے کہا خدایا اس پر گواہ رہنا۔ پھر جناب سیدہ اس پر رضامند ہو گئیں اور عہد لے لیا۔ ابوبکر پہلے ان کو مخرج دیا کرتے تھے اور بعد میں غرباء و مساکین کو دیتے تھے"۔

جنازۂ فاطمۃ الزہراؑ

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراؑ کا جنازہ ابوبکر نے نہیں پڑھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رضامندی نہ ہوئی تھی۔ یہ لوگ اس کے متعلق بخاری کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کی وفات کی اطلاع نہ دی تھی۔ میں کہتا ہوں یہ محض غلط ہے۔ جب کتب فریقین سے رضامندی کا ہو جانا ثابت ہے تو جنازہ نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی ـــــ حضرت علیؑ کے اطلاع نہ دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خاتون جنت کی وفات کی حضرت ابوبکر کو اطلاع نہ ہو ـــــ حضرت علی اور اسماء بنت عمیس نے حضرت فاطمہؑ کو غسل دیا۔ اسماء ـــــ حضرت ابوبکر کی زوجہ تھیں پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بیوی میت کو غسل دے اور شوہر کو وفات کی ہی خبر نہ ہو۔ حضرت ابوبکر نے جنازہ پڑھایا جیسا کہ طبقات ابن سعد جزء ہشتم صـ۱۹ میں ہے ـــــ ترجمہ "یعنی فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیق نے پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں"۔ اب ہم فدک کے متعلق مکمل بحث کر چکے ہر ایک ذی بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ رسول کا قبضہ فدک پر متولیانہ تھا ـــــ فدک کی آمدنی جمع کر کے اپنے اہلبیت کو سالانہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

قوت دے کر باقی غربا، و مساکین امت پر خرچ کر دیا کرتے تھے (بعد ازاں مؤلف نے "معقولی بحث" کے زیر عنوان دائرۃ الاصلاح لاہور کے کسی رسالہ سے چند اقتباسات پیش کر کے اس بحث کو ختم کیا ہے)

معقولی بحث

اب ہم نقلی کو چھوڑ کر اس معاملہ میں عقلی بحث کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک سچ مچ حضرت زہرا کو ہبہ کر دیا تھا؟ کیا یہ ممکن تھا کہ اتنی بڑی جاگیر جس کی آمدنی (بقول شیعہ) ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ سالانہ بیان کی جاتی ہے۔ پیغمبر خدا نے حضرت فاطمہ کے سپرد کر دی ہو اور مسلمانوں کی ضرورت کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا ہو؟ یہ اسوۂ حسنہ رسول سے توقع کی جا سکتی ہے کہ مسلمان روٹی کے محتاج رہیں ـــــ اصحاب صفہ کا لقب پائیں ـــــ کفار کے حملوں سے ـــــ چین نہ پڑے ـــــ امہات المؤمنین مسکینی میں بسر کریں۔ نو مسلم فاقوں سے پیٹ کی تواضع کریں اور رحمۃ العالمین ـــــ اتنی بڑی جاگیر ـــــ اپنی اولاد کے عیش و آرام کے لئے مخصوص کر دیں۔ کیا اس رسول برحق کے لئے جو فقیروں کا بلجار غربا، کا سہارا ـــــ تھا یہ باتیں محالات ـــــ سے نہ تھیں ـــــ کیا وہ محض نفع ذاتی اور اپنی اولاد کیلئے کرتا تھا؟ کیا احسان کا بدلہ یہی تھا کہ وہ مہاجر جنہوں نے فی سبیل اللہ اپنے گھروں اور مالوں کو راہ خدا میں قربان کیا ـــــ نانِ جویں کو ترسیں اور رسول کریم کا ابر کرم اپنی صاحبزادی کے سوا کسی پر نہ برسے! ـــــ کیا اس زمانہ کے مسلمان اسقدر سادہ لوح تھے کہ باوجود اس صریح بے انصافی کے جو ان کے حق میں روا رکھی گئی ہو۔ ذرہ بھی متاثر نہ ہوئے ہوں۔ کیا دشمنانِ اسلام ان حالات کی موجودگی میں ببانگ دہل اس امر کا اعلان نہ کریں گے کہ وہ نبی جس کا مذہب خود غرضی اور نفس پروری کا دفعیہ اشاعت اخلاق مکارم کی تکمیل کا ذریعہ تھا۔ نعوذ باللہ میدان عمل میں انکے خلاف کر رہے۔ کیا ہم حضرت امیر یا خاتونِ جنت کے اخلاق ـــــ سے یہ امید کر سکتے ہیں کہ انکے پیارے باپ کی امت تو اس رنج و مصیبت میں گرفتار ہو اور وہ اتنی بڑی صاحب جاگیر ہو کر ذرہ پھر ان کی امداد نہ کریں (آفتاب از ص ۲۲۳ تا ص ۲۵۴)

الجواب

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھ کہ میری باری آئی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

المیۂ فدک کا اجمالی بیان

فدک کا قضیہ نامرضیہ ایک ایسا المیہ ہے جس پر جتنا بھی زخم و افسوس کیا جائے کم ہے۔ اس سانحہ نے تاریخ اسلام کے روشن چہرہ کو سیاہ اور مسلمانوں کی گردنوں کو جھکا دیا ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا خونچکاں داستان ہوگی کہ رسول دوجہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ایک خاص جائداد (فدک) اپنی سیدۃ النساء دختر نیک اختر کو بطور ہبہ دیں (اور ہبہ نامہ بھی لکھ کر چھوڑ جائیں) مگر اسلامی برادری کا پہلا خلیفہ منبر رسولؐ پر قدم رکھتے ہی دختر رسولؐ کے حق پر قبضہ کر لے، جب خاتون جنتؑ اپنے حق کا دعویٰ کرے تو اس سے گواہ طلب کئے جائیں چنانچہ وہ اپنے شوہر امام المتقین علیؑ، اپنے بیٹے سید اشباب اہل الجنۃ حسنینؑ اور صحابیہ مہاجرہ صابرہ ام ایمن کو پیش کرے۔ مگر ان کی گواہی نامنظور کر دی جائے۔ پھر سیدۂ عالم اپنا حق حاصل کرنے کیلئے اپنے دعویٰ کا عنوان بدل کر یہ کہیں کہ اچھا اگر بطور ہبہ نہیں دیتے تو پھر بطور میراث پدر ہی یہ جائداد مجھے دے دو ——— مگر حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ کل کلاں جو لوگ تحریر رسول کے جواب میں "حسبنا کتاب اللہ" کا نعرہ بلند کر رہے تھے۔ آج ایک خانہ ساز حدیث کا سہارا لے کر بی بی عالم کو اس کے جائز حق سے محروم کر دیتے ہیں اور عالمۂ غیر معلمہ بی بیؑ انکے جواب میں قرآن کی آیات پیش کرتی ہے مگر کوئی شنوائی نہیں ہوتی چنانچہ اس انسیۂ حورا رسیدۃ النساء کو اپنی اس حق تلفی اور اپنی ناقدر شناسی پر اسقدر صدمہ پہنچتا ہے۔ کہ متعلقہ لوگوں پر غضبناک ہو جاتی ہے۔ (وہ بی بی عالم جس کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہو جاتا ہے) اور ان سے ہر قسم کی بات چیت اور دیگر اسلامی تعلقات قطع کر لیتی ہے۔ حتیٰ کہ اسی غم و غصہ میں اور حزن و ملال میں کڑھ کڑھ کر چند دنوں کے بعد راہی ملک بقا ہو جاتی ہے اور جاتے جاتے اپنے شوہر نامدار کو یہ وصیت بھی کر جاتی ہے کہ جن لوگوں نے میرا حق تلف کیا اور میری توہین کی ہے ان کو میرے جنازہ میں شامل نہ ہونے دینا چنانچہ ان کا غیور اور وفا شعار شوہر اس وصیت پر عمل کر کے ان لوگوں کو جنازۂ فاطمہؑ کے قریب بھی نہیں آنے دیتا۔ آیا تاریخ عالم میں اس دھاندلی اور صریح بے انصافی کی کہیں کوئی مثال ملتی ہے؟ اور اس تمام کاروائی کے باقی کو خلیفۂ رسولؐ سمجھنے والوں کے پاس اس کا کوئی معقول جواب ہے؟

اہلسنت کے لئے مسئلۂ فدک مشکل ترین قضیہ ہے

انہی حقائق کی بنا پر تو شاہ عبدالحق محدث دہلوی کو اس حزنیہ کے سامنے سپر انداز ہو کر یہ لکھنا پڑا کہ "مشکل ترین قضایا قضیۂ فاطمہ زہراؑ است" تمام قضیوں سے زیادہ مشکل جناب فاطمہ زہراؑ کا قضیہ ہے (جس کی کوئی تاویل ہو ہی نہیں سکتی) (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ ج ۳ ص ۴۵۲ طبع نولکشور) اب ذیل میں ہم اس اجمال کی بقدر ضرورت تفصیل پیش کرتے ہیں جس سے مؤلف کے بے بنیاد بیانات و استدلالات کا بالکل قلع

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

قمع ہو جائے گا اور حق و صدق اپنی پوری تاب و تابش کے ساتھ طالبانِ حق کے سامنے جلوہ گر ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔ وبیدہ ازمۃ التحقیق۔

فدک کی حقیقت

فدک حجاز میں مدینہ سے دو روز (اور بقولے تین روز) کی مسافت پر ایک گاؤں ہے جس میں ایک بہترین چشمۂ آب اور بہت سی کھجوریں تھیں۔ اہل خبرہ کے بیانات ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) علامہ حموی (جو فنِ معرفت بلاد و امصار کے خاص ماہر ہیں) اپنی کتاب معجم البلدان ج ۶ ص ۶۲۳ طبع مصر میں لکھتے ہیں فدک قریۃ بالحجاز بینھا وبین المدینۃ یومان وقیل ثلاثۃ ـــــ (الی ان قال) فیھا عین فوارۃ ونخیل کثیرۃ ـــــــ

(۲) علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں "فدک وھی بفتح الفاء والدال المھملۃ بعد ھا کاف بلدۃ بینھا وبین المدینۃ ثلاثۃ مراحل"۔ (ہر دو عبارات کا مطلب وہی جو اوپر مذکور ہے)

ایک غلطی کا ازالہ

فدک کی جو تعریف ہم نے کتب اہلسنت سے پیش کی ہے وہی تمام کتب شیعہ میں بھی مذکور ہے۔ اس سلسلہ میں مؤلف نے اصول کافی سے اسکے برخلاف جو ایک روایت پیش کی ہے کہ خلیفہ مہدی کے امام موسیٰ کاظمؑ سے فدک کی حدودِ اربعہ دریافت کرنے پر امام نے فرمایا۔ اس کی ایک حد کوہ اُحد ہے (تا آخر) تو مؤلف نے کلام امام (جو امام الکلام ہے) کا مفہوم سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے اصل بات یہ ہے کہ جب خلیفہ مہدی عباسی نے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائمال شدہ حقوق واپس کرنے پر اپنی کچھ آمادگی ظاہر کی اور اسکے حدود امام موسیٰ کاظمؑ سے دریافت کئے تو امام علیہ السلام نے جواب میں اس وقت کی تمام اسلامی مملکت کے حدود اربعہ بیان فرما دیئے۔ مطلب یہ تھا اگر فدک واپس کرنا چاہتے ہو تو صرف وہی ہمارا حق نہیں بلکہ تمام قلمروِ اسلام کے حقیقی ولی اور مسندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز وارث ہم ہیں۔ اس لئے تمام حکومت ہمارے حوالے کر دو۔ مہدی امامؑ کا مطلب سمجھ گیا اور عفو کرنے کا وعدہ کر کے اپنی گلو خلاصی کرانے میں سلامتی دیکھی اور پھر کبھی بھول کر بھی اس ارادہ کا اظہار نہ کیا۔

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

فدک کس طرح پیغمبر اسلامؐ کے قبضہ میں آیا

جب چند روز کے محاصرہ اور جنگ و جدال کے بعد خداوند عالم نے مسلمانوں کو خیبر میں عظیم الشان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فتح و نصرت عطا فرمائی اور یہودی بری طرح ذلیل و رسوا ہوئے اور وہاں سے بہت سا مالِ غنیمت اور جائداد غیر منقولہ مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔ تو قریب و جوار کے کفار کے دلوں میں قدرتی طور پر اسلام اور مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا۔ انہی لوگوں میں سے "فدک" نامی گاؤں کے رہنے والے یہودی بھی تھے جن کا سردار یوشع بن نون نامی ایک یہودی تھا۔ انہوں نے از خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہمارے مال و جان کو امان دیں اور ہم اس کے عوض اپنی نصف جائداد آپ کے حوالہ کرتے پر تیار ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی اس پیشکش کو منظور کر لیا۔ اور فدک لے لیا۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں ــــ تاریخ طبری ج ۲ ص ۹۵ حاصر رسول اللہ اھل خیبر فی حصنھم الوطیس والسلام حتی اذا ایقنو بالھلکۃ ــ (الی ان قال) فلما سمع بھم اھل فدک قد صنعوا صنعوا بعثوا الی رسول اللہ یسئلونہ ان یسیرھم ویحقن دمائھم ــــ و صالحوہ اھل فدک مثل ذالک ــــ (۲) طبری ج ۲ ص ۹۷ "ولما فرغ رسول اللہ من خیبر قذف اللہ الرعب فی قلوب اھل فدک فبلغھم ما اوقع اللہ باھل خیبر فبعثوا الی رسول اللہ یصالحون علی النصف من فدک فقبل ذالک منھم (۳) انہی دو روایات تاریخ کامل بن اثیر ج ۲ ص ۱۰۶/۱۰۷ طبع مصر پر موجود ہیں (۴) کامل بن اثیر ج ۲ ص میں ہے۔ لما انصرف رسول اللہ من خیبر بعث الی اھل فدک یدعوھم الی الاسلام فصالحوا رسول اللہ علی نصف الارض فقبل منھم ذلک پہلی تینوں روایات کا مفہوم وہی ہے۔ جو اوپر مذکور ہے اور چوتھی میں صرف اسقدر اضافہ ہے کہ فدک کے یہودیوں نے یہ پیشکش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اسلام کے جواب میں کی۔ بہرکیف اس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ جائداد ہر قسم کے جنگ و جدال، قتل و قتال اور ہر قسم کی تگ و تاز و گھڑ دوڑ کے بغیر بانیٔ اسلام کے قبضہ میں آئی۔ ایسی جائداد کو شرعی اصطلاح میں "انفال" کہا جاتا ہے۔ اس بیان تیرا البرہان سے۔ مولف کی غیر معقول بحث بعنوان "معقول بحث" کا تار و پود بھی بکھر گیا۔ جو انہوں نے اس موضوع کے آخر میں پیش کی ہے فتدبر۔

مالِ غنیمت و انفال اور فئے کا باہمی فرق

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں مال غنیمت انفال اور فئے کا باہمی فرق اور انکے مصارف و احکام کا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جس کا آئندہ مباحث سے گہرا ربط ہے۔ سو مخفی نہ رہے کہ کفار و مشرکین سے جو مال و جائداد اسلام اور اہل اسلام کے قبضہ میں آئے اسکی چند قسمیں ہیں جن میں سے دو ہیں ۱ اگر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جہاد کرنے اور عملی تگ و تاز کے بعد ملے تو اسے غنیمت کہا جاتا ہے (۱) اور اگر ہر قسم کی سعی و کوشش کے بغیر اور بغیر گھوڑے دوڑائے دستیاب ہو جائے تو اسے "انفال" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جیسے جائداد فدک اور اسے فئی بھی کہا جاتا ہے۔

ان دونوں اقسام کے مصارف و احکام کا بیان

ان ہر دو اقسام کے احکام شریعت اسلام میں الگ الگ ہیں۔ مال غنیمت کے پانچ حصے کئے جاتے ہیں۔ چار حصے مجاہدین میں اس طرح تقسیم کئے جائیں گے کہ سوار کو دوہرا اور پیدل کو اکہرا حصہ دیا جائے گا اور پانچویں حصہ کا نام خمس ہے۔ جو خدا اور رسول ؐ اور رسول کے قرابتداروں مسکینوں، یتیموں اور مسافروں کا حق ہے (تفصیل دسویں پارہ کی ابتدا میں مذکور ہے) اور جہاں تک مال "انفال" و فئی کا تعلق ہے وہ صرف خدا اور رسول (اور رسول کے بعد امام) کی ملکیت ہے اور کسی کا اس میں کوئی حصہ و حق نہیں ہے چنانچہ سورۂ انفال پ ۹ ع ۱۵ میں مذکور ہے یسئلونک عن الانفال، قل الانفال للہ والرسول۔ اے رسول! لوگ تم سے مالِ انفال کے متعلق سوال کرتے ہیں تو کہہ دو کہ یہ مال صرف خدا اور اسکے رسول کا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں مسلمانوں نے اونٹ گھوڑے نہیں دوڑائے اور کوئی جد و جہد نہیں کی۔ خود بخود خدائے قہار نے اپنے رسول کو غلبہ دے کر انکو مال دلوا دیا ہے ——— یا رسول کے اقتدار و اہ اور انکے یتیموں اور مسکینوں کا حکمل ہے دیا ہے

فدک جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص ملکیت تھی

اگرچہ مذکورہ بالا بیان سے بھی یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ "فدک" بوجہ "انفال" ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھا اور اسمیں مسلمانوں یا ان کے فقراء و مساکین کا ہرگز کوئی حصہ نہ تھا۔ تاہم مزید اطمینان قلب کی خاطر اس امر کی تائید میں اسلامی برادری کی چند معتبر کتابوں کے حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) علامہ حموی معجم البلدان ج ۶ ص ۲۴۳ پر فدک کی (مذکورہ بالا) تعریف بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں فھی مما لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فکانت خالصۃ لرسول اللہ۔ یعنی فدک ایسی بستی ہے جس پر نہ گھوڑے دوڑائے گئے اور نہ اونٹ (لشکر کشی نہیں کی گئی) اس لئے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالص جائداد تھی۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(۲) علامہ عسقلانی نے فتح الباری میں منقولہ بالا عبارت (در تعریف فدک) کے بعد لکھا ہے وکانت لرسول اللہ خاصۃ "یعنی یہ فدک خاص رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھا۔

(۳) تاریخ طبری ج ۳ ص ۹۵ پر مذکورہ بالا عبارت کے بعد لکھا ہے۔ وکانت فدک خالصۃ لرسول اللہ لانہم لم یجلبوا علیہا بخیل ولا رکاب"

(۴) کامل ابن الاثیر ج ۲ ص ۱۰۴ پر منقولہ بالا عبارت کے بعد لکھا ہے وکان نصف فدک خالصا لرسول اللہ لانہ لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب"

(۵) علامہ نووی شرح مسلم ۱ ص ۹۱/۹۲ پر قاضی عیاض کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مملوکہ اموال کی تفصیل لکھتے ہوئے کہ ایک مال موہوب بھی ہے یعنی یہ کہ کوئی شخص اپنی خوشی سے اپنا مال آپ کو ہبہ کر دے ــــ اخیر میں انفال اور فدک کو اس میں شامل کرنے کے بعد لکھتے ہیں فکانت ھذہ کلھا ملکا لرسول اللہ خاصۃ لا حق فیھا لاحد غیرہ "یہ سب اموال آپ کی خاص ملکیت میں تھے جن میں کسی اور کا کوئی حق نہ تھا۔

(۶) علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۴۱ میں باسناد احمد و بخاری و مسلم جناب عمر کی زبانی نقل کیا ہے کہ "فکانت ھذہ خالصۃ لرسول اللہ صلعم"

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متولیانہ قبضہ کی رد

ان ناقابلِ رد حقائق کی روشنی میں مؤلف کے وہ تمام پادر ہوا بیانات حرفِ غلط کی طرح بالکل باطل ہو گئے جو انہوں نے "کیا فدک رسول کی ذاتی جائداد تھی"؟ کے زیرِ عنوان درج کئے ہیں اور ذاتی ملکیت کو صرف دو چیزوں میں منحصر قرار دیا ہے۔ (۱) جو وراثتاً ملے (۲) ذاتی کمائی سے خریدی جائے" معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی ملکیت میں کم از کم دو چیزیں اور بھی آتی ہیں (۱) جو مال بطور ہبہ حاصل ہو (۲) انفال (وہ مال جو بغیر جنگ و جدال کفار سے حاصل ہو) اور یہ فدک اسی آخری قسم میں داخل ہے ــــ اور اس سے مؤلف کے اس دعویٰ کا بطلان بھی عیاں ہو گیا۔ جو انہوں نے بار بار کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس جائداد پر قبضہ صرف متولیانہ تھا ــــ ہمارے ان تحقیقی بیانات سے ثابت ہو گیا کہ یہ قبضہ متولیانہ نہیں بلکہ مالکانہ تھا ــــ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں ہر قسم کے تصرف کرنے کا کلی اختیار تھا جس کو چاہیں، جسقدر چاہیں دیں، اور جس مصرف میں چاہیں صرف کریں۔ جیسا کہ تفاسیر میں لکھا ہے "یفعل فیہ ما یشاء" (تفسیر جلالین ص ۲۵۳) یضعہ حیث یشاء" (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۲۵) یعنی آپکو مکمل اختیار تھا جو چاہیں اس میں تصرف کریں اور جہاں چاہیں صرف فرمائیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فدک کے ملکیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے پر ایک عجیب استدلال

مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ فدک کے خاص ملکِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی ایک مضبوط دلیل یہ بھی ہے کہ جب جناب سیدہؑ نے ہبۂ فدک کا دعوےٰ دائر کیا تو عدالت نے گواہ طلب کئے (جس کی تفصیل عنقریب آرہی ہے) اگر ابوبکر و عمر اس جائداد کو ملکیتِ رسول نہیں سمجھتے تھے تو ہبہ کے ثبوت میں گواہ کیوں طلب کئے؟ یہ کیوں دکھایا کہ جب یہ جائداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہی نہ تھی تو آپؐ اس کا ہبہ کیونکر کر سکتے تھے؟ اور جب گواہی منظور نہ کی گئی اور بی بیؑ عالم نے اپنا حق حاصل کرنے کے لئے مقدمہ کا عنوان بدل دیا کہ اگر بطور ہبہ نہیں دیتے تو پھر بطور میراثِ پدر ہی یہ جائداد میرے حوالہ کر دو تو اس مقام پر بھی ایک موضوع حدیث (نحن معاشر الانبیاء لا نورث) کا سہارا لینا بھی اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ ان کو فدک کے ملکِ رسول ہونے کا انکار نہ تھا ورنہ اس مخالف قرآن جعلی حدیث کا سہارا لینے کی بجائے ان کے لئے یہ کہہ دینا زیادہ آسان تھا کہ یہ جائداد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہی نہ تھی بلکہ وہ سارے مسلمانوں پر وقف تھی اور آپؐ کا اس پر صرف متولیانہ قبضہ تھا نہ مالکانہ اسلئے وہ اسے ہبہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور نہ ہی میراث کا سلسلہ جاری ہو سکتا ہے لیکن انکا اس موقف کو اختیار کرنا اس بات کی ناقابلِ انکار دلیل ہے کہ وہ فدک کو ملکیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسلیم نہیں کرتے تھے۔ وھو المقصود ——

ہبۂ فدک بحق خاتونِ جنت

جب یہ امر سطورِ بالا میں ثابت ہو گیا ہے کہ فدک جناب رسولِ خدا کی خاص ملکیت تھی۔ اور انکو اسمیں ہر قسم کے مالکانہ تصرفات کرنے کا حق حاصل تھا۔ تو اب صرف اس بات کا اثبات باقی رہ جاتا ہے کہ آیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جائداد اپنی دخترِ نیک اختر جناب خاتونِ جنتؑ کو ہبہ کر دی تھی؟ سو یہ امر فریقین کی مسلمہ کتب تفاسیر و احادیث سے ثابت ہے کہ جب آیت مبارکہ وآتِ ذا القربیٰ حقہ (اے رسول! اپنے قرابتداروں کو ان کا حق دے دو) نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدہؑ کو طلب کر کے فدک ان کو ہبہ کر دیا اور ان کو ایک وثیقہ بھی لکھ دیا۔ جسے بی بیؑ عالم نے دربارِ خلافت میں پیش کیا تھا (۱) چنانچہ تفسیر درمنثور ج ۴ صفحہ ۱۷۷ طبع مصر میں ابی سعید خدری سے منقول ہے۔ کہا لما نزلت وآتِ ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا فدک۔ دوسری روایت جو ابن عباس سے مروی ہے اس میں یہ الفاظ مروی ہیں۔ لما نزلت وآتِ ذا القربیٰ حقہ اقطع رسول اللہ فاطمۃ فدکا۔ ہر دو روایات کا مطلب ایک ہی ہے کہ جب آیت ایتاء ذی القربیٰ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ کو فدک

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہبہ کر دیا ــــ (۲) کذا فی لباب النقول فی شرح اسباب النزول مطبوعہ بر حاشیہ تفسیر جلالین ج ۲ ص ۱۹ طبع مصر (۳) ترجمان القرآن ج ۷ ص ۸۵ (۴) معارج النبوۃ ۴ ص ۳۱۱ طبع نولکشور (۵) حبیب السیر ج ۱ ص ۸۵ (۶) روضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۶۰ طبع نولکشور لکھنؤ میں لکھا ہے "پیغمبر فاطمہ را بخواند و برائے او حجت نوشت و آں وثیقہ بود کہ بعد از جناب رسول پیش ابوبکر صدیق آورد و گفت کہ ایں کتاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است برائے من و تسنین نوشتہ است"

ایک ایراد کا جواب

مؤلف نے اس مقام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں فدک کہاں تھا؟ اس ایراد کا ہم کئی بار بالخصوص آیت تطہیر کے ذیل میں تفصیل سے جواب پیش کر چکے ہیں کہ جس طرح قرآنی سورتوں کی موجودہ ترتیب، نزولِ قرآن کے مطابق نہیں، اسی طرح آیات کی ترتیب بھی نزول کے موافق نہیں ہے بلکہ بعض مکی سورتوں میں مدنی آیات اور بعض مدنی سورتوں میں مکی آیات درج ہو گئی ہیں۔ اس کی متعدد مثالیں مقام مذکور پر کتب اہلسنت سے پیش کی جا چکی ہیں۔ لہٰذا کسی سورہ کے مکی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی تمام آیات بھی مکی ہوں ــــ چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن ج ۷ ص ۲ پر سورۂ بنی اسرائیل (جس میں یہ آیت درج ہے) کے متعلق لکھا ہے کہ "بعض نے کہا کہ آٹھ آیات اس میں مدنی ہیں" علاوہ بریں بنا بر تسلیم اگر یہ آیت مکی ہے ممکن ہے یہ آیت ان آیاتِ احکام میں سے ہو جن کا حکم مکہ میں نازل ہوا اور تعمیل مدینہ میں ہوئی۔ جیسے نمازِ جمعہ جو فرض تو مکہ میں ہوئی مگر اس پر عمل درآمد مدینہ میں ہوا۔ (ملاحظہ ہو تفسیر اتقان ج ۲ ص ۶۳) ــــ

ایک اور ایراد کا جواب

اس مقام پر مؤلف نے اصول کافی سے اس مضمون کی ایک روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم نہ ہوا کہ "ذی القربیٰ" کا مصداق کون ہے؟ حتیٰ کہ بتوسط جبرئیل خدا سے دریافت کیا! سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں کیا جائے اعتراض ہے؟ ایراد تو جب وارد ہوتا کہ صاحبِ وحی (رسول) آیت کا مفہوم کسی آدمی سے دریافت کرتا۔ لیکن اگر معلمِ قرآن (رسول) منزلِ قرآن (خدا) سے کسی آیت کا مفہوم دریافت کرے تو اس میں کیا قباحت ہے؟ کیا رسول کا علم ذاتی ہے؟ کیا وہ علیہ خداوندی نہیں ہے؟ کیا یہ علم قابلِ ازدیاد اضافہ نہیں ہے؟ اگر اس میں اضافہ کی گنجائش نہیں تو پھر آیت "رب زدنی علماً" کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ خدا کا ارشاد نہیں ہے ان علینا جمعہ وقرانہ ثم ان علینا بیانہ یعنی اس قرآن کا جمع کرنا، پڑھانا اور اس کا مفہوم بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے" بنا بریں اگر رسولِ اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منزلِ قرآن یعنی خدائے رحمٰن سے مفہوم قرآن معلوم کرے اور وہ بیان کر دے تو اس میں قابلِ اعتراض بات کیا ہے؟ یا سعد

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الا بطل!

خاتونِ جنّت کا دعوائے ہبہ فدک

یہ بات ناقابل انکار تاریخی دلائل و شواہد سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ نے منبرِ رسول پر قدم جماتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ دخترِ رسول کے حق (فدک) پر ہاتھ صاف کیا۔ چنانچہ کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفٰے ج ۲ ب ۶ ص ۴۱۱ میں لکھا ہے "ان ابا بکر انتزع من فاطمۃ فدک۔ یعنی ابوبکر نے جناب فاطمہ سے فدک چھین لیا اور بخاری باب الخمس و باب الغزوہ میں جناب عمر کی زبانی مروی ہے ثم توفی اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر انا ولی رسول اللہ فقبضھا ابوبکر یعنی وفاتِ ــــ رسول کے بعد ابوبکر نے یہ کہہ کر کہ میں ولی رسول ہوں فدک پر قبضہ کر لیا۔ جناب سیدہ نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی کہ یہ جائداد جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہبہ کر دی ہے (جس پر ان کا قبضہ بھی تھا) خلیفہ نے اس سلسلہ میں گواہ طلب کئے۔ خاتونِ جنت نے حضرت امیرؑ اور جناب ام ایمن کو (بروایتے حسنینؑ کو بھی) گواہی میں پیش کیا۔ عدالت نے بوجوہ ان کی گواہی مسترد کر دی ــــ مؤلف نے اس مخمصہ سے گلو خلاصی کرانے کیلئے دو عذرِ خام پیش کئے ہیں۔ اوّل یہ کہ "اس واقعہ کا ثبوت اہلسنت کی کسی معتبر کتاب سے نہیں ملتا"۔ دوم یہ کہ "اگر صحیح بھی ہو تو اس سے حضرت ابوبکر کا عامل بالشرع اور منصف حاکم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ بحکم قرآن دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہونے چاہئیں" اور چونکہ صورت بالا میں نصاب شہادت مکمل نہ تھا ــــ اسلئے ابوبکر نے فیصلہ بحق خاتونِ جنت نہ کیا"۔

مؤلف کے بعض عذرہائے خام کا جواب

سو پہلے عذر کے متعلق واضح ہو کہ مؤلف کا یہ عذر انکی اپنی کتابوں سے جہالت یا تجاہل پر مبنی ہے۔ ورنہ بیسیوں کتبِ معتبرہ میں یہ واقعہ درج ہے۔ بطور نمونہ ہم چند کتابوں سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۳۸ طبع اوّل مصر میں لکھا ہے۔ قالت فاطمہ لابی بکر ان رسول اللہ جعل لی فدکا فاعطانی ایاھا وشھد لھا علی بن ابی طالب فسألھا شاھدا آخر فشھدت لھا ام ایمن فقال قد علمت یا بنت رسول اللہ انہ لا تجوز الا شھادۃ رجلین او رجل وامرأتین"۔ یعنی جناب سیدہ نے ابوبکر سے کہا کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک مجھے ہبہ کر دیا تھا۔ ابوبکر نے آپ سے گواہ طلب کئے۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے شہادت دی۔ خلیفہ نے اور گواہ طلب کیا۔ بی بی نے ام ایمن کو پیش کیا۔ انہوں نے گواہی دی۔ ابوبکر نے کہا۔ بنتِ رسول! آپ کو علم ہے کہ گواہی دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی قبول ہوتی ہے (کذا فی وفاء الوفا للسمہودی ج ۲

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ص ۱۶۰ طبع مصر
۱۶۱

(۳) سواعق محرقہ ص ۲۲ طبع مصر قدیم لکھا ہے۔ فاتته فاطمة فقالت ان رسول الله اعطانی فدک فقال هل لك ببينة فشهد لها علی وام ایمن۔ (مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہے)

(۴) علامہ سید شریف جرجانی شرح مواقف ص ۳۵۷ پر لکھتے ہیں "ادعت فاطمة الله علیها السلام نحلها ای اعطاها فدك" نحلة ای عطیة وشهد له علی والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن" اس میں حسنین علیہما السلام کی گواہی دینے کا مزید تذکرہ ہے) بعد ازاں جرجانی سے نقاب کے نامکمل ہونے کا جو عذر پیش کیا ہے اس پر ہم عنقریب تبصرہ کریں گے۔

(۵) علامہ حموی نے معجم البلدان ج ۶ ص ۲۴۳ میں فدک کی حقیقت بیان کرنے اور اسکے خالصہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے۔ وبھی ایضاً قالت فاطمة ان رسول الله نحلنیها فقال ابو بکر ارید بذلك شهودا ولها قصة الایعنی یہ فدک وہی گاؤں تھا جس کے متعلق جناب فاطمہؑ نے دعویٰ کیا تھا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ہبہ کر دیا ہے اور ابو بکر نے جواب میں کہا تھا۔ کہ میں گواہ چاہتا ہوں اور یہ ایک طویل قصہ ہے۔" کیا یہ سب اہلسنت کی ہی معتبر کتابیں ہیں یا کسی اور مذہب کی؟؟ ــــ باقی رہا۔ دوسرے عذر کے خام ہونے کا بیان (کہ اس سے ابو بکر کا عامل بالشرع ہونا ثابت ہوتا ہے) ــــ سو یہ بچند وجہ باطل اور درجۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

اوّلاً ــــ ابو بکر کا بی بی عالم سلام اللہ علیہا سے گواہ طلب کرنا قواعد شرعیہ کے خلاف تھا کیونکہ جناب سیدہؑ اس جائداد پر قابض اور اس میں متصرف تھیں اور شرعی نقطۂ نظر سے متصرف سے گواہ طلب نہیں کئے جا سکتے۔ بلکہ خود قبضہ دلیل ملکیت ہوتا ہے جب تک اس کا خلاف شرع ہونا ثابت نہ ہو جائے۔

ثانیاً۔ اگر قبضہ و تصرف سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو تب بھی خلیفہ صاحب کو جناب سیدہؑ سے گواہ طلب کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ کیونکہ شہادت تو تحقیقی علم حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے نہ اصل مقصد لہٰذا جب حاکم و قاضی کو کسی طرح کسی واقعہ کی صحت کا علم ہو جائے۔ جیسے یہ کہ مجرم نے اسکے سامنے جرم کیا ہو تو وہ شہادت کو نظر انداز کر کے اپنے علم کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابو بکر نے خود مع کونین معصومہ اور صدیقہ بی بی کے بیان پر کیوں یقین و اعتبار نہ کیا؟ اور ان سے کیوں گواہ طلب کئے؟ اصل مقصد تو عدالت کو یقین دلانا ہوتا ہے۔ کیا ایک مسلمان کہلانے والے کیلئے خاتون قیامت کا بیان یقین حاصل کرنے کے لئے کافی نہ تھا؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ثالثاً، وہ آیت جس میں مدعی کو دو مرد گواہ یا ایک مرد اور دو عورتیں پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کا عموم ناقابل انکار ہے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ "ما من عام الا وقد خص" ہر عام قابل تخصیص ہوتا ہے۔ اس کلیہ سے آیت شہادت مستثنیٰ نہیں ہے۔ یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ گواہی میں گواہ کے درجہ کو بہت دخل ہوتا ہے۔ بعض اوقات صرف ایک ثقہ اور متدین آدمی کی شہادت سے وہ یقین پیدا ہو جاتا ہے جو عام قسم کے پچاس آدمیوں کی شہادت سے بھی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ کتب اہلسنت سے ثابت ہے کہ ایک مرتبہ خذیمہ بن ثابت نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک بدو کے ہاتھ گھوڑا فروخت کرنے کے سلسلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں شہادت دی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی شہادت کو دو شہادتوں کے قائمقام قرار دیا تھا۔ اسی لئے ان کو "ذو الشہادتین" کہا جاتا ہے۔

بنا بریں اصول کیا جناب امیر علیہ السلام جیسے صدیق و معصوم امام برحق کی شہادت دو شہادتوں کے قائمقام نہیں ہو سکتی تھی؟ جب انہوں نے گواہی دے دی تو اب مزید گواہوں کی کیا ضرورت تھی؟ حالانکہ جناب حسنین اور ام ایمن نے بھی شہادت دی۔ مگر افسوس صد افسوس کہ جن بزرگواروں کی شہادت ٹھکرانے کی جرأت نصرانیوں نے بھی نہیں کی تھی، نام نہاد مسلمانوں نے ان کی گواہی مسترد کر دی اور بی بی عالم کا حق ہضم کیا۔

مر مرا باور نمی آید ز روئے اعتقاد
حق زہرا خوردن و دین پیمبر داشتن؟

رابعاً، یہ چیز بھی کتب فریقین سے ثابت ہے کہ اگر مدعی کے پاس صرف ایک گواہ موجود ہو تو اس کے ساتھ اگر وہ قسم کھا لے تو اس کی یہ قسم دوسرے گواہ کی قائمقام بن جاتی ہے۔ لہذا اگر عدالت اسے قسم دلوائے اور اور وہ قسم کھا لے تو فیصلہ اس کے حق میں ڈگری ہو جاتا ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ ابو بکر کا بھی یہی نظریہ تھا، چنانچہ کنز العمال فصل ۲ کتاب الشہادت میں وارد ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر و عمر و عثمان کانوا یقضون بشہادۃ الواحد والیمین یعنی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر، عمر اور عثمان ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔ بنا بریں وہ زیادہ سے زیادہ جناب سیدہ سے حلف لے کر ان کے حق میں فیصلہ کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے عمداً ایسا نہیں کیا۔ اور دختر رسول کا حق غصب کیا۔"

خامساً، مؤلف کے عامل بالشرع خلیفہ کے متعلق ناقابل انکار تاریخی شہادتوں سے ثابت ہے کہ وہ بعض اوقات صرف مدعی کے بیان پر اعتبار کر کے بغیر طلب شہود فیصلہ حق مدعی کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری ج ۱ ص ۷۸، مسلم ج ۱ ص ۵۴، کنز العمال تاریخ الخلفاء وغیرہ کتب میں درج ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہ خلیفۂ اوّل کے زمانہ میں جب فتح بحرین کا مال غنیمت آیا تو انہوں نے اعلان کرایا کہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو وہ آئے اور آکر موعودہ مال لے جائے۔ چنانچہ جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے آکر کہا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھسے وعدہ کیا تھا کہ جب بحرین کا مال آئے گا تو اس سے تمہیں کچھ دیا جائے گا۔ یہ سنکر خلیفہ صاحب نے ان کو ڈیڑھ ہزار درہم عطا فرمائے ـــــ اس واقعہ کی شرح میں شارح بخاری کرمانی نے لکھا ہے واما تصدیق ابی بکر جابراً فی دعواہ فلقولہ۔ من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار فھو وعید ولا یظن بان مثلہ یتقدم علیہ ـــــ اور فاضل عسقلانی نے فتح الباری (پارہ ۵ صلہ ۴۲۶) میں اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "وفیہ قبول خبر الواحد العدل من الصحابہ ولو جرّ ذلک نفعاً لنفسہ لان ابا بکر لم یلتمس من جابر شاھداً علی صحۃ دعواہ یعنی اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ میں سے ایک آدمی کی خبر بھی قبول کی جا سکتی ہے اگرچہ وہ اس کی ذات کیلئے سود مند ہو۔ کیونکہ ابوبکر نے جابرؓ سے ان کے دعویٰ کی صحت پر گواہ طلب نہیں کئے اور علامہ عینی نے لکھا ہے انما لم یلتمس شاھداً منہ لانہ عدل بالکتاب والسنۃ ابوبکر نے اسلئے جابرؓ سے گواہ طلب نہیں کئے کہ وہ (جابرؓ) کتاب وسنت کی رو سے عادل تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ صلہ ۶۷۵) کاش برادران اسلام اور انکے پیشوا خلفاء سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؑ اور سید الاولیاؑ علی مرتضیٰؑ کے ساتھ وہی سلوک روا رکھتے جو عام صحابہؓ رسول کے ساتھ روا رکھتے تھے اگر جابرؓ کا دعویٰ بلا گواہ صرف اسوجہ سے قبول کر لیا گیا کہ وہ صحابیٔ رسول ہونے کی وجہ سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ تو کیا جناب سیدہ اور جناب امیرؑ کے متعلق یہی حسنِ ظن نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ بوجہ صحابی و قرابتدار رسول ہونے کے غلط بیانی نہیں کر سکتے؟ والی اللہ المشتکیٰ۔

ایک غلط واقعہ کی ردّ

اس مقام پر مؤلف نے نصاب شہادت کے نامکمل ہونے کی صورت میں مدعی کے خلاف فیصلہ ہونے کے جو دو واقعات نقل کئے ہیں پہلا تو چونکہ جناب عمر کے متعلق ہے اس لئے ہمیں اس کی صحت وسقم سے کوئی سروکار نہیں۔ ہاں البتہ دوسرا واقعہ چونکہ حضرت امیرؑ سے متعلق ہے اس لئے اس پر ہم مختصر تبصرہ کئے دیتے ہیں مؤلف کا یہ کہنا کہ زرہ کے جھگڑے میں جب آنجناب شریح کے پاس تشریف لے گئے اور اس نے گواہ طلب کئے اور آنجناب نے اپنے فرزند جناب امام حسنؑ اور اپنے غلام قنبر کو پیش کیا اور شریح نے یہ کہہ کر کہ "بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں درست نہیں ہے" ان کی گواہی کو نامنظور کر دیا۔ تو اس فیصلہ پر جناب امیرؑ بالکل ناراض نہ ہوئے حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آنجنابؑ کو اس غلط فیصلہ پر بہت رنج وملال ہوا اور وہیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس امر کا برملا اظہار بھی کیا اور فرمایا "رجل من اھل الجنۃ لا تجوز شھادتہ سمعت رسول اللہ یقول الحسن والحسین سید ا شباب اھل الجنۃ" کیا جنتی مرد کی گواہی نافذ نہیں؟ میں نے جناب رسول خداؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵) علاوہ بریں دعوائے ہبہ میں جناب سیدہؑ کا حضرت امیرؑ اور ام ایمن کو پیش کرنا اور آنجنابؑ کا حاضر ہو کر گواہی دینا اور دوسرے واقعہ میں جناب امیرؑ کا اپنے شہزادے امام حسنؑ کو پیش کرنا اور ان کا گواہی دینا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ شوہر کی شہادت بیوی کے حق میں اور اولاد کی شہادت والدین کے حق میں نیز ایسی صورت میں ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت نافذ العمل ہے ورنہ اہلبیت رسالتؐ ایسا نہ کرتے! کیا وہ مسئلہ جو مولوی کرم دین کو معلوم ہے وہ آل محمدؐ کو معلوم نہ تھا؟ کچھ تو سوچو خدا کیلئے!!

دعوائے میراث

بہرکیف جب بی بی عالم کے دعوائے ہبہ کو مسترد کر دیا گیا۔ تو خاتون جنت نے اپنے دعوی کا عنوان بدل دیا کہ اگر یہ جاگیر فدک بطور ہبہ مجھے نہیں دیتے تو بطور میراث پدر ہی دے دو اور یہ بات ارباب عقل و علم پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ایک ہی مقصد کے حصول کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں اور یہ کہ اگر ایک طریقہ سے کامیابی نہ ہو تو پھر دوسرا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

عنوان دعوے بدلنے کی نظیر

مثلاً جناب ابراہیمؑ نمرود کے سامنے اپنے پروردگار کی ان الفاظ میں معرفی کراتے ہیں "ربی الذی یحی ویمیت" میرا پروردگار وہ ہے جو مارتا اور جلاتا ہے۔ مگر جب نمرود نے "انا احی وامیت" کہہ کر آنجنابؑ کے اس استدلال کو ٹھکرا دیا۔ تو جناب خلیل نے دوسرا طرز استدلال اختیار کیا اور کہا فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب" میرا رب وہ ہے جو مشرق سے سورج نکالتا ہے۔ اگر تو اپنے دعوی میں سچا ہے تو تو اسے مغرب سے نکال لا۔ خلاصہ یہ کہ "فبھت الذی کفر" نمرود مبہوت اور لاجواب ہو گیا۔ تو جس طرح جناب ابراہیم کے ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف عدول کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی دلیل غلط یا ناقص تھی۔ اسی طرح جناب سیدہؑ کے پہلے دعوی سے عدول سے بھی یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ معاذ اللہ آپ کا پہلا دعوی غلط تھا۔

اب یہ حقیقت ناقابل انکار شہادتوں سے ثابت ہے کہ جب دختر رسولؐ نے پہلی خلافت کے دربار میں دعوائے وراثت دائر کیا اور خلیفہ صاحب نے ان کے جواب میں ایک من گھڑت حدیث پیش کی کہ "نحن معاشر الانبیاء لا نورث ونورث ما ترکنا صدقۃ" ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے" (بخاری ج ۴ ص ۱۲۰ ج ۲ ص ۱۱ طبع

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مصر۔ مسلم ج ۲ ص ۹۲ وغیرہ)

جناب سیدہؑ کا استدلال

تو عالم غیر معلم بی بی نے اس جعلی حدیث کے بالمقابل قرآن مجید کی متعدد آیات سے استدلال کیا۔ جیسے وورث سلیمان داؤد، رب ھب لی من لدنک ولیاً یرثنی ۔۔۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ اس سلسلہ میں یہ بھی فرمایا۔ انتم تزعمون ان لا ارث ابی افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ فزعمتم ان لا حظ لی ولا ارث لی من ابی افحکم اللہ بانہ اخرج ابی منھا ۔۔۔ ام انتم اعلم بخصوص القرآن وعمومہ من ابی افحکم الجاھلیۃ تبغون ۔۔۔؟ تمہارا یہ گمان ہے کہ میں اپنے باپ کی وارث نہیں۔ کیا تم جان بوجھ کر کتاب خدا کو چھوڑ رہے ہو؟ کیا خدا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میرے والد ان آیات (وراثت) سے خارج ہیں ۔۔۔ یا تم لوگ قرآنی عموم و خصوص کے میرے باپ سے زیادہ عالم ہو؟ کیا تم جاہلیت والے احکام چاہتے ہو ۔۔۔ (شرح نہج البلاغہ حمیدی بلاغات النساء ص ۱۶ تا ص ۲۲) نیز ابوبکر سے فرمایا۔ یا بن ابی قحافہ اترث اباک ولا ارث ابی اے ابوقحافہ کے بیٹے! (کیا یہ انصاف ہے کہ) تو تو اپنے کا وارث بنے مگر میں اپنے باپ کی وارث نہ بن سکوں؟ (تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۷۹) مگر افسوس۔ وہی لوگ جو کل رسول اسلام کے قلم دوات طلب کرنے کے وقت "حسبنا کتاب اللہ" کا نعرہ لگا رہے تھے۔ آج قرآن کے مقابلہ میں خلاف عقل و نقل ایک من گھڑت حدیث کا سہارا لیتے ہوئے دختر رسول کو ان کے حق سے محروم کر رہے تھے ۔۔۔ الغرض فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ شیئاً ابوبکر نے جناب سیدہ کو کچھ حق بھی دینے سے صاف انکار کر دیا (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۴ طبع مصر) ج ۴ ص ۱۷ مع الفتح طبع دہلی) اس ابا و انکار کا نتیجہ یہ نکلا کہ "فوجدت او غضبت علی ابی بکر وھجرتہ ولم تکلمہ حتی توفیت وعاشت بعد رسول اللہ ستۃ اشھر فلما توفیت دفنھا زوجھا علیؑ لیلاً ولم یؤذن بھا ابا بکر ۔۔۔ جناب سیدہ ابوبکر پر غضبناک ہو گئیں اور تا زیست ان سے مکمل بائیکاٹ کر لیا۔ اور آنحضرتؐ کے بعد کل چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ جب فوت ہو گئیں تو ان کے شوہر علیؑ نے رات کے وقت ان کو دفن کیا اور ابوبکر کو انکی اطلاع تک نہ دی (بخاری ج ۳ ص ۱۴۰ طبع مصر۔ ج ۴ ص ۱۷ مع الفتح طبع دہلی) اور صحیح مسلم میں مذکورہ بالا عبارت پر اس قدر اضافہ ہے کہ "وصلی علیھا علیؑ" (ج ۲ ص ۹۱) یعنی نماز جنازہ حضرت علیؑ نے پڑھائی۔ اگرچہ یہ مضمون غیر معمولی طور پر طویل ہوتا جا رہا ہے۔ تاہم ذیل میں مذکورہ بالا بعض امور کی کچھ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حدیث نحن معاشر الانبیا لا نرث خلاف عقل و قرآن ہے

وہ موضوع حدیث جس سے تمسک کر کے ابوبکر نے جناب سیدہ کو پدری میراث سے محروم کیا وہ بالکل خلاف عقل و قرآن ہے۔ اسلئے وہ استدلال کے قابل نہیں ہے۔ اس کا خلافِ عقل ہونا بچند وجہ ہے

اوّلاً۔ انبیاء جو شریعت لاتے ہیں۔ اسکے احکام خود ان بھی جاری ہوتے ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ وغیرہ کا وجوب اور مناہی سے اجتناب۔ تو حکم میراث سے وہ کیونکر خارج ہو سکتے ہیں؟

ثانیاً۔ ہر پیغمبر کے پاس زمینیں اور جاگیریں تو نہ تھیں ـــــ تو کیا ان کی وفات کے بعد ان کا اثاثہ البیت امت کے غرباء میں تقسیم ہو جاتا تھا اور انکے ورثہ محروم ہوتے تھے؟ کیا تاریخ میں ایسی کوئی مثال ملتی ہے؟ کیا خدا کو یہ منظور ہے کہ پیغمبر کے اہل و عیال بھیک مانگ کر یا لوگوں کے عطیات و صدقات پر گذر بسر کریں؟

ثالثاً۔ اگر اس حدیث کی کوئی اصلیت ہوتی تو چاہیئے تو یہ تھا کہ اس کے متعلقہ حضرات (علی و فاطمہ اور حسنین) کو معلوم ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بھی فرض تھا کہ ان کو آگاہ فرما جاتے تاکہ بعد میں کسی قسم کا کوئی تصادم اور اختلاف پیدا نہ ہوتا یہ کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم متعلقہ افراد کو تو اس کی اطلاع نہ دیں اور غیر متعلق آدمی (ابوبکر) کو بتا دیں؟ (کذا فی التفسیر الکبیر ج ۳ ص ۲۳۰) مگر ان ذوات مقدسہ کا دعویٰ دائر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انکے علم میں یہ حدیث نہ تھی۔ ورنہ آیت تطہیر کی مصداق ذواتِ قادسہ کا کذبِ لازم آئے گا۔ اس سے عیاں ہے کہ یہ یار لوگوں کی خانہ ساز ہے ـــــ باقی رہا اس کا خلاف قرآن ہونا سو وہ بھی بچند وجہ ہے۔

اوّلاً۔ یہ عمومات قرآنی کے خلاف ہے جیسے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ اولاد کے بارے میں خدا تمہیں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کو لڑکی کے دو برابر حصہ دو (۲) ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون ہم نے ہر ایک کے وارث بنائے ہیں۔ جو کچھ والدین یا قرابتدار چھوڑ جائیں۔ اس میں انبیاء و غیر انبیاء کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

ازالۂ شبہ کہا جاتا ہے کہ حدیث مخصص قرآن ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آیت فانکحوا الخ سے زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں ـــــ اس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً تو یہ استثناء قرآن کی ایک دوسری آیت کے پیش نظر ہے۔ جس میں وارد ہے کہ "خالصۃ لک من دون المومنین" یہ بات آپ سے مخصوص ہے۔ دوسرے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اہل ایمان اس میں شامل نہیں۔ ثانیاً۔ قطع نظر اس اختلاف سے جو خبر واحد کے مخصص عموم قرآنی ہونے کے بارے میں علمائے اصول کے درمیان ہے۔ اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے (کما ہو الصحیح) تو یہ تب ہے کہ وہ خبر صحیح السند اور مسلم الثبوت ہو مگر وہ خبر جو علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام جیسے معصوم ذوات مقدسہ کی نظر میں غلط ہے وہ کسی طرح بھی مخصص قرآن نہیں ہو سکتی۔ اوپر جناب سیدہؑ کا یہ کلام گذر چکا ہے کہ ام انتم اعلم مخصوص القرآن و عمومہ من ابی "کیا تم میرے باپ سے زیادہ قرآن کے عموم و خصوص کے عالم ہو؟" اس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہاں کوئی مخصص موجود نہیں ہے وہو المقصود۔

ثالثاً یہ قرآنی واقعات و حکایات کے خلاف ہے۔ مثلاً خدا فرماتا ہے وورث سلیمان داؤد "حضرت سلیمان (اپنے باپ) داؤد کے وارث ہوئے" و انی خفت الموالی من ورائی و کانت امرأتی عاقراً فہب لی من لدنک ولیاً یرثنی و یرث من آل یعقوب: "حضرت زکریا بارگاہ ربوبیت میں عرض کرتے ہیں" مجھے اپنے وارثان پس ماندگان سے خوف ہے اور میری عورت بانجھ ہے۔ مجھے اپنی بارگاہ سے ایسا وارث عطا کر جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے"۔ ان آیات سے واضح ہے کہ نبی نبیوں کے وارث ہوتے رہے ہیں لہٰذا مضمون روایت کہ "نبی کسی کے وارث نہیں ہوتے"۔ بوجہ مخالفت قرآن ہونے کے باطل ہے۔ اور ناقابل قبول۔ کما لا یخفی علی ذوی العقول!

ازالۂ شبہ کہا جاتا ہے کہ یہاں وراثت سے مراد نبوت و حکمت ہے نہ مال و منال۔ ورنہ وراثت مالی میں صرف جناب سلیمان نہیں۔ انکے باقی بھائی بھی تھے۔ اسی طرح جناب زکریا کو مال کا اندیشہ نہ تھا۔ بلکہ ناخلف چچازاد بھائیوں سے اندیشہ تھا۔ ورنہ وہ سارا مال موت سے پہلے راہ خدا میں خرچ کر سکتے تھے۔ نیز وہ مولود آل یعقوب کا مدت دراز کے بعد کیونکر وارث ہو سکتا تھا؟

تفسیر آیات وراثت انبیاء اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ اجتہاد فی مقابل النص ہونے کی بنا پر ناقابل توجہ ہے کیونکہ فریقین کی کتب تفاسیر میں وارد ہے کہ یہاں وراثت سے مالی وراثت مراد ہے۔ چنانچہ آیت وورث سلیمان داؤد کے متعلق علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں فقال الحسن المال و قال غیرہ النبوۃ۔ وقال آخرون بل الملک و السیاسۃ ــــ (الی ان قال) ــــ فاما اذا قیل ورث المال و الملک معاً فہذا لا یبطل بالوجوہ التی ذکرناہا۔ یعنی حسن (بصری) کہتے ہیں کہ یہاں مراد مال ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد نبوت ہے۔ دوسرے کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد مال و ملک ہے ــــ اگر مذکورہ وجوہ کی بنا پر اس سے مال و ملک ہر دو کو مراد لیا جائے تو باطل نہیں ہے۔ عقلاً بھی یہی تفسیر درست ہے کہ یہاں وراثت سے وراثت مالی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مراد ہے ورنہ جناب سلیمان نبی تو جناب داؤد کی زندگی میں تھے اور علم و حکمت بھی اسقدر رکھتے تھے کہ مسئلہ غنم میں انکا فیصلہ نافذ تھا۔ ففهمناها سليمان وكلاً آتينا حكماً وعلماً۔ لہٰذا علم تو ان کو بالاصل خدا سے حاصل تھا۔ اس میں وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ باقی رہی ان کی تخصیص باوجودیکہ بھائی اور بھی تھے تو یہ ان کی عظمت شان بیان کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ کما لا یخفیٰ علی ادنی الافہام۔

مواریث انبیاء کا بیان

بعض تفاسیر میں اس وراثتِ مالی کی تفصیل بھی موجود ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی، کشاف، بحر المعانی، مدارک اور معالم میں بذیل آیت مبارکہ اذ عرض علیہ بالعشی لکھا ہے۔ وورث سلیمان من ابیہ داؤد الف فرس جناب سلیمان نے اپنے باپ حضرت داؤد سے وراثت میں ہزار گھوڑے پائے! ——— دوسری آیت (فہب لی ولیاً یرثنی) کے متعلق تفسیر کبیر ج ۵ ص ۷۶۷ میں لکھا ہے المراد بالمیراث فی الموضعین ھو وراثۃ المال وھذا قول ابن عباس والحسن والضحاک "یعنی دونوں مقامات (یرثنی ویرث من آل یعقوب) پر وراثت سے مراد مالی وراثت ہے۔ یہی ابن عباس، حسن بصری اور ضحاک کا قول ہے۔ نووی نے شرح مسلم ج ۲ ص ۹۲ پر لکھا ہے کہ عن الحسن البصری یرثنی ویرث من آل یعقوب المراد وراثۃ المال ولو اراد وراثۃ النبوۃ لم یقل وانی خفت الموالی من ورائی الآیہ اذ لا یخاف الموالی علی النبوۃ "یعنی حسن بصری اس آیت کے متعلق کہتے ہیں کہ وراثت سے مراد مال ہے اگر ان (زکریا) کی مراد نبوت ہوتی تو یہ نہ کہتے کہ مجھے رشتہ دار بازگشت سے خوف ہے کیونکہ نبوت پر کسی سے اندیشہ نہیں ہو سکتا" اسے کہتے ہیں

ع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے

قول کا قول اور دلیل کی دلیل۔ اس استدلال میں ان لوگوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے جو یہاں وراثت سے مراد نبوت لیتے ہیں!

جناب زکریا کے موالی (چچازاد بھائی) اچھے تھے یا بُرے۔ نبوت کے بارے میں ان سے خوف کرنے کا کیا مطلب؟ خدا خود اپنے اس منصب جلیل کے لئے مناسب افراد منتخب کر لیتا ہے وہ نہ بدکاروں کو ملتی ہے اور نہ ہی اس کی بربادی کا کوئی خطرہ ہوتا ہے البتہ اگر ان کو کوئی خطرہ تھا تو اپنے مال کے متعلق کہ وہ اشرار اسے معصیتِ خدا میں خرچ نہ کر دیں۔ علاوہ بریں جناب یحییٰ اپنے والد جناب زکریا کے عین حیات میں مستقل نبی تھے۔ لہٰذا نبوت کو وراثت میں حاصل کرنے کا کیا مطلب؟ کیا نبوت کوئی موروثی چیز ہے؟ باقی رہا یہ خیال کہ تمام مال کو راہ خدا میں خرچ کر دیتے۔ سو واضح رہے کہ تمام مال خرچ کر کے خود کو فقیر و نادار بنا لینا اصول شریعت کے خلاف ہے خدا فرماتا ہے ولا تبسطہا کل البسط

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فتقعد ملوماً محسوراً۔ اس قدر ہاتھ کشادہ نہ کرو کہ قابل ملامت حالت میں بیٹھ رہو۔ آل یعقوبؑ کے مال کے وارث ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جناب زکریا تک جو مال پہنچا تھا۔ اس میں آل یعقوب کا مال بھی شامل تھا۔ اس طرح جو شخص بلا واسطہ جناب زکریاؑ کا وارث ہوگا وہ بالواسطہ آل یعقوب کا وارث بھی ہوگا ع

سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا است!!

علاوہ بریں وہ بزرگوار (جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) جن کی طرف یہ حدیث منسوب ہے۔ خود ان کے متعلق کتب سیر و تواریخ میں مذکور ہے کہ ان کو متعدد چیزیں اپنے والد سے وراثت میں ملیں۔ چنانچہ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۶۰/۶۱ میں لکھا ہے "ترک عبداللہ (ابو محمدؐ) خمسۃ اجمال و قطعۃ من غنم فورث ذلک رسول اللہ من ابیہ یعنی رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد جناب عبداللہ نے پانچ اونٹ اور کچھ بکریاں چھوڑیں جن کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وارث ہوئے" اسی کتاب کی جلد ۳ ص ۳۶۶ پر لکھا ہے "سیف یقال لہ ماثور ورثہ علیہ السلام من ابیہ" آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی "ماثور" نامی ایک تلوار تھی جو آپ کو اپنے والد سے وراثت میں ملی تھی"۔ شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۲۲ بحوالہ طبقات بن سعد لکھا ہے "عبداللہ نے اونٹ، بکریاں اور ایک لونڈی چھوڑی تھی جس کا نام ام ایمن تھا۔ یہ سب چیزیں رسول اللہ کو ترکہ (وراثت) میں ملیں"۔ اب ان حقائق کی روشنی میں اہل عقل و انصاف فرمائیں کہ یہ حدیث کہ "گروہ انبیاء نہ کسی کا وارث ہوتا ہے اور نہ کوئی ان کا وارث ہوتا ہے" کہاں تک صحیح ہے؟

ع ——— بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء کا جواب

اہل خلاف اس مقام پر اپنی گرتی ہوئی دیوار اعتقاد کو اصول کافی کی اس حدیث سے سہارا دینے کی ناکام کوشش کیا کرتے ہیں (جیسا کہ مولف نے کیا ہے) جس میں وارد ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے ——— یہ سہارا بچند وجہ ناقابل استناد ہے۔

اولاً یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اسکا راوی ابوالبختری (وہب بن وہب) ہے اور وہ اکذب البریہ ہے جیسا کہ رجال کشی ص ۱۹۹ اور رجال نجاشی ص ۲۰۳ ہر دو طبع بمبئی میں مذکور ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اللئالی المصنوعہ ج ۲ ص ۱۲۵/۱۲۶ طبع مصر میں اس کے متعلق لکھا ہے "من کبار الوضاعین" بہت بڑے حدیث سازوں میں سے ہے اسلئے یہ حدیث ناقابل اعتماد ہے۔

ثانیاً۔ بنا بر تسلیم اس کا مطلب وہ نہیں جو اہل خلاف لیتے ہیں یہ تو کلمہ حق یراد بہا الباطل"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

والا معاملہ ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ انبیاء کی وراثت دو قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) مالی (۲) علمی۔ مال کے وارث ان کے رشتہ دار اور علمی کے وارث علماء کبار ہوتے ہیں۔ جب امام نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں تو یہاں یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید ان کے مال کے وارث بھی علماء رہوں گے؟ اس لئے ازالۂ وہم کی خاطر فرمایا کہ یہ صرف علم کے وارث ہیں نہ درہم و دینار کے۔ کیونکہ اس کے وارث تو ان کے رشتہ دار ہوتے ہیں۔

دفع دخل مقدر

یہ خیال کہ وارث تو اور بھی تھے چچا عباس۔ ازواج تو اس کے متعلق واضح رہے کہ یہ بات اپنے مقام (فقہ جعفری) میں دلائل و براہین سے ثابت کی جا چکی ہے کہ اولاد کی موجودگی میں چچاؤں کو کچھ نہیں ملتا اور جائداد غیر منقولہ سے ازواج محروم الارث ہوتی ہیں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائداد غیر منقولہ کی واحد وارث جناب سیدہ ہی تھیں نصف کی بالفرض اور نصف کی بالرد فتدبر ولا تکن من الغافلین۔[1]

عمل علوی والے شبہ کا جواب

مؤلف نے دیگر مناظر غیر اہلسنت کی طرح یہاں اپنے موقف کی تائید میں حضرت امیرؑ کے عمل کا بھی سہارا لیا ہے کہ انہوں نے اپنے ظاہری دور خلافت میں فدک واپس نہیں کیا ــــــ سو اس کا جواب واضح ہے۔ جناب امیرؑ نے ظاہری مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد فرمایا تھا لو قد استوت قدمای من هذه المداحض لغيّرت الاشياء (نہج البلاغہ) "اگر مجھے ثابت قدمی حاصل ہو گئی تو میں بہت سی اصلاحات کروں گا" معلوم ہوا کہ یہ اصلاحات ثبات قدم حاصل ہونے کے ساتھ مشروط ــــــ تھیں چنانچہ مؤلف کے بزرگوں کی وجہ سے نہ آنجناب کو ثبات قدم حاصل ہوا اور نہ وہ یہ موعودہ اصلاحات کر سکے۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ اذا فات الشرط فات المشروط اگر اس امر کی صراحت مطلوب ہو کہ جناب امیرؑ فدک کو اپنا مغصوبہ مال سمجھتے تھے تو اس سلسلہ میں آنجناب کا یہ کلام بطور نص صریح موجود تھا۔ فرماتے ہیں "بلی كانت في ايدينا فدك من كل ما اظلته السماء فشحت عليه نفوس قوم وسخت عنها نفوس آخرين ونعم الحكم الله جو کچھ زیر آسمان ہے۔ اس میں صرف فدک ہی ہمارے قبضہ میں تھا۔ اس کے متعلق کچھ لوگوں نے بخل سے کام لیا۔ (ہم سے غصب کر لیا) خدا ہی بہتر حکم کرنے والا ہے (نہج البلاغہ ج ۲ ص ۹۲ طبع مصر) کتاب الروضہ

---

[1] اس مسئلہ کی مکمل تفصیلات دیکھنے کے شائقین ہماری فقہی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ کی جلد دوم کی طرف رجوع کریں (منہ عفی عنہا)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی جس روایت پر مؤلف نے ایراد کیا ہے۔ یہ ان کی ناسمجھی کی دلیل ہے ورنہ جن لوگوں کی اس حقیقت پر نگاہ ہے کہ جناب امیرؑ خانہ جنگیوں اور سازشیوں کی ریشہ دوانیوں کا شکار تھے اور آپ کے ہمراہی اگر تمام نہیں تو اکثر ایسے تھے جو ابو بکر، عمر اور عثمان کو خلفاء برحق جانتے تھے۔ دریں حالات ان خلفاء کے بدعات و احداث کا قلع قمع کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ جو کچھ جناب نے کیا وہی عقل و خرد کا تقاضا تھا۔ علاوہ بریں اس روایت سے بھی اتنا تو واضح ہے کہ آنجنابؑ ان خلفا کو خدا اور رسول کا مخالف اور بدعات کا مرتکب سمجھتے تھے ــــ لہٰذا اس سے مؤلف کی تردید ہوتی ہے نہ کہ تائید!

لمحۂ فکریہ علاوہ بریں اہلسنت کے لئے اس بات میں بھی لمحۂ فکریہ ہے کہ فدک ایک خلیفہ نے غصب کیا اور مدت مدید کے بعد دیگرے اسے اولاد فاطمہؑ کو واپس کیا۔ ایک عمر بن عبد العزیز اموی نے اور دوسرے مامون عباسی نے (فتوح البلدان ص۴۲ معجم البلدان ج ۲ ص۳۶۵) اب کس خلیفہ کا عمل صحیح تھا اور کس کی کارروائی غلط تھی؟ بینوا توجروا ؟

جنابِ سیدہؑ کی ناراضی

یہ باب ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اس واقعہ کے سلسلہ میں ابو بکر پر سخت ناراض ہوئیں اور تادم زیست ان سے بات نہ کی (جیسا کہ اوپر حوالہ جات سے یہ ثابت کی جا چکی ہے) اور ان کو اپنی نماز جنازہ میں شرکت سے بھی منع کر دیا (جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا) مگر اس کا کیا علاج کہ جب صحاح ستہ کی بھی سرتاج بخاری و مسلم کی روایات کا بھی انکار کر دیا جائے تو پھر کس کتاب کا حوالہ پیش کیا جائے حالانکہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص۱۰۶ طبع مصر پر صراحت سے لکھا ہے کہ جو شخص بخاری و مسلم کی کسی حدیث کا انکار کرے وہ مذہب اہلسنت سے خارج ہو جاتا ہے اور گمراہ بدعتی قرار پاتا ہے۔ مؤلف نے بتول کا معنی تارک الدنیا کر کے چند کھجوروں کی خاطر کچہری میں جا کر مقدمہ پیش کرنے کو بھی ان کی شان کے خلاف قرار دے کر اسے غلط قرار دینے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ حالانکہ بتول کے معنی ہیں وہ عورت جو نسوانی نقائص سے پاک ہو۔ ترک دنیا کر کے رہبانیت اختیار کرنا اسلام میں روا نہیں ہے۔ بی بی عالم کا در واقعہ عین مسجد میں کھلتا تھا اور دربار خلافت مسجد میں تھا۔ لہٰذا اگر انہوں نے با پردہ ہو کر اپنا دعویٰ پیش کیا تو کیا عجب ہے اور اپنے حق کا مطالبہ کرنا تھوڑا ہو یا زیادہ مقدار مدعا بیع نہیں ہے بلکہ حسن ہے اور اس اعتبار سے کہ اس سے بے ایمان کی بے ایمانی اجاگر ہوتی ہے احسن ہے۔ علاوہ ازیں اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ فدک چند کھجوروں کا نہیں بلکہ ایک پورے گاؤں کا نام ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ چند کھجوریں تھیں تو اس سے خلیفہ صاحب کی وہی سبکی کا بھی جنازہ نکل جائے گا کہ چند کھجوروں کی خاطر دختر رسول کو ناراض کیا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وجدت کا معنی مذمت کرنا جہالت مرکبہ ہے

مؤلف کا یہ کہنا کہ بخاری و مسلم میں لفظ "وجدت" وارد ہے اور اس کے معنی ہیں "مذمت" بی بی سوال کرکے نادم ہوئیں (معاذ اللہ) تین وجوہ سے غلط ہے۔ اوّلاً۔ تو خود بخاری میں لفظ "غضبت فاطمہ" موجود ہے (ملاحظہ ہو بخاری ج ۲ ص ۱۴۰ طبع مصر) ثانیاً۔ مؤلف کا یہ کہنا کہ "وجدت" کا معنی ہے "مذمت" اور اس سلسلہ میں حاشیہ قاموس کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ جو سراسر جھوٹ ہے۔ اور مؤلف کی جہالت و ضلالت کی واضح دلیل ہے۔ قاموس کیا کسی بھی لغت عرب میں اس بات کا نام و نشان ہی نہیں ہے۔ "وجد" کے معنی خصوصاً جبکہ اسکا صلہ "علی" کے ساتھ ہو جیسے "وجد فلان علی فلان" سوائے ناراضی کے اور کوئی ہو تے ہی نہیں ہیں اس سلسلہ میں قاموس، المنجد، لسان العرب، منتھی الارب، صراح، نہایہ ابن اثیر، مجمع البحار وغیرہ کتب لغت دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری و مسلم کی جن روایات میں "وجدت فاطمۃ علی فلان" وارد ہے۔ وہاں بخاری و مسلم کے کشی اور شارح حضرات نے اس کے معنی "غضبت" ہی لکھے ہیں۔

ثالثاً۔ یہ کہنا کہ اپنے آپ پر ناراض ہوئیں۔ ہر قسم کے حالات اور عبارات کے سیاق و سباق سے آنکھیں بند کرکے ایسی بیہودہ بات کہنا دھاندلی و بے انصافی کی بدترین مثال ہے۔ ورنہ علاوہ دوسری بیسیوں کتب کے خود بخاری و مسلم کی متعدد روایات میں وارد کہ "ابوبکر پر ناراض ہوئیں اور ان سے مکمل بائیکاٹ کرلیا اور ان سے بات چیت بند کردی"۔۔۔۔ ان حیلوں بہانوں سے ابوبکر کو جناب خاتون جنت کی ناراضی سے ہرگز نہیں بچایا جا سکتا ؎

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی

جناب سیدہ کی ناراضی خدا اور رسولؐ کی ناراضی کا باعث ہے

علاوہ دیگر بے شمار کتب کے خود بخاری و مسلم کی روایات سے ثابت ہے کہ جناب فاطمۃ الزہراؑ کی رضا خدا و رسولؐ کی رضا اور ان کی ناراضی خدا و رسولؐ کی ناراضی کا موجب ہے۔ چنانچہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا اغضبنی ۔۔۔۔ (وفی روایۃ) یریبنی ما اراھا ویؤذینی ما آذاھا (وفی روایۃ) من اذاھا فقد آذانی ومن اغضبھا فقد اغضبنی ۔۔۔۔ (بخاری ج ۳ ص ۳۹ ۔۔۔۔ وطبع مصر ج ۱ ص ۱۸۷/۴۶۱ مسلم ج ۱ ص ۲۷۰ شرح فقہ اکبر ص ۱۲۵ طبع لاہور ۔۔۔۔ روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۱۴۲ (وغیرہ) ۔۔۔۔ اس سے سورج روشن کی طرح واضح و عیاں ہے کہ جناب سیدہ کی اذیت رسانی خدا و رسولؐ کی اذیت کا باعث ہے اور ان کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ناراضی خدا و رسول کی ناراضی کا سبب ہے۔

خدا و رسولؐ کو ایذا دینے والوں کی سزا

اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا و رسولؐ کو ایذا دینے والوں کی سزا کیا ہے، ارشاد قدرت ہے "ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا" جو لوگ خدا و رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر خدا نے دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے تیار کرنے والا عذاب مہیا کر رکھا ہے! (جس کیلئے محمد و آلؑ کو زمین کو ناراض کرنیوالوں اور انکی حمایت کرنیوالوں کو تیار رہنا چاہیئے!

مؤلف کے ایرادات ثلاثہ کے جوابات

مؤلف نے اس ناراضی کے وزن کو ہلکا کرنے کے لئے بزعم خود بعض ایرادات کئے ہیں، مثلاً یہ کہ "اغضاب" کا مطلب ہے جس نے دانستہ آپ کو غضبناک کیا اور ابوبکر نے ایسا نہیں کیا ــــ یہ ایراد بدو وجہ باطل ہے۔ اوّلاً یہ کہنا کہ "اغضاب" میں قصد شرط ہے درست نہیں بلکہ اسکا صاف مطلب ہے کسی کو ناراض کرنا (باقی نحوِ کان) بقول خود مولف جب جناب سیدہ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت علی دختر ابوجہل سے عقد کر رہے ہیں تو وہ غضبناک ہوئیں اور جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من اغضبھا فقد اغضبنی ــــ تو کیا جناب امیرؑ نے جناب سیدہؑ کو غضبناک کرنے کا قصد کیا تھا؟

ثانیاً۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۱۵ طبع مصر سے واضح ہے کہ خود ابوبکر و عمر کو اعتراف تھا کہ انہوں نے بی بی کو غضبناک کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ قال ابوبکر لعمر انطلق بنا الی فاطمۃ فانا قد اغضبنا ھا۔ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ ہمارے ساتھ فاطمہؑ کے پاس چلو کیونکہ ہم نے ان کو غضبناک کیا ہے"۔ اس سے واضح ہے کہ مؤلف کا برأت ابوبکر کیلئے ہاتھ پیر مارنا "مدعی سست و گواہ چست" والی مثل کا مصداق ہے۔

روایات نازک مزاجی کا جواب

مؤلف نے بزعم خود اس مقام پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جناب سیدہ بوجہ شہزادی ہونے کے نازک مزاج تھیں۔ اسلئے وہ معمولی معمولی باتوں پر ناراض ہو جاتی تھیں ــــ چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے بعض ضعیف آثار و اخبار کا سہارا بھی لیا ہے۔ جو مسلمہ حقائق سے متصادم ہونے کی بنا پر ناقابل اعتبار ہیں۔ وہ یہ بھول گئے ہیں کہ وہ شہزادی ضرور تھیں۔ لیکن نہ دنیا کی شہزادیوں کی طرح بلکہ وہ ایسی شہزادی کونین تھیں جو چرخا خود کاتتی، چکی خود پیستی، جھاڑو خود دیتی اور گھر کا تمام کام کاج خود کرتی تھیں۔ لہٰذا ان کا دنیوی شہزادیوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے جو بالاتفاق باطل ہے جلاء العیون کے حوالہ سے جو بعض واقعات مؤلف

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سے پیش کئے ہیں وہ فی نفسہ بے سند و مرسل اور صحیح تاریخی حقائق کے معارض ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتماد ہیں۔ مثلاً حضرت علی کے ساتھ جناب سیدہؑ کے عقد کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انکا جو مکالمہ درج ہے وہ روایۃً و درایۃً شانِ سیدہؑ کے بالکل منافی ہے صحیح روایات میں صرف اس قدر وارد ہے کہ جب جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دختر نیک اختر سے اجازت حاصل کرنا چاہی تو بی بی عالم خاموش ہوگئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے فرمایا اللہ اکبر سکوتھا رضاھا ان کی خاموشی ان کی رضامندی کی علامت ہے (منتہی الامال وغیرہ) اسی طرح کینزو الا واقعہ بھی بالکل بے بنیاد ہے اور عصمت مآب بی بی کی جلالت شان سے بعید ہے کہ ایک جائز اور مباح بات سے ناراض ہوں ـــــ علاوہ بریں علامہ مجلسیؒ نے یہ واقعہ لکھ کر اسکی خود ایک مناسب تاویل کر دی ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔ اسی طرح جناب امیرؑ کا دختر ابوجہل کے ساتھ عقد کرنے کا ارادہ اور جناب سیدہؑ کی ناراضگی والا واقعہ بھی ایک افسانہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ رئیس المحدثین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے علل الشرائع میں اس قصہ کی رد کی ہے فرماتے ہیں الخبر عندی لیس بمعتمد ولا ھو لی بمعتقد لان علیاً و فاطمۃ ما کان یقعینھما کلام یحتاج رسول اللہ الی الاصلاح بینھما بکلام لانہ علیہ الصلوٰۃ سید الوصیین وھی سیدۃ نساء العالمین ـــــ یعنی یہ خبر میرے نزدیک قابل اعتقاد و اعتماد نہیں ہے۔ کیونکہ جناب علیؑ سید اولیاء اور جناب فاطمہ سیدۃ النساء تھیں۔ ان کی شان اس سے کہیں بلند ہے کہ ان کے درمیان ایسا نزاع واقع ہو کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صلح کرانے کی ضرورت پیش آئے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایک جائز کام کا برا منائیں یہ شانِ رسالت کے منافی ہے"۔ اسی طرح محدث عبدالحق دہلوی نے بھی مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۸۵ طبع نولکشور پر اس واقعہ کی تردید کی ہے ـــــ علاوہ بریں یہاں ایک اور بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اولاً۔ تو ان اخبار و آثار میں "جناب سیدہ کا حضرت امیرؑ پر غضبناک ہونا" مذکور نہیں صرف یہ وارد ہے کہ آپ رنجیدہ ہوئیں آپ کو حزن و ملال ہوا وغیرہ وغیرہ۔ اور ظاہر ہے کہ ان دو باتوں میں نمایاں فرق ہے!

ثانیاً۔ انکشاف حقیقت کے بعد فوراً ان کا راضی ہو جانا اور حزن و ملال کا زائل ہو جانا بھی ثابت ہے جس کی نظیر جناب موسیٰ و ہارون کے قصہ میں موجود ہے کہ سوئے تفاہم سے معمولی سی باہمی رنجش پیدا ہوئی اور انکشاف حقیقت کے بعد فوراً زائل ہو گئی اور صفائی ہو گئی۔ مگر ابوبکر کے معاملہ میں تو یہ ناراضی تازیست باقی رہی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ناراضی صرف بتقاضائے بشریت نہ تھی کیونکہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اوّلاً تو بی بی عالم آیت تطہیر کا مصداق، بدرجۂ عصمت پر فائز ہونے کے سبب بشری کمزوریوں سے منزہ و مبرا تھیں۔ ثانیاً اگر بالفرض بتقاضائے بشریت ہوتی تو فوراً زائل ہو جاتی مگر یہاں تو مدت العمر تک ان کا ناراض رہنا ثابت ہے۔

رضامندیٔ سیدہ والی روایت کا جواب

مؤلف نے تمام تاریخی مسلمات سے آنکھیں بند کر کے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تقلید کرتے ہوئے کسی مجہول المصنف اور مجہول الحال کتاب مسمی بہ "حجاج السالکین" سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جناب سیدہ ابوبکر پر راضی ہو گئیں تھیں ـــــ سچ ہے الغریق یتشبث بکل حشیش۔ غالباً سب سے پہلے اس افترا پردازی کا سہرا محدث دہلوی نے اپنے سر پر باندھا پھر بعد والے مصنفین اہلسنت نے بلا سوچے سمجھے۔ اسے نقل کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اس نام کی کسی کتاب کا وجود موصوف کے تہہ خانۂ دماغ میں ہو تو ہو ورنہ اور تو کہیں اس کا نام و نشان بھی موجود نہیں ہے اور اگر بالفرض ہو بھی تو تمام کتب معتبرہ اور تاریخی مسلمہ واقعات کو نظر انداز کر کے صرف اس مرسل و مقطوع روایت کو کس طرح آنکھیں بند کر کے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ دینوری (ص ۱۵ طبع مصر) میں ہے کہ جب ابوبکر و عمر جناب سیدہؑ کے آخری ایام حیات میں ان کو راضی کرنے کے لئے ان کے گھر گئے اور بڑی ردّ و قدح کے بعد اذنِ باریابی ملا تو شیخین نے جا کر سلام کیا ـــــ بی بی عالمؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر ابوبکر نے سلسلۂ کلام کا آغاز کیا۔ جناب سیدہؑ نے جواب میں فرمایا۔ میں تم دونوں سے خدا کو گواہ کر کے پوچھتی ہوں کہ آیا تم نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ فاطمہؑ کی رضامندی میری رضامندی اور فاطمہؑ کی ناراضی میری ناراضی ہے؟ دونوں نے اقرار کیا۔ اس وقت جناب سیدہؑ نے فرمایا۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا ہے اور رضامند نہیں کیا۔ میں جب بابا سے ملوں گی تم دونوں کی شکایت کروں گی۔ پھر ابوبکر سے خطاب کر کے فرمایا۔ میں جب تک زندہ ہوں۔ ہر نماز کے بعد تم پر بددعا کروں گی۔ اس کے بعد شیخین اپنا سا منہ لے کر چلے گئے۔ علاوہ بریں اس روایت میں "رضیت بذلک" وارد ہے نہ کہ رضیت عنہ اور ارباب علم جانتے ہیں کہ جب "رضی" کا صلہ با کے ساتھ ہو تو اس کے معنی قناعت کے ہوتے ہیں نہ کہ رضامندی کے لہٰذا بنا و تسلیم مقصد یہ ہے کہ با مرِ مجبوری خاتونِ جنت نے اسی مقدار پر قناعت کر لی جو مل رہی تھی۔ اس میں یہ کہاں وارد ہے کہ ابوبکر پر راضی ہو گئیں۔ یہ بات تمام اہلسنت ملکر بھی صبح قیامت کے طلوع ہونے تک ثابت نہیں کر سکتے۔ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بنتِ رسولؐ کی اپنے جنازہ میں شیخین کو شامل نہ کرنے کی وصیت

بخاری و مسلم میں تو صرف اس قدر ہے کہ جناب امیرؑ نے جناب سیدہؑ کو بوقت شب دفن کیا اور ابوبکر کو اطلاع نہ دی۔ مگر دوسری بکثرت کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کارروائی جناب سیدہ کی وصیت کے مطابق کی گئی تھی چنانچہ روضۃ الاحباب ج ۱ صفحہ ۴۲۲ میں ہے "و نماز بر وے علیؑ و بقول عباس گذارد۔ روز دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق و سائر اشراف صحابہ با علی معاتبہ می کردند کہ چوں ما را خبر نکردی تا شرف نماز بر اد دریافتمی علیؑ عذر گفت من بر وصیت او چنیں کردم"۔ (کذا فی مدارج النبوۃ) یعنی دوسرے دن ابوبکر و عمر وغیرہ نے حضرت علی سے شکوہ کیا کہ کہ ہمیں کیوں اطلاع نہ دی تاکہ ہم بھی نماز جنازہ کا شرف حاصل کرتے۔ حضرت علی نے جواب میں فرمایا میں نے بی بی کی وصیت پر ایسا کیا ہے" کتاب وفاء الوفا سمہودی ج ۲ صفحہ ۹۲ طبع مصر میں لکھا ہے "ان ابا بکر علم بذلک واحب ان لا یرد غرض علیؑ کتمانہ منہ" یعنی ابوبکر کو (دفنِ سیدہؑ) کا علم تو ہو گیا تھا مگر اس نے چاہا کہ حضرت علیؑ کی پوشیدہ رکھنے سے جو غرض ہے وہ پوری ہو جائے (اس لئے جنازہ میں شریک ہونے کی کوشش نہ کی)

ایک عجیب دروغ بے فروغ

ان لوگوں کی ڈھٹائی قابل داد ہے اگرچہ صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۹۱ وغیرہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب سیدہؑ کی نماز جنازہ پڑھائی اور ابھی اوپر کتب اہلسنت سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ ابوبکر و عمر جناب سیدہؑ کے جنازہ میں شریک بھی نہ تھے۔ مگر ہمارے فاضل مؤلف یہ راگ الاپتے ہیں کہ "بنت رسول کی نماز جنازہ ابوبکر نے پڑھائی اور وہ بھی چار تکبیر" یک نہ شد دو شد۔ سچ ہے ؎

بے حیا باش دہر چہ خواہی کن

حالانکہ مؤلف نے جو حوالہ دیا ہے۔ ان کے اکابر علماء اسے رد کر چکے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر عسقلانی اصابہ ج ۴ صفحہ ۳۷۹ پر اور زرقانی شرح مواہب ج ۳ صفحہ ۲۰۷ پر یہی روایت نقل کر کے لکھتے ہیں "ھذا فیہ ضعف و انقطاع" ——— اور سیرۃ حلبیہ ج ۳ صفحہ ۳۹۰ میں لکھا ہے "ثبت عندنا ان علیاً کرم اللہ وجہہ دفنہا رضی اللہ عنہا لیلاً و صلی علیہا ———" یہ بات ہمارے نزدیک پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب سیدہؑ کو رات کے وقت دفن کیا اور خود ان پر نماز جنازہ پڑھائی

واقعۂ فدک سے سنیوں کی گلو خلاصی ناممکن ہے

الغرض اہلسنت جس قدر چاہیں ہاتھ پیر ماریں واقعۂ فدک سے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ان کی اور ان کے خلیفہ کی گلوخلاصی ہرگز نہیں ہو سکتی ہے اسی لئے محدث عبدالحق دہلوی نے تسلیم کیا ہے کہ "مشکل ترین قضایا قضیہ فدک است"

واقعۂ فدک پر بعض منصف مزاج علمائے اہلسنت کا بے لاگ تبصرہ

آخر کلام میں واقعہ فدک اور سازندگی بتول اور جانکاری امت رسولؐ کے متعلق بعض اہل انصاف علمائے اہلسنت کا بے لاگ تبصرہ نقل کر کے اس مبحث کو ختم کیا جاتا ہے۔

(۱) مولانا صدرالدین حنفی اپنی کتاب روائح المصطفیٰ طبع کانپور صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں "بعد از وفات پیغمبر واقعات بسیار گذشتہ مثل معاملۂ فدک وسقط شدن حمل او وتہدید نمودن عمر خطاب بنی ہاشم را کہ در خانۂ زہراؑ اجتماع نمودہ بودند ونالہ وشیون نمودن حضرت زہراؑ پیش انصار طولے دارد و ذکر نکردن اولی تر است وصیت نمودن حضرت زہراؑ کہ ہیچ کس بر جنازۂ او حاضر نہ شود۔ دلیل صریح است کہ حضرت زہراؑ آزردہ دملول از دنیا رفت۔ اکنوں تاویل ہر چہ خواہند کنند ــــ ومرثیہ برائے پیغمبر انشار نمودہ یک بیت انا فل قصیدہ ایں است۔

صبت علی مصائب لو انہا
صبت علی الایام صرن لیا لیا

(۲) مولانا حافظ نذیر احمد مترجم قرآن دہلوی اپنی کتاب رؤیائے صادقہ صفحہ ۱۹۹ طبع پنجم پر لکھتے ہیں "جو شخص سب سے زیادہ پیغمبر کی وفات سے متاذی ہوا وہ جناب فاطمہؑ تھیں۔ والدہ پہلے انتقال فرما چکی تھیں اب ماں اور باپ دونوں کی جگہ پیغمبر صاحب صلعم تھے اور باپ بھی کیسے باپ؟ دین ودنیا کے بادشاہ ایسے باپ کا سر سے اٹھ جانا۔ اس پر حضرت علیؑ کا خلافت سے محروم ہونا نمک بر جراحت۔ ترکہ پدری باغ فدک کا دعویٰ کرنا اور مقدمہ کا ہار جانا۔ کسی دوسرے کو ایسے ہیم صدمات پہنچتے تو وہ زہر کھا کر مر جاتا۔ مگر ان کے صبر وضبط ان ہی کے ساتھ تھے۔ پھر بھی انہی رنجوں میں گھل گھل کر چھ ہی مہینہ کے اندر انتقال فرما گئیں اور جتنے دن زندہ رہیں ان لوگوں سے جنہوں نے رنج دیئے تھے نہ بولیں اور نہ بات کی یہاں تک کہ ان لوگوں کو اپنے جنازہ پر آنے کی مناہی کر دی اور شب کے وقت مدفون ہوئیں انا للہ وانا الیہ راجعون ماناکہ انکا غصہ کسی قدر بے جا بھی تھا (معاذاللہ ناقل) تاہم ان کے باپ کے حقوق کیا چاہتے تھے جناب فاطمہ کے دل غمزدہ کو خوش کرنے کیلئے جناب علیؑ کو اگر وہ اہل بھی نہ تھے (معاذاللہ ناقل) برائے نام خلافت دے دی ہوتی اور آپ انتظام کیا ہوتا۔ خیر خلافت تو کون دیتا! مگر باغ فدک کے دینے میں آخر کونسی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

قباحت تھی؟ غایۃ ما فی الباب حدیث شریف نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ کے خلاف ہوتا۔ اگر گناہ ہوتا تو جناب فاطمہؑ کو ہوتا جو سیدانی ہو کر صدقہ کھاتیں سخت افسوس کی بات ہے کہ اہلبیت نبوی کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی سے ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ انکا وہ ادب اور لحاظ جو ہونا چاہیئے تھا۔ اس میں ضعف آگیا اور وہ شدہ شدہ منجر ہوا اس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے وہ ایسی نالائق حرکت مسلمانوں سے ہوئی ہے کہ اگر سچ پوچھو۔ تو دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں "وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ——

ساتواں طعن حضرت ابوبکر کا قول ہے۔ لست بخیرکم وعلی فیکم اقیلونی اقیلونی (میں تمہارے لیے بہتر نہیں ہوں جبکہ علی تم میں موجود ہیں مجھے واپس کرو۔ واپس کرو۔ اس سے فضیلت حضرت علی —— ابوبکر پر ثابت ہوتی ہے اور افضل کی موجودگی میں مفضول خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

جواب اولاً یہ کہ یہ صرف شیعہ کی گھڑت ہے۔ اہلسنت کی کسی مستند کتاب میں اس کا وجود نہیں ہے —— ثانیاً۔ صحابہ کرام کے اس قسم کے اقوال بے نفسی اور زہد و اتقا کی وجہ سے ہوتے تھے۔ جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میرا وزیر ہونا میرے امیر ہونے سے بہتر ہے —— اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں طمع خلافت —— نہ تھی۔ یہ بارِ گراں اہل حل وعقد نے بالاجماع ان کی گردن پر رکھ دیا —— تکبر و غرور شیطانی اوصاف ہیں۔ بزرگانِ خدا باوجود کمال وجلال خود کو سب سے کمتر سمجھتے ہیں ——

راندہ شد ابلیس از مستکبری
گشت مقبل آدم از مستغفری

(آفتاب ص ۲۵۴/۲۵۵)

الجواب مؤلف کا اس روایت کو شیعہ کی من گھڑت قرار دیتے ہوئے کتب اہلسنت میں اسکے وجود کا انکار کرنا ان کے اپنی کتابوں سے نابلد ہونے کی بین دلیل ہے۔ حالانکہ یہ ان کی مستند کتابوں میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہوں ابطال الباطل ابن روزبہان، سر العالمین غزالی اور تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی وغیرہ۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور بنا بر تسلیم مؤلف نے اس کی جو یہ تاویل کی ہے کہ یہ محض کسر نفسی کے طور پر کہا ہے یہ تاویل بالکل بلیل ہے اوّلاً کسر نفسی کا اپنا مقام و محل ہوتا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ خدا کسی شخص کو نبی بنائے اور وہ لوگوں سے کہتا پھرے لوگو مجھے چھوڑ دو۔ کیونکہ فلاں شخص موجود ہے (یعنی اس کو نبی مان لو)؟ جب نبی ایسا نہیں کر سکتا تو وصی کسطرح کر سکتا ہے؟

ثانیاً۔ بالفرض اگر یہ کلام بطور کسر نفسی ہوتا تو پھر حضرت امیرؑ کا اُم گرامی صراحت کے ساتھ نہ لیا جاتا۔ بلکہ صرف یہ کہا جاتا کہ تم سب مجھ سے بہتر ہو۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ بموجب الحق یجری علی اللسان یہ حق بات ان کی زبان پر جاری ہوئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کو اپنے سے افضل جانتے تھے اور اس حقیقت کا کوئی بھی صحیح الدماغ آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ افضل کی موجودگی میں مفضول مسندِ خلافت پر بیٹھنے کا حقدار نہیں ہے۔

——مؤلف نے یہ بڑی طرفہ کی بات کی ہے کہ "ابو بکر کے دل میں خلافت کی طمع نہ تھی اہل حل وعقد نے یہ بار گراں ان کی گردن میں ڈال دیا"۔ ہم آیات فضائل صحابہ میں سے پہلی آیت کے جواب میں واضح کر چکے ہیں کہ یہ صاحب اسلام ہی طمع خلافت و امامت میں لائے تھے اور یہ مطلب بھی کئی بار واضح و آشکار کر چکے ہیں کہ جس طرح نبی و رسول خدا منتخب کرتا ہے۔ خلافت الٰہیہ کے لئے بھی مناسب افراد کا انتخاب وہی کرتا ہے۔ اجماع و شوریٰ سے کوئی شخص نہ نبی بن سکتا ہے اور نہ خلیفہ نبی اور یہ کہ ابو بکر صاحب کی خلافت پر تو اہل حل وعقد بھی اجماع نہیں ہوا سقیفہ میں جو چند افراد موجود تھے (جبکہ تمام بنی ہاشم غیر حاضر تھے) ان میں بھی باہمی نگاہ و فساد ہو رہا تھا اور منا امیر و منکم امیر" کی آوازیں بلند تھیں —— مہاجر و انصار کی باہمی تو تکار و تکرار فلک کے رفعت تک پہنچ رہی تھی کہ جناب عمر کی دھینگا مشتی سے بڑے ڈرامائی انداز میں ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی (شرح مواقف وغیرہ) اسی بنا پر عمر کہا کرتے تھے کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللہ شرھا (بخاری شریف)

اگر ابو بکر صاحب خلافت کے خواہشمند نہ تھے تو اپنی بیعت لینے کے لئے حضرت علی کو ظلم و ستم کا نشانہ کیوں بنایا؟ اور دروازۂ فاطمہ پر آگ و لکڑیاں جمع کر کے گھر کو آگ لگانے کی دھمکیاں کیوں دی گئیں؟ (الامامۃ والسیاسۃ وغیرہ) قبل ازیں تفصیل کے ساتھ ان امور پر تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ ان حقائق سے معلوم ہوا کہ خدائے قدیر نے یہ جملہ ابو بکر کی زبان پر جاری کر دیا ہے تاکہ ان کی نااہلی اور حضرت امیرؑ کی افضلیت و اہلیت پر مہر تصدیق ثبت ہو جائے ویحق اللہ الحق بکلماتہ۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

آٹھواں طعن ابوبکر نے اپنے نفاق کا خود اقرار کیا ہے اور ایسا شخص قابل خلافت نہیں ہو سکتا۔ جواب :۔ متقدمین شیعہ کسی قدر شرم و حیا سے بھی کام لیتے تھے لیکن آج کل کے شیعہ ع بے حیا باش ہرچہ خواہی گو کے مصداق ہو کر ایسی سر بریدگی سے

"عربی نہ فارسی نہ تتہ کی، نہ تال کی نہ سُر کی"

ہانک دیا کرتے ہیں ـــــ ہم اصل حقیقت کو بے نقاب کرنا ضرور سمجھتے ہیں

ـــــ ترمذی میں ایک حدیث یوں لکھی ہے "عن حنظلہ الاسدی" (بذف عربی) حنظلہ اسدی سے مروی ہے جو حضور علیہ السلام کے کاتبوں میں سے تھا کہ ابوبکر سے کے پاس سے گذرا جبکہ وہ رو رہا تھا۔ ابوبکر نے پوچھا تجھے کیا ہوا؟ کہا حنظلہ منافق ہو گیا ہے! اے ابوبکر! ہم رسول خدا کے پاس ہوتے ہیں جبکہ ہمیں دوزخ و بہشت کی یاد دلاتے ہیں ـــــ پھر جب گھروں میں آتے ہیں عورتوں اور کام کاج کے شغل میں ہو جاتے ہیں اور بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ ابوبکر نے کہا بخدا میرا بھی یہی حال ہے۔ چل رسول اللہ کے پاس چلیں۔ ہم دونوں رسول کے پاس گئے آپ نے دریافت کیا حنظلہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا حضور حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں۔ آپ ہمیں دوزخ (وہی سابقہ تقریر دھرائی ہے ـــ ناقل) ـــ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم اسی حالت پر رہو جو میرے پاس تمہاری حالت ہو جاتی ہے فرشتے تم سے تمہاری مجلسوں میں اگر بلکہ تمہارے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ ساعت ساعت حالات بدلتے رہتے ہیں ـــــ اب اہل انصاف غور کریں کہ اس واقعہ سے حنظلہ اور ابوبکر کے نفاق کا ثبوت ملتا ہے یا ان کے کمال ایمان اور خوف و خشیۃ الٰہی ثابت ہوتی ہے ـــــ

ـــ (یہاں شیعہ علماء و مجتہدین کا توہین آمیز کلمات کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے ناقل)۔ اسی مضمون کی حدیثیں اصول کافی میں بھی موجود ہیں چنانچہ ص ۵۷۲ میں ہے "دخل علی ابی جعفر علیہ السلام حمران بن اعین ـــــ (اس مقام پر ترمذی والی حدیث کی ہم مضمون دو روایتیں اصول کافی سے مع ترجمہ نقل کی ہیں۔ بعد ازاں ان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ناقل) ان دو احادیث نے جو شیعہ کی مستند کتاب اصول کافی سے بروایت ائمہ اہلبیت مذکور ہیں۔ حدیث غسالہ کی تشریح کر دی ہے جن کا مضمون بعینہ وہی ہے بلکہ اس سے کچھ زائد ہے کہ اصحاب کمال خوف الٰہی سے ذرہ ذرہ باتوں سے کانپ جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر استغفار کیا کرتے تھے کہ ایسے رسول سے ہماری ایمانی حالت میں کچھ خلل تو نہیں آجاتا حضور ان کی تشفی فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم تمہاری ایمانی حالت میں ان باتوں سے تغیر نہیں ہوتا ـــــ خاصان خدا کا یہ حاصہ ہوتا ہے کہ باوجود عدم صدور ذنب کے وہ خود کو گنہگار کہتے ہیں اصول کافی صـ۵۷ پر ایک حدیث ہے کہ واللہ ما یخوف من الذنب الا من اقر بہ (بخدا گناہ سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو گناہ کا اقراری ہو) دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام جو پیغمبر معصوم تھے کہتے ہیں وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء ـــــ کیا معترض اس سے یہ استدلال کرے گا کہ حضرت یوسف معاذ اللہ گناہ سے مبرا نہ تھے؟ ـــــ ہاں یہ بتاؤ کہ نبی آخر الزمان کو تو تم معصوم مانتے ہو۔ لیکن اصول کافی صـ۶۰۶ میں ایک حدیث ہے (بحذف عربی) ـــــ امام جعفر صادقؑ کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دن میں تر مرتبہ اللہ عزوجل سے طلب مغفرت کرتے تھے) کیا اس سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ العیاذ باللہ آپ گنہگار تھے پھر جناب امیرؑ جن کو شیعہ معصوم سمجھتے ہیں اپنی خطاؤں کا ذیل میں اقرار فرما کر طلب مغفرت کرتے ہیں۔

اذنوبی مثل فی فما حیلتی

اذا کنت فی الحشر حسابها

ـــــ اب بتاؤ ان اشعار سے ایک غامی یہ استدلال کر سکتا ہے کہ اس کی منطق کی زد الٹی اس کے مذہب پر اور پیشوائے مذہب (حضرت علی المرتضیٰ) پر پڑتی ہے ـــــ بات یہ ہے کہ محبان حضور کبریائی اپنی عبادات کو بھی بمقابلہ نعمت ہائے غیر متناہی جو واہب العطایا سے انہیں حاصل ہیں۔ گناہ سمجھ کر ہر وقت باعتراف اس کی بارگاہ سے طلب مغفرت کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب صـ۵۴ میں اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے "حسنات الابرار سیئات المقربین نیکوں کی نیکیاں مقربین کی بدیاں متصور ہوں گی" (آفتاب صـ۲۵۹)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ شیعیان حیدر کرار ابوبکر کو سچا پکا مسلمان اور مخلص باایمان نہیں جانتے بلکہ ..... جانتے ہیں۔ لیکن ان کے اس نظریہ کی بنیاد اس واقعہ پر نہیں ہے جس کے جواب میں مؤلف نے اسقدر طول لاطائل سے کام لیا ہے (اگرچہ اس واقعہ سے بھی ان کے کمال ایمان کی نفی ہو جاتی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر مومن کامل ہوتے تو ان کی خلوت وجلوت اور ظاہر وباطن اور حضور وغیاب برابر ہوتا۔ اور اس میں یہ تغیر وتبدل اور بوقلمونی نہ ہوتی۔ انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا) بلکہ ہمارے اس اعتقاد کا سنگ بنیاد اور بعض تلخ حقائق پر ہے۔ جن میں سے بعض حقائق سابقہ ابواب (بالخصوص بحث ایمان ابوبکر) میں ذکر کئے جا چکے ہیں اور بعض کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر سے خطاب کر کے فرمایا الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل! اے ابوبکر! شرک تم میں چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ مخفی چلتا ہے! ابوبکر نے کہا ھل الشرک الا ان یجعل مع اللہ الہ آخر کیا شرک یہ نہیں کہ خدا کے ساتھ کوئی اور خدا مانا جائے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا۔ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل (تفسیر ابن کثیر مطبوع بر حاشیہ فتح البیان طبع مصر ج ۵ ص ۲۲۹ تفسیر در منثور ج ۴ ص ۵۴، کنز العمال ج ۲ ص ۹۷/۹۸، اور کنز العمال ج ۲ ص ۱۶۹ میں تو یہاں تک مذکور ہے کہ ابوبکر کے سوال (ھل الشرک .....) پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ثکلتک امک یا ابابکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل اے ابوبکر تمہاری ماں تمہارے ماتم میں بیٹھے۔ تم میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی چلتا ہے۔ تفسیر در منثور کے اسی صفحہ اسی جلد پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلفیہ بیان موجود ہے فرمایا والذی نفسی بیدہ ان الشرک الخ مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے (شرک تم میں الخ) اھل انصاف فرمائیں جسے رسول اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حلفیہ طور پر مشرک فرمائیں ہم کیوں کر اسے مؤمن تسلیم کر سکتے ہیں؟

(۲) ایک مرتبہ ابوبکر صاحب نے اہل یمن کو خوف خدا سے روتے ہوئے دیکھ کر کہا ھکذا کنا ثم قست القلوب۔ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے مگر پھر دل سخت ہو گئے (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۲۶ طبع مصر تاریخ الخلفاء، ص ۶۷ طبع لاہور حالانکہ خداوند عالم بطور حصر ارشاد فرماتا ہے انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم مومن تو بس وہی ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قسی القلب ہے وہ مؤمن نہیں ہو سکتا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(۳) نیز یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ حضرت علیؑ جو (الحق مع علی وعلی مع الحق کے مصداق تھے) ابوبکر کو کاذب، آثم، خائن وغادر سمجھتے تھے (صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۲ طبع دہلی مع شرح النووی) اب یہ بات محتاج بیان نہیں کہ جسے رسول مشرک، علیؑ کاذب وآثم اور وہ خود اپنے تئیں قسی القلب سمجھتا ہو وہ مسند نبوی کا وارث نہیں ہو سکتا ــــ باقی اس سلسلہ میں مؤلف نے جو غیر متعلق باتیں کیں ہیں ان کا اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ علاوہ بریں انکا جواب باصواب وہی ہے جو خود مؤلف نے سرکار علامہ مجلسیؒ کی ہمنوائی میں دے دیا ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین والحمد للہ علی ظہور الحق والحقیقۃ۔

مؤلف نے صرف انہی آٹھ عدد "مطاعن بکریہ" کا جواب دینے کی سعی لاحاصل کی ہے جن کا جواب الجواب پیش کر کے ہم نے ان کے جوابوں کا تار و پود فضائے محیط میں بکھیر کر یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ان مطاعن سے ابوبکر اور اس کے ماننے والوں کی کبھی گلو خلاصی نہیں ہو سکتی حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط ــــ اس کے بعد مؤلف نے مطاعن عمریہ ذکر کر کے ان کے جوابات دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مگر ہم سلسلہ کلام کو آگے بڑھانے سے قبل یہاں ابوبکر صاحب کے مزید چند مطاعن اجمالاً ذکر کرتے ہیں۔ جن کے دیکھنے سے یہ حقیقت اور بھی اجاگر ہو جاتی ہے کہ ایسا شخص کسی طرح بھی عہدہ جلیلہ خلافت نبویہ کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ وہو المراد ــــ

طعن ۹ ایک شخص مر گیا اس کی دادی نے ابوبکر صاحب سے اپنے حصہ وراثت کا سوال کیا انہوں نے کہا تیرے لئے کتاب خدا اور سنت رسول میں کچھ نہیں۔ اسوقت واپس لوٹ جا۔ تاکہ میں لوگوں سے دریافت کر لوں۔ چنانچہ خلیفہ صاحب نے جب لوگوں سے اس بارے میں سوال کیا تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا ابوبکر نے گواہ طلب کیا۔ محمد بن مسلمہ نے اٹھ کر گواہی دی۔ تب ابوبکر نے اسے حصہ دلوایا ــــ (ازالۃ الخفا ج ۲ ص ۱۳۱ حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۴۶۔ صواعق محرقہ ص ۲۰ وغیرہ) جس شخص کی علمی حالت یہ ہو کہ میراث کے عامۃ البلوی مسائل بھی نہ جانتا ہو کیا وہ بھی خلیفۃ النبی ہو سکتا ہے؟؟

طعن ۱۰ تاریخ اسلام کا یہ بہت ہی تکلیف دہ واقعہ ہے کہ کچھ لوگوں نے ابوبکر کو صحیح جانشین رسول نہ سمجھتے ہوئے اس کے عمال کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ابوبکر نے خالد بن ولید کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ جس نے اس قبیلہ کو تہس نہس کر دیا اور سردار قبیلہ مالک بن نویرہ کو قتل کرنے کے بعد اسی رات اسکی بیوی سے منہ کالا کیا دربار خلافت میں اس کے اس فعل شنیع کی گواہیاں بھی دی گئیں مگر بایں ہمہ ابوبکر صاحب نے خالد پر تشریف

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جاری نہ کی (تاریخ طبری، کامل، کنز العمال، روضۃ الاحباب و تاریخ خمیس وغیرہا کیا ایسے سنگین جرائم کا ارتکاب کرنے والا اور حدود شرعیہ کو معطل کرنے والا شخص بھی خلیفہ رسولؐ ہو سکتا ہے؟

طعن نمبر ۱۱ ابوبکر نے فجاءۃ اسلمی کو آگ میں جلا دیا حالانکہ شرعاً کسی کو آگ میں جلانا ممنوع ہے اس کا جرم صرف یہ تھا کہ اس نے ابوبکر کی اطاعت نہیں کی تھی۔ کلمۂ شہادتین پڑھتے ہوئے جل گیا (استیعاب ج ۱ ص ۲۲۲ وغیرہ) اس کے جواب میں یہ کہنا کہ حضرت علی نے ابن سبا یہودی کو آگ میں جلا دیا تھا" درست نہیں ہے کیونکہ جناب امیرؑ کا اسے جلانا ثابت نہیں بلکہ زیادہ معتبر روایت یہ ہے کہ اسے جلاوطن کیا تھا (ملاحظہ ہو تنقیح المقال۔ از علامہ مامقانی)

طعن نمبر ۱۲ ابوبکر نے چور کا بایاں ہاتھ قلم کرایا۔ حالانکہ شرعاً اس کا دایاں ہاتھ قطع کرنے کا حکم ہے (جیسا کہ کتب تاریخ میں مذکور ہے)

طعن نمبر ۱۳ پوری تفسیر تو درکنار ابوبکر صاحب کو بعض مفردات قرآنی کے معانی بھی معلوم نہیں تھے چنانچہ جب ان سے "وفاکھۃً وابًّا" کے معنی دریافت کیے گئے تو انہوں نے لاعلمی ظاہر کی (تفسیر اتقان ج ۲ ص ۱۱۵ وغیرہ)

طعن نمبر ۱۴ باوجودیکہ لوگ اعتراض کرتے رہے مگر ابوبکر صاحب نے بلا استحقاق اپنے بعد عمر کو اپنا نائب مقرر کر دیا (کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۶ ازالۃ الخفاء ص ۷۱ وغیرہ) حالانکہ حقیقی نائب رسولؐ (حضرت امیرؑ) کی موجودگی میں نہ خود اسے منبر رسولؐ پر قدم رکھنے کا حق تھا اور نہ ہی کسی اور کو خلیفہ بنانے کا ــــ کیا جس شخص کی علمی و عملی حالت یہ ہو وہ بھی رسول اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ و جانشین ہو سکتا ہے؟ حاشا و کلا! ؎

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے

نواں طعن حدیث بخاری کی حدیث ہے قال ابن عباس یوم الخمیس ــــ بخلف عربی ابن عباس نے کہا جمعرات کا دن اور وہ کیسا دن تھا کہ اس میں آنحضرت کو درد کی شدت تھی پس فرمایا لاؤ میرے پاس تمہیں ایک تحریر لکھ دوں ــــ کہ تم کبھی اس کے بعد گمراہ نہ ہو گو حاضرین آپس میں جھگڑنے لگے اور کہنے لگے آپکا کیا حال ہے۔ کیا ہجرت (دنیا سے) کرنے کو ہیں آپ سے دریافت کرو۔ ان لوگوں نے آپ سے سوالات کرنے شروع کئے۔ پھر آپ نے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ کیونکہ جس حالت میں میں ہوں اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو پھر آپ نے تین وصیتیں کیں (۱) یہ کہ کفار مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (۲) کہ وفدوں کو میری طرح عطیے دیتے رہنا۔ تیسری سے ابن عباس نے سکوت فرمایا کہا اسے بھول گیا ہوں۔

توضیح بخاری میں یہ حدیث باختلاف الفاظ متعدد جگہ مذکور ہے کسی جگہ ہے ایتونی بالکتف واللوح والدواۃ ــــ فقال بعضھم ان رسول اللہ غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ ــــ ایک جگہ ہے فقال عمر ان رسول اللہ ــــ قد غلبہ الوجع ــــ عمر نے کہا حضور کو اس وقت تکلیف ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے۔ کتاب اللہ کافی ہے پس گھر والوں نے اختلاف شروع کر دیا۔ بعض کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کاغذ دو ــــ بعض وہ بات کہتے تھے جو عمر کہتے تھے جب شور و غل پڑ گیا تو حضور نے فرمایا چلے جاؤ ــــ

خلاصہ طعن شیعہ ــــ (۱) عمر نے قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رد کیا جو سراسر وحی تھا اور رد وحی کفر ہے (۲) عمر نے قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہذیان سے تعبیر کیا یہ کمال گستاخی ہے (۳) عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ــــ کے حضور رفع صوت کیا جو حکم آیت لاترفعوا اصواتکم ممنوع ہے (۴) وصیت میں رکاوٹ ڈال کر حق امت تلف کیا ــــ

الجواب اول یہ حدیث جتنے طرق سے مروی ہے سب میں آخری راوی عبداللہ بن عباس ہیں حالانکہ ــــ اس وقت ان کی عمر تیرہ سال کی تھی ــــ اور تیرہ سال کے نابالغ بچے کی اکیلی شہادت کب قبول ہو سکتی ہے ــــ جبکہ حضور کی مرض الموت کے وقت تمام اصحاب اور اہل بیت رسول کا موجود ہونا ضروری ہے ــــ پھر جب ان اکابر صحابہ سے جن میں حضرت علی المرتضیٰ بھی شامل ہیں کوئی بھی اس واقعہ کی روایت نہیں کرتا تو ایک نابالغ بچے کی شہادت کس طرح قابل سماعت ہو سکتی ہے ــــ

دوم ــــ سب سے بڑا الزام جو حضرت عمر کے ذمے تھوپا جاتا ہے یہ ہے کہ انہوں نے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان سے نسبت دی لیکن حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ جس لفظ سے شیعہ صاحبان خوش فہمی سے ہذیان کا معنی لیتے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہیں وہ "اہجر" ہے لیکن حدیث میں یہ نہیں کہ یہ لفظ حضرت عمر نے کہا حدیث میں "قالوا ماشانہ اھجر استفھموہ" لکھا ہے حاضرین نے یہ لفظ کہا ـــــ نیز اہجر کا معنی ہذیان کرنا شیعوں کی ڈبل جہالت کی دلیل ہے معنی عبارت یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں۔ آپ سے دریافت تو کرو۔ اگر ہجرت کے معنی ہذیان کئے جائیں تو استفھموا کا معنی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ اس کے حواس مختل ہو گئے ہیں ـــــ تو کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس سے پوچھو تو سہی کہ تمہارے اس کلام کا مفہوم کیا ہے ـــــ

ـــــ علاوہ ازیں اگر ہجر کا معنی بفرض محال ہذیان بھی کئے جائیں تو چونکہ لفظ ہجر میں نکتہ استفہام موجود ہے اور یہ استفہام انکاری ہوگا تو پھر بھی شیعوں کا مدعی پورا نہیں ہو سکتا۔ مطلب قائل کا یہ ہے کہ جو کچھ حضور فرما رہے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آپ ہذیان نہیں کہہ رہے ہیں اسلئے آپ سے دریافت کرنا چاہیئے کہ اس تحریر سے بحکم وحی کسی ضروری مسئلہ کا تبلانا مقصود ہے یا بطور استحسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ فرمانا چاہتے ہیں جو زبانی بھی ہو سکتا ہے یا اس کے بعد بھی ـــــ اور احادیث سے یہ ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں حاضرین دو فریق میں منقسم ہو گئے تھے بعض اصرار کرتے تھے کہ قلم دوات، کاغذ حاضر کیا جائے۔ بعض قول عمر سے اتفاق کر کے کہتے تھے کہ مسائل دین و دنیا کی تکمیل بذریعہ قرآن کریم ہو چکی ـــــ اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت تکلیف میں ڈالنا عشاق ذات الٰہی گوارا نہیں کر سکتے۔ پھر ان دو فریق میں ایک طرف حضرت علی اور بنو ہاشم بھی ضرور ہوں گے اور وہ الزامات جو بلا وجہ حضرت عمر کے ذمہ لگائے جاتے ہیں ان کے ذمہ دار جناب امیر اور جملہ بنی ہاشم بطریق اولیٰ ہونگے ـــــ جناب امیر کا فرض تھا کہ فوراً اشیاء مطلوبہ حاضر کر کے تحریر لے لیتے۔

کیا وہ تحریر ضروری تھی؟

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جناب جس امر کے لئے کاغذ قلم دوات طلب فرماتے تھے وہ کوئی ضروری امر تھا اور وحی کے ذریعہ اس کا حکم تھا یا ویسے مصلحتاً حضور صلے اللہ علیہ وسلم لکھنا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چاہتے تھے ـــــ شیعہ کہتے ہیں کہ اس وقت جناب خلافت علی المرتضیٰ کے متعلق لکھنا چاہتے تھے لیکن یہ بات شیعہ کے سخت برخلاف ہے کیونکہ اس سے شیعہ کے باقی تمام استدلالات پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ بروز غدیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت علی کا اعلان فرمایا اور نہ کوئی حدیث یا آیات اسوقت تک خلافتِ علیؓ پر موجود تھی ـــــ اور وصیت تحریری نہیں ہوئی شیعہ حضرات کو ناکامی پر ناکامی کا سامنا ہوا ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

ـــــ علاوہ ازیں اگر تحریر ضروری اور بحکم وحی تھی اور محض چند اشخاص کے اختلاف رائے کے باعث حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس ـــــ کی تعمیل سے قاصر رہے تو آپ کے ذمے سخت الزام عائد ہوتا ہے کہ آپ نے فرض تبلیغ میں کوتاہی کی اور حضرت علی اور دیگر اہل بیعت کے ذمے الزام ہے کہ انہوں نے ـــــ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد نہ کی ـــــ اور اس بات کا قطعی ثبوت کہ وہ تحریر کوئی ضروری امر نہ تھا یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اسکے بعد چار روز تک زندہ رہے اور افاقہ بھی ہوتا رہا لیکن پھر نہ کاغذ قلم دوات طلب فرمایا نہ کوئی تحریر کی ـــــ دوسرا ثبوت اس کا حدیث میں موجود ہے کہ ان دو فریق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فریق کی رائے سے اتفاق فرمایا جو حضورؐ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ تکلیف نہ دینا چاہتے تھے دوسرے فریق کو آپ نے ڈانٹ دیا کہ مجھے بے وجہ تکلیف نہ دو ـــــ شیعہ اس حدیث سے کسطرح دلیل پکڑ سکتے ہیں کہ خلافت علیؓ کی ہی وصیت لکھنا مقصود تھی۔ ممکن ہے کہ خلافت صدیق کا لکھنا منظور ہو اور چونکہ بنی ہاشم کو حضور کا رجحان معلوم تھا کہ امامتِ نماز پر بھی آخری وقت ابوبکرؓ کو ہی مامور کیا گیا۔ اس لئے قلم کاغذ و دوات پیش کرنے سے اہلبیت نے تامل کیا ـــــ حدیث میں اختلاف اور شور و غل کو اہلبیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے فاختلف اھل البیت ـــــ پھر تعجب ہے اور تو سب جگہ اہلبیت سے مراد حضرت علیؓ، فاطمہؓ حسنینؓ مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہلبیت سے حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداران مراد لئے جا کر اختلاف ـــــ کا ذمہ داران ہی کو قرار دیا جاتا ہے۔

ـــــ حدیث میں تنازعوا، اختصموا، قالوا وغیرہ سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور اس تنازعہ و جھگڑا اور رفع الصوت رد قول رسولؐ حق تلفیٔ امت میں جملہ حاضرین مجرہ جن میں علی المرتضٰے اور بنو ہاشم وغیرہ بھی تھے سب یکساں شریک ہیں اگر قصور ہے تو سب کا نہیں تو کسی کا بھی نہیں۔

حسبنا کتاب اللہ

ہاں یہ قصور حضرت عمر کا ہے کہ انہوں نے عشق و محبت رسول کی وجہ سے یہ رائے پیش کر دی کہ جب یہ مسلّم امر ہے کہ دین کا کوئی ایسا امر باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو ـــــ الیوم اکملت لکم دینکم ـــــ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی نازک حالت شدتِ مرض میں تکلیف دلانا شیدایانِ ذاتِ والا کو مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ عمر کی رائے زرین سے نہ صرف اکثر حاضرین نے بلکہ حضور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اتفاق فرمایا کہ تحریر کی صلاح ملتوی کر دی ـــــ

ردّ قولِ رسولؐ

اگرچہ ردِّ قول رسولؐ کی ذمہ داری زیادہ تر اہلبیت رسولؐ کے ذمہ عائد ہوتی ہے لیکن بفرضِ محال اسکا مجرم حضرت عمر کو ہی قرار دیا جائے تو چونکہ اقتضائے محبت و عشق اور نیک نیتی پر مبنی تھا اس لئے یہ داخلِ جرم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہر حالت میں خواہ کسی نیت سے ہو، ردِّ قول جرم ہے تو اس جرم کے مرتکب جناب امیرؑ بھی متعدد مرتبہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی مستند کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۳۱۹ میں ہے (یہاں مؤلف نے صلح حدیبیہ کے وقت محمد رسول اللہ" کی کتابت پر کفار کا اعتراض کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب امیرؑ کو فرمانا کہ میرے نام سے "رسول اللہ" کا لفظ کاٹ دیں اور آنجناب کا معذرت طلب کرنا پھر خود ـــــ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محو کرنے والا مشہور واقعہ نقل کر کے لکھا ہے) "اب شیعہ حضرات انصاف سے بتائیں کہ کیا ردِّ قولِ رسول اور آپ کا عدول حکم نہ تھا

دوسرا واقعہ

شریف مرتضٰے (علم الہدیٰ) اپنی الدرر الغرر میں یوں لکھتے ہیں (یہاں ماریہ قبطیہ والا واقعہ پیش کیا ہے کہ جب لوگوں نے اس مغلظہ کو اسکے چچازاد بھائی کے ساتھ متہم کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت کو تلوار دے کر بھیجا کہ اگر وہ وہاں مل جائے تو اسے قتل کر دیں وہ دوڑ کر کھجور پر چڑھ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

گیا۔ پھر الٹا نیچے گرا دیا اور پاؤں اوپر کر لئے حضرت امیرؑ نے دیکھا کہ وہ مقطوع الذکر ہے۔ آپ نے تلوار نیام میں کر لی اور واپس آکر ماجرا بیان کیا۔ حضور نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہم اہلبیت کو رجس سے پاک کیا ہے) اس حدیث سے پایا جاتا ہے کہ جناب امیرؑ نے حکم رسول اللہ کی تعمیل الذہ کی اور قبطی کو تلوار سے قتل نہ کیا ——— نوٹ :۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اہلبیت ہیں چنانچہ مارقیہ قبطیہ کے حق میں یہ لفظ استعمال فرمایا ———

تیسرا واقعہ شیعہ کی معتبر کتاب ارشاد القلوب دیلمی نے اور محمد بن بابویہ نے آمالی میں یہ روایت لکھی ہے ——— (بحذف عربی) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کو سات درہم دیے اور فرمایا کہ علیؓ کو دو تا کہ وہ اپنے اہل و عیال کیلئے غلہ خرید لائے کہ وہ گرسنہ شکم ہیں جناب سیدہؓ نے وہ درہم حضرت علی کو دے کر فرمائش رسول کی اطلاع دی۔ آپ وہ درہم لے کر غلہ خریدنے گئے۔ تو ایک شخص کو یہ آواز کرتے سنا کہ کوئی شخص ہے جو غنی راست وعدہ کو قرض دے آپ نے وہ درہم اللہ کے حوالہ کر دیئے ——— کیا یہ فرمان نبوی کی مخالفت نہیں ہے اور ردّ قول رسولؐ کا جرم امیرؑ پر عائد نہیں ہوتا۔

خلاصہ جواب اوّل تو حدیث صرف ایک نابالغ طفل سے مروی ہونے کی وجہ سے درایۃً حجت نہیں۔ دوم حدیث سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت عمر نے رسول کو ہذیان کی نسبت دی ——— اور اگر ہجر کا معنی ہذیان ہی لیا جائے تو یہاں استفہام انکاری ہونے کی وجہ سے نفی ہذیان ہو رہی ہے ——— حسبنا کتاب اللہ کہنا کوئی جرم نہیں۔ نبی علیہ السلام کا یہ فرمانا فیصلہ خلافت لکھنے کے لئے نہ تھا ایسا ہو تو شیعہ کا ادعائے خلافت علی کی تمام عمارت گر جاتی ہے ——— یہ درست نہیں ہے کہ نبی علیہ السلام کوئی دینی ضروری امر کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے تھے اور حضور پر الہام آتا ہے کہ آپ نے تبلیغ حکم الٰہی میں قصور کیا اگر کاغذ قلم دوات حاضر نہ کرنا۔ نافرمانی حکم رسول میں داخل ہے تو اس کے مجرم بہ نسبت عمر حضرت علی اور دیگر اہلبیت زیادہ ہیں اگر ہر بات میں قول رسول کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ظاہری الفاظ پر عمل کرنا ضروری ہے تو حضرت علی المرتضٰے نے متعدد دفعہ فرمانِ نبوی کی مخالفت کی اس لئے اس بھاری جرم کے مرتکب ہونے کی وجہ سے آپ خلافت و امامت کے اہل نہیں رہے (آفتاب از صفحہ ۲۶۶ تا صفحہ ۲۶۸)۔

الجواب قضیۂ نامرضیہ قرطاس تاریخ اسلام کے ان افسوسناک قضایا میں سے ایک ہے کہ جن پر جس قدر رنج و افسوس کا اظہار کیا جائے کم ہے اس نے اسلام میں ایسے اختلافات و افتراق کا سنگ بنیاد رکھا اور ایسی ضلالت و گمراہی کی ــــــ تخم ریزی کی ہے کہ جس کے آثار قیامت تک زائل نہیں ہوں گے فاضل شہرستانی نے اختلاف امت عظمیٰ مرحومہ کے اسباب گنواتے ہوئے پہلا سبب اسی واقعۂ ہائلہ کو قرار دیا ہے (اول تنازع وقع فی مرضہ ــــ الملل والنحل للشہرستانی صفحہ ۸ طبع ایران) اور یہ وہ واقعۂ ہائلہ ہے جس نے دشمنانِ اسلام کے سامنے مسلمانوں کی گردنوں کو خم کر دیا ہے اور وہ اہل عالم کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ اقوام عالم کا دستور ہے کہ وہ اپنے ہیروز کے تمام قوانین پر بالعموم اور آخری لمحات حیات میں نکلے ہوئے جملوں پر بالخصوص عمل درآمد کرتے ہیں مگر یہاں معاملہ ہی دیگر ہے رسول اسلام کے آخری لمحات حیات ہیں شمع رسالت کے پروانے ہونے کے دعویداروں سے جو کچھ بھرا ہوا ہے کہ اچانک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے یہ جملے نکلتے ہیں "مجھے قلم۔ کاغذ اور دوات لا دو تاکہ تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ جاؤں کہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو سکو" مگر تعمیل ارشاد کی بجائے انہیں یہ جواب ناصواب سننا پڑتا ہے "یہ شخص ہذیان بک رہا ہے ہمیں کتاب اللہ کافی ہے" (العیاذ باللہ) اور اسکے نتیجہ میں خلق عظیم کے مالک کو مجبوراً فرمانا پڑ جاتا ہے کہ قوموا عنی "میری بارگاہ سے نکل جاؤ" ــــ جہاں تک شیعیان حیدر کرار کا تعلق ہے ان کے نزدیک یہ معاملہ پیچیدہ نہیں ہے وہ اس گستاخی کے مرتکب اور اس کے ہمنواؤں کو مؤمن ہی نہیں سمجھتے۔ کیونکہ وہ رسول کے بالمقابل تمام کائنات کو پرکاہ کے برابر نہیں جانتے۔ لیکن مصیبت اور دوہری مصیبت ان لوگوں کے لئے ہے جو نہ تو رسول کا دامن چھوڑ سکتے ہیں اور نہ اپنے چہیتے خلیفہ کا دامن چھوڑنے کے لئے تیار نظر آتے ہیں وہ عجیب مخمصہ میں مبتلا ہیں۔ کبھی اس واقعہ کے راوی کو نابالغ بچہ قرار دے کر اس سے گلو خلاصی کرانے کی طفلانہ حرکت کرتے ہیں۔ کبھی عمر کے اس قول کے قائل ہونے کا انکار کرتے ہیں اور کبھی اس کی بعید از کار تاویلات رکیکہ پیش کرتے ہیں مگر ع

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی

یہ قضیہ ان کے گلے کا ایک ایسا پھندہ ہے جس سے قیامت تک ان کی گلو خلاصی نہیں ہو سکتی!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ابن عباسؓ کی صغرِ سنی والے شبہ کا جواب

یہ کہہ کر اس واقعہ کا انکار کرنا کہ اس کا راوی ابن عباس ہے جو تیرہ سال کا بچہ تھا۔ بچند وجہ غلط ہے ـــــ اوّلاً۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ وفاتِ نبوی کے وقت ابن عباسؓ کی عمر کیا تھی؟ مشہور تو یہی ہے کہ تیرہ سال تھی مگر بعض آثار سے پندرہ سال ظاہر ہوتی ہے چنانچہ استیعاب مطبوع بر حاشیہ اصابہ ج ۲ صـ۳۵۱ پر خود ابن عباس سے مروی ہے کہ وفاتِ رسولؐ کے وقت میری عمر پندرہ برس تھی" بنا بریں خورد سالی والا عذر ختم ہو جاتا ہے۔

ثانیاً۔ بنا بر تسلیم اینکہ ان کی عمر تیرہ سال تھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ محدثین اہلسنت نے طفلِ ممیز کی روایت کو صحیح اور قابلِ قبول قرار دیا ہے چنانچہ رسالہ فخر الحسن۔ مؤلفہ فخر الدین نظامی دہلوی میں (علی ما نقلہ فی فلک النجاۃ) کتاب جامع الاصول ابن اثیر، اتمام الدرایہ، فتح الباری شرح بخاری وغیرہ کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ جب لڑکا بافہم و باتمیز ہو اس کی روایت اور سماع صحیح ہیں۔ شبلی نعمانی (جنہوں نے الفاروق میں ابن عباس کی صغر سنی کو ڈھال بنا کر اس واقعہ کے انکار کی جسارت کی ہے) سیرۃ النبی ج ۱ صـ۵۴ طبع اعظم گڑھ میں لکھتے ہیں "روایت کرنے کیلئے عمر کی قید ہے یا نہیں؟ اکثر محدثین کا مذہب ہے کہ پانچ برس کا لڑکا حدیث کی روایت کر سکتا ہے ـــــ محدثین کا اس پر استدلال ہے کہ محمود بن ربیع ایک صحابی تھے۔ آنحضرت کی وفات کے وقت ان کی عمر پانچ برس تھی۔ انہوں نے آنحضرت سے ایک واقعہ نقل کیا اور سب نے ان کی روایت قبول کی"۔ اسی طرح صـ۵۶ پر فتح المغیث صـ۱۲۱ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بچہ سننے اور مجلس میں شریک ہونے کے قابل ہو جائے اسکی روایت جائز ہے" مقام تدبر ہے جب پانچ برس کے بچہ کی روایت اہلسنت کے نزدیک بھائتا درقبول ہے تو تیرہ سال کے لڑکے کی روایت کیوں قابل قبول نہیں ہے؟ ھل فیکم رجل رشید؟

ثالثاً۔ اس طرح بخاری و مسلم کی تحقیر اور ان کی روایات کا انکار لازم آئے گا اور انکی تحقیر کرنے والا اور ان کی روایات مرفوعہ کا منکر بقول شاہ ولی اللہ دہلوی بدعتی اور مذہب اہلسنت سے خارج ہے (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ صـ۱۰۶ طبع مصر) نیز اس طرح بخاری و مسلم کی صحت بھی ختم ہو جائے گی اور امام بخاری و مسلم کی علمی جلالت بھی ظاہر ہو گا کہ وہ ایسے امور کو تسلیم کرتے تھے کہ ان کو یہ تک معلوم نہ تھا کہ ایک نابالغ بچہ کی روایت ناقابل اعتماد ہوتی ہے۔ اس لئے اپنی صحیحین میں اس کی روایات درج کیں۔۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

رابعاً۔ اگر بوجہ ضعف سنی یہ روایت ناقابل قبول ہے تو پھر اس حبرِ امت و ترجمان قرآن رئیس المحدثین، ابن عباس سے کتب تفسیر و احادیث میں جسقدر روایات مروی ہیں ان سب کا انکار کرنا پڑے گا! لیکن یہ سودا اہلسنت کو بہت مہنگا پڑے گا۔ کیونکہ اسطرح انکو اپنے مذہب کی تقریباً ایک تہائی حصہ روایات سے دست بردار ہونا پڑے گا کیا یہ سودا انکو منظور ہے؟

واقعۂ قرطاس کے دوسرے راوی

خامساً یہ کہنا بھی خلاف حقیقت ہے کہ سوائے ابن عباس کے اور کسی صحابی سے یہ واقعہ منقول نہیں ہے کیونکہ ابن عباس کے علاوہ یہ واقعہ متعدد صحابہ سے مروی ہے چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل ج ۳ ص ۳۴۶ پر جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے اور ازالۃ الخفاء اللہ پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے منقول ہے۔ بلکہ کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۸ ج ۴ ص ۵۲ میں خود حضرت عمر سے مروی ہے۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

رسول دو جہاں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہذیان کی نسبت دینے والا عمر ہی ہے

محدثین اگرچہ نے قالوا وغیرہ جمع کے صیغے استعمال کرکے اصل قائل کو پردہ میں بٹھانے کی بہت کوشش کی ہے مگر بموجب اینکہ ؎

تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں

وہ اس پردہ نشین "قالوا" کو تاڑ ہی گئے کہ وہ جناب عمر ہی ہیں کوئی اور نہیں ہے اور لطف یہ ہے کہ قدرت کاملہ نے اس کی یہ پردہ دری بھی محدثین اہلسنت کے ہاتھوں کرائی ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں

(۱) مجمع البحار ص ۴۷۵ ج ۲ پر ہے هجرا ذا هذى وهو مايقول الهجوم عند الحمى ومنه قول عمر بن الخطاب عند مرض رسول الله ان هذا الرجل ليهجر على عادة العرب" یعنی ہجر کے معنی ہذیان کے ہیں اور ہذیان اس کلام کو کہا جاتا ہے جو تپ زدہ آدمی شدت بخار کی وجہ سے کرتا ہے۔ اسی سے عمر بن الخطاب کا عادت عرب کے مطابق یہ جملہ ہے کہ اس مرد کو ہذیان ہو گیا ہے" (الغیاث بالتہامی فی نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض ج ۱ ص ۲۲۷ میں ہے" فقال عمر ان الرجل ليهجر حسبنا كتاب الله" یعنی عمر نے کہا اس مرد کو ہذیان ہو گیا ہے ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(۳) نہایہ ابن اثیر ج ۴ ص ۲۵۵ طبع مصر میں تصریح موجود ہے کہ "القائل کان عمر" اس ہذیان کی نسبت دینے والا عمر تھا۔

(۴) مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۴۰ میں بھی تصریح موجود ہے کہ عمر نے کہا۔ قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبکم کتاب اللہ۔ آپ پر درد کا غلبہ ہے یعنی یہ کلام اسی کا نتیجہ ہے تمہارے پاس قرآن موجود ہے اور یہ تمہیں کافی ہے۔

(۵) مقدمہ ابن خلدون ص ۱۷۷ طبع مصر میں بالوضاحت لکھا ہے۔ "وان عمر منع من ذلک" یعنی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاغذ قلم دوات طلب کیا تو عمر نے تحریر میں رکاوٹ ڈالی۔

(۶) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری ج ۲ ص ۳۵۲ طبع اسلامبول میں لکھا ہے "وفی بعض طرقہ قال عمر ان النبی لیھجر ای یاتی بھجر من الکلام"۔ یعنی بعض طرق میں وارد ہے کہ عمر نے کہا کہ نبی کو ہذیان ہو گیا ہے۔

(۷) شرح شفا خفاجی ج ۱ ص ۳۲۷ میں لکھا ہے "وردفی الاحادیث الصحیحۃ من ان النبی قال فی مرضہ ایتونی بدوات اکتب لکم کتابا لا تضلون بہ من بعدی فقال عمر ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ"۔ یعنی احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس قلم دوات لاؤ تاکہ میں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ عمر نے کہا اس مرد کو ہذیان ہو گیا ہے۔ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔

(۸) سر العالمین غزالی ص ۹ طبع بمبئی پر مذکور قال عمر ان الرجل لیھجر یعنی عمر نے کہا اس مرد کو ہذیان ہو گیا ہے۔

(۹) تذکرہ خواص الامۃ سبط بن جوزی ص ۳۶ پر مذکور ہے کہ عمر نے کہا دعوا الرجل فانہ لیھجر اس مرد کو اپنی حالت پر چھوڑ دو اسے ہذیان ہو گیا ہے جو بہکی ہوئی باتیں کر رہا ہے (العیاذ باللہ)

(۱۰) شبلی نے بھی دبے لفظوں میں اس کا اقرار کر لیا ہے لکھتے ہیں "طرفہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر نے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا۔ (الفاروق ج ۱ ص ۲۹ طبع دہلی) تلک عشرۃ کاملۃ ؎

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما ؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بایں ہمہ مؤلف شیعیان حیدر کرار کو کوستے ہیں کہ وہ عمر پر یہ الزام عائد کرتے ہیں ـــــ دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ۔ سچ ہے ؎

بے حیا باش و ہرچہ خواہی گو

ہجر کے معنی ہذیان ہی ہیں

جب یہ حقیقت ناقابل رد حقائق سے روز روشن کیطرح واضح و آشکار ہو گئی کہ پیغمبر اسلام کی طرف اس ہجر کی نسبت دینے والا عمر ہی ہے تو اب صرف اس بات کی تحقیق باقی رہ جاتی ہے کہ اس لفظ کے معنی کیا ہیں؟ مؤلف آفتاب نے نئی اپج لگاتے ہوئے اس کے معنی یہ کیے ہیں "کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں"! اور "ہجر" کے معنی ہذیان کرنے کو شیعوں کی ڈبل جہالت قرار دیا ہے اب ہم بفضلہ تعالیٰ اہل لغت و حدیث کے بیانات کافیہ کی روشنی میں ہجر و ہذیان کا ہم معنی ہونا اور مؤلف کے بیان کردہ مفہوم کا غلط محض ہونا ثابت کرتے ہیں۔ جس کے بعد یہ بات بالکل الم نشرح ہو جائے گی کہ بابِ مدینۂ علم نبوت کے دامن سے متمسک لوگوں کو جہالت کا طعنہ دینا اپنی جہالت کا اعلان کرنے کے مترادف ہے اور "ہجر" کے معنی "ہجرت" کرنا ڈبل جہالت اور ٹبل ضلالت ہے۔

ع بے طاقتی کے طعنے ہیں اور کس ادا کے ساتھ

(۱) المنجد طبع چہاردہم ص ۸۵۵ بیروت پر لکھا ہے "الھجر الاسم من الاھجار القبیح من الکلام الافحاش فی النطق" یعنی ھجرا ھجار سے اسم ہے جس کے معنی قبیح اور فحش کلام کے ہیں"۔ اسی صفحہ پر لکھا ہے "ھجر فی نومہ او مرضہ خلط وھذی" یعنی جب یہ کہا جائے کہ فلاں شخص نے نیند یا مرض میں ہجر کیا ہے تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے ہذیان ہو گیا ہے (بہکی ہوئی باتیں کر رہا ہے)

(۲) قاموس اللغۃ ج ۲ ص ۱۵۸ طبع مصر میں لکھا ہے "والھجر ـــ بالضم القبیح من الکلام وھجر فی نومہ ومرضہ ھجرا بالضم ـــ ھذی یعنی ہجر ضمہ (پیش) کے ساتھ کلام قبیح کو کہا جاتا ہے اور جب یہ کہا جائے کہ فلاں نے نیند یا مرض میں ہجر کیا تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے ہذیان ہو گیا ہے"۔

(۳) مجمع البحار ج ۳ ص ۴۵ پر لکھا ہے "ھجر اذا ھذی وھو ما یقول المحموم عند الحمی۔ یعنی ہجر کے معنی ہیں ہذیان اور ہذیان اس کلام کو کہا جاتا ہے جو تب زدہ آدمی شدت مرض کے وقت کرتا ہے یعنی بڑبڑاتا ہے اور لایعنی اور بہکی ہوئی باتیں کرتا ہے"۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(۴) مفردات راغب اصفہانی ص۵۵۹ طبع مصر میں ہے "وھجر المریض اذا اتی ذلک من غیر قصد یعنی کہا جاتا ہے ہجر المریض۔ یہ اسوقت کہا جاتا ہے جب وہ بلا قصد وارادہ کوئی (بہکی ہوئی) بات کرے۔

(۵) صراح میں لکھا ہے "ہجر" بالفتح پریشان گفتن بیمار۔ وبالضم سخن بے ہودہ۔

(۶) الفاروق شبلی ص۲۹ طبع دہلی میں لکھا ہے "روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں"

(۷) تفسیر در منثور ج ۵ ص۷ پر لکھا ہے "الم تر الی المریض اذا ھذی قیل ھجر ای قال غیر الحق" کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب مریض کو ہذیان ہو تو کہا جاتا ہے کہ "ہجر" یعنی خلاف حق بات کر رہا ہے"

(۸) انوار اللغۃ پ۲۷ ص۱ میں علامہ وحید الزمان نے "اھجرا استفھموہ کے یہ معنی کئے ہیں "آنحضرت کا کیا حال ہے کہیں بخار کی شدت میں آپ بڑبڑا تو نہیں رہے (جیسے بیمار کا حال ہوتا ہے)"

(۹) شرح مسلم نووی ج ۲ ص۴۱ پر لکھا ہے "صدر منہ صلی اللہ علیہ وسلم من غیر قصد جازم المراد بقولھم ھجر و بقول عمر غلب علیہ الوجع یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کلام بلا ارادہ صادر ہوا ہے اور صحابہ کے قول "ہجر" اور عمر کے قول "غلب علیہ الوجع" سے یہی مراد ہے"۔

(۱۰) منتہی الارب فی لغات العرب ص۴۶۹ بذیل لغت ہجر لکھا ہے "ھجر فی نومہ ادھر ضہ ھجراً بالضم ہذیان در آمد در آں و پریشان گفت" تلک عشرۃ کاملۃ۔ امید ہے کہ اب تسلی ہو گئی ہو گی کہ ہجر کے معنی ہذیان کے ہی ہیں۔ ع

اگر اب بھی نہ تم سمجھے تو پھر تم سے خدا سمجھے۔

مؤلف آفتاب نے بموجب "زاد فی الطنبور نغمۃ" "ہجر" کے جو معنی ہجرت کے کئے ہیں یہ ان کی ذاتی ذہنی اختراع ہے یہ معنی لغات عرب میں مذکور نہیں ہیں جب ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کے مطلب کو ادا کرنا ہو تو عربی زبان میں "ھاجر یھاجر" از باب "مفاعلۃ" استعمال ہوتا ہے۔ نہ ہجر یہجر" مؤلف نے شاید یہ قیاس کیا ہے کہ جب دونوں کا مادہ ایک ہے تو معنی بھی ایک ہی ہوں گے اور یہ نہ سوچا کہ مجرد و مزید فیہ میں اکثر اوقات معانی تبدیل ہو جاتا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کرتے ہیں مثلاً "قتل" "قتال" "قاتل" کا مادہ ایک ہے مگر معانی مختلف ہیں۔ قتل کے معنی ہیں قتل کرنا اور قتال کے معنی ہیں جنگ کرنا۔ اسی طرح "سفر" و "سافر" کا مادہ ایک ہے۔ لیکن سفر و سفور کے معنی ظہور و بے حجابی کے ہیں اور "مسافر" کے معنی سفر کرنے کے ہیں اسی طرح "ہجر" اور "ہاجر" کا مادہ، گو ایک ہے مگر معانی الگ الگ ہیں "ہجرت" "مہاجرت" سے اسم مصدر ہے۔ استفہموا کا سہارا لیتے ہوئے مؤلف نے اپنے غلط مدعیٰ کی جو تائید حاصل کرنا چاہی ہے وہ غلط ہے۔ اس کا صحیح مفہوم وہی ہے جو علامہ وحید الزمان نے انوار اللغۃ میں بیان کیا ہے کہ "آنحضرت کا کیا حال ہے کہیں بخار کی شدت سے بڑبڑا تو نہیں رہے"؟ اسی طرح اس استفہام کو استفہام انکاری قرار دینا بھی کسی طرح درست نہیں ہے۔ بالخصوص جبکہ اکثر روایات میں ہجرہ ہے ہی نہیں بلکہ وہاں تو بڑے شد و مد سے حرف تحقیق "ان" اور لام تاکید" کے سابقہ بیان کیا گیا ہے کہ "ان ھذا الرجل لیھجر" امید ہے کہ دوسروں پر جہالت کا الزام عائد کرنے والے اب ضرور زیر لب یہ کہتے ہوں گے ؎

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

مؤلف کے فرزند قاضی مظہر نے اپنی جہالت مرکبہ کا ثبوت دیتے ہوئے "ہجر" (بالفتح) کے معنی جدائی بیان کر کے، اس سے دنیا سے جدائی مراد لی ہے۔ اور یہ نہیں سمجھا کہ ہم نے جو "ہجر" کے معنی ہذیان کئے ہیں وہ بالضم ہے نہ کہ بالفتح نیز ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف منتقل ہونے کے لئے لفظ "ہجر" اور اس مفہوم کے ادا کرنے کیلئے لغت عرب میں "ھاجر" "مہاجرا" (مفاعلہ) استعمال ہوتا ہے کہ "ہجر" یہجر" مجمع البحار گجراتی مؤلف کے احتمالی معنی سے لغت عرب مرتب نہیں ہو سکتی بلکہ استفہموہ کے صحیح معنی وہی ہیں جو ہم نے علامہ وحید الزمان کی زبانی پیش کر دیئے ہیں"۔

وہ تحریر اشد ضروری بھی

مؤلف نے یہاں اس مطلب پر بھی زور طبع صرف کیا ہے کہ کیا وہ تحریر ضروری تھی۔ وحی حق کے ذریعہ اسکا حکم تھا یا دیسے مصلحتاً حضور لکھنا چاہتے تھے؟ اس کا مطلب تو یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام دو قسم کے ہوتے تھے کچھ وحی کے تابع اور کچھ ذاتی مصلحت کے ماتحت (العیاذ باللہ) غالباً اسی بنا پر شبلی نعمانی نے الفاروق ج ۲ ص ۲۰۹/۲۳۸ طبع دہلی پر لکھا ہے کہ "حضرت عمر کے نزدیک نبی صلعم کے سب احکام واجب التعمیل نہیں ہوتے تھے" اور اسی نظریہ فاسدہ پر منکرین حدیث نے انکار حدیث کا سنگ بنیاد رکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام دو قسم کے تھے کچھ وحی کے تابع اور کچھ ذاتی مصلحت کے تابع تو ہمیں کیا پتہ کہ کون سا

∴ اور یہی معنی خود گجراتی نے اسی کتاب (مجمع البحار ج ۲ ص ۴۵ پر) کئے ہیں فراجع

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حکم تابع وحی ہے اور کون سا ثابت مصلحت ؟ لہٰذا ع

ایں دفتر بے معنیٰ غرق مئے ناب اولیٰ

جب یہ لوگ انکار حدیث کرتے ہیں تو حمایت کارانِ عمران پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ع

اے باد صبا ایں ہمہ آوارۂ تست!

بہرحال عمر یا اور لوگ جو چاہیں نظریہ قائم کریں قرآن حکیم سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول و فعل وحی الٰہی کے تابع ہوتا تھا۔ ارشاد قدرت ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ ۔ یعنی

ع گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اسی وجہ سے تو ہر حال اور ہر قول و فعل میں رسول کی اطاعت واجب اور انکی اطاعت اطاعتِ خدا ہے ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔ چنانچہ علامہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر ج ۳ میں اسی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں من اقوی الدلائل علی ان الرسول معصوم فی جمیع الاوامر والنواھی وفی کل ما یبلغہ من اللہ لانہ لو اخطأ فی شیء منھا لم یکن طاعتہ طاعۃ اللہ ۔ یعنی اس بات کی سب سے قوی ترین دلیل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اوامر و نواہی اور تمام تبلیغات میں معصوم تھے یہ ہے کہ ہر حالت میں ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ اگر وہ کسی بات میں غلطی کا ارتکاب کریں تو پھر ہر حال میں ان کی اطاعت خدا کی اطاعت نہ ہوگی ۔ اسی طرح آیت مبارکہ انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ کے ذیل میں فخر رازی نے لکھا ہے قال المحققون ھذہ الایۃ تدل علی انہ ما کان یحکم الا بالوحی والنص یعنی علماء محققین نے کہا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی اور نص کے بغیر کوئی حکم نہیں دیتے تھے (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۱۷)

علاوہ بریں حدیث میں وارد شدہ جملہ " اکتب لکم کتابا لا تضلون بعدہ " تمہارے لئے ایسی چیز لکھ جاؤں کہ اسکے بعد گمراہ نہ ہو ۔ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے وہ تحریر بہت ہی اہم تھی۔ جس کے ترک میں ضلالت و گمراہی کا اندیشہ تھا۔ یہ درست ہے کہ نزول قرآن مکمل ہو چکا تھا۔ تنزیلی طور پر تکمیل دین کی سند بھی مل چکی تھی مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہ اب کسی چیز کی تشریح یا اسے ضبط تحریر میں لانے کی ضرورت بھی باقی نہ رہی تھی؟ علاوہ بریں اپنے مقام پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جب تک استحباب کا کوئی قطعی قرینہ موجود نہ ہو اس وقت تک صیغۂ امر وجوب میں حقیقت ہوتا ہے لہٰذا "ایتونی بدواۃ" وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ باقی رہا یہ شبہ کہ بعد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے وہ تحریر کیوں نہ لکھی؟ تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ جب آپ کی اسقدر مخالفت کی گئی کہ آپ پر ہذیان اور یاوہ گوئی کا بہتان بھی لگا دیا گیا تو اب لکھنے لکھوانے کا فائدہ کیا تھا؟ بہرکیف جس طرح آپ نے حکم خدا سے لکھوانے کا حکم دیا تھا اسی طرح حکم خدا سے اسے ترک بھی کر دیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۴ ص ۱۰۰ پر لکھا ہے: "وعزمہ صلعم ان کان بالوحی فترکہ کذلک یعنی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لکھوانے کا عزم وحی سے تھا تو اسکا ترک بھی وحی کے ماتحت تھا اسے "نسخ قبل الوقوع" کہا جاتا ہے جو عندالاکثر جائز ہے (ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ص ۴۳۱)

حضرت امیر علیہ السلام نے وہ تحریر کیوں نہ لکھوائی؟

مؤلف نے بار بار اس بات پر اصرار کیا ہے کہ اگر وہ تحریر ضروری تھی تو پھر حضرت امیرؑ نے کاغذ پیش کر کے کیوں نہ لکھوائی؟ اس کا کئی طرح جواب دیا جا سکتا ہے۔

اوّلاً۔ یہ واقعہ وفات سے تین چار دن پہلے کا ہے۔ اس وقت حضرت علی کا موجود گی ثابت ہی نہیں ہے۔ روایت میں جو موجود ہے کہ "فاختلف اھل البیت" لمعات شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس وقت گھر میں موجود تھے نہ کہ اہلبیت نبوت! (جن میں اختلاف ہوتا ہی نہیں ہے) اور قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اہلبیت نبوت کی موجود گی ثابت نہیں ہے معلوم ہوا کہ یہاں اختلاف کرنے والے اہلبیت سے مراد اس کے عمومی لغوی معنی ہیں (گھر میں موجود افراد) نہ خاص اصطلاحی (وھم اھل الکساء)

ثانیاً۔ اس تحریر کی ان لوگوں کو ضرورت تھی جن کے گمراہ ہونے کا اندیشہ تھا۔ جناب امیرؑ جو نفس رسول کل ایمان اور معصوم امام تھے ان کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ لکھواتے نسخۂ شفا بیمار کے لئے لکھا جاتا ہے نہ کہ تندرست کے لئے۔

ثالثاً۔ جب عمر اور ان کے ہمنواؤں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دماغ پر حملہ کر کے ان پر تہمت ہذیان لگا دی تو اب اگر جناب امیرؑ وہ تحریر لکھوا بھی لیتے تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا؟ کیا وہ تحریر ان لوگوں کے نزدیک قابل قبول ہوتی؟ لاورب الکعبۃ!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

رابعاً۔ مذکورہ بالا امور سے قطع نظر ہماری کتب۔ مثل احتجاج طبرسی، سلیم بن قیس وغیرہ سے واضح ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ نے وہ تحریر لکھوالی تھی اور جناب سلمانؓ۔ ابوذر اور مقدادؓ کو گواہ مقرر کیا تھا اور وہ تحریر ائمہ اطہارؑ از علی تا مہدی علیہم السلام کی امامت و خلافتِ حقہ کے متعلق تھی ــــ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لکھنا چاہتے تھے؟

باقی رہی اس بات کی تحقیق کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ لکھوانا کیا چاہتے تھے؟ مؤلف نے کہا ہے کہ شیعہ یہ کہتے ہیں "حضرت علیؑ کی خلافت نص قائم کرنا چاہتے تھے"۔ اور پھر بزعم خویش اس بات کو شیعوں کے خلاف قرار دیا ہے کہ اس سے دوسری تمام نصوص خلافتِ علیؑ پر پانی پھر جاتا ہے۔ سبحان اللہ! اس تقریر دلپذیر سے علم و فضل کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں! کیا تقریر و تحریر میں کوئی تضاد و تناقض پایا جاتا ہے؟ اگر کوئی بات پہلے زبانی طور پر کہی گئی ہو اور اب پھر اسے حیطۂ تحریر میں لایا جائے تو کیا پہلی بات پر پانی پھر جائے گا؟ مالکم کیف تحکمون؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلانِ رسالت کے دن سے لے کر دم واپسیں تک بار بار حضرت امیرؑ کی خلافت حقہ کا زبانی اعلان و اظہار فرما چکے تھے اب چاہتے تھے کہ اپنے آخری لمحات حیات میں اس بات کو ضبط تحریر میں بھی لے آئیں تاکہ کسی کو یارائے انکار نہ ہو سکے اور کسی قسم کی کوئی تاویل نہ کر سکے۔ مگر چونکہ یار لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشا بھانپ گئے تھے۔ اسلئے اس ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنانے دیا ــــ! یہ ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کا نہ صرف شیعوں نے بلکہ علماء اہلسنت نے بھی اعتراف کیا ہے چنانچہ کتاب نسیم الریاض شرح شفاء ج ۴ صفحہ ۳۰۷ طبع مصر میں لکھا ہے "قال سفیان اراد ان یبین امر الخلافۃ بعدہ حتی لا یختلفوا فیھا" یعنی سفیان کہتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے بعد امر خلافت کا بیان کر دیں تاکہ اس میں کوئی اختلاف رونما نہ ہو"۔ کرمانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے "اراد ان یکتب اسم الخلیفۃ بعدہ لئلا یختلف الناس" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارادہ تھا کہ اپنے بعد والے خلیفہ کا نام لکھدیں تاکہ لوگ اس امر میں اختلاف نہ کریں۔ اسی طرح ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے "ھو تعیین الخلیفۃ بعدہ" یعنی اس تحریر سے مقصود خلیفہ کی تعیین تھی"۔ (کذا فی النووی شرح المسلم ج ۲ صفحہ ۴۲) بحوالہ فلک النجاہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الفاظ حدیث سے بھی اس مطلب کی تائید مزید ہوتی ہے۔ اس حدیث قرطاس میں ہے میں ایسی چیز لکھ دوں کہ تم اس کے بعد گمراہ نہ ہو۔ اور حدیث ثقلین میں بھی یہی وارد ہے کہ میں تمہارے درمیان دو ایسی نفیس اور گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر ان کے دامن سے متمسک رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب دوسری میری عترت اہلبیت" (حدیث متواتر)

حسبنا کتاب اللہ کے قائل کی گلو خلاصی ناممکن ہے

خدا کا ارشاد ہے کہ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم جب بھی خدا و رسول تمہیں بلائیں تو تم لبیک کہو مگر عمر نے اس حکم کی نہ صرف صریح خلاف ورزی کی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہمت ہذیان بھی لگائی۔ اب ـــــ مؤلف ان کے اس جرم شنیع کو ہلکا کرنے کے لئے اسے مدح کا رنگ دے رہے ہیں کہ "قرآن مکمل ہو چکا تھا۔ دین و دنیا کے تمام مسائل اس میں درج تھے۔ تو اب رسول کو اس حالت میں زحمت دینے کی کیا ضرورت تھی؟" یہ کلمہ "حق یراد بہا الباطل" والی بات ہے۔ ورنہ اگر قرآن ہر لحاظ سے کافی تھا تو پھر خدا کو اسکے ساتھ رسول کے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ قرآن یقیناً کافی ہے۔ مگر اس معنی میں کہ اسکی وجوبیگی میں کسی اور کتاب و قانون الٰہی کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہے کہ اس کے ساتھ اس کے کسی حقیقی مفسر و شارح اور اس کے احکام کو نافذ کرنے والے کی بھی ضرورت نہیں ہے!

اگر یہ مطلب درست ہوتا تو خود عمر صاحب بسیوں مرتبہ یہ کیوں کہتے۔ لولا علی لھلک عمر (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا شرح مواقف وغیرہ) ـــــ اور اگر عمر کا یہ خیال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج کے مطابق ہوتا تو آپ ناراض ہو کر ان کو اپنی بزم سے کیوں نکالتے؟ یہ کہنا کہ ناراض ان پر ہوئے جو تحریر لکھوانا چاہتے تھے۔ یہ اتنا بڑا سفید جھوٹ ہے کہ شاید اس کی سنگینی سے آسمان و زمین پھٹ جائیں۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا یعنی تعمیل حکم کی کوشش کرنیوالوں پر ناراض اور مخالفت کرنے والوں سے خوش۔ چہ خوش؟ ؎

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

یہ رسول پر تہمت ہذیان لگانے والوں کا اپنا ہذیان نہیں اور کیا ہے؟ اس لیپا پوچی کا کیا فائدہ کہ انہوں نے عشق رسول کی وجہ سے کہا کہ ایسی نازک حالت میں آپکو تکلف میں ڈالنا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مناسب نہیں ہے! یہ عجب اندازِ عشق و محبت ہے کہ محبوب کوئی حکم دے اور بجائے اسکے کہ اسکی تعمیل کرکے اسے خوش و خرم کیا جائے الٹا اسکے دماغ پر حملہ کرکے اسے اذیت دیجائے؟

مؤلف کے الزامی جواب کا جواب

مؤلف نے عمر کی حکم عدولی رسول کرنے کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے قیاس مع الفارق کرتے ہوئے جناب امیر علیہ السلام کے متعلق تین غیر متعلقہ واقعات پیش کئے ہیں مگر افسوس کہ اس تمام تک و تاز کے باوجود گوہرِ مقصود ان کے ہاتھ نہیں آیا کیونکہ ناکامی و نامرادی ان کا مقدر بن چکی ہے۔

تیری وہ مثل ہے اب اے رضی
نہ الی الذی نہ الا الذی

—— اس لئے وہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ مگر پھر بھی یہ توفیق شامل حال نہیں ہوتی کہ باطل کو چھوڑ کر دامن حق سے وابستہ ہو جائیں۔ جہاں تک صلح حدیبیہ میں حضرت علیؑ کے لفظ "رسول اللہ" کو اپنے ہاتھ سے نہ مٹانے کا تعلق ہے تو سنی و شیعہ علماء نے اقرار کیا ہے کہ یہ آپ کے پاسِ ادب نبوت سے کیا تھا چنانچہ شارح نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے وھذا الذی فعلہ علی رضی اللہ عنہ من باب الادب المستحب "یعنی جو کچھ حضرت علی نے کیا وہ ادب مستحب کی قسم سے ہے"۔ ایسا ہی مواہب لدنیہ میں لکھا ہے۔ قال العلماء وھذا الذی فعلہ علی من باب الادب المستحب

کیونکہ ع ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی قسم کی ناراضی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ ان سے کاغذ لے کر خود محو کر دیا —— اور جہاں تک ماریہ قبطیہ والے واقعہ کا تعلق ہے۔ اس کے متعلق کتاب الدر والعزر کی عبارت نقل کرنے میں خیانت مجرمانہ کی گئی ہے۔ اس میں وارد ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیرؑ کو قبطی کے قتل کا حکم دیا تو جناب نے دریافت کیا یا رسول اللہ! اکون فی امرک اذا ارسلتنی کالسکۃ المحماۃ امضی لما امرتنی بہ ام کالشاھد یری مالا یری افاتب قال بل کالشاھد الخ یا رسول اللہ! جس معاملہ کے متعلق آپ مجھے بھیج رہے ہیں اس میں گرم لوہے کی مانند بنوں یا معاملہ پر موجود شخص کی مانند بنوں کہ جو کچھ وہ دیکھتا ہے وہ غائب نہیں دیکھتا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شاہد کی مانند بننا۔ مطلب یہ کہ تحقیق سے کام لینا۔ چنانچہ جب جناب امیرؑ نے تحقیق کی تو قبطی کو بلا قصور پایا۔ اس لئے اسے قتل نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ آنحضرت ناراض ہونے کی بجائے الٹا خوش

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور شکرِ خدا ادا کیا۔ اہل انصاف بتائیں کہ یہ حکم عدولی ہے! یا ارشاد رسالت کی عین پیروی؟ ایسا ہی کتب اہلسنت میں مذکور ہے چنانچہ بغیہ۔ تشیع ج ۱ ص ۱۰۶ پر لکھا ہے" علی نے رسول سے پوچھا کہ میں آپکے حکم کی تعمیل کروں یا ــــ تامل کے ساتھ تحقیق کروں تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تامل کے ساتھ کام کرو۔ (کذا فی حیواۃ الحیوان للدمیری) چنانچہ جب حضرت علیؑ نے حسب الحکم تحقیق سے کام لیا تو قبطی کو بے قصور پا کر چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ناراض ہونے کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے اور شکر خدا ادا کیا ــــ تیسرا واقعہ اسقدر واضح ہے کہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ باوجود اپنی احتیاج و ضرورت کے دوسرے حاجتمندوں کو اپنے اوپر ترجیح دینا وہ مستحسن فعل ہے کہ خداوند عالم نے ایسا کرنے والوں کی مدح میں قرآنی سورے نازل کئے ہیں ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما و اسیرا ــــ ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ــــ اس کا عمر کے کردار سے کیا تعلق ہے کہ جس کے گستاخانہ اقدام سے رسول دوجہان کو اسقدر صدمہ پہنچا کہ "قوموا عنی" فرما کر ان کو اپنی بزم سے بھی نکال دیا۔ محبوب خدا و رسول کا مقام اور ہے اور طرید رسول کا مقام اور؟

ع شاہین کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور؟

تحریر رسول کے معرض وجود میں نہ آنیکی وجہ سے اب تک جو ضلالت و گمراہی پھیلی ہے یا آئندہ پھیلے گی اسکی تمام ذمہ داری عمر بن الخطاب پر عائد ہوتی ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسکو اس کے وزر و وبال سے نجات نہیں دلا سکتی ولعذاب الاخرۃ اشد وابقی ع

نہ سمجھو گے تو پھر سمجھو گے تم یہ چیستاں کب تک؟

قد فصلنا الایات لقوم یعقلون۔

دسواں طعن

حضرت عمر نے معاذ اللہ جناب سیدہ کی سخت توہین کی۔ ان پر دروازہ گرا کر پسلیاں توڑ دیں..... شکم مبارک پر..... حمل گرا دیا..... ان کا گھر جلا دیا۔ جواب:۔ یہ سب باتیں بیہودہ خرافات ہیں۔ جن کو عقل و نقل دونوں تسلیم نہیں کرتے ــــ

ــــ جناب سیدہ خاتونِ جنت، لختِ جگر رسول کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے تو شیر میدان حضرت علی المرتضیٰ اپنی زوجہ محترمہ..... کی توہین دیکھ کر خاموش بیٹھے رہیں؟ ــــ خدا نخواستہ ایسا ہوتا تو قیامت برپا ہو جاتی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تمام بنو ہاشم داماد رسول اور بخت جگر رسولؐ کی حمایت کے لئے تلوار لے کر اٹھ کھڑے ہوتے نمونہ محشر برپا ہو جاتا ـــــ شیعہ اس بارگاہ میں عجیب و غریب قصے تراش کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں ـــــ جلاء العیون اردو صفحہ ۸۷ میں درج ہے۔ بسند معتبر جناب صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جس وقت ابوبکر نے جناب امیرؑ سے خلافت غصب کی جناب امیرؑ نے فرمایا۔ کیا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے میری اطاعت کا حکم دیا؟ ابوبکر نے کہا نہیں! ـــــ جناب امیرؑ نے فرمایا اگر اب پیغمبر کو دیکھے اور تجھ کو میری اطاعت کا حکم دیں تو میری اطاعت کرے گا؟ ـــــ کہا ہاں! جناب امیرؑ نے فرمایا۔ میرے ہمراہ مسجد قبا میں چل جب وہاں پہنچے۔ ابوبکر نے دیکھا کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب فارغ ہوئے تو جناب امیرؑ نے عرض کی یا رسول اللہ! ابوبکر کو انکار ہے کہ آپ نے میری اطاعت ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے کہا میں نے مکرر تجھے اطاعت علی کا حکم نہیں کیا؟ ـــــ ابوبکر نے خائف ـــــ معاودت کی راہ میں عمر کو دیکھا عمر نے کہا اے ابوبکر! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ ابوبکر نے کہا حضرت رسولؐ نے مجھ سے ایسا فرمایا ہے! عمر نے کہا وہ گروہ ہلاک ہو گا جو تجھ ایسے احمق کو سردار کرے۔ مگر تو نہیں جانتا یہ سب بنی ہاشم کا سحر ہے۔" اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ کو اسقدر قدرت تھی کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد قبا میں ابوبکر کے سامنے زندہ لا کھڑا کیا پھر وہ اپنی قوت اعجاز سے ابوبکر و عمر کے دلوں کو کیوں نہ مسخر کر لیتے۔

دوم: جب ابوبکر نے مدت حیات میں اپنے مال اور اہل و عیال حضور نبی علیہ السلام پر قربان کر کے خدا و رسول کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی تو کیا قیاس ہو سکتا ہے کہ جناب امیرؑ کے زور کرامت سے رسولؐ کو زندہ دیکھ کر اور یہ ارشاد سن کر کہ اطاعت علی تجھ پر فرض ہے۔ حضرت عمر یا کسی اور شخص کے کہنے پر قول رسول سے انحراف کرتے ـــــ یہ سب یار لوگوں کی گھڑت ہے

ع ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے
راستی پر آ کہ خدا کو مان کر

(آفتاب ۔ ص ۲۷)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب مؤلف آفتاب اور ان کے ہمنواؤں کی عقل تسلیم کرے یا نہ کرے۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مگر یہ حقیقت ناقابل انکار حد تک ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جناب خاتون جنت، حضرت امیر اور ان کے بعد دیگرے دوسرے افراد خانوادۂ عصمت و طہارت پر مصائب شدائد کے جو کوہ ہائے گراں گرائے گئے۔ بقول علامہ تفتازانی (در شرح مقاصد) جمادات بھی ان کی گواہی دے رہے ہیں۔ خاتون قیامت کے مشہور دل گداز مرثیہ کا ایک شعر یہ ہے۔

صبّت علی مصائب لو انّها
صبّت علی الایام صرن لیا لیا

(تیسیر الباری ترجمہ بخاری پ ۵ ص ۶۷)

مؤلف بجائے اسکے کہ اس سلسلہ میں حضرات شیعہ جو جوالہ جات پیش کیا کرتے ہیں ان کے عقلی و نقلی جوابات پیش کرتے۔ انہوں نے بالکل وہی روش بد اختیار کی ہے جو حامیان یزید واقعات کربلا پر پردہ ڈالتے ہوئے کیا کرتے ہیں "بھلا اس طرح کوئی شخص خاندان نبوت کی توہین کر سکتا تھا" "کوئی محمدات کے سروں سے چادریں اتار کر ان کو قید کر سکتا تھا" "اگر ایسا ہوتا تو قیامت نہ آجاتی" وغیرہ وغیرہ۔ حامیانہ وسوقیانہ باتیں کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ شان دکھانے کا مقام اور ہوتا ہے اور امتحان دینے کا مقام اور؟ اگر نصرت دین کی خاطر بیبیوں کو آروں سے چیرا جاتا ہے اور قیامت برپا نہیں ہوتی۔ حضرت مریم پر تہمت زنا لگائی جاتی ہے اور قیامت برپا نہیں ہوتی۔ پیغمبر خاتم کے دانت مبارک توڑے جاتے ہیں اور قیامت برپا نہیں ہوتی۔ تو اگر اسی دین مبین کی حفاظت کے سلسلہ میں جناب سیدہ اور جناب امیر پر ایسے مظالم ڈھائے جائیں تو اس سے قیامت کیوں برپا ہو جائے گی؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ بنو ہاشم بڑے شجاع و دلیر تھے۔ مگر وہ احمق نہ تھے۔ شجاعت و تہور میں یہی تو فرق ہے کہ شجاعت نام ہے اس حقیقت کا کہ جہاں آگے بڑھنے میں مصلحت ہو تو اگرچہ سارا جہان مخالفت پر کمربستہ ہو مگر قدم پیچھے نہ ہٹے۔ اور جہاں خاموشی میں مصلحت ہو۔ وہاں اگرچہ کئی جوش دلانے اور ابھارنے والے امور موجود ہوں مگر تلوار میان سے باہر نہ نکلے۔ لیکن تہور میں موقع و محل کی پابندی نہیں ہوتی۔ متہور شخص (اجڈ) ہر جگہ آستین چڑھا کر مرنے مارنے پر تل جاتا ہے

حضرت امیر ہوں یا دیگر جوانان بنی ہاشم وہ شجاع تھے متہور نہ تھے ــــ کہ محل و موقع کی نزاکت کا احساس کئے بغیر تلوار اٹھا کر محشر برپا کر دیتے ــــ نیز بنی ہاشم حضرت امیر کے تابع فرمان تھے اور جناب امیر خدا و رسول کی مرضی کے تابع اور خدا و رسول کی مرضی صبر و ثبات کا دامن پکڑنے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور خاموشی اختیار کرنے میں تھی! جیسا کہ ان امور پر قبل ازیں مکمل تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ اس تمہیدی بیان کے بعد اب ہم ذیل میں اصل موضوع کے اثبات پر چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں تاکہ باانصاف ناظرین پر یہ حقیقت واضح و آشکار ہو جائے کہ بقول مؤلف "یہ یار لوگوں کی گھڑت" نہیں بلکہ ناقابل انکار تاریخی حقائق ہیں۔ جو کسی حق جُو حق بین پر پوشیدہ نہیں ہیں

ع الاعلیٰ اکمہٍ لم یبصر القمر!

اُمّت کا رسولؐ زادی کے دروازہ پر آگ و لکڑیاں لے جانا

کتاب الامامۃ والسیاسۃ صہ ۱۲ طبع مصر پر لکھا ہے وان ابا بکر تفقد قومًا تخلفوا عن بیعتہ عند علی فبعث الیھم عمر فجاء فنادا ھم وھم فی دارِ علی فابوا ان یخرجوفدعا بالحطب وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن اولا حرقنھا علی من فیھا فقیل لہ یا اباحفص! ان فیھا فاطمۃؑ۔ فقال وان! یعنی ابوبکر نے ایک گروہ کو نہ پایا۔ جو ان کی بیعت سے گریز کر کے حضرت علی کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس نے عمر کو بھیجا۔ اس نے لکڑیاں ساتھ لے لیں اور دروازہ پر باواز بلند کہا مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں عمر کی جان ہے۔ باہر نکلو ورنہ گھر کو گھر والوں سمیت آگ لگا دونگا۔ کسی نے کہا گیا۔ اے حفصہ کے باپ! اس گھر میں تو فاطمہ موجود ہیں؟ کہا اگرچہ ہوں (کذا فی تاریخ الطبری والعقد الفرید للاندلسی۔ و شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید۔ تاریخ ابی الفدا وغیرہ)

(۲) کتاب الملل والنحل للفاضل الشہرستانی صہ ۲۶ پر نظام کا یہ قول لکھا ہے "ان عمر ضرب فاطمۃ یوم البیعۃ حتی القت المحسن من بطنھا وکان یصیح احرقوھا بمن فیھا وما کان فی الدار غیر علی وفاطمۃ والحسن والحسینؑ" یعنی بیعت والے دن عمر نے جناب فاطمہؑ کے بطن اقدس پر ایسی ضرب لگائی جس سے محسن شہید ہو گیا اور اس دن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا گھر کو گھر والوں سمیت جلا دو۔ حالانکہ اس گھر میں سوائے علی و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ (علیہم السلام) کے اور کوئی موجود تھا۔

(۳) اسی طرح جناب امیرؑ کے گلے میں کپڑا وغیرہ ڈال کر زبردستی کشاں کشاں بیعت کی طرف لے جانا الامامۃ والسیاسۃ صہ ۱۴ شرح نہج البلاغہ حدیدی ج ۲ صہ ۲۷ پر بھی مذکور ہے۔

خانوادہ مصطفیٰ کیساتھ اُمّت کے ناروا سلوک پر بعض سُنّی عُلما کا تبصرہ

انہی حقائق کے پیش نظر تو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بعض منصف مزاج علمائے اہلسنت یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے "جو شخص سب سے زیادہ پیغمبر صاحب کی وفات سے متاذی ہوا وہ فاطمہؑ تھیں والدہ پہلے انتقال فرما چکی تھیں۔ اب ماں اور باپ دونوں کی جگہ پیغمبر صاحب تھے۔ باپ بھی کیسے باپ؟ دین و دنیا کے بادشاہ۔ ایسے باپ کا سر سے اٹھ جانا۔ اس پر حضرت علیؑ کا خلافت سے محروم رہنا اور نمک بدجراحت ترکہ پدری باغ فدک کا دعویٰ کرنا اور مقدمہ کا ہار جانا۔ کسی دوسرے کو ایسے پیہم صدمات پہنچتے تو زہر کھا کر مر جاتا۔ مگر ان کے صبر و ضبط ان ہی کے ساتھ تھے۔ پھر بھی انہی رنجوں میں گھل گھل کر چند مہینہ کے اندر اندر انتقال فرما گئیں اور جتنے دن زندہ رہیں ان لوگوں سے جن سے انہیں رنج پہنچے تھے نہ بولیں اور نہ بات کی۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کے اپنے جنازہ پر آنے کی بھی منا ہی کر دی اور شب کے وقت مدفون ہوئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون سخت افسوس کی بات ہے کہ اہلبیت نبوی کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی سے ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ ان کا وہ ادب اور لحاظ جو ہونا چاہئے تھا۔ اس میں ضعف آگیا اور شدہ شدہ منجر ہوا اس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جسکی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے" (اظہار الحق صادقہ ۲۳۵ مولانا نذیر احمد دہلوی)

اعجاز مرتضوی کا اثبات

مؤلف نے بحوالہ جلاء العیون ایک معجزہ علویہ کا تذکرہ کر کے اور پھر اسے "یار لوگوں کی گھڑت" قرار دے کر اپنی ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیا ہے۔ بھلا اگر حضرت عیسےٰ مقام اعجاز نمائی میں مردوں کو زندہ کریں تو یہ ان کا معجزہ اور درست۔ مؤلف کے نام نہاد اولیاء سینکڑوں مردوں کو زندہ کریں تو ان کی کرامت اور صحیح۔ لیکن اگر یہی کام جناب امیرؑ کریں جو سردار جمیع اولیاء ہیں تو "یار لوگوں کی گھڑت" بن جائے ؏

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

(حالانکہ معجزہ کا فاعل حقیقی خدا ہوتا ہے جو نبی امام کی استدعا پر ان کی صداقت کے اظہار کے لئے ان کے ہاتھوں پر خارق عادت امر کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ تاثیر ہے کہ اس کے ذریعہ مردوں سے کلام کیا جا سکتا ہے (ولو ان قرانا سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض او کلم بہ الموتی الایۃ) تو اگر خدا حقیقی وارث قرآن کے ہاتھ پر اسی قرآن کی برکت سے کسی مردہ کو زندہ کر دے تو اس میں کونسی تعجب انگیز بات ہے؟ اور رسولؐ تو درحقیقت ہیں ہی زندہ ولکن لاتشعرون

ایک استبعاد کا جواب

باقی رہا مؤلف کا یہ کہنا کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر ابوبکر یہ کرامت دیکھ کر قول رسول سے کیونکر انحراف کرتے؟ یہ محض استبعاد ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(جس سے ثابت شدہ تعلق کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ع

جنہیں ہو ڈوبنا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

بھلا جو شخص رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری زندگی والے بیسیوں فرامین کو پس پشت ڈالنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ خصوصاً غدیر خم کے موقع پر حضرت امیرؑ کو جانشین رسول اور اپنا مولیٰ تسلیم کر کے مکر جانے میں کوئی عار نہیں سمجھتا۔

ز اقرار خودش ظاہر بانکار آمدہ آخر
کہ ان الاصل لا یخفی حدیث مصطفےٰ باشد

تو وہ کرامتی زندگی میں فرمان رسول کو کسطرح نظر انداز نہیں کر سکتا؟ اور جہاں تک خلیفہ صاحب کے مالی و جانی ایثار کا تعلق ہے ہم اس پر قبل ازیں مفصل تبصرہ کر چکے ہیں تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔ العاقل یکتفیہ الاشارۃ والبلید لا ینفعہ الف عبارۃ۔

گیارہواں طعن عمر نے ایک حاملہ عورت کو بجرم زنا سنگساری کا حکم دیا تھا جناب امیرؑ نے کہا ــــ اگرچہ اسکی ذات پر حکم دینے کا حق ہے لیکن اسکے بچہ شکم پر سزا دینے کا اختیار نہیں ہے۔ عمر نے ــــ سزا ملتوی کر دی اور کہا لولا علی لھلک عمر ــــ جب وہ دینی مسائل سے جاہل تھے تو خلافت کا استحقاق کس طرح رکھتے۔

جواب:۔ بات یہ ہے کہ محصنہ مزینہ پر جرم زنا ثابت ہو گیا تھا۔ جس کی سزا رجم ہے اس کے حمل کا جناب امیرؑ کو کسی وجہ سے علم تھا۔ حضرت عمر کو یہ معلوم نہ تھا ــــ حضرت امیرؑ نے بتایا کہ یہ حاملہ ہے تو آپ نے سزا ملتوی کر کے جناب امیرؑ کی اس اطلاع دہی کا شکریہ ــــ ادا کیا ــــ اس سے تو جناب فاروق اعظم کی صاف باطنی و خشیت الٰہی اور بے نفسی کا ثبوب ملتا ہے اور اس سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے حضرت المرتضےٰ کو ہرگز کچھ کدورت نہ تھی وہ آپ کو نیک مشورہ دیتے آپ قبول کر کے ان کا شکریہ ادا کرتے۔ (آفتاب ص۲۱۱)

الجواب اکثر و بیشتر مطالب میں آفتاب ہدایت بالکل اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ کا سرقہ اور چربہ ہے۔ جس طرح خود تحفہ صواعق کابلی کا سرقہ ہے جو کچھ شاہ صاحب نے تحفہ میں لکھ دیا۔ ہمارے مخاطب نے اسے بلا کم و کاست آفتاب میں نقل کر دیا۔ گویا وہ زبان حال

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سے یہ کہہ رہے ہیں۔

؎ در پس آئینہ صفت طوطی داشتہ اند
آنچہ استادِ ازل گفت بگو میگویم

بنا بریں ہماری یہ کتاب جہاں "آفتاب ہدایت" کا دندان شکن جواب ہے وہاں بفضلہ تعالیٰ بالواسطہ طور پر تحفہ اثنا عشریہ کا ہمت شکن جواب بھی ہے والحمد للہ علی احسانہٖ بہر کیف ہمارے مؤلف محترم نے صاحب تحفہ کے تتبع میں جو جواب پیش کیا ہے وہ بچند وجہ غلط ہے اور یہ طعن خلیفہ دوم کی جہالت کا وہ بولتا ہوا ثبوت ہے کہ پرستاران ثانی اس کی موجودگی میں اپنے خلیفہ کی جہالت پر قیامت تک پردہ نہیں ڈال سکتے ہے

اولاً۔ یہ کہنا کہ حضرت امیرؑ کو کسی طرح اس عورت کے حاملہ ہونے کا علم ہو گیا تھا اور خلیفہ دوم صاحب کو معلوم نہ تھا۔ یہ نفس روایت کے خلاف ہے۔ کنز العمال وغیرہ کتب میں اصل واقعہ ہی یوں مروی ہے کہ ایک عورت کا شوہر دو سال سے غائب تھا۔ جب گھر آیا تو عورت کو حاملہ پا کر عدالت میں مقدمہ پیش کیا۔ جس پر خلیفہ صاحب نے اس عورت کے سنگسار کرنے کا حکم صادر کیا ـــــ لہٰذا یہ تاویل بالکل علیل ہے کہ عمر کو اس کے حمل کا علم نہ تھا!

ثانیاً۔ اگر صورت حال یہی ہوتی جو اس تاویل میں بیان کی گئی ہے تو جناب امیرؑ صرف یہ اطلاع دے دیتے کہ یہ عورت حاملہ ہے وبس۔ مگر وہ تو حاملہ عورت کے سنگسار نہ کرنے پر دلیل قائم فرما رہے ہیں کہ "ان کان لک علیہا سبیل فلیس لک علی ما فی بطنہا سبیل" یعنی اگرچہ تجھے اس عورت پر حکم دینے کا حق ہے مگر اس کے بچے کو سزا دینے کا تمہیں کوئی اختیار نہیں ہے" یہ دلیل صاف دہل بتا رہی ہے کہ خلیفہ کو اس کے حاملہ ہونے کا علم تو تھا۔ مگر یہ علم نہ تھا کہ حاملہ کو سنگسار نہیں کیا جا سکتا!

ثالثاً۔ ان سب باتوں سے قطع نظر عورت کا حاملہ ہونا موانع رجم میں سے ایک مانع ہے یعنی حمل کی صورت میں زانیہ عورت سنگسار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا حکم رجم سے پہلے مفتی اور حاکم کا فرض ہوتا ہے کہ وہ تحقیق حال کر لے کہ کہیں عورت حاملہ تو نہیں ہے۔ لہٰذا عمر کا بلا تحقیق اسکے سنگسار کرنے کا حکم دے دینا شرعی قواعد کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے اور اس سے بہر حال عمر کی جہالت ثابت ہوتی ہے۔

رابعاً۔ حضرت امیرؑ کے مشورہ دینے اور عمر کے لولا علی لھلک عمر کہنے سے مؤلف۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ان کے باہمی تعلقات کے خوشگوار ہونے پر جو استدلال قائم کیا ہے وہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ بودہ اور کمزور ہے۔ اس بات کا مکمل اور تحقیقی جواب تو وہاں گذر چکا ہے۔ جہاں سابقاً مؤلف نے فضائل عمر بیان کئے ہیں۔ یہاں صرف اجمالاً اسقدر لکھا جاتا ہے کہ حضرت امیرؑ تھے حقیقی محافظ شریعت اور لوگوں کے واقعی خیر خواہ۔ انہوں جب دیکھا کہ حکم شریعت کی خلاف ورزی کی جارہی ہے اور بلاوجہ ایک جان تلف ہو رہی ہے۔ تو بوجہ محافظ شرع اقدس ہونے کے انہوں نے اپنا فرض ادا کیا۔ اور عمر صاحب نے بھی جب دیکھا کہ اب نہ جائے ماندن ہے اور نہ پائے رفتن" تو ادلا علی لھذہ عمر کہہ کر اپنی سبکی کو کم کرنے کے لئے حضرت امیرؑ کے فضل و کمال کی داد دے دی ہے۔ مگر بینہ سچا گا اسطرح تو وہ حضرت امیرؑ کی افضلیت کا اعتراف کر رہے ہیں جس نے اپنی زبان سے خلافت کا قفل بیس بوس ہو جائے گا۔ کیونکہ افضل کی موجودگی میں مفضول اور عالم کی موجودگی میں جاہل کی حکومت شرعاً جائز نہیں ہے

ع اے ترک من ماز کہ ترکی تمام شد۔

بارھواں طعن

ایک روز عمر خطبہ میں لوگوں کو گرانی مہر نساء سے منع کر رہے تھے اس اثنا میں ایک عورت کھڑی ہو کر کہنے لگی اے عمر اللہ فرماتا ہے۔ ان آتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئاً (اگر کہ انقدر خزانہ بھی عورتوں کو حق مہر دے دو تو واپس نہ کرو) اس پر تم نے کہا۔ کل الناس افقہ من عمر حتی المخدرات (سب لوگ عمر سے زیادہ فقاہت رکھتے ہیں حتیٰ کہ مستورات بھی) تو جب ایک عورت بھی علم ——— میں آپ سے زیادہ تھی تو آپ خلافت کے قابل نہ تھے۔

جواب :- بریں فہم و دانش بباید گریست۔ نادان معترض جس بات کو باعث طعن قرار دے دیتا ہے اہل عقل و دانش اس کو کمال وصف سمجھتے ہیں کہ باوجود جلال جبروت کے جو فاروق اعظم کو حاصل تھا اور قیصر و کسریٰ کے محل آپکا نام سن کر لرز رہے تھے ان کی بے نفسی ——— کی یہ حالت ہے کہ ایک ادنیٰ عورت سر دربار ٹوک دیتی ہے اور قرآن کی آیت کو استدلال میں پیش کرتی تو خلیفہ وقت قرآن پاک کے ادب ——— سے اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں ——— اگر حضرت عمر کی جگہ کوئی دنیا پرست مغرور انسان ہوتا ——— تو جانبر ہونا مشکل تھا ——— حضرت عمر باوجود افقہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سماس ہونے کے خود کو سب سے فقاہت میں ، کمتر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضےٰ باوجود افضل الناس ہونے کے خود کو اشر الناس کہتے ہیں۔

؎ یظن الناس بی خیراً وانی
اشر الناس ان لم تعف عنی

حقیقت میں عورت کا سوال بے محل اور استدلال صحیح نہ تھا کیوں کہ حضرت عمر فرما رہے تھے کہ ـــــ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم ـــــ نے اپنی بیٹیوں کے مہور بہت معمولی بندھوائے اور آپ کا ارشاد ہے اعظم برکۃ ایسر ھن صداقا ـــــ اور گرانی مہور کے نتائج ہمیشہ آخر خراب نکلتے ہیں، فتنہ و فساد، مقدمہ بازی تک نوبت پہنچتی ہے ـــــ اسلام نے ہر معاملہ میں کفایت شعاری کی تعلیم دی ہے آیت قرآن کا یہ مفہوم نہیں کہ مہر میں قنطار ـــــ ہی مقرر کیا جائے بلکہ اسکا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی شخص نادانی سے ادا کر بیٹھے تو پھر دے کر اسے واپس لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہر چند عورت کا استدلال صحیح نہ تھا ـــــ خلیفہ وقت نے اسکی فقاہت دیکھ کر ـــــ محض اسکی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کیلئے اس کی داد دی ـــــ جناب امیرؑ کی نسبت اسی طرح کا ایک قصہ مشہور ہے ـــــ ایک شخص نے علی المرتضےٰ سے مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا تو اس شخص نے کہا اس کا جواب یہ نہیں بلکہ اس طرح ہے آپ فرمانے لگے تو نے ٹھیک کہا اور ہر دانا کے اوپر کوئی دانا ہوا کرتا ہے۔

ـــــ یہ بھی واضح رہے کہ کسی جزوی بات میں اگر کوئی شخص کسی مسلم بزرگ سے زیادہ واقفیت پیدا کرے تو اس ـــــ کی شان میں کمی نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت سلیمان کا قصہ مذکور ہے کہ حضرت داؤد کے مقابلہ ـــــ ان کا فیصلہ درست نکلا۔ حالانکہ حضرت سلیمان اس وقت نبی نہ تھے ـــــ (آفتاب ص ۲۷۲)

الجواب لطیفہ: کتاب ایقاظ العلماء وتنبیہ الامراء میں ایک واقعہ نظر سے گذرا ہے کہ ایک بزرگ سے چالیس مسئلے دریافت کیے گئے انہوں نے پینتیس ۳۵ مسئلوں کے جواب میں تو اپنی لاعلمی ظاہر کی اور صرف پانچ مسئلوں کا جواب اثبات میں دیا۔ اس کے مریدوں نے یہ کہنا شروع کیا سبحان اللہ ہمارے بزرگ کس قدر نیک نفس ہیں کہ جس چیز کا علم نہ تھا اس میں بلا چون وچرا اپنی لاعلمی تسلیم کر لی۔ بلاشبہ کچھ یہی کیفیت خلیفہ دوم اور ان کے مرید خاص مولوی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

رحیم الدین صاحب، کی ہے کہ اپنے خلیفہ کی کھلی جہالت پر پردہ ڈالنے کیلئے بحث کا رُخ دوسری طرف موڑ دیا ہے کہ سبحان اللہ۔ ان کے عہد میں اظہار رائے کی کس قدر آزادی تھی کہ جن سے قیصر و کسریٰ کے ایوان لرزتے تھے درباریں ان کو ایک عورت ٹوک دیتی ہے اور خلیفہ صاحب سر تسلیم خم کر دیتے ہیں پہلو ہم چند منٹ کے لئے مان لیتے ہیں کہ اس دور میں اظہار رائے کی آزادی تھی (جو کہ محل کلام ہے) بلالت عمر سے قیصر و کسریٰ ترساں و لرزاں تھے۔ وغیرہ وغیرہ مگر کیا اس سے خلیفہ کی جہالت رفع ہو گئی؟ اور اگر نہیں ہوئی تو تقریر سے فائدہ؟ اگر بالفرض اس دور میں اظہار رائے کی آزادی تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی مؤلف کے خلیفہ کی خلافت نہیں بچ سکتی کیونکہ صحیح جانشین رسولؐ کے لئے صرف لوگوں کو اظہار رائے کی آزادی دینا کافی نہیں ہے (اگرچہ یہ بھی ضروری ہے) بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس قدر عالم شریعت ہونا بھی لازم ہے کہ کسی سائل کے کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہے کہ مجھے اس سوال کا جواب معلوم نہیں ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ پوری امت میں اس سے بڑا تو کیا اس کے برابر بھی کوئی دوسرا عالم نہ تھا۔ مگر جس دعویدار سے (باقرار خود) پردہ نشین عورتیں بھی زیادہ فقہ دان ہوں۔ وہ اور تو سب کچھ ہو سکتا ہے مگر عالم علم لدنی نبی کی مسند کا وارث نہیں ہو سکتا۔

مدعی سست و گواہ چست

پھر مؤلف نے بموجب مدعی سست و گواہ چست۔ عمر کو افقہ الناس قرار دیتے ہوئے — جس کا دعویٰ عمر صاحب نے کبھی نہیں کیا تھا۔ اس کی نظیر حضرت امیرؑ کی طرف منسوب ایک شعر سے پیش کی ہے جو بدو وجہ غلط ہے

اولاً۔ اس شعر کا کلام جناب امیرؑ ہونا مسلم نہیں ہے۔ یہ اس دیوان میں ہے جو آنجناب کی طرف منسوب ہے جس کے متعلق علماء اعلام کی رائے یہ ہے کہ نہ سارا کلام آنجناب کا ہے اور نہ ہی سارا غلط ہے بلکہ کچھ درست ہے اور کچھ مجہول — علامہ سید محسن امین عاملیؒ نے بیروت سے جو دیوان علیؑ کا نسخہ علی الروایۃ الصحیحۃ شائع فرمایا ہے اس میں یہ شعر موجود نہیں ہے (راجع)

ثانیاً۔ بنا بر تسلیم جناب امیرؑ کا رد ئے سخن خدائے ذوالجلال کی طرف ہے۔ جہاں انبیائے اولوالعزم جیسے معصوم بزرگوار بھی توبہ و استغفار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جہاں تک لوگوں کے سامنے بات کرنے کا تعلق ہے۔ جناب امیرؑ ہمیشہ اپنے آپ کو افضل الناس سمجھتے اور ظاہر فرماتے تھے اور یہاں تو معاملہ ہی دیگر ہے کہ ایک عورت خلیفہ صاحب کو غلط مسئلہ بیان کرنے پر ٹوکتی ہے اور وہ اسکے جواب میں عاجز اور پا در گل ہو کر اپنی جہالت اور اس عورت کی علمی برتری کا برملا اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ دشتان ما بینہا!

نادان دوست کا کردار

مؤلف نے اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ نادان دوست کا پارٹ ادا کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ عورت کا سوال نامعقول

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور استدلال صحیح نہیں تھا۔ مگر انہوں نے یہ کہتے ہوئے یہ نہ سوچا کہ اس طرح تو خلیفہ پر ایک اور الزام عائد ہوتا ہے کہ جب انکے سامنے آیت قرآنی کے ساتھ غلط استدلال کیا گیا اور قرآن کی تفسیر بالرائے کی گئی تو انہوں نے بجائے ٹوکنے اور صحیح مفہوم بتانے کے الٹا اس کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے لئے داد بھی دی"۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است؟

خلد کلام پر ہمت افزائی کرنا بجائے خود انتہائی غلط اقدام ہے اس طرح تو خلیفہ کی دیانت کا بھرم بھی کھل جاتا ہے۔

یہ ہم بھی مانتے ہیں کہ اگر مہر تھوڑا ہو تو یہ مستحسن ہے مگر کلام زیادہ مہر مقرر کرنے کے جواز میں ہے کہ آیا جائز ہے یا نہ؟ سو یہ لا کلام جائز ہے۔ لیکن عمر صاحب اسے ناجائز قرار دے کر زائد مقدار کو بیت المال میں داخل کرنے کی دھمکی دے رہے تھے۔ جس پر عورت نے سر دربار انہیں ٹوکا۔ اس عورت کی گرفت اس طرح اچانک اور اس قدر مضبوط تھی کہ خلیفہ صاحب سے اسکا کوئی جواب نہ بن پڑا اسلئے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ جس شخص کی علمی حالت اتنی کمزور ہو کہ عام عورت کے بالمقابل بھی نہ ٹھہر سکے وہ رسول اسلام کی مسند خلافت پر نہیں بیٹھ سکتا! وہو المقصود۔

مؤلف کے ناصبیانہ حملہ کا جواب

یہاں مؤلف نے حضرت امیرؑ کی طرف جس بے سر و پا قصہ کو منسوب کیا ہے وہ صرف ان کی ناصبیت نوازی ہے ورنہ ضمیر ان کا بھی گواہی دے رہا تھا کہ یہ قصہ سراسر غلط ہے۔ ورنہ کم از کم کوئی حوالہ تو دے دیتے۔ صرف شہرت کا سہارا نہ لیتے اور اصول مناظرہ کے مطابق الزام بھی درست ہوتا حوشیعہ کی کتب مستندہ میں موجود ہوتا اور یہ بات آفتاب قیامت کے طلوع کرنے تک کوئی نہ ثابت کر سکتا۔ خیر مرتبت حضرت امیر علیہ السلام پر کسی اور شخص کی علمی برتری ثابت نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی صاحب شریعت کے سوا کسی اور کی طرف ان کا کسی مسئلہ میں رجوع کرنا ثابت کر سکتا ہے قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

ایک قیاس مع الفارق

آخر میں مؤلف نے جناب داؤد و سلیمانؑ کے قصہ سے جو تمسک کیا ہے وہ قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے دربار اعتبار سے ساقط ہے وہ دونوں بزرگوار نبی تھے (اگرچہ ایک فی الحال خاموش تھے لہذا یہ کہنا غلط

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہے کہ حضرت سلیمان اس وقت نبی نہ تھے) اور اس واقعہ خاصہ کا علم خداوند حکیم نے بالخصوص جناب سلیمان کو اس لئے عطا فرمایا تھا تاکہ باقی اولاد داؤد میں سے جناب سلیمان کی خلافت و نبوت پر نص قائم ہو جائے اس کا جناب عمر اور اس کے واقعہ کے ساتھ کیا ربط و تعلق ہے ؟

افسوس ہے

ہر گز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

تیرھواں طعن صحیح مسلم میں ہے فقال ابوبکر (بحذف عربی) جس میں حضرت علی و جناب عباس کا ابوبکر و عمر کو کاذب ، آثم ، غادر اور خائن قرار دینا مذکور ہے) شیعہ کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی و عباس حضرت ابوبکر و عمر کو کاذب آثم ۔ غادر ۔ خائن سمجھتے تھے جیسا کہ حضرت نے کہا جو ایسا ہو وہ قابل خلافت کب ہو سکتا ہے ؟

جواب یہ طعن متقدمین شیعہ کو نہیں سوجھا کیونکہ ان میں کسی قدر مادہ انصاف موجود تھا ۔ لیکن اخرین شیعہ ان سب باتوں سے پاک ناصع ما شئت پر عمل پیرا ہیں ۔ اس جگہ حضرت عمر تنبیہ کے طور پر حضرت عباس و حضرت علی کو کہتے ہیں کہ جو فیصلہ حضرت ابوبکر نے مطابق فرمان نبوی کیا ۔ میں نے اس کو بحال رکھا ۔ کیا تم لوگ ابوبکر کو اور مجھ کو اس بارہ میں کاذب ، آثم ۔ غادر خائن سمجھتے ہو ؟ حالانکہ خدا جانتا ہے کہ میں اور ابوبکر اپنے دعوے میں سچے ، بار راشد ۔ تو یہ روزمرہ کا محاورہ ہے کہ جو شخص اپنے دعوی میں فی الواقع سچا ہوتا ہے وہ اپنی تبریت کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے کیا تم مجھے جو رہبہ معاش ـــــ سمجھتے ہو ؟ کہ میں نے تمہاری چیزیں دبا رکھی ہیں ـــــ دوم حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت عباس نے حضرت عمر کے پاس حضرت علی کی معیت میں یہ الفاظ کہے " اقض بینی و بینہ ھذا الکاذب الآثم الغادر الخائن ـــــ وہی الفاظ حضرت عمر نے اپنی اور حضرت ابوبکر کی نسبت دھرائے تاکہ حضرت عباس کا جوش ختم ہو ۔ اگر حضرت علی کاذب ۔ آثم ـــــ نہیں ہے تو ہم بھی تو ایسے نہیں ہیں ـــــ کیا معترض کہہ سکتا ہے کہ حضرت عباس ـــــ نے جو الفاظ کاذب آثم ـــــ اپنے برادر زادہ کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

علی کی نسبت استعمال کئے فی الواقع وہ ان کو ایسا ہی سمجھتے تھے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو یہاں کسطرح کہہ سکتے ہو کہ فی الواقع حضرت عباس و علی شیخین کو ان الفاظ کا مصداق سمجھتے تھے ــــــ؟
(آفتاب ص ۲۷۴)

الجواب مؤلف کی عادت قدیمہ ہے کہ وہ شیعیان حیدر کرارؑ کو بالعموم اور ان میں سے متقدمین کو بالخصوص بڑے قبیح الفاظ کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ ہم مقدمہ کتاب میں وضاحت کر چکے ہیں کہ ہم بموجب ارشاب الجاہلون قالوا سلاما ان کی گالیوں کا جواب گالیوں سے نہیں دیں گے۔ اور نہ ہی ہمیں سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کی سیرت اس بات کی اجازت دیتی ہے ورنہ کتاب کے اس پر ستار کو اس انداز سے جواب دیا جاتا کہ اس کی نسلیں بھی یاد رکھتیں کہ کسی کو ناجائز طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ ثلاثہ کے مطاعن اس قدر زیادہ ہیں کہ ان سب کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ لہٰذا ہمارے علماء متقدمین ہوں یا متاخرین (شکر اللہ مساعیھم الجمیلہ) انہوں نے بقدر امکان و گنجائش ظرف زمان و مکان اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ کسی عالم کے کسی طعن کو اپنی کتاب میں درج نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ طعن اسکے نزدیک طعن ہی نہیں ہے کیونکہ ؎

سفینہ چاہئے اس بحر بے کراں کے لئے!

جہاں تک زیر بحث طعن کا تعلق ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب عمرؓ نے جناب عباسؓ اور حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم نے ابوبکر کو کاذب، آثم، غادر اور خائن سمجھا پھر اس کے بعد مجھے بھی ایسا ہی سمجھتے ہو حالانکہ خدا بہتر جانتا ہے کہ نہ ابوبکر ایسا تھا نہ ہی میں ایسا ہوں مگر حضرت امیرؑ اور جناب عباسؓ نے ان کے اس الزام کی تردید نہیں کی۔ بلکہ اپنی خاموشی سے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ واقعاً ہم تم لوگوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں! مؤلف کا یہ کہنا درست ہے کہ روزمرہ کا محاورہ ہے کہ جو شخص اپنے دعوٰی میں سچا ہو وہ ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے کہ کیا تم مجھے چور و بدمعاش سمجھتے ہو؟ مگر وہ یہ حقیقت کیوں بھول گئے ہیں کہ روزمرہ کا محاورہ یہ بھی ہے کہ اگر مخاطب ایسا کلام کرنے والے کو فی الواقع چور اور ڈاکو نہ سمجھتا ہو تو وہ فوراً اسے ٹوک کر اسکی تردید کر دیتا کہ نہ

لہ جو شخص اصحاب ثلاثہ کے مطاعن کا تفصیلی جائزہ لینے کا خواہشمند ہے۔ وہ کتاب مستطاب تشیید المطاعن کی تینوں جلدوں کا مطالعہ کرے فانہ فیہ شفاء لکل علیل و ریّا لکل غلیل (مرتضیٰ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جناب ہم تو ہرگز آپ کو چور اور ڈاکو نہیں بلکہ ایک شریف اور معزز آدمی سمجھتے ہیں" لیکن اگر مخاطب یہ کلام سن کر خاموش ہو جائے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ متکلم کو فی الواقع ایسا ہی سمجھتا ہے! چنانچہ یہاں بھی صورت حال یہی ہے جناب امیر و عباس نے سکوت اختیار کر کے عمر کے قول پر کہ "تم ابوبکر کو اور مجھے کاذب، آثم غادر اور خائن سمجھتے ہو" مہر تصدیق لگا دی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر عمر کا یہ الزام غلط ہوتا تو وہ بزرگوار فوراً اسے ٹوکتے کہ اے معاذ اللہ! تم کیا کہہ رہے ہو؟ ہم کب آپ کو ایسا ویسا سمجھتے ہیں ــــ مگر روایت میں تردید کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے۔ علاوہ بریں روایت کے سیاق و سباق پر نگاہ ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ جناب عمر نے بطور استفہام نہیں بلکہ جملہ خبریہ کے طور پر یہ کلام کیا ہے۔

اور جہاں تک جناب عباس کے حضرت امیرؑ کی شانِ اقدس میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرنے کا تعلق ہے اسکے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ الفاظ الحاقی معلوم ہوتے ہیں جو یار لوگوں نے کسی خاص مقصد کے تحت گھڑ لئے ہیں ورنہ عباس کی جلالت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ حضرت امیرؑ ایسے عظیم امام مبین کے حق میں ایسے قبیح الفاظ استعمال کریں؟ دوسری بات یہ کہ اگر بالفرض یہ بات ثابت ہو جائے کہ انہوں نے یہ الفاظ حضرت علیؑ کے حق میں استعمال کئے ہیں تو پھر اگر جناب امیرؑ کا ان کو معاف کرنا ثابت ہو جائے تو فبہا ورنہ ہم ان سے بھی بیزاری اختیار کر لیں گے۔ اور ان کو بھی ایسا ہی سمجھیں گے جیسا دشمنانِ اہلبیتؑ کو سمجھتے ہیں ہم اصول پرست ہیں شخصیت پرست نہیں ہیں بموجب ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی ... ہمارے کسی شخص کو ماننے یا نہ ماننے کا میزان ایک قرآن اور دوسرا عترت رسولؐ انام ہے۔ لہٰذا کتاب وہ صحیح جو قرآن کے مطابق ہو اور بندہ وہ درست جو آلِ رسول کے تابع ہو اور جو ایسا نہیں ہم اس سے بیزار ہیں۔ کما قال من قال!

ہزار نکتے یہاں بال سے بھی ہیں باریک
کہ جس کی عقل ہو موٹی وہ اس کو کیا جانے؟

چودھواں طعن

میزان الاعتدال میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا یا حذیفۃ باللہ انا من المنافقین (اے حذیفہ! بخدا میں منافقوں سے ہوں) پھر خلیفہ کس طرح ہو سکتے ہیں؟

جواب

اوّل میزان الاعتدال میں اسی حدیث کو ضعیف و موضوع قرار دیا گیا ہے اور اسکے راوی زید بن وہب کے متعلق لکھا ہے فی حدیثہ نظر کثیر (زید کی حدیث مردود ہیں خلل ہے) اور اس روایت کو محدث پر محمول کیا گیا ہے ... ن

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خیانت قابل داد ہے

—— دوم: اگر روایت بھی ہو تو جیسا کہ طعن ۸ پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔ خوف الٰہی سے خاصانِ خدا اپنے آپ کو کمتر خلائق سمجھتے ہیں —— مفصل جواب —— طعن ۸ میں پڑھنا چاہئے۔ جہاں شیعہ کتب حدیث سے —— متعدد حدیثیں لکھی گئیں ہیں کہ دوستاران رسول جب دنیا کے کاروبار میں مصروف ہو کر لمحہ بھر دربار رسالت سے دور ہو جاتے تو اس کو نفاق سے تعبیر کرنے لگتے —— بندہ خدا منافق تو اسے کہا جاتا ہے جو اپنے نفاق کو چھپاتا اور اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا ہے۔ یہ مؤمن کامل کا خاصہ ہے کہ باوجود کمالِ ایمان خود کو ناقص تصور کرتا ہے کیا تمہیں آدم علیہ السلام کی دعا یاد نہیں رہی ربنا ظلمنا انفسنا —— کافی کلینی میں "اعتراف الذنوب" ایک مستقل باب باندھ کر احادیث لکھی گئی ہیں کہ مومن کی شان ہے کہ معترف الذنوب ہو کر استغفار کرے۔ کاش کوڑھ مغز معترض جناب امیرؑ کی دعا مندرجہ نہج البلاغہ ص ۱۴۹ مطبوعہ ایران ص ۸۲ پڑھ کر اس کے الفاظ پر غور کرتا اللھم اغفر لی ما انت اعلم بہ منی فان عدت فعد علیّ بالمغفرۃ اللھم اغفر لی ما رایت من نفسی ولم تجد لہ وفاءً عندی اللھم اغفر لی ما تقربت الیک بلسانی ثم خالفہ قلبی اللھم اغفر لی زلات الالحاظ وسقطات الالفاظ وشھوات الجنان و ھفوات اللسان" —— کیا حضرت علی المرتضےٰ کی اس دعا کے الفاظ دیکھ کر کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ فی الواقع آنجناب گنہگار تھے اور بار بار گناہ کی طرف عود کر کے طالب مغفرت ہوتے تھے —— نہیں نہیں۔ یہ سب کچھ اسی خوف وخشیہ الٰہی کا نتیجہ ہے کہ جو ایک کامل ایمان شخص کے رگ وریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا رہتا ہے کہ اپنی عبادتوں کو گناہ، اپنے ایمان کو نفاق، اپنی حرکات وسکنات کو لغزشیں تعبیر کر کے طالب مغفرت ہوتا ہے اور ایک کور باطن شخص اس کے ظاہری الفاظ انکسار کو دیکھ کر اس کو واقعی خطاکار سمجھتا ہے۔

ع تو خود نہ شنوی بانگ دہل را

رموزِ سحر سلطان را چہ دانی (آفتاب ص ۲۷۱)

الجواب مؤلف ایک ہی سانس میں اس روایت کو ضعیف اور موضوع کہہ گئے ہیں جس سے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خیر سے فن درایۃ الحدیث کی اصطلاحات کا علم نہیں ہے ورنہ ارباب علم جانتے ہیں کہ موضوع اس حدیث کو کہا جاتا ہے کہ جس کے جعلی اور خود ساختہ ہونے کا یقین ہو اور ضعیف اسے کہا جاتا ہے کہ جس کے راوی بظاہر کمزور ہوں (اور عین ممکن ہے کہ واقع میں صحیح ہو) اسی طرح کسی راوی کے متعلق جب فن رجال میں یہ کہا جائے کہ "فی حدیثہ خلل" اس کی روایت میں خلل ہے۔ تو اس کا ــــ مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ اسکی تمام مرویات کو درجۂ اعتبار سے ساقط قرار دے دیا جائے بلکہ مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کی روایات کی جانچ پڑتال کر لینا چاہیئے ــــ وبس۔ لہٰذا اس قاعدے کے تحت زید بن وہب کی اس روایت کو صاحب میزان الاعتدال کے میزان کے مطابق ضعیف تو کہا جا سکتا ہے (جو فی الواقع صحیح بھی ہو سکتی ہے اور ہے) لیکن اسے موضوع ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی صاحب میزان الاعتدال علامہ ذہبی نے اسے موضوع قرار دیا ہے بلکہ انہوں نے راوی کی توثیق کی ہے۔ (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۶۵ طبع مصر) اسکے بعد مؤلف نے پیرایہ ۲ میں جو کچھ طول لاطائل سے کام لیا ہے اور مزید براں طعن نمبر ۸ کے جواب کا حوالہ بھی دیا ہے وہ سراسر اس روایت کے شان ورود سے جہالت یا تجاہل پر مبنی ہے ورنہ اگر اس روایت کے شان ورود ــــ کا علم ہو جائے تو پھر یہ ساری تحریر بے کار اور مہمل ہو کر رہ جاتی ہے۔ تو آیئے آپ کو اس کا پس منظر بتائیں سو مخفی نہ رہے کہ لیلۃ العقبہ میں جب بعض منافقوں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور چونکہ خداوند کریم نے بروقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کے مکروہ عزائم کی خبر دے دی تھی اور آنجناب نے بروقت حفاظتی اقدام کر لیا تھا جس کی وجہ سے بال بال بچ گئے تھے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاص صحابی جناب حذیفہ یمانی کو ان سازشی منافقوں کے نام بتا دیئے تھے جن کی تعداد بارہ تھی اور ساتھ ہی یہ تاکید فرما دی تھی کہ ان ناموں کا اظہار کسی سے نہ کرنا۔ اسی بنا پر جناب حذیفہ کو "صاحب السر" (آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رازدار) کہا جاتا ہے۔ اب بموجب "چور کی ڈاڑھی میں تنکا" کئی حضرات جناب حذیفہ سے دریافت کیا کرتے تھے کہ ان منافقوں میں کہیں ان کا نام تو شامل نہیں ہے؟ انہی لوگوں میں سے ایک حضرت عمر بھی تھے جو ہمیشہ اس ٹوہ میں لگے رہتے تھے کہ حذیفہ مجھے بتاؤ کیا منافقوں کے اس سازشی ٹولہ میں میرا نام بھی داخل ہے؟ مگر جب حذیفہ نے حقیقت حال کے اظہار سے سہ بارہ انکار کیا تو بالآخر ایک دن تنگ آ کر عمر خود ہی بھیت پڑے اور کہا "یا حذیفۃ! بالله انا من المنافقین" اے حذیفہ! (تم بتاؤ یا نہ بتاؤ) خدا کی قسم میرے ضرور منافقوں میں سے ہوں" (صحیح ہے بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ!)

؎ کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ÷ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اب اس پس منظر میں اس واقعہ کو دیکھ کر اہل انصاف ناظرین کرام فرمائیں کہ اس واقعہ کو عبد و معبود کے باہمی رشتہ اور خالق اکبر کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کے اقرار اور پھر توبہ و استغفار کرنے سے کیا تعلق ہے؟ یا اسے جناب امیرؑ کی دعا و مناجات سے کیا ربط؟ جس کے متعلق خود مؤلف طعن ۸ کے جواب میں بالوضاحت لکھ چکے ہیں۔ کہ "محجوبانِ حضورِ کبریائی اپنی عبادات کو بھی بمقابلہ نعمت ہائے غیر متناہی جو واہب العطایا سے انہیں حاصل ہیں۔ گناہ سمجھ کر ہر وقت باعترافِ قصور اس کی بارگاہ سے طلب مغفرت کیا کرتے ہیں" (آفتاب ص ۲۵۹) اسی بیان سے جناب آدم علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کی توبہ و استغفار کی حقیقت بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ حسنات الابرار سیئات المقربین کے طور پر تھی! بہرکیف چونکہ بندے کو چاہیئے کہ خدا کی بارگاہ میں اپنے آپ کو مجرم ظاہر کر کے اس سے طلب مغفرت کرے تو اس سے کوئی دانشمند یہ مطلب اخذ کر سکتا ہے کہ ہر مؤمن کامل کو عام لوگوں کے سامنے بھی یہ اعلان کرنا چاہیئے کہ لوگو! میں منافق ہوں، میں بے ایمان ہوں۔ کیا یہ کسیر نفسی ہے یا حماقت؟ ؏

ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد

ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجا است ؎ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

مگر افسوس ؏ جس کی عقل ہو موٹی وہ کیا جانے

پندرہواں طعن

حضرت عمر نے عزوۂ حدیبیہ میں کہا۔ اے رسول! جب سے اسلام لایا ہوں مجھے شانِ نبوت میں ایسا کبھی شک نہیں ہوا جیسا آج ہوا۔

جواب

ہم نے تو کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا۔ مولانا عبدالشکور صاحب نے النجم میں اس کے متعلق پانسو روپے انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر کسی معتبر کتاب حدیث سے یہ قول دکھلا دیں ـــــ اس لئے جب تک معترض حوالہ نہ دکھائے۔ جواب کی ضرورت نہیں ہے۔

دوم: اگر اقتضائے بشریت سے ایک مومن کامل کو کسی امر میں تردد پیدا ہوا اور وہ فی الفور رفع ہو جائے تو اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے موحد کامل نے رب العزت سے احیاء اموات کا نشان اطمینان قلب کیلئے طلب کیا ـــــ ہم شیعہ کی مستند کتاب حدیث فروع کافی کتاب الروضہ سے ایک قسم ایک روایت پیش کرتے ہیں ـــــ امام جعفر صادقؑ ایک دفعہ خلیفہ منصور کی اردلی میں جا رہے تھے۔ خلیفہ بڑے جاہ و جلال سے گھوڑے پر سوار تھا ـــــ لیکن امام گدھے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پر ـــــ آپ کے ایک خاص الخاص شیعہ نے استفسار کیا جبکہ آپ واپس دولتخانہ پر تشریف لائے ـــــ ترجمہ:۔ امام نے فرمایا جب میں واپس گھر آیا تو میرا ایک ـــــ شیعہ مجھے ملا اور کہنے لگا میں آپ پر قربان! بخدا میں نے آپ کو منصور کی اردل میں دیکھا۔ آپ گدھے پر سوار تھے وہ گھوڑے پر اور آپ کی طرف جھک کر باتیں کر رہا تھا گویا آپ اسکے ماتحت ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ (امام) خدا کی طرف سے اس کی مخلوق پر حجت ـــــ اور یہ دوسرا (منصور) ایک ظالم شخص ہے جو اہلبیت رسول کو قتل کرتا ہے پھر تعجب ہے کہ وہ لاؤ لشکر کے ساتھ جا رہا ہے اور آپ گدھے پر سوار ـــــ میرے دل میں شک پیدا ہوا حتیٰ کہ مجھے اپنے ایمان کا خوف ہو گیا۔ امام فرماتے ہیں پھر میں نے اس سے کہا کاش! تو ان فرشتوں کو دیکھتا جو میرے گرد و پیش جا رہے تھے تو تو منصور اور اس کے جاہ جلال کو ہیچ سمجھتا۔ اس شیعہ ـــــ نے کہا اب میری تسلی ہو گئی" بتلایئے امام صادق کے خاص الخاص جب شیعہ نے تو یہاں کہہ دیا کہ مجھے امامت کے متعلق ایسا شک ہوا کہ مجھے اپنے دین و ایمان کا بھی اندیشہ ہو گیا ـــــ کیا وہ محب امام شک کی وجہ سے کافر ہو گیا تھا؟ ـــــ نہیں وہ پہلے سے بھی ایمان میں مضبوط ہو گیا ـــــ سو اسی وجہ سے اگر حضرت عمر نے بھی کہہ دیا ہو اور پھر اعجاز نبوی سے ہدایت مزید اطمینان قلب کا باعث ہوا تو نور علیٰ نور ہے۔ ایسا شک ہر کسی کو نصیب ہو۔ شیعہ بیچارے ان نکات کو کیا سمجھیں؟ (آفتاب)

الجواب جناب عمر کا صلح حدیبیہ کے مقام پر بایں ہمہ الفاظ شک فی النبوۃ کا اظہار کرنا کہ "ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ۔ صرف کسی ایک کتاب میں نہیں بلکہ بہت سی کتب معتبرہ میں مذکور ہے۔ بطور نمونہ چند حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔ (۱) تفسیر درمنثور ج ۶ ص ۷۷ (۲) عینی شرح بخاری ج ۶ ص ۵۷ طبع مصر بروایت مروی ہے قال عمر لقد دخلنی امر عظیم و راجعت النبی مراجعۃ ما راجعت مثلہا قط۔ اس روز میرے دل میں بڑا ہی شک و شبہ پیدا ہوا اور بار بار میں نے اتنقدر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رجوع کیا کہ ایسا کبھی نہیں کیا تھا (۳) تفسیر ابن جریر ج ۲۶ ص ۵۸ طبع مصر (۴) زاد المعاد ابن قیم طبع کانپور ج ۱ ص ۴۷۶ (۵) تاریخ خمیس ج ۲ ص ۴۲ طبع مصر (۶) معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۷ وغیرہ اب اگر یہ شک پیغمبر خدا کی رسالت اور دین اسلام کی صداقت میں نہیں تھا تو اور کس چیز کے متعلق تھا؟ آخر متعلق شک کیا تھا؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اگر ملا عبدالشکور لکھنوی یا مولوی کرم دین آف بھین اس وقت بقید حیات ہوتے تو ہم بطور ارمغان یہ حوالہ جات انکی خدمت میں پیش کرتے اور کہتے کہ ہم نے حسب الطلب اس مقولہ کو کتب معتبرۂ اہلسنت سے ثابت کر دیا ہے لیکن ہم پانسو روپیہ نہیں لیتے۔ عطائے شما بلقائے شما۔ یہ دنیائے دوں تمہیں مبارک ہو ؎

رضینا قسمۃ الجبار فینا
لنا علم وللاعداء مال

البتہ ہم ان سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہوتے کہ ایسے شاک فی النبوۃ کے دامن کو چھوڑ کر اس بزرگوار کے دامن امامت سے متمسک ہو جائیں جس کا دعوے تھا۔ لو کشف الغطاء لما ازددت یقینا (شرح فقہ ص ۱۵۶ طبع لاہور) مگر اب جبکہ وہ اس عالم ناپائیدار میں موجود نہیں بلکہ اپنے اعمال کے وزر و وبال سمیت اپنے پروردگار کی بارگاہ ـــــ میں پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے ان کی بجائے ان کے ہم نواؤں سے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ؎

ادھر آ بحر عشق پنجتن میں ڈال دے کشتی
جو اس میں ڈوب جائے اسکا بیڑا پار ہوتا ہے

(اگر حجابہائے قدرت ہٹ جائیں تب بھی میرے ایقان میں مزید اضافہ نہیں ہو سکتا) ارشاد رب العزت ہے انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا۔ یعنی مومن تو بس وہی ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لانے کے بعد پھر کبھی شک نہیں کرتے = اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کی توحید و رسول کی رسالت میں شک کرنے والا مومن کامل نہیں ہو سکتا ـــــ اور جو ایسا ہو وہ مسند امامت و خلافت کا اہل نہیں ہو سکتا ـــــ اس سلسلہ میں مؤلف نے جناب ابراہیمؑ کے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسکا ہمارے متنازعہ فیہ مسئلہ سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے آپؑ ایمان کے مقام پر تو فائز تھے ہی اب وہ یہ استدعا کر کے اس سے بالائی منزل اطمینان قلب حاصل کرنے کے خواہش مند تھے۔ جیسا کہ خدا کے سوال "اولم تؤمن ؟" کے جواب سے ظاہر ہے کہ "بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی" کیا ان کو اصل ایمان میں شک تھا جسے خدا نے رفع ؟ حاشا وکلا۔

اسی طرح مؤلف نے فروع کافی کی کتاب الروضہ سے جس مولائی کا واقعہ نکل کیا ہے کہ اسے منصور دوانیقی کا ظاہری جاہ و جلال اور امام وقت کی ظاہری خستہ حالی دیکھ کر دل میں شک پیدا ہوا اس کا بھی ہمارے موضوع سے کوئی ربط نہیں وہ شخص نہ نبوت کا دعویدار تھا اور نہ خلافت کا۔ لہٰذا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اگر اس کے ایمان میں نقص ہو تو کچھ ایسا ضرر نہیں۔ مگر ہمارا رونے سخن تو اس شخص کی طرف ہے جو ایک طرف اقلیم خلافت کا دوسرا تاجدار ہونے کا دعویدار ہے اور دوسری طرف ایمان کی کمزوری کا عالم یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں شک کر رہا ہے ؎

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است!

نیز جناب عمر اور اس مولائی کے شک میں ایک اور نمایاں فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ امام کی اعجاز نمائی سے اس مولائی کا شک تو رفع ہو گیا اور ایمان مضبوط ہو گیا مگر صلح حدیبیہ میں شک کرنے والے کو تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا تھا جس سے اس کا شک رفع ہوتا اور ایمان مضبوط ہوتا۔ وہاں تو صرف شک کرنا ثابت ہے جس سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے اور پھر اس شک کے زائل ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں ؎

ذهب الحمار ليستفيد لنفسه
قرناً فآب وما له اذنان

ایسے شک کی خواہش جناب عمر کے مریدان باصفا ہی کر سکتے ہیں ورنہ اور تو کوئی عقل و ہوش رکھنے والا آدمی ایسی غلط خواہش نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس میں پوشیدہ نکات کو سمجھ سکتا ہے۔ جو کچھ سمجھے خدا کرے کوئی۔ کے مصداق ہیں پیچ ہے حب الشئی یعمی ویصم۔ انها لا تعمی الابصار بل تعمی القلوب التی فی الصدور واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم

(نوٹ) اس کے بعد مؤلف نے مطاعن عثمان ذکر کر کے بزعم خویش ان کے جوابات دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مگر ہم سلسلہ کلام کو آگے بڑھانے سے پہلے جناب عمر کے پندرہ دیگر مطاعن کا اجمالی تذکرہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ وهی هذه:

طعن ۱۶ جناب عمر نے خدا اور رسول کی بعض حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دیا جیسے متعۃ النساء اور متعۃ الحج چنانچہ انہوں نے علی الاعلان برسر منبر کہا تھا متعتان کانتا علی عهد رسول اللہ وانا انهی عنهما واعاقب من عاد متعة النساء ومتعة الحج یعنی دو متعے رسول اسلام کے زمانہ میں جائز تھے مگر میں ان کی ممانعت کرتا ہوں اور دوبارہ ارتکاب کرنے والوں کو سزا دوں گا۔ ایک متعۃ النساء ہے دوسرا متعۃ الحج (شرح تجرید فاضل کوشجی ص ۴۸۴ و تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۷/۲۸۹ تفصیل مسئلہ متعہ میں گذر چکی ہے) ومن یعص اللہ ورسوله فقد ضل ضلالاً مبینا۔ ظاہر ہے کہ حلال خدا وندی کو حرام بنانے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

والا شخص خلیفہ رسول نہیں ہو سکتا!

طعن نمبر ۱۷ جناب عمر نے ماہ رمضان میں جماعت نماز تراویح رائج کی اور خوش ہو کر کہا نعمت البدعۃ ھذہ "یہ بہت اچھی بدعت ہے" (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹) حالانکہ پیغمبر اسلام کا فرمان ہے کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والا ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۴۸) ظاہر ہے کہ بدعتی شخص نائب رسول نہیں ہو سکتا۔

طعن نمبر ۱۸ عمر صاحب نے نماز صبح میں الصلوٰۃ خیر من النوم جاری کرایا جیسا کہ مولانا مالک مع شرح تنویر الحوالک ج ۱ ص ۷۱ طبع مصر میں ہے کذا فی الفاروق للشبلی ص ۲۹۰ طبع لاہور۔

طعن نمبر ۱۹ جناب عمر پہلا شخص ہے جس نے نماز میں لوگوں کو ہاتھ باندھنے کا حکم دیا۔ اس سے قبل کوئی ہاتھ نہیں باندھا کرتا تھا (کتاب الاوائل علامہ ابو ہلال عسکری)

طعن نمبر ۲۰ جناب عمر نے ہی ایک وقت میں جاری کردہ تین طلاقوں کو طلاق بائن قرار دیا حالانکہ اس سے پہلے بلکہ ان کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں ایک وقت تین طلاقوں کو ایک طلاق کہا جاتا تھا ــــ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۳)

طعن نمبر ۲۱ جناب عمر نے ہی لوگوں کو چار تکبیر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا ــــ (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۷ طبع مصر)

طعن نمبر ۲۲ عمر نے ایک مجنونہ عورت کو بجرم زنا سنگسار کرنے کا حکم دیا جب جناب امیر علیہ السلام نے ٹوکا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ پیغمبر کا ارشاد ہے تین شخصوں سے حکم شریعت ساقط ہے۔ (۱) مجنون سے جب تک اسے افاقہ نہ ہو (۲) نابالغ سے جب تک بالغ نہ ہو (۳) اور سوئے ہوئے آدمی سے جب تک بیدار نہ ہو۔ یہ سن کر عمر نے کہا او لا علی لھلک عمر۔ (فوائح میبذی و شرح مواقف وغیرہ) واضح ہے کہ جو شخص شریعت اسلامیہ کی مبادیات سے ناواقف ہو اس میں تغیر و تبدل کرنے والا ہتوہ مسند رسول کا وارث نہیں ہو سکتا!

اس کے بعد ہم مؤلف کی ترتیب کے مطابق مطاعن عثمان کا تذکرہ کر کے ان کے جواب الجواب پیش کرتے ہیں۔

سولہواں طعن حضرت عثمان نے قرآن جلوا دیئے۔ اس لئے توہین قرآن کے جرم کے مرتکب ہوئے۔ ایسا شخص الخلافت نہیں ہو سکتا!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جواب حضرت عثمان نے قرآن جلوائے نہیں بلکہ قرآن کو جمع کر کے حفاظت کتاب اللہ کا ثواب حاصل کیا ـــــ آپ نے قرآن کو جمع کر دیا۔ البتہ غیر قرآن جو از قسم تفسیر لوگوں نے قرآن میں شامل کر رکھا تھا۔ انکو بھلا دیا اور سوائے اس صورت کے کلام اللہ کی حفاظت مشکل تھی۔ لیکن شیعہ معترض کو اپنے گھر کی بھی خبر ہے کہ بقول انکے ائمہ اہلبیت نے قرآن سے کیا سلوک کیا حضرت علی نے تو قرآن جمع کرنیکے بعد ایسا گم کیا کہ کہیں پتہ بھی نہیں مل سکا ہے۔ کہا جاتا ہے آپنے اپنی اولاد کے سپرد کیا اور آخر امام مہدی کے ہاتھ آیا۔ کیا اس سے بڑھکر توہین قرآن ہو سکتی ہے؟ ـــ شیعہ بیچارے مجبوراً اسی غلط سلط سنیوں کے قرآن سے کام لے رہے ہیں ـــ اسکو نمازوں میں پڑھتے ہیں ـــ اسکی تعلیم اپنے اطفال کو دلاتی پڑتی اسی کا ثواب اپنے مردوں کے روحوں کو بخشوایا جاتا ہے ـــ توہین قرآن کا ایک واقعہ ـــ اصول کافی صفحہ ۶۸۰ میں ہے کہ حضرت صادق نے قرآن کی آیت یوں پڑھی ولا تقربوا الکتبی نقصت غزلها من بعد قوة انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ان تکون ائمة ازکی من ائمتهم (قرآن موجودہ میں ہے) ان تکون امة ارٰبی من امة۔ قال قلت جعلت فداك ائمة قال لی واللہ ائمة قلت فانا نقرا ارٰبی من امة فقال ما ارٰبی واومأ بیده فطرحها

ترجمہ:۔ راوی کہتا ہے میں نے حضرت امام سے پوچھا کہ یہ ائمہ ہے۔ آپ نے کہا ہاں خدا کی قسم ائمہ ہے۔ پھر میں نے کہا ہم ارٰبی پڑھا کرتے ہیں۔ آپ نے کہا ارٰبی کیا ہے؟ پھر آپ نے (جوش میں آکے) ہاتھ سے اشارہ کیا اور قرآن زمین پر پھینک دیا۔ اب دیکھئے اس سے بڑھکر توہین کیا ہو سکتی ہے ـــ امام معصوم کا یہ فعل صریح توہین کلام پاک نہیں ہے؟ (آفتاب صفحہ ۲۷۹)

الجواب مؤلف نے جناب عثمان کے دفاع میں جو طریقہ کار اختیار کیا ہے وہ قابل القول بما لا یرضی بہ قائلہ یکسی کے قول یا فعل کی ایسی دور از کار تاویل کرنا جس پر وہ خود قائل بھی راضی نہ ہو) کی بدترین مثال ہے۔ بخاری شریف میں ۲ صفحہ ۷۴۰ طبع مصر مطبع بہیہ مصریہ۔ میں عثمان کی جمع قرآن والی کیفیت کے بعد لکھا ہے "حتی اذا نسخوا الصحف فالحاق رد عثمان الصحف الی حفصة وارسل الی کل افق بصحف مما نسخوا وامر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفة او مصحف ان یحرق" ـــ یعنی جب کتابت قرآن مکمل ہو گئی تو عثمان نے حضرت حفصہ کے صحف انکو واپس کر دیئے اور اپنے لکھے ہوئے قرآنوں کا ایک ایک نسخہ ہر علاقہ میں بھیجوا دیا۔ اور حکم دیا کہ اس نسخہ کے علاوہ جو بھی قرآن ہیں جلا دیئے جائیں۔" صحیح بخاری کی اس قدر واضح روایت کے بعد ہمارے مولوی صاحب کی تاویل علیل کی کیا وقعت رہ جاتی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"کہ جو کچھ جلایا گیا وہ از قسم تفسیر تھا" یہاں تو اس کے قرآن ہونے کی صراحت موجود ہے اس کے بعد مؤلف نے ہارے ہوئے وکیل کی طرح نہایت کھسیانے ہوئے لب ولہجہ میں الزامی طور پر جو کچھ لکھا ہے خدا شاہد ہے اس تحریر کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے کوئی نہر دان کا خارجی آلہ رسول کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہا ہے اور جیسے اس محرر کا ان ائمہ اہلبیت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے اور گویا یہ ذوات قادسیہ صرف شیعوں کے ہی پیشوا و مقتدا ہیں۔ حالانکہ کتاب لکھنے والا اہل سنت کہلاتا ہے اور یہ ذوات مقدسہ سب مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ ہیں اور سب کے پیشوا اور ان کے دین و دنیا کے ہادی و رہنما ہیں بہرکیف موجودہ قرآن پر شیعوں کے ایمان رکھنے، اس کی تعلیمات پر عمل کرنے اسی کو پڑھنے اور پڑھانے، حضرت امیر کے قرآن جمع کرنے اور مؤلف کے پیشوا ہی کے اسے ٹھکرا دینے کے تفصیلی واقعات اسی کتاب کے ابتدا میں ایمان بالقرآن کی بحث میں مفصل ذکر ہو چکے ہیں۔ وہاں رجوع کیا جائے۔ فان فیہ کفایۃ لمن لہ ادنیٰ درایۃ۔ یہاں ان مباحث کے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے ــــ ہاں البتہ یہاں ایک اہم مطلب پر تنبیہ کرنا لازم ہے۔ مؤلف نے اس بحث کے خاتمہ پر توہین قرآن کا ایک واقعہ کے ذیل میں جو واقعہ لکھا ہے اور جملہ "اذ مایدہ فطرحہا" کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ "پھر آپ نے (جوش میں آکے) ہاتھ سے اشارہ کیا اور قرآن زمین پر پھینک دیا" یہ سراسر غلط اور دروغ بے فروغ ہے! اس پوری عبارت میں قرآن کا کہیں ذکر تک موجود نہیں کہ وہ امام کے ہاتھ میں تھا! "فطرحہا" کی ضمیر مؤنث ہے کہ "اس کو پھینک دیا" کیا قرآن مؤنث ہے؟ حالانکہ بات یہ ہے کہ "فطرحہا" میں ضمیر مؤنث کا مرجع ہاتھ ہے جو مؤنث سماعی ہے۔ اصل مطلب عبارت یہ ہے کہ جب راوی نے کہا کہ ہم تو اسے "امتہ" پڑھتے ہیں تو امام نے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے ہاتھ نیچے پھینکا۔ مطلب یہ تھا کہ تم بھی اسی طرح اس کو ترک کر دو ناسمجھی سے مؤلف نے بات کہاں سے کہاں تک پہنچا دی اور رائی کا پہاڑ بنا دیا متنبی نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق کہا تھا ؎

وکم من عائب قولاً صحیحاً

وآفتہ من الفہم السقیم

یعنی کئی لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو صحیح بات کو غلط کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ بات غلط نہیں ہوتی بلکہ ان کا اپنا دماغ خراب ہوتا ہے سچ ہے ؎

ان الیتیم یتیم العقل والادب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

علاوہ بریں یہ بھی واضح رہے کہ اس روایت سے تحریف قرآن ثابت نہیں ہوتی بلکہ اختلاف قرأت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

سترہواں طعن حضرت عثمان نے حکم بن ابی العاص کو مدینہ منورہ بلوالیا حالانکہ آنحضرت نے اس کو اس کی شرارتوں کی وجہ سے مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا اور شیخین نے بھی اسکو واپس آنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

جواب حضور صلعم نے حکم کو اس لئے مدینہ سے نکال دیا تھا کہ اس کی منافقین اور کفار سے دوستی تھی اور احتمال فتنہ وفساد تھا ــــ اور چونکہ حکم بنی امیہ سے تھا اور شیخین یتیم اور ندی سے ــ اس لئے انہوں نے ــــ واپس آنے کی اجازت نہ دی ــــ لیکن حکم چونکہ حضرت عثمان کا رشتہ دار ابن العم تھا اور نیز مرض الموت میں حضرت عثمان نے رسول پاک سے سفارش کرکے اسکا قصور معاف کرالیا تھا۔ جس کی اطلاع شیخین کو نہ تھی اس لئے انہوں نے ــــ اسکو واپس بلوالیا ــــ اور ایک ضعیف بڈھا فرتوت ہوچکا تھا کسی شور وشر کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ اسکے واپس بلا لینے میں کچھ حرج نہ تھا (آفتاب ص ۲۸۰)

الجواب حکم کو شہر بدر کرنے کے حقیقی علل واسباب کیا تھے؟ ان کا کھوج لگانا ہمارے فرائض میں شامل نہیں ہے اتنا تو مؤلف بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے (مع اسکے بیٹے مروان کے) شہر بدر کردیا تھا اور مدت العمر تک اسے واپس آنے کی اجازت نہ دی۔ پھر شیخین نے بھی اپنے دور حکومت میں اسے واپس نہ آنے دیا۔ البتہ عثمان نے اپنے دور حکومت میں اسے واپس بلا لیا۔ کیا ان کا یہ اقدام سنت رسول اور سیرت شیخین کی خلاف ورزی نہیں۔ جس پر چلنے کا انہوں نے خلافت حاصل کرتے وقت عہد وپیمان کیا تھا؟ مؤلف کا یہ کہنا کہ حکم بنی امیہ میں سے تھا، عثمان کا ابن العم تھا۔ یہ چیزیں تو اس طعن کو اور زیادہ قوی کرتی ہیں کہ عثمان نے اپنی کنبہ پروری کی وجہ سے سنت رسول کی پروا نہ کی اور طرید رسول کو اپنا مقرب بارگاہ بنا لیا۔ ہاں البتہ مؤلف کا یہ دعوے غور وفکر اور صحیح توجہ کا مستحق ہے کہ "عثمان نے مرض الموت (نبوی) میں سفارش کرکے اس کا قصور معاف کرالیا تھا" ــــ یہاں چند امور کی تنقیح ضروری ہے (الف) کب قصور معاف کرایا؟ (ب) اس بات کا علم کسی اور شخص کو بھی تھا؟ (ج) اگر تھا تو وہ گواہ کون کون حضرات تھے؟ (د) اگر کسی کو علم نہ تھا تو کیا رفع

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تہمت کی خاطر اتنے بڑے اہم معاملہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حین حیات میں دوسروں کو کو اسکی اطلاع دینا ضروری نہ تھی؟ (ھ) شیخین کے دور حکومت میں عثمان کیوں خاموش رہے؟ ان سے اس معانی کا تذکرہ کر کے کیوں حکم کو واپس نہ بلوا لیا (و) شیخین کے دور حکومت میں عثمان کی خاموشی سے کیا یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ ان کے پاس حکم کی معافی کا کوئی ثبوت نہ تھا؟ (ز) ان سب امور سے قطع نظر عثمان کا بارگاہ نبوت میں سفارش کر کے معافی دلوانا کس معتبر کتاب میں لکھا ہے؟ واضح رہے کہ شیعوں کے جواب میں حوالہ بھی شیعی کتب کا درکار ہے! ـــــ ان حقائق کی روشنی میں سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ اس تاویل علیل کو مؤلف کی ذہنی اختراع قرار دیا جائے لہٰذا ان بھول بھلیوں سے عثمان کے دامن کو مخالفت رسول کے بدنما دھبے سے صاف نہیں کیا جا سکتا اور ایسا شخص جو اس طرح کھلے بندوں سنت رسول کی مخالفت کرے وہ مسند رسول پر بیٹھنے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ ھذا واضح من ان یخفیٰ = مگر ع

جس کی عقل ہو موٹی وہ کیا جانے؟

اٹھارہواں طعن

حضرت عثمان نے مروان بن الحکم کو اپنا وزیر اور میر منشی رکھا تھا چنانچہ اسکی شرارت کا نتیجہ آخر کار آنجناب کی شہادت کا باعث ہوئی ـــــ خط پکڑا گیا اور محمد بن ابو بکر واپس آئے اور فتنہ و فساد ہوا ـــــ

جواب

مروان بن حکم نے عہد نبوی یا خلافت شیخین میں کوئی فتنہ و فساد نہیں کیا تھا جس سے معلوم ہو سکتا کہ مفسد و شریر ہے ـــــ حضرت عثمان کوئی عالم الغیب نہ تھے کہ آئندہ کے حالات ان کو معلوم ہوتے انہوں نے صلہ رحمی کے لحاظ سے اس کو ملازم رکھ لیا۔ آخر کار اس نے شرارت کی۔ لیکن شیعہ کے پاس اسکا کیا جواب ہے کہ ـــــ جنگ جمل میں جب وہ گرفتار ہو گیا تھا تو حسنین نے جناب امیر کے پاس سفارش کی اور اسے چھوڑ دیا جیسا کہ نہج البلاغہ میں ہے ـــــ خود جناب امیر نے اپنے عہد امارت میں زیاد جیسے ولد الزنا کو فارس کا امیر بنا رکھا تھا ـــــ لیکن اس بد نہاد نے آخر کار ملک حرامی کی اور محبان اہلبیت پر طرح طرح کے ظلم کئے ـــــ نیز آپ نے عبد الرحمٰن بن ملجم کو اپنی بیعت سے مشرف فرمایا اور اس پر طرح طرح کے احسان کئے چنانچہ جلاء العیون اردو ص ۱۱۹ میں ہے "اس وقت عبد الرحمٰن بن ملجم بھی آیا کہ حضرت سے بیعت کرے حضرت نے اسکی بیعت قبول فرمائی یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خدمت میں آیا۔ مرتبہ سوم میں حضرت نے اس سے بیعت لی۔ جب اس نے بیٹھ پھیری۔ پھر حضرت نے اسے بلوایا اور قسمیں دیں۔ کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لئے ـــــ جناب ممدوح کو آخر کار شہید کیا ـــــ

جناب امیر علیہ الرضوان نے بقول شیعہ عالم الغیب ہو کر ایسے ملعون کی بیعت قبول فرمالی اور اس پر طرح طرح کے احسان بھی کرتے رہے ـــــ کیا شیعہ کچھ جواب دے سکتے ہیں؟ کہ حضرت امیرؑ نے جو بقول ان کے انجام کار سے واقف تھے۔ کیوں اس پر احسانات کرتے رہے؟ ـــــ (افتاب ص ۲۸۲)

الجواب یہ طعن اسقدر مضبوط ہے کہ ادھر ادھر کی غیر متعلق باتیں کر کے اس سے پیچھا نہیں چھڑایا جا سکتا۔ صرف یہی نہیں کہ عثمان نے طرید بن طرید رسول کو واپس مدینہ بلوایا۔ بلکہ اسے اپنی بہن کا رشتہ بھی دیا، تمام امور سلطنت کا مدار المہام بنایا اور افریقہ کا خمس بھی اس کے حوالہ (الامامۃ والسیاسۃ ص ۳۰ طبع مصر) نیز جاگیر فدک اس کے سپرد کر دی (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۷ المناظر بر حاشیہ مروج الذہب ج ۱ ص ۲۰۹) اگر اسکا نام صلہ رحمی ہے۔ تو پھر مخالفت خدا و رسول کس چیز کا نام ہے؟ یہ کہنا کہ اس نے پہلے کبھی کوئی شرارت نہیں کی تھی۔ جس سے اس کا شریر ہونا ثابت ہوتا۔ یہ حقائق کے سراسر خلاف ہے۔ مروان اور اس کے باپ حکم کی شرارتوں کی داستان اسقدر طویل ہے کہ

سفینہ چاہیئے اس بحر بے کراں کے لئے

ـــــ اور اگر بالفرض چند لمحات کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ پہلے اس نے کوئی شرارت نہیں کی تھی اور بقول مؤلف آخر کار اس نے شرارت کی اور اسی بنا پر امت رسول نے (جس میں کئی صحابہ کرام بھی شامل تھے) عثمان سے اس شریر کی برطرفی کا مطالبہ کیا تو کیا اسوقت عثمان نے اس کے خلاف کوئی تادیبی کاروائی کی؟ اسے برطرف کیا؟ اگر نہیں کیا اور یقیناً نہیں کیا تو کیوں؟ کیا یہ بھی صلہ رحمی تھی؟ صلہ رحمی اپنے مال سے کی جاتی ہے نہ کہ خدا اور رسول کے مال سے! کیا یہ صلہ رحمی ہے کہ ایک نااہل کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا جائے، اور ان کے سفید و سیاہ کا اسے مختار کل بنا کر حقوق شرعیہ کا پیسہ اسکے حوالہ کر دیا جائے اگر یہ صلہ رحمی ہے تو پھر معصیت خدا و مصطفےٰ ؐ کیا ہے؟ یہ کہنا کس قدر بے ربط ہے کہ اگر مروان ایسا تھا تو جناب امیرؑ نے باوجود اس کی شرارت کے ظاہر ہو جانیکے جنگ جمل میں اسے کیوں چھوڑ دیا؟ کسی مجرم سے کے جرم سے درگذر کر کے اسے چھوڑ دینا اور ہے اور مفسد و شریر اور

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خداوخلق کے حقوق پامال کرنے والے شخص کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کرنا اور ! پہلا فعل عقلاً و شرعاً مستحسن ہے اور دوسرا قبیح ۔ ولاشک فیہ ! ـــــ اسی طرح مؤلف کا الزاماً یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ حضرت علیؑ نے زیادؓ کو کیوں فارس کا امیر بنایا؟ یہ سنت اللہ ہے کہ جب تک مجرم سے جرم سرزد نہ ہو اس وقت تک اس کا مواخذہ نہیں کیا جا سکتا ۔ اور نہ ہی اسے حسن سلوک سے محروم کیا جا سکتا ہے جس طرح خداوند حکیم نے شیطان کے ساتھ سلوک کیا ۔ زیاد نے جو کچھ زیادتیاں کیں اور محبان اہلبیت پر مظالم ڈھائے یہ سب حضرت امیرؑ کی شہادت کے بعد کیا اور مؤلف کے محبوب القلب معاویہ کے ساتھ مل کر اور اسی کی ایجنٹ پر کیا ۔ اگر اس نے یہ نمک حرامی آنجنابؑ کے دور میں کی ہوتی اور پھر بھی جناب اسے امارت پر برقرار رکھتے تب یہ اعتراض وارد ہوتا ۔ مگر ایسا نہیں ہوا ـــــ باقی رہا عبدالرحمٰن بن ملجم کا معاملہ تو اگرچہ شیعہ خیر البریہ عالم الغیب صرف خداوند عالم کو جانتے ہیں باقی انبیاء و مرسلینؑ ہوں ۔ یا ائمہ طاہرینؑ وہ اسی قدر مغیبات پر اطلاع رکھتے ہیں جس قدر خدا ان کو اطلاع دیتا ہے (عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول) ہاں البتہ بعض اخبار و آثار سے جو کچھ واضح و آشکار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جناب امیرؑ کو باعلام اللہ و الرسول اس شریر کی شرارت کی پیشگی اطلاع ضرور تھی جب ہی تو اس سے بیعت لینے میں اس قدر تردد و تامل فرمایا جس کا اقرار خود مؤلف نے بھی کیا ہے ۔ ورنہ پہلے اس قدر تامل پھر اس قدر تاکید اور بیعت سے عدم انحراف پر اسقدر عہد و پیمان لینے کی کیا ضرورت تھی ؟ باقی رہا اس پر احسانات کرنا اور اس سے بلطف و مدارا پیش آنا تو یہ صرف اتمام حجت کے لئے تھا تاکہ اس شقی ازلی کو اس کافرانہ اقدام کرنے کا کوئی ادنیٰ جواز بھی نہ مل سکے پھر بھی اسے لوگوں کا حاکم تو نہیں بنایا تھا اور نہ ہی کوئی اسلامی عہدہ اس کے سپرد کیا تھا ! یہ ایسے بکھیڑے ہوتے ہیں کہ معمولی سمجھ والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے ۔ نہ معلوم ان لوگوں کی بصیرت کیوں ختم کیوں ہو گئی ہے کہ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا مالھؤلاء القوم لا یفقھون حدیثاً ؟ حالانکہ ؎

اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است ؛

انیسواں طعن

حضرت عثمان کی نعش تین دن بے گور و کفن پڑی رہی اور نماز جنازہ بھی نہ ہوئی ـــــ **جواب** : اوّل تو یہ بات سراسر بہتان و افترا ہے ۔ متعدد رشتہ دار حضرت طلحہ، عمرو بن العاص وغیرہ موجود تھے جنہوں نے قصاص میں جنگہائے عظیم کئے اور نیز صدہا جانثار غلام بھی موجود تھے تو یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ آپکی نعش تین روز بے گور و کفن پڑی رہی ہو ! اگر فرض کرو ایسا ہی ہوا تو اس سے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

آپکی شانِ اقدس میں کیا کمی آسکتی ہے؟ کیا شہدائے کربلا کے ساتھ اشرار نے اس سے بڑھ کر سلوک نہیں کیا۔ ایسے اعتراضات کرتے وقت شیعوں کو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ اس سے ہم پر تو زد نہیں پڑتی ـــــ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی نعش مبارک بڑی عزت و احترام سے جنت البقیع میں دفن کی گئی ـــــ اس امر کی تصدیق تفسیر جامع عباسی باب دوم میں درج ہے۔ عثمان غنی برگزیدہ خلیفہ رسول تھے! جن کو دوسری دامادی رسول مقبول کا فخر حاصل تھا ـــــ آپ کے عہد خلافت میں ـــــ اسلامی مقبوضات میں وسعت ہوئی۔ پس آپ کی شہادت پر ترقی اسلام کا خاتمہ ہوگیا ـــــ عہد امارت جناب امیرؑ میں صرف خانہ جنگیاں ہوتی رہیں ـــــ کسی شاعر نے آپ کی منقبت میں یوں درفشانی کی ہے

ع نبی کی بہن کے تھے عثمان رضؓ بیٹے ہوئی اس سے بڑھ کر نجات غنیؓ کی

سب اسلامیوں سے ہوئی دُور عسرت ہوئی نفع بخش ایسی دولت غنیؓ کی

ہوئی فوت اک دوسری دے دی بیٹی یہ دل میں نبی کے تھی وقعت غنیؓ کی

نبی نے سفارت پہ مکے کو بھیجا تو لی ہاتھ اپنے سے بیعت غنیؓ کی

علیؑ ان کے ہم زُلف زہراؑ تھی سالی یہ سبطینؑ سے تھی قرابت غنیؓ کی

ہے اوراقِ تاریخ میں ثبت اب تک
شجاعت علیؑ کی سخاوت غنیؓ کی (آفتاب)

الجواب یہ حقیقت ناقابل انکار تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ جناب عثمان کی نعش قتل کے بعد تین دن تک بے گور وکفن پڑی رہی اور بالآخر تیسرے دن بڑی افراتفری کے عالم میں بمقام "حش کوکب" (جہاں لوگ بول وبراز کرتے تھے اور یہودیوں کا قبرستان تھا) لالٹینوں رات دفع کی گئی اور پھر معاویہ نے اپنے دورِ حکومت میں جنت البقیع کی دیوار کو ٹیڑھا کرکے اس مقام کو جنت البقیع میں داخل کرایا (آج تک دیوار کی کجی معاویہ کی اس کارستانی کی شاہد ناطق ہے) ان حقائق کے مختصر حوالہ جات یہ ہیں (۱) حیوٰۃ الحیوان (سیری ج ۱ صـ ۵۱ طبع مصر میں لکھا ہے واقام ثلاثۃ ایام لم یدفن ولم یصل علیہ یعنی عثمان کی نعش تین دن تک بے گور وکفن اور بلا نماز پڑی رہی" ـــــ

(۲) سیرتِ حلبیہ ج ۲ صـ ۸۱ طبع مصر میں مزید برآں لکھا ہے۔ القی علی المزبلۃ ثلاثۃ ایام" یعنی عثمان کی نعش تین دن تک مزبلہ (اردو ڈی) پر پڑی رہی" (۳) خواجہ حسن نظامی نے اپنے رسالہ محرم نامہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صہ ۴۱ پر لکھا ہے "دل لرزنے کی بات ہے امیر المومنین (عثمان) جانشین رسول کا جنازہ تین دن بے گور و کفن پڑا رہا ——— عبرت کا مقام ہے جو خلیفہ دنیا کے بڑے حصے کا مالک ہو اس کی میت کے ساتھ چار آدمی سے زیادہ نہ تھے اور اس پر بلوائیوں کا یہ حال تھا کہ پتھر مار رہے تھے اور بیچارے جنازہ اٹھانے والے بھاگم بھاگ جا رہے تھے۔ جب حضرت عثمان کو آخر مجبور ہو کر یہودیوں کے قبرستان میں جو جنت البقیع کے برابر تھا اس حامیٔ اسلام اور مسلمان خلیفہ کو دفن کیا گیا۔" (۴) کتاب الامامۃ والسیاسۃ صہ ۴۲ طبع مصر میں لکھا ہے کہ عثمان کو بمقام حش کوکب دفن کیا گیا۔ (۵) انوار اللغہ ۲۲ صہ ۹۹ پر لکھا ہے "حش کوکب بقیع سے باہر ایک مقام ہے۔ جس میں یہود اپنے میتوں کو دفن کیا کرتے تھے اور معاویہ نے اپنے زمانہ میں اس مقام کو بقیع میں داخل کر لیا اور لوگوں کو حکم دیا اس قبر (عثمان) کی نواح میں مسلمانوں کی قبریں بنائیں۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا اور وہ مقام مقابر مسلمین سے متصل ہو گیا" ———

اب اہل انصاف بتائیں کہ یہ بات بہتان سے یا بالکل حقیقت؟ مؤلف نے اس حقیقت کو جھٹلانے کیلئے جس بات کا سہارا لیا ہے وہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ اگر عثمان کے طلحہ اور عمرو بن العاص جیسے مقتدر رشتہ دار اور صدہا غلام جانثار موجود تھے تو عثمان قتل ہی کیوں ہوئے؟ اور اگر یہ حقیقت ہے کہ حالات اس قدر بے قابو ہو چکے تھے کہ یہ لوگ قتل عثمان کے معاملہ میں بے بس تھے تو دفن و کفن کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہ تھا!

——— پھر مؤلف نے اپنے خلیفہ کی اس بے عزتی کے وزن کو ہلکا کرنے کے لئے شہدائے کربلا کی مظلومیت اور انکی بے کفنی و بے دفنی کا تذکرہ کیا ہے مگر یہاں جو نمایاں فرق تھا وہ اسے نظر انداز کر گئے یعنی وہ یہ بھول گئے ہیں کہ کربلا میں حضرت سید الشہداؑ اور ان کے اعزا و انصار روحی و ارواح العالمین بہم الفداء کے ساتھ یہ سلوک کرنے والے کوفہ کے وہ درندہ صفت انسان نما تھے۔ جن میں نہ کوئی صحابی تھا اور نہ کوئی تابعی مگر عثمان کو قتل کرنے والے اور تین دن تک بے گور و کفن رکھنے والے باوجود کرام تھے یا تابعین عظام۔ الغرض یہ اور ان اسلامی کے اصول کے مطابق قاتل بھی رضی اللہ عنہ اور مقتول بھی رضی اللہ عنہ ظالم بھی رضی اللہ اور مظلوم بھی رضی اللہ۔ یہ عجب انداز محبت ہے ظالم سے بھی یارانہ مظلوم سے بھی یارانہ بہر حال ؎

سماع وعظ کجا نغمہ رباب کجا
بہیں تفاوت رہ کجا است تا بکجا؟

مؤلف نے عثمان کی دامادی اور حدود مملکت کو وسیع کرنے وغیرہ کے جن غیر متعلق امور

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کا یہاں تذکرہ کیا ہے۔ ان کے دندان شکن جواب اس سے قبل کئی مقامات پر بالخصوص فضائل عثمان کے عنوان کے ذیل میں دیئے جا چکے ہیں۔ وہاں رجوع کیا جائے۔ فلا نطیل الکلام بالتکرار۔ ہاں البتہ نظم کا جواب نظم میں حاضر ہے اسے پڑھیئے اور سر دھنیئے۔

حضرت عثمان کا تعارف

تھی مشہور عالم شرافت غنی کی — نرالی تھی سب سے نجابت غنی کی
تھے عثمان حضرت امیہ کے پوتے — تھی اموی نژادوں سے نسبت غنی کی
تھے مروانیوں کے وہ ہم نسل بھائی — جگر خوارہ سے تھی قرابت غنی کی
غنی کے اقارب تھے بیری نبیؐ کے — ہو کیا اس سے بڑھ کر فضیلت غنی کی
طریدِ رسالت سے محکم تھا رشتہ — ہوئی جس ذریعے اہانت غنی ـــ کی
نہ حیدرؑ سے قربت نہ زہراؑ سے الفت — یہ دشمن کی جھوٹی ہے مدحت غنی کی
ہوئی بُجند مروان کی دُور عسرت — بڑے کام آئی سخاوت غنی کی

جناب غنی تھے سخاوت کے پیکر — ملی رشتہ داروں کو دولت غنی کی
نبیؐ کے صحابہ رہے دیکھتے ہی — ہوئی ان کے غیروں پہ شفقت غنی کی
بہر حال ہے یہ مقامِ تعجب — صحابہ کے ہاتھوں شہادت غنی کی

ہے اتنا تو افسوس منظورؔ کو بھی!
گئی حشؔ کوکب میں میّت غنی کی

(سید منظور بخاری)

★

نوٹ:۔ یہاں تک مؤلف کے بیان کردہ مطاعن اور ان کے جوابات تو مکمل ہو گئے مگر حسب سابق۔ ہم بڑے اختصار کے ساتھ یہاں عثمان کے چند مزید مطاعن کا تذکرہ کرتے ہیں۔

طعن ۲۰ جناب ابوذرؓ جیسے پاکباز صحابی کو ربذہ جیسے مقام کی طرف شہر بدر کیا (الخصائص الکبریٰ ج ۲ صہ ۱۲۰ بخاری مع فتح الباری ج ۶ صہ ۱۴/۱۵ طبع دہلی اور کذا فی تیسیر الباری پ ۶ صہ ۲۲ حاشیہ ۵ و صہ ۱۳ حاشیہ ۲)

طعن ۲۱ جناب عمار بن یاسرؓ جیسے مخلص مؤمن اور سچے صحابی رسولؐ کو اسقدر پیٹا کہ ان کو فتق کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ (تاریخ مروج الذہب بر حاشیہ کامل ج ۵ صہ ۱۵۹ وغیرہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

طعن ۲۲ مروان بن الحکم کو افریقہ کا تمام خمس بخش دیا (تاریخ خمیس ص ۲۷۱ وغیرہ)

(طعن ۲۳) ولید بن عقبہ جیسے شرابی کو کوفہ کا گورنر بنایا۔ جس نے صبح کی چار رکعت نماز پڑھائی اور شراب کی قے کی (مروج المذہب ج ۲ ص ۲۴ طبع جدید مصر وغیرہ۔

طعن ۲۴ مروان کو فدک ہبہ کر دیا حالانکہ اسی کی خاطر پہلے خلیفہ نے صدیقہ کبریٰ بی بی عالم کی ناراضی مول لی تھی (روضۃ المناظر" لابن شحنہ بر حاشیہ مروج الذہب ج ۱ ص ۲۰۹ وغیرہ) جو بقول اہلسنت امت کے تمام غرباء و مساکین کا مال تھا اور بقول شیعہ خاتون قیامت اور ان کے بعد انکی اولاد امجاد کا حق تھا۔

طعن ۲۵ انہی مذکورہ بالا حقائق کی بنا پر جناب عائشہ صاحبہ کہا کرتی تھیں۔ اقتلوا نعثلاً فقد فجر نعثل (عثمان) کو قتل کرو کہ یہ فاجر ہو گیا ہے" الامامۃ والسیاستہ ص ۴۸ و نہایۃ ابن اثیر باب النون مع العین۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کا یہ کردار ہو اور یہ روش و رفتار ہو وہ اور تو سب کچھ ہو سکتا۔ مگر رسول کردگار کی مسند کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا۔

اصحاب ثلاثہ کے نام پر فرزندان علی کے نام

کتب معتبرہ تواریخ فریقین سے ثابت ہے کہ جناب امیرؑ نے اپنے ایک صاحبزادہ کا نام ابوبکر ــــ ایک ــــ کا نام عمر رکھا ــــ ایک کا نام عثمان رکھا ــــ ایک صاحبزادی کا نام ام المومنین ــــ کے نام پر میمونہ رکھا دوسری دو صاحبزادیوں کا نام رقیہ و ام کلثوم رکھا جو رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کے نام تھے ــــ ایسا ہی امام حسنؑ نے ایک صاحبزادہ کا نام ابوبکر ــــ ایک کا نام عمر رکھا ــــ امام زین العابدینؑ نے بھی اپنے ایک فرزند کا نام عمر رکھا اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے بھی اپنے ایک صاحبزادے کا نام ابوبکر رکھا۔ حضرت امام رضاؑ نے اپنی دختر کا نام عائشہ رکھا اور حضرت علی نقیؑ نے اپنی نورچشمی کا یہی نام رکھا۔ اب شیعہ حضرات سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر جناب امیرؑ علیہ الرضوان اور ان کے فرزندان گرامی کو حضرات ثلاثہ اور ازواج مطہرات سے محبت و پیار نہ تھا تو اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے؟ ــــ کوئی شخص دشمن کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہیں رکھے گا ــــ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ـــــ یہ ایک ایسی زبردست دلیل ہمارے ہاتھ میں فضیلت ـــــ اصحاب ثلاثہ ثابت کرنے کے لئے ہے جس کا کوئی جواب شیعہ سے قیامت تک نہیں ہو سکتا۔

لطیفہ (یہاں مؤلف نے یہ لطیفہ یا بالفاظ مناسب یہ کثیفہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک جہلمی شیعہ دوست سے یہی سوال کیا تو اس نے جواباً کہا کہ تاکہ بیٹوں کا نام لے کر ثلاثہ کو دل کھول کر گالیاں دے سکیں۔ اس پر مؤلف نے کہا تو پھر آپ یزید و شمر نام رکھیں۔ تاکہ ان کو بھی گالیاں دے سکیں۔ جس پر وہ دوست خاموش ہو گیا)

شیعہ سے چند سوالات ہم شیعہ سے چند سوالات کرتے ہیں امید ہے کہ کوئی صاحب جواب باصواب سے مطلع کریں گے اور اگر جواب نہ دے سکیں اور ہرگز نہیں دے سکتے تو خدارا راہ راست پر آجائیں۔ (۱) پہلا سوال یہی ہے کہ اگر اصحاب ثلاثہ ـــــ منافق و کافر تھے ـــــ تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہلبیتؑ نے اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے؟ (۲) اگر نعوذ باللہ وہ کافر و منافق تھے تو رسول نے اپنی بیٹیوں کے ناطے ان کو کیوں دے اور ان کی بیٹیاں اپنی زوجیت میں کیوں لیں؟ ـــ (۳) اگر ـــ وہ کافر و منافق تھے تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثوم کیوں حضرت عمر کو نکاح دی ـــ (۴) اگر وہ کافر و منافق تھے تو جناب رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت امیرؓ نے ان سے لڑائی کیوں نہ کی حالانکہ قرآن کا حکم ہے یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین۔ (۵) جب بقول شیعہ اصحاب ثلاثہ نے جناب امیرؓ سے خلافت چھین لی۔ فدک دبا لیا ـــ جناب امیرؓ نے کیوں تلوار نہ اٹھائی؟ اگر کہو کہ صبر کیا تو پھر ـــ امیر معاویہ سے کیوں جنگ کی ـــ حضرت امام حسینؓ نے کیوں یزید سے لڑ کر اپنی اور معصوم بچوں کی جانیں قربان کیں؟ (۶) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا (منافق لوگ نبی کی ہمسائگت میں زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہر سکیں گے۔ حالانکہ اصحاب ثلاثہ زندگی میں ہمیشہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مصاحب خاص رہے اور بعد وفات ان کو ـــ مجاورت ـــ حاصل ہے ـــ (۷) قرآن میں ہے لا تتخذوا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

عدوی وعدو کم اولیاء (میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ) تو جب بقول شیعہ اصحاب ثلاثہ جناب رسول اور جناب امیرؑ کے دشمن تھے تو کیوں رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوست بنائے رکھا؟ اگر کہو بے بس تھے تو جبر کیوں نہ کی؟ (۸) قرآن میں ہے انا لننصر رسلنا والذین آمنوا (ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کو نصرت بخشا کرتے ہیں) اگر اصحاب ثلاثہ مؤمن نہ تھے تو کیوں نصرت الٰہی ان کے شامل حال رہی؟ (۹) اگر خلافت اصحاب ثلاثہ کا حق نہ تھی تو حضرت شہر بانو جو غنیمت میں مقید ہو کر آئی تھی اور حضرت عمرؓ نے امام حسینؑ کو دے دیں آپ نے کیوں قبول کیں (۱۰) جب متعہ اتنا بڑا ثواب کا کام ہے کہ تو ائمہ اہلبیتؑ کیوں اس ثواب سے محروم رہے۔ کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ کسی امام نے متعہ نہیں کیا (۱۱) کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ علی المرتضےٰ کے تین فرزند جن کا نام ابوبکر، عمر، عثمان تھا وہ بھی امام حسین کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے مرثیوں میں ان کا نام کیوں ذکر نہیں کیا گیا (۱۲) کتب شیعہ میں تصریح موجود ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے قرآن جمع کر کے اصحاب کو دکھلایا تھا انہوں نے قبول نہ کیا۔ تو آپ نے کہا اب تم لوگ اس قرآن کو تا قیامت نہ دیکھو گے۔ وہ قرآن اس وقت کہاں ہے؟ اگر امام غائبؑ نے اس کو چھپا رکھا ہے تو کیا وہ کتاب خدا چھپا رکھنے کے مجرم نہیں ہیں؟ کافی کلینی میں تصریح ہے کہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوت ہوتے ہی تمام اصحاب سوائے تین چار کے اسلام سے پھر گئے۔ پھر بعثت رسول اور نزول قرآن سے فائدہ کیا ہوا؟ اور پھر سوال یہ ہے کہ جناب امیر انہی تین چار بزرگوں کے اجماع سے خلیفہ ہوئے کیا کوئی شیعہ بزرگ ان سوالات کا کوئی معقول جواب دیں گے؟ ہمیں تو امید نہیں ہے (آفتاب، ص ۲۸۷)

الجواب مؤلف صاحب اصحاب ثلاثہ کی محبت میں کچھ اس طرح گرفتار ہیں۔ (حشرہ اللہ معہم یوم القیامۃ) کہ بزعم خویش انکی کوئی فرضی فضیلت ثابت کرنے یا ائمہ اہلبیتؑ کے ساتھ ان کے خوشگوار تعلقات ظاہر کرنے کی خاطر وہ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور باتوں کا سہارا لینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور اس بات کا تو گویا انہوں نے اجارہ لے لیا ہے کہ وہ اپنی کتاب میں ان تمام امور کا تذکرہ کریں گے۔ جو ان کے پیشرو اہل حق کے خلاف کر گئے ہیں۔ ان کی بلا سے کہ وہ بیسیوں مرتبہ کے مردودہ اور مدتوں کے فرسودہ ہیں — جس سے سمجھدار قارئین کرام ان کے متعلق کوئی اچھا تاثر نہیں لے سکتے بلکہ وہ انکی علمی بے مائگی اور فضل و کمال سے تہی دامنی کا یقین کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

مثلاً اسی ناموں والے مسئلہ ہی کو لے لیں اس پر انہوں نے حضرات ائمہ اہلبیتؑ اور اصحاب ثلاثہ کے باہمی تعلقات کے خوشگوار ہونے کی دلیل [illegible]

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کوئی پر خاص نہیں ہے اسم تو اپنے مسمّٰی کی صرف ایک شناختی علامت ہے جو کچھ خوبی یا خامی ہوتی ہے وہ مسمّٰی میں ہوتی ہے نہ اسم میں۔

؎ الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا — غواص کو موتی کی طلب ہے کہ صدف کی؟

تنگ نظر ملاؤں کو (جو اپنے مخالف کا نام لینا یا سننا گوارا نہیں کر سکتے۔) ہادیانِ خلائق کا اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

ب۔ اگر مؤلف کا یہ نظریہ علی الاطلاق درست تسلیم کر لیا جائے کہ فوت شدگان سے جو بزرگ واجب الاحترام اور ذی شرافت سمجھا جاتا ہے اس کا نام تبرکاً اولاد کا رکھا جاتا ہے" تو مؤلف کے ہم مذہب کئی اکابر و اصاغر کے نام عبدالرحمٰن اور یزید ہیں۔ (کتب سیال میں فہرست دیکھی جا سکتی ہے) تو کیا پھر ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے۔ کہ اہلسنت کو جناب امیرؑ اور جناب امام حسینؑ کے قاتلوں سے محبت ہے اور یہ ان کو واجب الاحترام بزرگ سمجھتے ہیں جب ہی تو ان کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھتے ہیں۔ لیکن اگر قاتلان ائمہؑ کے نام پر نام رکھنے سے اہل سنت کے تعلقات ان ملعونوں سے خوشگوار ثابت نہیں ہوتے تو پھر اصحاب ثلاثہ کے نام پر اولاد کے نام رکھنے سے آئمہ اور ثلاثہ کے تعلقات بھی خوشگوار ثابت نہیں ہو سکتے۔ جس ائمہ اطہار اور اصحاب ثلاثہ کے باہمی تعلقات کی کیفیت تو متنازعہ فیہ ہے مگر یہ تو مسلم ہے کہ وہ معاویہ اور یزید کو برا سمجھتے تھے حالانکہ ائمہ اطہارؑ کے اصحاب کبار میں بہت سے حضرات کے نام معاویہ اور یزید ہیں (ثبوت کے لئے تمام کتب رجال دیکھی جا سکتی ہیں) کیا کوئی عقل کا اندھا یہ باور کر سکتا ہے کہ ان حضرات کے والدین نے ان کے نام اس لئے رکھے تھے کہ ان کو معاویہ اور یزید سے محبت تھی۔ اور وہ ان کے واجب الاحترام بزرگ تھے۔ ؟ حاشا و کلا (د) اگر یہ قاعدہ بالفرض تسلیم ہی کر لیا جائے کہ کسی کے نام پر نام رکھنے سے باہمی محبت ظاہر ہوتی ہے تو اس کی کیا دلیل ہے کہ حضرت امیرؑ یا دوسرے ائمہ اطہارؑ نے اصحاب ثلاثہ کو ہی پیش نظر رکھ کر اپنی اولاد کے یہ نام نہیں رکھے ہیں۔ کیا ثلاثہ کے علاوہ ان اسماء کا کوئی اور اچھا مسمّٰی نہ تھا؟ ایک ابوبکر وہ ہے جس نے جناب امیرؑ کی خلافت غصب کی تو دوسرا وہ ابوبکر ہے جس نے ان کو اس حرکت پر سرِ عام لوٹا تھا (ملاحظہ ہو کتاب الیقین بحوالہ مناقب ابن جریر ص ۱۰۸) جناب امیرؑ کے جد اعلیٰ جناب ہاشم کا اسم گرامی عمرو ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب باصفا کا نام بھی عمر ہے۔ جیسے عمر بن سلمہ اور عمر بن مالک وغیرہم۔ نیز عثمان نام کے کئی اچھے بزرگ موجود تھے جیسے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی عثمان بن مظعونؓ اور دوسرے جناب امیرؑ کے عظیم صحابی عثمان بن حنیف۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ ائمہؑ نے ان حضرات کے جذبۂ محبت سے سرشار ہو کر اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر رکھے ہوں لہٰذا جب تک ثلاثہ کو مانتے رکھ کر ان کے نام پر نام رکھنا ثابت نہ کیا جا سکے (جو کہ قیامت تک اہلسنت ثابت نہیں کر سکتے) اس وقت تک ائمہ اہلبیتؑ اور ثلاثہ کے خوشگوار تعلقات ثابت کرنے کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا! الحمدللہ ان حقائق کی روشنی میں بزم خویش مؤلف کی دربدر دست و دلیل کا تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہونا واضح ہو گیا۔ اب آئیے ذیل میں مؤلف کے بیان کردہ بارہ عدد سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں جن کو انہوں نے بلا ربط و ارتباط یہاں بطور بھرتی جمع کر دیا ہے اور پھر اس خوش فہمی میں مبتلا بھی ہیں کہ کوئی شیعہ ان کا جواب نہیں دے سکتا۔ یا للعجب!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

؎ خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد؟

مؤلف کے پیش کردہ بارہ سوالات کے تحقیقی جوابات

(۱) پہلے سوال کا تحقیقی جواب باصواب ابھی اوپر واضح کر دیا گیا ہے۔

(۲) دوسرے سوال کا تحقیقی جواب قبل ازیں بذیل مناقبِ عثمان "مسئلۂ نبات رسولؐ" کے ضمن میں دیا جا چکا ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۳) اس سوال کا صحیح اور مکمل جواب بذیل "فضائل عمر" دیا جا چکا ہے اور دلائل قاطعہ سے اس ازدواج کا ایک افسانہ ہونا ثابت کیا جا چکا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

(۴) اصحاب ثلاثہ کو چھوڑیئے اتنا تو سب مانتے ہیں کہ مدینہ میں منافق موجود تھے (ومن اہل المدینۃ مردوا علی النفاق) کفار سے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بار جہاد فرمایا۔ کیا کسی تاریخ سے منافقین سے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جہاد کرنے کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے! تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کرنے کی نوعیت جُدا جُدا ہے! کفار سے "جہاد بالسیف" (تلوار سے جنگ) کا حکم تھا اور منافقین سے "جہاد باللسان" (زبان سے جنگ) کا۔ جیسا کہ تمام مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے (ملاحظہ ہو تفسیر در منثور ج ۳ ص ۲۵۸) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیرؑ برابر ان لوگوں سے یہ جہاد فرماتے رہے۔ اگر منافقین سے بھی جہاد بالسیف فرماتے جو بظاہر اصحاب میں شامل تھے تو اشاعت اسلام کا سلسلہ رُک جاتا اور یتحدث الناس ان محمداً یقتل اصحابہ لوگ یہ باتیں بناتے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں (بخاری مع فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۸)

(۵) اس سوال کا تحقیقی جواب باصواب کئی بار قبل ازیں مختلف مقامات پر دیا جا چکا ہے۔ فہرست مطالب دیکھ کر قارئین کرام ان مقامات کا مطالعہ فرمائیں۔ معاویہ کے ساتھ جنگ کی نوعیت اور تھی جناب امیرؑ کی خلافت قرآن وسنت کی روشنی میں تو پہلے ہی ثابت تھی ـــــ اب حسبِ ظاہر بھی سارا عالم اسلام آپکی بیعتِ خلافت پر اتفاق کر چکا تھا مگر معاویہ نے بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ تو باغی کی سرکوبی کرنا اسلامی حکومت کے سربراہ کا فرضِ منصبی ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ قاتلوا التی تبغی حتی یفیئ الی امر اللہ" باغی سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک حکم خدا (اقرارِ حق یا صلح) کی طرف نہ لوٹ آئے باقی رہے حضرت سید شہداؑ تو ان کا معاملہ اپنے بھائی اور والد ماجد سے قطعاً مختلف تھا۔ ان حضرات کا جن

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سے سابقہ پڑا تھا وہ باطل جیسا کچھ بھی تھے مگر بظاہر اسلام کا نام لیتے تھے اور اسکے اکثر ظواہر پر عمل درآمد بھی کرتے تھے۔ مگر امام حسینؑ کا جس نابکار سے واسطہ پڑا تھا۔ اس نے اسلام کا جوا بالکل گردن سے اتار دیا تھا۔ اس لئے ان کو تحفظ اسلام کی خاطر یہ عظیم قربانی پیش کرنا پڑی جو واقعہ ہائلہ کربلا کے نام سے مشہور ہے۔ مقصد تمام حضرات کا ایک تھا۔ البتہ اس کے حصول کے طریقے مختلف تھے اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ ایک ہی مقصد کے حاصل کرنے کے طریقے حالات و ظروف کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں ـــــ کما لایخفیٰ اس سے زیادہ تفصیلی جوابات دیکھنے کیلئے ہماری کتاب سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین اور اثبات الامامت کی طرف رجوع کیا جائے ـــــ ولنعم ماقیل۔

چاہا جب خدا نے یہ بتائے دنیا والوں کو ۔۔۔ کہاں پر صلح ہوتی ہے کہاں پر جنگ ہوتی ہے
تو بھیجے اپنی رحمت سے نبیؐ کے لاڈلے دونوں ۔۔۔ یہ سمجھائیں جس پر آج دنیا دنگ ہوتی ہے
یہ آئے اور مسلم کو عمل کر کے یہ بتلایا ۔۔۔ یہاں پر صلح ہوتی ہے یہاں جنگ ہوتی ہے

(۶) پوری آیت پڑھنے سے اس سوال کا جواب باصواب معلوم ہوجاتا ہے جو اس طرح ہے لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لایجاورونک الا قلیلاً ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلاً (پ۲۲ س احزاب ع ۵) منافق اور وہ لوگ جن کی نیتیں بد ہیں اور جو لوگ مدینے میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں پھیلایا کرتے ہیں اگر (اپنی حرکات سے) باز نہ آئیں گے تو (اے پیغمبرؐ) ہم تم (ہی) کو (ایک نہ ایک دن) ان پر اکسا دیں گے پھر (یہ لوگ) مدینے میں تمہارے پڑوس میں ٹھہرتے پائیں گے نہیں مگر چند روز (عارضی طور پر) ان کا یہ حال ہوگا کہ ہر طرف پھٹکارے ہوئے جہاں ملے پکڑا اور مار کے ٹکڑے اڑا دیئے" (ترجمہ مولانا نذیر احمد دہلوی) ـــــ مولانا موصوف اسی آیت کے حاشیہ ۲ میں تحریر فرماتے ہیں "جھوٹی افواہیں پھیلانے کی نسبت مفسرین نے لکھا ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جب مسلمانوں کا کوئی لشکر یا فوج کا دستہ جہاد کے لئے جاتا تو کچھ لوگ مدینے میں بڑی افواہیں پھیلاتے پھرتے کہ مسلمان ہارے اور مارے گئے اور بھاگے ان افواہوں کی وجہ سے مجاہدین کے عزیزوں اور رشتہ داروں میں تشویش ہوتی تھی اور یہ آیت ان ہی افواہ پھیلانے والوں کے حق میں نازل ہوئی۔ (ص ۵۵۶ طبع دہلی) اس ترجمہ اور تفسیر کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہ حقیقت بالکل عیاں ہوجاتی ہے کہ یہ آیت صرف ان منافقوں اور افواہیں پھیلانے والوں کے متعلق بطور تہدید نازل ہوئی ہے کہ اگر وہ اپنی ان ناشائستہ حرکات سے باز نہ آئے تو ہم ایسا ویسا کریں گے لیکن جب وہ لوگ اس دھمکی کے باوجود ہر ان حرکات سے باز آگئے تو بموجب اذا فات الشرط فات المشروط وہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سرزنش اور سزا بھی موقوف کر دی گئی جو اس آیت میں بیان کی گئی تھی۔ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ علی الاطلاق چند دنوں کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں منافق ختم ہو گئے تھے نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ منافق آپ کے بعد بدستور موجود اور پہلے سے بدتر حالت میں موجود تھے چنانچہ بخاری ج ۲ ص ۱۲۱ طبع مصر میں بروایت حذیفہ یمانی مروی ہے۔ فرمایا ان المنافقین الیوم شر منھم علی عھد رسول اللہ کانوا یومئذ یسرون والیوم یجھرون۔ آج کل (وفات پیغمبر کے بعد) منافقوں کی حالت عہد نبوی والی حالت سے بدتر ہے۔ کیونکہ وہ آج کل کھلم کھلا کاروائیاں کر رہے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں چھپ کر ریشہ دوانیاں کرتے تھے۔" اور شبلی نعمانی نے تو یہ لکھ کر رہی سہی کسر بھی نکال دی ہے کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس وقت وفات پائی۔ مدینہ منافقوں سے بھرا پڑا تھا جو مدت سے اس بات کے منتظر تھے کہ رسول کا سایہ اٹھ جائے تو اسلام کو پامال کر دیں۔" (الفاروق ج ۱ ص ۵۳ طبع لاہور)

(۷) کتاب کی ابتدا میں جہاں مؤلف نے آیات قرآنیہ سے فضائل ثلاثہ پر استدلال کیا ہے۔ وہاں آیت مبارکہ لا تجد قوما یؤمنون باللہ ورسولہ یوادون من حاد اللہ۔ کے ذیل میں اس سوال کا مکمل جواب دیا جا چکا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

(۸) اگر اس نصرت سے ظاہری فتح و فیروزی مراد لی جائے تو یہ ان دوسری آیات کے خلاف ہے جن سے انبیاء و مرسلین اور کامل الایمان مومنین کا مظلومیت کے عالم میں شہید ہونا مذکور ہے۔ جیسے۔ تقتلون فریقا وتأسرون فریقا ——— یقتلون انبیاء اللہ بغیر حق ——— لہٰذا اس طرح ان بندگاروں کو نبیوں اور مؤمنوں کی فہرست سے خارج کرنا پڑے گا (معاذ اللہ) اور بڑے فاتحین جیسے سکندر اعظم، بخت نصر، نپولین وغیرہ کو مؤمن کامل تسلیم کرنا پڑے گا جنہوں نے مؤلف کے خلفاء سے کہیں بڑھ کر ممالک فتح کئے اور ظاہری نصرت الٰہی ان کے شامل حال رہی۔ ہم کئی بار اس حقیقت کا اظہار کر چکے ہیں کہ ظاہری فتوحات کسی شخص کے ایمان کی دلیل نہیں بن سکتیں کیونکہ ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔

(۹) اس سوال کا مفصل و مکمل جواب "فضائل عمر" کے جوابات کے ضمن میں دیا جا چکا ہے۔ جہاں مؤلف نے یہ استدلال پیش کیا تھا۔ اس جگہ رجوع کیا جائے۔

(۱۰) یہ کہنا کہ "کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ کسی امام نے متعہ نہیں" یہ مؤلف کی کتب شیعہ سے ناواقفی کی بین دلیل ہے ورنہ کتب شیعہ سے ائمہ طاہرین کا اس سنت نبویہ پر عمل کرنا مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو انوار نعمانیہ (یہ بالخصوص قابل دید ہے) اور وسائل الشیعہ وغیرہ۔ اور ہم سابقہ ابواب میں ناقابل انکار دلیلوں سے اسلام میں متعہ کا جواز اور اس کا شرعی نکاح ہونا ثابت کر آئے ہیں تو بعد ازیں اگر ائمہ اہلبیتؑ نے اس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پر عمل کیا ہے تو اس میں قباحت کیا ہے ؟؟

الیضاح مؤلف کے لائق فرزند نے اس مقام پر ہم سے سادات عظام (یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام) کا متعہ نامہ طلب کیا ہے جس میں ان عورتوں کے نام درج ہوں جن سے انہوں نے متعہ کیا اور پھر اس اولاد کے نام بھی درج ہوں جو اس کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ـــــ تو جواباً عرض ہے کہ پہلے موصوف اپنے بارہ خلفاء کا "نکاح نامہ" پیش کریں اور "کنیز نامہ" بھی اور "اولاد نامہ" بھی یعنی اپنے خلفاء کی تمام منکوحہ بیویوں اور مملوکہ (لونڈیوں) کے نام اور پھر ان سے پیدا ہونے والی تمام اولاد کے نام ہمیں بتائیں پھر ہم بھی سادات کا متعہ نامہ پیش کر دینگے ؟ ـــــ نیز یہ بودا ایراد بھی کیا ہے کہ جب نکاح کے اتنے فضائل نہیں تو متعہ کے کیوں ہیں ؟ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ آپ کے خلیفۂ دوم نے اس سنت نبویہ کو بند کر دیا تھا۔ اس لئے حقیقی جانشینانِ رسول نے اس مردہ سنت کو زندہ کرنے کے لئے اسکے زیادہ فضائل بیان فرمائے ہیں۔

ـــ متعہ کرنے سے حسنینؑ کا درجہ حاصل ہونے والے ثواب پر وارد شدہ ایراد کے جواب میں ہم نے آیت کریمہ "اولئک الذین انعم اللہ علیھم" پیش کر کے جو جواب دیا تھا اس کے جواب الجواب میں قاضی نے جس ژولیدہ خیالی کا اظہار کیا ہے۔ اور ہمارے بیان کردہ مفہوم کو امام صادقؑ کے بیان کردہ مطلب سے جس طرح متضاد قرار دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ وہ ان کی شکست خوردہ ذہنیت اور پریشان خیالی کا شاہکار ہے ـــ فلیراجع

(۱۱) یہ سوال بھی مذہب شیعہ خیر البریہ کی کتب تاریخ بالخصوص واقعہ کربلا پر لکھی جانے والی کتب سے ناواقفیت کی کھلی ہوئی دلیل ہے ورنہ ان کتابوں کے ناظرین پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ ہر وہ کتاب جس میں شہداء کربلا کا مقدس تذکرہ ہے اس میں ان نام بردہ حضرات کی شہادتوں کا تذکرہ بھی موجود ہے بلکہ اس موضوع پر چند کتب بالخصوص موجود ہیں جیسے ابصار العین، نجاۃ الدارین، فرسان الھیجا، شہداء کربلا اور اصحاب الیمین اس راقم آثم کی کتاب سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین میں بھی ان حضرات کی مقدس شہادتوں کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے ہمیشہ شیعہ علماء و مؤرخین نے نظم و نثر میں دوسرے شہداء کے ساتھ ان کا بھی تذکرہ کیا ہے ؏

شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

(۱۲) اس سوال کا تحقیقی جواب کتاب کی ابتداء میں تحریف قرآن والی بحث میں دیا جا چکا ہے۔ اس قرآن مجید (جو جناب امیرؑ نے مرتب کیا تھا) کے اخفاء اور تاخیر ظہور کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہے۔ جنہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور وہ مؤلف کے پھپھیرے غلفار تھے۔ اگر مجرم ہیں تو وہی نہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ۔

مؤلف نے آخر میں جو سوال اٹھایا ہے۔ اس کا الزامی اور حلی جواب باصواب بھی قبل ازیں وہاں پیش کیا جا چکا ہے جہاں مؤلف نے "ارتداد صحابہ" کی بحث کی ہے نہ معلوم ان سوالات کا بار بار تکرار کرنے سے مؤلف کا مقصد کیا ہے۔ یہاں صرف اسقدر عرض کر دینا کافی ہے کہ اگر انوار نبوت اور فیوض رسالت سے صرف چند نفوس زاکیہ نے ہی صحیح استفادہ کیا اور باقی محروم رہے تو اس میں رسول کا کوئی قصور نہیں ہے۔ کیونکہ ع

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے

؎ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ÷ در زار لالہ روید و در شور بوم و خس

وقلیل من عبادی الشکور۔

علماء اہلسنت سے چند سوالات

بعونہ تعالیٰ جب ہم نے مؤلف کے تمام پیش کردہ سوالات کے تحقیقی جوابات پیش کر دیے ہیں۔ جن پر ان کو اس قدر ناز تھا کہ بار بار یہ کہتے تھے "کوئی شیعہ ان کا جواب نہیں دے سکتا" تو اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی ان کے ابناء مذہب سے چند سوالات کر کے ان کے جوابات کا ان سے مطالبہ کریں۔ کیا علماء اہلسنت ان سوالات کے تحقیقی جوابات دینے کی زحمت گوارا کریں گے؟ اور گر ان سوالات کا کوئی معقول جواب نہ دے سکیں (جس کی آفتاب قیامت کے طلوع ہونے تک امید نہیں ہے ویسے رطب دیابس جمع کر کے چھاپ دینا اور بات ہے) تو کیا ہم ان سے توقع رکھیں کہ وہ کشتی نجات اہلبیت نبوت پر سوار ہو کر سعادت دارین حاصل کریں گے؟

پہلا سوال

جب کتب حدیث اہلسنت سے ثابت ہے کہ خدا عرش پہ بیٹھتا ہے اور عرش اس کے بیٹھنے سے اس طرح چرچراتا ہے جیسے تازہ زین سوار کے بیٹھنے سے چرچراتا ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۵۷) اس کے کپڑے ریشم کے ہیں جوتے سونے کے اور اس کے بال گھنگھرالے ہیں (کنز العمال ج ۱ ص ۵۸) وہ اٹھتا ہے بیٹھتا ہے چڑھتا ہے اترتا ہے (انوار اللغۃ پ ۱۴ ص ۱۱۵) بروز قیامت اپنی ٹانگ دوزخ میں ڈالے گا (بخاری ج ۳ ص ۱۱۹ طبع مصر) تو بعد ازاں خدا تعالیٰ لیس کمثلہ شیئ کا مصداق کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور ایسا اعتقاد فاسد رکھنے والا فرقہ کیونکر موحد کہلا سکتا ہے؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دوسرا سوال جب خیر و شر کا مقدر اور فاعل اور جاعل خدا کو ہی تسلیم کیا جائے (جیسا کہ اہلسنت کا اعتقاد ہے) تو پھر خدا کی عدالت کیونکر برقرار رہ سکتی ہے؟ اور اسکی جنت و جہنم اور وعد و وعید پہ کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

تیسرا سوال بخاری ج ۳ ص ۱۷۹ باب الطلاق پر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو نیز کے متعلق جو حیرتناک واقعہ درج ہے کیا اسے صحیح تسلیم کرنے کے بعد رسول کی رسالت برقرار رہ سکتی ہے؟ اور کیا اس کا معتقد مسلمان کہلا سکتا ہے؟

چوتھا سوال کتاب جذب القلوب شیخ عبدالحق محدث دہلوی مطبوعہ کلکتہ ۱۲۶۲ھ ص ۱۹۱ پر جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مسجد فضیح میں بیٹھ کر شراب نوشی کرنے کا جو واقعہ درج ہے کیا اسکی روشنی میں آنحضرت کی عصمت باقی رہ جاتی ہے؟ اور کیا اس کا معتقد مسلمان کہلانے کا حقدار ہو سکتا ہے؟

پانچواں سوال بخاری ج ۴ ص ۱۰۱ طبع مصر میں ہے کہ مطالبہ فدک و انکار ابوبکر کے بعد جناب خاتون قیامت ابوبکر پر اسقدر ناراض ہوئیں کہ تا زیست ان سے کلام نہیں کیا۔۔۔

اور اسی بخاری کی ج ۲ ص ۲۱۳ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد درج ہے کہ فاطمہ میرا پارہ ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور قرآن میں رسول کو ایذا دینے اور ناراض کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے اور انہیں جہنمی قرار دیا گیا ہے (ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ) کیا بعد ازیں ابوبکر کو مؤمن تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ تا بخلافت چہ رسد؟

چھٹا سوال بخاری شریف اور مشکوۃ شریف ۲ ص ۵۴۰ پر مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مرض الموت میں حکم دیتے ہیں کہ مجھے قلم دوات لا دو تاکہ میں ایسی تحریر لکھ جاؤں کہ اسکے بعد تم بھی گمراہ نہ ہو مگر جناب عمر اسے ہذیان کہہ کر یہ تحریر لکھوانے سے مانع ہوتے ہے! کیا دریں حالات تمام گمراہیوں کی گمراہی کی ذمہ داری عمر پر عائد نہیں ہوتی؟ اور کیا ان حالات میں عمر کو مؤمن قرار دیا جا سکتا ہے؟

ساتواں سوال جناب عائشہ جناب عثمان کے متعلق کہا کرتی تھیں اقتلوا نعثلا فانہ کفر (لمبی داڑھی والے اس نعثل (یہودی) کو قتل کرو خدا اسے قتل کرے کیونکہ وہ کافر ہو گیا ہے! ملاحظہ ہو نہایہ ابن اثیر ص ۱۶۶ مجمع البحار ج ۲ ص ۳۷۳ الامامۃ والسیاسۃ ص ۵۴) اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر جناب عائشہ کا یہ فتویٰ کہاں تک صحیح ہے؟ کیوں کہ اگر اسے صحیح تسلیم کیا جائے تو عثمان کا ایمان و خلافت رخصت اور اگر غلط مانا جائے تو جناب عائشہ کی دیانت و امانت ختم؟ ع

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ہا؟

آٹھواں سوال خداوند عالم قرآن مجید میں بارہا اپنے برگزیدہ بندوں سے محبت اور انکی اتباع کرنے اور بروں (جیسے کافر، ظالم اور کاذب وغیرہ) سے دوری اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود ان پر لعنت بھی کرتا ہے کیا یہی وہ تولا و تبرا نہیں جسکے شیعہ قائل ہیں اور اہل سنت اس کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں؟ ایسا کیوں ہے؟ کیا برادرانِ اسلامی کی روشن تعلیمات اسلامیہ کے خلاف نہیں ہے؟

نواں سوال پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بنا بر مشہور ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گذرے ہیں کیا کسی ایک نبی کے متعلق یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی مسند کے وارث کا نام و نشان بتائے بغیر دنیا سے تشریف لے گیا ہو۔ اور اسکے بعد اسکی امت نے اجماع و شوریٰ کر کے اس کے وصی کو منتخب کیا ہو؟ اور اگر ایسی کوئی مثال نہ مل سکے تو پھر پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کس طرح ایسا ہو سکتا ہے؟ کیونکہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔!

دسواں سوال کیا پیغمبر خاتم سے پہلے ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کسی ایک نبی کے متعلق کوئی ثبوت ملتا ہے کہ اس کا ترکہ اسکی امت کے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا گیا ہو۔ اور اسکی اولاد کو اس کے ورثہ سے محروم کر دیا گیا ہو؟ اور اگر ایسا ثابت نہ ہو سکے تو پھر پیغمبر خاتم کے متعلق یہ نظریہ کیوں قائم کیا جاتا ہے کہ ما ترکناہ صدقۃ؟

گیارہواں سوال جو شخص پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح جانشین کی خلافت و امامت کو تسلیم نہ کرے بلکہ علی الاعلان اس کی مخالفت کرے اور اس سے جنگیں لڑے اس کے متعلق اسلامی شریعت کا حکم کیا ہے؟ اور کیا وہ حکم معاویہ اور مائی عائشہ پر نافذ نہیں ہوتا؟ اس کے باوجود ان کا احترام اور ان کو خلیفہ ماننے والوں کا انجام و مقام کیا ہے؟

بارہواں سوال صحاح ستہ سمیت تمام کتب حدیث چھلک رہے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد میرے بارہ[۱۲] جانشین ہونگے! اب سوال یہ ہے کہ وہ بارہ[۱۲] جانشینانِ رسول کون ہیں؟ حضراتِ شیعہ جن بارہ کو جانشین رسول اور امام خلق مانتے ہیں وہ تو ساری دنیا جانتی ہے (از علیؑ تا مہدیؑ) ——— غور طلب بات یہ ہے کہ اہلسنت کے نزدیک وہ بارہ خلیفے کون ہیں؟ کیا ان میں چھٹے نمبر پر یزید اور ساتویں پر مروان کا نام بھی شامل ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے (جیسا کہ کتب عقائد اہلسنت میں تصریح موجود ہے) تو جس مذہب کے امام یزید اور مروان جیسے بے ایمان ہوں وہ مذہب بھی نجات کا ضامن ہو سکتا ہے؟ اور اس کے نام لیوے ناجی ہو سکتے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہیں ؟ بینوا توجروا ـــــ ان درمیانی کڑیوں کے بعد ہم پھر عنانِ بیان مؤلف آفتاب کے بیانات اور ان کے جوابات کی طرف موڑتے ہیں چنانچہ جناب موصوف درجذیل عنوان کے تحت رقمطراز ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ

اصحاب ثلاثہ کے بعد زیادہ غیظ وغضب شیعہ اصحاب کو ام المومنین عائشہ صدیقہ سے ہے اور آپ کے خلاف چند الزامات لگائے ہیں جن کا جواب دینا فرض ہے۔

پہلا طعن

قرآن مجید میں ہے وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھیلۃ الاولیٰ (اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلو) حضرت عائشہ نے اس حکم کی مخالفت کی کہ معرکہ کارزار میں نکل کر شریک ہوئیں ـــــ

جواب

نادان معترض جس کو تدبر فی القرآن نصیب نہیں۔ آیات قرآن کے معنیٰ کرتے وقت ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ کیا اس کا یہ معنیٰ ہے کہ گھر کی چار دیواری میں عمر بھر ایسی محبوس ـــــ رہیں کہ گھر سے باہر نکلنا کسی دینی ضرورت کے لئے بھی جائز نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کو حج اور عمرہ کے لئے ساتھ لے جایا کرتے۔ میکے جانے، عیادت مریض۔۔۔۔ کی ممانعت نہ تھی ـــــ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جیسے عورتیں بے حجاب ہو کر زرق برق لباس پہنے بازاروں میں پھرتی تھیں اب اس طرح بے پردہ پھرنا جائز نہیں ہے ـــــ حدیث میں ہے کہ اس آیت کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن (اب تمہیں اجازت دی گئی کہ اپنی حاجت کے لئے نکل سکو) حضرت عائشہ صدیقہ چونکہ مظلوم خلیفہ عادل کے قصاص کے لئے سفر میں نکلنے پر مجبور ہوئی تھیں اس لئے یہ سفر جہاد، حج وعمرہ کی طرح ایک دینی ضرورت تھی جن پر طعن نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کے ساتھ آپ کے اقارب میں سے عبداللہ بن زبیر ـــــ تھے ـــــ علاوہ ازیں آپ ام المومنین ہونے کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی ماں اور سب آپ کے فرزند تھے۔ اس لئے آپ کے اس سفر پر معترض ہونا شیعہ کی سخت حماقت ہے ـــــ غالباً شیعہ حضرات اہلسنت پر ایسے اعتراض کرتے وقت اپنے گھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؓ گھر سے باہر نکل کر حضرت عمر سے دست بگریباں ہوئیں ـــــ شیعہ اس کے بھی قائل ہیں کہ جناب سیدہؓ نے باغ فدک کے لئے دربار میں اصالتاً دعویٰ کیا ـــــ یہ بھی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

شیعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ غصب خلافت و دیگر حقوق پر جناب امیرؑ خاتون جنت کو سوار کر کے مہاجرین و انصار کے گھر پھرتے کیا یہ باتیں جائز تھیں؟

دوسرا طعن حضرت عائشہ نے جناب امیرؑ سے بغاوت کی اور جنگ کیا۔

جواب: اسی قسم کا اعتراض جناب امیر علیہ السلام پر بھی عائد ہوتا ہے کہ بحکم "وازواجہ امہاتہم" (رسول کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں) جب حضرت عائشہ حضرت علیؑ کی ماں تھیں آپ کو ان سے جنگ ہرگز جائز نہ تھا۔ قرآن میں ہے۔ ولا تقتل لھما۔ حقیقت یہ تھی کہ یہ جنگ و جدل طرفین کی کسی بدنیتی پر مبنی نہ تھا بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی۔ حضرت عائشہ اور ان کے طرفدار حضرت عثمان کا قصاص لینے کے لئے ان کے قاتلین کو امیر علیہ السلام سے مانگتے تھے۔ جناب امیر ان کے شر و فساد کے اندیشہ سے ان کو حوالہ نہ کر سکے۔

— طرفین میں معرکہ کی جنگ ہوئی آخر کار صلح و صفائی ہوئی حضرت عائشہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئیں جناب امیرؑ نے انکو بڑی عزت — سے گھر پہنچایا اور دلی صفائی ہو گئی۔ اعتراض ہر دو پر یکساں عائد ہوتا ہے فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ حضرت عائشہ مومنوں کی ماں ہیں۔ آپ کو ہی یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ کے حجرہ میں آپ کی گود میں حضور کا وصال ہوا۔ آپ کی نسبت قرآن کریم میں آپ کی برءیت کے متعلق آیات نازل ہوئیں اور آپ کے قاذفین اور ملاعنین کو عتاب ہوا —

تیسرا طعن حضرت عائشہ نے روضۂ مطہرہ میں اپنے باپ اور حضرت عمر کو دفن کرنے کی اجازت دی حالانکہ اس مکان کی آپ اکیلی مالک نہ تھیں —

جواب: حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ازواج مطہرات کو الگ الگ مکان دے کر ان کو ان کا مالک کر دیا ہوا تھا۔ چنانچہ یہ حجرہ — حضرت عائشہ کا تھا جو ان کی ملکیت تھا — اگر عائشہ کی ملکیت نہ تھی تو حضرت امام حسنؑ نے اپنے مزار کیلئے حضرت عائشہ سے کیوں اجازت طلب فرمائی — قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حجرات ازواج مطہرات کی ملکیت تھے۔ جہاں وہ بستی تھیں قرآن میں ہے۔ وقرن فی بیوتکن (اپنے گھروں میں ٹھہری رہو) — (آفتاب از صفحہ ۲۸ تا صفحہ ۲۹۹)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الجواب یہ امر بھی۔ سادر کار کا شاہکار ہے۔ کہ آج وہ لوگ بھی قرآن ناطق کے نام لیوا ؤں کو عدم تدبر فی القرآن کا طعنہ دے رہے ہیں جنکے پیروں اور مرشدوں کو سارا قرآن تو کجا اسکی ایک آیت کا بھی صحیح مطلب معلوم نہیں تھا۔ (تفسیر درمنثور ج ۶ ص ۳۱۷) اگر کسی قوم کے ماموم جاہل تو کوئی ایسی بات نہیں۔ خدا کرے کسی قوم کا امام جاہل نہ ہو۔!

عائشہ کا قصاص عثمان کیلئے گھر سے نکلنا بچند وجہ غلط ہے

یہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کسی شرعی ضرورت کے لئے مستورات کا گھر کی چار دیواری سے باپردہ باہر نکلنا جائز ہے اور آیت سے اسکی ممانعت ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی ہمارا یہ مدعا ہے۔ مگر جناب عائشہ کا قصاصِ عثمان کے لئے گھر سے باہر نکلنا کسی طرح بھی جائز قرار نہیں دیا جا سکتا مؤلف نے جو اس خروج کو قصاصِ عثمان کی خاطر حج وعمرہ کی بجا آوری کی طرح ایک دینی ضرورت قرار دیا ہے۔ یہ بچند وجہ غلط ہے۔

وجہ اوّل کتب سیر و تواریخ کا مطالعہ کرنے والے حضرات پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ قتل عثمان میں سب سے زیادہ حصہ انہی صاحبہ کا ہے۔ ذیل میں اس کے بعض شواہد پیش کئے جاتے ہیں۔ (الف) ابن سعد اور بلاذری نے لکھا ہے کہ جن دنوں عثمان محصور تھے۔ عائشہ نے حج پر جانے کا ارادہ کیا۔ عثمان نے مروان، زید بن ثابت اور عبدالرحمن بن عتاب کو ان کے پاس بھیجا کہ وہ ان دنوں مدینہ سے باہر نہ جائیں۔ شاید اس طرح یہ مصیبت ٹل جائے مگر مروان کے بار بار اصرار کے باوجود جب عائشہ اپنا ارادہ بدلنے پر آمادہ نہ ہوئیں تو مروان یہ شعر پڑھتا ہوا واپس لوٹ آیا۔

وحرق قیس علی البلاد
حتی اذا استعرت احذما

یعنی قیس نے میرے خلاف شہروں میں آگ لگادی۔ جب وہ خوب بھڑک اٹھی تو خود بھاگ گیا۔" (ب) بلاذری، طبری، ابن ابی الحدید وغیرہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ عثمان نے عبداللہ بن عباس کو موسم حج کا افسر مقرر کر کے بھیجا۔ راستہ میں عائشہ کی ان سے ملاقات ہوئی۔ عائشہ نے ان سے کہا ابن عباس! میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ خدا نے تمہیں قوتِ تقریر بخشی ہے۔ تم لوگوں کو اس شخص (عثمان) کی مدد سے روکو اور ان سے روگردان کرو۔ اب لوگوں کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ وہ مختلف شہروں سے سمٹ آئے ہیں ـــــ میں دیکھ آئی ہوں کہ طلحہ بن عبداللہ نے بیت المال اور خزانوں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی کنجیاں اپنے قبضہ میں کر لی ہیں اگر وہ خلیفہ ہوئے تو اپنے چچا کے بیٹے (ابو بکر) کی سیرت پر چلیں گے (ج) مؤرخ ابو الفداء نے لکھا ہے کہ منجملہ مخالفین عثمان کے ایک عائشہ بھی تھیں، وہ پیغمبر کا موئے مبارک اور پیراہن اقدس نکال کر کہتیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیراہن اور موئے مبارک ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے مگر تمہارا دین بوسیدہ ہو گیا ہے۔

(د) جناب عائشہ ہی تھیں جو بار بار یہ کہہ کر کہ "اقتلوا نعثلا فقد کفر" (نعثل کو قتل کرو کہ وہ کافر و فاجر ہو گیا ہے) لوگوں کو قتل عثمان پر ابھارتی تھیں (الامامۃ والسیاسۃ ص ۴۸)

(ہ) ابو مخنف نے مختلف طرق سے روایت کی ہے کہ جب مکہ میں عائشہ کو قتل عثمان کی خبر ملی تو کہا "بعدہ اللہ" خدا اسے غارت کرے۔ ذالک بما قدمت یداہ وما اللہ بظلام للعبید یہ ان کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ خدا ہرگز اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ایک سوال کا جواب

یہاں قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر فی الواقع جناب عائشہ قتل عثمان پر نہ صرف راضی تھیں بلکہ لوگوں کو ان کے قتل پر ابھارتی بھی رہتی تھیں تو پھر ان کے قصاص لینے کا کھڑاگ کیوں کھڑا کیا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے جیسا کہ اوپر (ب) میں لکھا گیا ہے۔ عائشہ یہ چاہتی تھیں کہ عثمان کے بعد خلافت طلحہ کو ملے تاکہ اس طرح پھر خلافت تیم کے گھر آجائے مگر جب ایسا نہ ہوا بلکہ قتل عثمان کے بعد لوگوں نے حضرت امیرؑ کی بیعت پر اتفاق کر لیا اور عائشہ کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ تو پھر قصاص عثمان کا بہانہ بنا کر چاہا کہ اس سے اپنے مقصد کی تکمیل کی راہ ہموار کریں ——— چنانچہ طبری نے لکھا ہے کہ مکہ سے واپسی پر عائشہ جب مقام "سرف" میں پہنچیں تو وہاں عبداللہ بن ام کلاب سے ملاقات ہوئی۔ عائشہ نے اس سے مدینہ کا حال پوچھا۔ عبداللہ نے کہا لوگوں نے عثمان کو قتل کر دیا۔ عائشہ نے کہا پھر کیا ہوا؟ عبداللہ نے کہا سب نے حضرت علی کی خلافت پر اتفاق کر لیا ہے۔ عائشہ نے کہا۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو خدا کرے آسمان زمین پر پھٹ پڑے۔ مجھے واپس مکہ لے چلو۔ چنانچہ واپس مکہ جا کر کہا قتل واللہ عثمان مظلوما "بخدا عثمان بحالت مظلومی قتل ہوا ہے۔ میں اسکا انتقام لوں گی عبداللہ ابن ام کلاب نے کہا خدا کی قسم آپ ہی نے تو سب سے پہلے ان کے خلاف فضا مکدر کی اور کہا "اقتلوا نعثلا فقد کفر" اور آج یہ نعرہ بلند کر رہی ہیں؟ عائشہ نے کہا میری آخری بات پہلی بات سے بہتر ہے۔!

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

ابو مخنف نے عائشہ کا جناب ام سلمہ کو قصاص عثمان کے لئے بصرہ ہمراہ چلنے پر آمادہ کرنے اور جناب ام سلمہؑ کے ان کو ٹکا سا جواب دینے کا تذکرہ کیا ہے کہ عائشہ! تم ہی تو تھیں جو لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکاتی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تھیں اور ان کے لئے سوائے نعش (بے وتوف بڈھا) کے اور کوئی نام نہ تھا اور پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک علی کی کیا قدر و منزلت تھی؟ (مذکورہ بالا تمام حقائق درج ذیل کتب میں موجود ہیں۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۵ طبع لیدن۔ کتاب الانساب ج ۵ ص ۵ و ص ۱۹۱/۱۷۱ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۴۲/۴۶ و ص ۵۷ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۴۰/۶۶ و ص ۱۷۲/۱۰۶ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۷۲/۲۶۷ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۱۹ تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۷۲۔ نہایہ ابن اثیر ج ۴ ص ۱۶۶ سیرہ حلبیہ ج ۳ ص ۳۱۴ وغیرہا (بحوالہ الغدیر)

وجہ دوم سابقہ حقائق سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی شرعاً عائشہ کو قصاص عثمان کا مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ عائشہ عثمان کی نہ ولی تھیں نہ وارث۔ وہ بنی امیہ کے چشم و چراغ تھے۔ جبکہ عائشہ کا تعلق بنی تیم سے تھا اس لئے ان کو ان سے کوئی نسبت نہ تھی اور نہ کوئی واسطہ جبکہ عثمان کی اپنی اولاد اور برادری موجود تھی۔ اقد حسن قدح لیس منہا۔

وجہ سوم اگر سابقہ ہر دو وجہ سے بھی چشم پوشی کر لی جائے تاہم ایک عورت کو محاذ جنگ پر لشکر کی کمانداری کرنے اور ناحق لوگوں کا خون بہانے سے کیا واسطہ؟ مؤلف کا یہ عذر کس قدر پھسپھسا ہے کہ مومنوں کی ماں تھیں اور سب ان کے فرزند" آیا اس عذر لنگ سے ایک ماں کے لشکر کی کمانداری کرنے اور اپنے بیٹوں کا خونِ ناحق بہانے کا جواز پیدا ہو سکتا ہے؟ حالانکہ وہ ماں اس اعتبار سے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت کا کوئی آدمی ان سے نکاح نہیں کر سکتا۔ ایسا تو نہیں ہے کہ حجاب وغیرہ کی پابندی ختم ہو جائے اور ان پر اور دوسرے مسلمانوں پر بالکل حقیقی ماں اور بیٹے والے احکام مترتب ہوں۔ اس کا تو کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

وجہ چہارم اس جنگ کو دونوں فریق کی اجتہادی غلطی قرار دینا مؤلف کی نا اہلیت کی بین دلیل ہے۔ ورنہ علمائے اہلسنت ہمیشہ سے غلطی کا شکار جناب عائشہ اور دیگر محاربین علیؑ کو قرار دیتے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو شرح مواقف ص ۷۸۵ طبع نولکشور۔ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی یہی فرمان ہے کہ الحق مع علی وعلی مع الحق ہر جاں میں حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہیں جناب امیرؑ خلیفۂ وقت تھے۔ ہر شورش کا فرو کرنا اور ہر بغاوت کا کچلنا ان کے فرائض میں داخل تھا اسی طرح یہ کہنا بھی علی دشمنی کی علامت ہے کہ عائشہ علیؑ کی ــــ ماں تھیں۔ اور ان کو ان سے نہیں لڑنا چاہیئے تھا۔ حضرت علی بھلا کب لڑے تھے؟ انہوں نے تو صرف دفاع کیا تھا جو قانوناً اخلاقاً اور شرعاً ان کا حق تھا۔ اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو اس حق سے محروم نہیں کر سکتی!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وجہ پنجم یہ کہنا بھی خلاف واقع ہے کہ یہ جنگ عائشہ کی اجتہادی غلطی تھی۔ سب علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اجتہاد وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی نص موجود نہ ہو۔ مگر یہاں تو نصوص صریحہ و صحیحہ موجود ہیں کہ علی سے جنگ کرنا رسول سے جنگ کرنا ہے۔ ان سے جنگ کرنے والے پر جنت حرام ہے۔ اور علیؑ سے جنگ خدا سے جنگ ہے (صواعق محرقہ ص ۲۳۸، ینابیع المودہ ص ۷۰ وغیرہ) اور نص کے مقابلہ میں بالاتفاق اجتہاد ناجائز اور باطل ہے۔

عداوتِ عائشہ با علیؑ بعد ازیں اس جنگ کو عائشہ کی خطائے اجتہادی قرار دے کر اسکے وزر و زرد وبال کو کم نہیں کیا جاسکتا؟ بلکہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ جنگ عائشہ کے حضرت علی سے ذاتی بغض و عناد کا نتیجہ تھی اور عائشہ کی حضرت علی سے عداوت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں بلکہ بڑے بڑے عظیم المقدر علمائے اہلسنت نے اس تلخ حقیقت کا اقرار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری شرح بخاری پ ۳ ص ۲۷۲ باب حد المریض ان یشھد الجماعۃ بخاری مع شرح تسہیل القاری پ ۳ ص ۲۳۸ تا ۵۸۷ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۱ عمدۃ القاری ج ۲ ص ۷۲۰ اور الامامۃ والسیاسۃ ص ۳۸ ارشاد الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۲۲ وغیرہ) اور یہ مخالفت اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ عائشہ حضرت کا نام لینا گوارا نہ کرتی تھیں (مذکورہ بالا حوالہ جات) ——— یہ درست ہے کہ عائشہ کی شکست کے بعد حضرت امیر نے اپنی ذاتی اور خاندانی شرافت و نجابت کا ثبوت دیتے ہوئے عزت کے ساتھ انہیں مدینہ پہنچایا۔ مگر یہ کہنا بالکل بے دلیل ہے کہ "دلی صفائی ہوگئی تھی" قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین! ——— حضرت خاتون قیامت کے عمر سے دستِ بگریباں ہونے کا واقعہ بالکل بے بنیاد ہے اور دروغ بے فروغ۔ دوسرے جن مقامات پر جناب خاتونِ جنت کے بیت الشرف سے باہر آنے کے واقعات مؤلف نے شمار کئے ہیں ان میں شرعی ضرورت کے تحت اس معظمہؑ کا بیت العصمت سے باہر قدم رکھنا جائز تھا۔ مگر عائشہ کے خروج کا اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے جس کا عدم جواز مسلم ہے۔

تیسرے طعن کا جواب الجواب تیسرے طعن کا مولف نے قرآن جو جواب دیا ہے وہ بالکل غلط ہے اور یہ محض قیاس بے اساس ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں جنکے مکانوں میں رہتی تھیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ان کا مالک بنا دیا تھا۔

نگفتہ کہ تو دارد نہ کار ——— ولیکن چوں گفتی دلیلش بیار!

الگ الگ مکانات میں ٹھہرانے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ مکان ان کی ملکیت بھی قرار دے دیئے گئے ہوں۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی آیت وقرن فی بیوتکن سے استدلال بھی درست نہیں یہ نسبت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مجازی ہے۔ اسی قرآن مجید کی دوسری آیت سے بالصراحت ثابت ہے کہ یہ سب مکانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھے۔ ارشاد ہوتا ولا تدخلوا بیوت النبی۔ اے ایمان والو! جب تک اجازت نہ مل جائے۔ نبی کے گھروں میں مت داخل ہوا کرو! لہذا ماننا پڑے گا کہ اس حجرہ کے آٹھویں حصہ میں سے نواں حصہ عائشہ کا تھا اور اتنی مقدار میں دو آدمی تو کجا ایک بھی دفن نہیں ہو سکتا تھا۔ لہذا ان کا یہ اقدام شرعی نقطۂ نظر سے ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ یہ شعر ابن عباس کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے عائشہ کو خطاب کر کے کہا تھا۔

لک السبع من الثمن فما لک تصرفت

تجملت تبغلت ولو عشت تغیلت

اے عائشہ! تیرا (آنحضرت کی املاک سے) آٹھویں حصہ میں سے نواں حصہ تھا (باقی سات حصے دختر رسول کے تھے۔ اور ۸/۱ میں نو بیبیاں شریک تھیں) مگر تو نے تمام پر قبضہ جما لیا تو اونٹ پہ سوار ہوئی، خچر پہ بھی ہوئی اور اگر زندہ رہی تو اب ہاتھی پر بھی سواری کرے گی — اس سے معلوم ہوا کہ شیخین کی یہ تدفین غصبی جگہ پہ عمل میں آئی ہے۔ جو فعل حرام ہے:۔

عائشہ کے ایما پر جنازۂ حسنی پر تیر چلنا

مؤلف نے اس حجرہ کے ملکیت عائشہ ہونے پر اس بات سے بھی استدلال کیا ہے کہ امام حسن نے اسمیں دفن ہونے کے لئے ان سے اجازت طلب کی تھی۔ یہ استدلال بدو وجہ غلط ہے۔ اولاً تو شیعہ کتب معتبرہ میں اس اجازت طلب کرنے کا کہیں نام و نشان نہیں ہے ہاں بعض کتب اہلسنت میں اس کا تذکرہ ہے جو ہمارے لئے حجت نہیں۔ ثانیاً مؤلف یہ ہضم کر گئے کہ بالآخر عائشہ نے جنازۂ امام کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

روضۃ الصفا ج ۳ ص ۶ طبع نولکشور میں ہے کہ عائشہ صاحبہ نے خچر پر سوار ہو کر امام حسنؑ کے جنازہ کو روکا اور حجرہ میں دفن سے مانع ہوئیں — اس پر شیعیان علیؑ نے شور مچایا کہ تو کبھی اونٹ پر سوار ہوتی ہے اور کبھی خچر اور اگر زندہ رہی تو اب ہاتھی پر بھی سوار ہو گی۔ اس طرح تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۲۳ روضۃ المناظر بہ حاشیہ تاریخ کامل ج ۱۱ ص ۱۳۲/۱۳۲ پہ لکھا ہے فمنعت من ذلک عائشہ۔ یعنی عائشہ نے امام حسن کو دفن ہونے سے روکا۔ خواجہ حسن نظامی نے اپنے رسالہ محرم نامہ میں لکھا ہے "اور ان کے ساتھیوں نے حضرت حسن کے جنازہ پہ تیر برسائے جس سے جنازہ چھلنی ہو گیا اور مجبور ہو کر حضرت حسنؑ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا" — باقی رہا مؤلف کا یہ کہنا کہ عائشہ مومنوں کی ماں ہیں ہم نے ان کے ماں ہونے کا انکار کب کیا ہے؟ مگر اس سے ان کا مومنہ ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔ ماں ہونا اور ہے اور مؤمنہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہونا اور ۔!

اسی طرح جس بات کے متعلق خدا نے ان کی بریت دی شیعوں نے کبھی بھول کر بھی اس چیز کی نسبت جناب عائشہ کی طرف نہیں دی ۔ ہم یہ بات دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں کہ قذف (تہمت زنا) لگانے والے جن کو بقول مؤلف خدا نے عتاب کیا ۔ کون تھے ؟ آیا وہ شیعیان حیدر کرار تھے ؟ جن پر مؤلف بہت غیظ و غضب فرماتے ہیں ۔ یا صحابۂ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ۔ جن پر جناب موصوف کی بہت ہی نظر عنایت ہے ؟ اور اگر وہ صحابہ ہی تھے (اور یقیناً صحابہ تھے) تو جو شخص زوجۂ رسول پر تہمت زنا لگائے اور خدا اس کو عتاب کرے اور رسول اس پر حد قذف جاری فرمائیں وہ بھی "عادل" ہو سکتا ہے ؟ اگر نہیں (اور یقیناً نہیں) تو پھر "الصحابة کلهم عدول" کا خود ساختہ نظریۂ اہلسنت کہاں تک درست ہے ؟ عائشہ پر اتہام آپ کے صحابہ لگائیں اور آپ الزام دیں شیعوں کو کہ وہ ان کا احترام نہیں کرتے ۔ ؎

شرم تم کو مگر نہیں آتی ؟

حضرت امیر معاویہ

شیعہ صاحبان حضرت معاویہ کو بہت کوستے ہیں ۔ کیونکہ انہوں نے جناب امیرؑ سے جنگ کی اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ یہ ناگوار واقعہ طرفین کی اجتہادی رائے کی وجہ سے ہوا وہ باہم جدی بھائی تھے اصحاب رسولؐ تھے ۔ حضرت امیر معاویہ کاتب وحی بھی تھے ۔ حضور کے سالے بھی تھے آپ کی شان میں بہت سی احادیث وارد ہیں ـــــ پھر اس ایک واقعہ سے جس کا خاتمہ صلح پر ہوا آپ کو برا کہنا اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرنا ہے ۔ حضرت یوسف پر ان کے بھائیوں نے کس قدر مظالم توڑے ـــــ لیکن آخر یوسف نے ان کی خطا کو معاف کر دیا ۔ ایسا ہی یہ واقعہ ہے ۔ دیکھنا یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اس بارہ میں کیا فتویٰ دیا ہے ـــــ سو آپ نے ایک گشتی چٹھی بدست خاص تحریر فرما کر مختلف بلاد ـــــ میں شائع کی تھی ۔ جو نہج البلاغہ مطبوعہ طہران ص ۵۰۲ میں ہے درج کی جاتی ہے ـــــ الجذف مغربی) (ترجمہ) ـــــ ہمارے معاملہ کی ابتدا یوں ہے کہ ہماری اور اہل شام کی آپس میں جنگ چھڑ گئی ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہم دونوں فریق کا ایک خدا اور ایک رسولؐ ہے اور ہمارا اسلام میں بھی دعویٰ ایک رہا ہے ۔ ہم ان سے دوبارہ اعتقادات توحید و رسالت کچھ زیادتی نہیں چاہتے ۔ اور نہ اس بارہ میں وہ ہم سے کچھ زیادتی کے طالب ہیں بات ایک ہی ہے ۔ اختلاف صرف خون عثمان کے متعلق تھا حالانکہ ہم اس الزام سے بری ہیں" ۔ حضرت امیر علیہ الرضوان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کا یہ مکتوب امر متنازعہ کے متعلق ایک قاطع النزاع صریح فیصلہ ہے ـــ کہ اسلام کے بارے میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا ـــ اعتقادات میں بھی کوئی نزاع نہیں ـــــ صرف یہ اختلاف تھا کہ انہوں نے اپنے خیال میں حضرت عثمان کے قتل کا ذمہ دار ہمیں قرار دیا ـــــ جناب امیرؑ جن سے جنگ ہوئی وہ تو تمام اسلامی عقائد میں امیر معاویہ کو اپنے جیسا مسلمان سمجھتے ہیں۔ لیکن شیعہ صاحبان برخلاف فیصلہ جناب امیرؑ ان کو کافر و منافق قرار دیتے ہیں ـــ اگر حضرت امیر معاویہ معاذ اللہ فاسق و منافق ہوتے تو حضرت امام حسنؑ ہرگز ان کی بیعت نہ کرتے۔ بلکہ تلوار اٹھا کر ان سے مقابلہ کرتے۔ جیسا کہ بعد میں امام حسینؑ نے یزید لعین سے کیا ـــ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

ـــ ابتدائے آفرینش سے لے کر زمانہ نبوت محمدیہ تک جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام اور ـــ برگزیدہ ہستیاں دنیا کی ہدایت کے لئے تشریف لائیں ـــــ ان مقدس ہستیوں کو ملعون کیا گیا ـــــ تاجدار مدینہ ـــــ کو ساحر کہا گیا ـــ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ خود اللہ جل جلالہ پر بھی اعتراض کیا گیا۔ اسی سلسلہ میں صحابہ کرام ـــ کی مبارک ہستیاں ہیں کہ ایک گروہ نے ان کو بھی برا کہا ـــــ حالانکہ صحابہ کرام کو خداوند قدوس نے جو فضیلت بخشی اور سرکار دو عالم نے ان کی جو عزت کی اور تعریف فرمائی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اس کے متعلق دفتر کا دفتر موجود ہے ـــــ اوروں سے ہمیں کیا شکوہ خود ہمارے یہاں بعض ایسے حضرات موجود ہیں جو بظاہر سنی حنفی اپنے کو کہتے ہیں لیکن درحقیقت ان کا مجازی شعار یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فاسق و فاجر تھے۔ ـــــ ہمارے دیار میں بھی ایسے نام نہاد سنی حنفی جماعت کا وجود پیدا ہو چلا ہے ـــــ وہ مقدس ہستیاں جن کی شان میں تمام امت کا اتفاق ہوا الصحابۃ کلھم عدول ـــ جن کے فضائل میں احادیث نبویہ کا خزانہ معمور ہوا اور قرآن کریم جن کے ایمان ـــ پر شاہد عدل ہو۔ کیسے ان کی تفسیق کی جائے؟ غوث الثقلین (حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ) سے منقول ہے کہ اگر حضرت امیر معاویہ کے رکاب میں بیٹھوں اور آپ کے گھوڑے کے سم کا غبار میرے اوپر پڑ جائے تو میں اس کو باعث نجات خیال کروں ـــ امام ہمام عبداللہ بن مبارک سے سوال کیا گیا کہ حضرت معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز ـــ تو جواب دیا ـــ خدا کی قسم وہ غبار جو حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھسا ہے عمر بن عبدالعزیز

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سے ہزار درجہ افضل ہے۔ تقریب التہذیب میں ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان خلیفۃ صحابی اسلم قبل الفتح وکتب الوحی (حضرت معاویہ بن ابوسفیان خلیفہ صحابی ہے۔ فتح مکہ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور آپ نے وحی لکھی) علامہ صفی الدین اپنی کتاب خلاصہ میں تحریر فرماتے ہیں ـــــ امیر معاویہ فتح مکہ کے زمانہ میں اسلام لائے اور آپ سے ۱۳۰ حدیثیں روایت کی گئی ہیں) تاریخ میں ہے کہ حضرت معاویہ نے ۱۶۳ حدیثیں روایت کی ہیں اور آپ سے بہت سے صحابہ مثلاً ابن عباس، ابن عمر ـــــ اور تابعین مثلاً ابن المسیب، حمید بن عبدالرحمٰن وغیرہم ـــــ نے روایت کی ہے۔ آپ ہوشیاری، دانائی اور بردباری میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ آپ کی فضیلت میں بہت زیادہ احادیث وارد ہیں آپ کا حلم ضرب المثل تھا ـــــ آپ کی طرف عمر دیکھ کر فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ نیز حضرت علی سے مروی ہے کہ معاویہ کو برا نہ سمجھو۔ جس وقت یہ تمہارے درمیان سے اٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سر تن سے جدا کئے جائیں گے ـــــ حافظ شمس الدین ذہبی میزان الاعتدال میں ارقام فرماتے ہیں ـــــ کہ حضرت امیر معاویہ بیس سال شام کے والی رہے اور بیس سال مالک رہے اور حلیم وکریم تھے۔ اور بہت مدبر ومنظم تھے۔ عقلمند تھے اور امیر ہونے کے لائق اور سرداری کیلئے کامل تھے حضرت امیر معاویہ بہت بڑے مجتہد تھے۔ اگر ان کی شان فقاہت اور اجتہاد بھی ملاحظہ فرمانا ہو تو بخاری اور مشکوٰۃ ملاحظہ فرمائیے۔ ابن عباس سے سوال کیا گیا کہ امیر ـــــ معاویہ وتر میں ایک رکعت پڑھتے ہیں تو ابن عباس نے فرمایا اصاب انہ فقیہ کہ معاویہ صاحب الرائے شخص اور فقیہ ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے دعہ انہ صحب النبیؐ ـــــ یعنی معاویہ کو کچھ نہ کہو وہ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ـــــ حمید بن عبدالرحمٰن نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو حج کے سال میں عاشورہ کے دن منبر پہ کہتے ہوئے سنا کہ اہل مدینہ! کہاں ہیں تمہارے علماء میں نے رسول اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ یہ یوم عاشورہ ہے اور اللہ تعالےٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں کیا۔ البتہ میں روزہ دار ہوں پس جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے افطار کرے۔ حضرات! اس طرح مجمع عام میں تمام علماء کو دعوت دے کر حکم شرعی بیان کرنا مجتہد ہی کی شان ہے ماد شما کا کام نہیں ہے ـــــ حضرت علی، حضرت حسن اور امیر معاویہ میں جو کچھ ہوا یا اور جتنے واقعات مابین

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صحابہ اس قسم کے واقع ہوئے وہ محض خطائے اجتہادی پر مبنی تھے ـــــ نہ بغض وعناد کی وجہ سے بالخصوص جبکہ ان تینوں میں صلح واقع ہوگئی۔ جیسا کہ تمہید شرح عقائد میں ہے لایجوز اللعن علی معاویہ (بحذف عربی) یعنی حضرت معاویہ پر لعن جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت علیؑ نے ان سے صلح کر لی تھی ـــــ حضرت حسنؑ نے بھی مصالحت فرمائی تھی ـــــ اگر حضرت امیر معاویہ لعن کے مستحق ہوتے تو البتہ ان کے ساتھ صلح جائز نہ ہوتی۔ (ایسے ہی مزید دو حوالے انوار اور شرح مسلم نووی سے دیئے گئے ہیں)۔

ـــــ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ۔ اس لئے مجال دم زدنی نہیں (بیان الامراء ص۱۸۵)

ـــــ حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت حسنؑ کو ایک لاکھ سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا (بیان الامراء ص۲۸۸) کیا کوئی خلیفہ اپنے دشمن کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کرتا ہے ـــــ اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں (بحذف عربی) (ترجمہ) اور بہرحال وہ لڑائیاں جو مابین صحابہ واقع ہوئیں۔ پس ہر گروہ کے لئے شبہ تھا۔ جس کے سبب سے ہر شخص نے اپنے کو حق پر سمجھا اور سب کے سب عادل ہیں اور اپنے حروب وغیرہ میں متاول ہیں اور ان اشیاء میں سے کوئی شئی عدالت سے ان کو نہیں نکالتی اس واسطے کہ صحابہ مجتہد ہیں ـــــ حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم.... امیر معاویہ کے متعلق فرماتے ہیں ـــــ اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً واھد بہ رواہ الترمذی مشکوۃ ص۵۷۱) ـــــ اے اللہ! امیر معاویہ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا بنا دے اور معاویہ کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے) ـــــ علامہ طیبی فرماتے ہیں ـــــ (ترجمہ) اس بات میں شک نہیں کہ جو دعا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لئے فرمائی وہ عند اللہ مقبول ہے۔

حضرت معاویہ کے نجی حالات

صاحب مظاہر حق بھی اسی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ کاتب وحی تھے اور بعض نے کہا ہے کہ کاتب وحی نہیں بلکہ حضور کے خطوط نویس تھے اور حضرت عمر کے زمانہ میں شام کے حاکم ہوئے اور بیس سال تک حکومت کی اور اٹھتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہمند اور چادر اور قمیص تھی اور

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کچھ حضور کے موئے مبارک اور ناخن تھے ـــــ عرباض بن ساریہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ الٰہی امعاویہ کو حساب کتاب سکھلا دے اور اپنے عذاب سے ان کو بچا لے ـــــ خود حضرت معاویہ نے کہا کہ مجھے خلافت کی اس وقت سے امید تھی جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ نے فرمایا تھا کہ معاویہ! جب تو بادشاہ ہو جائے لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا (بیان الامراء صفحہ ۲۰۷ ۲۰۸) چنانچہ وہ حتی الوسع لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کے ساتھ پیش آئے حضرت معاویہ کو برا کہنے والا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد ولا تسبوا اصحابی (مسلم) اور حدیث اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم (ترمذی) ـــــ سبِّ صحابہ ـــــ حرام ہے علامہ نووی فرماتے ہیں واعلم ان سب الصحابۃ حرام ـــــ اور جان تو کہ حرام ہے صحابہ کو گالی دینا فواحش محرمات میں سے ـــــ چاہے وہ صحابہ ہوں جو فتنہ میں ملابس ہوئے (جیسے حضرت امیر معاویہ) کیونکہ وہ باہمی جنگوں میں مجتہد اور متاول ہیں) ـــــ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس (صحابہ کو گالیاں دینے والے ناقل) کی تعزیر دی جائے اور قتل نہ کیا جائے اور بعض مالکیہ نے فرمایا کہ قتل کیا جائے۔ (نووی صفحہ ۳۱۰) علماء کرام کے ارشادات ملاحظہ ہوں ویکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر (شرح عقائد صفحہ ۱۱۶) یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر سے روکا جائے مگر خیر کے ساتھ" ولذا ذھب جمھور العلماء الی ان الصحابۃ کلھم عدول قبل فتنۃ عثمان وعلی وکذا بعدھا ـــــ علامہ نسفی بھی اسی متن کی شرح میں فرماتے ہیں وبالجملۃ لم تنقل عن السلف المجتھدین والعلماء الصالحین جواز اللعن علی معاویۃ واحزابہ (شرح عقائد صفحہ ۱۱۶) الحاصل سلف مجتہدین اور علماء صالحین سے حضرت معاویہ اور ان کے ساتھ کار پر جواز لعن منقول نہیں ہے) لہٰذا محقق ہو گیا کہ علماء اہلسنت والجماعت کے نزدیک حضرت معاویہ کو فاسق کہنا یا ان پر لعن طعن کو جائز قرار دینا بدعت ہے ـــــ (آفتاب از صفحہ ۲۹۰ تا صفحہ ۲۹۷)

الجواب

ع نالۂ بلبل شنیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو کہ مری باری آئی

کس قدر ستم ظریفی اور ناحق کوشی ہے سواد اعظم کے پہلے خلیفہ کے دور میں جن بعض مسلمانوں نے ان کو زکوٰۃ دینے سے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

انکار کیا۔ ان پہ بغاوت کا الزام عائد کر کے ان کے خلاف لشکر کشی کی گئی۔ مردوں کو قتل اور عورتوں کو کنیزیں بنا لیا گیا۔ اور آج تک مسلمانوں نے ان کو معاف نہیں کیا لیکن وہ معاویہ بن ابوسفیان جس نے انہی مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ راشد کے خلاف نہ صرف یہ کہ علم بغاوت بلند کیا۔ بلکہ ہزارہا اہل ایمان کا خون ناحق بھی بہایا۔ یزید پلید جیسے بدکردار کو اپنے بعد خلیفہ بنایا۔ ولد الزنا زیاد کو اپنا بھائی بنایا وغیرہ وغیرہ اس کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا جا رہا ہے۔ اس کی تائید میں طومار کے طومار سیاہ کئے جا رہے ہیں۔ اس کی بریت میں مستقل کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور مضامین شائع کئے جا رہے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز برابر جاری و ساری ہے یا للعجب۔ ع تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

آفتاب ہدایت میں معاویہ کی حمایت میں جو طویل و عریض مضمون النجم لکھنؤ سے نقل کیا گیا ہے اگرچہ اصول مناظرہ کی رو سے اسکی جوابدہی ہم پر عائد نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ تمام تر کتب اہلسنت کے حوالہ جات کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے جو شاید ان حنفی مسلمانوں کے لئے تو سند ہو سکتا ہے۔ جو بقول مضمون نگار کے سنی حنفی کہلا کر بھی معاویہ کو برا بھلا کہتے ہیں (اور شاید یہ مضمون لکھا بھی انہی کی اصلاح کیلئے گیا ہے۔ جسے غلطی سے یہاں شیعوں کے بالمقابل نقل کر دیا گیا ہے) مگر وہ شیعان حیدر کرار کیلئے ہرگز حجت و سند نہیں ہو سکتا اور جب تک معاویہ کی مدح یا اس کی بریت کے سلسلہ میں شیعہ کتب معتبرہ کا حوالہ نہ دیا جائے۔ اس وقت تک ایسے مضامین کی جوابدہی کا فریضہ ان پر عائد نہیں ہوتا۔ بایں ہمہ محض تبرعاً ہم اس کا جواب پیش کر کے اس کے مندرجات کا تار و پود بکھیرتے ہیں اور معاویہ کے حقیقی خدوخال سے اپنے قارئین کرام کو روشناس کراتے ہیں اور اصول مناظرہ کے مطابق بعض حوالہ جات بھی کتب اہلسنت سے پیش کریں گے اس مضمون میں سب سے زیادہ زور ان باتوں پر دیا گیا ہے (۱) معاویہ صحابی ہے اور صحابیوں کے معاملہ میں خاموشی اختیار کرنی چاہیئے (۲) حضرت علی و معاویہ کے مابین جو جنگیں واقع ہوئیں وہ خطائے اجتہادی کا نتیجہ تھیں۔ (۳) آخر میں معاویہ کی جناب امیرؑ اور امام حسنؑ سے صلح ہو گئی تھی (۴) ان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے ہم یہاں بڑے اختصار کے ساتھ ان تمام امور پر تبصرہ کر کے حق و حقیقت کا اظہار کرتے ہیں

معاویہ کی صحابیت پر تبصرہ

جہاں تک صحبت رسول کا تعلق ہے لاریب یہ ایک بہت بڑا شرف ہے مگر (جیسا کہ ہم قبل ازیں مناسب مقام پر اس پر مفصل گفتگو کر چکے ہیں) اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جسے بھی چند روز صحبت رسول میں بیٹھنے کا اتفاق ہو جائے وہ معصوم عن الخطا اور اس طرح مرفوع القلم ہو جاتا ہے کہ اس سے شرعی مواخذہ بھی ساقط ہو جاتا ہے اور اس کے متعلق گناہ و ثواب کے پیمانے بدل جاتے ہیں۔ ہم مقام مذکور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں بڑی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تفصیل جمیل کے ساتھ ثابت کر آئے ہیں کہ جماعتِ صحابہ میں ہر قسم اور ہر قماش کے لوگ تھے۔ دیندار بھی۔ دنیادار بھی۔ صالح بھی۔ طالح بھی۔ مومن بھی۔ غیر مومن بھی۔ عادل بھی۔ اور فاسق بھی ظالم بھی۔ مظلوم بھی حتیٰ کہ قاتل بھی اور مقتول بھی۔ الغرض یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ اس چند روزہ صحبت سے ان کی بشری کمزوریاں سلب نہیں ہوگئیں تھیں کیونکہ۔

ہر کہ روئے بہبود نداشت
دیدنِ روئے نبیؐ سود نداشت

یقیناً صحبتِ رسول ایک بہت بڑا اعزاز اور شرف ہے مگر اس کی کچھ ذمہ داریاں بھی ہیں کچھ حقوقِ صحبت ہیں۔ لہٰذا جو شخص اپنی ان ذمہ داریوں کو محسوس کرے گا اور پھر انہیں ادا بھی کرے گا وہ لائق صد احترام و اکرام ہوگا مگر جو شخص ان ذمہ داریوں کو ادا کرنا تو بجائے خود محسوس بھی نہیں کرے گا وہ کسی بھی دینی یا دنیوی قدر و منزلت کا حامل اور کسی بھی تکریم و تعظیم کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ بدقسمتی سے معاویہ کا شمار اسی آخری قسم میں ہوتا ہے جس نے صحبت رسولؐ کے تمام حقوق اور سب تقاضوں کو ہمیشہ پامال کیا۔ چنانچہ حضرت علامہ وحید الزمان (مترجم صحاح ستہ) اپنی مشہور کتاب انوار اللغہ پ ۱۴ ص ۹ مطبوعہ بنگلور پر معاویہ کی صحابیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ہم اہلسنت و جماعت معاویہ اور عمرو بن عاص اور حجاج وغیرہم کی تکفیر نہیں کرتے نہ ان پر لعنت کرنا بہتر جانتے ہیں۔ بلکہ ان کو ظالم اور فاسق سمجھتے ہیں اور جن لوگوں نے معاویہ اور عمرو بن عاص کو صحابیت کی وجہ سے واجب التعظیم اور واجب المدح سمجھا ہے انہوں نے غلطی کی ہے لفظ صحابیت سے بدون ادائے حقوق صحبت کے کچھ نہیں ہوتا جیسے بی بی ام سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا بعضے اصحاب میرے ایسے ہیں جو دنیا سے جانے کے بعد پھر مجھ کو نہ دیکھیں گے" یہی علامہ وحید الزمان اسی کتاب کے پ ۱۶ ص ۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں "واللہ لو قد معاویۃ ما بقی من بنی ھاشم نافخ حزمۃ الا طفی فی نیطۃ قسم خدا (یہ حضرت علیؓ نے فرمایا) معاویہ یہ چاہتا ہے کہ ہاشم کی اولاد میں سے کوئی آگ پھونکنے والا تک نہ رہے مگر وہ اسکا دل چھید ڈالے (اس کو مار ڈالے) معاویہ کا اصل مطلب حضرت علیؓ نے قسم کھا کر بیان فرمایا جو شخص خاندان رسالت کا ایسا دشمن ہو کہ سارے خاندان کو فنا و برباد کرنا چاہتا ہو کیا اسکا صحابی ہونا کچھ کام آسکتا ہے؟ لا واللہ کلا واللہ"

بہرکیف معیار حق قرآن و سنت ہے اسی پر ہر شخص کو جانچا جائے گا۔ غلطی بہرحال غلطی ہے۔ خواہ کوئی عام آدمی کرے اور خواہ کوئی حضرت صاحب کرے۔ کوئی رحمۃ اللہ کہے یا کوئی رضی اللہ کرے کسی شخص کی شخصیت سے مرعوب ہو کر حق کے چلنے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بدلنا اسلامی شیوہ و شعار اور اہل حق کا طریقہ کار نہیں ہے لانہ یعرف الرجال بالحق ولا یعرف الحق بالرجال

خطائے اجتہادی کی سپر اور اس کی کمزوری کے وجوہ

برادران اہلسنت نے بخیال خویش بعض صحابہ کی گرتی ہوئی پوزیشن کو سہارا دینے کے لئے ایک سپر تیار کر رکھی ہے۔ جس کا نام ہے "خطائے اجتہادی" جب بھی کسی شخص نے کسی صحابی کی صریح غلطی کا تذکرہ کیا تو جھٹ انہوں نے "خطائے اجتہادی" کا سہارا لیا پھر ان کا اصول یہ ہے کہ مجتہد مصیب کو دوہرا اور مخطی کو اکہرا ثواب ملتا ہے کیا خوب ؏

وہی قتل بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا ــــ؟

عند التحقیق معلوم ہوتا ہے کہ یہ سپر تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ اور اس کی چند وجوہ ہیں۔

وجہ اوّل الصحابۃ کلھم مجتھدون۔ قرآن و حدیث کی کوئی نص نہیں بلکہ "الصحابۃ کلھم عدول" کی طرح علماء کا خود ساختہ مقولہ ہے جو محققین کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔

وجہ دوم اجتہاد کیا ہے؟ آنکھوں کا تیل نکالنا اور لوہے کے چنے چبانا۔ یہ اتنا سستا مال نہیں کہ ہر شخص مفت میں اسے حاصل کر سکے نہ اجتہاد کا پٹہ ایسے ارزاں پڑا بکتا ہے جو اس طرح رائیگاں اور مفت ہاتھ آجائے۔ اگر تمام صحابہ مجتہد ہوتے اور ان کے ہر ہر قول و فعل پر اجتہاد کا اطلاق ہو سکتا۔ تو خود پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعض صحابہ پہ شرعی حدود جاری نہ فرماتے اور نہ قرآن اور دفتر حدیث ان کے کارہائے زشت کی مذمت سے لبریز نظر آتے۔ حالانکہ بعض صحابہ پہ قذف (تہمت زنا لگانے) بعض پہ چوری کرنے اور بعض پہ شراب خواری سنگین جرائم کے ارتکاب کرنے پہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدود جاری فرمائے ہیں (سرور عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۲۴۳ وغیرہ)

وجہ سوم یہ بھی تو ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اجتہاد کا محل و مقام کیا ہے؟ باتفاق تمام اہل اسلام اجتہاد وہاں ہوتا ہے۔ جہاں قرآن و حدیث کی کوئی صریح و صحیح نص موجود نہ ہو لہذا جہاں نص موجود ہے وہاں خدا اور رسول کے حکم کے بالمقابل اگر کوئی شخص اجتہاد کرے گا تو اس کا اجتہاد باطل و مردود ہوگا۔ اور جب حضرت علی علیہ السلام کے متعلق پیغمبر اسلام کے نصوص صریحہ و صحیحہ موجود ہیں کہ علی سے جنگ مجھ سے جنگ ہے اور علی سے صلح مجھ سے صلح ہے۔ تو ان کے بالمقابل معاویہ یا کسی اور شخص کے اجتہاد کا کیا مقام یا کیا وزن ہو سکتا ہے؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وجہ چہارم ۔ معاویہ مجتہد نہیں ہے

باقی رہی اس بات کی تحقیق کہ معاویہ مجتہد ہے یا نہیں؟ سو مخفی نہ رہے کہ برادران اہلسنت کے تمام محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معاویہ مجتہد نہیں ہے۔ ذیل میں اطمینان قلب کی خاطر چند حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) بحر العلوم کے والد نے "الصبح الصادق" میں لکھا ہے ومعاویۃ ونحوہ لیس مجتہداً معاویہ اور اس جیسے لوگ مجتہد نہیں ہیں (از ماہیہ معاویہ ص۱۵)

(۲) شاہ عبدالعزیز دہلوی فتاوی عزیزی ج ۱ ص۱۰۱ پر معاویہ وغیرہ کے متعلق لکھتے ہیں "پس ہر کہ اجتہاد ایشاں را نفی کند درست است زیرا کہ در حضور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایشاں را آں مرتبہ حاصل نبود۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در ہیچ مسئلہ بر صحت اجتہاد حکم نفرمودہ اند تا اجتہاد ایشاں معتبر و مفتی بہ تواند شد" یعنی جو شخص ان کے اجتہاد کی نفی کرتا ہے۔ وہ درست کرتا ہے کیونکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اجتہاد کا درجہ حاصل نہ تھا اور نہ ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ان کے کسی اجتہاد کی تصدیق فرمائی تھی تاکہ ان کا اجتہاد معتبر اور مفتی بہ ہو سکے"

(۳) کتاب الروضۃ الندیۃ ص۴۳ پر لکھا ہے "معاویہ ان جنگوں میں مجتہد نہ تھا۔ بلکہ ظالم باغی تھا"

(۴) نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب بغیۃ الرائد میں لکھتے ہیں "وانیکہ گویند خطائے اجتہادی بود پسند خاطر انصاف پسندان نیست" یعنی یہ جو کہا جاتا ہے کہ معاویہ کی خطا اجتہادی تھی یہ بات اہل انصاف کو پسند نہیں ہے" انہی چار معتبر شہادتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ ؎

سفینہ چاہیئے اس بحر بے کراں کے لئے

مشاجرات صحابہ پر علماء اہلسنت کے بے لاگ تبصرے

ان حقائق کی روشنی میں ثابت ہو گیا کہ معاویہ نے جناب امیر کے ساتھ جو جنگ وجدل کیا وہ ہوس اقتدار وجذبہ ملک گیری کے تحت کیا اور جان بوجھ کر خدا اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی کی ہے اسے کسی طرح بھی خطائے اجتہادی کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ اولاً تو معاویہ مجتہد ہی نہیں اور ثانیاً۔ بنا بر تسلیم اجتہاد یہاں اجتہاد کا کوئی محل نہیں ہے۔ کیونکہ جناب امیرؑ کی خلافت بالنص ثابت ہے نیز صحیح فرمان رسولؐ کی روشنی میں علیؑ سے جنگ کرنا خود رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے مترادف ہے (ترمذی، مشکوۃ، مسند احمد وغیرہ) یہی وجہ ہے۔ اکثر منصف مزاج علماء اہلسنت اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ یہ جنگیں نفسانیت اور حب جاہ وطلب ریاست کے فاسد جذبہ سے خالی نہ تھیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چنانچہ (۱) علامہ تفتازانی اپنی مشہور تصنیف شرح مقاصد ج ۲ صفحہ ۳۰۶ طبع اسلامبول پر لکھتے ہیں۔ "اما ما وقع بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنۃ الثقاۃ یدل بظاھرہ علی ان بعضھم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق یعنی صحابہ رسول کے درمیان جو جنگ وجدال اور قتل وقتال واقع ہوئے جیسا کہ کتب تواریخ میں مسطور اور ثقہ لوگوں کی زبانوں پر مذکور ہیں وہ بظاہر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان میں سے بعض جادۂ حق سے ہٹ گئے اور ظلم وجور وفسق وفجور کی حد تک پہنچ گئے .....

(۲) علامہ شوکانی اپنی کتاب وبل الغمام میں تحریر فرماتے ہیں (علی ما نقل عنہ فی اکلیل الکرامہ سنورب صدیق حسن خان صہ ۱۲) "لا شک ولا شبھۃ ان الحق بید علیؑ فی جمیع مواطنہ اما طلحۃ والزبیر ومن معھم فلا نھم کانوا بایعوہ فنکثوا بیعتہ بغیاً علیہ فوجب علیہ قتالھم واما قتالہ للخوارج فلا ریب فی ذلک واما اھل الصفین فبغیھم ظاھر ولو لم یکن فی ذلک الا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ لکان ذالک مفیداً للمطلوب ثم لیس معاویۃ من یصلح لمعارضتہ ولکنہ اراد طلب الریاسۃ والدنیا بین اقوام اغتام لا یعرفون معروفاً ولا ینکرون منکراً فخارعھم بانہ طالب بدم عثمان فنفق ذلک علیھم وبذلوا بین یدیہ دمائھم واموالھم ونصحوا لہ الخ۔ یعنی بلا شک وشبہ تمام لڑائیوں میں حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ (جنگ جمل میں) طلحہ وزبیر اور ان کے ساتھیوں نے پہلے حضرت علی کی بیعت کی تھی پھر اسے توڑ ڈالا۔ اس لئے حضرت علیؑ پر ان کے ساتھ لڑنا واجب تھا جہاں تک (نہروان کے) خوارج کا تعلق ہے۔ ان کے ساتھ جنگ کے جواز میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے۔ باقی رہے اہل صفین (معاویہ وغیرہ) تو ان کی بغاوت بھی ظاہر ہے۔ اگر اس سلسلہ میں پیغمبر اسلامؐ کا صرف یہی ایک ارشاد موجود ہوتا جو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمارؓ سے فرمایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا تو تمہارے اثبات کے لئے کافی تھا پھر یہ بھی تو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ معاویہ، علیؑ کی مخالفت کرنے کی اہلیت بھی کب رکھتا تھا؟ لیکن اس نے سرداری اور دنیاداری طلب کرنے کے ارادہ سے ایسے بھیڑ چال لوگوں کو آلہ کار بنایا جو بالکل بے وقوف تھے اور معروف ومنکر کو نہیں پہچانتے تھے۔ معاویہ نے ان لوگوں کو دھوکہ دیا کہ وہ عثمان کا قصاص لینا چاہتا ہے۔ اس کی یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی چنانچہ ان لوگوں نے معاویہ کے لئے

---

(۱) ذہبی نے سیر النبلاء میں بذیل ترجمہ عمار اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جان و مال کی قربانیاں دیں اور اس کے سچے خیر خواہ بن کر اس کی مطلب برآری کرتے رہے"

(۳) شاہ عبدالعزیز دہلوی فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۷۶ پر فرماتے ہیں "علماء ماوراء النہر و مفسرین و فقہاء این ہمہ حرکات و جنگ و جدل اور اکہ با جناب مرتضےٰ علی نمود حمل بر خطائے اجتہادی دارند و محققین اہل حدیث بعد تتبع روایات صحیحہ دریافتہ اند کہ این حرکات خالی از شائبۂ نفسانی نبود و خالی از تہمت تعصب امویہ و قریشیہ کہ بجناب ذی النورین داشت نبودہ است پس نہایت کارش امید ست کہ مرتکب کبیرہ و باغی باشد و الفاسق لیس باہل اللعن" یعنی علماء ماوراء النہر مفسرین اور فقہا کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے حرکات جنگ و جدل جو حضرت مرتضےٰ علیؑ کے ساتھ ہوئیں وہ صرف خطائے اجتہادی کی بنا پر تھیں مگر محققین اہل حدیث نے روایات صحیحہ کے تتبع و تلاش کے بعد جو کچھ دریافت کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حرکات شائبہ نفسانی سے خالی نہ تھے اور اس تہمت سے خالی نہ تھے کہ جناب ذی النورین (عثمان) کے معاملہ میں جو تعصب امویہ و قریشیہ میں تھا۔ اس کی وجہ سے یہ حرکات معاویہ سے وقوع میں آئے (معاویہ کے حق میں) زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اسے گناہ کبیرہ اور بغاوت کا مرتکب قرار دیا جائے اور فاسق لعنت کا مستحق نہیں ہے" شاہ صاحب موصوف نے ایسا ہی افادہ اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ مترجم اردو ص ۲۸۵ پر فرمایا ہے۔ فراجع۔

(۴) نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب بغیۃ الرائد میں (علی نقل عنہ فی فلک النجاۃ) تحریر فرماتے ہیں "و ہر چہ از مخالفات و محاربات واقع شد از طرف معاویہ شد جنگ او خالی از حمیت و نفسانیت نیست و اینکہ گویند خطائے اجتہادی بود پسند خاطر انصاف پسندان نیست" یعنی حضرت علیؑ کے ساتھ معاویہ نے جو لڑائیاں لڑی ہیں وہ تعصب اور نفسانیت کے جذبہ سے خالی نہ تھیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ خطائے اجتہادی تھی۔ یہ بات اہل انصاف کو پسند نہیں ہے"

(۵) شرح مواقف جزء ثامن ص ۳۷۴ طبع اوّل مطبع السعادۃ مصر (جو کہ اہلسنت کے عقائد کے مشہور و مستند کتاب ہے) میں لکھا ہے "و الذی علیہ الجمہور من الامۃ ھو ان المخطئ قتلۃ عثمان و محاربوا علیؑ لانھما امامان فیحرم القتل و المخالفۃ قطعاً لکن ان بعضھم کالقاضی ابی بکر ذھب الی ان ھذہ التخطئۃ لا تبلغ الی حدّ التفسیق و منھم من ذھب الی التفسیق کالشیعہ و کثیر من اصحابنا" جمہور امت جس مسلک پر ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عثمان کے قاتل اور حضرت علیؑ سے جنگ کرنے والے خطا کار تھے۔ کیونکہ یہ دونوں امام وقت تھے لہٰذا ان کا قتل اور ان کی مخالفت قطعاً حرام تھی۔ البتہ بعض علماء امت جیسے قاضی ابوبکر باقلانی کے نزدیک یہ خطا فسق و فجور کی حد تک نہیں پہنچتی اللہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بعض کے نزدیک علیؑ سے جنگ کرنے والوں کی خطا فسق کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ جیسے شیعہ اور ہمارے علماء اہلسنت کی کثیر تعداد"۔ ان حقائق کی روشنی میں روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہو گیا کہ معاویہ نے حضرت علیؑ کے خلاف جو جنگیں لڑیں ہیں وہ تعصب و عناد اور نفسانیت و انانیت کے فاسد جذبہ کے تحت اور طلب ریاست، حصول اقتدار، حب جاہ اور تحصیل دنیا کی خاطر تھیں اور شیعہ تو بجائے خود اہلسنت کی اکثریت کے نزدیک معاویہ کی یہ حرکات فسق و فجور کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ فساق و فجار پہ قرآن و حدیث کی رو سے لعنت کرنا جائز ہے۔ کمالا یخفیٰ علی اولی الافہام۔

کیا لطف جو غیر پہ وہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

ازالہ اشتباہ

اس سلسلہ میں مؤلف آفتاب نے نہج البلاغہ سے جناب امیر کے جس مکتوب کا حوالہ دیا ہے اس مکتوب کا اصل مفہوم سمجھنے میں مؤلف نے اشتباہ کیا ہے۔ اس میں جناب امیر ایمان و ایقان کے معاملہ میں اپنے اور معاویہ کے درمیان مساوات ثابت نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ معاویہ کی اس گہری سازش کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے خلاف برسرپیکار ہے اور اسے اسلامی جہاد کا رنگ دے رہا ہے حالانکہ وہ یہ جنگ خدا اور رسول کے لئے نہیں لڑ رہا ہے۔ بلکہ اس نے خون عثمان کا بدلہ لینے کا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ جو سراسر اس کی دھوکہ دہی و فریب کاری ہے ورنہ وہ خود بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم اس سے بری الذمہ ہیں" یہ ہے اس خط کا صحیح مفہوم۔ اگر اس مکتوب کا وہ مطلب لیا جائے جو مؤلف نے لیا ہے تو وہ خود جناب سرکار ولایت کے ان متعدد دوسرے مکتوبات کے مضمون کے خلاف ہوگا۔ جو آنجناب نے وقتاً فوقتاً معاویہ کو لکھے ہیں جس میں معاویہ کو شیطانی گروہ کا لیڈر و منافق بلکہ خارج از اسلام تحریر فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایک ماہر استاد آدمی کے قول میں اختلاف نہیں ہوتا ان خطوط میں سے بعض یہاں بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں۔

معاویہ حضرت علی کے مکتوبات کی روشنی میں

آنجناب، نہج البلاغہ ج ۳ ص ۱۹ طبع مصر میں معاویہ کے ایک خط کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ "واما قولک انا بنو عبد مناف" فکذلک نحن۔ ولکن لیس امیۃ کہاشم ولا حرب کعبد المطلب ولا ابوسفیان کابی طالب ولا المہاجر کالطلیق ولا الصریح کاللصیق ولا المحق کالمبطل ولا المؤمن کالمدغل۔ اے معاویہ تیرا یہ کہنا کہ ہم سب اولاد عبد مناف ہیں" تو درست ہے۔ لیکن امیہ ہاشم کے برابر نہیں اور نہ حرب عبد المطلب کی مانند ہے نہ ابوسفیان ابوطالب کی [illegible] اور نہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مہاجر (خود جناب امیر) آزاد کردہ (معاویہ) جیسا ہے اور نہ صحیح النسب اور غیر صحیح النسب برابر ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اہل حق و اہل باطل مساوی ہو سکتے ہیں اور نہ مومن اور منافق ایک جیسے ہو سکتے ہیں" (پھر میں اور تو کس طرح برابر ہو سکتے ہیں؟) ایک اور مکتوب گرامی میں معاویہ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں دانی یکون ذلک کذلک ومنا النبی ومنکم المکذب ومنا اسد اللہ ومنکم اسد الاحلاف ومنا سید اشباب اھل الجنۃ ومنکم صبیۃ النار ومنا خیر نساء العالمین ومنکم حمالۃ الحطب (نہج البلاغہ ج ۳ ص ۳۶) بھلا تم اور ہم کس طرح برابر ہو سکتے ہیں؟ جبکہ صورتحال یہ ہے کہ نبی ہم سے ہے اور جھٹلانے والا (ابوجہل) تم سے اسد اللہ (حمزہؓ) ہم سے ہے اور اسد الاحلاف (پیغمبرؐ کے خلاف لڑنے پر لوگوں سے قسم لینے والا ابوسفیان) تم سے جوانانِ جنت کے سردار ہم سے ہیں اور جہنم کی اولاد (اولادِ مروان) تم سے تمام عالمین کی عورتوں کی سردار (فاطمہ زہراؑ) ہم سے ہے اور لکڑیاں اٹھانے والی (ام جمیل زوجۂ ابولہب اور معاویہ کی پھوپھی) تم سے۔

ایک مکتوب میں لکھتے ہیں (وانی علی المنہاج الذی ترکتموہ طائعین ودخلتم فیہ مکرھین) مطلب یہ ہے کہ دخلت فی الاسلام کرھا وخرجت منہ طوعا۔ اے معاویہ! تو اسلام میں داخل تو مجبوری کے ساتھ ہوا تھا (بروز فتح مکہ) لیکن اس سے نکلا اپنی خوشی سے ہے (نکلنے میں کوئی مجبوری نہ تھی) نہج البلاغہ ج ۳ صـ ۱۳۲) کنز العمال ج ۶ ص ۸۹ میں ہے سمعت علیاً یقول وحزبنا حزب اللہ والفئۃ الباغیۃ حزب الشیطان ومن سوی بیننا وبین عدونا فلیس منا۔ راوی کا بیان ہے میں نے حضرت علیؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فرما رہے تھے ہمارا گروہ خدا کا گروہ ہے اور باغی گروہ (معاویہ خیل) شیطان کا گروہ ہے جو شخص ہمیں اور ہمارے دشمن کو برابر سمجھتا ہے۔ وہ ہم سے نہیں ہے" ان حقائق کی موجودگی میں مؤلف آفتاب کا یہ قول کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ "جناب امیر اسلامی عقائد میں امیر معاویہ کو اپنے جیسا مسلمان سمجھتے ہیں" اب اہل انصاف بتائیں ہم جناب مولوی کرم الدین کی بات مانیں، یا جناب امیر علیہ السلام کے فرمان واجب الاذعان پہ ایمان لے آئیں؟ ع

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا؟

معاویہ کے شخصی و نجی حالات

اب تک اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اگرچہ اس میں مضمون کتاب کا مکمل جواب آگیا ہے۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ یہاں معاویہ

لہ اس فقرہ میں معاویہ کے نسب پر جو تعریض ہے۔ وہ کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے متعلق کچھ اور حقائق بھی بیان کر دے جائیں تاکہ معاویہ کے حقیقی خدوخال اس طرح بے نقاب اور واضح و آشکار ہو جائیں کہ طالبانِ حق کو حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے میں کوئی دقت و دشواری نہ ہو۔

فضیلت معاویہ میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں

اگرچہ ہوا خواہانِ معاویہ بڑھ چڑھ کر اس کے فضائل و مناقب بیان کیا کرتے ہیں۔ مؤلف آفتاب نے بھی کہا ہے کہ "آپ کی شان میں بہت سی احادیث وارد ہیں" مگر نقادانِ فن حدیث و حافظانِ اخبار کا بیان ہے کہ فضائل معاویہ کے بارے میں ایک بھی صحیح السند حدیث موجود نہیں ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب اللآلئ المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ج ۱ ص ۲۱۵ طبع مصر ص ۲۲۱ میں فضائل معاویہ میں چند احادیث درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں "کلہا موضوعۃ لا اصل لہا" یہ سب کی سب وضعی حدیثیں ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے"۔

(۲) اسی طرح خاتمۃ الحفاظ محمد بن علی الشوکانی نے اپنی کتاب الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ میں لکھا ہے۔ اتفق الحفاظ علی انہ لم یصح فی فضل معاویۃ حدیث "تمام حافظان حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں ہے (بحوالہ النصائح الکافیہ ص ۶۲/۶۳)

(۳) اسی طرح علامہ ابن عراق اپنی کتاب تنزیہ الشریعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ طبع مصر ج ۲ ص میں لکھتے ہیں لا یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی فضل معاویہ بن ابی سفیان شیئ "معاویہ کی فضیلت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے"۔

حدیث لا اشبع اللہ بطنہ کا شان ورود

امام اہلسنت نسائی (صاحب سنن نسائی) سے فضائل معاویہ بیان کرنے کی استدعا کی گئی انہوں نے کہا "ما اعرف لہ فضیلۃ الا لا اشبع اللہ بطنہ" میں ان کی کوئی فضیلت نہیں جانتا سوائے لا اشبع اللہ (خدا اس کا پیٹ نہ بھرے) کے (استیعاب ابن عبد البر ج ۳ ص ۴۰۱ وغیرہ)

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کام کے سلسلہ میں معاویہ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ اس نے واپس جا کر عرض کیا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے۔ دوبارہ بھیجا اس نے جا کر پھر یہی کہا۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا اشبع اللہ بطنہ۔ اس بددعا کا اثر کیا ہوا علامہ وحید الزمان کی زبانی سنیئے کہتے ہیں اس کے دسترخوان پر سو طرح کے کھانے رکھے جاتے تھے اور وہ کھاتے کھاتے آخر میں کہتے پیٹ تو نہیں بھرا لیکن منتھک گیا ہے یہ اثر تھا اس بددعا کا جو آنحضرت نے ان کو دی تھی۔ لا اشبع اللہ بطنہ۔ اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے" (الخ ص ۶۸)
(علامہ وحید الزمان)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا کی حقیقت

جس حدیث کو اس مضمون میں بڑے طمطراق کے ساتھ پیش کیا گیا ہے یعنی اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً۔ ترمذی نے اسے نقل کرنے کے بعد "غریب" کہا ہے اس لئے یہ ضعیف السند ہونے کی وجہ سے لائق اعتماد نہیں ہے۔ علامہ وحید الزمان انوار اللغہ پ۲۷ ص۲۰۲ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں "میرا تو اعتقاد یہ ہے کہ اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً کی حدیث (معاویہ کے حق میں) صحیح نہیں ہے جیسے امام احمد اور امام نسائی نے فرمایا کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور اس کی عدم صحت کے قرائن یہ ہیں کہ معاویہ نے ایسے ایسے خلاف شرع کام کئے ہیں جو عین ضلالت ہیں نہ ہدایت مثلاً زیاد کے نسب کا الحاق ابوسفیان سے، حجر بن عدی کا قتل، یزید کے لئے بالجبر اور بہ مکر و فریب بیعت کرانا، نقض اس معاہدہ کا جو امام حسنؑ سے کیا تھا وغیرہ وغیرہ"۔ ولا ینبئک مثل خبیر۔

معاویہ کے کاتب وحی ہونے کے استدلال کا جواب

اسی طرح پرستاران معاویہ اس کے کاتب وحی ہونے سے بھی اسکی فضیلت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کیا کرتے ہیں۔ سو جواباً واضح ہو کہ یہ مزعومہ فضیلت بھی درحقیقت کوئی فضیلت نہیں ہے کیونکہ اوّلاً تو اس میں اختلاف ہے کہ وہ کاتب وحی تھا یا کاتب خطوط۔ جیسا کہ خود اس مضمون میں اس اختلاف کا اقرار کیا گیا ہے۔ لہٰذا بموجب اذا قام الاحتمال بطل الاستدلال۔ یہ استدلال درجۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

ثانیاً۔ بنا بر تسلیم اینکہ وہ کاتب وحی تھا۔ چونکہ وہ حرف شناس تھا اور پیغمبر نے کچھ دن بعض آیات کی اس سے املا کرادی ہو تو اس میں کونسی فضیلت ہے؟ کیا قرآن و حدیث میں کوئی ایسی تصریح موجود ہے کہ جو کاتب قرآن ہوگا وہ مؤمن کامل ہوگا، یا قرآن کی کتابت وہی شخص کرے جو پکا مسلمان ہو؟ کیا عبداللہ ابن خطل پہلے کاتب قرآن نہیں تھا جو بعد میں مرتد ہو گیا؟ (اللئالی المصنوعۃ ج۱ ص۲۱۶ طبع مصر) باقی بعض روایات جو مضمون نگار نے بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔ وہ سب ناقابل اعتماد ہیں خود صاحب تاریخ الخلفاء نے ابتدار حالات معاویہ میں تصریح کر دی ہے "قد ورد فی فضلہ احادیث قل ما ثبت" (ص۱۳۲) یعنی معاویہ کی فضیلت میں کچھ احادیث وارد ہوتی ہیں جو بہت ہی کم ثابت ہیں"۔

ایک مضحکہ خیز استدلال

معاویہ زندگی بھر خاندان نبوت سے برسرپیکار رہا۔ ان کو مختلف اذیتیں پہنچاتا رہا قتل کراتا رہا، ان کی شمع حیات گل کرنے کی مقدور بھر کوشش کرتا رہا۔ اور ان کے جداروں کے خون ناحق سے ہولی کھیلتا رہا۔ مگر اس کے ہوا خواہ کہتے ہیں کہ "اس کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ موئے مبارک اور کچھ ناخن اقدس تھے۔ جن کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

متعلق اس نے وصیت کی تھی کہ مرنے کے وقت اس کے ناک اور منہ میں رکھ دینا" ایسا بودہ استدلال کرنے والوں کو اپنی عقل و خرد کے ناخن لینے چاہئیں! اگر اس کی نگاہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی ہی عظمت ہوتی تو ان کے مقدس خاندان کے ساتھ بالعموم اور جانِ مصطفٰے (علی الرتفٰے) کے ساتھ بالخصوص وہی سلوک کرتا جو اس نے ــــ کیا ہے؟ مالکم کیف تحکمون؟

مذمتِ معاویہ میں چند احادیث و اقوال

فضائل کی بجائے اس کے رزائل میں چند احادیث و اقوال مل جاتے ہیں۔ مثلاً تاریخ طبری جزو ۱۱ صفحہ ۳۵۷ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یطلع من ھذا الفج رجل من امتی یحشر علی غیر ملتی فطلع معاویۃ۔ اس گھاٹی سے میری امت کا ایک ایسا شخص نمودار ہوگا جو میرے دین پر محشور نہ ہوگا۔ چنانچہ معاویہ برآمد ہوا"

(۲) طبری کی اس جلد اور اسی صفحہ پر نیز کتاب صفین صفحہ ۲۴۲ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا ان معاویۃ فی تابوت من النار اسفل درک منھا ینادی یا حنان یا منان الان وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین۔ معاویہ جہنم کے نچلے طبقہ میں آگ کے ایک تابوت میں ہوگا۔ باآوازِ بلند پکارے گا۔ اے خدائے مہربان! مجھے معاف کر دے۔ آواز آئے گی۔ اب معافی مانگتا ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا اور تو مفسدین میں سے تھا"

(۳) تاریخ خطیب بغدادی ج ۱۲ ص ۱۸۱ کنوز الدقائق ص ۱۰ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۲۸ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مذکور ہے۔ فرمایا اذا رایتم معاویۃ علی منبری فاقتلوہ جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دینا"

تنبیہ ہم نے کتب اہلسنت والجماعت سے مذمت معاویہ میں یہ چند احادیث پیش کر دی ہیں۔ اب اگر کوئی معاویہ خیل یہ کہے کہ یہ حدیثیں دشمنانِ معاویہ کی گھڑی ہوئی ہیں۔ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ پھر فضیلت معاویہ حدیثیں بھی تو اخوانان معاویہ کی گھڑی ہوئی ہیں۔ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۷۹ میں لکھا ہے "اما معاویۃ فکان فاسقا مشہورا بقلۃ الدین والانحراف عن الاسلام" معاویہ فاسق و فاجر تھا اور دین کی کمی بلکہ دین اسلام سے انحراف و روگردانی کرنے میں مشہور تھا"

صلحِ حسنؑ کی حقیقت

مضمون نگار نے صلح حسنی سے بھی معاویہ کے دیندار ہونے پر استدلال کیا ہے کہ اگر وہ مستحق لعن ہوتا تو پھر اس کے ساتھ صلح جائز نہ ہوتی" تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ صلح صرف اس آدمی یا جماعت سے ہونی چاہیے جو مستحق رحمت و صلوات ہو! بنابریں مضمون

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نگار کفارِ مکہ کے ساتھ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلح کے بارے میں کیا فتوی صادر فرمائیں گے جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے؟ اگر کوئی یہ کہے کہ اس صلح سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ کفار نابکار مستحق لعنت و پھٹکار ہوتے تو رسول کردگار ان سے ہرگز صلح نہ کرتے؟ تو جو جواب مضمون نگار صاحب اس استدلال کا دیں گے۔ وہی جواب ہم نور ان کے استدلال کا پیش کریں گے! حقیقت یہ ہے کہ جس طرح جناب پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض مجبوریوں کے تحت کفار سے صلح کی تھی بالکل اسی طرح ان کے نواسے نے بھی حفاظت اسلام اور امت کی صلاح و بہبود کی خاطر مجبوراً معاویہ سے صلح کی۔ یہاں پوری تفاصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے اس لئے بنا بر اختصار اس سلسلہ میں بہ ادیانِ اسلامی کے ایک منصف مزاج عالم حضرت علامہ وحید الزمان کے حقیقت افروز بیان نقل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے وہ اپنی کتاب انوار اللغہ پ۱۵ صـ۱۷ پر لکھتے ہیں "ہمارے بڑے شہزادے امام حسن علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر تھے۔ نہایت دانشمند اور انجام بین، وقت اور موقع محل دیکھ کر کام کرنے والے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کافروں سے دب کر مصلحۃً صلح کر لی تھی ویسے ہی حضرت امام نے بھی دیکھا کہ میری فوج والوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان کے دلوں میں خیانت بھری ہوئی ہے۔ اُدھر معاویہ جنگ پر تُلا ہوا ہے۔ اسلام تباہ ہوا چاہتا ہے تو ناچار آپ نے دفع الوقتی کر کے معاویہ سے صلح کر لی۔ اب جن لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ آپ نے بخوشی معاویہ کو خلافت دے دی اور معاویہ کی خلافت صحیح اور شرعی ہو گئی۔ انہوں نے حالات اور وقائع پر غور نہیں کیا۔ اصل یہ ہے کہ امام اس وقت کے حالات کے اوپر نظر کر کے مجبور ہو گئے اور آپ نے ایک ضررِ عظیم سے بچنے کیلئے ضررِ خفیف کو گوارا کیا۔ پس درحقیقت یہ صلح امام کی طرف سے صحیح اور جائز تھی لیکن معاویہ کی طرف سے ناجائز اور محض ظلم اور جبری تھی۔ جیسے صلح حدیبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جائز اور صحیح تھی لیکن مشرکوں کی طرف سے ظلم اور جبری تھی۔ اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں بڑے بڑے علماء کو دھوکہ ہو گیا ہے۔" انتہی کلامہ۔ بایں ہمہ چونکہ معاویہ نے بظاہر اسلامی لبادہ اوڑھا ہوا تھا۔ اس لئے اس سے امام حسنؑ نے صلح کر لی۔ برخلاف اپنے ناخلف بیٹے یزید کے جس نے اسلام کا جوا اپنی گردن سے بالکل اتار پھینکا تھا۔ اس لئے حضرت امام حسینؑ کے لئے اس سے جہاد کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ مضمون نگار نے معاویہ کے امام حسنؑ کو جس وظیفہ دینے کا تذکرہ کیا ہے وہ دراصل عطیہ نہ تھا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بلکہ شرائط صلح میں سے ایک شرط کے تحت امام کے لئے گذارہ الاؤنس تھا جو بوجہ حقیقی خلیفہ رسول ہونے کے ان کا حق تھا نہ کہ معاویہ کا احسان جو کہ دراصل غاصب تھا) لہذا اگر اصل حقدار کو اس کا حق مل جائے خواہ ظالم و غاصب کے ہاتھ سے ہو تو اس میں کوئی عقلی یا شرعی قباحت نہیں ہے امام حسن نے وظیفہ کی خاطر ظاہری اقتدار معاویہ کے حوالہ نہیں کیا تھا ایسا خیال کرنا قاضی مظہر کی جہالت و ضلالت ہے۔ بلکہ اسلام کی بقا اور مسلمانوں کی فلاح کی خاطر ایسا کیا تھا جیسا کہ ہم اسکی سابقا وضاحت کر چکے ہیں اور جہاں تک ظاہری ملکی اقتدار کا تعلق ہے تو وہ جب اصل نبی و رسول کی نبوت و رسالت کی شرط نہیں تو انکے خلیفہ کی خلافت کی شرط کس طرح ہو سکتی ہے۔ نبی نبی ہے خواہ مسند اقتدار پر ہو یا قید خانہ میں ہو اسطرح خلیفہ و امام ہے۔ خواہ مسند رسول پر جلوہ افروز ہو اور خواہ یہودیوں کے باغ میں مزدوری کر رہا ہو اور خواہ خانہ نشین ہو"

چند مہلکاتِ معاویہ کا بیان

اگرچہ یہ مضمون پہلے ہی غیر معمولی طور پر لمبا ہو گیا ہے مگر بڑے اختصار کے ساتھ دو چار اور متعلقہ باتوں کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ ہوا خواہان معاویہ کیلئے مکمل درس عبرت کا سامان مہیا ہو جائے۔ سو واضح ہو کہ معاویہ نے اپنی حیاتِ مستعار میں وہ وہ حرکاتِ ناشائستہ کئے ہیں اور وہ وہ کارہائے بد انجام دیئے ہیں کہ اگر ان میں سے صرف کسی ایک کا بھی ارتکاب کرتا تو اس کی ہلاکت ابدی کے لئے کافی تھا۔ چہ جائیکہ جب وہ سب جمع ہو گئے ہوں۔ ان میں سے بعض کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے

(۱) حضرت امیرؑ پر سب و شتم کرانا

یہ بات تاریخ و حدیث پر معمولی نظر رکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ معاویہ نے حضرت علی اور اہلبیت نبوی پر سب و شتم کی باقاعدہ مہم جاری کی اور پھر یہ سنت سیئہ برابر بنی امیہ کے منحوس دور میں منبروں پر جاری رہی۔ یہاں تک عمر بن عبدالعزیز نے اسے بند کیا یا۔ (۱) تذکرہ خواص الامۃ ص ۳۷ پر لکھا ہے کہ منبروں پر سب و شتم کا قبیح سلسلہ برابر ایک ہزار مہینہ تک جاری رہا۔ صاحب تذکرہ کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ (ثم استفاض لعن علی علیہ السلام علی المنابر الف شھر وکان ذالک بامر معاویۃ)

(۲) علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۱۶۶ پر لکھا ہے کان بنو امیہ یسبون علی بن ابی طالب علیہ السلام فی الخطبۃ۔ یعنی بنی امیہ خطبوں میں حضرت علیؑ کو گالیاں دیا کرتے تھے (۳) شبلی نعمانی اپنی مشہور سیرۃ النبی ج ۱ ص ۴۹ تقطیع کلاں پر لکھتے ہیں "حدیثوں کی تدوین بنو امیہ کے زمانہ میں ہوئی جنہوں نے پورے ۹۰ برس تک اسلام سے ایشیا سے کوچک اور اندلس تک مساجد جامع میں آل فاطمہ کی توہین کی اور

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جمعہ میں حضرت علی پر لعن کہلوایا۔ سینکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں"۔ معاویہ اس امر شنیع میں اس قدر مبالغہ سے کام لیتا تھا کہ لوگوں کو پکڑ پکڑ جناب امیرؑ پر سب وشتم کراتا اور نہ کرنے پر اس کی وجہ دریافت کرتا تھا۔ (ملاحظہ ہو صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۷۸ باب فضائل علیؑ) بنی امیہ کو اپنی اس قبیح حرکت پر اس قدر اصرار تھا کہ امام حسنؑ کو بوقت صلح یہ شرط عائد کرنا پڑی تھی کہ ان کے عظیم والد پر سب وشتم کا سلسلہ بند کیا جائے مگر یہ شرط منظور نہ ہوئی۔ تب امام مظلوم نے فرمایا کہ کم از کم اتنا تو کیا جائے کہ میری موجودگی میں یہ حرکت نہ کی جائے چنانچہ اسے تسلیم کر لیا گیا۔ گو بعد میں اس پر بھی عمل نہیں ہوا (تاریخ کامل بن اثیر ج ۳ صفحہ ۲۰۳ تاریخ طبری ج ۴ صفحہ ۱۲۲ وغیرہ) آہ۔ ع

فلیبک علی الاسلام من کان باکیا

(۲) حضرت امیرؑ سے جنگ وجدال کرنا

معاویہ نے حضرت امیر سے جنگ وجدال کرنے میں اپنی زندگی گذار دی۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ ان سے جنگ کرنا خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ مضمون نگار نے برادران یوسف والے واقعہ سے تشبیہ دیکر اس جرم شنیع کی سنگینی کو ہلکا کرنے کی جو ناکام کوشش کی ہے جو بالکل قیاس بے اساس ہے۔ اوّلاً۔ تو وہاں جناب یوسف کے معافی دینے کا تذکرہ کلام مجید میں مذکور ہے اور یہاں اس معافی کا نام ونشان تک موجود نہیں ہے ثانیاً۔ دونوں کی نوعیت مختلف ہے۔ وہاں ذاتی رنجش تھی۔ اور برادران یوسفؑ کی اذیت رسانی صرف جناب یوسف کی ذات تک محدود تھی۔ اس لئے وہ اپنا حق معاف کر سکتے تھے۔ مگر یہاں تو دین کا معاملہ تھا اور ہزاروں اہل ایمان نہ صرف یہ کہ معاویہ کے عام ظلم وستم کا بلکہ قتل وغارتگری کا نشانہ بن چکے تھے۔ اس لئے جناب امیر معاف کر بھی کس طرح سکتے تھے؟ اگر معاملہ ان کی ذات تک محدود ہوتا تب بھی کوئی بات تھی۔ الغرض ع

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی

(۳) جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرانا

ویسے تو ہزاروں بے گناہوں کے خون ناحق کا مظلم معاویہ کی گردن پر ہے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کے ظلم وجور کا نشانہ بن کر راہی ملک بقا ہوئے۔ مگر جناب حجر بن عدی (اور ان کے سات ساتھیوں) کے واقعہ قتل کو کچھ غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ جنہوں نے بڑی بیدردی اور اندوہناک کیفیت کے ساتھ بحالت اسیری معاویہ کے حکم سے جام شہادت نوش کیا۔ جناب حجر بن عدی حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے شب زندہ دار اور روزہ دار عبادت گذار جلیل القدر صحابی تھے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(استیعاب ابن عبد البر، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، اسد الغابۃ، المستدرک للحاکم وغیرہا) چونکہ جناب حجر اپنے غیر معمولی زہد و تقویٰ کی وجہ سے بڑے صاحب اثر بزرگ تھے۔ ان کی گرفتاری اور پھر سفاکانہ قتل نے امت محمدیہ کے لوگوں کا دل ہلا دیا۔ چنانچہ جب جناب عائشہ کو جناب حجر کی گرفتاری کی اطلاع ملی تو فوراً عبدالرحمٰن بن حارث کو یہ پیغام دے کر معاویہ کے پاس شام دوڑایا کہ اللہ اللہ فی حجر و اصحابہ حجر اور ان کے ساتھیوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو" (لیکن جب عائشہ کا قاصد پہنچا تو جناب حجر اپنے ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش فرما چکے تھے (الاصابۃ ص۳۵۵ وغیرہ)۔ جب عبداللہ بن عمر کو شہادت حجر کی اطلاع ملی تو شدت گریہ و بکا سے ان کی چیخیں نکل گئیں۔ (الاستیعاب، الاصابۃ، اسد الغابہ وغیرہا) ــــ قابل غور بات یہ ہے کہ اس قدر عابد و مرتاض شخص کے قتل کا سبب کیا تھا؟ اگرچہ پرستاران معاویہ نے تاڑ کا پہاڑ بنا کر پیش کیا ہے کہ انہوں نے بغاوت کی تھی اور مسلح ہو کر گورنر کوفہ کا مقابلہ کیا تھا۔ مگر یہ سب افسانے ہیں بات صرف اسقدر تھی کہ معاویہ کے گورنروں نے حضرت امیرؑ کے خلاف منابر پر سب و شتم کا جو قبیح سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ جناب حجر اس سے کڑھتے تھے اور بعض اوقات وہ بھی جوابی طور پر ان کے ساتھ وہی سلوک کرتے۔ چنانچہ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی تاریخ اسلام ج ۲ ص۱۳ پر لکھتے ہیں۔ "امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں بر سر منبر حضرت علی پر سب و شتم کی مذموم رسم جاری کی تھی اور ان کے تمام عمال اس رسم کو ادا کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے لیکن امیر معاویہ کی تقلید میں یہ بھی اس مذموم بدعت سے نہ بچ سکے۔ حجر بن عدی اور ان کی جماعت کو قدرۃً اس سے تکلیف پہنچتی تھی۔ اس کے جواب میں وہ بھی مغیرہ اور امیر معاویہ کو برا بھلا کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے تھے۔ ــــ زیاد کے زمانے میں بھی یہ رسم جاری رہی اور اس کے ساتھ حجر کا جوابی طرز عمل بھی قائم رہا۔ ــــ حضرت حجر بن عدی بڑے رتبے کے صحابی تھے اس لئے ان کے قتل کا بہت برا اثر پڑا" ــــ بالآخر اسی زیاد بن ابیہ کی شاطرانہ چالوں کی بدولت وہ گرفتار ہوئے اور معاویہ کے حکم سے شہید ہوئے ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

یہ ہے معاویہ کے حلم و بردباری کی حقیقت جس کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔

(۱۴) زیاد بن ابیہ کا الحاق

شریعت مقدسہ کا حکم ہے الولد للفراش وللعاھر الحجر (بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کو پتھر لگیں گے) مگر معاویہ نے اس حکم کو پامال کرتے ہوئے سیاسی اغراض کے تحت زیاد بن سمیہ کو (جو طائف کی لونڈی کے بطن سے پیدا ہوا تھا) یہ ظاہر کر کے کہ اس کے باپ ابوسفیان نے سمیہ سے زنا کیا تھا جس سے زیاد متولد ہوا۔ اپنا بھائی بنا لیا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(البدایۃ والنہایۃ۔ طبری۔ کامل۔ تحفۂ اثنا عشریہ، الاخبار الطوال وغیرہا) ——

(۵) گورنروں کے مظالم

معاویہ کے گورنر جیسے زیاد بن ابیہ، مغیرہ بن شعبہ، بسر بن ارطاۃ وغیرہم جن کے مظالم کے واقعات پڑھ کر حجاج بن یوسف ثقفی کے مظالم بھی ماند پڑ جاتے ہیں۔ وہ بھی تمام معاویہ کی گردن کا ہار ہیں جن سے قیامت تک اس کی گلو خلاصی نہیں ہو سکتی۔

(۶) امام حسنؑ کو زہر خورانی

معاویہ نے ہی بڑے لطائف الحیل سے امام حسن مجتبیٰؑ کو انکی زوجہ جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ زہر دلوا کر شہید کرایا (مروج الذہب مسعودی طبع جدید ج ۲ ص ۳۰۲، تذکرہ الخواص ص ۱۲۱، النعائح الکافیہ ص ۶۰) اور جب اسے شہادتِ امام کی اطلاع ملی تو فرحت و انبساط کا اظہار کیا (تاریخ ابو الفداء ص ۱۹۵ طبع دہلی) الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۱۲۷/۱۴۴ دراسات اللبیب ص ۷۹ طبع لاہور وغیرہ) انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۷) یزید کی ولیعہدی

یزید جیسے حرام کار، شرابخوار ملحد اور زندیق شخص کے لئے مسلمانوں سے جبر و اکراہ کے ساتھ بیعت لے لے کر اسکے لئے زمینِ حکومت ہموار کی۔ معاویہ کے ان ننگِ اسلام و انسانیت واقعات کی پوری تفصیل ہماری کتاب سعادۃ الدارین فی مقتل الحسینؑ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

معاویہ کے متعلق حسن بصری کی رائے

آخر کلام میں معاویہ کے متعلق مشہور تابعی حسن بصری کی رائے درج کر کے اس بحث کا خاتمہ کیا جاتا ہے وہ کہا کرتے تھے "معاویہ میں چار خصلتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اس کے اندر ہوتی تو اس کی ابدی ہلاکت کے لئے کافی تھی۔ (۱) اس نے امت محمدیہ پر تلوار کھینچی اور افاضل صحابہ کی موجودگی میں بلا مشورہ تختِ خلافت پر قابض ہو گیا (۲) اپنے شراب نوش بیٹے یزید کو اپنے بعد خلیفہ بنایا، جو ریشمی لباس پہنتا تھا اور سارنگی و طنبورہ بجاتا تھا۔ (۳) زیاد کو اپنا بھائی بنایا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ لڑکا صاحبِ فراش کا ہے اور زانی کے لئے کنکر (۴) جناب حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو شہید کرایا۔ جن کا خون اس کی گردن پر زبردست وبال ہے" (تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۸۱ طبری ج ۱ ص ۵۷، کامل ج ۳ ص ۲۴۲، تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۹۶) وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ ؎

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے

فاعتبروا یا اولی الابصار ——

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چالیسواں مسئلہ طینت

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسانوں کی جزا و سزا نیک و بد اعمال پر موقوف ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ ـــــ لیس للانسان الا ما سعیٰ ـــــ نیز قرآن کریم میں ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم لیکن شیعوں کا عجیب و غریب عقیدہ ہے کہ ان کی پیدائش اس طینت (مٹی) سے ہے جس سے ائمہ کرام اور انبیاء پیدا ہوئے ہیں اس لئے وہ قطعی جنتی ہیں خواہ کیسے ہی بد اعمال کیوں نہ ہوں اور کافروں اور سنیوں کی پیدائش دوزخ کی آگ سے ہے وہ یقیناً دوزخی ہیں خواہ کتنے ہی نیک عمل کرتے ہوں اصول کافی صفحہ ۳۵۸ میں باب طینۃ المومن والکافر میں اس کے متعلق بہت سی احادیث درج ہیں ہم ان کا صرف محصل بیان کرتے ہیں۔ علی بن حسین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ابدان و قلوب علیین سے پیدا کئے اور مومنین یعنی شیعہ کے قلوب بھی اسی طینت سے پیدا کئے گئے ہیں اور کفار کے ابدان سجین سے پیدا کئے ہیں ـــــ (بعد ازاں مؤلف نے اسی مضمون کی بعض روایات اصول کافی سے نقل کی ہیں جن میں سے بعض میں درج ہے کہ خدا نے ان دونوں قسم کی طینتوں کو باہم ملا دیا۔ لہذا بعض اہل ایمان میں جو کچھ خلقی یا دوسرے عیوب ہیں وہ طینت سجین کا ثمرہ اور مخالفین میں جو حسن خلق وغیرہ محاسن ہیں وہ طینت علیین کا نتیجہ ہے۔ اس پر مؤلف نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے) "تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جنت و دوزخ کی ہر دو طینتوں کو ملا دینے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ دھوکہ سے ایسا ہو گیا یا دانستہ ایسا کیا گیا۔ ایسا تو کوئی کاریگر بھی نہیں کر سکتا ـــــ (بعد ازاں جلاء العیون سے اس مضمون کی ایک روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیرؑ سے فرمایا۔ ہم اور تم ایک طینت سے مخلوق ہوئے اور ہماری زیادتی طینت سے ہمارے شیعہ پیدا ہوئے۔ جب قیامت ہو گی لوگوں کو ان کی ماں کے نام کے ساتھ پکاریں گے مگر تمہارے شیعوں کو ان کے باپ کے نام سے طلب کریں گے اس لئے کہ وہ حلال زادہ ہیں) بعد ازاں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "جائے غور ہے کہ حسب اعتقاد شیعہ یہ تمام بھنگی، چرسی، شرابی ڈوم، میراثی، قلندر جو اکثر شیعہ کہلاتے ہیں۔ بمنطوق احادیث مندرجہ اصول کافی چونکہ ان کی پیدائش طینت انبیاء کی زیادتی سے ہے اس لئے قطعی جنتی ہیں اور حسب روایت جلاء العیون یہی لوگ حلال زادہ ہیں اور تمام بزرگانِ اہلسنت ..... معاذ اللہ دوزخی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور غیر صحیح النسب ہیں (آفتاب ص ۲۹۹)

الجواب جن روایات پر یہ ایراد مبنی ہے وہ "اخبار طینت" کے نام سے مشہور ہیں اور چونکہ یہ بظاہر مذہب حق کے مسلّمہ عقیدہ کہ "انسان اپنے افعال میں فاعل مختار ہے" کے مخالف معلوم ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان کے رد و قبول میں شیعہ علماء کے دو نظریے ہیں۔

احادیث طینت کے متعلق شیعی نقطۂ نظر بعض علماء اعلام مثل شیخ مفید و سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے تو انہیں اخبار آحاد ہونے اور مسلمات سے متصادم ہونے کی بنا پر ناقابل اعتماد و استناد قرار دیا ہے۔ ہاں البتہ دوسرے حضرات نے ان کو قبول ضرور کیا ہے مگر اس گروہ میں باہم اختلاف ہے بعض علماء نے یہ روش اختیار کی ہے کہ چونکہ یہ اخبار متشابہ ہیں لہٰذا (آیات متشابہات کی طرح) ان پر اجمالاً ایمان رکھنا چاہیئے۔ لیکن ان کے حقیقی مطلب و مفہوم سے اپنے عجز و قصور کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں ائمہ اہلبیت کی طرف لوٹانے کا نظریہ قائم کیا ہے اور بعض نے انکو تسلیم کرکے انکے مفہوم پر وارد شدہ ایراد کا اس طرح جواب دیا ہے کہ یہ اخبار تشبیہ و استعارہ پر مبنی ہیں۔ یعنی مومن ایمان کے قبول کرنے اور اچھے کام کرنے میں اس طرح نرم ہوتا ہے گویا اس کی طینت پاکیزہ ہے اور کافر کفر اور اعمال بد کا ارتکاب کرنے میں ایسا راغب ہوتا ہے کہ گویا اس کی طینت رجس و خبیث ہے ورنہ حقیقت میں اس طرح نہیں ہے اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ خالق حکیم و علیم کو خلقت کائنات سے پہلے اپنے علم لدنی سے معلوم تھا کہ کون لوگ اپنے عزم و اختیار سے ایمان لاکر اعمال صالح بجالائیں گے اور کون لوگ اپنے ارادہ سے کفر اختیار کرکے اعمال بد کا ارتکاب کریں گے اس لئے اس نے مومن کو طینت علیین اور کافر کو سجین سے پیدا کیا تاکہ اول الذکر بآسانی ایمان لا سکے اور ثانی الذکر بسہولت کفر اختیار کر سکے اور پھر یہ اختلاف طینت ایمان و کفر یا عمل صالح اور عمل بد اختیار کرنے کی علت تامہ بھی نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ اس سے اقتضاء اور طبعی میلان و رجحان ظاہر و عیاں ہوتا ہے نہ کہ جبر و اکراہ۔ اور بعض حضرات نے اس ایراد کا حل یہ پیش کیا ہے کہ جب عالم ارواح میں خدا نے روحوں کا امتحان لیا تھا (جسے عہد الست اور عالم ذر بھی کہا جاتا ہے) تو جو روحیں وہاں کامیاب یا ناکام ہوئیں اس عالم دنیا میں ان کو ان کی اسی روش و رفتار کے مطابق مادی قالب دیا گیا اور یہ عین حکمت و صواب ہے یہاں اس موضوع پر اسی قدر کافی ہے۔ مزید تفصیل کے شائقین حضرات ہماری کتاب "احسن الفوائد فی شرح العقائد" کی طرف رجوع فرمائیں

ان حالات کی روشنی میں اہل انصاف بتائیں کہ جن اخبار کی یہ حالت اور کیفیت ہو کہ خود شیعہ علماء کبار کے درمیان ان کے رد و قبول میں اختلاف ہو اور جو قبول کریں وہ بھی ان کو متشابہ قرار دیں۔ کیا ان کے ظاہری مفہوم کو شیعہ کا عقیدہ ظاہر کرکے ان پر اعتراض کرنا کہاں تک درست ہے؟ سچ ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

والذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی پیروی کرنا۔ کج طبعی کی غمازی کرتا ہے۔

الزامی جواب

اگر اس قسم کی روایات کی بنا پر کسی مذہب پر اعتراض کرنا روا ہو تو پھر شیعہ حضرات بھی بڑی آسانی سے جواباً کہہ سکتے ہیں کہ سنن ابن ماجہ وغیرہ صحاح ستہ میں اس مضمون کی بکثرت روایات موجود ہیں کہ خدا فرماتا ہے۔ انا خلقت الخلق وخلقت الخیر والشر فطوبیٰ لمن قدرت علی یدیہ الخیر۔ یعنی میں نے مخلوق کو خلق کیا ہے اور میں نے ہی نیکی و بدی کو پیدا کیا۔ بشارت ہے۔ اس بندے کے لئے جس کے ہاتھوں پہ میں نیکی کو جاری کروں۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندے جو کچھ اچھائی یا برائی کرتے ہیں درحقیقت سب کچھ خدا کراتا ہے۔ پھر آیات مبارکہ من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ــــ اور ــــ لیس للانسان الا ما سعیٰ اور ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم وغیرہ آیات کہاں جائیں گی جب انسان مجبور متصور ہوگا؟ ــــ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

لوگوں کا ماؤں کے نام کے ساتھ اٹھایا جانا

باقی جلاء العیون کی جس روایت پہ مؤلف نے اعتراض کیا ہے وہ اعتراض خود ان پر وارد ہوتا ہے کیونکہ کتب اہلسنت میں یہ لکھا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا (تفسیر درمنثور بذیل آیت یوم ندعوا کل اناس بامامھم)

علیؑ کی دوستی ولادت کے پاکیزہ ہونے کی علامت ہے

اور یہ بھی کتب فریقین میں وارد ہے کہ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا علی! تجھ سے دوستی وہی رکھے گا جس کی ولادت پاکیزہ ہوگی اور جو تجھ سے دشمنی رکھے گا۔ اس کی ولادت میں خرابی ہوگی (کنز العمال وغیرہ) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے یا علی! جو تجھے نہیں پہچانتا (بلکہ دشمن رکھتا ہے وہ تین میں سے ایک ہے (۱) یا ولد الزنا ہے (۲) یا ولد الحیض ہے (۳) یا منافق ہے (مودۃ القربیٰ ہمدانی ص۲۲)

ایضاح

مخفی نہ رہے کہ حدیث میں شیعہ وسنی کا کوئی تذکرہ نہیں۔ بلکہ علی کے دوست اور دشمن کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ نہ معلوم مؤلف کو کیا مرض ہے۔ کہ جہاں بھی دشمنان علیؑ کا ذکر ہو وہ اس سے مراد سنی ہی لیتے ہیں اگر بدقسمتی سے وہ عداوت علیؑ کے مرض میں مبتلا ہیں تو انہیں تمام اہلسنت کو اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہیئے جنکی اکثریت محبت علیؑ کا دم بھرتی ہے۔ اور دشمن سے بھی وہ دشمن علی مراد ہے مرتے دم تک دشمن رہے۔ لھٰذا جو شخص مرنے سے پہلے کسی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وقت بھی عداوتِ علیؑ سے توبہ کرے وہ جدارانِ علیؑ کے مقدس گروہ میں شامل ہو جائے گا اور اس تہدید سے بچ جائیگا۔ اس تشریح سے آفتاب ہدایت کے محشی کا اعتراض بھی ختم ہو گیا۔ فتدبر۔

مؤلف کے بیجا طعن کا جواب

باقی رہا مؤلف کا یہ کہنا کہ "بھنگی چرسی۔ ڈوم، کنجر... جو شیعہ کہلاتے سب جنتی ہوں گے ــــ تو جواب عرض ہے کہ صرف شیعہ کہلانے سے کوئی شخص شیعہ بن نہیں جاتا۔ اگر صرف کہلانا ہی معیار ہے تو پھر اہلسنت والجماعت کی صفوں میں بھی کئی کنجر، کلال، ڈوم، ڈھاری، طبلچی، شرابی، کبابی اور رسابی مل جائیں گے کیا ہمارے کرم فرما مولوی کرم دین صاحب ان کو صحیح اہلسنت تسلیم کرنے کیلئے تیار ہیں؟ ع آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دگراں مپسند حقیقت یہ ہے کہ جس مذہب کے خود پیشوا، گنہگار خطا کار اور قصاب و جوا ہے وغیرہ کمین ذات سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس مذہب میں تو شاید ایسے لوگوں کی گنجائش نکل سکے۔ مگر جس پاکیزہ مذہب کے پیشوا فخر بنی نوع انسان سادات کرام اور مطہر و معصوم عن الخطا والعصیاں ہوں اس مقدس مذہب میں ایسے لوگوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ شیعۃ الرجل اتباعہ یعنی کسی کا شیعہ وہ ہوتا جو اس کے نقش قدم پر چلے۔ لہٰذا جسے علیؑ کا شیعہ بننا ہے۔ اسے علی کے قول و کردار پر عمل بھی کرنا پڑے گا۔ شیعہ کہلانا اور ہے اور شیعہ ہونا اور یا سعد الابل!

پینتالیسواں مسئلہ رجعت

شیعہ کا ایک عجیب و ــــ غریب اعتقاد ہے کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا اور اسلام کی تلوار ان کے ہاتھ میں ہوگی وہ پہلا یہ کام کریں گے کہ مدینہ منورہ جا کر دریافت کریں گے ابوبکر و عمر و عثمان کے تابعین اور حضرت عائشہ و حفصہ کہاں کہاں مدفون ہیں۔ جب لوگ ان کی قبروں کا نشان دیں گے تو وہ ان سب کو کھینچ کر زندہ کر لیں گے اور حضرت علیؑ و حسنینؑ اور ان کی ذریت اور شیعوں کو بھی زندہ کریں گے اور ان کے روبرو اصحاب و ازواج رسول اور ان کے اتباع کو طرح طرح کی اذیت پہنچا کر ــــ مار ڈالیں گے اور ان کی لاشوں کو درختوں سے لٹکا دیں گے ــــ ہم پوچھتے ہیں کہ جب حضرت علی المرتضےٰ باوجود اسد اللہ الغالب ہونے کے ان حضرات پر غالب نہ ہو سکے اور اپنی تمام عمر ان سے ڈر کر تقیہ میں گذار دی۔ ان کی گردن میں رسا ڈال کر کھینچا گیا ــــ اور ان کی زندگی میں ہی نہیں۔ بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے دل پر ایسا رعب طاری رہا کہ ان کے خلاف کوئی عمل کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ نہ در ثار فاطمہ پر ردِ فدک کر سکے ــــ تو اب ان کے پوتے امام مہدی جنہوں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نے اپنی تمام عمر سنی ملوک وسلاطین سے ڈر کر غار سرمن رای میں محبوس رہ کر گذار دی ـــــ اب ان میں ایسی جرأت کہاں سے آجائے گی کہ ان بہادران اسلام خلفائے ثلاثہ کو یوں اذیتیں پہنچا کر علی وحسنین اور ان کے شیعوں کا دل ٹھنڈا کریں گے۔ ان ھذا الا بھتان عظیم (آفتاب ص۳۰۰)

الجواب مسئلہ رجعت میں تین باتیں قابل غور ہیں۔ اوّل یہ کہ رجعت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ دوم۔ یہ کہ آیا رجعت عقلاً ممکن اور شرعاً واقع ہے؟ سوم۔ یہ کہ رجعت کے بعد کیا ہوگا؟ چونکہ مؤلف نے ان تمام مباحث کو باہم گڈ مڈ کر دیا ہے۔ ہم ان ہر سہ امور کی بقدر ضرورت الگ الگ وضاحت کرتے ہیں۔ جس کے بعد مؤلف کا ایراد خود بخود رفع ہو جائے گا۔

رجعت کا صحیح مفہوم سو مخفی نہ رہے کہ عقیدۂ رجعت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جب حضرت امام مہدی کا ظہور پُرنور ہوگا تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی المرتضےٰ بعض دوسرے انبیاء تمام یا بعض ائمہ ہدیٰ، کامل مومنین باصفا اور بعض پکے کفار ومنافقین نابکار بھی دوبارہ اس دار دنیا میں بحکم پروردگار بھیجے جائیں گے۔

رجعت کا اثبات قرآن کی روشنی میں باقی رہا یہ امر کہ آیا ایسا ہونا ممکن ہے؟ تو ظاہر ہے کہ ہر وہ مسلمان جو خدا کو علی کل شیئٍ قدیر مانتا ہے وہ اس بات کے امکان میں ہرگز شبہ اور کلام نہیں کر سکتا۔ بھلا جو خدائے قدیر بروز قیامت ساری کائنات کو زندہ کر کے میدان محشر میں لانے پر قادر ہے کیا وہ کسی خاص مصلحت کے تحت قیامت سے پہلے اپنے کچھ بندوں کو دوبارہ دنیا میں بھیجنے پر قادر نہیں ہے؟ ہے اور یقیناً ہے ـــــ بہر حال اس کے امکان میں تو کوئی کلام نہیں۔ جو کچھ بحث ہے وہ اس کے وقوع میں ہے کہ کبھی پہلے ایسا واقعہ رونما ہوا ہے یا آئندہ ایسا ہونے کی کوئی امید ہے؟ سو با بصیرت حضرات پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ قرآن و حدیث میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں کہ آدمی مرنے کے بعد قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ ہو کر اس دنیا میں واپس آئے ہیں۔ مثلاً (۱) وہ ہزاروں لوگ جو طاعون سے فرار ہو کر جا رہے تھے کہ خدا نے ان کو موت دے دی ـــــ اور پھر زندہ کیا۔ جس کی تفصیل اس آیت مبارکہ میں موجود ہے الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم (پ س ع) کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ خدا نے انہیں حکم دیا کہ مر جاؤ۔ (جب وہ مر چکے تو) پھر انہیں زندہ کیا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(۲) جناب عزیر نبی کا واقعہ ہے جنہیں سو سال تک موت کا ذائقہ چکھانے کے بعد خالقِ حکیم نے دوبارہ زندہ کیا۔ خدا نے ان کا واقعہ قرآن مجید میں بایں الفاظ بیان فرمایا ہے "او کالذی مر علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشھا قال انی یحی ھذہ اللہ بعد موتھا فاماتہ اللہ مأۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت مأۃ عام۔ (پ س ع) اس شخص کا واقعہ یاد کرو جو ایک بستی کے پاس سے اس وقت گذرا جبکہ وہ اپنی چھتوں کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ اس شخص نے (ازراہ تعجب) کہا۔ اس کے نیست و نابود ہو جانے کے بعد کیونکر خدا اسے دوبارہ زندہ کرے گا؟ اس پر خدا نے وہیں اس شخص کو سو برس کے لئے موت دے دی پھر اسے زندہ کر کے فرمایا تم یہاں کتنی دیر ٹھہرے ہو؟ اس نے کہا ایک روز یا اس سے بھی کچھ کم! خدا نے فرمایا بلکہ تم یہاں سو سال تک پڑے رہے ہو!

(۳) وہ ستر آدمی جن کو حضرت موسیٰ میقاتِ پروردگار کے لئے منتخب کر کے کوہ طور پر ہمراہ لے گئے تھے اور تجلّی پروردگار کے بعد سب موت کے گھاٹ اتر گئے۔ جناب موسےٰ کی استدعا پر خدا نے دوبارہ ان کو زندہ کیا۔ چنانچہ خداوند عالم اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون! ہم نے تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا تاکہ تم میرا شکر ادا کرو۔

(۴) وہ تمام لوگ جو مقام اعجاز میں جناب عیسیٰ کے ہاتھ پر باذن اللہ زندہ ہوئے وہ بھی دوبارہ دار دنیا میں آئے ظاہر ہے کہ یہ دوبارہ زندہ ہونے والے تمام افراد جن کا ہم نے اوپر تذکرہ کیا ہے ــــ مدتہائے دراز تک دنیا میں زندہ رہے۔ کھاتے پیتے اور نکاح کرتے رہے اور بالآخر اپنی طبعی موت کا ذائقہ چکھ کر دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف منتقل ہوئے۔

رجعت کا اثبات حدیث کی روشنی میں

توجب سابقہ امتوں میں ایسا ہوتا رہا ہے تو اگر اس امت میں بھی ایسا ہو تو جائے ایراد کیا ہے؟ اس بات کی اس وقت اور بھی اہمیت بڑھ جاتی جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد دیکھا جاتا ہے جو فریقین کی کتابوں میں موجود ہے فرمایا یکون فی ھذہ الامۃ ما کان فی الامم السالفۃ حذو النعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ۔ یعنی جو واقعات اگلی امتوں میں ہو چکے ہیں وہ بعینہٖ میری امت میں بھی اس طرح واقع ہوں گے جس طرح ایک کفش دوسرے کفش اور ایک تیر دوسرے تیر کے برابر ہوتا ہے۔" (تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۱۴ نہایۃ ابن اثیر ج ۱ ص ۲۱۴، ترمذی ج ۲ ص ۸۰ بخاری مع فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۵۶ طبع مصر وغیرہ) فلسفہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ "اقل دلیل علی امکان الشیٔ وقوعہ" یعنی کسی چیز کے ممکن ہونے کی سب سے بڑی دلیل اس کا وقوع پذیر ہوتا ہے" توجب پہلے ایسا ہو چکا ہے تو یہ اسکے ممکن ہونے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی۔ اور پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذکورہ بالا فرمان اسکے اس امت میں واقع ہونے کی محکم دلیل ہے۔

زمانۂ رجعت میں کیا ہوگا؟

باقی رہی آخری بات کی تحقیق کہ زمانۂ رجعت میں کیا ہوگا؟ تو اگرچہ اس کی تمام تفاصیل کے متعلق تو یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ دو چیزیں بالیقین ثابت ہیں۔

(۱) دینِ اسلام کا تمام ادیانِ عالم پر غلبہ۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (پ ۱۰ س توبہ ع ۱۱) خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ ان کے دین کو دوسرے ادیان پر غلبہ دے اگرچہ مشرک اس بات کو ناپسند ہی کریں"۔ ظاہر ہے کہ یہ غلبہ تاحال حاصل نہیں ہو سکا۔ اُدھر قرآن کی صداقت لاکلام ہے اس لئے مفسرین اسلام نے لکھا ہے کہ "ذالک عند نزولِ عیسیٰؑ وخروج المھدیؑ فلا یبقی اھل دین الا دخلوا فی الاسلام۔ یعنی اسلام کا یہ غلبہ حضرت عیسےٰؑ کے نزول اور حضرت مہدی کے ظہور کے وقت ہوگا۔ اس وقت تمام ادیانِ عالم کے لوگ دینِ اسلام میں داخل ہو جائیں گے" (تفسیر فتح البیان و ابن کثیر وغیرہ)

(۲) بعض وہ مظلوم انبیاء اور مہدی جو بحالت مظلومیت دنیا سے اٹھ گئے اور ان کا تاحال انتقام نہیں لیا گیا۔ ان کے ظالموں اور قاتلوں سے انتقام لیا جائے گا۔ اور اخروی عذاب سے پہلے ان کو ان کے ظلم و ستم کا ذائقہ چکھایا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔ ولنذیقنھم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر۔ کہ ہم ان لوگوں کو بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے" (پ ۲۱ س ع)۔ اسی بیان سے فلسفہ رجعت واضح و عیاں ہو جاتا ہے۔

مؤلف کے بے جا طنز و تشنیع کا جواب

جس بات کا تذکرہ مؤلف نے کیا ہے۔ اگرچہ اخبار صحاح میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے اس کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر جس استبعاد کی بنا پر مؤلف نے اس کے وقوع کا انکار کیا ہے وہ بہت ہی کمزور ہے "الامور مرھونۃ باوقاتھا" ہر بات کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ جس طرح آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے دور میں اسلام کو باقی باطل ادیان پر عملی غلبہ حاصل نہیں ہو سکا اور وہ صرف جناب امام مہدیؑ کے دور میں ہوگا۔ اسی طرح اگر اس کام کی تکمیل جس کو جناب امیرؑ بوجوہ انجام نہیں دے سکے بموجب "آنچہ پدر نتواند پسر تمام کند" جناب مہدی بارہ[illegible] دور میں ہو تو اس میں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کونسی تعجب خیز بات ہے؟ غار کے اندر محبوس ہونے کا نظریہ جاہلانہ ہے۔ یہ کسی باسمجھ شیعہ کا عقیدہ نہیں ہے بلکہ امام العصر اسی عالم میں جہاں خدا کی مشیت ہے تشریف فرما ہیں اور جب اس کی مشیت ہو گی تو ظہور فرمائیں گے ـــــ حضرت موسےٰ کے متعلق قرآن مجید میں تصریح موجود ہے۔ پہلے وہ فرعون کے خوف سے بھاگ گئے تھے (ففررت منکم لما خفتکم ـــــ) مگر تاریخ عالم گواہ ہے کہ بالآخر انہی کے ہاتھوں فرعون کا خاتمہ ہوا۔ اگر یہاں بھی ایسا ہی ہو کہ جو امام علیہ السلام ظالمین کے خوف سے اس وقت روپوش ہیں بالآخر خدا انہی کے مقدس ہاتھوں پر ان لوگوں کا خاتمہ کر دے تو اس میں کون سی اچنبے کی بات ہے؟ خدا کا وعدہ ہے و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین۔ جن کو زمین میں کمزور بنایا گیا ہم ان کو امام اور وارث بنائیں گے۔ اس کے صحیح مصداق امام زمانہ ہیں عجل اللہ تعالیٰ فرجہ، یہ بڑے کھلے ہوئے حقائق ہیں۔ مگر افسوس ؎

جس کی عقل ہو موٹی وہ کیا جانے؟

عبداللہ بن سبا

مطاعن کی بحث ختم ہو چکی۔ فضائل صحابہ، قرآن کریم، اقوال ائمہ اہلبیت بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ دیا جا چکا۔ شیعہ کے عجیب و غریب ـــــ مسائل بھی بیان ہو چکے جن کو پڑھنے سے ناظرین حیران ہوں گے کہ اس عجیب ـــــ مذہب کی ابتدا کس طرح ہوئی اب اس کے متعلق بھی کچھ تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ـــ اس مذہب کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ یہ شخص ملک یمن ـــــ کا باشندہ تھا۔ یہودی تھا بعدہٗ بظاہر اسلام لایا۔ لیکن اندر سے اسلام کا سخت دشمن تھا ـــــ اور اسلام لانے کی غرض ہی یہ تھی کہ دوستوں کے بھیس میں دشمنی کرے طبری میں اس کا یوں حال لکھا ہے عبداللہ ۲۵ھ میں مسلمان ہوا تاکہ حضرت عثمان اس کی کچھ عزت کریں۔ مگر حضرت عثمان نے کچھ بھی اس کے حال پر توجہ نہ کی اس لئے وہ ـــــ عثمان کی غائبانہ برائیاں بیان کرتا تھا اس نے مذہب رجعت ایجاد کیا ـــــ شیعہ کی مستند کتاب اطواق الحمایۃ بحث امامت میں سوید بن غفلہ سے یہ روایت درج ہے (بحذف عربی) ـــــ راوی کہتا ہے میں ایک گروہ کو ملا جو شیخین کی تنقیص شان کرتے تھے۔ میں نے حضرت علیؑ کو اطلاع دی اور ـــــ کہا تم خفیہ طور سے انہی لوگوں سے متفق نہ ہو تو ان کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو۔ عبداللہ بن سبا پہلا شخص ہے جس نے اپنا خبثِ باطن ظاہر کیا۔ حضرت علی نے کہا۔ میں ان لوگوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا شیخین پر رحمت کرے پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں داخل کیا خود منبر پہ چڑھے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پھر اپنی ریش مبارک مٹھی میں پکڑ لی ـــــ پھر خطبہ شروع کیا۔ کیا حال ہے اس گروہ کا جو رسول اللہ کے بھائیوں، آپ کے دو وزیروں، آپ کے دو یاروں، قریش کے دو سرداروں مسلمانوں کے دو باپوں کا اہانت سے ذکر کرتے ہیں۔ میں ان کی اس جرأت سے بیزار ہوں ـــــ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب تھے، جو جد و جہد ـــــ سے احکام الٰہی کی تبلیغ کرتے تھے، امر و نہی کرتے ـــــ اسی کتاب میں دوسری جگہ یوں لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا (بحذف عربی) "خدا اس کو لعنت کرے جو ان کی نسبت سوائے خیر و خوبی کے کہتا ہے اور اس کا ثمرہ دیکھ لے گا۔ پھر آپ نے ابن سبا کی طرف حکم بھیج کر مدائن کی طرف بھیج دیا اور حکم نافذ فرمایا کہ کسی ایک بستی میں اقامت نہ کرنے پائے"۔ ان روایات سے ثابت ہوا کہ بغض و عداوت اصحاب کا بیج اس یہودی عبداللہ بن سبا کا بویا ہوا ہے۔ اس نے اپنے ہمخیال آدمی پیدا کر لئے تھے اور ان کو کہتا تھا کہ امیر علیہ السلام کا حقیقتاً مذہب یہی ہے۔ بظاہر تقیہ کر کے ان کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس امر کی شکایت امیر علیہ الرضوان تک پہنچی۔ تو آپ لاحول پڑھنے لگے اور مسجد میں عام مجمع کے سامنے ـــ خطبہ پڑھ کر فضائل شیخین کا اعتراف فرمایا کہ رسول کے بھائی راست بازیارانِ غار ـــ (تا آخر روایت) مجہولہ مذکورہ ناقل) کیا شیعہ صاحبان جناب امیر علیہ السلام کے فیصلہ پہ صاد کریں گے ؟ ـــــ دوسری روایت سے بھی ثابت ہوا کہ آپ نے اس نابکار ابن سبا کو اس جرم پہ کہ وہ لوگوں کو شیخین کی بدگوئی کی تعلیم دیتا تھا ملک بدر فرما دیا ـــــ ایک اور روایت کتب شیعہ سے لکھی جاتی ہے جس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ اس مذہب کا بانی درحقیقت وہی ابن سبا ہے۔ چنانچہ ایک شیعہ مجتہد استرآبادی منہج المقال میں لکھتا ہے فانظروا فی عبارۃ الکشی (بحذف عربی) بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ اسلام لایا اور علیؑ کا محب بنا۔ وہ اپنے زمانہ یہودیت میں یوشع وصی موسےٰ کی نسبت غلو کرتا تھا پھر اسلام کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہو جانے پہ علیؑ کے بارہ میں ایسا خیال رکھتا تھا اور پہلا شخص ہے۔ جس نے فرضیت امامت علی کا اعلان کیا اور ان کے اعداء سے تبراء کیا۔ علیؑ کے مخالفین کو بُرا کہتا اور ان کو کافر قرار دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین شیعہ کہتے ہیں کہ تشیع اور رفض کی اصل یہودیت پر ہے"۔ (رجال کشی ص ۷۰) اس روایت نے ـــــ سارا بھانڈا پھوڑ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دیا کہ عبداللہ بن سبا ایک غالی شیعہ تھا۔ یہودیت کے وقت ـــــ (چند سطر تک مذکورۂ بالا روایت کے الفاظ دھرائے گئے ہیں ناقل) ـــــ حضرات شیعہ کو جب کہا جائے کہ مذہب پاک شیعہ کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے تو وہ سخت گھبرا کر برا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ ان حضرات کو بات بالا پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ بہر حال بقول شخصے ع ساتھ انکار کے پردہ میں کچھ اقرار بھی ہے۔ شیعہ حضرات لاکھ چھپائیں حق بر زبان جاری ـــــ بے شک عبداللہ بن سبا یہودی نے موالات علیؑ کے لباس میں حضرات شیخین سے بغض و عناد کی خفیہ و علانیہ تعلیم دی۔ جلا وطنی کی سزا بھی پائی۔ پہلے تقیہ کی صورت میں مریدان ابن سبا سب صحابہ کرتے رہے اب علانیہ ہونے لگی اعاذنا اللہ منہ ـــــ (آفتاب ص ۳۰۲)

الجواب مؤلف آفتاب نے یہاں بھی کوئی نئی تحقیقی بات نہیں کہی بلکہ حسب العادت اپنے قدیمی بزرگوں کا آموختہ دھرا دیا ہے۔ قدیم الایام سے دشمنان شیعہ و شیعیت یہ کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالا کرتے ہیں کہ "مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا یہودی کی ایجاد ہے" حالانکہ یہ سراسر کذب و افتراء ہے وانما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون۔ ذیل میں ہم بڑے اختصار کے ساتھ اس بے بنیاد پروپیگنڈہ پر کچھ تبصرہ کرتے ہیں۔ یحق اللہ الحق بکلماتہ۔

بعض علماء کے نزدیک ابن سبا کا وجود فرضی ہے

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بعض اہل تحقیق کی رائے تو یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا، ایک فرضی شخصیت اور مجنوں عامری و ابو ہلال کی طرح داستان سراؤں کا خیالی ہیرو ہے اس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں سنی، شیعہ اور انگریز محقق شامل ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری (سنی) مورخ جارج جرداق لبنانی (عیسائی) استاد عبداللہ سنی کاظمینی، علامہ سید محمد حسین طباطبائی قمی، فاضل مرتضٰے عسکری عراقی (شیعہ) ڈاکٹر علی الوردی پروفیسر بغداد یونیورسٹی (سنی) مولانا سید محمد باقر کھجوی، مولانا سید منظور حسین نجاری اجنالوی (شیعہ) ان حضرات میں سے بعض نے اپنی کتابوں کے ضمن میں اور بعض نے مستقل کتب تالیف کر کے روایت و درایت کے اصول کے تحت یہ ثابت کیا ہے کہ ابن سبا کا وجود افسانہ سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جسے صرف شیعوں کو بدنام کرنے اور عثمان وغیرہ کے افعال زشت پر پردہ ڈالنے کے لئے گھڑا گیا۔ ہم بوجہ اختصار صرف ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری کی عبارت کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ فاضل موصوف اپنی کتاب الفتنۃ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۲ طبع مصر پر رقمطراز ہیں "ابن سبا بالکل فرضی اور من گھڑت چیز ہے اور جب فرقہ شیعہ اور دیگر اسلامی فرقوں میں جھگڑے چل رہے تھے تو اس وقت اسے جنم دیا گیا۔ شیعوں کے دشمنوں کا مقصد یہ تھا کہ شیعوں کے اصول مذہب میں یہودی عنصر شامل کر دیا جائے۔ امویوں اور عباسیوں کے دور حکومت میں شیعوں کے دشمنوں نے عبداللہ بن سبا کے معاملے میں بہت مبالغہ آمیزی سے کام لیا اس کے حالات بہت بڑھا چڑھا کر بیان کئے اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ حضرت عثمان اور ان کے عمال حکومت کی طرف جن خرابیوں کی نسبت دی جاتی ہے اور وہ ناپسندیدہ امور جو ان کے متعلق مشہور ہیں کہ سن کر لوگ شک و شبہ میں پڑ جائیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ علیؑ اور ان کے شیعہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہوں۔ نہ معلوم شیعوں کے مخالفین نے شیعوں پر کتنے غلط الزامات لگائے اور نہ جانے شیعوں نے کتنی غلط باتیں اپنے دشمنوں کی طرف عثمان وغیرہ کے معاملہ میں منسوب کیں"۔ طبری کے بعد والے قریباً تمام مورخین نے ابن سبا کے قصہ کو طبری سے لیا ہے جیسا کہ تاریخ ابوالفداء کامل، البدایۃ والنہایہ وغیرہ تواریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اور طبری نے اسے سیف بن عمر کی زبانی نقل کیا ہے اور یہ سیف بن عمر علماء رجال کے نزدیک "ضعیف الحدیث لیس بشئ ہے۔ متروک یضع الحدیث "عامۃ حدیثہ منکر متہم بالوضع والزندقۃ) میزان الاعتدال ذہبی ج ۱ ص ۴۲۸۔ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۲۵ وغیرہا) بہرحال جس شخص کا وجود ہی متنازعہ فیہ ہو اس کو کسی مذہب کا بانی کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے؟

عبداللہ بن سبا اور کتب رجالِ شیعہ

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ قاعدہ و قانون فطرت یہ ہے کہ ہمیشہ تمام اہل مذاہب اپنے مذہب کے بانیوں اور خدمتگاروں کا تذکرہ بڑے شاندار الفاظ اور تجلیل و تعظیم کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ مگر اس کے برعکس "شیعہ کی تمام موجودہ کتب اس بات پر شاہد ہیں کہ ابن سبا غالی اور ملعون تھا اور تمام شیعہ علماء نے اس پر لعنت کی صراحت کی ہے اور اس کے خیالات سے بیزاری اختیار کی ہے۔ ہلکی سے ہلکی عبارت جو شیعہ علماء رجال نے اس کے بارے میں تحریر کی ہے وہ یہ ہے کہ "ان عبد اللہ بن سبا الملعون من اذکر" عبداللہ بن سبا ایسا ملعون ہے کہ اس کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں" (اصل شیعہ ص ۵۷) حضرت علامہ حلی نے اپنے رجال میں حسب ذیل الفاظ میں ابن سبا کا تذکرہ کیا ہے۔ "عبداللہ بن سبا غالی ملعون ہے امیرالمومنینؑ نے اسے آگ میں جلا دیا تھا اور اس کا یہ عقیدہ تھا کہ علیؑ خدا ہے اور وہ خود نبی ہے۔ خدا اس پر لعنت کرے" (تاریخ الشیعہ ڈاکٹر حسین علی ص ۹) انہی الفاظ کے ساتھ فاضل اردو بیلی نے جامع الرواۃ ج ۱ ص ۴۸۶ اور فاضل قمی نے تحفۃ الاحباب ص ۱۸۴ میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اسی مضمون کی دو روایتیں رجال کشی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہیں موجود ہیں۔ فراجع ــــ ان حقائق سے معلوم ہوا کہ بنابر تسلیم وجود (کما ہوالحق) وہ شیعی عقائد کا حامل نہ تھا بلکہ غالی تھا۔ غلو اور تشیع باہم ضدیں ہیں۔ جن کا ایک شخص میں اور ایک ہی وقت میں اجتماع ناممکن ہے۔ بھلا جو شخص حضرت علی کو خدا یا خدا کا اوتار اور خدائی صفات کا حامل سمجھتا ہے وہ اسے رسول کی مسند کا وارث اور امام کیسے سمجھ سکتا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ اگر جناب امیرؑ نے اسے جلایا ہے یا بروایتے شہید کیا ہے تو اس کے غلو کی وجہ سے ایسا کیا ہے نہ کہ شیخین کو برا کہنے کی وجہ سے۔!!

رجال کشی کی عبارت کی وضاحت

باقی رہی فاضل کشی کی وہ عبارت جسے مؤلف نے فاضل استرآبادی کی منہج المقال کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ اس عبارت کا آغاز "ذکر بعض اہل العلم" (بعض اہل نے بیان کیا ہے) کے عنوان سے کیا گیا ہے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس عبارت میں فاضل موصوف نے اپنا نظریہ بیان نہیں کیا اور نہ ہی دوسرے شیعہ علماء کا عندیہ پیش کیا ہے بلکہ ان کا مطلب صرف یہ ہے کہ مخالفوں کے وہ بعض اہل علم جنہیں شیعیت کے اصول و فروع سے کماحقہ واقفیت نہیں ہے وہ عبداللہ بن سبا کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں اور اسی لئے مخالفین کے نزدیک اصل شیعیت یہودیت سے ماخوذ ہے۔" ع

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

اطواق الحمایۃ کی روایت کا جواب

باقی رہی "اطواق الحمایۃ" (جسے مؤلف نے شیعہ کی مستند کتاب قرار دیا ہے) کی روایت جس میں شیخین کے بڑے فضائل درج ہیں اور جس پر مؤلف نے بھی بڑے شد و مد کے ساتھ حاشیہ آرائی فرمائی ہے۔ مگر افسوس یہ تمام کارروائی بنار الفاسد علی الفاسد کی مصداق ہے۔ اولاً تو اطواق ہماری کوئی مستند کتاب نہیں بلکہ ایک عام سی کتاب ہے ثانیاً جس روایت کا سہارا لیا ہے یہ اہلسنت کی ہے جسے مؤلف نے اہلسنت کے استدلال میں نقل کر کے پھر آگے اس کا جواب لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے اصل کتاب دیکھی نہیں ہے (جب ہی تو صفحہ ندارد ہے) ورنہ شاید اس قدر دھاندلی روا نہ رکھتے! شیخین کے بارے میں حضرت امیرالمومنینؑ اور دیگر ائمہ طاہرینؑ کا صحیح نظریہ وہی ہے جسے ہم اس سے قبل مناسب مقام پر بڑی تفصیل کے ساتھ کتب فریقین کے حوالجات سے پیش کر چکے ہیں۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

مذہب شیعہ کے اصل بانی خود بانیٔ اسلامؐ ہیں

اگر ذوق سلیم سے تاریخ شیعیت کے آغاز کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی نیا مذہب نہیں۔ بلکہ جہاں سے اسلام شروع ہوتا ہے وہیں سے بانیانِ شریعت یعنی سرکار ختمی مرتبتؐ نے اسلام

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے ساتھ ساتھ اپنے مقدس ہاتھوں سے یہ پودا لگایا، آبیاری کی اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اس کی نگہداشت فرماتے رہے۔ یہ پودا بڑھ کر ہرا بھرا درخت ہوا۔ اور رسول اسلام کی زندگی میں پھولنے لگا۔ مگر پھیلنے نہ پایا تھا کہ چراغ نبوت گل ہوگیا۔ ــــــ اس دعویٰ میں شیعہ منفرد نہیں بلکہ جمہور اسلام کے رواۃ اور محدثین اور علماء اسلام بھی شریک نظر آتے ہیں۔ احمد بن حنبل، سیوطی، ابن حجر، زمخشری، نسائی، اور ابن اثیر وغیرہ مخول علماء کرام نے ابن عباس، حضرت علی علیہ السلام وغیرہما سے یہ روایت کی ہے کہ جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ــــ حضرت امیرؑ سے فرمایا کرتے تھے "انت وشیعتک ھم الفائزون یوم القیامۃ (اے علی! تم اور تمہارے شیعہ ہی قیامت کے دن رستگار ہوں گے) ان علماء کے علاوہ اہلحدیث نے بھی اس حدیث کو مختلف طرق سے بیان کیا ہے۔ تاریخ وحدیث کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے عہد نبوی میں صحابہ کرام کا ایک گروہ جناب امیرؑ کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ اس جماعت کا ہر فرد حضرت امیر علیہ السلام کو اپنا روحانی پیشوا، تعلیم رسول کا حقیقی مبلغ نیز احکام و اسرار نبوت کا واقعی شارح اور مفسر تسلیم کرتا ہے اور شیعہ کے نام سے شہرت پاتا ہے۔ صحابہ کی ایک جماعت تو پہلے ہی سے نفس رسول کے ساتھ تھی مگر پیغمبر اسلام کے بعد سیاسی مناقشات کے دور میں اور بھی بہت سے صحابہ کرام نے آپ کی معیت اختیار کر لی۔ سلمانؓ، عمارؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، خزیمہؓ ذوالشہادتین، اور ابو ایوبؓ انصاری ایسے اسنیٰ سربرآوردہ اور بعد میں خصال شیخ صدوقؒ کی روایت کے مطابق بارہ ہزار صحابی، بدری اور عقبی مہاجرین و انصار ایسے تھے جو حضرت ابوترابؑ کی حمایت میں شامل ہوگئے اور ان میں سے اکثر نے جنگ جمل اور حرب صفین میں اپنی اپنی جانیں نثار کیں۔" (ماخوذ از اصل و اصول شیعہ ــــ بحوالہ کتاب عبداللہ بن سبا از فاضل (جنالوی) فقدمنا الی ماعملوا من عمل فجعلناہ ھباءً منثوراً۔

شیعہ کے مختلف فرقے

چونکہ بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا کی اصل غرض تخریب اسلام اور مسلمانوں میں نا اتفاقی پیدا کرنی تھی۔ اس نے اپنے زمانہ جلاوطنی میں مختلف بلاد میں مختلف قسم کی تعلیم دی۔ بعض کو یہ کہا کہ علی خدا ہیں۔ ان کی شکل میں دنیا میں آئے بعض کو کہا کہ وہ نبی ہیں ــــ بعض کو کہا کہ وہی نبی ہیں ــــ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعہ کے بے تعداد فرقے پیدا ہوگئے۔ ان کی تفصیل تحفہ اثنا عشریہ و دیگر کتب مبسوطہ میں موجود ہے ــــ کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ ایسے بھی شیعہ ہیں کہ جو جناب امیر علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہیں ــــ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کو زیادہ فضیلت دیتے ہیں۔ حق الیقین اردو ص ۲۷ میں ہے کہ ان بزرگوں کے غرائب احوال و محاسن

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صفات ..... اور تمام معجزوں کے سبب ـــــ غالیوں میں سے بعضوں کو ان کی پیغمبری کا اور بعضوں کو ان کی خدائی کا اعتقاد ہے ـــــ اسی کتاب کے صـ۱۶ میں ہے۔ بعض غالیوں کا اعتقاد ہے کہ حق تعالےٰ نے ائمہ ہدیٰ کو پیدا کر کے خلقت عالم ان بزرگواروں پر چھوڑ دیا ـــــ صـ۱۹ میں لکھا ہے بعض غالیان شیعہ کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے حضرت رسول اور ائمہ ہدیٰ میں حلول کیا ہے یا ان کے ساتھ متحد ہوا ہے یا ان کی صورت میں ظاہر ہوا ہے ـــــ صـ۲۸ میں ہے بعض غالیوں کا یہ قول ہے کہ حضرت امیرؑ حضرت رسولؐ سے افضل ہیں ـــــ حق الیقین کی ان روایات سے ثابت ہوا کہ شیعہ میں ایسا فرقہ بھی موجود ہے جو جناب امیرؑ کو پیغمبر بلکہ خدا مانتے ہیں۔ ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ امیر علیہ السلام بلکہ تمام اہلبیتؑ مخلوق خدا کے جملہ امور کے کفیل ہیں رزق دینا، نفع و نقصان پہنچانا، موت و حیات سب ان کے اختیار میں ہے خدا نے صرف ان کو پیدا کیا ہے پھر معطل ہو گیا ہے ـــــ حق الیقین میں تصریح ہے کہ یہ سب شیعیان علی ہیں ـــــ بقول شخصے

ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست۔ یہ ساری مہربانی یہودی ـــــ (ابن سبا) کی ہے جس نے اس نرالے مذہب کی ایجاد کر کے اپنی تاثیر و تعلیم ـــــ میں یہ سپرٹ پیدا کی اور سچ پوچھو تو بعض نہیں بلکہ تمام شیعہ جناب امیرؑ اور ائمہ اہلبیت کو اگر خدا نہیں تو شریک خدا ضرور مانتے ہیں ـــــ ائمہ ہدیٰ علم ما کان و ما یکون رکھتے ہیں، مرنا جینا ان کے اختیار میں ہے ـــــ حق الیقین صـ۲۲۶ میں جناب امیرؑ کا قول درج ہے کہ بادل و برق و رعد، نور و ظلمت ہوا و پہاڑ و دریا، سورج و چاند سب کچھ میرے تابع حکم ہیں۔ اب بتائیے خدا کی کون سی صفت باقی رہ جاتی ہے ـــــ ہمارے ملک کے شیعہ کے اعتقادات غالی شیعوں سے بڑھے ہوئے ہیں اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے یا اللہ کے ـــــ بجائے یا علی کا ورد پکارتے ہیں السلام علیکم کی بجائے ـــــ جو سلام بنا لیا ہے یا علی مدد۔ اس سے ان کے عقیدہ ـــــ کی پوری تصدیق ہوتی ہے ـــــ اشعار ذیل ان کے اندرونی خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں

ع غلط الامین فجاء ھا عن حیدر (جبریل امین نے غلطی کر کے نبوت علی کو دی

ع جبرئیل کہ آمد ز بر خالق بے چوں — در پیش محمد شد و مقصود علی بود

(جبرئیل جو درگاہ الٰہی سے آیا اور محمدؐ کے پاس چلا گیا دراصل مقصود تو علیؑ تھے) چونکہ شیعہ کے تمام فرقے اسی یونیورسٹی کے درس یافتہ ہیں جو عبداللہ بن سبا نے قائم کی اس لئے معتقدات

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہیں ان کا متحد ہونا قدرتی اور لازمی بات ہے ـــــ (آفتاب ص۳۰۶)

الجواب یہ بیان باطل التیام بچند وجہ غلط اور مردود ہے۔ اوّل اکیس افتراق شیعہ کا بانی عبداللہ بن سبا کو قرار دیا گیا ہے حالانکہ ابھی اوپر سطور بالا میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ اوّلاً تو عبداللہ مذکور کے وجود میں ہی اختلاف ہے اور ثانیاً بنا بر ثبوت اس کا بانی مذہب شیعہ ہونا بالکل بے بنیاد اتہام ہے

دوم۔ دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ "ابن سبا کی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ شیعوں کے مختلف فرقے پیدا ہو گئے" مگر ثبوت میں حق الیقین ص۳۷ کا جو حوالہ دیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ ائمہ اہلبیتؑ کے محاسن، کمالات اور معجزات دیکھ کر گمراہ ہوئے" عقل و خرد سے یہ بیگانگی شیعیت کی اندھی مخالفت کا نتیجہ ہے۔

سوم۔ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متفق بین الفریقین ارشاد ہے۔ ستفترق امتی علی ثلاثۃ و سبعین فرقۃ کلہا فی النار الا واحدۃ۔ کہ میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ اور سوائے ایک فرقہ کے باقی سب جہنم میں جائیں گے" شیعہ کے زیادہ سے زیادہ ۲۴ فرقے شمار کئے جاتے ہیں۔ بقول مؤلف شیعوں کا یہ افتراق تو عبداللہ بن سبا کی وجہ سے ہوا مگر اہلسنت کے اپنے ۷۳ فرقے کس نے بنائے؟ اگر لگے ہاتھوں یہ کہہ دیتے کہ اسلام کے پورے تہتر فرقے عبد بن سبا کی پیداوار ہیں تو کچھ بات بھی ہوتی۔

چہارم۔ حق الیقین کے حوالہ سے جس قدر بعض عقائد فاسدہ نقل کیئے گئے ہیں۔ وہ سب غالیوں کے ہیں اور حق الیقین میں جا بجا تصریح موجود ہے کہ بعض غالیوں کا یہ عقیدہ ہے۔ پھر غالیوں کے فاسد عقائد کو شیعوں کے سر منڈھنا دھاندلی نہیں تو اور کیا ہے؟ غالی وہ ہے جو حضرت علی کو خدا کہے یا خدائی صفات کا حامل ٹھہرائے اور شیعہ وہ ہے جو ان کو خاص بندۂ خدا اور رسول کا پہلا جانشین سمجھے۔ آیا یہ دونوں باتیں بیک وقت جمع ہو سکتی ہیں؟ بایں ہمہ ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ لکھتے ہیں حق الیقین میں تصریح موجود ہے کہ "یہ سب شیعیان علی ہیں" حالانکہ غالی باتفاق مذہب شیعہ کافر اور منوضہ (جو کہتے ہیں خدا نے صرف محمدؐ و علیؑ کو پیدا کر کے پھر نظام عالم چلانے اور اشیاء پیدا فرمانے کے کام ان کے حوالہ کر دیئے ہیں) مشرک ہیں۔ شیعہ کتب عقائد و حدیث میں اس امر کی تصریحات موجود ہیں بہر کیف غالیوں کو شیعوں میں شمار کرنا شرمناک جسارت و حرکت ہے۔ اسی حق الیقین میں جا بجا ان لوگوں کے کفر کی صراحت موجود ہے۔

پنجم۔ شیعیان حیدر کرار پر یہ سراسر اتہام ہے کہ وہ خدا کے اتحاد یا حلول کے قائل ہیں۔ (العیاذ باللہ) ہمارا تمام سرمایۂ علم کلام اس بات کی تردید کا شاہد عادل ہے۔ عقائد کی ہر چھوٹی بڑی کتاب میں یہ ملے گا کہ خدا کی صفات سلبیہ میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ کسی شئی سے متحد ہوتا ہے۔ ہاں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس عقیدۂ فاسدہ کے قائل یا بعض غلاۃ ہیں یا پھر اہلسنت کے صوفیائے کرام جن کا مایہ ناز مسئلہ ہی "وحدت الوجود" ہے۔ چنانچہ محی الدین ابن عربی فتوحات کے مقدمہ میں لکھتا ہے۔ "سبحان الذی خلق الاشیاء وھو عینھا" اور عارف رومی صاحب لکھتے ہیں۔

ہر لحظہ بشکلے بت عیار برآمد — دل بر دو نہاں شد
ہر دم بلباس دیگر آں یار برآمد — گہ پیر و جواں شد
گہ نوح شد و کرد جہاں را بد غرقہ — خود رفت بکشتی
گہ گشت خلیل و بدل نار برآمد — آتش گل از انشد

اور شیخ شبستری گلشن راز میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں

ے مسلمان گر بدانستے کہ بت چیست — بدانستے کہ دیں در بت پرستی است

اسی طرح شاہ نعمت اللہ اپنے دیوان میں یوں عرفان باقی فرماتے ہیں۔

ے تو منی من تو ام دوئی بگذار — ایں ہمہ نزد ما ہویت اوست

ایک اور جگہ فرماتے ہیں

ے وجود ایں واں نقش خیالست — حقیقت جز وجود کبریا نیست
اگر گوئی ہمہ حق است حق است — دگر خلقش ہمہ خوانی خطا نیست

——— کتاب مذاہب اسلام صفحہ ۶۰۱/۶۰۲ پر فرقہ مشبہ کے بارے میں لکھا ہے "یہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ جسم ہے طول عرض و عمق اور گوشت و خون رکھتا ہے ——— اور کہتے ہیں کہ عرش اللہ کے چاروں طرف سے چار چار انگل زیادہ بڑھا ہوا ہے ان کے نزدیک سوائے بنی امیہ کے اور کوئی امام نہیں۔ اللہ کے دوستان صادق دنیا و آخرت میں اس سے گلے ملتے ہیں اور ان کو یہ مرتبہ اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ انسان بہت سے ریاضات کر کے حد اخلاص و اتحاد تک پہنچ جاتا ہے" فرمائیے یہ بدعقیدہ فرقہ سنیوں کا ہے یا شیعوں کا؟ بنی امیہ کو سنی امام مانتے ہیں یا شیعہ؟

——— سبحان اللہ عما یقول المشرکون علواً کبیراً ——— یہ الزام بھی بالکل بے جا ہے کہ تمام شیعہ ائمہ اہلبیت کو شریک خدا مانتے ہیں" اور ثبوت میں علم ما کان و مایکون وغیرہ امور کو پیش کیا ہے۔ ہم اس کا الزامی اور حلی جواب قبل ازیں جہاں مؤلف نے ان مسائل کا مستقلاً تذکرہ کیا ہے۔ پیش کر چکے ہیں۔ وہاں رجوع کیا جائے ——— اس سلسلہ میں حق الیقین اردو صفحہ ۴۳۶ سے جن فقروں پر اعتراض کیا ہے یہ ان کی ناسمجھی کا نتیجہ ہے ورنہ اصل کتاب میں تصریح موجود ہے کہ منم انکہ خدا مسخر من گردانیدہ است ابرہا۔۔۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

... یعنی میں وہ ہوں جس کے لئے خدا نے ابر و رعد ..... کو مسخر کیا ہے"

اس میں تو خدا کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے یہ شرک کہاں ہے؟ (فارسی ص ۳۸۹ طبع ایران) علاوہ بریں جس خطبے کے یہ جملے ہیں وہ مستند نہیں ہے۔[1]

یا علیؑ مدد کہنے کا جواز

مؤلف نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ شیعہ اٹھتے بیٹھتے ..... یا علی کا ورد کرتے ہیں۔ تو ان کے اضافۂ معلومات کی خاطر عرض ہے کہ شیعہ حضرت علیؑ کو خدا یا شریک خدا یا نبی و رسول سمجھ کر ان کے نام کا ورد نہیں کرتے۔ بلکہ بموجب ارشاد پیغمبر ذکر علی عبادۃ (علی کا ذکر عبادت ہے) (ارجح المطالب ص ۹۷ بحوالہ کنز العمال و دیلمی وغیرہ) عبادت خدا سمجھ کر کرتے ہیں اور اللہ کا ولی اور نبی کا وصی سمجھ کر کرتے ہیں مرزا غالب نے کیا خوب کہا ہے!

غالبؔ ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں بندگیٔ بوتراب میں

نیز شیعیان علیؑ پر یہ سراسر اتہام اور غلط الزام ہے کہ انہوں نے اسلامی سلام (السلام علیکم) کی بجائے کوئی نیا سلام ایجاد کر لیا ہے (یعنی یا علی مدد) حاشا و کلا۔ کوئی بھی باخبر شیعہ اسے اسلامی "سلام" کی جگہ سلام نہیں سمجھتا۔ بلکہ صرف بعض حضرات اسلامی سلام کے بعد بطور وسیلہ (اپنے اور خدا کے درمیان حضرت امیر کو وسیلہ سمجھ کر) "یا علیؑ مدد" کہہ لیتے ہیں۔ تاکہ مومن و منافق کی پہچان ہو جائے فرمائیے اس میں غلو یا شرک کی کونسی بات ہے؟ وسیلہ اختیار کرنے کا خود خدا نے حکم دیا ہے یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ ۔۔۔ سفارش کرنا وسیلہ کا کام ہے اور کام کرنا خدا کا کام ۔۔۔ فرمائیے یہ شرک ہے یا عین توحید؟ اور اگر لفظ "یا" کے استعمال پر اعتراض ہے تو نحو کی تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ "یا" قریب و بعید ہر دو کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

۔۔۔ غلط الامین الخ ۔۔۔ میں جس نظریۂ فاسدہ کا اظہار کیا گیا ہے، شیعیان علیؑ اس سے بیزار ہیں یہ کسی غالی خبیث کا نظریہ ہے نہ شیعیان حیدر کرار کا۔ دوسرا شعر دیوان منسوب بہ شاہ شمس تبریز نولکشور لکھنؤ میں موجود ہے کہتے ہیں مولوی رومی نے یہ اشعار کہہ کر اپنے مرشد کی طرف منسوب کر دیئے ہیں (حقیقۃ الفرقان۔ از علامہ برقعی) بہر حال اولاً تو یہ شعر ہمارے خلاف حجت و سند نہیں۔ ثانیاً۔ اسکی صحیح تاویل ممکن ہے۔ کہ غدیر خم کے موقع پر اگرچہ بظاہر جبرئیل امین جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے۔ مگر اصل میں جناب امیرؑ کی ولایت و وصایت کا اعلان کرانا مقصود تھا۔

ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجا است ۔۔۔ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

---

[1] ان مسائل کی تفصیلات و تحقیقات دیکھنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب اصول الشریعہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

شیعہ کا ادعائے قدامت

شیعہ کہتے ہیں ہمارا وجود قدیم سے ہے۔ تمام پیغمبر شیعہ تھے۔ آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسےٰ سب شیعہ تھے۔ رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم بھی شیعہ تھے۔ ع بریں فہم و دانش بہ باید گریست۔

ان کو اتنی سمجھ بھی نہیں کہ شیعہ خارجی کا وجود تو اس وقت سے ہے جب بقول ان کے غصب خلافت ہوا جو لوگ تین یاروں کو نہیں مانتے ـــــ وہ شیعہ و رافضی کہلاتے ہیں پھر پہلے پیغمبروں نوح ..... کا شیعہ ہونا چہ معنی دارد حضرت رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم اگر شیعہ ہوتے تو تین یاروں کو ان کے دربار میں جگہ ہی کاہے کو ملتی۔ وہ رسول کے شام و سحر کے رفیق ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بیٹیاں نہ دیتے ـــــ ہاں حضرت علی بھی شیعہ نہ تھے۔ ورنہ ان کے مشیر کار ہر امر میں ـــــ مددگار ان کے پیچھے نمازیں نہ پڑھتے غنائم سے حصہ نہ لیتے ـــــ ہر چند تلاش کرو۔ شیعیت کا سراغ ملتا ہے تو اس ابن سبا سے جس کو حضرت امیرؓ نے دھتکار کر مدینۂ رسول سے نکال دیا تھا ـــــ (آفتاب ص۳۰۷)

الجواب

شیعیان حیدر کرار کا یہ دعویٰ بالکل بجا اور مبنی بر حقیقت ہے یہ تو سب مانتے ہیں کہ اسلام کے دو ہی عظیم الشان فرقے ہیں۔ (۱) شیعہ اور (۲) اہلسنت والجماعت۔ شیعہ کے معنی ہیں گروہ، جماعت، اور پیروکار۔ اس لفظ کے اندر جو کچھ حسن یا قبح ہے وہ اضافی ہے یعنی اگر کسی اچھے شخص کا پیروکار ہوا تو اچھا متصور ہوگا۔ اور اگر کسی برے کی پیروی کرے گا تو برا سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ لفظ "سنت" کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اس کے معنی ہیں دستور، طریقہ، کسی اچھی ذات کا طریقہ ہے تو یہ سنت اچھی ورنہ بری سمجھی جائے گی۔ شیعوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ہر دو معنی کے اعتبار سے لفظ شیعہ قدیم الایام سے موجود ہے۔ جیسا کہ آیت مبارکہ "وان من شیعتہ لابراھیم" اور فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ۔ سے واضح ہے۔ اس کے برخلاف "اہلسنت والجماعت" کا قرآن میں کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ شیعہ کا وجود غصب خلافت کے وقت سے ہے، کیونکہ ہم "عبداللہ بن سبا" کے عنوان کے تحت یہ ثابت کر آئے ہیں کہ باغبان شریعت جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے ساتھ ہی اپنے مقدس ہاتھوں سے یہ پودا لگایا تھا اور بار بار فرمایا تھا یا علی! انت و شیعتک ھم الفائزون یوم القیامۃ علی و شیعتہ ھم الفائزون یوم القیامۃ۔ ھذا و شیعتہ ھم الفائزون یوم القیامۃ۔ یا ابا الحسن! انت و شیعتک فی الجنۃ، علی و شیعتہ السابقون الی الجنۃ ـــــ یا علی!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تأتی انت و شیعتک یوم القیامۃ راضین ویأتی عدوک غضابًا مقمحین (باختلاف الفاظ، صواعق محرقہ، تذکرہ خواص الامۃ، حلیۃ الاولیاء، نور الابصار، فرائد السمطین، ینابیع المودۃ، فردوس الاخبار، مودۃ القربیٰ، کنوز الحقائق، فصول مہمہ، مناقب خوارزمی وغیرہا) یہی وجہ تھی کہ یہ احادیث دیکھ کر بڑے بڑے اکابر اہلسنت کے منہ سے بھی لال ٹپک پڑی۔ چنانچہ صاحب صواعق محرقہ اس مضمون کی چند روایات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں "شیعتہ ھم اھل السنۃ" یعنی حضرت امیرؑ کے شیعہ اہلسنت ہیں"۔ ــــ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ ص۱۱ طبع نولکشور پر لکھتے ہیں۔ باید ــــ دانست کہ شیعہ اولی کہ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ اند در زمان سابق بہ شیعہ ملقب بودند" یعنی اسلام کے پہلے فرقہ کا نام شیعہ ہے اور اہلسنت کا سابقہ نام بھی شیعہ ہی ہے"۔

علامہ وحید الزمان نے انوار اللغہ پ۲۱ ص۱۴۴ پر بذیل حدیث انت و شیعتک راضین مرضین لکھتے ہیں "اس حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ شیعہ علی ایک قدیم فرقہ ہے جس کا ذکر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا"۔ الحمد للہ کہ ان حقائق کی روشنی میں شیعوں کا ادعائے قدامت روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہو گیا اور مؤلف کے بیان کا غلط ہونا بھی واضح و عیاں ہو گیا۔ نیز مؤلف نے رسولؐ و ثلاثہ اور علیؑ و ثلاثہ کے اتحاد و اتفاق کے متعلق جن باتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ہم ایک نہیں کئی بار اسی کتاب میں (خصوصاً فضائل ثلاثہ کے جواب میں) ان کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر چکے ہیں اور ان کا تار عنکبوت سے بھی زیادہ بودہ و کمزور ہونا واضح و آشکار کر چکے ہیں فلا نطیل الکلام بالتکرار ــــ من شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر ــــ

لفظ شیعہ کی مذمت قرآن میں

اب ہم قرآن پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں ــــ شیعہ بڑا نازکرتے ہیں کہ ہمارا نام قرآن مجید میں ہے ــــ یہ معلوم نہیں کہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ شیعہ لکھا ہے۔ اس سے مراد کفار اشرار ہیں اور بس ــــ یہ منحوس نام قرآن پاک میں نیکوں کی بجائے بدوں کے حق میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعًا۔ (پ۲۰ پ۲۸) یعنی فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اہل ملک کو شیعہ بنا دیا۔ (۲) ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعًا لست منھم فی شیء (پ۸ پ۶) یعنی جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے۔ اے میرے حبیب! تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں"۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

شیعہ ــــ کی ص ۳۷۹ عمدۃ البیان میں اس کا خلاصہ یوں لکھا ہے کہ اس جگہ شیعہ کا لفظ یہود اور نصاریٰ وغیرہ پر استعمال ہوا ہے

(۳) قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابًا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعًا (پ پاؤ ۷) یعنی اللہ اس بات پر قادر ہے کہ بھیجے عذاب تم پر اوپر سے اور تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تم کو شیعہ شیعہ بنا کر آپس میں لڑائے ــــ عمدۃ البیان ج ۱ ص ۳۵۲ میں ہے کہ یہاں شیعہ کا لفظ شریروں فتنہ بازوں ــــ پر استعمال ہوا ہے۔

(۴) ولا تکونوا من المشرکین الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا (پ ۲۱ پاؤ ۱) یعنی اے لوگو! نہ ہو تم ان شیعوں سے کہ جنہوں نے فرقہ فرقہ ہو کر اپنے دین کو برباد کر دیا۔ عمدۃ البیان ج ۲ ص ۱۳ میں لکھا ہے کہ یہاں شیعہ مشرکوں، بت پرستوں ــــ کو کہا گیا ہے۔

(۵) ولقد ارسلنا من قبلک فی شیع الاولین وما یاتیھم من رسول اللہ الا کانوا بہ یستھزؤن (پ ۱۴ پاؤ ۱) یعنی ہم بھیج چکے ہیں اے رسول تجھ سے پہلے اگلے شیعوں میں۔ نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول، مگر کرتے رہے ان سے ٹھٹھے۔ عمدۃ البیان ج ۲ ص ۱۷۴ میں ہے۔ اس آیت میں شیعہ ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو خدا کے پیغمبروں کو ٹھٹھا مخول کرنے والے کافر تھے۔

(۶) کما فعل باشیاعھم انھم فی شک مریب یعنی ایسا کیا گیا اگلے شیعوں کے ساتھ وہ شک و بدگمانی میں پڑے ہوئے تھے۔ عمدۃ البیان ج ۳ ص ۹۳ میں ہے کہ یہاں شیعہ کافروں کو کہا گیا۔ جو خانہ کعبہ کو گرانے آئے تھے۔

(۷) ولقد اھلکنا اشیاعکم (پ ۲۷ پاؤ ۲) یعنی ہم نے ہلاک کیا ہے اگلے شیعوں کو اشیاع جمع شیعہ کی ہے۔ عمدۃ البیان ج ۳ ص ۳۳ میں ہے۔ یہاں شیعہ اگلے کافروں کو کہا گیا ہے۔

(۸) فوربک لنحشرنھم والشیاطین ثم لنحضرنھم حول جھنم جثیًا (پ ۱۶ پاؤ ۶) یعنی قسم ہے تیرے رب کی کہ قیامت کو حشر ضرور کریں گے ان کو شیطانوں کے ساتھ پھر حاضر کریں گے ان کو گرداگرد دوزخ کے جب وہ زانوؤں کے بل چل کر آئیں گے۔ ثم لننزعن من کل شیعۃ ایھم اشد علی الرحمٰن عتیًا۔ پھر ہم نکال لیں گے۔ دوزخ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

میں ڈالنے کو پہلے ان شیعوں سے جو ہوگا۔ ان سے سخت خدا سے سرکش ـــــ عمدۃ البیان ج ۲ صـ ۶۱۶ میں ہے فرمایا اللہ عزوجل نے کہ ان شیعوں میں سے جو بڑا سرکش ہوگا پہلے ہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے" ان تمام آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق کفار، مشرکین، فتنہ باز، فسادیوں، یہود و نصاریٰ، سرکش شیطان صفت گروہ پر ہوا ہے پھر شیعہ خود ہی غور کریں کہ کیا وہ اس لفظ کا مصداق بننا چاہتے ہیں؟ ـــــ ہاں ان دو آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق بظاہر اچھے معنی میں نظر آتا ہے۔

(۱) ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ (پ ۲۰ ع ۲) یہ اس گروہ سے ہے اور یہ اس کے دشمنوں سے" شیعہ کہتے ہیں کہ یہاں شیعہ کا معنی دوست و رفیق ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسےٰ کے رفقاء کو بھی شیعہ کہا جاتا تھا۔ مگر یہ محض شیعہ کی نافہمی ـــــ ہے وہ پہلا شخص گو حضرت موسےٰ کے قبیلہ ـــــ سے تھا مگر منافق و مشرک تھا ـــــ بلکہ مفسرین کہتے ہیں کہ اسی کا نام سامری تھا ـــــ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسےٰ نے پہلے دن اسی کو مجرمین میں شمار کیا۔ پھر دوسرے دن تو ـــــ صاف صاف فرما دیا۔ انک لغوی مبین (یعنی تو ایک بدخواہ بظاہر گمراہ ہے) پھر یہاں بھی لفظ شیعہ کا اطلاق اچھے شخص پر نہیں ہوا۔ بلکہ بُرے پر ہوا ہے ـــــ جس کی وجہ سے آپ کو شہر چھوڑ کر مدین کی طرف بھاگ جانا پڑا۔

(۲) وان من شیعتہ لابراھیم اذ جاء ربہ بقلب سلیم اذ قال لابیہ و قومہ ماذا تعبدون (یعنی اس کے گروہ میں سے تھا ابراہیم۔ جبکہ آیا رب اپنے کی طرف سے سلامت دل لے کر) شیعہ کہتے ہیں یہاں شیعہ کا لفظ ابراہیم پیغمبر پر اطلاق ہوا ہے اور ابراہیم شیعہ تھے۔ لیکن یہ بھی ان کی خوش فہمی ـــــ کا نتیجہ ہے۔ معنی آیت کا یہ ہے کہ ابراہیم کا تولد قوم شیعہ (کفار) میں ہوا جس سے نکل کر آپ اپنے رب کی طرف صاف دل ہو کر آگئے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خود شیعہ تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ قوم شیعہ یعنی اس قوم سے نکل کر آپ ہدایت یافتہ ہو کر اپنے رب کے پاس آگئے جو نوح کے مخالف گمراہ قوم چلی آتی تھی۔ (آفتاب صـ ۳۰۹)

الجواب پہلے مناظرین اہلسنت میں کچھ شرم و حیا ہوتی تھی اور وہ اس قول میں اس خیال کے پیش نظر اس قسم کی دھاندلی کو روا نہیں رکھتے تھے کہ اہل علم و فضل میں انکی رسوائی ہو جائے گی مگر دینی و علمی لحاظ سے چونکہ زمانہ رو بہ تنزل ہے۔ اس لئے جب رفتہ رفتہ نوبت مولوی کرم الدین صاحب تک پہنچی تو یا تو شرم و حیا کے معنی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بدل چکے تھے۔ یا پھر انہوں نے حیا کا لبادہ اس طرح اتار کر دور پھینک دیا ہے۔ جس طرح بالکل بوسیدہ کپڑا اتار کر پھینک دیا جاتا ہے یا پھر ہمیشہ سے ان سے نرم و حیا اسطرح غائب تھی جس طرح گدھے کے سر سے سینگ" سچ ہے اذا لم تستح فاصنع ماشئت یعنی بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔ انہوں نے سطور بالا میں اسقدر اندھیر گردی اور دھاندلی سے کام لیا ہے کہ انکی کارستانی دیکھ کر جبین علم عرق انفعال سے تر ہو جاتی ہے اور جواب دیتے ہوئے قلم لرزتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ انکے دل میں خوف خدا اور خوف حشر و نشر کا سوتا بالکل خشک ہو گیا ہے اور دیدہ سے شرم و حیا کا آخری قطرہ بھی ڈھلک گیا ہے۔ ورنہ اس دیدہ دلیری کے ساتھ تفسیر بالرائے کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ سچ ہے انها لا تعمی الابصار بل تعمی القلوب التی فی الصدور۔ اس اجمال کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے کہ عام شرعی الفاظ کی طرح لفظ "شیعہ" کے ایک ہیں لغوی معنی آخر جب عربی زبان کا لفظ ہے تو اس زبان میں اس کے کوئی معنی بھی ہوں گے) اور وہ یہ ہیں (۱) گروہ (۲) متبع و مطیع، (۳) ناصر و مددگار (۴) صاحب و ساتھی (ملاحظہ ہو قاموس ج ۳ ص ۴۷ طبع مصر المنجد ص ۴۱۱ وغیرہ) اور دوسرے ہیں عرفی و شرعی معنی اور وہ یہ ہیں" وہ گروہ جو جناب امیر علیہ السلام کی نص خلافت بلا فصل کا قائل ہے۔ ان سے محبت رکھتا ہے اور دین و دنیا میں ان کو اپنا پیشوا اور راہنما سمجھتا ہے" چنانچہ مقدمہ ابن خلدون ص ۱۹۶ طبع مصر پر مرقوم ہے اعلم ان الشیعة لغةً هم الصحب والاتباع و یطلق فی عرف الفقهاء والمتکلمین من الخلف والسلف علی اتباع علی و بنیه رضی اللہ عنهم۔ یعنی جاننا چاہیئے کہ لفظ شیعہ کے لغت میں معنی ہیں۔ اصحاب و اتباع۔ مگر متقدم و متاخر فقہاء و متکلمین کے عرف میں اس لفظ کا اطلاق حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے پیروؤں پر ہوتا ہے" اسی طرح فاضل شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل ج ۱ ص ۶۷ طبع ایران پر بذیل عنوان "الشیعہ" لکھا ہے هم الذین شایعوا علیاً علیه السلام بالخصوص وقالوا بامامته وخلافته نصاً و وصیته اما جلیاً و اما خفیاً یعنی شیعہ وہ ہیں جو حضرت علی کی متابعت کرتے ہیں اور انکی خلافت منصوبہ کے قائل ہیں۔ قاموس اور المنجد وغیرہ میں بھی اس کے مذکورہ بالا لغوی معنی بیان کرنے کے بعد یہ تصریح موجود ہے کہ وقد غلب هذا الاسم علی کل من یتولیٰ علیاً و اهلبیته حتی صار لهم اسماً خاصاً" یعنی اب یہ نام اس گروہ پر بولا جاتا ہے۔ جو حضرت علیؑ اور ان کے اہلبیتؑ سے محبت رکھتا ہے یہاں تک کہ یہ ان کا مخصوص نام ہو کر رہ گیا ہے۔ بہر حال جب اس لفظ کے لغوی معنی متبع اور گروہ کے ہیں تو اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس لفظ کے اندر کوئی ذاتی حسن یا قبح موجود نہیں ہے اگر کوئی شخص اچھے بزرگوں کا متبع اور نیکوں کے گروہ میں شامل ہے تو یہ لفظ اچھے معنی دے گا جیسے "شیعۂ علی"۔ اور اگر بدوں کا تابع ہے اور بروں کے گروہ میں داخل ہے تو یہ برے معنی دے گا۔ جیسے "شیعۂ معاویہ" اور یہ لفظ ان آٹھ عدد آیات میں (جنہیں مؤلف

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نے مذمت شیعہ میں پیش کیا ہے) انہی لغوی معنوں کے اعتبار سے بُرے گروہ یا بُروں کے اتباع میں استعمال ہوا ہے۔ اور مؤلف نے بڑی چابکدستی اور چالاکی سے ان آیات کے ترجمہ میں "شیعہ شیعہ" کی لفظ اصطلاحی معنوں میں لکھ کر یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ گویا اصل لفظ شیعہ کے معنی ہی بُرے لوگ ہیں اور وہ ہمیشہ کفار و اشرار کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔! ان ھذا الا اختلاق (ان آیات کے صحیح تراجم معلوم کرنے کے لئے ناظرین کرام۔ شاہ رفیع الدین صاحب، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا اشرف علی تھانوی اور اور علامہ وحید الزمان وغیرہم کے تراجم قرآن مجید کی طرف رجوع فرما کر اصل حقیقت معلوم کر سکتے ہیں ــــ ہم بنظر اختصار اسی اجمالی بیان پر اکتفا کرتے ہیں ــــ مؤلف نے آخر کلام میں دو آیات کے متعلق یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ "ان میں بظاہر لفظ شیعہ اچھے معنی میں استعمال ہوا ہے" پھر جو تاویل کا جال بچھایا ہے اسے دیکھ کر ڈاکٹر اقبال کی یہ رباعی بے ساختہ زبان پر جاری ہو جاتی ہے ؎

زما بر صوفی و ملا سلامے ۔۔۔ کہ پیغام خدا گفتند مارا

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت ۔۔۔ خدا و جبرئیل و مصطفٰی را

شیعیت کا تعلق عمل سے زیادہ اعتقاد سے ہے۔ جس طرح غوایت (گمراہی) کا تعلق عقیدہ سے زیادہ عمل کے ساتھ ہے۔ بات یہ تھی کہ جب اسرائیلی و قبطی لڑ رہے تھے تو خداوند عالم فرماتا ہے ھذا من شیعتہ و ھذا من عدوہ ایک حضرت موسٰے کا شیعہ تھا۔ یعنی ان کے دین پر تھا اور دوسرا ان کا دشمن تھا۔ یعنی کافر تھا۔ چنانچہ یہی معنی مفسرین اہلسنت نے کئے ہیں تفسیر بیضاوی ج ۴ ص ۱۲۵ طبع مصر میں لکھا ہے من شیعتہ ای شایعہ علی دینہ ایک ان کا شیعہ تھا یعنی ان کے دین پر تھا۔ معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۷۵ پ ۲۰ میں لکھا ہے ھذا مؤمن و ھذا کافر یعنی ان لڑنے والوں میں ایک شیعہ یعنی مؤمن اور دوسرا کافر تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ اہل ایمان اور انبیاء کے ہم مسلک کو کہا جاتا ہے ــــ باقی رہا یہ کہ جناب موسٰےؑ نے اس شخص کو "غوی" کہا تو یہ اس کے جھگڑالو ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ بد عقیدہ ہونے کے سبب سے مطلب یہ کہ اس کی روش غلط تھی نہ کہ عقیدہ۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۳۱ تا ص ۴۳۲ پر اس واقعہ کو بالتفصیل لکھنے اور اس شیعۂ موسٰےؑ کے ایمان و اسلام ثابت کرنے کے بعد اسی غوایت والے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جناب موسٰےؑ نے اس شخص کے جھگڑالو ہونے کی وجہ سے اسے "غوی" کہا ہے۔ کیونکہ جس شخص کے جھگڑے کی وجہ سے دفع ضرر مشکل ہو جائے۔ اس کا وہ فعل رشد کے خلاف ہوگا اور اس پر "غوایت" کا اطلاق ہو سکتا ہے" ؎

خوشتراں باشد کہ سرِ دلبراں ۔۔۔ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں ؎

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دوسری آیت جس میں حضرت ابراھیم کو جناب نوح کا شیعہ کہا گیا ہے۔ اس کی تفسیر بالرائے کرنے میں تو مؤلف نے ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔ (و من فسر القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ فرمان رسول۔ تفسیر اتقان) ہم اس آیت مبارکہ کا ترجمہ و تفسیر اہلسنت کے مسلم الثبوت علماء کے تراجم و تفاسیر کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ جس سے حضرت ابراہیم کا شیعۂ نوح ہونا اور مؤلف کے بیان کردہ معنی کا تفسیر بالرائے ہونا روز روشن سے بھی زیادہ واضح و آشکار ہو جائے گا۔

مولانا نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں۔ "اور نوح کے ہی طریق پر چلنے والوں میں سے ابراہیم بھی تھے"۔ مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں "اور نوح کے طریقہ والوں میں سے ابراہیم بھی تھے"۔ ــــ تفسیر جلالین میں لکھا ہے ان من شیعتہ ای ممن تابعہ فی اصل الدین وان طال الزمان بینھما ــــ یعنی منجملہ جناب نوح کے تابعین کے جنہوں نے باوجود طول زمان کے اصل دین میں ان کی متابعت کی ایک جناب ابراہیمؑ بھی ہیں۔ فتح الخبیر مع الفوز الکبیر مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے وان من شیعتہ و اھل دینہ ــــ ابراہیمؑ نوحؑ کے شیعہ تھے یعنی ان کے ہم دین تھے (کذا فی التفسیر الکبیر ج ۵ صفحہ ۳۸۰ و روح البیان ج ۷ صفحہ ۴۶۸ ای ممن شایعہ فی اصول الدین ای من اھلبیتہ و علی دینہ و منھاجہ (لابراھیم) اور تفسیر کبیر ج ۷ صفحہ ۱۲۹ میں لکھا ہے وان من شیعتہ من معنی المشایعۃ یعنی وان ممن شایعہ علی دینہ وتقواہ حین جاء بقلب سلیم قال اھل الاصولیون المراد انہ عاش ومات علی طہارۃ القلب عن کل دنس من المعاصی"۔ یعنی شیعہ مشایعت سے ہے مطلب یہ کہ جناب ابراہیمؑ ان لوگوں میں سے تھے جو دین و دیانت اور تقویٰ و طہارت میں جناب نوح کے پیروکار تھے۔ جب قلب سلیم کے ساتھ آئے اس کے متعلق علماء اصول نے کہا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ گناہوں کی ہر قسم کی کثافت سے پاک و صاف رہ کر زندہ رہے اور اسی حالت میں وفات پائی" اس سے واضح ہو گیا کہ حقیقی شیعہ ہوتا ہی وہ ہے۔ جو نبی کے دین پر ہو اور اس کا دل گناہوں کی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم شیعہ تھے اور ہم مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ فاتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا (ملت ابراہیمیؑ کی اتباع کرو) لہٰذا ہمیں اگر ملت ابراہیمی کی اتباع کرنا ہے تو پھر ہمیں بھی شیعہ بننا پڑے گا۔ جس مقدس لفظ کو مؤلف نے ازراہ ناصبیت "منحوس" قرار دیا ہے ہم نے قرآنی حقائق کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے کہ اس کا اطلاق انبیاءؑ اور ان کے حقیقی متبعین پر ہوا ہے اور سابقہ عنوان (شیعہ کا ادعائے قدامت) کے ذیل میں متعدد کتب اہلسنت کے حوالجات سے فضائل شیعہ میں وارد شدہ احادیث نبویہ پیش کی جا چکی ہیں۔ نیز اسی مقام پر بڑے بڑے علمائے اہلسنت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے یہ اقوال بھی پیش کر دیئے گئے کہ "وہ شیعۂ علیؑ ہیں" یا یہ کہ سابقہ زبان میں ان کا لقب شیعہ تھا" اس سے بڑھ کر فضیلت شیعہ کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ مگر اس کوڑھ مغزی کا کیا علاج جو ہنر کو عیب سمجھتی ہے

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ
لاحول ولا قوۃ الا باللہ!

قرآن میں لفظ سنت کی تعریف

شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سنیوں کا کہیں قرآن میں ذکر نہیں اس لئے ہم لفظ سنت کی قرآن میں تلاش کرتے ہیں (۱) سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل الآیۃ (عمدۃ البیان ج ۳ ص ۶۴) میں ہے کہ سنت طریقہ اللہ کا ہے جو چلا آیا ہے اگلے پیغمبروں میں

(۲) یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم ویتوب علیکم (پ ۵ پاؤ ۱) عمدۃ البیان ج ۱ ص ۲۳۲ "ہدایت کرے اللہ تم کو طریقے ان لوگوں کے جو پہلے تم سے مثل ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ گزرے۔

(۳) سنۃ من ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلاً۔ سنت طریقہ ان لوگوں کا ہے جو پہلے بھیجے ہم نے اور نہ پائے گا تو میری سنت و دستور میں تفاوت" عمدۃ البیان ج ۲ ص ۲۸۵ میں ہے "طریقہ رکھنا رسولوں کا کہ تحقیق بھیجا ہم نے ان کو تجھ سے پہلے پیغمبروں سے کہ جو کوئی پیغمبروں کو جھٹلا دے تو ہم ہلاک کر دیتے ہیں اس کو ——

(۴) سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنتنا تبدیلاً (پ ۲۶ پاؤ ۲) عمدۃ البیان ج ۳ ص ۲۷۲ میں ہے یعنی سنت طریقہ اللہ کا ہے اس میں کوئی تغیر کرنے والا نہیں ہے"

(۵) قد خلت سنۃ الاولین (پ ۱۴ پاؤ ۱) گذر چکا طریقہ پہلے لوگوں کا"

(۶) الا ان تاتیھم سنۃ الاولین (پ ۱۵ پاؤ ۴) عمدۃ البیان ج ۲ ص ۲۸۸ میں ہے یعنی پہنچا ان کو طریقہ خدا کا ہلاک کرنے والا اگلوں کو ——

(۷) سنۃ اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالک الکافرون عمدۃ البیان ج ۲ ص ۱۱۹ میں ہے۔ سنت طریقہ خدا کا ہے جو اس کے اگلے بندوں میں چلا آیا ہے۔

(۸) قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف وان یعودوا فقد مضت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سنۃ الاولین ۔ کفار کو کہہ دیجئے اگر وہ باز آجائیں ان کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے اگر انہوں نے پھر وہی گناہ کیا تو پہلوں کا طریقہ گذر چکا ہے (پ ۹ ع ۱۹) ——

(۹) فھل ینظرون الا سنۃ الاولین فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً (پ ۲۲) یعنی وہ نہیں دیکھیں گے مگر پہلوں کے طریقہ کو اور خدا کے طریقہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی"۔

ان تمام آیات قرآن میں لفظ سنت کو خدا یا رسول کی طرف اضافت ہے اور پھر سنی اور اہلسنت وہ لوگ ہیں جو سنت الرسول کے پیرو ہیں۔ یہی رسولی گروہ متبع السنت ہے۔ اسی کی تاکید رسول پاک اور ائمہ ہدیٰ کرتے رہے —— آفتاب ص ۳۱۱)

الجواب معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے کوئی "تخریج آلایات" سامنے رکھ لی ہے اور قرآن مجید میں جہاں جہاں لفظ "سنت" ملا ہے۔ ان آیات کی بھرتی کر دی ہے اور جوش تعصب میں یہ بھی سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ انہی آیات میں سے اکثر بجائے ان کے مفید مطلب ہونے کے الٹا ان کے لئے مضر رساں ہیں۔ خدا برا کرے تعصب کا کہ جب اسکی پٹی آنکھوں پر بندھ جائے تو پھر روز روشن کی طرح واضح حقائق بھی نظر نہیں آتے

لفظ سنت کا عذاب وغیرہ برے معنوں پر اطلاق مثلاً آیت ۱ (پ ۲۲) ع ۵ پر موجود ہے) اس سے قبل منافقین کا ذکر ہے کہ اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلاً۔ "جہاں ملا پکڑا اور مار کے ٹکڑے اڑا دیئے"۔ اس کے بعد بلا فاصلہ ہے سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل۔ جو لوگ پہلے ہو گذرے ہیں ان میں (بھی) خدا کا یہی دستور رہا ہے" (ترجمہ نذیر احمد دہلوی) اس سے معلوم ہوا کہ یہاں سنۃ اللہ سے مراد پکڑنا اور مار کر ٹکڑے اڑانا ہے —— آیت ۳ کے ذیل میں عمدۃ البیان کا جو تائیدی بیان نقل کیا ہے وہ خود ان کے خلاف ہے۔ "جو کوئی پیغمبروں کو جھٹلا دے ہم ہلاک کر دیتے ہیں اس کو"۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں "سنۃ اللہ" سے مکذبین کا ہلاک کرنا مقصود ہے۔ آیت ۳ سے پہلی آیت کا تتمہ یہ ہے ثم لا یجدون ولیاً ولا نصیراً" پھر ان کو نہ کوئی حامی ہی ملتا اور نہ کوئی مددگار" اس کے بعد ہے سنۃ اللہ التی قد خلت الا یۃ) اللہ کا دستور (ہے) جو پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے"۔ (ترجمہ نذیری) اس سے معلوم ہوا کہ یہاں سنت اللہ سے مراد ہے کسی کی حمایت اور مدد نہ کرنا" —— اسی طرح آیت ۵ کا پہلا حصہ یوں ہے لا یؤمنون وقد خلت سنت الاولین۔ "یہ قرآن پر ایمان لانے والے نہیں اور یہ رسم (کچھ انوکھی نہیں) اگلوں (ہی) سے ہوتی چلی آئی ہے"۔ (ترجمہ نذیری) اس سے معلوم ہوا کہ یہاں "سنۃ الاولین" سے مراد ہے۔ "حق کے ظاہر ہو جانے کے باوجود اس پر ایمان نہ لانا" اور اس کے انکار پر اصرار کرنا" موضح القرآن میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے "بیشک

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یہ نرالی راہ ہے اگلوں کی یعنی مکہ کے لوگوں کا نبیؐ کو ساحر اور قرآن کو شعر اور قصہ کہنا یہ رسم اگلی قوموں کی ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں "سنت الاولین سے مراد" نبیوں کو جادوگر اور آسمانی کتابوں کو قصہ کہانی کہنا ہے"

آیت ۵۶ کا ابتدائی حصہ یوں ہے۔ "وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدیٰ ویستغفروا ربھم الا ان تاتیھم سنۃ الاولین ـــــ اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آچکی تو (اب) ایمان لانے اور اپنے پروردگار سے مغفرت مانگنے سے ان کو اس کے سوا اور کون امر مانع ہو سکتا ہے۔ کہ اگلے لوگوں کا (سا) ماجرا ان کو بھی پیش آئے"۔ اس سے واضح ہوا کہ یہاں "سنۃ الاولین" سے مراد سابقہ امتوں والا عذاب ہے۔ عمدۃ البیان والے بیان سے بھی یہی چیز ظاہر ہے۔ مگر مؤلف کو جوشِ تعصب میں تائید و تردید کے درمیان تمیز نہیں رہی۔

آیت ۸۵ کا پہلا حصہ اس طرح ہے "فلم یک ینفعھم ایمانھم لما رأوا بأسنا سنۃ اللہ التی قد خلت، الخ۔" مگر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو (آتے) دیکھ لیا تو (اسوقت انکا) ایمان لانا ان کو کچھ بھی سود مند نہ ہوا (یہ) دستور الٰہی ہے) جو (سدا سے) اس کے بندوں میں جاری رہا ہے" (ترجمہ نذیری) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہاں "سنت اللہ" سے مراد یہ ہے کہ معائنہ عذاب کے وقت ایمان لانا سود مند نہیں ہوتا ـــــ اور ایسے لوگوں کو خدائے قہار کے قہر و غضب سے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔

آیت ۷۸ میں بھی سنۃ الاولین سے مراد ہلاکت و بربادی ہے۔ "اگر پھر شرارت کریں گے تو اگلے لوگوں کی روش پڑ چکی ہے (وہی انجام ان کا بھی ہونا ہے") ترجمہ نذیری) اسی طرح آیت ۹۰ میں بھی سنۃ الاولین سے مراد خدا کا وہ برتاؤ ہے جو وہ کفار سے کرتا رہا ہے۔ یعنی ان کو بذریعہ عذاب نیست و نابود کرنا۔ مولانا نذیر احمد اس آیت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں "یہ (لوگ) اسی برتاؤ کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے"۔ ان حقائق کی روشنی میں انصاف پسند ناظرین کرام فرمائیں کہ ان آیات میں سے اکثر آیات میں سنت کی لفظ بُرے معنوں میں استعمال ہوئی ہے یا نہ؟

حقیقت حال کا انکشاف

حقیقت الامر یہ ہے کہ سنت کے معنی ہیں۔ سیرت، طریقہ، طبیعت اور شریعت (المنجد ص ۳۵۳) یعنی لفظ شیعہ کی طرح اس لفظ کے اندر بھی کوئی ذاتی جلالت یا رذالت نہیں ہے۔ بلکہ یہ لفظ جو کچھ حسن یا قبح حاصل کرتا ہے وہ اپنی نسبت و اضافت سے کرتا ہے یعنی اچھوں کی سنت ممدوح اور بروں کی سنت مقدوح سمجھی جائے گی (اسی لئے احادیث میں سنۃ حسنہ اور سنۃ سیئہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں (من سنّ سنّۃً حسنۃً ـــــ ومن سنّ سنّۃً سیئۃً)

اہل سُنّت نہیں بلکہ اہل سَنَۃ

اور اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ لفظ "سنت" (سین کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پیش اور نون کی شد کے ساتھ) ہر جگہ اچھے معنوں میں استعمال ہوا ہے (حالانکہ ہرگز ایسا نہیں ہے) تب بھی مولوی کرم الدین صاحب یا ان کے ہم مذہبوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں کیوں کہ وہ "اہل سنّت" نہیں بلکہ "اہلِ سَنَۃ" (سین کی زبر اور بغیر شد کے ساتھ۔ بمعنی سال) یعنی ایک خاص سال والے لوگ ہیں۔ اور اس سال سے مراد ہے۔ صُلح حسنؑ کے بعد معاویہ کے تختِ حکومت پر متمکن ہونے والا سال۔ چنانچہ فتح الباری شرح بخاری ج ۶ صـ۵۵۲ و استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۱ صـ۳۷۲/۳۷۳ وغیرہ میں ہے "دخل معاویۃ الکوفۃ و بایعہ الناس فسمّی سنۃ الجماعۃ لاجتماع الناس و انقطاع الحرب" یعنی اس کے بعد معاویہ کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کی اور اس سال کا نام "سَنَۃ الجماعۃ" رکھا گیا کیونکہ اس سال جنگ ختم ہوئی اور سب لوگ حکومتِ معاویہ پر جمع ہو گئے" حیواۃ الحیوان ج ۱ صـ۵۲ تاریخ الخلفاء صـ۲۰۲ نہج الوصول صـ۱۶۴ میں بھی اس سال کا نام "عام الجماعۃ" لکھا گیا ہے اس طرح معاویہ والے "اہل سنۃ الجماعۃ" "جماعت کے سال والے لوگ" کہلائے پھر مرورِ ایام سے یہ لفظ بدلتے بدلتے اہل السُنّۃ والجماعت" بن گیا۔ یہ ہے موجودہ اہلسنت والجماعت کے مذہب کی اصل حقیقت، جو ہم نے بلا کم و کاست انہی کی کتابوں سے پیش کر دی ہے! ان حقائق سے معلوم ہوا کہ یہ مذہب معاویہ بن ابوسفیان کا خود کاشتہ پودا ہے۔ بانیٔ اسلام کا اس کی تاسیس و تشکیل میں کوئی دخل نہیں ہے۔ انہی حقائق کی بنا پر شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ صـ۸۱ پر مجبوراً یہ تسلیم کیا ہے کہ زمانِ سابق میں ان کا لقب "شیعہ" تھا بعد میں ان کے بزرگوں نے اپنا نام "اہلِ سنّت و جماعت" تجویز کیا"۔ اب ہم مولف کا یہ شعر جو انہوں نے ایک جگہ ہمارے حق میں استعمال کیا ہے) ان کی خدمت میں لوٹاتے ہیں اور امید ہے کہ وہ "ھذہ بضاعتنا ردّت الینا" کہہ کر اسے قبول کر لیں گے ؎

لامذہبوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
ہے اعتراض اوروں پہ اپنی خبر نہیں

اتباعِ سُنّت کی تاکید

جلاء العیون اردو ج ۱ صـ۴۲ میں شیخ مفیدؒ و شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی ـــــ اور وصیت فرماتے تھے کہ میرے طریقہ سنت سے دست بردار نہ ہونا" کتاب مذکور ج ۱ صـ۳۵ میں جناب کی آخری وصیت کے الفاظ یوں ہیں "میری وصیت تم سے یہ ہے کہ شرک بخداوند بزرگوار نہ لانا ـــ اور سنّت و طریقہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ضائع نہ کرنا (کذا فی نہج البلاغہ صـ۱۲۸) کتاب مذکور

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ص ۱۴۲ میں ہے "امام وہ ہے جو سنت نبوی کا حامل ہو۔ وہ امام قرآن و سنت پیغمبر کو زندہ کرے گا فروع کافی میں ہے فمن رغب عن سنتی فلیس منی جو شخص میری سنت سے روگردان ہوا وہ مجھ سے نہیں" دیکھئے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم، اور جناب امیر نے جو وصیت بوقت وفات فرمائی وہ اتباع سنتِ رسول ہے ـــــ پھر جو لوگ لفظ سنت پر تمسخر کرتے ہیں وہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضےٰ کے اقوال کو جھٹلاتے ہیں بیشک بقول رسول و ائمہ اہلبیت بشہادت کتب شیعہ وہی فرقہ ناجی ہے جو اہلسنت کہلاتا ہے

(آفتاب ص ۳۱۲)

الجواب الحمد للہ کہ اب مخالف نے بھی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ شیعی طریقہ قرآن کے ساتھ ساتھ اتباعِ سنت کی تاکید سے لبریز نظر آتا ہے اور یہ ہے بھی ایک کھلی ہوئی حقیقت کہ مذہب شیعہ غیر البریہ کی بنیاد ہی قرآن اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے فرمان پر ہے اس لئے ان دونوں گرانقدر چیزوں کو اپنے لئے حرزِ جان جانتا ہے اور کسی بات میں ان سے سرِ مو انحراف و روگردانی کرنے کو روا نہیں سمجھتا اور منکرین حدیث خیر الانام کو منکرین قرآن کی طرح دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہے۔ لہٰذا ان کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ پیغمبر اسلام کی سنت کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ مگر اس تمام کد و کاوش سے مؤلف کو کیا فائدہ؟ کیونکہ ہم ابھی اوپر سابقہ عنوان کے تحت ثابت کر آئے ہیں کہ یہ لوگ فی الحقیقت "اہل سُنّۃ الجماعت" (جماعت کے سال والے) ہیں نہ کہ "اہل السُّنّۃ والجماعت" جس طرح ہم نے شیعیان علی کا نام اور ان کے فضائل اوصاف کا ناجی ہونا احادیث صحیحہ کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔ اگر اہلسنت اور انکے مناظرین میں کچھ بھی جرأت و ہمت ہے تو اسی طرح یہ بھی اصول مناظرہ کے مطابق ہماری احادیث مرفوعہ صحیحہ میں اپنا پورا نام (اہل سنت والجماعت) دکھائیں اور پھر اس کا ناجی ہونا بھی ثابت کریں اپنی کتابوں سے اور وہ بھی ضعیف روایتوں سے کام نہیں چلے گا۔ اگر وہ ایسا کر دکھائیں تو ہم ان کو منہ مانگا انعام دینے کے لئے تیار ہیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں (اور ہرگز نہیں کر سکتے) تو پھر ہم انہیں مخلصانہ مشورہ دینگے کہ ضد چھوڑ کر اور تقلید اباء و اجداد کا رشتہ توڑ کر کشتی نجات اہل بیت نبوت پر سوار ہو جائیں۔ کیونکہ من رکبھا نجی و من تخلف عنھا ضل و غرق و ھوی جو اس کشتیٔ نجات پر سوار ہو جائے گا اس کا بیڑا پار ہو جائے گا اور جو اس سے منہ موڑے گا وہ گمراہ اور غرق و تباہ ہو جائے گا۔ وما علینا الا البلاغ۔

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

شیعوں کی احادیث

اس سے پہلے ہم کافی بحث کر آئے ہیں کہ شیعوں کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے اور جس قرآن جمع کردہ علیؑ پر ایمان ہے وہ ابھی غار سے باہر نہیں نکلا ـــــ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حدیث کا سرمایہ شیعہ کے ہاں کہاں تک پایا جاتا ہے؟ ہم دلائل سے بیان کریں گے کہ حدیث صحیح کی طرف سے بھی ان بیچاروں کو صاف جواب ملتا ہے۔ اوّل اس لئے کہ رواۃ حدیث ایسے ملے کہ ان کے سرغنوں پر ائمہ اہلبیت کو اعتبار نہ تھا۔ انہوں نے ائمہ ہدیٰ کو سخت سُست کہا ـــ وہ عمداً ائمہ ہدیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے ـــ (آفتاب ص۳۱۲)

الجواب

جہاں مؤلف نے بزعم خویش یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ شیعیانِ علیؑ کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ بفضلہ تعالےٰ ہم اس مقام پر ناقابلِ ردّ دلائل سے ان کا اسی قرآن پر ایمان ثابت کر آئے ہیں۔ مؤلف بار بار اس بات پر طنز کرتے ہیں کہ شیعوں کا قرآن غار میں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ بقول ان کے "غار والے قرآن کے برآمد ہونے کی تو پھر بھی امید ہو سکتی ہے۔ مگر سنیوں کے اصلی قرآن کے دستیاب ہونے کی تو قطعاً کوئی امید نہیں ہے

اہلسنت کا اصلی قرآن خدا کے پاس ہے

کیونکہ امام اہلسنت ابوالحسن اشعری کے نزدیک حقیقی قرآن تو ابھی خدا کے پاس محفوظ ہے۔ نہ اب تک اس سے جدا ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی جدا ہوگا" اور یہ جو لوگوں کے پاس موجود ہے۔ یہ مجازی قرآن ہے۔ ان کے عین الفاظ یہ ہیں ان القرآن المعجز انما ھو الذی لم یفارق اللہ عزو جل قط ـــ وان القرآن لیس عندنا التبتہ الا علی ھذا المجاز وان الذی نری فی المصاحف ونسمع من القرآن و نقرأ فی الصلوٰۃ ونحفظ فی الصدور لیس ھو القرآن ـــ بل ھو شیئ آخر وان کلام اللہ لم یفارق ذات اللہ عزوجل" (الفصل ج۴ ص۲۰۵/۲۱۱ تا طبع مصر) یعنی قرآن جو معجزہ ہے وہ تو اللہ تعالےٰ کے پاس ہے کبھی اس سے جدا نہیں ہوا۔ اور یہ قرآن جو ہم مصاحف میں دیکھتے، کانوں سے سنتے، نماز میں پڑھتے اور سینوں میں حفظ کرتے ہیں یہ اصلی نہیں بلکہ مجازی قرآن ہے" ہم بڑے قلبی دکھ درد کے ساتھ مؤلف کے لفظوں میں کہتے ہیں کہ "لاکھوں سنی اس قرآن کے انتظار میں مر گئے اور کروڑوں اور مریں گے لیکن اس قرآن موہوم کا ملنا محال ہے"۔

؎ بدن بولے زیر گردوں گر کوئی میری سُنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہیے ویسی سنے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور جہاں تک روایات کا تعلق ہے۔ خدا کا لاکھ شکر ہے کہ لاکھوں احادیث صحیحہ نبویہ کا ذخیرہ بطریق ائمہ اہلبیت شیعوں کے پاس موجود ہے اور جیسے ان کے رواۃ احادیث ثقہ اور صادق الشوں ہیں۔ ان کی اس آسمان نیلی گون کے نیچے اور فرش زمین کے اوپر کوئی مثال نہیں ملتی ــــــ آگے چل کر مؤلف ہمارے روایات اور رواۃ پر تنقید کریں گے تو ہم علی وجہ الزامی جوابات سے ان کی ایسی تواضع کریں گے کہ اس میں دوسرے معترضین کے لئے بھی سامان عبرت موجود ہوگا انشاء۔

راویان حدیث ــ اور منجملہ مشہور بالجنہ ہے رجال کشی صـ ۱۱۳) اس کی نسبت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں زرارۃ شر من الیہود والنصاری (رجال کشی صـ ۱۱۷) ــ یہی زرارۃ صاحب ہیں جنہوں نے امام محمد باقرؑ کو بڈھا بے علم کہا۔ جیسا کہ اصول کافی صـ ۵۵ میں ہے کہ زرارۃ کو امام ممدوح سے ایک مسئلہ میں تکرار ہو گئی ــــــ کہنے لگا۔ شیخ لا علم لہ بالخصومۃ دوسرا راوی ابوبشیر ہے جس نے امام جعفر صادقؑ کو طاغ بتایا جس پر کتے نے اس کے منہ میں پیشاب کر دیا۔ امام موسے کاظمؑ کو ناقص کہا ــــ (تنقیح صـ ۱۶۸) ایک اور راوی مختار بن ابی عبیدہ ہیں جس کی نسبت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کان المختار یکذب علی علی بن الحسینؑ مختار امام زین العابدینؑ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا) ــ ایک اور راوی حکم بن عتبہ ہے۔ امام صادقؑ نے اس کی ایک روایت (باقری سن کر) تین بار قسم کھا کر فرمایا (بحذف عربی) میرے باپ نے ہرگز نہیں فرمایا۔ حکم بن عتیبہ نے میرے والد پر جھوٹ باندھا ہے" امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں (بحذف عربی) یعنی امام حسنؑ کے لئے ایک کذاب تھا جو ان پر جھوٹ باندھا کرتا تھا ایسا ہی ایک کذاب تھا امام حسینؑ پر جھوٹ باندھا تھا۔ مختار امام زین العابدینؑ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا اور مغیرہ بن سعید میرے والد محترم ــــ پر جھوٹ باندھنے والے تھے (صـ ۱۵۰ رجال کشی) ــــ جب ایک ایک امام کے لئے ایک شخص ایسا مقرر تھا جس کی ڈیوٹی امام والا مقام کی طرف جھوٹی حدیث وضع کر کے لوگوں میں مشتہر کرنے کی تھی ــــ تو پھر احادیث شیعہ کا کیا اعتبار رہا؟ اور سنیئے ــــ امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کذابین کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کان بنان (بحذف عربی) یعنی بنان امام زین العابدینؑ پر جھوٹ باندھا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کرتا تھا۔ خدا اسے لوہے کا عذاب چکھائے۔ مغیرہ بن سعید امام باقرؑ پر، محمد بن بشیر موسیٰ رضاؑ پر، ابوالخطاب امام صادقؑ پر جھوٹ باندھا کرتے تھے خدا ان کو گرم لوہے کا عذاب چکھائے اور مجھ پر محمد بن فرات جھوٹ باندھا کرتا ہے۔" (رجال کشی صـ۱۹۵) دیکھئے ـــــ امام رضاؑ نے اپنے زمانہ تک کے کذابوں تک کی تشریح کر دی ـــــ پھر بقول شخصے ع۔ ایں خانہ تمام آفتاب است۔

جب تمام رواۃ کی حالت یہ ہو کہ انہوں نے ائمہ کرامؑ پر جھوٹ باندھے ـــــ تو پھر احادیث شیعہ کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ایسی ایسی احادیث کتب شیعہ ـــــ میں بھری ہیں جو کبھی عقل باور نہیں کر سکتی ـــــ اب ناظرین خود ہی خیال فرمائیے کہ قرآن تو پہلے ہی سے گم تھا۔ حدیث کا بھی اعتبار جاتا رہا تو مذہب شیعہ کی تمام بنیاد ہی متزلزل ہو جاتی ہے ـــــ چونکہ مذہب شیعہ میں تنقید رجال کا کوئی سامان نہیں نہ اسناد کا اوپر تک پہنچنا ضروری ہے ـــــ اس لئے یہ طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ تقیہ (جھوٹ) جزو ایمان سمجھا گیا۔ متعہ کی فضیلت کی حدیثیں بنائی گئیں۔ تعزیہ داری کو باعث نجات تصور کیا گیا۔ وقس علی ہذا (آفتاب صـ۲۱۴)

الجواب **مذہب شیعہ کے مثالی راوی** مذہب شیعہ خیر البریہ کا یہ طغرائے امتیاز ہے کہ اسے رسول اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کے بارہ ۱۲ ایسے راوی ملے ہیں جو سب کے سب درجۂ عصمت کبریٰ پر فائز ہیں یعنی دوازدہ امام علیہم السلام جبکہ دوسرے اسلامی مذاہب میں ایک راوی بھی معصوم نہیں ہے اسی بنا پر کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے!

اذا شئت ان ترضیٰ لنفسک مذہبا ۔۔۔ ینجیک یوم الحشر من لہب النار

فدع عنک قول الشافعی ومالک ۔۔۔ واحمد والمنقول عن کعب بن احبار

ووال انا سًا قولہم وحدیثہم ۔۔۔ روی جدنا عن جبریل عن الباری

بعد ازاں ان ائمہ طاہرینؑ کو ایسے صادق و ثقہ راوی ملے جن کی نظیر صفحۂ عالم پر ڈھونڈے سے نہیں مل سکتی اپنے بیگانے نے ان کی ثقاہت کی تعریف و توصیف میں لطب اللسان نظر آتے ہیں۔

شیعہ راویوں کی صداقت کی کہانی علمائے اہلسنت کی زبانی بہ نظر اختصار دو چار مثالیں پیش کی جاتی ہیں (۱) جناب ابان بن تغلبؒ کے متعلق ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے "شیعی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صلب ولکنہ صدوق وصدقہ لنا وبدعتہ لہ" یعنی ابان سخت پکا شیعہ ہے۔ لیکن ہے بہت بڑا راست گو ــــ لہٰذا اس کی صداقت ہمارے لئے اور اس کی بدعت (اعتقادی) اس کے لئے" (۲) جعفر بن زیاد الاحمر الکوفی کے متعلق علامہ عسقلانی نے تقریب ص۶۸ میں لکھا ہے" صَدُوقٌ یَتَشَیَّعُ "بہت سچا ہے۔ مگر ہے شیعہ۔ (۳) حسین بن حسن الاشقر الفزاری الکوفی کے متعلق تقریب ص۷۰ پر لکھا ہے "صدوق ویغلو فی التشیع" بہت راست باز ہے۔ مگر غالی شیعہ ہے"۔ (۴) ثعلبہ بن یزید کوفی کے بارے میں تقریب ص۶۲ میں لکھا ہے "صدوق شیعی" ہے تو شیعہ مگر بہت ہی سچا ہے" (۵) عبدالرزاق محدث کے بارے میں، شبلی نعمانی دیباچہ سیرۃ النبی ص۲۳ میں لکھتے ہیں "ثقات محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مزاج میں کسی قدر تشیع تھا۔ ابن معین کہتے ہیں کہ اگر عبدالرزاق مرتد بھی ہو جائے تب بھی ہم ان سے روایت حدیث ترک نہیں کر سکتے"۔ اگر تفصیل میں جائیں تو دفتر تیار ہو جائے ہم نے بطور نمونہ مشتے از خروارے یہ چند مثالیں پیش کر دی ہیں۔ اب تو یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ بحمدہٖ تعالیٰ شیعوں کا قرآن پر بھی ایمان ہے (جسے کئی بار ثابت کیا جا چکا ہے) اور احادیث صحیحہ کا بھی بہت بڑا ذخیرہ ان کے پاس موجود ہے۔ صرف ہماری کتاب کافی کی احادیث اہلسنت کی صحاح ستہ کی احادیث سے زائد[1] ہیں۔ اور ان کے راوی صداقت و ثقاہت میں اپنی مثال آپ ہیں حتیٰ کہ مخالف بھی ان کی صداقت کا لوہا مانتے ہیں۔ ع والفضل ما شهدت به الاعداء

بعض کذّابین کا بدانجام

ہاں البتہ بعض کالی بھیڑیں ہر مذہب و ملت میں ہوا کرتی ہیں جنکی ہمارے معصوم اماموں نے نشاندہی فرما دی ہے، جس کی وجہ سے شیعیان علیؑ نے ان کذابین سے ہرگز کوئی روایت قبول نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ امام جعفر صادق اور امام رضا علیہ السلام نے جن دروغگو راویوں کی نشاندہی کی ہے ان کی کوئی روایت کتب شیعہ میں موجود نہیں ہے اور اگر بالفرض کسی روایت میں ان میں سے کسی راوی کا نام نظر آجائے تو وہ اسے مسترد کر دیتے ہیں نیز وہ سب کے سب اخروی عذاب سے پہلے آئمہ ہدیٰ کی بددعا کے نتیجہ میں لوہے کا عذاب چکھ کر قتل ہو کر واصلِ جہنم ہو چکے ہیں۔ مؤلف نے امام کے ارشاد فاذاقه الله حرّ الحدید" کے جملہ تعلیلیہ خبریہ کو جملہ انشائیہ دعائیہ سمجھ کر یہ غلط ترجمہ کیا ہے کہ" خدا اسے لوہے کا عذاب چکھائے" حالانکہ امامؑ یہ خبر دے رہے ہیں کہ خدا نے اسے لوہے کا عذاب چکھایا۔ یعنی وہ قتل ہو گیا اور آخری راوی محمد بن فرات جو امام رضاؑ پر جھوٹ باندھتا تھا۔ اس کے متعلق بھی رجال کشی (ص۱۹۵) میں ہے کہ اسے ابراہیم بن شکلہ نے قتل کر دیا تھا۔ یک خس کم جہاں پاک!!

---

[1] اصول فروع کافی کی احادیث کی مجموعی تعداد سولہ ہزار ایک سو نناوے ہے (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

زرارہ کی مذمت کا اصل راز

اگر مؤلف میں ذرہ بھی انصاف یا شرم وحیا کا مادہ ہوتا تو زرارہ جیسے جلیل القدر صحابی پر جرح کرنے کی جسارت نہ کرتے جس کا جواب اسی رجال کشی کے صفحہ ۹۱/۹۲ پر موجود ہے کس قدر تعجب کی بات ہے کہ مؤلف خود تسلیم کرتے ہیں کہ زرارہ متبشر بالجنہ ہے" (کشی صفحہ ۱۱۳) اور پھر اسی کشی کے صفحہ ۱۱۷ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں" (معاذ اللہ) کچھ تو سوچتے کہ یہ اختلاف چہ معنی دارد؟ حقیقت یہ ہے کہ زرارہ بڑے جلیل القدر، عظیم المرتبت بزرگوار ہیں۔ ائمہ اطہارؑ کی نظر اشرف میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ اگر زرارہ اور ان جیسے راویانِ اخبار نہ ہوتے تو آثارِ نبوت مٹ جاتے (رجال کشی صفحہ ۱۱۳)

دراصل بات یہ ہے کہ جس دور میں امام عالیمقام موجود تھے وہ ایسا نازک دور تھا کہ جو شخص آل رسول سے محبت و اخلاص میں مشہور ہو جاتا اسے حکومتِ وقت کے عتاب و عقاب کا شکار ہونا پڑتا تھا اس لئے حکمائے اسلام یعنی ائمہ اہلبیت علیہم السلام مصلحت کے تحت ایسے افراد کی جان و مال کی حفاظت کی خاطر اوقات عام لوگوں میں بیٹھ کر مذمت فرما دیتے تھے تاکہ حکومت یہ سمجھے کہ یہ اشخاص ائمہ کے منظورِ نظر نہیں ہیں۔ چنانچہ اس مذمت کی یہی مصلحت رجال کشی صفحہ ۹۱/۹۲ پر خود امام جعفر صادقؑ کی زبانی منقول ہے۔ امام علیہ السلام زرارہ کے فرزند عبداللہ سے فرماتے ہیں اقراء منی علی والدک السلام وقل له انی انما اعیبک دفاعاً منی عنک فان الناس والعدو یسارعون الی کل من قربنا وحمدنا مکانه لادخال الاذی فیمن نحبه ونقربه۔۔۔۔۔ الخ۔۔۔۔

اپنے والد (زرارہؒ) کو میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ میں جو بعض اوقات تمہاری عیب جوئی کرتا ہوں تو یہ سب کچھ تمہارے دفاع کی خاطر ہے کیونکہ عام لوگ اور دشمن اس آدمی کو اذیت رسانی میں جلدی کرتے ہیں جس سے ہم محبت کرتے ہیں اور اسے اپنا مقرب بناتے ہیں" ــــ معلوم ہوا کہ یہ مذمت اس اہم مصلحت کے ماتحت کی گئی ہے۔ ورنہ جناب زرارہ کا مقام بہت اجل وارفع ہے اور امام عالیمقام کے اسی بیان حق ترجمان سے دوسرے بعض جلیل القدر اصحاب کبار و راویانِ اخبار کی مذمت کا راز بھی واضح و عیاں ہو جاتا ہے۔ فلا تغفل۔

مختارؒ پر جرح کا جواب

اس سلسلہ میں مؤلف نے مختارؒ پر بھی جرح کی ہے یہ بچند وجہ غلط ہے۔ اولاً مختارؒ ہمارے راویان اخبار میں سے نہیں ہیں۔ ثانیاً۔ اگر ان کی مذمت میں ایک روایت مؤلف نے رجال کشی صفحہ ۸۳ سے ڈھونڈ نکالی ہے تو اسی کتاب کے صفحہ ۸۳/۸۴ و صفحہ ۸۵ پر ان کی مدح کی بھی بکثرت روایات موجود ہیں۔ مثلاً صفحہ ۸۳ پر امام محمد باقرؑ کا ارشاد موجود ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

لا تسبّوا المختار فانه قد قتل قتلتنا وطلب بثارنا وزوّج ارامانا وقسم فينا المال على العسرة" مختار پر سب وشتم نہ کرو کیونکہ اس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ہے ہمارا انتقام لیا ہے۔ ہماری رانڈوں کی شادیاں کرائی ہیں اور تنگی کے وقت ہم میں مال تقسیم کیا ہے" کیا مؤلف کو مدح والی یہ روایات نظر نہیں آئیں؟ اچھی چیز کو چھوڑ کر گندی پر گرنا مگس کا یا مگس فطرت لوگوں کا کام ہے شرفاء کا یہ شیوہ وشعار نہیں ہے۔ ثالثاً۔ مختار کی مذمت میں اموی حکومت کا خاص حصہ ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری کتاب سعادۃ الدارین کی طرف رجوع کیا جائے۔ بظاہر یہ مال اسی کارخانہ کا معلوم ہوتا ہے۔

ابوبصیرؒ پر جرح کا جواب

مؤلف نے ابوبشیر راوی پر جرح کی ہے۔ سو واضح ہو کہ ابوبشیر نامی ہمارا کوئی راوی نہیں ہے۔ غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے وہ کہنا ابوبصیر چاہتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابوبصیر چند افراد کی کنیت ہے۔ جنکی تعداد پانچ تک ملتی ہے۔ ان میں سے بعض قوی ہیں اور بعض ضعیف۔ تفصیل کے لئے کتاب سماء المقال فی تحقیق علم الرجال ج ۱ ص ۹ تا ص ۲۲ ملاحظہ فرمائیں۔ لہٰذا ایسے مشترک راوی کی اجمالی مذمت سے اصل مقصد پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ علاوہ بریں واضح ہے کہ اگر کسی غیر معصوم شخص سے کبھی کبھار کوئی عملی غلطی سرزد ہو جائے تو اس سے اس کی صداقت و ثقاہت مجروح نہیں ہوتی۔

حکم بن عینیہ پر جرح کا جواب

مؤلف نے شیعہ راویوں پر جرح کرتے ہوئے حکم بن عینیہ کا بھی نام لیا ہے۔ مؤلف نے حکم کو شیعہ راوی کہہ کر اپنی علمیت اور دیانت کا بھانڈا چوراہے پر پھوڑا ہے۔ کیونکہ بالاتفاق حکم مذکور سنی المذہب ہے۔ موصوف نے رجال کشی کے جس صفحہ (ص ۱۳۷) کے حوالہ سے اس پر جرح کی ہے — اسی صفحہ پر یہ وضاحت موجود ہے کہ "کان من فقهاء العامة" یعنی حکم بن عینیہ اہلسنت کے فقہاء میں سے تھا۔ بایں ہمہ اسے شیعہ راوی ظاہر کر کے اس پر تنقید کرنا مولوی کرم الدین صاحب جیسے لوگوں کو ہی زیب دیتا ہے! جنہوں نے دین و دیانت اور شرم وحیا کو تین بائن طلاقیں دے رکھی ہوں۔

احادیث اہلسنت کی اجمالی کیفیت

اور اسی بیان حقیقت ترجمان سے مؤلف کے اس بے جا طعن کا جواب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ "ایسی ایسی احادیث کتب شیعہ میں بھری ہیں جو کبھی عقل باور نہیں کر سکتی" مؤلف کے ترکش میں اس قسم کے جتنے تیر تھے وہ سب چھوڑ چکے ہیں اور سابقہ مباحث میں ہم بفضلہ تعالیٰ ان احادیث پر تبصرہ کر کے ان کا موافق عقل و شرع ہونا واضح کر چکے ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے ہماری احادیث عقل سلیم اور شرع قدیم کے عین مطابق ہیں۔ ہاں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

البتہ کتب اہلسنت میں ایسی خلاف عقل و نقل بلکہ ننگِ اسلام روایات کا ذخیرہ موجود ہے۔ جن کی مدد سے دشمنانِ اسلام نے ماضی میں "رنگیلا رسول" جیسی کتابیں مرتب کی ہیں اور آج پرویزی فرقہ انہی گندی حدیثوں کی وجہ سے پورے دفترِ احادیث کا انکار کرکے انہیں دریا برد کرنے کا مشورہ دے رہا ہے اگر خوفِ طوالت دامنگیر نہ ہوتا تو ضرور ایسی بعض حدیثوں کے نادر نمونے پیش کئے جاتے۔ مگر افسوس نہ گنجائش ہے اور نہ ہی ان کو نقل کرکے ہم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔ تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات کتاب ہفوات المسلمین ہر دو جلد۔ اور ردا اسلام وغیرہ کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں ع تو خود حدیثِ مفصل بخواں ازیں مجمل"

شیعہ اور علم رجال

مؤلف نے ہمیں بے جا طعنہ بھی دیا ہے کہ "شیعہ مذہب میں تنقید رجال کا کوئی سامان نہیں" یہ بیان سراسر جہالت یا پر مبنی ہے۔ اگر انہوں نے شیعہ علم رجال سے عدم واقفیت کی وجہ سے ایسا کہا ہے تو یہ انکی جہالت ہے اور اگر سب کچھ جانتے ہوئے کہا ہے تو عین ضلالت ہے۔ اعاذنا اللہ منہ ورنہ ارباب بصیرت پر دوسرے فنونِ اسلام کی طرح اس فن میں بھی شیعیان حیدر کرار مساعی جمیلہ پوشیدہ نہیں ہیں وہ جانتے ہیں کہ دوسرے تمام اسلامی علوم و فنون کی طرح اس فن کی تدوین میں بھی شرفِ تقدم شیعوں کو ہی حاصل ہے۔ والافخر:

بعض کتب رجال کے نام

اس فن میں سب سے پہلی تالیف عبیداللہ بن ابی رافع تابعی کی ہے جو حضرت امیر علیہ السلام کے کاتب تھے (اعیان الشیعہ ج ۱ ص ۲۹۷) پھر برابر عہد ائمہ میں اس فن میں کتابیں لکھی جاتی رہیں اور بعد میں علماء اعلام نے انہی کتابوں کی روشنی میں اس فن میں بڑی بڑی کتابیں مرتب کیں۔ ذیل میں صرف ان بعض کتب کے نام درج کئے جاتے ہیں جو اس وقت موجود ہیں ——— (۱) رجال کشیؒ (۲) فہرست ابن ندیمؒ (۳) رجال غضائریؒ (۴) رجال نجاشیؒ (۵) رجال شیخ طوسیؒ (۶) رجال (معالم العلماء) ابن شہر آشوب (۷) رجال حسن بن علی بن داؤد حلیؒ (۸) خلاصۃ الاقوال فی الرجال از علامہ حلیؒ (۹) حواشی علی الخلاصہ از شہید ثانیؒ (۱۰) رجال مرزا محمد استرآبادیؒ (۱۱) رجال جناب سید مصطفےٰ تفرشیؒ (نقد الرجال) (۱۲) رواشح سماویہ از علامہ میر باقر داماد (۱۳) جامع المقال (منہج المقال) طریحیؒ (۱۴) حاوی الاقوال فی علم الرجال از شیخ عبدالنبی الجزائریؒ (۱۵) رجال شیخ حر عاملیؒ (۱۶) رجال علامہ مجلسیؒ (البوجیزۃ فی الرجال) (۱۷) جامع الرواۃ اردبیلیؒ (۱۸) ریاض العلماء مرزا عبداللہ صفہانیؒ (۱۹) لؤلؤۃ البحرین شیخ یوسف بحرانیؒ (۲۰) رجال سید مہدی بحر العلومؒ (۲۱) رجال ابو علی الحائریؒ (منتہی المقال فی احوال الرجال (۲۲) روضات الجنات سید محمد باقر اصفہانیؒ (۲۳) اتقان المقال فی احوال الرجال شیخ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

محمد نجفی رح (۲۴) تنقیح الرجال مامقانی رح (۲۵، ۲۶) تحفۃ الاحباب ۔ فوائد رضویہ شیخ عباس قمی (۲۷) طبقات الشیعہ اقائے بزرگ طہرانی (۲۸) قاموس الرجال قمی (۲۹) رجال اقائے خوئی النجفی الی غیر ذلک من الکتب المتعۃ لکثیرہ ا فی سنیق عن ذکر ہا نطاق البیان۔

معض کتب درایۃ الحدیث کے نام

اسی طرح فن درایۃ الحدیث میں بھی شیعوں کے علمی کارنامے سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں اس فن میں سب سے پہلے حاکم نیشاپوری نے کتاب معرفۃ علوم الحدیث لکھی ہے (اور حاکم کو شاہ عبدالعزیز نے ابستاں المحدثین ص۱۴۰ پر اور نواب صدیق حسن خان نے منہج الوصول ص۱۴۵ پر شیعہ قرار دیا ہے) (۲) پھر سید جمال الدین احمد بن موسےٰ حلی نے اس موضوع پر کتاب لکھی (۳) پھر جناب شہید ثانی نے البدایہ فی علم الدرایہ تصنیف فرمائی (۴) شیخ حسین بن عبدالصمد الحارثی نے رسالہ وصول الاخیار الی اصول الاخبار لکھا (۵) پھر ان کے فرزند جناب شیخ بہاؤالدین عاملی نے وجیزہ تحریر فرمایا (۶) شیخ ملا علی طہرانی نے توضیح المقال تالیف کی (۷) سید حسن صدر کاظمی نے شرح وجیزہ تحریر فرمائی (۸) حضرت شیخ عبداللہ مامقانی نے مقیاس الدرایہ لکھی (۹) شیخ علی اکبر اصفہانی نے ہدیۃ المحدثین پیش فرمائی (۱۰) اور پھر فاضل قمی نے درایۃ الحدیث ضبط تحریر میں لائی اور اس طرح علماء شیعہ نے اس فن کو معراج کمال تک پہنچا دیا۔ شکر اللہ مساعیھم الجمیلۃ وجزاھم عن حمایۃ الحق ونصرۃ الدین خیر الجزاء فانہ لا یضیع المحسنین بایں ہمہ یہ کہنا کہ "مذہب شیعہ میں تنقید رجال کا کوئی سامان نہیں الخ ..... کسقدر دروغ بے فروغ ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

اہلسنت کے بعض روایان اخبار کا بیان

اگرچہ یہ بحث پہلے ہی بہت طویل ہو گئی ہے مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جواب آں غزل کے طور پر اہلسنت کے بعض رویان اخبار کے حالات وکوائف سے ناظرین کرام کو روشناس کرا دیا جائے۔

۱ ابوہریرہ

اہلسنت کا سب سے بڑا راوی جس سے قریباً ان کی دو ثلث روایات مروی ہیں وہ ابوہریرہ ہے اسکی حالت یہ تھی کہ (۱) معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا (مراۃ الجنان یافعی، (۲) روٹی معاویہ کے دسترخوان پر کھاتا اور نماز حضرت علی کے پیچھے پڑھتا اور جنگ صفین کے وقت بلند ٹیلے پر چڑھ کر تماشا دیکھتا تھا (سیرۃ حلبیہ) (۳) جناب عمر نے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے پر اس کو درے لگائے (شرح ابن ابی الحدید) (۴) جناب امیرؑ کا ارشاد ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے زیادہ جھوٹ باندھنے والا ابوہریرہ ہے (ایضاً) (۵) میزان الاعتدال ص۱۲۴ پر لکھا ہے کہ علامہ عثمان متسم میری نے ابوہریرہ کو کاذب لکھا ہے۔ ان کے تفصیلی حالات دیکھنے کے شائقین کتاب "ابوہریرہ" اور شیخ المضیرہ کی طرف رجوع کریں)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

۲ سمرہ بن جندب دوسرا راوی سمرہ بن جندب ہے یہ معاویہ کا گورنر تھا۔ اپنے چند ماہ دور حکومت میں آٹھ ہزار مسلمان تہ تیغ کئے (نصائح کافیہ ص۵۲ بحوالہ طبری) کان من شیعۃ معاویۃ یعنی سمرہ معاویہ کے پیروکاروں میں سے تھا (اصابہ ج ۱ ص۱۴۸) علامہ وحید الزمان نے المشرب الوردی ص۱۸۲ پر لکھا ہے وفی نفسی من سمرۃ شیئ لا اعتمد علی روایتہ" میرا دل سمرہ کی جانب سے صاف نہیں ہے۔ اس لئے میں اس کی روایت پر اعتماد نہیں کرتا۔

۳ مروان بن حکم ایک راوی مروان بن حکم ہے جو دشمن خدا، دشمن رسول اللہ دشمن آل رسول ہے جسے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ھذا الوزغ بن الوزغ الملعون بن الملعون" (چھپکلی پسر چھپکلی اور ملعون پسر ملعون) فرمایا۔ (صواعق محرقہ ص۱۰۸) اس مردود ازلی اور اس کے منحوس خاندان نے اہلبیت نبوی پر مظالم کے جو کوہ ہائے گراں گرائے وہ عیاں راچہ بیان کے مصداق ہیں تکاد السموت یتفطرن منہ۔

۴ عکرمہ اہلسنت کا ایک راوی عکرمہ ابن عباس کا غلام بھی ہے۔ جس کی روایات صحاح ستہ میں موجود ہیں یہ باتفاق تمام ارباب سیر و تواریخ خارجی تھا اور کذاب و مفتری (ملاحظہ ہو معجم الادباء ج ۱۲ ص۸۲ وفیات الاعیان ج ۱ ص۳۴۶)

۵ ابراہیم بن محمد اسلمی ایک راوی ابراہیم بن محمد اسلمی ہے جس سے ابن ماجہ روایت لیتا ہے۔ مگر ائمہ رجال نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ امام مالک اسے غیر ثقہ، یحیٰی بن معین اسے کذاب اور احمد بن حنبل اسے متروک الحدیث قرار دیتے ہیں (تفصیل کے لئے تہذیب التہذیب بذیل ترجمہ موصوف ملاحظہ ہو)

۶ احمد بن محمد صاحب مغازی ابو داؤد کے رواۃ میں سے ایک راوی احمد بن محمد ہے جسے علامہ ذہبی نے یحیٰی بن معین کے حوالہ سے میزان الاعتدال بن کذاب کہا ہے۔

۷ اسماعیل بن ابی اویس اہلسنت کا ایک راوی جس کی روایات بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں موجود ہیں اسماعیل بن ابی اویس ہے۔ اسے یحیٰی بن معین سارق الحدیث، دولابی ضعیف اور مروزی کذاب قرار دیتے ہیں۔ تفصیل میزان الاعتدال میں موجود ہے۔

۸ مقاتل بن سلیمان اہلسنت کے ایک اور اہم راوی کا نام مقاتل بن سلیمان ہے۔ ارباب رجال نے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اسے کذاب ، دجال اور مجسّمہ فرقہ سے شمار کیا ہے (تفصیل کے لئے تقریب ابن حجر عسقلانی دیکھی جا سکتی ہے)

۹ یعقوب بن ولید اہلسنت کا ایک راوی یعقوب بن الولید ہے۔ جس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں موجود ہیں، مگر اہل فن اسے بڑے کذابین اور وضاعین حدیث سے شمار کرتے ہیں (تفصیل کے لئے میزان الاعتدال ذہبی ملاحظہ ہو)

۱۰ عمران بن حطان اہلسنت کے راویوں میں سے ایک عمران بن حطان خارجی بھی ہے جس سے بخاری روایت کرتے ہیں یہ وہ خبیث ہے جس نے حضرت امیرؑ کے قاتل کی تعریف میں اشعار کہے ہیں (انوار اللغۃ) ہم بطور نمونہ مشتے از خروارے انہی چند راویان اہلسنت کے اجمالی کوائف بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ ؎

سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لئے

تفصیل کے لئے کتاب تنقید الرجال بخاری۔ اور استقصام الافحام وغیرہ کتب مبسوطہ دیکھی جا سکتی ہیں

نتیجۂ بحث اب ناظرین باانصاف فرمائیں کہ جس مذہب کا قرآن تا حال خدا کے پاس ہو اور راویان حدیث، کذاب، وضاع، ملعون، قاتل، سارق اور متروک الحدیث ہوں۔ ؎ آں مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم! ایسے باکمال راویوں کی روایت سے اگر "ستیارتھ پرکاش" "ہفوات المسلمین" اور "رنگیلا رسول" جیسی ننگ انسانیت و سوائے زمانہ کتابیں مرتب نہیں ہوں گی تو اور کیا ہوگا۔ شرم۔ شرم۔ شرم۔ دوسروں پر زبان اعتراض دراز کرنے سے پہلے اپنے کارخانہ کے مال پر بھی ایک نگاہ ڈال لینی چاہیئے تاکہ بعد میں یہ نہ کہنا پڑے کہ ؎

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

روایتِ حدیث شیعہ کے ہاں روایت حدیث کا بھی عجیب طریق ہے الفاظ حدیث میں کمی بیشی کر لینے کا اختیار ہے ہے۔ جس حدیث کو باپ سے سنا بیٹے سے (وبالعکس) ——— روایت ہو سکتی ہے۔ یہ بھی اختیار ہے کہ حدیث کے الفاظ یاد نہ ہوں تو اوّل و آخر درمیان کے کچھ الفاظ لکھ کر حدیث کی روایت کی جائے ——— یہ جملہ امور حدیث ذیل سے ثابت ہیں۔

(۱) (بحذف عربی) محمد بن مسلم نے کہا۔ میں نے امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا کہ جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو۔ کیا مجھے اس میں کمی بیشی کرنے کا اختیار ہے؟ آپ نے فرمایا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بعض طرح روایت کرنا یکساں ہے۔ مگر میرے والد سے روایت کرنا بہتر ہے (اصول کافی ص۲۹)

(۳) ۵ (بجذف عربی) "عبداللہ نے امام جعفر سے کہا۔ میرے پاس لوگ حدیث سننے آتے ہیں اور میں بیان حدیث پر قادر نہیں ہو سکتا۔ آپ نے کہا اوّل و آخر اور درمیان سے حدیث بیان کر دیا کرو (اصول کافی ص۲۹)

(۴) (بجذف عربی) "احمد بن عمر حلال نے امام رضاؑ سے پوچھا۔ ایک شخص نے میرے احباب سے کوئی کتاب دی ہو اور یہ نہ کہا ہو کہ مجھ سے روایت کرو۔ کیا مجھ اس سے روایت کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ آپ نے کہا اگر تجھے معلوم ہے کہ کتاب اسی کی ہے تو اس کا روایت کرنا جائز ہے (اصول کافی ص۲۹) اب دیکھیے۔ اسناد حدیث میں اس قدر بے پرواہی کرنا روا ہو۔ تو حدیث کا کیا اعتبار؟ اصول کافی ص۳۶ پر رواۃ حدیث چار قسم کے بیان کئے گئے ہیں اوّل منافق دوم مخطی ـــ سوم مصیب (لیکن منسوخ حدیث بیان کرتا ہے) چہارم مصیب (جو حدیث غیر منسوخ بیان کرتا ہے) ـــ پھر جب منافق اور مخطی اشخاص سے بھی روایت حدیث جائز ہے تو حدیث کس طرح معتبر سمجھی جائے گی؟ علاوہ ازیں چونکہ شیعہ مذہب میں تقیہ جائز بلکہ باعثِ ثواب ہے تو یہ پتہ لگنا مشکل ہے کہ راوی نے حدیث کو صدق دل سے ـــ بیان کیا ہے یا کسی خوف اور مصلحت سے تقیۃً جھوٹ لکھ دیا ہے (آفتاب ص۳۱۶)

الجواب اس بندۂ خدا پر ہمیں رحم کر تعجب ہوتا ہے جو نہ اپنے مذہب کے حقائق سے واقف ہے اور نہ مذہب شیعہ کے معارف و دقائق سے اور کتاب لکھنے بیٹھ گیا ہے اور لایعنی اعتراضات کر کے اہل علم و دانش میں اپنی فضیحت و رسوائی سے بھی نہیں ڈرتا۔ ہاں البتہ فریب کاری و ابلہ فریبی اور عیاری میں ید طولیٰ رکھتا ہے سچ ہے ع اذا لم تستح فاصنع ما شئت ـــ اس عنوان کے ذیل میں موصوف نے مذہب شیعہ پر جو ایرادات کئے ہیں وہ ہی خود اس کے مذہب پر وارد ہوتے ہیں۔ اور فی الحقیقت ان میں کوئی بات بھی قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ جیسا کہ فنِ درایۃ الحدیث کے طالب علموں پر یہ بات مخفی نہیں ہے اے کاش! ہم پر زبان اعتراض دراز کرنے سے پہلے مؤلف اس فن کی کوئی کتاب دیکھ لی ہوتی۔ (اور نہیں تو کم از کم شرح نخبۃ الفکر ہی پڑھ لی ہوتی جو مولوی فاضل کے کورس میں داخل ہے) مگر آہ ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

حدیث کے نقل بالمعنی کا جواز اس سلسلہ میں مؤلف نے جو پہلا اعتراض کیا ہے اسے اصطلاح میں "روایت بالمعنی" کہا جاتا ہے جو اکثر علماء اہلسنت کے نزدیک

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جائز ہے یہ پوری بحث شبلی نعمانی کے لفظوں میں سنیے وہ اپنی کتاب سیرۃ النبی ج ۱ ص ۵۶/۵۷ پر رقمطراز ہیں "ایک بڑا مرحلہ روایت بالمعنیٰ کا ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا صحابہ نے جو الفاظ فرمائے تھے بعینہٖ وہی ادا کرنے چاہیں یا ان کا مطلب ادا کر دینا کافی ہے؟ محدثین اس باب میں مختلف الرائے ہیں اور اکثروں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر راوی اپنے الفاظ میں اس طرح مطلب ادا کرتا ہے کہ اصل حقیقت میں فرق نہیں پیدا ہوتا تو الفاظ کی پابندی ضروری نہیں ——— عام حالت یہی تھی کہ راوی حدیث کے مطلب کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے تھے۔ صحیح ترمذی کتاب العلل میں سفیان بن عیینہ کا قول نقل ہے۔ ان قلت لکم انی احدثکم کما سمعت فلا تصدقونی انما ھو المعنیٰ۔ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں جو سنتا ہوں بعینہٖ وہی ادا کر دیتا ہوں تو تم میری بات نہ مانو۔ میں صرف مطلب ادا کرتا ہوں۔" (انتہیٰ کلامہٗ) اسی چیز کی امام نے محمد بن مسلم جیسے بابصیرت راوی کو اجازت دی ہے۔ بتائیے اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟؟

روایت نمبر ۲ کا صحیح مفہوم

حدیث نمبر ۲ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب بھی واضح ہے چونکہ سب آلِ محمد علیہم السلام کے روایات و تعلیمات کا سرچشمہ ایک ہے اور وہ ہے قرآن و سرکار رسالت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان۔ ۱۱ سب کا قول و فعل ایک ہے نہ ان کے کردار میں اختلاف اور نہ گفتار میں افتراق اور ان کی یہ وہ عظیم فضیلت ہے جس کا علماء اہلسنت نے بھی اعتراف کیا ہے۔ کہ "قول واحد منھم قول باقیھم" یعنی ائمہ اہلبیت میں سے جو ایک کا قول ہوتا ہے وہی سب کا ہوتا ہے (وراسات اللبیب، لواقح الانوار شعرانی) اس لئے والد کی حدیث ولد کے نام سے اور ولد کی والد کے نام سے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں والد کے احترام کے خیال سے اگر بیٹے کی بیان کردہ حدیث بھی والد کے نام سے روایت کر دی جائے تو انسب ہے۔ فرمائیے یہ بات شریعت کے کس ضابطہ سے متصادم ہے؟ یا سعد الابل!

حدیث نمبر ۳ کا صحیح مطلب

حدیث نمبر ۳ میں وہ مطلب بیان کیا گیا ہے۔ جس کا تعلق بیانِ حدیث کے آداب سے ہے کہ ایک آدمی کے پاس دفتر حدیث موجود ہے۔ شائقین سماعت موجود ہیں۔ مگر وہ بیان کرتے کرتے تھک گیا ہے تو اسے چاہیئے کہ اس دفتر کے اوّل، وسط اور آخر سے ایک ایک حدیث بیان کر کے اپنے سلسلۂ کلام کو ختم کر دے۔ اس طرح اس گلشنِ حدیث کی اجمالی سیر بھی ہو جائے گی اور محدث کو اکتاہٹ و تھکاوٹ بھی محسوس نہ ہوگی۔ فرمائیے اس میں کیا چیز قابلِ ایراد ہے؟ جبکہ اہلسنت کی کتب درایۃ الحدیث میں بھی بالکل ایسا ہی مرقوم ہے۔ فراجع۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حدیث ۴ کے حقیقی معنی

حدیث ۴ میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اسے علم درایۃ الحدیث کی اصطلاح میں "مناولہ" کہا جاتا ہے کہ ایک شخص فرداً فرداً روایات بیان کرنے کی بجائے اپنا ایک مجموعۂ احادیث دوسرے شخص کو دے دیتا ہے۔ اب اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ دینے والا صراحت کر دے کہ تم ان کو میرے نام سے روایت کر سکتے ہو۔ دوسری یہ کہ وہ مجموعہ حوالے کرتے وقت کچھ نہ کہے ــــ! تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ (دوسرا شخص) اس (پہلے شخص) کا حوالہ دے کر وہ احادیث بیان کر سکتا ہے یا نہ؟ پہلی صورت کے جواز میں تو کوئی کلام ہی نہیں اور دوسری صورت میں اکثر کا فتویٰ یہی ہے کہ یہ جائز ہے جبکہ یقین ہو کہ وہ مجموعہ حدیث اسی کا ہے اسی مطلب کو امام علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔ تفصیل کے لئے شرح نخبۃ الفکر وغیرہ کتب دیکھی جا سکتی ہیں۔ بتائیے اس مطلب پر اعتراض کر کے مؤلف نے اس فن سے اپنی ناواقفیت کے اظہار اور جہالت کے اقرار کے سوا اور کیا حاصل کیا ہے؟ سچ ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند!

حدیث نمبر ۵ کا اصل مقصد

حدیث ۵ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ عقل و شرع کے عین مطابق ہے راوی جس قدر ثقہ و صادق کیوں نہ ہو۔ اس سے غلطی کے صدور کے امکان کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے بیان کنندہ کو چاہئیے کہ جب کوئی واقعہ نقل کرے تو منقول عنہ کا نام ضرور لے لے۔ اس طرح یہ بری الزمہ ہو جائے گا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایرے غیرے نتھو خیرے سے سن کر بیان کر دے! جن جناب کا یہ قول ہے۔ انہی کا ارشاد ہے لا تحدث الا عن ثقۃ فتکون کذابا۔ جب بھی کچھ بیان کرو تو قابل وثوق آدمی سے کرو ورنہ کذاب قرار پاؤ گے (نہج البلاغہ) وکفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع ــــ اس میں کونسی بات قابل اعتراض ہے؟

اصول کافی والی روایت کا پس منظر

مؤلف نے اصول کافی صفحہ ۲۶ سے رواۃ حدیث کے چار اقسام والی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اگر ان میں سے حیا و شرم کا کچھ بھی رمق ہوتا تو اس حدیث کا نام بھی زبان پر نہ لاتے مگر جب دل خوف خدا اور اسکو شرم و حیا سے عاری ہو تو پھر آدمی آزاد ہوتا ہے جو چاہے کہے اور لکھے۔ اس حدیث کا لب لباب یہ ہے (جو بالتفصیل کتاب سلیم بن قیس، توحید شیخ صدوق اور اصول کافی میں موجود ہے) جناب سلمان محمدیؓ نے حضرت امیرؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ ہم لوگوں سے تفسیر قرآن

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور حدیثیں کچھ اور طرح سنتے ہیں اور آپ سے کچھ اور طرح۔ اس اختلاف کی وجہ کیا ہے؟ اس وقت جناب امیرؑ نے فرمایا۔ لوگوں کے پاس کچھ حق ہے ..... اور کچھ باطل ہے۔ کچھ ناسخ ہے اور کچھ منسوخ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرنے والے چار قسم کے لوگ تھے (۱) منافق (۲) مسلمان۔ کمند ذہن (جو بھول جاتا ہے) (۳) مسلمان جاہل (جسے منسوخ کا علم نہیں) اور (۴) مسلمان عالم جسے سب حقائق کا علم ہے۔ لوگوں کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث انہی چار قسم کے لوگوں سے پہنچی ہیں۔ جس کی وجہ سے اختلاف رونما ہو گیا (پھر آنجناب نے اپنی ذات کو آخری چوتھی قسم میں سے شمار فرمایا ہے) اس روایت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ منافق وغیرہ کی روایت حدیث جائز ہے؟ تاکہ ایراد وارد ہو بلکہ اس حدیث کو اگر اس پس منظر میں دیکھا جائے تو اس سے تو مؤلف کے صحابہ کرام کی اکثریت کا دین و دیانت و علم و فضل اور عقل و خرد سے تہی دامن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مبارک باشد ؎

نئے فروعت محکم آمد نئے اصول
شرم باید از خدا و از رسول

مؤلف نے آخر کلام میں تقیہ کی وجہ سے بھی احادیث شیعہ کو مشکوک بنانے کی ناکام کوشش کی ہے تو اس کے متعلق صرف اس قدر گذارش ہے کہ جب مذہب اہلسنت میں عند الضرورت جھوٹ بولنا واجب ہے (شرح مسلم نووی ج ۲ ص ۲۶۶) تو اب اس بات کا پتہ لگانا مشکل ہے کہ راوی نے سچے دل سے سچ سمجھ کر بیان کیا ہے یا کسی خوف اور مصلحت سے ضرورۃً جھوٹ لکھ دیا ہے۔ مزید برآں جب اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احادیث و ارشادات دو قسم کے ہوتے تھے۔ ایک وہ جو بحیثیت نبی ــــ کے فرماتے تھے (جن میں کسی قسم کی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہوتا تھا) دوسرے وہ جو بحیثیت بشر و انسان کے کہتے تھے (جن میں ہر قسم کی غلطی اور سہو و نسیان کا امکان ہوتا تھا) تو اب جبکہ دونوں قسم کی احادیث باہم مخلوط (گڈمڈ) ہو گئی ہیں تو کس طرح یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ کونسی حدیث بحیثیت رسول ارشاد فرمائی ہے اور کونسی بحیثیت بشر؟ اس عقیدہ کی بنا پر کیا اہلسنت کا پورا دفتر حدیث مشکوک اور درجۂ اعتبار سے ساقط نہیں ہو جائیگا؟

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھیئے گا ذرا دیکھ بھال کر

— ؛ —

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ائمہ اہلبیت پر جھوٹ کا الزام ۔۔۔ اہلبیت کے ذمے رواۃ حدیث شیعہ نے یہاں تک بہتان باندھا کہ انہوں نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق تین مختلف اشخاص کو الگ الگ مختلف ۔۔۔ جواب دیئے ہیں ۔۔۔ احادیث ذیل سے جواصول کافی صـ۲۷ میں درج ہیں ان کا انکشاف ہوتا ہے۔

(۱) (بحذف عربی) منصور بن حازم کہتا ہے میں نے امام جعفرؑ سے کہا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ آپ مجھے اس کا جواب دیتے ہیں پھر ایک دوسرا شخص آکر وہی مسئلہ پوچھتا ہے اور اس کو اس کے خلاف جواب دیتے ہیں آپ نے کہا ہم لوگوں کو بڑھاگھٹا کر جواب دیتے ہیں۔

(۲) (بحذف عربی) زرارہ و ابن اعین کہتا ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے مجھے جواب دیا۔ پھر دوسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ پوچھا۔ اس کو مجھ سے اور دوسرے شخص سے بھی مخالف جواب دیا۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو میں نے پوچھا حضور یہ دونوں عراقی مرد آپ کے شیعہ ہیں جنہوں نے آکر ایک ہی مسئلہ پوچھا آپ نے دونوں کو مختلف جواب دیئے آپ نے کہا اے زرارہ! یہی بات ہمارے لئے بہتر ہے۔ ہماری اور تمہاری بقا کا باعث ہے۔ اگر تم ایک ہی بات پر متفق ہو جاؤ تو لوگ ہمارے بارے میں تم کو سچا سمجھ لیں گے اور ہماری اور تمہاری زندگی کے لئے مضر ہوگا۔ زرارہ کا کہنا ہے میں نے جعفر علیہ السلام سے (یہی سوال کیا) پھر امام علیہ السلام نے وہی جواب دیا جو اُن کے والد نے دیا تھا (اصول کافی صـ۱۰۰) ۔۔۔

ناظرین غور کر سکتے ہیں کہ ائمہ معصومینؑ کی نسبت کوئی یقین کر سکتا ہے کہ وہ ایک مسئلہ میں تین ایسے اشخاص کو جو ان کے راسخ الاعتقاد مرید (شیعہ) ہوں۔ تین مختلف جواب دیں ۔۔۔ یقیناً ان تینوں میں سے ایک صحیح ہوگا دو صریح جھوٹ۔ اور ایسا جھوٹ موجب دراز عمر اور بقائے حیات سمجھا جائے ۔۔۔ الصدق ینجی والکذب یھلک ۔۔۔ اگر بفرض محال ائمہ کا یہ حال تھا کہ راستی کی پابندی نہ تھی ۔۔۔ تو پھر ان کی حدیث کا کیا اعتبار؟ بحکم "اذا تعارضا تساقطا" دونوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جائیں گی ۔۔۔ (آفتاب صـ۳۱۷)

الجواب **شرعی احکام کے اقسام** یہ بات علم اصول فقہ میں واضح کی جا چکی ہے کہ احکام کی متعدد قسمیں ہیں (۱) حکم اولی، حکم ثانوی، حکم ظاہری، حکم واقعی، حکم عام، حکم خاص، حکم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مطلق، حکم مشروط، وغیرہا۔ سائل کا کام ہے سوال کرنا، اب دانشمند مجیب کا کام یہ ہے کہ وہ حالات وظروف کا مکمل جائزہ لینے کے بعد جو جواب مناسب سمجھے وہ دے۔ ائمہ اہلبیتؑ جن ناسازگار حالات میں گھر کر شریعت مقدسہ کی شمع کو فروزاں کئے ہوئے تھے اور جن نامساعد حالات کا سامنا کرکے دین مبین کی نشر و اشاعت کر رہے تھے۔ اس کا صحیح اندازہ یا وہ لوگ لگا سکتے ہیں جو اس دور میں موجود تھے۔ یا پھر کچھ اندازہ وہ لگا سکتے ہیں۔ جنہوں نے تعصب و عناد کی پٹی آنکھوں سے ہٹا کر اس دور کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ ع

دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے؟

اموی و عباسی منحوس دور حکومت

بنی امیہ و بنی عباسیہ کا دور! تاریخ اسلام کا وہ تاریک ترین دور تھا جس میں ائمہ اہلبیتؑ کے نام پر نام رکھنا گردن زدنی جرم تھا (ابن خلکان)، ان کے فضائل بیان کرنے سے زبانیں گدی سے کھنچوائی جاتی تھیں (تاریخ طبری) ان کے قبور مقدسہ کی زیارت کرنے پر پاؤں قلم کئے جاتے ہیں (تاریخ الخلفاء) اور آل رسول سے مسائل دریافت کرنے پر تعزیریں لگتی تھیں (خزینۃ الجواہر) ان حقائق کو مولوی کرم الدین جیسے لوگ کیا سمجھ سکتے ہیں۔ جن کا کام صرف پاکباز اور مقدس ہستیوں پر ایراد و اعتراض کرنا ہے وبس۔ سچ ہے ع

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

ائمہ اہلبیتؑ کی حکیمانہ روش و رفتار

بہرحال ان حالات کی روشنی میں اپنی اور اپنے نام لیواؤں کی جان کی حفاظت کرنا اور پھر اپنے جدّ نامدارؐ کی شریعت کی حفاظت اور اسکی نشر و اشاعت کرنا ائمہ اہلبیت کا ہی کام تھا۔ اس لئے وہ حکمائے اسلام حالات کی نبضوں پر ہاتھ رکھ کر ہر شخص کو مناسب حال جواب دیتے تھے یعنی کسی کو حکم ظاہری بتاتے تو کسی کو واقعی، کسی کو عمومی تو کسی کو خصوصی وغیرہ وہ احکام اگرچہ بادی النظر میں بظاہر باہم متخالف و متعارض معلوم ہوتے تھے مگر فی الحقیقت ان میں کوئی اختلاف نہ ہوتا تھا۔ جیسے دو سائلوں کو اس سوال "کیا لحم خنزیر کھانا جائز ہے؟" کے دو مختلف جواب دیئے جائیں۔ ایک سے کہا جائے حرام ہے (یعنی عند الاختیار) اور دوسرے سے کہا جائے حلال ہے (یعنی عند الاضطرار) اس طرح حکم شرعی بھی بیان ہو جاتا تھا اور شیعوں کے اس ظاہری اختلاف سے حکومت یہ سمجھتی تھی کہ یہ شتران بے مہار کی طرح باہم اختلاف کر رہے ہیں۔ ان کا کوئی مرکز نہیں ہے۔ لہٰذا ائمہ اہلبیتؑ کی اس حکیمانہ روش و رفتار کی جس قدر مدح و ثنا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی جائے کم ہے! یہ کہنا بھی غلط ہے کہ تعارض کے وقت تساقط ہوجاتا ہے۔ بلکہ تعارض کے وقت کیا کرنا چاہئے؟ اس کا جواب آنے والی اس حدیث میں موجود ہے۔ جسے مؤلف نے درج ذیل عنوان کے تحت نقل کیا ہے فانتظروا انی معکم من المنتظرین! مگر اس کا کیا علاج کہ ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر!

اہلسنت سے عداوت ایک اور بات بھی از بس عجیب ہے جو بندہ اہلبیت افتراء کیا گیا کہ ان کا فتویٰ ہے کہ اہلسنت کا قول کیسا ہی کتاب اللہ وسنت الرسول کے مطابق ہو اسکی مخالفت کرنا چاہیئے جیسا کہ اصول کافی ص ۲۹ میں ہے ـــــ (بحذف عربی) راوی نے امام جعفر علیہ السلام سے کہا کہ اگر دو حدیثیں آپ سے مشہور ہیں اور ان کے راوی بھی ثقہ ہیں۔ تو کس کو لیا جائے؟ کہا جس کا حکم کتاب اللہ وسنت الرسول کے مطابق ہو اور عامہ (اہلسنت) کے مخالف ہو۔ اس کو لیا جائے ـــــ راوی نے کہا اگر دونوں حدیثیں کتاب وسنت سے ماخوذ ہوں اور اور ایک اہلسنت کے مطابق ہو اور دوسری مخالف ہم کس کو لیں۔ کہا جو اہلسنت کے مخالف ہو اس کو لینا بھلائی ہے میں نے کہا۔ اگر دونوں حدیثیں اہلسنت کے قول کے مطابق ہوں کہا پھر یہ دیکھا جائے گا ان میں سے جس کی طرف ان کے حکام اور قاضیوں کا میلان ہے اس کو چھوڑ دیا جائے اور دوسری پر عمل کیا جائے" جائے غور ہے کہ اہلبیت کو اہلسنت سے اس قدر دشمنی تھی کہ اگر ان کا قول مطابق کتاب اللہ وسنت الرسول ـــــ بھی ہو تو پھر بھی حتی الامکان اس کی مخالفت ہی کرنا چاہیئے حاشا وکلا ـــــ انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال ایک مسلم مقولہ ہے یہ سب کچھ سبائی کمیٹی کی گھڑت ہے۔ ـــــ (آفتاب ص ۲۱۸)

الجواب متنبی نے بالکل بجا کہا ہے۔ کہ ؎

وکم من عائب قولاً صحیحاً
وآفتہ من الفہم السقیم

اس حدیث کے حقیقی مطلب کی وضاحت مؤلف امام کے کلام کا (جو کہ امام الکلام ہے) مطلب سمجھتے نہیں اپنی ناسمجھی کی بنا پر فوراً اعتراض اور جڑ دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس حدیث میں نہ تو اہلسنت کی مخالفت کا اقرار ہے اور نہ بے جا تعصب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کا اظہار۔ بلکہ امام عالیمقام جن مشکلات و مصائب میں گھرے ہوئے تھے اور ان حالات میں جس طرح مختلف الفاظ و عبارات میں لپیٹ لپیٹ کر شرعی احکام بیان کرتے تھے (جس کی کچھ تفصیل سابقہ عنوان کے تحت بیان کی جا چکی ہے) ان کوائف میں اصل حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کا یہ بھی ایک ذریعہ ہے اور اُسے صرف کاشف کی حیثیت حاصل ہے کہ بظاہر دو متعارض حدیثوں میں سے جو مسلکِ اہلسنت کے موافق ہے اسے نظر انداز کر دیا جائے کیونکہ یہ موافقتِ عامہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت مقامِ تقیہ میں وارد ہوئی ہے اور اس روایت پر عمل درآمد کیا جائے جو ان کے مخالف ہے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حکم واقعی کا بیان ہے اس حدیث میں یہ کہیں بھی مذکور نہیں کہ "اگر کوئی حدیث اہلسنت کے مطابق ہے تو اسے صرف اس موافقت کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے۔ اگرچہ قرآن و سنت کے مطابق بھی ہو" ان ھذا الا بھتان عظیم۔

؎ چوں بشنوی سخنِ اہل دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

اہل حق سے اہلسنت کی اندھی عداوت کی مثالیں

ضد اور اہل حق سے عناد یہ ہے کہ باوجود اہل سنت کہلانے کے اور ایک چیز کو سنت رسول تسلیم کرنے کے اسے محض اس لئے چھوڑ دیا جائے کہ اس پر شیعہ عمل کرتے ہیں لہٰذا اس پر عمل کرنے سے شیعوں سے مشابہت لازم آتی ہے۔

(۱) جناب شیخ عبد القادر گیلانی غنیۃ الطالبین ص۵۵ میں لکھتے ہیں کہ التختم بالیمین سنۃ یعنی داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا سنت رسول ہے۔" پھر اپنے مریدوں کو حکم دیتے ہیں کہ "ولکن تختموا بالیسار فان التختم فی الیمین شعار للمبتدعۃ الرافضۃ" تم بائیں ہاتھ میں پہنا کرو کیونکہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا بدعتی رافضیوں کا طریقہ بن چکا ہے۔

(۲) ملا علی القاری شرح فقہ اکبر (ص۱۵۰ ج۱) میں یہ ثابت کرنے کے بعد کہ حضرت علی کے نام کے ساتھ علیہ السلام" کہنے میں کوئی لغوی و شرعی سقم نہیں آتا لکھتے ہیں مگر پھر بھی کہنا نہیں چاہیئے کیونکہ "ان قول علی علیہ السلام من شعار اھل البدعۃ" یعنی علی علیہ السلام کہنا بدعتی لوگوں (شیعوں) کی خصوصی علامت ہے"۔

(۳) شیخ مناوی نے شرح شمائل ترمذی (ج۱ ص۲۰۶) میں تسلیم کیا ہے کہ عمامہ کی تحت الحنک رکھنا سنت نبوی ہے مگر آخر میں لکھا ہے وصار الیوم شعار الفقہاء الامامیۃ فینبغی تجنبہ یعنی چونکہ اب یہ شیعہ فقہاء کی علامت بن چکی ہے اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہیئے"۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(۴۴) فاضل مقریزی نے خطط الآثار ج ۲ صفحہ ۲۸۰ طبع مصر میں تسلیم کیا ہے کہ مصر میں شاہانِ علویین چونکہ یوم عاشورہ کو یوم حزن و ملال قرار دیتے تھے ان کے بعد جب بنی ایوب کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے ان کی ضد میں اسے یوم مسرت و شادمانی قرار دیا۔ یہاں مؤلف اور ان کے ابناء مذہب کو یہ مسلمہ مقولہ کیوں بھول جاتا ہے کہ انظر الیٰ ماقال ولا تنظر الیٰ من قال اور کیوں اہل حق کی مجالس و محافل میں شرکت کرنے اور ان کی باتیں سننے سے نکاح ٹوٹنے لگتے ہیں اور کیوں اہل حق کی ضد میں سنتِ رسول کو خیرباد کہدیا جاتا جاتا ہے؟

؎ اندکے غم دل با تو گفتم و بدل ترسیدم
کہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

تعزیہ و مرثیہ خوانی

واضح ہو کہ اسلام میں بدعاتِ محرّمہ کی ایجاد ــــ شیعہ سے ہے۔ جو سنّتِ یزید رضؓ تازہ کرنے کے لئے سال بسال ماہِ محرم میں کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ شیعیان حسینؓ کے لئے نجات اخروی کے لئے ــــ کافی ہے سال بھر میں ایک دفعہ غم حسین میں سینہ کوبی کر لیں، ماتمی لوگ بغیر کسی پرسش کے سیدھے جنت میں چلے جائیں گے ــــ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے ــــ نماز، روزہ ــــ وغیرہ فرائض ادا کئے ہیں، یا نہیں؟ شیعوں کا یہ مسئلہ عیسائیوں کے مسئلہ صلیب سے کم نہیں ــــ ہم نے قرآن حدیث اور دینی کتب کو چھان مارا ہے ہمیں اس مسئلہ کا کہیں کھوج نہیں مل سکا شیعہ کی اپنی کتابیں بھی اس مسئلہ کی سخت مخالف ہیں ــــ ہم شیعہ بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ تعزیہ مرثیہ خوانی کا شروع کس پیغمبر یا امام سے ہوا؟ ــــ ماننا پڑے گا سب کچھ بدعات محرمہ سے ہے اور بس ــــ جناب امیر علیہ السّلام نہایت بے دردی سے ــــ شہید ہوئے حسنین نے ان کے غم میں مجالس ماتم نہیں کیں پھر حضرت امام حسنؓ بھی زہر خورانی سے شہید کئے گئے حضرت حسینؓ نے ــــ غم میں کبھی ماتم نہیں کیا۔ حضرت زین العابدینؒ نے ــــ واقعۂ کربلا ــــ دیکھا تھا انہوں نے بھی ماتم نہیں کیا ــــ ایسا ہی دیگر ائمۂ عظام نے بھی کبھی تعزیے نہیں نکالے ــــ اسلام میں پہلا سانحہ عظیم وفات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہوا۔ مگر اہلبیتؓ یا صحابہ نے کبھی نوحہ، بکا، مرثیہ خوانی اور سینہ کوبی کی رسم ہونے نہ دی اللہ تعالےٰ جا بجا قرآن کریم میں مومنین کو صبر کی ترغیب دی ہے ــــ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ ــــ اے رسول! ان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے کہ جب انہیں کوئی دکھ درد پہنچتا ہے کہتے ہیں ہم خدا کے لئے ہیں اور ہماری بازگشت اسی کی طرف ہے" مسلمانوں کو ارشاد ہے یا ایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ .... صبر اور نماز کے وسیلہ سے مدد مانگو نہیں قرآن کے کس پارہ میں یہ آیت لکھی کوئی واقعہ ہائلہ ــــ پیش آئے۔ سونگ بنا کر خوب جزع فزع کرو۔ کپڑے پھاڑو ــــ شاید اس قرآن میں یہ حکم ہو جو ستر ہزار آیت کا ہے۔ ــــ اصول کافی ص۴۱۱ میں یہ حدیث ہے (بحذف عربی) " امام صادق نے فرمایا صبر ایمان کے بجائے سر ہے جب سر کٹ جائے تو بدن بے کار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب صبر چھوڑ دیا جائے تو ایمان جاتا رہتا ہے" پھر جو لوگ برخلاف اس حدیث کے جزع فزع کرتے روتے پیٹتے ــــ ہیں بشہادت امام ــــ وہ بالکل بے ایمان ہیں، ائمہ ــــ نے جزع ــــ سے یہاں تک منع فرمایا کہ ــــ رانوں پر ہاتھ مارنا بھی موجب حبط اعمال قرار دیا جیسا کہ فروع کافی ج۱ ص۱۲۲ میں درج ہے عن ابی عبداللہؑ قال رسول اللہ ضرب المسلم یدہ علی فخذہ احباط لاجرہ" اب برخلاف اس کے جو لوگ منہ پر طمانچے رسید کرنا موجب ثواب سمجھتے ہیں وہ امام صادق کے قول کی تکذیب کرتے ہیں۔ اس بارہ میں قول فیصل جناب امیر علیہ السلام کا قول ہے جو نہج البلاغہ ص۱۹۳/۳۲۸ مطبوعہ طہران میں درج ہے (بحذف عربی) "امیرؑ علیہ السلام نے رسول پاک کے غسل اور تجہیز کے وقت فرمایا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی وفات سے وہ امور منقطع ہوئے ہیں، جو کسی اور کی وفات سے نہ ہو سکتے تھے۔ وہ امور نبوت اور آسمانی وحی ہیں۔ آپ ایسے خاص ہوئے کہ ماسوائے سے قطع کر دیا۔ اور آپ کا فیض ایسا عام ہوا کہ تمام لوگ اس سے یکساں مستفیض ہوئے۔ اگر آپ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم اور جزع فزع سے منع نہ کر دیا ہوتا تو آج ہم آپ کی وفات پر اتنا روتے کہ رطوبت بدن خشک ہو جاتی۔ دیکھئے جناب امیر علیہ السلام کا ایسے دردناک موقعہ وفات رسول پر جزع فزع چھوڑ کر صبر سے کام لینا ــــ اس امر کی قطعہ اکمل دلیل ہے کہ بعد الرسول اور کسی شخص ــــ پر جزع فزع کرنا ــــ ہرگز جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وفات رسول سے بڑھ کر کوئی سخت صدمہ مسلمان کے لئے ــــ ہو نہیں سکتا ــــ پھر ایسے دردناک وقت میں جزع فزع اور سینہ کوبی تو کجا آنسو بہانے کو بھی خلاف صبر تصور کر کے صبر و تحمل سے کام لیا گیا تو پھر کس طرح کسی اور شخص کی وفات یا شہادت پر اس کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خلاف رونا پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا روا ہو سکتا ہے جناب امیرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے فیصلہ جات ہیں جن پر شیعہ مذہب کا دار و مدار ہے۔ اس لئے شیعہ کو سر تسلیم خم کرنے کے بغیر ہرگز چارہ نہیں۔ ؎

گل و گلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث (آفتاب ص ۳۲۱)

الجواب اس بیانِ نافرجام میں عزاداریٔ فرزندِ خیر الانامؐ کی جس نا صبیانہ انداز میں مخالفت کی گئی ہے وہ اربابِ ایمان پر واضح و عیاں ہے۔ اگر بالفرض بقول مؤلف کے یہ بدعت ہے تو دوسرے اسلامی ممالک کی طرح اس ملک میں بھی بدعات تو اور بھی بہت ہیں۔ ان کے خلاف کیوں صدائے احتجاج بلند نہیں کی جاتی؟ جب بھی یہ "انکر الاصوات" بلند ہوتی ہے تو صرف عزاداریٔ سید الشہداءؑ کے خلاف اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ——— ؎

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

عزاداریٔ سید الشہداءؑ کے بعض فوائد کا بیان

یہ لوگ جانتے ہیں کہ شیعہ مذہب کی دن دونی اور رات چوگنی ترقی کا راز اسی عزاداریٔ سید الشہداءؑ کے اندر پنہاں ہے کہ ہر سال سیکڑوں غیر شیعہ افراد مذہب حق اختیار کرتے ہیں اور شیعوں کا کوئی طفلِ نادان بھی اس مذہب کو ترک نہیں کرتا۔ (اس حقیقت کا اعتراف غیر مسلمان مفکر ڈاکٹر جوزف فرانسیسی نے بھی اپنے رسالہ "الاسلام والمسلمون" کے اندر کیا ہے) بلکہ حقیقتِ حال اس سے بھی بالا تر ہے یعنی اسلام کی بقا اور شریعتِ اسلامیہ کی نشو و نما سب سرکار امام حسینؑ کی شہادت اور ان کی عزاداری کی مرہونِ منت ہے جیسا کہ مشہور مؤرخ میسو مار بین آلمانی (جرمنی) نے اپنے رسالہ "السیاسۃ الاسلامیۃ" کے اندر اس کا اقرار کیا ہے۔ سچ ہے ؎ حقا کہ بنا لا الہ ست حسینؑ اگر شیعیان علیؑ ہر سال مراسم عزا کو علانیہ ادا نہ کرتے۔ تو نہ معلوم اب تک کس قدر میرزا حیرت دہلوی آنجہانی پیدا ہو چکے ہوتے جو قسمیں کھا کھا کہتے کہ شہادت حسینؑ کا کوئی واقعہ عمل میں آیا ہی نہیں۔ یہ سب فرضی افسانہ ہے۔ "یہ کسطرح باور ہو سکتا ہے کہ رسول کے کلمہ گو ان کے فرزند دلبند کو بے دردی سے شہید کر کے ان کی مخدرات کو دیار و امصار میں تشہیر کریں"۔ سچ ہے کہ

؎ مکن جینے نیست گو گرد و شہید
ورنہ بسیار اند در عالم یزید

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

عزاداری کی مخالفت کرنے والوں کا انجام

مؤلف آفتاب سے پہلے ہزاروں دشمنان حسین وحیثیت عزاداری کی حرمت کا فتوے دیتے رہے اور ویلزم علی الواعظ وغیرہ ذکر مقتل الحسن والحسین رصواعق محرقہ ص۱۳۲ طبع مصر قدیم) کا راگ الاپتے رہے مگر نتیجہ کیا نکلا؟ تاریخ اسلام کے اوراق گواہ ہیں کہ مراسم عزا کو ختم کرنے والے خود حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹ گئے مگر عزاداری تاحال پہلے سے بھی زیادہ شان و شوکت کیساتھ منائی جارہی ہے اور قیامت تک اسی آب و تاب سے منائی جاتی رہے گی (انشاء)

ے نہ مٹا، مٹ نہ سکا نام تیرا اے مولاؑ
مٹ گئے آپ ہی تجھ کو مٹانے والے

ایسا کیوں ہوا؟ صرف اس لئے کہ وہ اس شمع کو گل کرنا چاہتے تھے۔ جسے خدا نے ہمیشہ فروزاں رکھنے کا حتمی فیصلہ کیا ہوا ہے۔

ے چراغے راکہ ایزد بر فروزد
اگر کس پف کند ریشش بسوزد

واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون۔ یہ بات ناقابل فہم ہے کہ ہم روتے ہیں تو اپنی آنکھوں سے سیلاب کرتے ہیں تو اپنے ہاتھوں سے پیسہ صرف کرتے ہیں تو اپنی جیبوں سے پھر معلوم نہیں ان فتوی فروشوں کو کیا تکلیف ہوتی ہے؟ کہ گلے پھاڑ پھاڑ کر اسکی مخالفت کرتے ہیں۔ ولنعم ماقیل

ے نمی دانم زمنع گریہ نفعے چسیت ناصح را
دلی از من دیدہ از من گریباں از من

اگر اس سے کسی کے بزرگوں کے ظلم و ستم کا پردہ چاک ہوتا ہے تو ہوتا رہے اگر کوئی ظالم بے نقاب ہوتا ہے تو ہوتا رہے ع

روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں؟

لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم۔

تلقین صبر کرنے والوں سے ایک سوال

ہمیں قرآن کریم کی آیات اور پیغمبر و آل پیغمبر کی روایات پڑھ کر صبر کی تلقین کی جاتی ہے، صبر کے فضائل سنائے جاتے ہیں۔ مگر ہم ان حضرات سے صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے کبھی صبر کے معنی و مفہوم پر بھی غور کیا ہے؟ کہ اسکے معنی کیا ہیں؟ اور کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ آیا رونا بے صبری ہے؟ یقین جانیے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہ اگر صبر کے مفہوم پر غور کر کے اسے سمجھنے کی کوشش کی جاتی تو رونے کے خلاف کبھی سنانِ قلم و زبان حرکت میں نہ آتے!

صبر کے معنی کی تحقیق

صبر کے معنی ہیں۔ کف النفس عما لا ینبغی "یعنی ناشائستہ بات اور بے جا اعتراض سے نفس کو روکنا" اسی بنا پر جناب خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا انک لن تستطیع معی صبراً کہ تم صبر نہیں کر سکو گے! کیا مطلب؟ تم روؤ گے؟ نہیں! بلکہ مطلب یہ کہ تم بے جا اعتراض کرو گے؟ چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی مرنے والے کے غم والم میں اشکِ غم بہانا بالخصوص جبکہ وہ کشتہ جور و جفا ہو۔ ناشائستہ حرکت ہے؟ اور ایسا کرنے سے آیا خدا پر کوئی اعتراض عائد ہوتا ہے؟ حاشا وکلا!

غم کیوقت رونا فطری تقاضا ہے

مصیبت کے وقت رونا اور آنسو بہانا ایک فطری تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص شدتِ غم کے وقت نہ روئے اس کے دل یا دماغ کے فیل ہونے کا اندیشہ دامنگیر ہو جاتا ہے اور بڑے بڑے لطائف الحیل سے ایسے شخص کو رلانے کی کوشش کی جاتی ہے اور جب خوب دل کھول کر رو لیتا ہے تو اس کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور طبیعت سنبھل جاتی ہے بنا بریں اگر رونا اسلام میں ممنوع ہے تو پھر (العیاذ باللہ) دینِ اسلام دینِ فطرت نہیں ہے! اور اگر اسلام دینِ فطرت ہے (اور یقیناً ہے) تو وہ ہرگز رونے کی مخالفت نہیں کر سکتا! فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لکلمات اللہ۔

رونا بے صبری نہیں بلکہ رحمت ہے

یہ رونا تو رقتِ قلب کی علامت ہے جو رحمت خداوندی ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ جب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے وقت زار و قطار رو رہے تھے تو عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا انت والبکاء یا رسول اللہ؟ یا رسول اللہ! آپ روتے ہیں فرمایا! یا ابن عوف انھا الرحمۃ ابے پسر عوف! یہ تو رحمت خداوندی ہے پھر فرمایا ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون۔ آنکھ اشکبار ہے۔ دل غمناک ہے۔ لیکن زبان سے وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو راضی کرے۔ اے ابراہیم! ہم تیرے فراق میں اندوہناک ہیں" اس سے معلوم ہوا کہ رونا بے صبری نہیں بلکہ رحمتِ ایزدی ہے۔ ہاں بے صبری یہ ہے کہ زبان سے کچھ ایسے کلمات ادا کئے جائیں جن سے خدا اور اسکی قضا و رضا پر اعتراض ہوتا ہو۔

گریہ سنتِ انبیاء ہے

اسلامی آیات و روایات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصائب و نوائب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے وقت گریہ وبکا کرنا انبیاء و مرسلینؑ کا طریقہ ہے ـــــ بطور نمونہ ذیل میں چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں

(۱) تاریخ طبری ج ۱ ص۷۲ کامل ابن الاثیر ج ۱ ص۲۰ پر لکھا ہے کہ جب قابیل نے حضرت ہابیل کو قتل کیا۔ تو حضرت آدمؑ روئے اور یہ مرثیہ کہا

تغیّرت البلاد ومن علیها فلون الارض مغبرّ قبیح

تغیّر کل ذی طعم ولون وقلّ بشاشة الوجه المليح

(۲) حضرت یعقوبؑ فراقِ یوسف میں اس قدر روئے کہ بینائی جاتی رہی (وابیضّت عیناہ من الحزن فهو کظیم) (پ ۱۳ س یوسف ع ۴) مؤلف نے یہاں بھی اپنے روایتی عقل و علم کے گل کھلاتے ہوئے لکھا ہے کہ "حزن کی وجہ سے بصارت زائل ہوئی تھی نہ رونے سے" اس اللہ کے بندے کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ایک تو حزن و ملال اور گریہ وبکا لازم و ملزوم ہیں۔ دوسرے تفاسیر اہلسنت میں بڑی صراحت موجود ہے کہ اسی برس تک جناب یعقوبؑ کی آنکھ خشک نہیں ہوئی تھی اسی سال تک برابر دل میں حزن اور آنکھ میں آنسو تھے۔ حتیٰ کہ روتے روتے بصارت زائل ہوگئی چنانچہ تفسیر ابن جریر ج ص میں حسن بصری سے منقول ہے کہا" کان منذ خر جریوسف من عند یعقوب الی یوم رجع ثمانون سنة لم یفارق الحزن قلبه یبکی حتی ذهب بصره" اور تفسیر کشاف ج ص و تفسیر نیشاپوری ج ص میں ہے" ما جفّت عینا یعقوب من وقت فراق یوسف الی حین فراقه ثمانین عامًا" (مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہے) ـــــ کہا جاتا ہے کہ خدا نے ان کو "کظیم" (ضبط کرنے والا) کہا ہے! اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلند آواز سے رونا ممنوع نہیں ہے! یہ خیال غلط ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں سے خدا کا شکوہ و شکایت نہیں کرتے تھے اپنے رنج و ملال کا تذکرہ اپنے رب ذوالجلال سے کرتے تھے جیسا کہ خدا نے ان کا قول نقل کیا ہے انما اشکو حزنی وبثی الی اللہ۔ ورنہ ان کا بلند آواز سے "واسفا علی یوسف" کہہ کر ندبہ کرنا قرآن سے ثابت ہے۔ فتدبر۔

(۳) سیرت حلبیہ ج ۲ ص۲۶ طبع مصر میں جناب ابن مسعود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ما رائینا رسول اللہ باکیاً اشد من بکائه علی حمزة وضعه فی القبلة ثم وقف علی جنازته وانتحب حتی نشق ای شهق حتی بلغ الغشی یقول یاعم رسول اللہ! واسد اللہ واسد رسول اللہ یاحمزة یا فاعل الخیرات یاحمزة یا کاشف الکربات یا ناب یا مانع عن وجه رسول اللہ یعنی جس قدر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضرت حمزہ پر روئے اتنا ہم نے کبھی آنحضرت صلی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا (گو پہلے بھی روتے رہتے تھے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جنازہ کو بجانب قبلہ رکھ دیا اور پھر رونا شروع کیا۔ کثرت گریہ سے چیخیں نکل گئیں یہاں تک کہ روتے روتے غشی تک نوبت پہنچ گئی پھر کہنا شروع کیا اے رسول کے چچا! اے خدا اور اس کے رسول کے شیر ..... اسی طرح جب ایک ہی سال میں جناب خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت ابوطالبؑ کا انتقال پُرملال ہوا تو جناب رسولِ خدا نے ان پر اس قدر گریہ و بکا اور رنج و ملال کا اظہار کیا کہ اس سال کا نام ہی "عام الحزن" رکھ دیا (تاریخ طبری وغیرہ)

شہید پر گریہ و ماتم

کہا جاتا ہے کہ شہید بنصِ قرآن زندہ ہوتے ہیں پھر زندہ پر گریہ و بکا اور ماتم کرنا چہ معنی دارد؟ اس ایراد کا پہلا حلی و تحقیقی جواب تو یہ ہے کہ

توہین و مصائب پہ بہا لیتے ہیں آنسو
ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

ہاں البتہ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ ع قاتل کبھی مقتول کا ماتم نہیں کرتے۔ اور الزامی جواب یہ ہے کہ۔ کیا حضرت یوسف زندہ نہ تھے؟ پھر جناب یعقوب ان کے غم میں اسی برس کیوں روئے؟ اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمزہ سید الشہداء پر کیوں اس قدر گریہ و بکا فرمایا کہ غشی تک نوبت پہنچ گئی؟ ــــ بلکہ صرف خود ہی گریہ و بکا کرنے پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ انصار کی مستورات کو جمع کرا کے جناب حمزہ پر گریہ و بکا کرایا۔ چنانچہ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۷ مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۴۰، استیعاب ابن عبد البر، العقد الفرید، سیرت حلبیہ، مدارج النبوۃ وغیرہ کتب میں مرقوم ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ احد سے واپس مدینہ پہنچے اور انصار کے گھروں کے پاس سے گذرے اور سنا کہ انصار کی عورتیں اپنے مقتولین پر گریہ و بکا اور نوحہ و فغاں کر رہی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روتے ہوئے فرمایا ولکن حمزۃ لا بواکی لہ کیا میرے چچا حمزہ پر رونے والی کوئی نہیں ہے؟ یہ سن کر انصار نے اپنی مستورات کو حکم دیا کہ پہلے حمزہ کے گھر جا کر گریہ و نوحہ کریں۔ چنانچہ جب مسجد سے واپسی پر ان کی آواز آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گذار ہوئی تو دعا دیتے ہوئے فرمایا رضی اللہ عنکن وعن اولادکن خدا تم سے اور تمہاری اولاد سے راضی ہو۔ پھر حکم دیا کہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ اس واقعہ کے بعد اہل مدینہ کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ جب بھی کسی مرنے والے پر گریہ و نوحہ کرتے تو اس کی ابتداء جناب حمزہ پر رونے سے کی جاتی۔ (واللفظ للسیرۃ الحلبیۃ)

ان حقائق سے واضح و آشکار ہو گیا کہ شہید پر گریہ و بکا اور نوحہ و ماتم کرنا جائز ہے! وہو المقصود ــــ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس امر کی تائید مزید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شرح نہج البلاغہ (حدیدی) ج ۳ ص۳۹۶ طبع مصر میں لکھا ہے کہ جناب سیدہؑ کا یہ معمول تھا کہ ہر دوسرے تیسرے روز شہداء احد پر جاکر گریہ و بکا فرماتی تھیں۔ باایں ہمہ جن لوگوں کو اس بات پر اصرار ہے کہ چونکہ شہید زندہ ہوتے ہیں اس لئے زندہ پر گریہ و ماتم جائز نہیں ہے۔ تو ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کیا زندہ کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ کیا زندہ کو دفن کرنا جائز ہے؟ کیا زندہ کی میراث تقسیم کرنا جائز ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ جب شہید زندہ ہوتے ہیں تو تم انکی جنازہ کیوں پڑھتے ہو؟ انہیں دفن کیوں کرتے ہو؟ اور انکی میراث کیوں تقسیم کرتے ہو اور ان کی بیوگان عقد کیوں کرتے ہو؟ فما ھو جوابکم فھو جوابنا؟ اور اگر وہاں یہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ کو ہیں مگر ہمیں ان کی زندگی کا شعور نہیں (جیسا کہ ارشاد قدرت ہے ولکن لا تشعرون۔ تو ہم بھی عرض کریں گے کہ ہم ان زندہ جاوید کا ماتم کرتے ہیں جنکی زندگی کا ہمیں شعور نہیں۔! ان کی زندگی ہماری ظاہری مادی زندگی کی طرح نہیں ہے۔ وھو اوضح من ان یخفی۔

مرثیہ و نوحہ کا جواز

مرثیہ اور نوحہ کیا ہے؟ نظم میں مرنے والے کے محاسن و محامد بیان کرکے گریہ و بکا کرنا۔ گریہ و بکا کا جواز پہلے ثابت کر دیا گیا ہے اور کلام خواہ نثر ہو اور خواہ نظم۔ اگر اس میں غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے تو اس کے جواز میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟ ہر چیز میں اصل جواز ہے۔ جب تک اسکی حرمت کی کوئی قطعی دلیل، یہ نہ ہو۔ منصف مزاج علماء اہلسنت نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ علامہ وحید الزمان تیسیر الباری اردو ترجمہ صحیح بخاری ج۵ ص۶۴ پر لکھتے ہیں "اور اصل یہ ہے کہ فی نفسہٖ مرثیہ کہنا کچھ ممنوع نہیں ہے ـــــ نفس مرثیہ کی تالیف صحابہ سے ماثور ہے۔ حضرت فاطمہ فرماتی ہیں ؎

ماذا علی من شمّ تربۃ احمدؐ ؛ ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبّت علیّ مصائب لو انھا ؛ صبت علی الایام صرن لیالیا

(کذا فی۔ روضۃ الاحباب ج ۱ ص۳۹۳)

(۲) تاریخ طبری ج ۴ ص۴۲۹ (حوادث ۱۳ھ) میں روایت کی گئی ہے کہ "لما توفی ابو بکر اقامت علیہ عائشۃ النوح یعنی جب جناب ابوبکر کی وفات ہوئی تو حضرت عائشہ نے ان پر نوحہ گر عورتوں سے نوحہ کرایا۔ بنابریں نوحہ گری کی حرمت کا فتوے دینے والوں کو پہلے جناب عائشہ پر فتوے لگانا چاہیئے دیگر یہ سوچ لیں کہ ان کو یہ سودا مہنگا پڑے گا۔

(۳) صحابہ کرام کے مراثی سے کتب سیر و تواریخ لبریز نظر آتی ہیں، سیرت ابن ہشام میں شہداء احد پر بالعموم اور جناب حمزہ پر بالخصوص، جناب صفیہ بنت عبدالمطلب، کعب مالک انصاری

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حسان بن ثابت کے مراثی موجود ہیں اسی طرح اور شہداء کے مراثی بھی انہی کتب میں مذکور ہیں۔ اگر شیعیان علی حضرت امام حسینؑ کے مرثیے پڑھتے ہیں تو اس میں کیا قباحت ہے؟ حضرت آدمؑ کا مرثیہ قبل ازیں نقل کیا جا چکا ہے۔ وفات پیغمبرؐ پر صحابہ کرام کے جگر گداز مراثی کتب سیر و تواریخ میں موجود ہیں جن میں ابوبکر و عمر کے مراثی بھی شامل ہیں۔ عقد فرید، استیعاب، سیرت ابن ہشام اور روضۃ الاحباب وغیرہ کتب ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

ماتم و سینہ کوبی کا جواز

مؤلف نے دوسرے مناظرین اہلسنت کی طرح زیادہ زور بیان ماتم و سینہ کوبی کے خلاف صرف کیا ہے تو اس کے متعلق پہلی قابل توجہ چیز تو یہ ہے کہ ہر چیز میں اصل جواز و اباحت ہے۔ چنانچہ در مختار ج ۵ ص ۲۰۵ طبع مصر میں لکھا ہے "لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ او الکراھۃ الذین لا بد لھما من دلیل" یعنی یہ بات احتیاط کے خلاف ہے کہ بلا دلیل خدا پر افترا پردازی کرتے ہوئے کسی چیز کو حرام یا مکروہ قرار دیا جائے۔ اسیطرح تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۸۴ طبع مصر بذیل آیت کلوا واشربوا ولا تسرفوا لکھا ہے "وفی الایۃ دلیل علی ان جمیع المطعومات و المشروبات حلال الا ما خصہ الشرع بدلیل فی التحریم لان الاصل فی جمیع الاشیاء الاباحۃ الا ما حظرہ الشارع واثبت تحریمہ بدلیل منفصل" یعنی اس آیت میں اس امر پر دلیل ہے کہ تمام کھانے پینے کی چیزیں حلال ہیں سوائے اس کے جسے شریعت حرام قرار دے کیونکہ ہر چیز میں اصل اباحت و جواز ہے جب تک شریعت اسے حرام قرار نہ دے اور مستقل دلیل سے اسکی حرمت ثابت نہ ہو جائے لہٰذا جب تک کسی چیز کی حرمت پر کوئی شرعی دلیل قائم نہ ہو اس وقت تک اس فعل کو مباح سمجھا جائے گا۔ بنابریں ماتم کو مباح تصور کیا جائے گا کیونکہ اسکی حرمت پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں ہے!

جزع فزع والے ایراد کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ جو حدیثیں جزع فزع کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ وہی سینہ کوبی کی حرمت کی دلیل بھی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات میں عموم پایا جاتا ہے اور علم اصول فقہ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ "ما من عام الا وقد خص" ہر عموم قابل تخصیص ہوتا ہے بلکہ یہ عموم تخصیص خوردہ ہے۔ لہٰذا یہاں بھی ان عمومی روایات کی (قطع نظر ان کی سند سے کہ ان میں ایک بھی صحیح السند نہیں ہے) دوسرے مخصص روایات موجود ہیں چنانچہ وسائل الشیعہ، الفصول المہمہ فی اصول الائمہ، امالی شیخ طوسی اور کامل الزیارۃ ابن قولویہ میں حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ سے (جن سے جزع فزع کی ممانعت کی روایات شیعی کتب میں مروی ہیں) منقول ہے کہ "کل جزع و فزع قبیح الا علی الحسینؑ" یعنی ہر جزع فزع قبیح ہے۔ سوائے حسین مظلومؑ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے غم کے بنا بریں مظلوم کربلا پر جزع و فزع کرنا، اس عموم سے مستثنیٰ متصور ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۷ کامل ج ۲ ص ۱۲۲ مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۲۷۴ اور سیرت ابن ہشام ص ۳۷۱ ج ۲ طبع مصر قدیم سیرۃ حلبیہ ج ۳ ص ۳۹۲ طبع مصر قدیم وغیرہ میں جناب عائشہ کا یہ فعل مروی ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو ان کا سر میری گود میں تھا فلما توفی وضعت رأسہ علی وسادۃ وقمت مع النساء التدم صدری واضرب وجھی جب ان کی روح مقدس قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو میں نے ان کا سر اٹھا کر تکیہ پر رکھ دیا اور عورتوں کے ساتھ کھڑی ہو کر منہ اور سینے پر پیٹنے لگی۔ اب تو ثابت ہو گیا کہ سینہ کوبی اور منہ کوبی صحابیات اور ازواج النبیؐ کا فعل ہے۔ اب کم از کم کسی اہلسنت کو تو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے —— اب فتویٰ بازوں کو پہلے یہ سوچ لینا چاہئے کہ ؎

اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں

ایک اعتراض کا جواب

اگر اس مقام پر یہ کہا جائے کہ جب حضرات شیعہ ان ازواج النبیؐ کے فعل کو سند نہیں سمجھتے تو پھر وہ کیونکر اس فعل کو حجت جانتے ہیں تو جواب میں یہ کہا جائے گا کہ اگر شیعہ ان کے فعل کو سند نہیں سمجھتے تو اہلسنت تو سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ان کی تسلی کیلئے ان کا فعل کافی ہے اور شیعان حیدر کرار کے لئے شہادت امام کے بعد تاراجی خیام کے وقت علی و بتول کی لاڈلیوں کا ماتم کرنا سند و ثبوت کیلئے کافی ہے جیسا کہ عاشر بحار الانوار و معہ ساکیہ اور نفس المہموم وغیرہ کتب مقاتل میں مذکور ہے۔

وفاتِ پیغمبر خدا پر صحابہ کبار کی حالت زار

یہ کہنا بھی بے خبری کی دلیل ہے کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کا صحابہ کرام پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ کتب تاریخ شاہد ہیں کہ اس حادثہ عظمیٰ پر صحابہ نڈھال ہو گئے تھے اور روتے روتے بے حال اور بعض تو روتے روتے نابینا ہو گئے (مدارج النبوۃ ص ۸۸۹، ماثبت بالسنہ ص ۱۱۹ بعض صحابیات شدت صدمہ سے جاں بحق ہو گئیں (مدارج النبوۃ ص ۱۱۳) بعض عقل و خرد سے ہاتھ دھو بیٹھے (اللل والنحل) اور جناب بلال کی حالت تو یہ تھی کہ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال بھی نہیں ہوا تھا کہ آپ کی حالت کو غیر دیکھ کر یوں برآمد ہوئے کہ "دست بر سر زنان و فریاد کنان" (سر پیٹتے اور فریاد کرتے جاتے تھے" مدارج ج ۲ ص ۵۲۷) مؤلف نے اس موقعہ پر جناب امیرؑ کا جو کلام پیش کیا ہے اسے گریہ کے خلاف دلیل قرار دینا عقل و خرد کا جنازہ نکالنے کے مترادف ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یا رسول اللہ! اگر آپ نے صبر کرنے یعنی ناشائستہ کام کرنے کی ممانعت نہ کی ہوتی تو ہم وہ کام کرتے کہ ابد الآباد کی رطوبت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بھی خشک ہو جاتی ہے مگر بوجہ ممانعت ہم کوئی ایسا اقدام نہیں کرتے۔ اسے بھلا رونے کے ناجائز ہونے سے کیا تعلق معترض کی معتبر کتاب روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۲۹۸ میں وفات پیغمبرؐ کے موقع پہ جناب امیرؑ کی زبانی جو کچھ نقل کیا ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ جزع فزع کا جواز واضح واشکار ہوتا ہے۔ لکھا ہے "و ثبوت پیوستہ کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ بر سر قبر رسول بایستاد و دیگر بست بابی انت و امی ان الجزع لفیجع الا علیک وان الصبر لجمیل الا منک"

شبیہہ ذوالجناح و تعزیہ کا جواز

مراسم عزاداری سید الشہداءؑ میں سے ایک اہم رسم شبیہہ روضۂ سید الشہداء بھی ہے جو اس واقعۂ ہائلہ کی یاد تازہ کرنے کے لئے بنائی جاتی ہے جس کا جواز ثابت کرنے کے لئے صرف یہی بات کافی ہے کہ اس کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور ابھی اوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ جب تک کسی چیز کی حرمت پہ کوئی محکم دلیل قائم نہ ہو، اس وقت تک اسے جائز سمجھا جاتا ہے اس کے خلاف من مثل مثالاً او جدد قبراً الخ والی حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس مثال سے بلا اختلاف جاندار شئی کی مثال بنانا مقصود ہے اور ظاہر ہے کہ تعزیہ بیجان چیز (قبر اطہر) کی شبیہہ ہے اور نہ ہی اسے اس شبیہہ پہ منطبق کیا جا سکتا ہے جسے عرف عام میں "شبیہہ ذوالجناح" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ جاندار کی جاندار شبیہہ ہے نہ بے جان کی یعنی سرکار سید الشہداء کے راہوار کی شبیہہ ہے اور بے جان چیزوں کی تصویر کشی کے جواز پر سب مذاہب اسلامیہ کا اتفاق ہے۔ خواہ مجسم ہو اور خواہ غیر مجسم۔ اور قرآن میں ان کے جواز پر نص صریح موجود ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ کے تذکرہ میں مذکور ہے۔ یعملون لہ ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیات (پ ۲۲ س سباء ۷) وہ جنات ان کے لئے وہ وہ چیزیں بناتے تھے جو ان کو بنوانا منظور ہوتا، بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور لگن ایسے بڑے حوض اور (بڑی بڑی) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں" (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی) اگر یہ شرک ہے تو کیا یہ شرک ایک نبی کے زمانہ میں جائز تھا؟ حاشا و کلا۔ اور نہ ہی اس شبیہہ کو "بت" کا نام دیا جا سکتا ہے (جیسا کہ بعض نواصب کہا کرتے ہیں) کیونکہ بت اس تصویر مجسم کو کہا جاتا ہے جس کو معبود سمجھ کر اس کی پرستش کی جائے؟ حالانکہ تعزیہ کو کوئی نہ معبود سمجھتا ہے نہ قاضی الحاجات بلکہ ہر با تمیز آدمی اسے سرکار سید الشہداءؑ کی قبر کی شبیہہ ہی سمجھتا ہے اور اسے کربلا کے ہیرو کی عظیم قربانی کی یاد تازہ کر کے بغرض ثواب دوا بکا بنایا جاتا ہے و بس لہٰذا اسکا جواز لالکلام ہے اور ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ کما لا یخفی علیٰ اولی الافہام

ائمہ اطہار کا گریہ و بکا اور اقامۂ مجالس عزا

کتب سیر و تواریخ پر نظر رکھنے والے حضرات پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ شہادت شہید کربلا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے بعد امام زین العابدینؑ سے لے کر امام حسن عسکریؑ تک برابر تمام ائمہ اہلبیت اپنے اپنے عہد حیات میں اس واقعۂ ہائلہ کو یاد کر کے روتے اور رلایا کرتے تھے اور رونے اور رلانے کے ثواب بے حساب بھی بیان فرماتے رہتے تھے اور ان کے ہاں باقاعدہ مجالس عزا کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ ان میں شعرائے کرام غم والم میں ڈوبے ہوئے مرثیے پڑھ کر خود روتے اور حاضرین کو رلاتے تھے۔ جیسا کہ کتاب ارشاد شیخ مفیدؒ، مناقب شہر بن اشوب، بحار الانوار، کامل الزیارۃ، امالی شیخ صدوق، رجال کشی، ثواب الاعمال اور عیون اخبار الرضا وغیرہا کتب معتبرہ میں یہ تمام حقائق پوری تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ فراجع۔

ایک شبہ کا ازالہ ایک حدیث بیان کی جاتی ہے کہ "رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے"۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بوجہ مخالف قرآن ہونے کے ناقابل اعتبار ہے۔ قرآن میں ہے لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"۔ اگر بالفرض رونا ناجائز ہوتا تو سزا رونے والے کو ملنی چاہیئے تھی یہ کیا اندھیر گردی ہے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی

فاضل شبلی نعمانی سیرت النبی ج ۱ ص ۵۳ طبع اوّل میں لکھتے ہیں: "حضرت عائشہ کے سامنے جب یہ حدیث بیان کی گئی کہ لوگوں کے نوحہ کرنے سے مردہ پر عذاب ہوتا ہے تو انہوں نے اس بنا پر انکار کیا کہ یہ قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخری اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"۔ یہ مؤلف آفتاب کا سراسر افتراء ہے کہ شیعہ نجات کے لئے صرف ماتم وغیرہ مراسم عزا کو کافی سمجھتے ہیں جسقدر واجبات کی بجاآوری اور محرمات سے اجتناب کی تاکید مذہب اہلبیت میں وارد ہے اتنی کسی مذہب میں نہیں ہے واجبات کی بجاآوری اور محرمات سے اجتناب کئے بغیر ولایت آل محمد علیہم السلام کی دولت مل ہی نہیں سکتی (اصول کافی) لہٰذا ہماری یہ سب گریہ وزاری اور تمام عزاداری ہے اس مقصد شہادت حسینؑ کو زندہ رکھنے کے لئے۔ اور وہ مقصد احیاء شریعت ہے ؎

افعال یزیدی مٹ جائیں مظلوم سے پیدا الفت ہو
اس واسطے تیرے درد بھرے احوال سنائے جاتے ہیں

رسولِ پاک کی وصیت دربارۂ ممانعت جزع وفزع اس بارہ

میں ناطق فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت ہے جو بوقت وفات حضرت فاطمہؑ کو فرمائی۔ جلاء العیون ص ۶۶ اردو ج ۱ میں لکھا ہے "اے فاطمہ! واجب ہے تجھ پر پیغمبر کے لئے گریبان چاک نہ کرنا چاہیے اور بال نہ نوچنے چاہئیں اور واویلا نہ کرنا چاہیئے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

لیکن وہ کہنا جو تیرے باپ نے ــــ کہا آنکھیں روتی ہیں اور دل درد میں آتا ہے اور میں نہیں کہتا کہ موجب غضب پروردگار ہو ــــ (بعد ازاں اسی کتاب کے صفحہ ۶۷ سے اور حاشیہ پر فروع کافی ج ۲ صفحہ ۲۱۴ سے اسی مضمون کی ایک اور روایت نقل کی ہے جس میں اتنا اور اضافہ ہے کہ "اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا") اس سے زیادہ صریح ممانعت ماتم کے متعلق کیا ہو سکتی ہے؟ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری بیٹی جناب سیدہؑ کو وصیت فرماتے ہیں کہ میری وفات کا تم کو صدمہ عظیم ہوگا۔ لیکن جہال کی طرح جزع فزع مت کرنا نہ سر پیٹنا، نہ گریبان چاک کرنا ــــ اگر یہ امور باعث ثواب ہوتے حضور علیہ السلام بجائے ممانعت کے جناب سیدہؑ کو اذن عام دیتے کہ اپنے والد سردار دو عالم کا ماتم خوب زور شور سے کرنا ــــ جب آپ نے ان امور سے سخت ممانعت فرما دی تو معلوم ہوا کہ یہ جملہ حرکات ممنوع داخل معصیت ہیں ــــ میت کو بھی اذیت ہوتی ہے جلاء العیون صفحہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری وصیت اہلبیت و اصحاب کو فرمائی اس میں یہ الفاظ بھی تھے "پس تم لوگ نوح فزع اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوات بھیجنا اور سلام اور مجھ کو نالہ و فریاد و گریہ و زاری سے آزار نہ دینا" ــــ

امام جعفر صادقؑ کا فتوی کفر

ماتمیوں کیلئے فتوی کفر صادر فرمایا ہے چنانچہ فروع کافی ج ۱ صفحہ ۱۲۱ میں ہے (بحذف عربی ترجمہ) امام صادقؑ نے فرمایا صبر و مصیبت مومن کے پیش آتے ہیں اسے مصیبت آتی ہے اور وہ صبر کرتا ہے اور گھبراہٹ اور مصیبت کافر کے پیش آتی ہے ــــ اور جزع فزع کرنے لگتا ہے) ــــ دوسرے لفظوں میں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو مصیبت پر صبر کرے وہ مومن اور جو جزع فزع کرے وہ کافر۔

جزع کی تعریف

ــــ دوسری حدیث میں ہے عن جابر (بحذف عربی) جابر کہتا ہے میں نے حضرت صادقؑ سے پوچھا جزع کیا ہے؟ فرمایا انتہائی جزع ویل و عویل کھاکو پکار کرنا اور منہ پر طمانچے مارنا سینہ زنی کرنا۔ بال نوچنا اور جس نے نوحہ (ماتم) کیا۔ اس نے صبر چھوڑ دیا اور غیر شرع کام کیا" (فروع کافی ج ۱ صفحہ ۱۲۱) یہ بات الم نشرح ہے کہ ماتمی لوگ یہ جملہ حرکات ویل و عویل کیا کرتے، منہ پیٹتے، سینہ کوٹتے ــــ ہیں۔ اس لئے حسب فتوی امامؑ ــــ یہ کافر ہیں ــــ کیا ماتمی لوگ ان صریح احادیث

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ائمہ اہلبیتؑ کو مغرور پڑھ کر اس فعل شنیع سے باز آئیں گے؟ ــــ جناب امام حسینؑ نے بھی اپنے عمل سے بتا دیا ہے کہ خواہ کیسی ہی مصیبت پیش آئے صبر کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے چنانچہ فروع کافی ج ۱ ص ۱۱۹ میں ہے (بلفظہ عربی) ــ (ترجمہ) جب جناب امیرؑ کی شہادت کا واقعہ ہوا حضرت امام حسنؑ نے اپنے بھائی حسینؑ کو آپ کی وفات کی اطلاع بھیجی جب امام حسینؑ نے خط پڑھا۔ فرمانے لگے۔ کیسی بڑی مصیبت پیش آئی ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پیش آئے وہ میرے واقعہ ہائلہ مصیبت کو یاد کرے کیونکہ وفات رسول سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت نہ ہوگی اور حضور علیہ السلام نے سچ فرمایا ہے" یعنی حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے اس خبر وحشت اثر کو سن کر ذرہ بھر جزع فزع نہ کی بلکہ صبر و شکیب سے کام لیا۔

امام حسینؑ کی آخری وصیت

شیعہ کی معتبر کتاب انارۃ البصائر ص ۲۹۷ میں ہے کہ جناب سید الشہداء امام حسینؑ نے کربلا معلیٰ میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا اے بہن! جو میرا حق تم پر ہے اس کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا تم فاطمہ زہراؑ کی بیٹی ہو۔ جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ اس طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا..... اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی کہ شہداء کربلا کی مصیبت میں پیٹنا سینہ کوبی کرنا ناجائز ہے اور کیا ہو سکتی ہے؟

فی زمانہ جو رواج ہو گیا ہے کہ مجلس ماتم جوان مرد اور جوان عورتیں زرق برق پوشاکیں پہنے آنکھوں میں کاجل لگائے بالوں کو مقطر تیل لگا کر کنگھی پٹی کئے ایکدوسرے کی دید بازی کیلئے جمع ہو جاتے ہیں اور راگ ممنوع میں سر اور تال سے مرثیہ خوانی ہوتی اور سینہ زنی کی جاتی ہے اور تعزیہ پر نذر و نیاز چڑھائے جاتے ہیں سجدے ہوتے عرضیاں گذاری جاتی ہیں سب شرک و بدعت ہے ــــ شیعہ کی ایک نہایت معتبر تفسیر عمدۃ البیان ص ۳۲۸ میں ذیل آیت ولنبلونکم الایۃ یوں لکھا ہے "یہ آیت حقیقت میں امام حسینؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے اس واسطے کہ جو کچھ آیت میں ہے وہ ان کے حال پر صادق آتا ہے اور دوسرے شخص کو ہم ایسا نہیں سمجھتے اور یہ معرکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا معرکہ ہے۔ رونا رلانا ان کی مصیبت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پر ثوابِ عظیم رکھتا ہے۔ لیکن اکثر آدمی محرم میں بدعت کر کے ثواب کو ضائع کرتے ہیں بلجے بجاتے اور بجواتے ہیں اور مرثیوں میں جھوٹی حدیثیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے داخل کرتے ہیں اور غلو اور تنقیص کی روایتوں کو مجلسوں میں بیان کر کے لوگوں کے ایمانوں کو فاسد کرتے ہیں اور جو راگ کہ شرع میں ممنوع ہیں اس میں مرثیوں کو پڑھتے ہیں اور عورتیں بلند آواز سے مرثیوں کو پڑھتی ہیں اور نامحرم ان کی آواز کو سنتے ہیں ان امور میں مومنین کو اجتناب لازم ہے اور تعزیوں پر محتاج آدمی تو اپنی احتیاج کی عرضیاں باندھتے ہیں اور یا کاغذ کی روٹی کتر کر باندھتے ہیں اس ۔ ۔ مراد ہے کہ اگر میری آسودگی اور فراغت ہوتی تو میں چاندی کی روٹی گھڑوا کر تعزیہ پر چڑھاؤں گا اور بے اولاد آدمی کاغذ کا لڑکا کتر کر تعزیہ پر باندھتے ہیں اس مراد سے کہ اگر ہمارے بیٹا پیدا ہو تو ہم چاندی کا لڑکا گھڑوا کر تعزیہ پر چڑھائیں گے۔ اول تو یہ تصویر انسانی ہے اور تصویر کے بنانے سے اجتناب لازم ہے اور سوا اس کے حاجت کا طلب کرنا پروردگار سے چاہیئے کہ وہ قاضی الحاجات ہے نہ غیر اس کارہاں حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے شفاعت کا چاہنا کہ خدا تعالےٰ ہماری شفاعت (حاجت) کو بر لائے اور ان کے واسطے سے دعا مانگنا موجب قضائے حاجت اور موجب حصول مقصد ہے۔ جیسے کہ حدیث میں وارد ہے اور بعض جہلا تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کفار و مشرکین کا ہے اس سے پرہیز کرنا واجب ہے اور تعزیہ و علم پر زیارت کا پڑھنا نہ چاہیئے۔ البتہ اگر کربلا معلےٰ کی طرف منہ کر کے حضرت امام حسینؑ کے روضہ کی نسبت سے زیارت پڑھے تو مضائقہ نہیں"۔

یہ ماتم بھی عجیب ہے کہ ڈھول بجا کر گھکہ بازی کی جاتی ہے۔ تعزیہ کے ساتھ شاہدانِ بازاری کا اجتماع ہوتا ہے جو سر و پا برہنہ تعزیہ کے آگے سلامی کرتی جاتی ہیں دیدہ باز لوگ اس دلفریب منظر کو غلیمت سمجھ کر حظ اٹھاتے ہیں (آفتاب ص۲۲۵)

الجواب بفضلہ تعالیٰ ہم سطور بالا میں عقلی و نقلی دلائل سے مراسم عزاداری سرکار سید الشہداء کا جواز بطریق احسن ثابت کر چکے ہیں۔ ان حقائق پر طائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد مؤلف کے پیش کردہ تمام وساوس و توہمات کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور تار و پود بکھر جاتا ہے اس لئے کسی مزید خامہ فرسائی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جب سابقہ ادیان میں اسی شریعت مقدسہ کے قواعد و قوانین کی رو سے، جو سرکار خاتم الانبیاء لاتے تھے۔ نہ صرف گریہ و بکا۔ بلکہ مرثیہ خوانی اور سینہ کوبی کا جواز بھی کتب فریقین کے ناقابل ردّ دلائل سے پیش کر دیا گیا تو بعد ازاں اگر کسی روایت میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دوسرے بعض ائمہ ہدیٰ کا اپنے پسماندگان کو بظاہر ان امور کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ممانعت فرمانا ثابت ہو جائے تو قابل غور و تدبر بات یہ ہو گی کہ اس ممانعت کا مطلب کیا ہے؟ آیا ان امور کے ناجائز اور داخل معصیت ہونے کی وجہ سے ایسا فرمایا ہے؟ یا اُس ممانعت سے صرف اعزاد احباب کو تسکین و تسلی دینا مقصود ہے؟

پیغمبر اسلامؐ اور امام حسینؑ کی وصیت کا مطلب؟

جہاں تک ہم نے غور و فکر کیا ہے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ ممانعت صرف تسکین و تسلی کی خاطر فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ جلاء العیون کی اسی پیش کردہ روایت سے پہلی روایت میں مذکور ہے کہ جب جناب سیدہؑ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضعف و نقاہت کو دیکھ کر آپ کی یہ کیفیت ہوئی کہ "گریہ در گلویش گرہ شد و آب دیدہ اش بریدہ و مبارکش فرو ریخت" یعنی گریہ ان کے گلو گیر ہو گیا اور آنسو رخسار مبارک پر بہنے لگے۔ ظاہر ہے کہ وفاتِ پیغمبر سے اس حالت میں اضافہ ہی ہوتا۔ اب آپ عقل سمجھ سکتے ہیں کہ جب خاندانِ رسول کی بزرگ خاتون کی یہ حالت ہوتی تو پھر اطفال خورد سال کا کیا حال ہوتا؟ جناب زینب و ام کلثوم، اور شہزادگانِ کونین امام حسنؑ و حسینؑ کی کیا کیفیت ہوتی؟ یہ سب کچھ سوچ کر رحمۃ للعالمین جیسے شفیق پدر عالی قدر نے جناب سیدہؑ کی تسلی و تسکین کے لئے وہ جملے ارشاد فرمائے جو مؤلف نے پیش کئے ہیں بعینہٖ یہی پس منظر اس وصیت کا ہے جو امام حسینؑ نے اپنی بہن ام المصائب جناب زینب عالیہ کو فرمائی تھی چنانچہ امام زین العابدینؑ سے روایت ہے۔ فرمایا کہ جب شب عاشورا میرے والد ماجد (امام حسینؑ) نے اپنے خیمہ میں یہ اشعار پڑھے

یا دھرُ اُفٍّ لک من خلیلِ
کم لک بالاشراق والاصیل

اور میری پھوپھی زینب عالیہ نے سنے تو اس وقت ان کو تابِ ضبط نہ رہی۔ سیدھی بھائی کے خیمہ میں پہنچیں اور بے تابانہ انداز میں عرض کیا یا اخی ھذا کلام من ایقن بالموت؟ بھائی جان! ایسا کلام تو وہ شخص کرتا ہے جسے اپنی موت کا یقین ہو جائے؟ امام نے فرمایا نعم یا اختاہ! ہاں بہن حقیقت یہی ہے! یہ سن کر شریکۃ الحسین نے کہا یا ویلتا! افتغصب نفسک اغتصاباً فذلک اقرح لقلبی واشدّ علی نفسی! ہائے افسوس! کیا آپ مجھ سے چھین لئے جائیں گے؟ یہ بات تو اور بھی میرے دل کو زیادہ مجروح کرنے والی ہے اور مجھ پر سخت گراں ہے ــــ یہ کہا اور پھر تابِ ضبط نہ رہی ہاتھوں سے منہ پیٹ لیا اور گریباں چاک کر دیا۔ بعد ازاں غش کھا کر گر گئیں۔ امام نے اٹھ کر ان کو افاقہ میں لانے کی کوشش کی جب قدرے افاقہ ہوا تو وہ وصیت ارشاد فرمائی جو مؤلف نے نقل کی ہے ملاحظہ ہو ارشاد ص ۲۵۲۔ عاشر بحار ص ۱۹۲ نفس المہموم ص ۱۲۴۔ سعادۃ الدارین

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ص ۲۷۱/۲۷۲ وغیرہ) امام علیہ السلام نے دیکھا کہ جس شخصیت نے میرے بعد قافلہ سالار بننا ہے۔ جب اسکی حالت یہ ہے کہ میری موجودگی میں صرف شہادت کی خبر سن کر غش کھا رہی ہیں تو شہادت کے واقعۂ ہائلہ کے بعد ان کی کیا حالت ہوگی؟ اور اگر ان کی یہ کیفیت ہوئی تو خورد سال یتیم بچوں اور بچیوں کا کیا حال ہوگا؟ ——— اہل دل کے لئے اس بات کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے مشاہدہ بھی شاہد ہے کہ ایسے موقع پر ہمیشہ بزرگ لوگ اپنے پسماندگان کو ایسے ہی تسلی آمیز کلمات کہا کرتے ہیں جن سے ان کا مقصد صرف ان پسماندگان کی تسکین و تسلی ہوتی ہے اور پسماندگان کے بوجھ کو ہلکا کرنا ہوتا ہے۔

اور جہاں تک امام جعفر صادقؑ کے فتوائے کفر اور جزع کی تعریف "بال نوچنے اور سینہ کوبی کرنے" کا تعلق ہے یہ مؤلف کے موقف پر بدو وجہ دلالت کرنے سے قاصر ہے۔ اولاً۔ امام نے ماتم کرنے والے کو کافر نہیں فرمایا بلکہ اپنے اس فرمان میں مؤمن و کافر کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے کہ بلائے مصیبت کے نزول کیوقت مومن صابر اور کافر جازع ہوتا ہے ——— اور ہم سابقہ اوراق میں (جہاں صبر کے معنی بیان کئے ہیں) بیان کر چکے کہ گریہ و بکا جزع اور بے صبری میں داخل نہیں ہے ——— ثانیاً محولہ بالا مقام پر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ جن ائمہ اطہارؑ نے جزع فزع کی مذمت و ممانعت فرمائی ہے انہی نے حضرت امام حسینؑ کے غم میں اسے جائز قرار دیا ہے (وسائل الشیعہ، کامل الزیارۃ، فصول مہمہ وغیرہا) لہذا مظلوم کربلا کے غم میں ان امور کا مظاہرہ ان کے ارشاد کے خلاف نہیں بلکہ ان کی عین مراد ہے۔ فروع کافی سے امام حسینؑ کے متعلق مؤلف نے جو روایت نقل کی ہے وہ قانونِ روایت و درایت کی رو سے ناقابل استدلال ہے۔ قانونِ روایت سے اس طرح کہ وہ ضعیف السند ہے جیسا کہ حضرت علامہ مجلسیؒ نے مرآۃ العقول ج ۳ ص ۹۰ پر تصریح فرمائی ہے اور قانونِ درایت سے اس طرح کہ اس میں مذکور ہے کہ امام حسنؑ نے جناب امیرؑ کی شہادت کی مدائن میں امام حسینؑ کو اطلاع دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی شہادت کے وقت امام حسین کوفہ میں موجود نہ تھے! حالانکہ تمام کتب سیر و تواریخ میں اس وقت آپؑ کے کوفہ میں موجود ہونے کی صراحت موجود ہے اور یہ کہ دونوں شہزادوں نے اپنے عظیم والد کے جانکاہ شہادت پر اس قدر گریہ و بکا فرمایا کہ ان کی گریہ وزاری سے ساکنانِ آسمان میں بھی گریہ وزاری و بے قراری پیدا ہوگئی (اس سلسلہ میں جلاء العیون، منتہی الآمال، بحار الانوار وغیرہ کتب دیکھی جا سکتی ہیں)

ڈھول و شہنا وغیرہ آلاتِ لہو کا عزاداری میں استعمال جائز نہیں ہے

باقی رہا ڈھول شہنا باجا اور سرتالہ وغیرہ کا عزاداری میں استعمال کرنا تو یہ چیزیں شریعت مقدسہ کی رو سے حرام اور ناجائز ہیں ہیں ہم ان کے ارتکاب کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتے۔ اگر کسی جگہ ان ناجائز امور کا ارتکاب ہوتا ہے۔ تو وہ ان لوگوں کا انفرادی فعل

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اسکی وجہ سے تمام مذہب کو بدنام نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اصلاح احوال کے سلسلہ میں ہم صاحب تفسیر عمدۃ البیان مولانا سید عمار علی مرحوم کے بیان واجب الاذعان کی حرف بحرف تائید مزید کرتے ہوئے اپنے ابناء مذہب سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے مراسم عزاداری کو غلط، اور ناجائز امور سے ملوث نہ ہونے دیں تاکہ انہیں اغیار کے طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بننا پڑے اور مقصد شہادت بھی پائمال نہ ہو دھو حفظ قواعد الشرع المقدس والحق احق ان یتبع۔

—— جہاں تک ہمارے ناقص معلومات کا تعلق ہے۔ بڑے سے بڑے گنہگار مرد اور عورتیں مجالس عزا میں اپنے گناہوں کی بخشش اور کوتاہیوں سے درگذر کرانے کی خاطر شرکت کرتے ہیں لہٰذا اس میں وہ تصویر تلاش کرنا جس میں مؤلف نے رنگ بھرا ہے آگ میں پانی یا پانی میں آگ تلاش کرنے کے مترادف ہے۔ ممکن ہے مؤلف نے کبھی اس رنگ میں اپنے ابناء مذہب کو کسی عرس یا محفل میلاد میں شرکت کرتے دیکھا ہو اور پھر اپنے آئینہ میں دوسروں کو دیکھنے کی کوشش کی ہو تو ان کا قیاس بے اساس ہے۔ اور اگر بالفرض کبھی کسی بدبخت نے اس بات کا مظاہرہ کیا بھی ہو تو اس کی اصلاح کرنا چاہیئے مگر اس کا مطلب تو نہیں کہ عزاداری ہی ختم کر دی جائے فرض کرو اگر کسی باغ میں خودرو پودا اگ آئے تو اس کا قلع قمع کرنا چاہئے یا اسکی وجہ سے باغ ہی اکھاڑ پھینکنا چاہیئے؟ اور کیا ایسے ایمان سوز یا بقول مؤلف "دلفریب نظارے" نہیں صرف مجالس عزا میں ہی نظر آتے ہیں۔ یا کبھی اپنے مجالس مواعظ اور محافل سماع اور اپنے ولیوں کے مزاروں پر منائے جانے والے عرسوں میں بھی اس دلفریب اور ایمان شکن نظارہ سے لطف اندوز ہوئے ہیں؟ غالباً مولوی صاحب نے اپنی انہی محافل سماع پر ہماری مجالس عزا کا قیاس کیا ہے جو قیاس مع الفارق ہے ؎ چہ نسبت خاک را بعالم پاک ؎

سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا ؎ ببیں تفاوت راہ کجا است تا بکجا؟

مفتی صاحب ان عرسوں کی بندش کا فتوے کیوں نہیں دیتے ؟ ؎ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

سچ ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

مرشدوں کی تربتوں پر ناچنا گانا روا — مطربوں کے شوق میں اجمیر کو جانا روا
جا کے کلیر عرس پر رقص فرمانا روا — تھاپ پہ طبلے کی فوراً حال کا آنا روا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سخت بدعت ہے نہ جاؤ ماتم شبیرؑ میں ——— پر یہ فتوے ہو گیا ہے عہد عالمگیر میں

قاتلانِ حسین شیعہ تھے

شیعہ کی کتابوں میں بالتصریح لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو اہل کوفہ نے جو شیعیانِ علی کا مولد و مسکن تھا لاتعداد تاکیدی خطوط لکھ کر بلوایا ——— آپ نے پہلے ——— حضرت مسلم کو روانہ کیا انکو شہید کیا گیا پھر امام ——— پہنچے آپ کو بھی انہی شیعوں نے ——— شہید کیا۔

شیعیانِ کوفہ کی خط و کتابت

شیعہ کی مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ رام پور ص ۲۵۸ میں لکھا ہے بلغ اھل الکوفۃ (بحذف عربی) جب امیر معاویہ کی خبر وفات اہل کوفہ کو پہنچی اور امام حسینؑ کی ہجرت مکہ کا حال معلوم ہوا تو تمام شیعہ نے مجتمع ہو کر بالاتفاق آپ کی طرف خط لکھا ——— یہ دونوں قاصد دوڑے ہوئے مکہ معظمہ میں ۱۰ رمضان کو امام ——— کی خدمت میں پہنچے۔ یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا ——— بالآخر ان کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی ——— اور شعبی نے روایت کی ہے کہ ——— یعنی چالیس ہزار کوفہ کے شیعیان نے امام صاحب کی بیعت اس بات پر کی ——— آخر الامر امام صاحب نے مجبور ہو کر ان کی آرزو کے مطابق خط روانہ کیا شیعہ کی معتبر کتاب خلاصۃ المصائب ص ۴۱ میں ہے کہ جب امام حسینؑ مظلم اعداء سے تنگ آ کر مرقد مطہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہوئے تیسری تاریخ شعبان کو مکہ معظمہ میں کوفیان پُر دغا نے نامے علی الاتصال حضرت کی خدمت میں بھیجے بعض ناموں کا مضمون یہ تھا ایس علینا امام ——— یعنی اے حضرت ہم امام ——— نہیں رکھتے جلدی تشریف لائیے شاید خدا حق کو ہمارے ہاتھ جاری کر دے۔ شبث بن ربعی وغیرہ شیعہ نے بایں طور خط ——— روانہ کیا ——— بعد ——— صحرا و بیابان سبز و خرمی میں ہیں اور درخت میوہ جات بار در ہیں ——— نیز کتاب مذکور ص ۵۶ میں ہے کہ جب امامؑ کو راستہ میں خبر شہادت امام کی ہوئی تو ——— فرمایا وخذلتم شیعتنا ——— اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کو ذلیل و خوار کرنے والے شیعہ ہی لوگ تھے امامؑ نے بعد نماز جو خطبہ پڑھا اس میں یہ الفاظ تھے۔ یا ایھا الناس انی لم آتکم حتی اتتنی کتبکم ——— اے اہل کوفہ! میں نہیں آیا مگر جب تمہارے بہت نامے میری طلب کو پہنچے ——— اگر تم میرے آنے کو ناپسند کرتے ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں پھر جاؤں۔

شیعہ کا ایک خط

شیعہ کی مستند کتاب جلاء العیون ص ۳۴۰ میں ایک خط شیعیان کوفہ کا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہدیں مضمون مسطور ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ نامہ سلیمان بن صرد مسیب بن نجبہ حبیب بن مظاہر اور جمیع شیعیان و مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام۔ آپ پر سلام ہو ـــــ اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے دشمن جبار و معاند کو جو بغیر رضامندی امت ان پر حاکم ہوا تھا۔ ہلاک کیا ـــــ اور واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی امام پیشوا نہیں ہے پس آپ ہماری طرف توجہ کیجیے ـــــ ہم سب آپ کے مطیع ہیں ـــــ

دوسرا خط بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ عریضہ شیعوں اور فدویوں ـــــ کی طرف سے بخدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب ہے امابعد بہت جلد اپنے دوستوں ہواخواہوں کے پاس تشریف لائیے کہ جمیع مردمانِ ولایت منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں۔

امام حسین کا جواب بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط حسین بن علیؑ کا مومنوں مسلمانوں شیعیان کی طرف ہے امابعد قاصدوں اور بے شمار خطوط آنے کے بعد جو تم نے خط ہانی اور سعید کے ہاتھ بھیجا۔ مجھے پہنچا ـــــ تم نے خطوط میں لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ بہت جلد تشریف لائیے ـــــ واضح ہو میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر پسر عم محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں کہ جو تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے بمشورہ عقلاء و اشراف و بزرگانِ قوم لکھا ہے اسی وقت میں انشاء اللہ بہت جلدی تمہارے پاس چلا آؤں گا ـــــ (جلاء العیون ص۴۳۱) اس تمام خط و کتابت کے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ شیعیان کوفہ نے کس منت سماجت سے ـــــ خطوط لکھ کر امام علیہ السلام کو بلوایا اور آخر انہی بلانے والے مخلص شیعوں نے آپ کو تیغ جفا سے شہید کیا کہ جلاء العیون ج ۱ ص۴۷۹ میں تصریح ہے ـــــ اسی کتاب کے ص۴۶۹ میں لکھا ہے کہ امام نے شیعیان کوفہ کو میدان کربلا میں کہا کہ تم نے مجھے طلب کیا اور اظہار محبت کے دم بھرے اور اب میری جان کو قتل کرنا چاہتے ہو ـــــ (آفتاب ص۳۲۸)

الجواب قدیم الایام سے اس موضوع پر سنی و شیعہ کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے۔ ہر فریق خواہ مخواہ دوسرے کو چڑانے کے لئے قاتلان امام کو شیعہ یا سنی کہا کرتا ہے۔ ورنہ خدا لگی بات تو یہ ہے کہ نبی و امام کے قاتلوں کے متعلق اس بحث کی ہرگز گنجائش ہی نہیں ہے کہ ان کا اسلام کے کس فرقے سے تعلق تھا؟ کیونکہ وہ ملحد و زندیق کہ بے دینی ان کا دین اور طلب دنیا ان کا آئین ہو ان کے دین کی بحث

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چہ معنی دارد ؟ اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ اس گفتگو کی گنجائش ہے کہ ان کے اس کافرانہ اقدام یعنی قتلِ امامؑ سے قبل بظاہر ان نام نہاد مسلمانوں کا اسلام کے کس فرقے کے ساتھ تعلق تھا ؟ چنانچہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ بالخصوص رسالہ شریفہ "قاتلانِ حسینؑ کا مذہب" قابل دید ہے۔ ہم نے اس رسالہ شریفہ اور دیگر کتب معتبرہ کی روشنی میں اس موضوع پر اپنی کتاب سعادۃ الدارین میں بڑی تفصیل کے ساتھ تبصرہ کر دیا ہے۔ اب وہیں سے لیکر چند حقائق یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ جن کے دیکھنے کے بعد یہ حقیقت ـــــ الم نشرح ہو جاتی ہے کہ ان کا تعلق اسلام کے سوادِ اعظم کے ساتھ تھا۔ اصل مقصد میں وارد ہونے سے پیشتر یہاں دو تنقیحیں قائم کرنا ضروری ہیں۔

دو ضروری تنقیحیں

(۱) امام حسینؑ کے قتل کی بنیاد کیا تھی ؟ (۲) اس بنیاد کی جگہ کس فرقہ کے اصول میں نکالی جا سکتی ہے ؟ (اوّل) تنقیح اوّل کے متعلق یہ بات ناقابل انکار حد تک ثابت ہے کہ شہادت امام کی بنیاد معاویہ کے بعد یزید کا ادعائے خلافت اور انہی کا امام سے اپنی بیعت لینے پر اصرار اور امام کا انکار ہے۔

(دوم) اور دوسری تنقیح کے متعلق اس بات میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ یزید کی خلافت صرف اور صرف مذہب اہلسنت کی وجہ سے ہی درست ہو سکتی ہے۔ ورنہ شیعوں کے مذہبی اصول میں یزید کیا اس سے بڑے چڑھے افراد کی خلافت کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ کیونکہ شیعہ اس سلسلۂ خلافت کے سرے سے قائل ہی نہیں جس کی چٹھی کڑی یزید لعین ہے بلکہ یہ شرف ہمارے مولوی کرم الدین صاحب کے مذہب کو ہے کہ اس کے خلفاء کی تعداد اس وقت تک مکمل ہو سکتی ہی نہیں جب تک چھٹے نمبر پر یزید کا نام نہ لیا جائے (ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء صب ۹/۲۰۵ طبع جدید مصر ـــــ شرح فقہ اکبر صب ۱۷۸ طبع لاہور۔ شرح عقائد صب ۱۱۱ طبع لکھنؤ۔ سیرۃ النبی ج ۳ صب ۵۸۲ وغیرہا)

قاتلانِ حسینؑ کے مذہب پر تاریخی شواہد

اگرچہ مذکورہ بالا دو تنقیحات سے ہی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قاتلانِ امام عالیمقام بظاہر سنی المذہب تھے مگر ذیل میں ہم ان کے تسنن پر چند مزید تاریخی شواہد پیش کرتے ہیں۔

پہلا شاہد

جب جناب مسلم کوفہ میں تشریف لائے اور لوگوں نے ان کے ہاتھ پر امام کے لئے بیعت شروع کی اور نعمان بن بشیر (گورنر کوفہ) نے کوئی مزاحمت نہ کی تو یزید کے پاس نعمان کی نرم پالیسی کی شکایت میں ایک خط پہنچتا ہے اور یزید اس سے متاثر ہو کر ابن زیاد کو خط لکھتا ہے (جو اس وقت بصرہ کا گورنر تھا) اس کی یہ عبارت قابل دید ہے "اما بعد فانہ کتب الی شیعتی من اھل الکوفۃ یخبرونی انہ قد ابن عقیل بالکوفۃ یجمع الجموع" میرے شیعوں نے جو کوفہ کے رہنے والے ہیں لکھا ہے کہ ابن عقیل کوفہ میں فوجیں جمع کر رہا ہے۔" ان خط لکھنے والوں میں یہ تین نام نمایاں نظر آتے ہیں (۱) عمر بن سعد (۲) عمارہ بن عقبہ (۳) عبداللہ بن مسلم بن سعد (تاریخ طبری

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ج ۶ ص ۱۹۹/۲۰۰) یہ وہی عمر بن سعد ہے جسے فوج یزید کا سپہ سالار بنا کر امام حسینؑ کو شہید کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا ــــ اور جس نے سب سے پہلا تیر لشکر امام کی طرف رہا کیا تھا (طبری ج ۶ ص ۲۴۵)

دوسرا شاہد فرزند رسول کربلا پہنچے۔ دشمن نے محاصرہ کر لیا۔ ساتویں محرم کو ابن زیاد کا قاصد عمر بن سعد کے نام خط لاتا ہے اما بعد فحل بین الحسین واصحابہ وبین الماء لا یذوقوا منہ قطرۃ کما صنع بالتقی الزکی المظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان الخ حسین اور ان کے اصحاب پر پانی بند کر دو تاکہ وہ ایک قطرہ بھی نہ چکھ سکیں جس طرح تقی، زکی مظلوم امیر المومنین عثمان کے ساتھ کیا گیا تھا (تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۳۴) قاتلان امام کو شیعہ کہنے والے بنظر غائر اس عبارت کو پڑھیں اور بتائیں حضرت عثمان کا مرثیہ خوان اور ان کو تقی و زکی اور امیر مؤمناں کہنے والا کون ہو سکتا ہے؟

تیسرا شاہد عمرہ بن قیس انمسی (جو فوج مخالف میں تھا) جناب زہیر بن قین (صحابی امامؑ) سے کہتا ہے یا زہیر! ما کنت عندنا من شیعۃ اھل ھذا البیت انما کنت عثمانیا۔ زہیر! تم اس خاندان کے شیعوں میں سے نہ تھے۔ بلکہ عثمانی مذہب تھے۔ جناب زہیر نے کہا۔ افلا تستدل بموقفی ھذا منھ کیا تم میرے یہاں ہونے سے نہیں سمجھے کہ میں شیعان اہلبیتؑ سے ہوں؟ (تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۳۵) یہ مکالمہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اس وقت جو لوگ امام کے ہمراہ تھے وہ شیعہ جماعت سے تھے اور جو ان کے مد مقابل تھے وہ عثمانی تھے۔

چوتھا شاہد اصحاب امام میں سے ایک بزرگ نافع بن ہلال بجلی یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان کارزار میں نکلتے ہیں ؎ انا الجملی انا علی دین علیؑ۔ میں قبیلہ جمل سے ہوں اور علیؑ کے دین پر ہوں ان کے مقابلہ میں ایک شخص مزاحم بن حریث نکلتا ہے اور کہتا ہے انا علی دین عثمان۔ میں عثمان کے دین پر ہوں جناب نافع یہ کہتے ہوئے کہ انت علی دین الشیطان اس پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اسے قتل کر ڈالتے ہیں (طبری ج ۶ ص ۲۴۹) اس سے بڑھ کر فریقین کے مذہب کی اور کس طرح صراحت و وضاحت ہو سکتی ہے اب تو تاریخ نے کوئی ابہام باقی نہیں رکھا۔

پانچواں شاہد شہادت امام، اہل حرم کی اسیری اور ان کی دربار کوفہ میں رسید گی کے بعد ابن زیاد نے جو تقریر کی اس کا ابتدائی حصہ یہ ہے الحمد للہ الذی اظھر الحق واھلہ ونصر امیر المؤمنین یزید بن معاویہ وحزبہ وقتل ــــ الحسینؑ بن علیؑ وشیعتہ الخ خدا کا شکر ہے جس نے حق و اہل حق کو فتح دی اور خلیفہ وقت یزید بن معاویہ اور ان کے گروہ کی نصرت کی اور حسین بن علی کو انکے شیعوں سمیت قتل کیا (طبری ج ۶ ص ۲۶۳) اس سے بڑھ کر اس بات کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ امام حسینؑ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے ہمراہ شہید ہونے والے شیعہ تھے اور قتل کرنے وہ تھے جو مذہب میں یزید حق کا علمبردار اور خلیفۂ وقت تھا۔!

دو غلط فہمیوں کا ازالہ

جو لوگ قاتلانِ امام کو شیعہ کہتے ہیں وہ اپنی تائید میں دو چیزوں کو بڑے شد و مد کے ساتھ پیش کیا کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ قاتلانِ امام کوفی تھے اور کوفہ شیعیانِ علی کا مرکز تھا (۲) دوسرا اہل کوفہ کے خطوط جو انہوں نے طلبِ امام میں والہانہ انداز میں لکھے تھے۔ اس لئے یہاں ان دونوں باتوں پر تبصرہ کرنا ضروری ہے

اہل کوفہ کے تشیع پر تبصرہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے کوفہ کو دارالخلافت قرار دیا اور شیعیانِ علیؑ کا ـــــ مرکز سمجھا جاتا تھا۔ مگر یہاں دو باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔ ایک یہ کہ اس دور میں بالعموم جو لوگ شیعیانِ علی کہلاتے تھے وہ صرف اس معنی کے اعتبار سے شیعہ تھے کہ معاویہ کے مقابلہ میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ ورنہ حقیقی معنوں میں وہ شیعہ نہ تھے بلکہ جناب امیرؑ کو چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے تھے (نہ خلیفۂ بلافصل) ایسے لوگوں کی تعداد بہت ہی قلیل تھی جو صحیح معنوں میں شیعۂ علیؑ تھے ـــــ (وقلیل من عبادی الشکور)

حضرت امیرؑ کے بعد شیعیانِ کوفہ کی حالت

دوسرے۔ شیعیانِ کوفہ جیسے کچھ بھی تھے۔ معاویہ کو تو ان سے ازلی بغض تھا کہ انہوں نے اس کے مقابلہ میں حضرت علی کا ساتھ دیا تھا۔ چنانچہ جب معاویہ کو اسلامی ممالک پر تسلط ہوا اور اس نے نامعلوم باپ کے بیٹے زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تو اہلِ کوفہ پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور سرزمینِ عراق ان پر تنگ ہو گئی۔ مدائنی نے کتاب الاحداث میں اس زمانہ کی یوں مرقع کشی کی ہے۔ کان اشد الناس بلاءً حینئذ اھل الکوفۃ الخ

(ترجمہ) یعنی معاویہ کے دورِ حکومت میں سب سے زیادہ مصیبت میں اہل کوفہ تھے اس لئے کہ وہاں شیعیانِ علی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ وہاں کا حاکم بھی زیاد بن سمیہ مقرر کیا گیا۔ اس نے پوری جستجو سے شیعوں کو تلاش کر کے گرفتار کیا اور وہ ان کو پہنچانتا بھی خوب تھا کیونکہ حضرت علی کے زمانہ میں وہ انہی لوگوں کے ساتھ تھا۔ اس نے ان کو جہاں پایا۔ قتل کیا۔ ہاتھ پاؤں قطع کئے۔ آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں، درختوں پر سولیاں دلوائیں اور عراق سے جلاوطن کیا۔ یہاں تک کہ کوئی مشہور شخص ان میں سے باقی نہ رہا۔ (بحوالہ نصائح کافیہ ص۔) اور یہ صورتحال دو ایک ماہ دو ایک سال نہیں بلکہ پورے بیس سال تک قائم رہی۔ شیعیت اب صرف ایک مخصوص بامعرفت جماعت میں مخفی حیثیت سے پرورش پا رہی تھی اور وہ جماعت کوفہ میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ بڑے بڑے رؤسائے عشائر، شیوخ قبائل اور با اثر لوگ سب حکومتِ وقت کے ساختہ پرداختہ اور اس کے حلقہ بگوش و عقیدت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کیش تھے ان حالات میں بھلا کوئی عقل سلیم رکھنے والا شخص ایک لمحہ کے لئے بھی یہ باور کر سکتا ہے کہ تیس ہزار کا لشکر جرار شیعیان کوفہ سے تیار کیا گیا تھا؟ حاشا و کلا۔!

دعوتی خطوط لکھنے والوں کی حقیقت

ان حالات میں یہ خیال کرنا کہ یہ خطوط لکھنے والے اور حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر امام کے لئے بیعت کرنے والے سب شیعہ تھے۔ تاریخی حقائق کا منہ چڑانا ہے۔ عام خلقت بقول شخصے بھیڑ یا دھیان ہوتی ہے "جدھر ایک چلا ادھر سب" ظاہر کے سگ زندہ خطبہ بنا مش خوانند ہوا کے رخ پر اڑنے والی اور زمانہ کے غیر معمولی حوادث سے سرعت کے ساتھ رنگ بدلنے والی ہوتی ہے۔ یزید کی خلافت سے بسبب اس کی سیاہ کاریوں کے بیزاری ایک طرف حسین بن علیؑ کی ہر دلعزیزی دوسری جانب اور کل جدید لذیذ کے طبعی قانون کے مطابق ہر تازہ تحریک میں جو لذت و جذب ہوتا ہے وہ تیسری جانب ان سب باتوں کا نتیجہ تھا کہ کئی ہزار خطوط امام کو روانہ کئے گئے اور جب امام کے نمائندہ جناب مسلم کوفہ تشریف لائے تو کئی ہزار لوگوں نے بیعت کی۔ لیکن کیا یہ سب شیعہ تھے؟ کیا کوفہ میں زیاد و آل زیاد کی بیس ہزار سال حکومت کے بعد جس میں کھنچی ہوئی تلواریں اور جلادوں کے ہاتھ برابر اپنی سفاکی میں مشغول رہے اور دست و پا اور سر و زبان کی قطع و برید کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ کیا ان حالات میں کوفہ میں اٹھارہ بیس ہزار کی تعداد میں شیعہ ہو سکتے تھے؟ ہرگز نہیں! کسی آدمی کے اپنے تئیں شیعہ ظاہر کرنے سے وہ حقیقی شیعہ بن نہیں جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام کو بھی ان تمام پر اعتماد نہ تھا جب ہی تو جناب مسلم کو حالات کی جانچ پڑتال کے لئے روانہ کیا۔

طریقہ

البتہ ان تمام دعوتی خطوط لکھنے والوں کی تحریر سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کا مذہب شیعہ تھا اور معاویہ وغیرہ کے متعلق امامؑ کا نظریہ وہی تھا۔ جو موجودہ شیعیان علیؑ کا ہے۔ کیونکہ جس شخص نے بھی خط لکھا ہے اس نے اپنے آپ کو شیعہ اور معاویہ کی مذمت کرنے والا ظاہر کیا ہے۔ کما لا یخفی۔ بہرحال تجزیہ کے عامہ سطحی اور عارضی حالات سے ہموار ہوئی ہو۔ اس میں کوئی وزن اور ثبات نہیں ہوتا اسی کا نتیجہ تھا جو بعد میں ظاہر ہوا۔

لمحہ فکریہ

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان خطوط لکھنے والوں میں جو بعض لوگ واقعی شیعہ تھے ان تین سے کبھی ایک شخص کی موجودگی بھی واقعۂ کربلا میں امام کے مقابلہ میں ثابت نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے بعض (جیسے جناب حبیب بن مظاہرؓ سعید بن عبداللہؓ عبدالرحمٰن بن عبداللہؓ وغیرہم) امام کے ہمرکاب ہو کر شہید ہوئے اور دوسرے بعض بعض موانع و عوائق کی وجہ سے (جن کی تفصیل ہم نے سعادۃ الدارین ص ۱۸۹/۱۹۰ پر بیان کر دی ہے) نصرت امام کا فریضہ انجام نہ دے سکے۔ اور بعد میں انتقام امام کے جذبہ سے سرشار ہو کر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اٹھے ـــــ اور "توابین" کہلائے۔ بہرکیف ان خطوط میں یا کلام امام میں جہاں جہاں لفظ "شیعہ" موجود ہے اس سے مراد وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کیا تھا۔ نہ واقعی و حقیقی شیعہ۔ وہ تو امام کے ہمرکاب تھے اور جام شہادت نوش کیا۔ یا پھر گھروں کی چار دیواری میں محصور اور بعض اعتبار سے مجبور تھے۔

چہ خوش رسمے بناکردند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

یا لیتنا کنا معھم فنفوز فوزاً عظیماً۔

ماتم حسینؑ کی ابتدار

کتب شیعہ میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ امام مظلوم کو شہید کر دینے کے بعد ماتم حسینؑ کرنے والے بھی وہی آپ کے قاتل عذار ان کوفہ تھے چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب اخبار ماتم ص۸۰۲ میں ہے "جب امام شہید ہو گئے تو اہل کوفہ وغیرہ نے اس قدر ماتم کیا کہ کسی کو ضبط کرنے کی تاب نہ رہی ـــــ امام زین العابدین نے باریک آواز سے فرمایا اب تم لوگ روتے اور چلاتے ہو ہمارے لئے یہ تو بتاؤ کہ ہمیں قتل کس نے کیا ـــــ اسی کتاب کے ص۸۱۸ میں ہے کہ حضرت ام کلثوم نے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے فرمایا ـــ چپ رہو۔ اے کوفیو! تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ عجب ہے۔ بروز قیامت ہمارے اور تمہارے درمیان خدا خود فیصلہ کرے گا۔ اخبار ماتم ص۱۲۲ میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا ـــ یعنی اے گروہ مردان قسم ہے پروردگار کی تم کو۔ سچ کہو۔ جو میں کہتا ہوں کہ تم نے کس قدر خط میرے والد کے نام تحریر کیے تھے۔ پھر تم نے میرے والد کا ساتھ چھوڑ دیا اور ظلم و ستم پر کمر باندھ لی ـــــ

حضرت زینبؑ کا خطبہ

اخبار ماتم ص۸۰۵ میں ہے کہ حضرت زینب نے اہل کوفہ کا رونا پیٹنا دیکھا تو آپ نے ایک خطبہ پڑھا مائی صاحبہ نے فرمایا بعد حمد و صلوٰۃ کے۔ اے اہل کوفہ۔ اب تم روتے اور رقت کرتے ہو۔ اللہ کی قسم روتے پھرو تم بہت روؤ اور تھوڑا ہنسو ـــــ کسی پنجابی شاعر نے مائی صاحبہ کے خطبہ کا ترجمہ پنجابی شعروں میں حسب ذیل کیا ہے ؎

جس دن قائم کیتا کوفیاں بے ایماناں ۔۔۔ خاطر کارن اہل البیتاں کھولیاں خوب زباناں

پہلا ماتمی یزید ہے

اخبار ماتم میں لکھا ہے کہ سب سے اوّل ماتم یزید علیہ کے گھر ہوا اس لئے گویا ماتم یزید کی سنت ہے۔ چنانچہ اخبار ماتم ص۹۶

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

میں ہے (بحذف عربی) ــــ ترجمہ: جب اہلبیت یزید کے سامنے لائے گئے۔ بڑی نرمی اور مہربانی سے پیش آیا اور اہلبیت کے لئے حکم کیا کہ میرے گھر میں داخل کئے جائیں۔ جب مستورات یزید کے گھر داخل ہوئیں تو ابوسفیان کی تمام عورتیں چیخنے لگیں۔ امام حسین پر نوحہ شروع کر دیا ہندہ زوجہ یزید پردہ پھاڑ کر برہنہ بدن باہر نکل پڑی اور کہنے لگی۔ اے یزید اگر کوشۂ فاطمہ ــــ کا سر نیزہ پر تانا ہوا۔ میرے گھر کے دروازہ پر ــــ یزید ــــ کود کر گیا۔ اس کو کپڑوں سے ڈھانکا اور کہا تم اس پر ماتم کرو۔ کپڑے اور زیور ــــ اتار ــــ پھینکو اور تین دن تک صف ماتم بچھائے رکھو۔ اس پر اہل کوفہ ماتم کرنے اور رونے پیٹنے لگے۔ تو حضرت زینبؑ نے کہا یہ شور و فغاں کیسا ہے؟ تا اوپر جو مذکور ہے ــــ فاضل شیعہ غور کریں کہ وہ ماتم کرنے میں کس کی اتباع کرتے ہیں اور پہلا ماتمی کون شخص ہے اور کس کے گھر سے پہلے یہ رسم شروع ہوئی؟

ایک شخص نے کیا عبرت آموز مضمون اس کے متعلق نظم میں بیان کیا ہے۔

بے ادب کون تھا اور ظلم کیا کس نے
ابن حیدر کو تھا کوفہ میں بلایا کس نے؟

کس نے خط بھیجے ذرا دیکھو کتابیں اپنی
سچ کہو جھوٹ نہ کہنا کہ رُلایا کس نے؟

آلِ سرور کے دولارے پہ چلا کر خنجر
دشت پر کرب و بلا میں تھا لٹایا کس نے؟

وہ حسینؑ ابن علیؑ لخت جگر پاک نبیؐ
نو زہرا کی شعاؤں کو بجھایا کس نے؟

تھا جو گلزارِ محمدؐ کا وہ تازہ پودا
آتشِ جور و جفا سے تھا لٹایا کس نے؟

فخرِ اسلام کو بل یوسفِ ثانی کو وہاں
قتل کر رتبہ اسلام گھٹایا کس نے؟

قتلِ احمد تھا وہ لاریب جو تھا قتلِ حسینؑ
سچ کہو خونِ پیغمبر کا بہایا کس نے؟

کس نے تشنوں پہ کیا بند تھا پانی پینا
بہتی ندیوں سے پھر مار ہٹایا کس نے؟

خانۂ زہرا کے جلانے کی ہے تہمت کس پر
خیمہ کو کرب و بلا میں تھا جلایا کس نے؟

حضرت فاطمہ زہرا کے جگر کی دولت
دشتِ پُرخار میں لی لوٹ، لٹایا کس نے؟

ایک کو ایک سے دعوے تھا محبت بڑھ کر
حیف اس عہدِ محبت کو بھلایا کس نے؟

اہلِ تطہیر جو تھیں پردہ نشیں انکے امامؑ
در بدر خاک بسر ان کو پھرایا کس نے؟

گھر میں بیٹھے تھے بہ آرام جو مردانِ خدا
لکھ کے خط مکہ سے ان کو بلایا کس نے؟

پر جبرئیل کے سایہ میں جو رہتے تھے سدا
خاک اور دھوپ میں تھا انکو گرایا کس نے؟

ہو گیا تیروں سے چھلنی تھا وہ جسمِ اطہر
دوشِ نورانی پہ تھا گھوڑا دوڑایا کس نے؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بوسہ گاہ پاک محمدؐ تھے جو انور شفتین پے بہ پے لکڑی کو تھا ان پہ چلایا کس نے؟

دوش سرورؐ پہ سواری تھے جو کرتے رہتے
بیچ پاؤں کے گراں کو روندایا کس نے؟

دیگر ؎

یہ تھا شیعیان علی کا سب جور و جفا
معتبران کی کتابوں میں جو ہے لکھا ہوا (آفتاب ص۳۳۲)

الجواب سابقہ اوراق میں کتب شیعین کے معتبر حوالہ جات سے یہ امر ثابت کیا جا چکا ہے کہ گریہ و بکا سنت انبیاء و اولیاءؑ ہے اور ماتم شریعت مقدسہ محمدیہ کے قواعد کی رو سے مباح اور جائز ہے۔ بعد ازیں اس بحث کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ مظلوم کربلا پر سب سے پہلے ماتم کس نے کیا؟ کیونکہ یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ جائز کام جائز ہے اگرچہ اس کے کرنے والا کوئی انتہائی گھٹیا اور بدکار آدمی ہو اور ناجائز کام ناجائز ہے۔ اگرچہ اس کا مرتکب بہت ہی بلند اور نیکوکار ہو ــــ مخالفت حق نے مؤلف کے حواس کو ان کے خیالات کی طرح کچھ اس طرح پراگندہ و پریشان کر دیا ہے کہ ایک صفحہ پر کچھ لکھتے ہیں اور دوسرے صفحہ پر کچھ اور؟

مثلاً وہ عنوان "ماتم حسین کی ابتداء" کے ذیل میں ص۳۲۹ پر لکھتے ہیں کہ "ماتم کی ابتدا کرنے والے غداران کوفہ تھے" اور ص۳۳۰ پر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ "پہلا ماتمی یزید ہے" اور پھر ص۳۳۱ پر جو روایت اخبار ماتم سے نقل کی ہے اس میں یزید کے گھر ماتم کراتے کراتے ہوئے۔ اچانک کوفہ میں ماتم شروع کرا دیتے ہیں۔ الغرض مؤلف کی بدحواسی کا یہ عالم ہے کہ گویا زبان حال سے پکار رہے ہیں ؎

کبھی جھکتا ہوں مینا پر کبھی گرتا ہوں ساغر پر
مری بے ہوشیوں سے ہوش ساقی کے بکھرتے ہیں

سچ ہے: درد نگور احافظہ بنا شد۔

اخبار ماتم پر تبصرہ لطف بالائے لطف یہ ہے کہ مؤلف نے اس بحث میں جس کتاب پر اپنے بودے استدلال کی دیوار کھڑی کی ہے اور بار بار اسے "شیعہ کی معتبر کتاب" کہہ کر پیش کیا ہے یعنی "اخبار ماتم" یہ وہ کتاب ہے۔ جس کے ٹائٹل پر اس کے مؤلف کا نام ہی مذکور نہیں ہے۔ کیا مؤلف کی اصطلاح میں اسی کتاب کو معتبر و مستند کتاب کہا جاتا ہے جس کے مؤلف کا پتہ ہی نہ ہو کہ وہ کون ہے؟ ؎

شرم تم کو مگر نہیں آتی؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مظلوم کربلاؑ پر سب سے پہلے دختران علیؑ نے ماتم کیا

اگر یہ معلوم کرنا ہے کہ مظلوم کربلا پر سب سے پہلے ماتم کس نے کیا ہو تو آیئے! ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ یہ بات تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ مظلوم کربلا کی شہادتِ عظمیٰ پر سب سے پہلے علی و بتول کی ملاڈلیوں اور یثرب کی شہزادیوں نے ماتم کیا ــــ خرجن من الخیام لاطمات الوجوہ ناشرات الشعور۔ شہادت امام کی آواز سن کر مخدراتِ عصمت و طہارت اس طرح خیام سے باہر نکلیں کہ مونہوں پر طمانچے مار رہی تھیں اور سروں کے بال کھلے ہوئے تھے (ملاحظہ ہو بحارالانوار ج ۲۲ ششم ناسخ التواریخ قمقام ذخار، ذخیرہ الدارین وغیرہا) ــــ اس سے ثابت ہو گیا کہ مظلوم کربلاؑ کا ماتم کرنا علیؑ و بتولؑ اور خود مظلوم نینوا کی شہزادیوں کی سنت ہے اور ماتم کرنے والے ان کی اتباع میں ماتم کرتے ہیں۔ اگر کوفہ و شام میں بھی ماتم ہوا ہے تو وہ اس کے بعد مخدرات کی تقلید و تاسی میں ہوا ہے بلکہ خود انہی نے کیا ہے مکان جس کا ہو اس سے کیا غرض؟ شیعیان حیدر کرار کو یزید علیہ اور اس کے کردار سے کیا واسطہ؟ یزیدؑ اگر جائز بلکہ واجب الاتباع خلیفہ ہے تو مذہب اہلسنت میں کل اس شقی ازلی نے امام اور ان کے خاندان کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی (مگر ناکام رہا) اور آج اسکے اتباع میں ذکرِ شہادت امام اور انکے مراسم عزا کو ختم کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔ مگر وہ یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ان کے پھونکوں سے یہ چراغ ہدایت کبھی گل نہیں ہو سکے گا ؎

سبطِ نبی کا نقش مٹایا نہ جائے گا
یہ پرچم بلند جھکایا نہ جائے گا
نورِ نگاہِ بنت حمیدہ کا مرتبہ
کوئی بھی ہو کسی سے گھٹایا نہ جائے گا
جن ظالموں نے ظلم کیا اہلبیتؑ پر
قہرِ خدا سے ان کو بچایا نہ جائے گا
دلدادگانِ خنجر کوثر سے حشر میں
ابن علیؑ کا خون چھپایا نہ جائے گا
واجب ہوئی ہے ہم پہ عزاداریٔ حسینؑ
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
زہراؑ کے خانوادۂ عظمت کو لوٹ کر
کوفہ کی آبرو کو بڑھایا نہ جائے گا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس کربلا میں اب کسی ابن زیاد سے
عباس کے علم کو گرایا نہ جائے گا
مجھ کو خبر ملی ہے شہ مشرقین سے
ذرّوں کو آفتاب بنایا نہ جائے گا
سن لیں میری طرف سے یزیدانِ عصر نو
نام حسین ان سے مٹایا نہ جائے گا (شورش کاشمیری مرحوم)

پنجابی نظم کا جواب پنجابی میں درج کر کے ہم علمی کتاب کو بٹہ نہیں لگانا چاہتے۔ البتہ اردو نظم کا جواب حسب دستور اسی ردیف قافیہ میں مولوی صاحب اور ان کے ہم مشربوں کی ضیافتِ طبع کیلئے حاضر ہے

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

آلِ محمدؐ پر ظلم ..... کس نے؟

بے ادب کون تھا اور ظلم کمایا کس نے؟ قلب اسلام پہ خنجر کو چلایا کس نے؟
تو ہی کہہ دے کہ اسلام کے منبر پہ جگر خوارہ کے پوتے کو بٹھایا کس نے؟
نخلِ اسلام کی شاخوں کو کس نے کاٹا تیشۂ الحاد سے قصر دین گرایا کس نے؟
بیتِ زہرا کے جلانے کی دی دھمکی کس نے تاریخ سے پوچھو کہ مصاحف کو جلایا کس نے؟
مصداق یوھی پہ لگائی کس نے تہمت سرورؐ پہ ندیان کا بہتان لگایا کس نے؟
کس نے محروم کیا زہراؑ کو وراثت سے آیات الٰہی کو تعادل سے بھلایا کس نے؟
لاریب تھا حقدار خلافت تو حسینؑ فاسق کے لئے رستہ ہموار بنایا کس نے؟
کہتے ہیں سقیفہ میں ہوا قتل حسینؑ یہ بات صحیح ہے تو خون بہایا کس نے؟
سبط اکبر کو کیا زہر سے کس نے شہید اور ان کے جنازے پہ تیر چلایا کس نے؟
وہ حسین ابن علیؑ لختِ دل بنتِ نبیؐ نور زہراؑ کی شعاعوں کو بجھایا کس نے؟
کس نے کربل میں خیموں کی طنابیں کاٹیں اور عابد بیمار کو طوق پہنایا کس نے؟
اہل تطہیر جو تھیں پردہ نشینان امام دربار شرابی میں انہیں بلوایا کس نے؟
منظورؔ یہ سب لوگ نہ مشرک تھے نہ کافر تھے سرور کونین کی امت کے اکابر

(سید منظور بخاری) مرحوم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ایک اور دلیل ماتم کے ناجائز ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم پارہ (۲) میں ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوں ان کو مردے مت کہو، نیز پارہ ۴ میں ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ـــــ پھر سید الشہداء کو مردہ قرار دے کر ان کا ماتم کرنا قرآن پاک ـــــ کی تکذیب کرنا ہے۔ تعزیہ کے عدم جواز پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ ص ۳۷ میں ہے من جدد قبراً او مثل مثالاً فقد خرج من الاسلام یعنی جس شخص نے کسی قبر کی تجدید کی یا اس کی مثال بنائے وہ اسلام سے خارج ہو گیا، جب بحکم حدیث قبر کی تجدید اور اس کی مثال بنانا بھی کفر ہے تو پھر تعزیہ بنانا بطریق اولیٰ موجب ضلالت ہوا۔ (آفتاب ص ۲۳۵)

الجواب قبل ازیں ماتم و تعزیہ کے خلاف کافی زہر اگل چکنے اسکے بعد کئی غیر متعلق باتیں لکھ چکنے کے بعد مؤلف کو اب پھر ماتم کے عدم جواز پر دو دلیلیں یاد آئی ہیں مگر ہم پیش بندی کے طور پر ان دونوں دلیلوں کا مکمل جواب قبل ازیں مقام مذکور پر پیش کر چکے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جہاں تک حیات شہداء کا تعلق ہے۔ اس پر ہمارا ایمان ہے ع کافر ہے جو قائل ہے ممات شہداء کا۔ مگر ہم ان کی زندگی جاوید پر ماتم نہیں کرتے بلکہ ان کے مصائب و شدائد پر ماتم کرتے ہیں۔

ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے
تو ہیں مصائب پہ بہا لیتے ہیں آنسو

اور جہاں تک من لا یحضرہ الفقیہ والی حدیث کا تعلق ہے ہم مذکورہ بالا مقام پر ثابت کر آئے ہیں کہ (مثل مثالاً) سے ذی روح (جاندار) چیز کی تصویر کشی مراد ہے جو بالاتفاق حرام ہے۔ مؤلف نے "یا اس (قبر) کی مثال بنائے" کس جملہ کا ترجمہ کیا ہے، "مثل مثالاً" کا ترجمہ "یا قبر کی مثال بنائے" مؤلف کی ذاتی اپج ہے ورنہ حدیث میں قبر کی مثال بنانے کا قطعاً کوئی تذکرہ نہیں ہے ع آفریں باد بریں عقل و بریں دانش تو۔ بلکہ قبر کی مثال بنانا بالاتفاق جائز ہے۔ چنانچہ روایت میں وارد ہے کہ ایک شخص نے خدمت رسولؐ میں عرض کیا میں نے باب جنت اور حور العین کی پیشانی چومنے کی قسم کھائی ہے اب کیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ باپ کے قدم اور ماں کی پیشانی چوم لو۔ سائل نے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

عرض کیا وہ تو وفات پا چکے ہیں! فرمایا ان کی قبروں کو چوم لو۔ عرض کیا قبریں معلوم نہیں ہیں؟ فرمایا ان کی قبروں کی مثال بنا کر اسے چوم لو۔ منت پوری ہو جائے گی (فتاوی عالمگیری و خزانۃ الروایات) لہٰذا اس آیت و روایت سے اگر ماتم اور تعزیہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا تو ان کی حرمت بھی کسی طرح ثابت نہیں ہوتی افسوس ؏

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی

کم علم مولویوں کی روش پر علامہ وحید الزمان کا تبصرہ

یہ کم علم مولویوں کا غلو فی الدین ہے جو بات بات پر کفر کا فتویٰ لگاتے اور ہر جائز بات کو حرام بناتے ہیں۔ علامہ وحید الزمان ایسے ہی مولویوں سے شکوہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جس نے کسی بزرگ کی قبر پر بوسہ دے دیا بس اس کو قبر پرست اور اسلام سے خارج کر دیا جس نے مولود شریف کی مجلس کی اس کو بدعتی قرار دے کر اس سے سلام کلام رک گیا۔ حالانکہ گانے بجانے کے جواز و عدم جواز میں سلف سے اختلاف چلا آتا ہے اور قبر کے بوسہ کی اباحت امام احمد سے منقول ہے اور مجلس میلاد کو جائز کہنے والے بڑے بڑے حفاظ حدیث جیسے ابن حجر اور سیوطی اور ابو شامہ اور نووی وغیرہ۔ جاہل سنی مرثیہ خوانی اور تعزیہ اور علمبرداری کو شرک بتلا رہے ہیں۔ ؏ ایں چہ شوریست کہ در قمری بنیم" (انوار اللغہ پ ۱۹ ص ۶۷ طبع بنگلور) مولوی صاحبان تلخ نوائیاں بہت ہو چکی ہیں۔ اب مہر و محبت کی شیرینی کی ضرورت ہے۔ معمولی مسائل کو مدار کفر بنا کر مسلمانوں کو کافر نہ بناؤ۔ بلکہ ہو سکتا ہے تو کافروں کو مسلمان بناؤ اور متحد ہو کر اسلام پر ہونے والی یلغار کفر و الحاد کا مقابلہ فرماؤ۔

حدیث من مثل مثالاً کا صحیح مفہوم

علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں "من مثل مثالا خرج من الاسلام جو شخص (جاندار کی) مورت بنائے وہ اسلام سے نکل گیا۔ مجسم جاندار کی مورت بنانا تو بالاتفاق حرام ہے اسکو توڑ ڈالنا شیوہ اسلام ہے لیکن نقشی تصویر میں یا فوٹو گراف کی تصویر میں اختلاف ہے غیر جاندار کی تو بالاتفاق درست ہے اور جاندار کی بعضوں نے جائز رکھی بعضوں نے مکروہ۔ بعضوں نے حرام اور احتراز کرنا اس سے بہتر ہے" (لغات الحدیث ج ۵ کتاب المیم ص ۱۶ طبع کراچی) اس بیان سے ہمارے مدعا کی حرف بحرف تائید ہوتی ہے۔ اور تعزیہ و ذوالجناح کا جواز بے غبار ہو جاتا ہے کیونکہ تعزیہ بے جان کی تصویر ہے جو بالاتفاق جائز ہے اور ذوالجناح جاندار کی شبیہ ہے جس کا جواز لاکلام ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

شیعہ کا استدلال جب قرآن و حدیث اور کتب شیعہ پیٹنے اور سینہ کوبی کو حرام قرار دیتے ہیں اور شیعہ کو اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ وہ عجیب مضحکہ خیز دلائل پیش کرنے پر مجبور ہوتے ہیں ایک یہ کہ حضرت ابراہیم کی بیوی کو جب بشارت فرزند دی گئی تو فصکّت وجھھا (اس نے منہ پر ہاتھ رسید کیا) ــــ کوئی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ فرزند پیدا ہونے کی بشارت پر لوگ خوشی کرتے ہیں یا ماتم ــــ سب لوگ جانتے ہیں کہ عورتوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ بات کرنے لگتی ہیں منہ پر ہاتھ رکھ لیتی ہیں۔ اسی طریق کے مطابق بیوی صاحبہ نے منہ پر ہاتھ رکھا ــــ

دوسری دلیل شیعہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یعقوبؑ فراق یوسف میں بہت روئے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم (یعقوب علیہ السلام کی دونوں آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں اور ان کو بہت رنج تھا) معلوم نہیں اس آیت میں رونے پیٹنے کا کس لفظ سے استدلال کیا جاتا ہے ــــ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت یعقوب کو یوسف کے فراق کا اس قدر رنج و غم تھا کہ ان کا دماغ کمزور ہو کر بصارت جاتی رہی تھی اگر شیعہ کا خیال صحیح ہو تو "من الحزن" کی جگہ "من البکاء والصراخ" ہونا چاہیئے تھا ــــ اگر رونا پیٹنا بصارت کے زوال کا باعث ہوتا تو آج دنیا کے کل ماتمی شیعہ ــــ تمام اندھے نظر آتے حالانکہ ہم نے کوئی ماتمی ماتم کی وجہ سے اندھا نہیں دیکھا ــــ ان کا یہ گریہ و بکاء ان کی سینہ کوبی ــــ صرف چاول پلاؤ ٹرخانے کی خاطر ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ کارنامہ یزید کو اس شان و شوکت سے ہمیشہ تازہ کیا جاتا ہے کہ روح یزید کو اس سے کمال خوشی ہوتی ہوگی اور یوں تو ذاکروں، مرثیہ خوانوں پر یزید علیہ ما علیہ کا احسان عظیم ہے ــــ اگر یزید لعین یہ کرتوت نہ کرتا تو ان ٹکڑ گداؤں کو کون پوچھتا۔ ماہ محرم ان لوگوں کے لئے گویا ماہ عید ہوتا ہے۔ پہلے سے تیاریاں شروع کر دیتے ہیں ــــ اُدھر ماہ محرم نمودار ہوا اِدھر ان پر چاندی برسنے لگی۔ جا بجا ان کی آؤ بھگت ہونے لگی۔ روٹیاں مفت کی ملتی ہیں اور روپے پیسے الگ۔ ان کو تو یزید کے نام کی ماہ بماہ شرینی دینی چاہیئے اور اس کے نام کا سجدہ کرنا چاہیئے۔ غرض کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ ماتم کی ایجاد کس پیغمبر یا کس امام کی ایجاد ہے ــــ جب ایسا نہیں تو اسے شیطانی ایجاد سمجھنا چاہیئے۔ (آفتاب ص ۳۳۵)

الجواب مظلوم کربلا کے غم میں رونا پیٹنا نہ قرآن کی رو سے حرام ہے اور نہ حدیث کی رو سے ناجائز البتہ مولف نے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جن آیات و روایات سے اس کے عدم جواز کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے ہم نے ان کے مضحکہ خیز استدلال کا تار و پود فضائے آسمانی میں بکھیر کر اس کا جواز واضح و آشکار کر دیا ہے۔ شیعہ خیر البریہ ایسے بے مایہ نہیں کہ وہ اپنے مذہبی مراسم و شعائر کے سلسلہ میں مضحکہ خیز دلائل کا سہارا لیں بلکہ بفضلہ تعالیٰ ان کے دلائل و براہین اس قدر مضبوط اور محکم ہوتے ہیں کہ تمام ارباب باطل اپنی متحدہ کاوشوں سے بھی ان کا ابطال نہیں کر سکتے۔ یہاں مؤلف نے جس بات کو "شیعہ کا پہلا استدلال" ظاہر کیا ہے۔ یعنی زوجۂ ابراہیمؑ کا فعل ذمہ دار شیعہ مبلغین و مناظرین نے اثبات ماتم میں کبھی اس آیت کا سہارا نہیں لیا غیر ذمہ دار کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔ علاوہ بریں یہ بھی واضح رہے کہ اگر شیعہ کا اس آیت کے ساتھ استدلال درست نہیں تو مؤلف کا بیان کردہ ترجمہ "منہ پر ہاتھ رکھنا" بھی یقیناً درست نہیں ہے "صکت وجھھا" کا ترجمہ منہ پر ہاتھ رکھنا کرنا مولوی کرم الدین کی علمی تہی دامنی کا غماز ہے "صک" کے معنی کوٹنا اور پیٹنا ہیں۔ جس طرح "وضع" کے معنی رکھنا ہیں۔ اگر وہ مفہوم ہوتا جو موصوف نے بیان کیا ہے تو بجائے صکت وجھھا کے وضعت یدھا علی وجھھا ہوتا۔ عوام کی تسلی کے لئے ذیل میں شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور مولانا نذیر احمد دہلوی کے تراجم پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ شاہ رفیع الدین صاحب اپنے ترجمہ میں لکھتے ہیں "پس ہاتھ مارا منہ اپنے پر" اور ڈپٹی نذیر احمد صاحب اپنے ترجمہ قرآن میں رقمطراز "اور اپنا منہ پیٹ لیا" اب تو یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جناب سارہ نے یہ غیر متوقع بات سنکر منہ پیٹا تھا۔ منہ پر ہاتھ نہیں رکھا تھا۔

زوجۂ خلیل تولد فرزند کی بشارت پر ممکن ہے خوش ہوئی ہوں۔ مگر جب بشارت ایسے ہنگام (شیب جبن) میں دی گئی کہ بنظر بعالم اسباب اس وقت اولاد ہونے کی کوئی امید نہ تھی۔ اسلئے یہ خوشخبری سنتے ہوئے منہ پر ہاتھ مار کر کہا۔ ہیں؟ میرے ہاں کس طرح فرزند پیدا ہوگا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بات بالکل خلاف توقع ہو (جیسے شہادت امام مظلوم) تو اس کے وقت از راہ تعجب ہی سہی۔ منہ پہ ہاتھ مارنا بدعت نہیں بلکہ معصوم نبی کی والدہ اور معصوم نبی کی زوجۂ محترمہ کی سنت ہے جو معصوم فرشتہ کے روبرو بجا لائیں مگر اس نے روکا ٹوکا نہیں اور خود اس قدر عظمت و جلالت کی مالک تھیں کہ انکی تقلید میں خالق نے آج تک عجاج پر صفاد مردہ کے درمیان سعی کرنا واجب قرار دے دی ہے۔

——— ہاں البتہ مؤلف نے جس چیز کو شیعہ کی دوسری دلیل قرار دیا ہے وہ ایسی مضبوط ہے کہ تمام اہل سنت ملکر بھی قیامت تک اس کو رد نہیں کر سکتے۔ ہم سابقہ اوراق میں معتبر تفاسیر اہلسنت کی روشنی میں ثابت کر آئے ہیں کہ فراق یوسف میں رو رو کر حضرت یعقوب کی بصارت زائل ہو گئی تھی۔ حزن و بکا لازم و ملزوم ہیں۔ ان کے درمیان علیحدگی کا تصور کرنا ہی قابل گرفت دلیل ہے اور نبی کے دماغ پر کمزور ہونے کا الزام کوئی نیا نہیں۔ بلکہ یہ مولوی صاحب کو اپنے بعض بزرگوں (عمر) سے ورثہ میں ملا ہے تلک شنشنۃ اعرفھا من اخزم باجودیکہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حضرت یوسف زندہ و موجود تھے۔ مگر پھر بھی ایک نبی ان کے فراق میں اسّی برس تک یوں بلند آواز سے رویا (واسفا علی یوسف) کہ قوت بصارت جاتی رہی۔ مگر خداوند کریم پھر بھی ان کو صابر کہہ رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گریہ و بکا کرنا بے صبری نہیں ہے بلکہ بے صبری یہ ہے کہ خدا کی قضاء و قدر پر زبان اعتراض دراز کی جائے۔ شیعہ سال بھر بالعموم اور ماہ محرم الحرام میں بالخصوص جس شان و شوکت کے ساتھ مظلوم کربلا کی عزاداری قائم کرتے ہیں اس سے یزید پلید کی نجس روح خوش ہونے سے تو رہی بلکہ قعر جہنم میں بھی اس کی بے قراری اور شدت گریہ و زاری میں اضافہ ہو جاتا ہوگا۔ البتہ اگر خوش ہوں گی تو سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کی ارواح مقدسہ ہونگی جن کے وہ مثالی کارنامے بیان کئے جاتے ہیں جن کی بدولت آج اسلام و ایمان کا نام و نشان باقی ہے۔ ہاں البتہ اگر یزید کی خبیث روح کو فی الجملہ تسکین ہوتی ہوگی تو اپنی روحانی ذریت کے کارناموں سے جو آج بھی تقریر و تحریر کے ذریعہ حسین کا نام و کام مٹانے اور یزیدی مشن کو زندہ رکھنے کے لئے دن و جان سے شب و روز برابر مصروف کار ہیں۔ سچ ہے

؎ یک حسینے نیست گو گردد شہید
ورنہ بسیارند در عالم یزید

شیعہ مذہب میں غیر خدا کو کسی قسم کا سجدہ کرنا روا نہیں ہے وہ عالم انسانیت کے محسن اعظم حسین بن علی علیہما السلام کی بارگاہ معلی میں ہزار ہا سجدہ ہائے نیاز پیش کرتے۔ جن کی عظیم اور عدیم المثال قربانی کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ سجدہ کو بقا نصیب ہوئی بلکہ اسلام و ایمان موجود ہے۔ بلکہ آج کرۂ ارضی پر انسانیت کی بقا اور اسکا دم بھی انہی کا مرہون منت ہے۔

؎ انسانیت کے نام پر کیا کر گئے حسینؑ
ہر دور کے بلند خیالوں سے پوچھ لو

لہٰذا اگر شیعہ سجدہ نہیں کر سکتے تو کم از کم تو شیرینی یا نیاز تو اسی محسن اعظم کے نام کی ہی دیں گے۔ جن سے ان کا دین و دنیا وابستہ ہیں۔ نیز وہ مجالس عزا کو نجات دارین کا ذریعہ سمجھ کر منعقد کرتے ہیں۔ بھلا شیعیان علی کو یزید اور اس کے اعوان و انصار سے کیا سروکار؟ اگر شیعیان حیدر کرار اپنے ائمہ اطہار کی محبت و مودت میں ان کے نام لیوا دس کی خدمت و تواضع اور آؤ بھگت کرتے ہیں تو مولوی کرم الدین اور ان کے ہمنواؤں کو کیوں تکلیف ہوتی ہے؟ البتہ مولوی کرم الدین اور ان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ مولوی صاحبان کو یزید کے نام پر نہ صرف یہ کہ شیرینی تقسیم کرنی چاہئے بلکہ اس کے لئے سجدہ بھی کرنا چاہیئے (کیونکہ مؤلف کے مذہب میں غیر خدا کو تعظیمی سجدہ کرنا جائز ہے ___ جیسا کہ بریلوی اہلسنت کی کتب اس پر شاہد ہیں) کہ آج ان کے حلوے مانڈے اور

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

انڈے پراٹھے پاردپے پیسے کا جو بھی انتظام ہے وہ سب حق واہل اور بالخصوص عزاداری سید الشہداء کی مخالفت کی وجہ سے ہے۔ ادھر ہلال محرم نمودار ہوا اُدھر یزید کی روحانی اولاد کے سنان قلم وزبان تیز ہوگئے اور تقریر وتحریر کے ذریعہ عزاداری کی مخالفت میں طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا اور پھر سادہ لوح مسلمانوں کو آپس میں لڑ لڑا کر روٹیاں مفت کی توڑیں اور روپے پیسے الگ کمائے اور جا بجا دعوتیں اور آؤ بھگت اس کے علاوہ گ کارِ ملائی سبیل اللہ فساد ــــــ

؎ زحمت بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کر

ہم نے سابقہ اوراق میں ثابت کر دیا ہے کہ گریہ وبکا سنت انبیاء واولیاء ہے اور ماتم کرنا قواعد شرعیہ کی رو سے مباح ہے اسے شیطانی ایجاد قرار دینا کچھ انہی لوگوں کو زیب دیتا ہے جو شیطانی قیاس کرنے کے عادی ہیں نیز ہم قبل ازیں تاریخ طبری، کامل، مسند احمد اور سیرت ابن ہشام کے حوالجات سے وفات النبیؐ پر حضرت عائشہ دیگر ازواج وصحابیات النبی کا ماتم کرنا ثابت کر آئے ہیں۔ کیا وہاں بھی مولوی کرم الدین صاحب یہی فتوے صادر فرمائینگے کہ رسول اسلام کے گھر میں ازواج النبیؐ نے شیطانی ایجاد پر عمل کیا تھا اور صحابہ دیکھ رہے تھے؟

؎ گل وگلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

شہدا کربلاؑ کے اسماء گرامی

یہاں مؤلف آفتاب ہدایت نے النجم لکھنؤ کے کربلا نمبر ۱۳۵۶ھ سے ایک سو چھ عدد شہدا کربلا کے اسماء گرامی کی ایک فہرست دی ہے۔ صرف اس مقصد کے پیش نظر کہ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ حضرت علی کے دوسرے صاحبزادگان مسمی بہ ابوبکر، عثمان اور حضرت حسن کے صاحبزادہ عمر نے بھی جام شہادت نوش فرمایا حالانکہ مدعیان محبت اہلبیت نے اپنی مجلسوں میں کبھی ان کا نام تک نہیں لیا ــــــ اصحاب ثلاثہ کے مبارک ناموں پر اولاد کے نام رکھنے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ وحضرت حسنین کو اصحاب ثلاثہ سے غایت درجہ کی محبت وعقیدت تھی"۔

ــــــ آفتاب ص ۵۳۵)

الجواب

مؤلف کا اس فہرست کے درج کرنے سے جو مقصد وابستہ تھا اس کے واضح کر دینے کے بعد ہم نے بنظر اختصار اس فہرست کو درج نہیں کیا۔ شہدا کربلا کے تفصیلی حالات مع ذکر ہائے شہادت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دیکھنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب سعادۃ الدارین کی طرف رجوع فرمائیں۔ ہمارے علماء مؤرخین نے کبھی حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ جہاں کتب تواریخ و مقاتل ہیں جناب سید الشہداء کے حالات مسطور ہیں وہیں دوسرے تمام نام پردہ شہداء کربلا کے حالات بھی مذکور ہیں (اس سلسلہ میں تمام شیعی کتب مقاتل دیکھی جا سکتی ہیں) باقی رہا مجالس و محافل میں بیان۔ تو ظاہر ہے کہ جس قدر جس شہید کا واقعہ شہادت زیادہ رقت خیز ہوگا اسی قدر اس کے بیان پر زور بھی زیادہ دیا جائے گا

اس میں نام سے زیادہ کام کا دخل ہے ——— اور جہاں تک ناموں کے اس اشتراک سے حضرت علی و ثلاثہ کے باہمی میل و محبت کے اثبات والے مضحکہ خیز استدلال کا تعلق ہے ہم قبل ازیں بڑی تفصیل کے ساتھ اس استدلال کی رکاکت و کمزوری ظاہر کر چکے ہیں۔ وہاں رجوع کیا جائے اس مقام کے دیکھنے سے واضح ہوگا کہ حضرت علی اور ان کے شیعوں کو جو کچھ اختلاف ہے وہ ان اسماء کے مسمیان سے ہے نہ کہ اسماء سے علاوہ بریں جب ان اسماء کے اچھے مسمیان بھی موجود تھے تو یہ کیوں نہ کہا جائے کہ ان کے ناموں کے سامنے رکھ کر یہ نام رکھے گئے ہیں؟ ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء ذکرہ۔

بعض اختلافی مسائل

اب ہم اختلافی مسائل پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جو ہمارے اور شیعہ کے مابین متنازعہ فیہا ہیں اور شیعہ کی کتابوں سے ہی ان کے خلاف استدلال کریں گے۔ چونکہ شیعہ کو ہر ایک امر میں اہلسنت والجماعت کی مخالفت کا حکم ہے چنانچہ پہلے یہ حدیث منقول ہو چکی ہے کہ اگر اہلسنت کا قول مطابق کتاب اللہ بھی ہو تو بھی حتی الوسع ان کی مخالفت کرنا چاہیئے۔ اس لئے معاملات میں، عبادات میں ہر ایک بات میں شیعہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد دنیا سے الگ ہی بنانا چاہتے ہیں۔ ہم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں تو وہ کھول کر، ہم چار تکبیر جنازہ پڑھتے ہیں تو وہ پانچ و ہم وضو میں پاؤں کو دھوتے ہیں اور وہ مسح کرتے ہیں، ہم سلام منسوخ، السلام علیکم کہتے ہیں وہ بجائے اس کے یا علی مدد کہتے ہیں۔ ہم کبھی کے بال کٹاتے اور داڑھی بقدر رکھے ہیں وہ مونچھیں بڑھاتے اور داڑھی چھٹ کرا دیتے ہیں۔ ہم مساجد میں نماز پڑھنے کیلئے جاتے ہیں وہ دالان میں بیٹھ کر بھنگ و گڑ پیتے اور حقہ گڑگڑاتے ہیں اور مسجد کے مقابلہ میں امام باڑہ جاتے ہیں (آفتاب ص ۳۳۷)

الجواب سچ ہے اذا لم تستح فاصنع ماشئت یعنی بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔ موصوف اکثر مقامات پر ایسی روش اختیار کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کسی مبدأ و معاد پر کوئی اعتقاد نہیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہے! اگر ان کے اندر زندہ ضمیر ہوتا تو ایسی بے جا تحریر پر ضرور ان کی ملامت کرتا۔ مگر آہ۔ انھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ (مؤلف کی ایسی ہی تحریریں دیکھنے کے بعد ان بعض پنجابی مقولوں کی تصدیق ہوتی جو ان کے متعلق مشہور ہیں۔ مگر چونکہ ان سے ذاتی حملہ کی بو آتی ہے اس لئے ہم انہیں درج کر کے اپنے دامن کو اس سے ملوث نہیں کرنا چاہتے۔ اکبر نے کیا خوب کہا ہے "مذکر کیلئے "ہنی" اور مونث کے لئے "عشق" ہے۔ مگر حضرت ——— ہیں نہ ہنیوں میں نہ عشقیوں میں۔ بلکہ یہ سال صرف "روپے وینہہ" میں مل جاتا ہے ط کردم اشارتے و مکر نمی کنم۔ شیعہ خیر البریہ کا طغرائے امتیاز ہے کہ ان کے مذہب میں رائے و قیاس حرام ہے۔ وہ ہر ہر دینی اور دنیوی معاملہ میں خدا اور رسول کے حکم کی اتباع کو واجب و لازم اور اس سے سرمو انحراف کرنے کو ناجائز و حرام سمجھتے ہیں وہ اگر ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے یا وضو میں پاؤں کا مسح کرتے یا نماز جنازہ پانچ تکبیر پڑھتے ہیں تو کسی کی ضد میں ہرگز ایسا نہیں کرتے (سبحان اللہ ہذا بہتان عظیم) بلکہ صرف اور صرف اسے ہی حکم خدا و رسول سمجھ کر ایسا کرتے ہیں۔ اگر انہیں مخالفت برائے مخالفت کرنا ہی مقصود ہوتی تو وہ سرے سے نماز نہ پڑھ کر اور جنازہ میں پانچ کی بجائے تین یا چھ تکبیریں پڑھ کر اور پاؤں کے مسح کی بجائے سر کے مسح میں بھی، نیز روزہ و حج وغیرہ عبادات میں بھی کی جا سکتی تھی۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے جیسا کہ عنقریب کتب فریقین سے ثابت کیا جائے گا کہ خدا اور رسول کا حکم وہی ہے جس پر شیعہ کاربند ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ مؤلف نے اپنے آئینہ میں دوسروں کو دیکھنے کی ناپاک جسارت کی ہے کیونکہ اہل حق کی ضد میں حق کی مخالفت کرنا مؤلف اور ان کے ہم مذہبوں کا شیوہ و شعار ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں کسی مقام پر متعدد مثالیں دے کر ثابت کیا جا چکا ہے کہ وہ اہل حق کی ضد میں حق کے خلاف عمل کرتے ہیں جیسے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا، حضرت امیرؑ کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" نہ کہنا۔ اور روز عاشورہ کو روز مسرت قرار دینا وغیرہ وغیرہ) یا پھر حق کی مخالفت یہ ہے کہ باوجودیکہ جماعت کے لئے کہ نماز تراویح پڑھنا، چار تکبیر نماز جنازہ مقرر کرنا اور نماز صبح کی آذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا بدعت عمر ہے مگر اہلسنت کہلانے والے سنت کو چھوڑ کر بدعت پر عمل پیرا ہیں کیوں؟ محض اہل حق (شیعہ) کی ضد میں۔ باقی رہا سلام اور ڈاڑھی وغیرہ کا مسئلہ تو شیعوں کا اسلامی سلام وہی ہے جو دوسرے مسلمانوں کا ہے اور ڈاڑھی رکھنا معترض کے لئے اگرچہ سنت ہے مگر ہمارے مذہب میں رکھنا واجب ہے اور منڈوانا حرام ہے اسی طرح بھنگ وغیرہ کی حرمت ہمارے نزدیک ان سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔ اسی طرح مذہب شیعہ میں مونچھیں بڑھانا سخت ——— مکروہ اور کٹوانا سنت ہے اگر کوئی شیعہ کہلا کر ان احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے تو یہ اس کا انفرادی فعل ہے اسکی وجہ سے سب اہل مذہب کو مطعون کرنا روا نہیں ہے۔ امام بارہ کو مسجد کا بدمقابل قرار دینا بھی مولوی صاحب کی دقیقہ شناس طبیعت کا خاصہ ہے ورنہ اسے حقیقت سے کوئی تعلق

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نہیں ہے۔ جس حدیث کا موصوف نے یہاں اشارۃً حوالہ دیا ہے ہم نے اسکی اپنے مقام پر پوری تشریح کرکے اسکے زہر فاسد کا فساد آشکار کر دیا ہے۔ بہرحال اب جبکہ موصوف نے آخر کتاب میں بعض اختلافی مسائل کو چھیڑا ہے تو ہم بھی جواب میں حسب دستور کتب فریقین سے عقلی اور الزامی جوابات پیش کرکے واضح و آشکار کریں گے کہ صحیح اسلامی روش و رفتار وہی ہے جس پر شیعیان حیدر کرار کاربند ہیں باقی عمر

جو کچھ بھی ہے وہ بندش وہم و خیال ہے

پہلا مسئلہ (نماز دست بستہ) شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر پڑھنے سے نماز پر ہوتی ہی نہیں اسلئے

اس مسئلہ پر عقلی و نقلی بحث کرکے قرآن و حدیث اور کتب شیعہ سے استدلال کرکے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

عقلی دلیل نماز عجز و نیاز کا نام ہے اس میں جلسہ، قعدہ، قیام اور رکوع و سجود وغیرہ جملہ حرکات و سکنات اظہار انکسار کے لئے کئے جاتے ہیں قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون ـــــ دوسری جگہ ہے قوموا للہ قانتین۔ خدا کے حضور ادب و انکسار سے کھڑے ہو غرض نماز کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے معبود کے سامنے مؤدبانہ کھڑا ہو کر ذات کبریائی کی عظمت ـــــ کا اعتراف کرتے ہوئے زبان سے

ـــــ جوارح سے اپنی عاجزی

ـــــ کا اظہار کرے ـــــ ہر ذی عقل سمجھ سکتا ہے کہ طریق عجز و نیاز یہی ہے کہ دست بستہ کھڑے ہو کر اپنے رب العباد کے سامنے عرض و معروض کیا جائے ہاتھ باندھ کر عرض کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک شاہی دربار کا یہی آئین ہے ـــــ کوئی چھوٹا بڑے ـــــ کو خط لکھنا شروع کرے تو یوں لکھتا ہے کہ دست بستہ سلام کے بعد یوں عرض ہے ـــــ پھر جب اعلیٰ سرکار

ـــــ کے دربار میں ـــــ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگیں تو عرفاً و اخلاقاً و شرعاً طریق ادب یہی ہے کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں یہ کوئی طریق ادب نہیں کہ ہاتھ کھولے ہوئے اکڑ کر کھڑے ہو جائیں ـــــ ہاتھ کھولے اکڑ کر سلیوٹ کرنا نصاریٰ کا آئین ہے ـــــ

نقلی دلائل **پہلی دلیل** ۔ قرآن میں ہے فصل لربک وانحر (خدا کی نماز ہاتھ باندھ کر پڑھ) نحر کے معنی کتب لغت میں ہاتھ باندھنے کے ہیں کہ ہیں چنانچہ کتاب قاموس ج ۱ ص ۳۲۲ ـــــ میں ہے نحر الرجل فی الصلوۃ انتصب وظہر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صدرہ وضع یمینہ علی شمالہ (نماز میں نحر کا معنی یہ ہے کہ سینہ قبلہ رو سیدھا کر کے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھ کر کھڑا ہو) ــــ آیت فضل میں چونکہ نماز پڑھنا قرینہ موجود ہے اس لئے یہاں نحر کا معنی یہی ہے ــــ امام فخر رازی نے تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۱۲ میں ــــ حضرت علی المرتضیٰ کا قول یوں نقل کیا ہے وانہ شہر وضعہا علی النحر علی عادۃ الخاشع (نحر کا اشہر و اظہر معنی یہی ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے جیسے خشوع و خضوع کا طریق ہے) ایسا ہی تفاسیر درمنثور، معالم التنزیل ــــ اور کتب حدیث بخاری و ترمذی ــــ میں حضرت علی اور ابن عباس اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام کی روایات سے یہی معنی لکھا گیا ہے ــــ

دوسری دلیل جب حضرت موسےٰ کوہ طور پر خدا کے حضور میں پیش ہوئے تو جوتیاں اتار کر نماز پڑھنے کا حکم ہوا اور طریق ادب بھی بتایا گیا ــــ واضمم الیک جناحک من الرھب اس واقعہ کا قرآن کریم میں دو جگہ ذکر ہے سورۂ قصص میں اس واقعہ کا بیان ہوا ہے جہاں عصا ڈالنے، گریبان میں ہاتھ ڈالنے ــــ کا بھی ذکر ہے اسی جگہ واضمم الیک الخ بھی مذکور ہے۔ چونکہ بعض آیات سے بعض کی تفسیر ہوتی ہے اس لئے اگرچہ اس جگہ اقم الصلوٰۃ مذکور نہیں لیکن حکماً گویا وہی حکم یہاں بھی موجود ہے ــــ ضم ایک چیز کو دوسری کے ساتھ جمع کرنے کو کہتے ہیں ــــ جناح کا معنی ہاتھ ہے ــــ رہب کا معنی عاجزی ہے، معنی آیت واضمم کا یہ ہے کہ اپنے جسم سے اپنا ہاتھ ضم کرے عاجزانہ شکل بنا کر ــــ سو چونکہ داہنا ہاتھ بائیں سے افضل ہے اسلئے بحکم الید العلیا خیر من الید السفلیٰ ــــ داہنے کو اوپر اور بائیں کو نیچے رکھنا بھی ثابت ہو گیا۔

تیسری دلیل شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی ج ۱ ص ۱۹۸ میں ہے (بحذف عربی) ترجمہ "زرارہ سے روایت ہے کہا جب عورت نماز میں کھڑی ہو اپنے دونوں پاؤں ملا رکھے اور ان میں فاصلہ نہ ہو اور دونوں ہاتھ پستانوں کی جگہ پر باندھ لے" وکذا فی علل الشرائع ص ۱۳۵ (تہذیب الاحکام ج ۲ ص ۱۶۱) پھر جب عورت کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا صریح حکم کتب شیعہ میں موجود ہے تو مرد کیوں کھول کر پڑھیں ــــ احکام قرآن مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں ہیں ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ــــ

چوتھی دلیل شیعہ کی کتابوں سے ثابت ہے کہ جناب امیرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کرتے تھے جیسا کہ شیعہ کی معتبر کتاب لمعۃ البیضاء ص۴۰۵ میں تصریح موجود ہے تو اس وقت مشکل یہ ہے کہ جناب امیرؑ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی ہو جبکہ دیگر امور میں بقول شیعہ تقیہ سے اوقات بسر کرتے تھے ـــ پھر شیعہ کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے ـــ شیعہ کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ ـــ میں لکھا ہے کہ شیعہ کو چاہیئے کہ اہلسنت ـــ کے پیچھے تقیہ کر کے نماز پڑھا کریں اس سے ان کو پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے ـــ

استدلال شیعہ شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہے کہ والطیر صافات کل قد علم صلوتہ وتسبیحہ (پرندے صف باندھے عبادت خدا کرتے ہیں خدا ہر ایک کی نماز و تسبیح کو جانتا ہے) اور ظاہر ہے کہ پرندے ہاتھ کھول کر عبادت کرتے ہیں۔

جواب انسان اشرف المخلوقات ہو کر پرندوں کی اتباع کرے یہ از بس عجیب بات ہے پرندے تو بازوؤں کو ہلاتے ہیں پھر شیعوں کو بھی بازو ہلاتے چاہئیں۔ پرندے اڑتے ہوئے پنجال بھی کرتے ہیں ـــ پرندے ـــ قبلہ کے پابند نہیں ـــ یہ نہ کوئی دلیل ہے بلکہ مضحکہ اطفال ہے ـــ

دوسری دلیل کہ صلوۃ الخوف میں مسلمانوں کو حکم ہے ولیاخذوا حذرھم و قبلھتم اور اپنے ہتھیاروں کو پکڑ رکھیں) یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہاتھ کھولے ہوئے ہوں ـــ جواب ۱۔ اول تو نماز خوف پر دوسری نماز کا قیاس نہیں ہو سکتا وہ بحالت مجبوری ہوتی ہے ـــ دوم شیعہ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ سپاہی ہاتھوں میں ہتھیار پکڑتے نہیں رکھتے بلکہ اکثر بندھے ہوئے ہوتے ہیں ـــ تلوار کمر سے ـــ تیر ترکش ـــ میں پڑے ہوئے ـــ ایسی صورت میں ہاتھ باندھ کر نمازی نماز بھی پڑھ سکتے ہیں اور ولیاخذوا حذرھم ہتھیار پکڑنے کی تعمیل بھی ہو جاتی ہے شیعہ کو ایسا استدلال کرنے سے شرم آنی چاہیئے ـــ شیعہ ایک یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

جواب ۲۔ یہ بھی شیعہ کا ایک دھوکہ ہے کیونکہ حقیقت میں یہ امام مالک مجتہد مذہب نہیں بلکہ ایک اور صاحب مالک بن عطیہ شیعہ) ہیں ـــ ہمنامی کی وجہ ہے اس مسئلہ کو امام مالک کی طرف منسوب کر بیٹھے ہیں۔ امام مالک کی مشہور کتاب مؤطا امام مالک موجود ہے اس میں "وضع الیدین احداھما علی الاخری" حدیث موجود ہے۔ امام موصوف

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بھی نماز میں ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں علاوہ ازیں ہم امام ممدوح کے مقلد نہیں کہ قول امام ہم پر حجت ہو سکے۔ یہ سب بودے دلائل ہیں شیعہ کو فلنج دیا جاتا ہے کہ ہماری کتب صحاح و معتبر کتب فقہ آئمہ اہلبیت حضرت علی امام حسن امام حسین کا مذہب ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ثابت کریں بلکہ وہ اپنی کتابوں سے بھی ثابت نہیں کر سکتے ہم نے قرآن و حدیث و کتب شیعہ سے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت پیش کر دیا ہے کیا شیعہ حضرات سے کوئی صاحب انصاف ہے جو ضد چھوڑ کر راہِ راست پر آجائے؟ (آفتاب ۳۴۳)

اسلام کی موجودہ حالت زار کا بیان

الجواب ہائے اسلام تیری رام کہانی نہ اب سنی جا سکتی ہے اور نہ سنائی جا سکتی ہے تیرے اپنے نام نہاد نام لیواؤں نے اس طرح تیرا حلیہ بگاڑا کہ تجھے پہچانا جا سکتا ہے نہ غیروں کو پہنچوایا جا سکتا ہے ؎

عجب سوزیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
دگر خاموش بنشینم ترسم استخوان سوزد

ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن اعظم نماز ہے خدائے رحمٰن نے قرآن میں کم و بیش سو مقامات پر اس کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس کے ترک کو کفر و شرک قرار دیا ہے۔

بعثتِ نبی کی غرض و غایت

خدا نے اپنے احکام قرآن میں نازل فرمائے اور عملی تعلیم و تلقین کے لئے پیغمبر اسلام کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ ان احکام قرآن میں پڑھتے جائیں اور ان کی عملی تصویر رسول اسلام کے عمل و کردار میں دیکھ کر اپنے عمل و کردار کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالتے جائیں۔ چنانچہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سلسلہ میں فرماتے ہیں صلوا کما رایتمونی اصلی۔ یعنی نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۹ و ج ۱ ص ۴۱۰ بخاری ج ۱ ص ۸۹ تسہیل القاری پ ۳ ص ۴۱۹ دغیرہ) مگر افسوس بجائے اس کے کہ مسلمان رسولِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و اقتدا کر کے سعادتِ دارین حاصل کرتے انہوں نے اسلامی احکام کو اپنے ذاتی قیاسات و خیالات کی آماجگاہ بنا کر اسلام کو بازیچۂ اطفال بنا دیا۔

نماز کے متعلق اسلامی اختلاف کا اجمالی نقشہ

اسی نماز کو لے لیجئے جسے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے تیئس ۲۳ سال تک ہر شب و روز میں پانچ مرتبہ سفر میں، حضر میں، خلوت میں، جلوت میں اور ہزاروں کے مجمع عام میں پڑھتے رہے، مگر مسلمان آج تک اس بات کا فیصلہ بھی نہیں کر سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کس طرح نماز پڑھتے تھے ؟ آیا ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے یا باندھ کر ـــــ اور اگر باندھ کر پڑھتے تھے تو ہاتھ کہاں باندھتے تھے ؟ (۱) اس سوال کے جوابات ملاحظہ فرمائیے ! ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے ۔ (امام مالک)

---

(۱) مؤلف نے دیگر افادات عالیہ کی طرح یہ افادۂ جدیدہ بھی فرمایا ہے کہ وہ مالک جو کھلے ہاتھ نماز پڑھنے کے قائل ہیں وہ امام مالک مجتہد نہیں بلکہ مالک بن عطیہ کوفی ہیں جو شیعہ ہیں ع جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ حالانکہ مذاہب اسلامیہ پر طائرانہ نگاہ ڈالنے والے حضرات پر بھی یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ ان مالک سے مراد امام مالک بن انس مدنی ہیں جو اہلسنت کے ائمہ اربعہ میں سے چوتھے امام ہیں۔ اور وہ نماز میں ارسال الیدین کے قائل ہیں اہلسنت کی تمام فقہی کتابوں میں ان کا یہ قول موجود ہے (۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نفع المنان میں لکھتے ہیں "مذهب مالك ارسال اليدين وهو عزيمة عنده والوضع رخصة" یعنی امام مالک کا مذہب نماز میں ارسال الیدین ہے یہ ان کے نزدیک عزیمت ہے۔ اور باندھنا رخصت" (۲) عینی شرح کنز الدقائق ص۲۵ طبع نولکشور میں ہے قال مالك العزيمة فى الارسال والرخصة فى الوضع والاخذ لان النبىؐ كان يفعل كذالك وكذا اصحابه حتى تنزل الدم من رؤوس اصابعهم یعنی امام مالک کا قول یہ ہے کہ عزیمت ہاتھ کھولنے میں ہے ہاں باندھنے میں بھی رخصت ہے کیونکہ جناب رسول خدا اور ان کے اصحاب اسی طرح کھول کر نماز پڑھتے یہاں تک کہ ان کی انگلیوں کے سروں میں خون اتر آتا تھا" (۳) فانودی شرح مسلم ج ۱ ص۷۳ میں لکھتے ہیں عن مالك روايتان احداهما يضعهما تحت صدره والثانية يرسلها - وهذه رواية جمهور اصحابه وهى الاشهر عندهم یعنی مالک سے دو روائتیں ہیں ایک یہ کہ سینہ کے نیچے باندھے۔ دوسری یہ کہ کھول کر پڑھے اور یہ روایت ان کے اصحاب کے نزدیک زیادہ مشہور ہے (۴) المیزان الکبریٰ للشعرانی ج ۱ ص۱۳۰ طبع مصر میں ہے قول مالك فى اشهر روايته انه يرسل يديه ارسالا الخ یعنی مالک سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ ارسال الیدین کیا جائے" امید ہے کہ اس مطلب کے اثبات کے لئے یہ چار شہادتیں کافی ہوں گی اور اگر کسی کی اب بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ مالکیوں کے عمل کا مشاہدہ کر کے اطمینان قلب حاصل کر سکتا ہے سوڈان اور مصر میں کافی تعداد میں مالکی آباد ہیں۔ نیز امام مالک نے موطا میں ہاتھ باندھنے کے متعلق کوئی حدیث درج نہیں کی بلکہ صرف قول نقل کیا ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ دائیاں ہاتھ بائیں پر رکھیں" فراجع ـــــ (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

(۲) باندھ کر پڑھتے ہوتے اور ناف کے نیچے باندھتے تھے (امام اعظم) (۳) باندھ کر پڑھتے تھے مگر ناف کے اوپر یعنی پیٹ پر امام شافعی) (۴) باندھ کر پڑھتے تھے مگر سینہ کے اوپر (امام احمد) ایک غیر جانبدار شخص یہ اختلاف دیکھ کر کیا خیال کرے گا؟ یہی نہ کہ اگر یہ سب اقوال درست ہیں تو حضرت محمد بن عبداللہ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نبی و رسول تھے یا بہروپیوں کی طرح سوانگ رچاتے رہتے تھے؟ (معاذ اللہ) امام شعرانی نے بموجب زاد فی الطنبور نغمۃ "یہ نظریہ اختیار کیا ہے کہ (۵) کامل اور عارف لوگ ہاتھ باندھ کر پڑھیں اور عوام الناس کھول کر (کبریت احمر ج ۱ ص ۵۷ میزان کبری ج ۱ ص ۱۳۰ طبع مصر) (۶) اور ابن منذر صاحب نے یہ افادہ فرمایا ہے کہ "لم یثبت من النبی فی ذالک شیئ فھو مخیر" یعنی اس سلسلہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے اس لئے نمازی کو اختیار ہے کہ خواہ کھول کر پڑھے اور خواہ باندھ کر" (نیل الاوطار ج ۲ ص ۷۸ طبع مصر) افسوس ؎

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

یہ اختلاف دامن اہلبیت کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے

یہ اختلاف نتیجہ و ثمرہ ہے اس بات کا کہ مسلمانوں نے ان ذوات مقدسہ سے اسلامی احکام اور بانی اسلام کے اخلاق و اطوار اور کردار کو حاصل نہ کیا جن کے گھروں میں قرآن اترا تھا رسول خدا حضر اور خلوت اور جلوت میں رسول اسلام کے دمساز و ہمراز تھے بلکہ ان سے رسول اسلام کا اسوۂ عمل معلوم کیا جن کی ولادتیں ہی وفات رسول کے قریباً ایک صدی یا اس سے بھی کچھ عرصہ بعد ہوئیں ــــ (چنانچہ امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں امام مالک کی ۹۳/۹۵ یا میں، امام شافعی کی ۱۵۰ھ میں اور امام احمد کی ۱۶۴ھ میں ہوئی ہے۔)

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے

بہرحال اس سلسلہ میں قیاسات و خیالات کے گھوڑے دوڑانے کی بجائے اسوۂ نبوی کی اتباع و پیروی ضروری ہے اور اس کے لئے پہلے آپ کے طریقہ کار کا تعین لازم ہے سو جو کچھ کتب فریقین سے واضح و آشکار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ کھول نماز پڑھتے تھے ہاتھ باندھنے کے متعلق شیعہ تو کیا کتب اہلسنت میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی مرفوع متصل اور صحیح حدیث موجود نہیں ہے اور نہ ہی اہلسنت کے اصول درایت کے مطابق کسی صحیح السند حدیث سے آپ کا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ثابت ہے قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ؎ مرے کہنے پہ کیا ہے آزمائے جس کا جی چاہے۔ ذیل میں چند حوالہ جات پیش کئے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جاتے ہیں۔

(۱) فتاوی شیخ عبدالحی لکھنوی ج ۱ ص ۳۲۶ طبع اوّل میں ہے عن معاذ ان رسول اللہ کان اذا قام فی الصلوۃ رفع یدیہ قبال اذنیہ فاذا کبر ارسلھا رواہ الطبرانی یعنی جناب معاذ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے وقت ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرتے اور پھر ان کو کھلا چھوڑ دیتے"

(۲) عینی شرح کنز الدقائق ص ۲۵ طبع نولکشور سے اوپر حاشیہ ص ۵۶۴ یہ قول نقل کیا جا چکا ہے کہ "لان النبی کان یفعل کذلک وکذا اصحابہ حتی ینزل الدم من رؤس اصابعھم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کے ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ ان کی انگلیوں کے سروں میں خون اتر آتا تھا۔

(۳) سنن ابوداؤد ص ۱۰۹ میں ابن عباس سے مروی ہے اگر تو پسند کرے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز دیکھے تو ابن زبیر کی اقتدا کر" اور نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۱۱ تسہیل القاری پ ۳ ص ۸۴ میں مذکور ہے کہ ابن زبیر ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

(۴) عوارف المعارف للشیخ شہید سہروردی مطبوع بر حاشیہ احیاء العلوم غزالی طبع مصر ج ۴ ص ۳ میں نماز میں ہاتھ کھولنے اور باندھنے کے فلسفہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے" کہ انسان کا اوپر والا حصہ انوار ربانیہ، تجلیات الٰہیہ اور خیالات عالیہ کا مرکز ہے اور نچلا حصہ سفلی اور شیطانی جذبات و خیالات کا محور ہے حالت نماز میں دونوں قسم کے جذبات میں تصادم شروع ہو جاتا ہے اسلئے حکم ہے کہ نمازی ہاتھ باندھ لے تاکہ دونوں قسم کے جذبات اپنے اپنے مقام پر قائم رہیں ہاں جن بزرگوں کے جذبات عالیہ کا پلہ بھاری ہو ان کو ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں ہے اسی لئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے"

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

وماذا بعد الحق الا الضلال۔

عترتِ رسولؐ کا عمل بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہے

منجملہ ان قطعی دلائل کے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بانی اسلام ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے ایک یہ ہے کہ عترت رسول کا عمل بھی اسی طریقہ پر تھا۔ مؤلف نے معلوم کس ترنگ میں آکر شیعیان علی کو یہ چیلنج دیا ہے کہ وہ کتب اہلسنت بلکہ اپنی کتابوں سے ہی ائمہ اہلبیتؑ کا ہاتھ کھول

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہ نماز پڑھنا ثابت کریں ثابت وہ چیز کی جاتی ہے جو ثابت شدہ اور بالکل واضح و آشکار نہ ہو مگر عترت رسول کا کھلے ہاتھ نماز پڑھنا تو ع اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است ۔ کا مصداق ہے ۔ تاہم شکی مزاج لوگوں کے ازالۂ شکوک و اوہام کی خاطر فریقین کی کتب معتبرہ سے اسوۂ اہلبیتؑ کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے

(۱) علامہ وحید الزمان نے اپنی کتاب تسہیل القاری شرح بخاری پ ۳ ص ۸۴ ح ۸۴۷ پر نماز میں ہاتھ باندھنے کا عدم وجوب ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں " اگر واجب ہوتا تو اہلبیت کرام اس کو کیونکر ترک کرتے پس یہ ترک دلیل ہے اس کے سنت ہونے کی (پھر لکھا) بالجملہ امام مالک اور امام محمد باقر اور ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن زبیر اور حسن بصری اور لیث بن سعد اور اوزاعی وغیرہم سے ارسال منقول ہے تو معلوم ہوا کہ سلف امت میں اس مسئلہ میں خلاف تھا ۔ الخ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " (کذا فی العینی شرح البخاری ج ۳ ص ۱۵) جس دلیل سے علامہ صاحب نے ہاتھ باندھنے کا عدم وجوب ثابت کیا ہے ۔ یعنی یہ کہ اگر واجب ہوتا تو اہلبیتؑ اس کو ترک نہ کرتے بعینہٖ اسی دلیل سے ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ فعل سنت بھی نہیں ہے ورنہ ائمہ اہلبیتؑ ہرگز سنت رسول سے روگردانی نہ کرتے ؟

(۲) امام شوکانی نے نیل الاوطار ج ۲ ص ۷۶ طبع مصر پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ عترت رسول ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کی قائل ہے اور جہاں تک شیعی کتب سے ثبوت کا تعلق ہے وہ تو عیاں راچہ بیان کا مصداق ہے ۔

(۳) فروع کافی ج ۱ ص ۱۸۱ بروایت صحیحہ جناب حماد سے امام جعفر صادق علیہ السلام کا دو رکعت نماز بغرض تعلیم پڑھنا مروی ہے ۔ اس میں مذکور ہے کہ فقام ابو عبداللہؑ مستقبل القبلۃ منتصبا فامر سل یدیہ جمیعا علی فخذیہ الخ یعنی امام قبلہ رو ہو کر سیدھے کھڑے ہو گئے اور دونوں ہاتھ کھول دیئے "

(۴) فروع کافی ج ۱ ص ۱۹۸ پر مذکور ہے امام محمد باقرؑ نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں فارسل یدیک ولا تشبک اصابعک ولیکونا فخذیک قبالۃ رکبتیک ، یعنی نماز پڑھتے وقت ہاتھوں کو چھوڑ دے اور ہتھیلیوں کو زانوؤں کے بالمقابل رانوں پر رکھو اور انگلیاں ایک دوسرے کے اندر نہ پھنسا " (کذا فی تہذیب الاحکام ج ۱ ص ۱۵۷ وکذا فی دعائم الاسلام عن علی علیہ السلام)

(۵) جناب محمد بن مسلم حضرت امام محمد باقر یا امام جعفر صادقؑ سے دریافت کرتے ہیں " الرجل یضع یدہ الیمنی علی الیسری " ایک آدمی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتا ہے یعنی یہ کیسا ہے ؟ فرمایا ذالک التکفیر فلا تفعل ۔ یہ تکفیر ہے ایسا مت کرو ۔ فانما یصنع ذالک المجوس ۔ یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے (تہذیب الاحکام ج ۱ ص ۱۵۸ من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۹۱) لغت عرب میں تکفیر کے معنی سینہ پر ہاتھ رکھنے کے کئے گئے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہیں (صراح منتہی الارب وغیرہ) ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید۔

سب سے پہلے عمر نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا

ائمہ اہلبیت کے اس فرمان "کہ ہاتھ مت باندھو کہ یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے" سے ایک اہم سربستہ راز کا انکشاف بھی ہو جاتا ہے کہ یہ رسم بد بدقسمتی سے مسلمانوں میں مجوسیوں سے آئی ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ فتح قادسیہ کے موقع پر جب مجوسی جنگ ہار گئے اور جو قتل ہونے سے بچے انہیں قید کر کے دربار خلافت (ثانی) میں لایا گیا تو ان کی اس وقت یہ حالت تھی کہ ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے تھے اور گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ عمر کو ان کی یہ ہیئت بہت پسند آئی اور حکم دیا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اسی حالت میں خدا کی بندگی کریں کہ اس سے عاجزی و انکساری ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا رواج ہوا (الادائل از علامہ ابو ہلال عسکری خطی)

مؤلف کے بیان کردہ دلائل کے جوابات

مذکورہ بالا حقائق کے واضح و اجاگر ہو جانے کے بعد اب ہم ذیل میں بڑے اختصار کے ساتھ مؤلف کے بیان کردہ دلائل یا بالفاظ مناسب قیاسات کے جوابات پیش کرتے ہیں لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰی من حیّ عن بینۃ

دلیلِ عقلی کا جواب

شرعی احکام توفیقی و تعبدی ہیں۔ ان میں ذاتی خیالات اور شیطانی قیاسات کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اگر بقول مؤلف "ہاتھ کھولے اکڑ کر سلیوٹ کرنا نصاریٰ کا آئین ہے" تو ہاتھ باندھ کر مؤدب کھڑا ہونا بھی "ہر شاہی دربار کا نہیں" بلکہ صرف مجوسیوں کا آئین ہے" اس لئے عقلاً بھی اسلامی طریق عبادت اس سے جدا ہونا چاہیئے "حدیث نبوی میں وارد ہے کہ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سلام کرنا نصاریٰ کا، جھک کر سلام کرنا مجوس کا طریقہ ہے اور تم ہو مسلمان ہو اس لئے تمہارا سلام ان سب سے جداگانہ ہے (کنز العمال) عجز و انکسار کا طریقہ، کار وہی پسندیدہ کردگار ہو سکتا ہے جو اس کے حکم کے مطابق ہو۔ نہ وہ جو کہ خود ساختہ ہو اگر ذاتی قیاس کو مدار احکام قرار دیا جائے تو کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ہاتھوں کا باندھنا ہر ملک و ملت میں مجرموں کی علامت ہے یعنی ہاتھ ہمیشہ مجرموں کے باندھے جاتے ہیں۔ نہ کہ بے قصوروں کے!

پہلی دلیل نقلی کا جواب

اس ساری دلیل کا دارومدار اس بات پر ہے کہ "نحر" کے معنی لغت عرب میں ہاتھ باندھنے کے ہیں حالانکہ یہ بات ثابت نہیں ہے۔ اسوقت لغت کی مشہور و مقبول لغت المنجد ص۷۹۷ طبع پانزدہم بیروت ہمارے پیش نظر ہے اس میں "نحر المصلی فی الصلوٰۃ" کے یہ معنے لکھے ہیں انتصب ونھد صدرہ یعنی سینہ تان کر سیدھا کھڑا ہو گیا اس میں دائیں ہاتھ کے بائیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

پر باندھنے کا وہ اضافہ ندارد ہے جو قاموس میں مذکور ہے۔ صاحب قاموس چونکہ سنی مسلمان ہیں اس لئے انہوں نے اپنی کتب تفسیر میں کہیں "نحر" کے معنی ہاتھ باندھنے کے دیکھ لئے ہوں گے۔ اور لغت نویسی کے وقت اسکو لغت میں جگہ دے دی۔ مگر المنجد کا مؤلف چونکہ عیسائی ہے۔ اسے شیعہ سنی کے نزاعی مسائل سے کوئی سروکار نہیں۔ اس لئے اس نے اس کے صرف وہی معنی بیان کئے ہیں جو لغت عرب میں ہیں۔ اس نے اس لفظ کو شیعہ یا سنی بنانے کی کوشش نہیں کی ان معنوں کی نسبت جو جناب امیر علیہ السلام کی طرف دی گئی ہے وہ بناء الفاسد علی الفاسد کی بدترین مثال ہے۔ وہ باب مدینۃ العلم النبوی جو خود ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہوں (جیسا کہ ابھی اوپر ثابت کیا جا چکا ہے) وہ اس لفظ کے وہ معنی بیان کریں (ہاتھ باندھا) جو لغت عربی کی رو سے بھی درست نہ ہوں ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اہلسنت نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آنجناب کی طرف اس معنیٰ کی نسبت درست نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں سورۃ الکوثر کے ذیل میں لکھتے ہیں وقیل المراد بقول وانحر وضع الید الیمنیٰ علی الیسریٰ تحت النحر وھذا عن علیؓ ولا یصح۔ یعنی کہا گیا ہے کہ "نحر" کے معنی میں داہنے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنا یہ معنیٰ حضرت علی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں مگر یہ نسبت صحیح نہیں ہے (۲) معنی علی دار قطنی طبع دہلی صفحہ ۱۰۶ پر بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ یہ نسبت صحیح نہیں ہے (۳) اسی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فاضل نووی نے شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۱۷۳ میں لکھا ہے ضعیف متفق علی تضعیفہ وعبد الرحمن بن اسحاق الواسطی ضعیف بالاتفاق (۴) ایسا ہی افادہ علامہ وحید الزمان نے ترجمہ سنن ابی داؤد صفحہ ۱۸۶ میں فرمایا ہے اثبات مدعا کے لئے یہ چار معتبر شہادتیں کافی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نحر سے مراد بروز عید قربان قربانی کرنا ہے (یا بطور معنیٰ مجازی رفع یدین)، مؤلف کے فرزند نے اس مقام پر جو حاشیہ لکھا ہے کہ سورۂ کوثر مکہ ہے اور قربانی کا وجوب مدینہ میں نازل ہوا یہ محض ان کا ذاتی خیال ہے حالانکہ تفسیر جلالین میں "نحر" کے معنیٰ قربانی کرنا لکھے ہیں اور اس مفہوم کو عکرمہ، عطاء، قتادہ، سعید ابن جبیر اور مجاہد کا قول قرار دیا ہے کیا ان تابعین کو معلوم نہ تھا کہ قربانی کب واجب ہوئی ہے؟

ع درحیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید؟

مالکم کیف تحکمون؟

دوسری دلیل کا جواب

مؤلف نے اس سلسلہ میں جو دوسری قرآنی دلیل پیش کی ہے اور اس کے پیش کرنے میں مختلف مقامات سے مختلف آیات کے جملے باہم جوڑے ہیں اس پر بے ساختہ کسی شاعر کا یہ شعر زبان پر جاری ہو جاتا ہے ؎

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ۔۔۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بھلا اس بندۂ خدا سے کوئی پوچھے۔ سورہ طٰہٰ کی آیت اقم الصلوٰۃ لذکری کا سورۂ قصص کی آیت واضمم الیک جناحک من الرھب سے کیا تعلق ہے؟ جب آپ خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس جگہ "اقم الصلوٰۃ مذکور نہیں" تو پھر آپ کو یہ وحی کس نے کی ہے کہ "لیکن حکماً گویا وہی حکم یہاں موجود ہے"

ستر خدا کہ عارف سالک بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

تیسری دلیل

یہ دلیل بچند وجہ علیل ہے اوّلاً۔ یہ حکم عورت کے لئے وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے ثانیاً اس میں ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں بلکہ سینہ کے اوپر الگ الگ ہاتھ رکھنے کا حکم ہے تاکہ مقام ستر پوشیدہ رہے۔ ثالثاً عورت اور مرد کے احکام میں بہت سے فروق ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اور فرق اسی حدیث میں مذکور ہے کہ مرد کو پاؤں کے درمیان چار انگشت سے لیکر ایک بالشت تک فاصلہ رکھنا مستحب ہے مگر عورت کے لئے پاؤں ملا کر رکھنا مستحب ہے۔ الی غیر ذالک من فروق کثیرۃ۔

چوتھی دلیل

یہ دلیل بدو وجہ علیل ہے اوّلاً۔ اس لئے کہ جناب امیرؑ کا ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھنا ثابت ہی نہیں ہے (جیسا کہ قبل ازیں اس موضوع پر مفصل بحث کرکے اس خیال کا ابطال کیا جا چکا ہے) ثانیاً بفرض تسلیم اگر کبھی صف میں پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی بھی ہو (اقتدار کی نیت کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) تب بھی مؤلف کا پیدا کردہ اشکال وارد نہیں ہوتا کیونکہ ابوبکر خود ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ ابھی اوپر ثابت کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے عمر نے نماز میں ہاتھ باندھے اور باندھنے کا حکم دیا۔ ہم اہلسنت کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اپنی صحاح ستہ سے ابوبکر کا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ثابت کرکے منہ مانگا انعام حاصل کریں قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین!

مؤلف کے سوال و جواب پر تبصرہ

مؤلف نے اس مقام پر شیعہ استدلال اور پھر اس کا جواب پیش کرکے کسی اچھی دیانت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ انسان یا تو دوسرے فریق کا استدلال پیش نہ کرے اور اگر کرے تو پھر دیانتداری کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ان کا صحیح وزنی استدلال پیش کرکے جواب دے۔ مگر افسوس مؤلف ہر جگہ دوسرے فریق کے دلائل و براہین کو نظر انداز کرکے صرف جاہلوں سے سنی سنائی باتوں کو شیعہ کا استدلال ظاہر کرکے پہلے اس پر سوقیانہ فقرے کستے ہیں اور پھر ان کا جواب دیتے پر زور قلم صرف کرتے ہیں چنانچہ اس مقام پر انہوں نے شیعوں کے جو استدلال نقل کیے ہیں وہ ہمارے اس دعویٰ کی منہ بولتی تصویر ہیں ورنہ ہمیں بتایا جائے کہ ہمارے کس ذمہ دار عالم نے ان آیات سے ہاتھ کھولنے پر استدلال کیا ہے؟ اور اگر ثابت نہیں تو پھر ع

یہ ہنگامہ اے غفلت کیا ہے؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہاتھ کھولنے کا جواز محتاج دلیل نہیں ہے

حقیقت یہ ہے کہ کھلے ہاتھ نماز پڑھنے کا جواز کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ پیدا ہوتے، اٹھتے، بیٹھتے، سوتے جاگتے۔ الغرض ہر حالت میں فطرۃً ہاتھ کھلے ہوتے ہوتے ہیں اور اسلام ہے دین فطرت فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا فلسفہ کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ تحصیل حاصل محال ہے" کھڑے ہوئے آدمی کو کہنا کھڑے ہو جاؤ یا بیٹھے ہوئے کو کہنا کہ بیٹھ جاؤ۔ حماقت ہے اور اس کی تعمیل محال — لہٰذا اگر خدا فرماتا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھو (جبکہ ہاتھ پہلے ہی کھلے ہوتے تھے) تو یہ امر اس کی حکمت کے منافی ہوتا۔ البتہ اگر خدا کو (فطرت کے خلاف) ہاتھ بندھوانا مطلوب ہوتے تو باندھنے کا حکم دیتا۔ مگر جب اس نے کہیں ہاتھ باندھنے کا حکم نہیں دیا تو یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وہ فطرت کے مطابق کھلے ہاتھ نماز پڑھوانا چاہتا ہے وھو المقصود وقد حصل بعون اللہ الودود۔

اہلسنت سے دو باتیں

اتحاق حق اور ابطال باطل ہو چکا۔ اب اس سلسلہ میں ارباب انصاف کی خدمت میں صرف دو باتیں عرض کرنا ہیں اوّل یہ کہ شیعہ و سنی میں جو کچھ اختلاف ہے وہ ہاتھ کھول کر یا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کے متعلق ہے! اب قابل غور بات یہ ہے کہ نماز کس چیز کا نام ہے؟ آیا صرف قیام کا؟ یا رکوع و سجود اور قعدہ و قعود بھی اس میں شامل ہیں اور اگر یہ سب امور حقیقت نماز میں داخل ہیں (اور یقیناً داخل ہیں) تو پھر حضرات شیعہ تو تمام نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے ہیں ..... لہٰذا اہلسنت کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی تمام نماز ہاتھ باندھ کر پڑھیں (اور پھر صرف دو رکعت پڑھ کر دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے؟) یا قیام کے علاوہ دوسرے ارکان کو نماز نہ کہیں؟ یہ کیا مذاق ہے کہ قیام میں تو ہاتھ باندھے جاتے ہیں مگر باقی سب حالتوں میں کھلے چھوڑ دیے جاتے ہیں اس طرح یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ نماز کا قیام ہاتھ باندھ کر عمل میں لایا گیا مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی گئی۔ دوم یہ کہ اہلسنت کے ائمہ اربعہ میں سے امام مالک ہاتھ کھول کر اور باقی تینوں باندھ کر پڑھتے اور پڑھاتے ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی ہاتھ باندھنے کو واجب نہیں قرار دیتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ اسے سنت قرار دیتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہاتھ کھول کر نماز پڑھے تو ان تینوں اماموں کے نزدیک اس کی نماز باطل نہیں۔ جبکہ ائمہ اہلبیتؑ کے نزدیک نماز میں ہاتھ کھولنا واجب ہے لہٰذا اگر کوئی شخص بلا عذر شرعی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے تو اس کی نماز باطل ہے۔

(مدارک الاحکام وغیرہ) دریں حالات عقل سلیم کا فیصلہ یہ ہے کہ ہاتھ باندھنے میں خطرہ اور کھولنے میں یقیناً سلامتی ہے۔ اہلسنت میں سے کوئی صاحب عقل و انصاف ہے جو ضد اور تعصب کو چھوڑ کر کشتی نجات اہلبیت پر سوار ہو جائے؟ ولنعم ماقیل ؎

ولن شئت البرائتر من سعیر ٭ واجرأ من الہ بالصلوٰۃ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فلا تبطل صلوتک بالضلالۃ ؛ فھا ارکب یا اخی فلک النجاۃ

ان حقائق میں ارباب دانش و بینش کیلئے لمحۂ فکریہ ہے۔

مسئلہ تکبیرات جنازہ

چونکہ تکبیرات جنازہ دوسری نماز کی رکعات کی بجائے ہیں، اور کوئی فرض نماز چار رکعت سے زیادہ نہیں اس لئے شیعہ کا پانچ تکبیر جنازہ کا قائل ہونا قول بلا دلیل ہے ہم اس سے پہلے فروع کافی ج ۳ ص ۳۰ کتاب الروضۃ سے طولانی حدیث لکھ چکے ہیں کہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جناب امیرؑ نے اپنے عہد میں بھی وہی امور قائم رکھے جو خلفاء ثلاثہ کے عہد میں نافذ تھے، مہر کو درثہ فاطمہ کو دے سکے ــــ تراویح موقوف کر سکے نہ پانچ تکبیرات جنازہ پڑھا سکے ــــ تو اب شیعہ اس کے خلاف کرنے کے کس طرح مجاز ہیں؟

دوم :۔ فروع کافی ص ۹۵ میں حدیث ہے ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ــــ پانچ تکبیر پڑھا کرتے تھے لیکن جب منافقین کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت ہو گئی تو پھر چار تکبیر ہی پڑھا کرتے تھے الفاظ یہ ہیں (پھر یہاں اسی مذکورہ بالا مضمون کی حدیث نقل کی ــــ آخر میں ہے بعینہٖ یہی حدیث من لایحضرہ الفقیہ ص ۵۰ اور علل الشرائع میں بھی موجود ہے) ــــ اس حدیث سے جو جناب صادق سے مروی ہے بالتصریح ثابت ہوا کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ کا عمل رسولؐ ابتداء میں تھا جب تک منافقین پر نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ آخری فعل رسولؐ ہی حجت ہوا کرتا ہے ــــ ہماری کتابوں میں یوں تصریح موجود ہے کہ صلی جبرئیل علی آدم وکبر علیہ اربعاً (دار قطنی) آدم پر جبرئیل نے مع ملائکہ نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ اسی کتاب دار قطنی ج ۱ ص ۹۰ پر حضرت انس سے روایت ہے ــــ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھی گئیں حضرت عمر نے ابوبکر پر، صہیب نے جنازۂ عمر پر حضرت حسن نے حضرت علی پر امام حسین نے حضرت حسن پر چار تکبیریں پڑھیں۔ اہلسنت کی جملہ کتب حدیث میں تصریح ہے کہ آخری عمل رسول پاک جنازہ نجاشی کے بعد چار تکبیر نماز جنازہ پڑھا۔ اب شیعہ کو ضد چھوڑ دینا چاہئے واللہ الہادی۔ (آفتاب ص ۳۴۴)

الجواب مؤلف نے اس سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ بچند وجہ درجۂ اعتبار سے ساقط ہے اوّلاً یہ کہنا کہ چار تکبیر چار رکعت کے قائم مقام ہے موصوف کا طبعزاد خیال ہے جس کی تائید خدا، اس کے رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے ارشادات سے نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ کسی کے لئے حجت کہ صاحب خیال کے لئے وقعت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نہیں ہے اگر عقلی دلیل پر ہی بنیاد قائم کرنا ہے تو پھر کیوں نہ ائمہ اہلبیتؑ کے فرمان کو تسلیم کیا جائے کہ چونکہ پانچ وقت کی نماز واجب ہے اس لئے نماز جنازہ میں ہر نماز کی جگہ ایک تکبیر مقرر کی گئی ہے (جیسا کہ فروع کافی ج ۱ ص ۹۵ سے حضرات صادقین سے مروی ہے) ثانیاً مؤلف نے جہاں فروع کافی ج ۳ ص ۳۰ کا حوالہ دیا ہے ہم نے بھی اس مقام پر اسپر مکمل تبصرہ کر دیا ہے یہ درست ہے کہ جناب امیر علیہ السلام حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے حسب منشا شرعی اصلاحات نافذ نہ کر سکے مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ انکے بدعت ہونے کا زبانی اظہار بھی نہ کر سکے یا یہ کہ العیاذ باللہ خود بھی بدعاتِ ثلاثہ پر عمل کرتے رہے کیا کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی یہ وارد ہے کہ آپ نماز تراویح پڑھتے تھے؟ یا چار تکبیر نمازِ جنازہ پڑھاتے تھے؟ حاشا وکلا!

ثالثاً۔ فروع کافی ج ۱ ص ۹۵ سے مؤلف نے جو روایت پیش کی ہے (اور زیادہ تر اسی پر اپنے استدلال کی دیوار استوار کی ہے) یہ محض ان کی خوش فہمی ہے ورنہ عند التامل اس سے ان کی تردید ہوتی ہے نہ تائید۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل ایمان پر پانچ تکبیریں پڑھتے تھے

اس اجمال کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے کہ جس باب سے یہ محولہ بالا حدیث لی گئی ہے اس کا عنوان ہے "علۃ تکبیر فی الجنازۃ" اس میں کل پانچ حدیثیں درج ہیں۔ پانچ تکبیروں کے وجوب کی علت وہی بیان کی گئی ہے جو ہم نے اوپر لکھ دی ہے کہ نمازِ جنازہ کی ہر تکبیر نماز ہائے پنجگانہ میں سے ایک نماز کے قائمقام ہے، اس حدیث کا صاف اور سادہ مفہوم یہ ہے کہ جب تک منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب مرنے والوں پر پانچ تکبیریں پڑھا کرتے تھے البتہ اس ممانعت کے بعد منافقین پر چار اور مومنین پر پانچ پڑھا کرتے تھے اس امر کی مزید وضاحت حدیث ۲ سے ہوتی ہے۔ اس میں صراحت موجود ہے کہ "کان رسول اللہ یکبر علی قوم خمسا وعلی قوم آخرین اربعا فاذا کبر علی رجل اربعا اتہم یعنی بالنفاق" یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ لوگوں (اہل ایمان) پر پانچ اور کچھ لوگوں (اہل نفاق) پر چار تکبیریں پڑھتے تھے پس جب آپؐ کسی آدمی پر چار تکبیریں پڑھتے تو اسے منافق سمجھا جاتا تھا" (فروع کافی ج ۱ ص ۹۵ طبع نولکشور) اب معلوم ہو گیا کہ پانچ تکبیریں پڑھنا علامتِ ایمان اور چار تکبیریں پڑھنا علامت نفاق ہے۔ مبارک باد!

اہلسنت کے ہاں تکبیراتِ جنازہ میں سخت اختلاف ہے

تکبیرات جنازہ کی مقدار کے متعلق اہلسنت میں شدید اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کس قدر پڑھا کرتے تھے؟ شرح مسلم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نووی ج ۱ ص ۳۰۹ پر حضرت علی سے عمل رسول اس طرح مروی ہے کہ آپ اہل بدر پر چھ اور دوسرے صحابہ پر پانچ تکبیر پڑھا کرتے تھے" مخفی نہ رہے کہ کتاب نصب الرایہ ص ۲۴۳ پر جناب امیرؑ کا اپنا عمل بھی یہی نقل کیا گیا ہے، میزان کبریٰ شعرانی ج ۱ ص ۹۵ پر ابن مسعود کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض پر نو بعض پر سات اور بعض پر چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ انہی حقائق کی بنا پر علامہ وحید الزمان نے ترجمہ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۰۸ پر لکھا ہے "چار تکبیروں پر اجماع کا دعوے غلط ہے صحابہ میں اختلاف مشہور ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ پانچ تکبیروں پر عمل نہ کیا جائے جب حدیث صحیح اس باب میں وارد ہوئی باوجود یکہ اس میں زیادت ہے اور زیادت پر عمل کرنا اولیٰ ہے"

چار تکبیروں پر اجماع بدعت ہے

ہاں اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ چار تکبیروں پر لوگوں کو عمر نے جمع کیا چنانچہ تاریخ الخلفاء ص ۱۲۷ طبع مصر جدید باب اوّلیات عمرؓ میں لکھا ہے واوّل من جمع الناس فی صلوٰۃ الجنازۃ علی اربع تکبیرات یعنی عمر پہلا شخص ہے جس نے لوگوں کو جنازہ میں چار تکبیروں پر جمع کیا" (کذا فی الفاروق للشبلی ص ۲۵۶ طبع لاہور) اب تو یہ حقیقت کھلکر سامنے آگئی کہ اہل اسلام و ایمان پر چار تکبیر نماز جنازہ پڑھنا سنت رسول نہیں بلکہ بدعت عمر ہے۔ (وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ سبیلھا الی النار (کنز العمال)

رسولؐ و آلِ رسولؐ پر پانچ تکبیریں پڑھی گئیں

رہا یہ امر کہ ابوبکر پر یا صہیب نے عمر پر کس قدر تکبیر پڑھیں؟ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن جہاں تک جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ ہدیٰ کے جنازوں کا تعلق ہے ان پر ہماری روایات کے مطابق بالاتفاق پانچ اور برادران اسلام کے مطابق پانچ یا اس سے کم و بیش پڑھیں گئیں چنانچہ کنز العمال ج ۴ ص ۵۷ پر ہے کہ جناب عباس اور حضرت علیؑ نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پانچ تکبیریں پڑھیں ــــ اسی طرح مسک الختام شرح بلوغ المرام ص ۴۳۱ میں (علی ما نقلہ فی الفلک) کہ حضرت علی نے جناب سیدہؑ پر اور امام حسنؑ نے حضرت امیرؑ پر اور محمد بن الحنیفہ نے جناب ابن عباس پر پانچ تکبیریں پڑھیں و مگر صواعق محرقہ ص ۸۰ طبع قدیم میں جناب امام حسن کا سات اور طبری ج ۵ ص ۸۶ پر ۹ تکبیریں پڑھنا مروی ہے لہٰذا دار قطنی اور صواعق وغیرہ کی روایات باہمی تعارض کی وجہ سے درجۂ اعتبار سے ساقط ہو گئیں اور پانچ تکبیر پڑھنے والی روایت بلا معارض اور بے غبار واضح و آشکار ہو گئی ہے الحمد للہ علی وضوح الحق ع نہ اس پر بھی اگر سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے۔ کیا کوئی صاحب عقل و انصاف اہلسنت ہے جو آنکھوں سے تعصب و عناد اور تقلید آباؤ اجداد کی پٹی اتار کر ان حقائق پر غور و فکر کرنے کے بعد پانچ تکبیر نماز جنازہ والے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صحیح قول کو اختیار کر کے سفینۂ اہلبیتؑ پر سوار ہو جائے

ادھر آ بحرِ آلِ مصطفےٰ میں ڈال دے کشتی
جو اس میں ڈوب جائے اسکا بیڑا پار ہوتا ہے

تیسرا مسئلہ پاؤں کا مسح

ہر مذہب کے مسلمان وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے ہیں لیکن شیعہ عقل و نقل کے خلاف پاؤں دھونے کی بجائے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں یہ عجیب بات ہے کہ منہ ہاتھ جن پر نجاست پڑنے کا بہت کم احتمال ہے تو دھوئیں جائیں لیکن پاؤں جن کے پلید ہونے کا احتمال ہے ان پر مسح کر لینا کافی سمجھا جائے جو اعضاء کھلے رہتے ہیں مثلاً منہ ہاتھ پاؤں چونکہ گرد و غبار پاک پلید اڑ کر ــــ پڑا کرتا ہے اس لئے شارعؑ نے ــــ ان کا دھونا فرض قرار دیا ہے لیکن سر چونکہ ہر وقت ڈھکا رہتا ہے اس کی نجاست کا احتمال نہیں ــــ اس لئے تبرید دماغ کے لئے اس کا مسح کر لینا کافی ــــ ہے لیکن شیعہ چونکہ عقل کے دشمن ہیں اور پھر دوسرے مسلمانوں سے خلاف کرنا ان کا شیوہ ہے۔ پاؤں دھونے کے بجائے ان پر مسح کر لیا کرتے ہیں ــــ خدا نے قرآن میں سب سے پہلے منہ دھونے کا حکم دیا ہے لیکن شیعہ ــــ منہ دھونے سے اوّل پاؤں دھویا کرتے ہیں۔

کافی کلینی کی حدیث :- اس کے متعلق بھی فروع کافی ج ۱ ص ۱۹ سے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے وان نسیت مسح رأسک حتی تغسل رجلیک فامسح رأسک ثم اغسل رجلیک (امام صادقؑ نے فرمایا اگر سر کا مسح بھول جائے اور پہلے پاؤں کو دھو ڈالے تو سر کا مسح کر لے اور بعد ازاں پاؤں دھو ڈالے) اس حدیث سے بالصراحت ثابت ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے ــــ اگر پاؤں دھونا فرض نہیں بلکہ ازالہ نجاست منظور تھا ــــ تو پہلے دھونے سے ازالۂ نجاست ہو چکا تھا۔ مسح سر کرنے کے بعد مکرر پاؤں دھونے کا حکم کیوں دیا جاتا ہے حدیث کا کوئی جواب شیعہ نہیں دے سکتے۔!

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے (آفتاب ص ۳۴۶)

الجواب مؤلف حسب عادت یہاں بھی گرجے تو بہت ہیں مگر برسے کچھ بھی نہیں سچ ہے کہ جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مقامِ تعجب کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ آج وہ لوگ تو قرآنی تعلیمات پر عمل درآمد کرنے کے دعویدار نظر آتے ہیں جن کے بزرگوں کو قرآن کی ایک آیت بلکہ ایک حرف کا مفہوم بھی معلوم نہ تھا (تفسیر اتقان ج ۱ ص ۱۱۵) اور جن کے مذہب کی بنیاد ہی قیاسِ بے اساس پر ہے (مسلم الثبوت۔ نور الانوار اور توضیح تلویح وغیرہ) اور ان لوگوں کے طور و طریق کو خلافِ قرآن قرار دیا جائے جن کے امام قرآن ناطق تھے (منصب امامت شاہ اسمٰعیل دہلوی) اور جن کے مذہب حق کا دارومدار ہی قرآن، نبی آخر الزمانؐ اور ان کی عترت علیہم السلام کے فرمان پر ہے ؎

اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است!

بہر حال مؤلف نے اس سلسلہ میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ بالکل خلافِ واقع ہے اور بفضلِ ایزدی شیعیانِ حیدر کرار کا عمل و کردار قرآن و سنت سید ابرارؐ اور طریقہ عترتِ اطہار کے عین مطابق ہے البتہ اہل السنہ ہونے کے دعویداروں کا عمل جہاں تعلیماتِ قرآن کے خلاف ہے وہاں سنتِ نبویہ کے بھی برعکس ہے لہٰذا ان کا اہلسنت کہلانا ؎ برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق ہے۔

منشاءِ اختلاف کی نشاندہی مذکورہ بالا اجمال کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے کہ وضو میں پاؤں کا مسح کرتے یا ان کے دھونے کا شیعہ و سنی اختلاف آیت وضو (یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین) میں وارد شدہ لفظ "وارجلکم" کی قرأت کے اختلاف پر مبنی ہے چنانچہ قرأءِ سبعہ میں سے چار قراء ابن کثیر، ابو عمرو، حمزہ، اور عاصم نے "وارجلکم" کی لام پر کسرہ (زیر) اور باقی تین قاریوں نے اس پر فتحہ (زبر) پڑھا ہے (تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی ص ۵۲۵ ج ۳ طبع مصر ۲ اہلسنت کے نزدیک یہ سبعہ قرأتیں مشہور (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۵۲۵ "منہاج السنۃ ج ۲ ص ۱۵۲) بلکہ متواتر ہیں (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۳ طبع لکھنؤ)

قرأتِ اہلبیتؑ "وارجلکم" کی زیر ہے اگرچہ ائمہ اہلبیتؑ کے فرمان سے زیر والی قرأت کی تائید مزید ہوتی ہے (ملاحظہ ہو قرأتِ حسنین شریفین علیہما السلام تفسیر جامع البیان ابن جریر ج ۱۰ ص ۵۵ طبع مصر، و قرأت امام محمد باقرؑ تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۷۲ و تفسیر جامع البیان ابن جریر ج ۶ ص ۷۲)

ائمہ اہلبیتؑ میں سے جو ایک کا قول ہو وہی سب کا قول ہوتا ہے یہ حقیقت ارباب بصیرت پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ائمہ اہلبیتؑ کے قول و فعل میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ "قول واحد منھم قول باقیھم"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یعنی ان میں سے جو ایک کا قول ہے وہی سب کا قول ہوتا ہے (دراسات اللبیب ص۳۵ طبع لاہور) اس کی وجہ یہ ہے کہ سب کا ماخذِ احکام بھی ایک ہے (قرآن وسنت) اور سب کا علم وفضل اور فہم وادراک بھی ایک (صغارھم وکبارھم فی الفضل سواء۔ ہفتم بحار الانوار) بنا بریں سب ائمہ اطہار کی قرأت یہی سمجھی جائیگی۔

ہر دو قرأت کی بنا پر مسح پا ثابت ہے

بہرکیف کہا جاتا ہے کہ اگر "ارجلکم" کی لام پر زبر پڑھا جائے تو اس سے دھونا ثابت ہوتا ہے اور اگر اس پر زیر پڑھی جائے تو اس سے مسح ثابت ہوتا ہے (تفسیر جامع البیان نواب صدیق حسن خان ص۹۵، تفسیر وحیدی پ۶ ص۲۲۲ حاشیہ ۵ طبع لاہور) مگر ہم کہتے ہیں کہ "ارجلکم" کو خواہ لام کی زبر سے پڑھا جائے اور خواہ لام کی زیر سے بہر حال اس سے پاؤں کا مسح ثابت ہوتا ہے نہ کہ دھونا۔ اس ابہام کی بقدر ضرورت توضیح یہ ہے کہ اگر اس پر زیر پڑھی جائے تب تو باتفاقِ فریقین اس سے پاؤں کا مسح ہی ثابت ہوتا ہے (ملاحظہ ہو۔ تفسیر کبیر ج ۳ ص۵۳۶ فتح البیان ج ۳ ص۲۶، تفسیر خازن ج ۱ ص۴۴۱، تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر ج ۶ ص۶۸ وغیرہا)

جرّ جوار والا قول باطل ہے

کیونکہ اس صورت میں "ارجلکم" کا عطف "برؤسکم" کے لفظ پر ہوگا جو کہ "فامسحوا" کے تحت واقع ہے (معنی یہ ہوں گے کہ امسح کرو سروں کا اور پاؤں کا) اور یہ بات اہل علم کیلئے محتاج بیان نہیں ہے کہ اگر مجرور پر عطف کیا جائے تو حرفِ جار کا اعادہ لازم نہیں ہوتا جیسا کہ ان آیات میں جار کا اعادہ نہیں کیا گیا یا ایھا الذین آمنوا باللہ ورسولہ = انھم کفروا باللہ ورسولہ شیخ سعدی اپنی مشہور نعتیہ رباعی میں کہتے ہیں ؎

حسنت جمیع خصالہ ٭ صلوا علیہ وآلہ

اور یہ جو بعض کم علم لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ جرّ (زیر) جرّ جوار ہے (یعنی برؤسکم کے پاس واقع ہونے کی رعایت سے اس پر زیر پڑھی گئی ہے ورنہ فی الواقع اس پر فتحہ (زبر) ہے) یہ قول ائمہ نحو اور خود محققین اہلسنت کی تصریحات کی رو سے غلط اور باطل ہے اور اس کے بہت سے وجوہ ہیں۔ بنظر اختصار صرف دو وجوہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے (۱) وجہ اوّل:۔ جرّ جوار وہاں جائز ہوتی ہے جہاں معنیٔ کلام میں اشتباہ کا اندیشہ نہ ہو جبکہ اس آیت میں معنی کے تبدیل ہونے کا سخت اندیشہ ہے کیونکہ اگر لام پر زیر پڑھی جائے تو اس سے پاؤں کا مسح ثابت ہوتا ہے۔ (۲) وجہ دوم۔ جرّ جوار حرف عطف (واؤ) کے بغیر ہوتی ہے۔ یہ مگر اس جگہ حرفِ عطف (واؤ) موجود ہے (وارجلکم) علاوہ بریں جر جوار کو صرف ضرورت شعری وغیرہ کے لئے جائز سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ بلا ضرورت وہ کلام فصیح میں واقع نہیں ہوتی ــــ (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ج ۳ ص۵۳۵ تفسیر خازن ج ۱ ص۴۴۱ وغیرہ) اور اگر لام پر زبر پڑھی جائے تب بھی اصلِ مدعا پر کوئی زد نہیں پڑتی بلکہ اس صورت میں بھی پاؤں کا مسح ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں "ارجلکم" کا عطف "برؤسکم" کے لفظ کے بجائے اس کے محل پر ہوگا۔ جو کہ "فامسحوا" کا مفعول ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ چنانچہ امام نحو رضی شرح کافیہ ج ۱ ص ۲۱۲ ج ۲ ص ۲۷۳ طبع مصر میں لکھتے ہیں "فاذا عطف علی المجرور فالحمل علی الجر الظاھر اولی من النصب المقدر وقد یحمل علی المحل کما فی قولہ تعالٰی فامسحوا برؤسکم وارجلکم علی النصب" یعنی جب ایسے مجرور پر عطف کیا جائے جس میں (زبر پوشیدہ ہو) تو پوشیدہ زبر سے ظاہری زیر پر حمل کرنا بہتر ہوتا ہے۔ مگر کبھی اس مجرور کے محل پر بھی عطف کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آیت وضو میں ارجلکم کا (بنا بر قرأت زبر) "برؤسکم" کے محل پر عطف کیا گیا ہے" (کذا فی تکملہ عبد الغفور للفاضل عبد الحکیم ایسا کوفی ص ۴۸۹ طبع لکھنو) یا یہ منصوب بنزع الخافض ۔۔ منصور ہوگا۔ یعنی دراصل "بارجلکم" تھا جس سے حرف جار (ب) ہٹا دیا گیا جسکی وجہ سے اس پر زبر آگئی۔ اور ایسا ہوتا رہتا ہے

"ارجلکم" کا عطف "وجوھکم" پر کسی طرح جائز نہیں ہے

یہ جو کہا جاتا ہے (اور اسی پر اہلسنت کے عمل کی بنیاد قائم ہے) کہ "ارجلکم" کا (بنا بر زبر) "وجوھکم" پر عطف ہے جو "فاغسلوا" کا مفعول ہے یہ بدو وجہ غلط ہے۔ اوّلاً۔ اس صورت میں معطوف (ارجلکم) اور معطوف علیہ (وجوھکم) کے درمیان اجنبی جملے (فامسحوا برؤسکم) کا فاصلہ لازم آتا ہے جو کہ نحوی نقطۂ نظر سے غلط ہے چنانچہ کبیری شرح منیۃ المصلی ص ۱۵ طبع لاہور میں "ارجلکم" کا عطف "برؤسکم" کے محل پر ثابت کرنے کے بعد "وجوھکم" پر اس کے عطف کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھا ہے لا متناع العطف علی المنصوب بالفصل بین العاطف والمعطوف علیہ بجملۃ اجنبیۃ والاعدل ان لا ینفصل بمفرد فضلاً عن الجملۃ ولم یسمع فی الفصیح نحو ضربت زیداً وعمرت بعمرو وبکراً بعطف بکراً علی زیداً یعنی ارجلکم کا عطف اجنبی جملہ کے فاصلہ کی وجہ سے منصوب (وجوھکم) پر ممنوع ہے کیونکہ صحیح قانون کی بنا پر معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مفرد کا فاصلہ بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ جملہ کا "کبھی ایسا کلام فصیح نہیں سنا گیا کہ ضربت زیداً وعمرت بعمرو وبکراً۔ بایں طور کہ بکراً کا عطف زیداً پر کیا جائے جس کا ترجمہ یوں ہوگا۔ مارا میں نے زید کو اور میں گذرا عمرو کے پاس سے اور بکر کو (یعنی بکر کو مارا) ایسا کلام تو کوئی عام فصیح و بلیغ بھی نہیں کرتا چہ جائیکہ خالق فصحاء ایسا کلام کرے؟ ثانیاً قاعدہ یہ ہے کہ جب دو متضاد حکم دیے جائیں اور کوئی چیز دوسرے جملہ کے تحت واقع ہو تو اس کا تعلق دوسرے جملہ سے ہی سمجھا جاتا ہے۔ اگر ہیر پھیر کر کے اسے پہلے جملے سے مربوط کیا جائے تو اس طرح کلام درجۂ فصاحت سے گر جاتا ہے مثلاً اگر کوئی آقا اپنے غلام کو یوں دو حکم دے کہ اضرب زیداً وبکراً واکرم خالداً وعمراً

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تو ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہی ہوگا کہ زید و بکر کو مارو اور خالد و عمرو کا اکرام کرو لیکن اگر عمرؓ کو کھینچ تان کر اضرب کے تحت داخل کیا جائے اور مطلب یہ بیان کیا جائے کہ مارو زید و بکر کو اور اکرام کرو خالد کا اور عمرو یعنی عمرو کو بھی مارو تو اس طرح کلام درجۂ فصاحت سے ساقط ہو جائے گا اگر کوئی متکلم یوں خبر دے کہ اکرمت زیداً و بکراً و مررت بخالد و عمرو یا عمروً تو اس کا صحیح و سادہ مفہوم یہی ہوگا کہ میں نے زید و بکر کا اکرام کیا اور خالد و عمر کے پاس سے گذرا نہ یہ کہ میں نے زید و بکر کا اکرام کیا اور خالد کے پاس سے گذرا اور عمرو یعنی عمرو کا اکرام کیا۔ یہی صورتحال ہماری متعلقہ آیت میں ہے یہاں دو متضاد حکم ہیں ایک فاغسلوا (منہ ہاتھ دھونے کا) دوسرا فامسحوا (سر اور پاؤں کے مسح کرنے کا) دو چیزیں فاغسلوا کے تحت داخل ہیں (منہ اور ہاتھ) اور دو فامسحوا کے تحت (سر اور پاؤں) اب پاؤں کو کھینچ تان کر فاغسلوا کا معمول بنا کر اس کے تحت درج کرنا اسی طرح قانون فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے جس طرح مذکورہ بالا مثالوں میں وضاحت کر دی گئی ہے ان حقائق کی روشنی میں کالشمس فی نصف النہار واضح و آشکار ہو گیا کہ "ارجلکم" کی لام پر زبر پڑھی جائے اور خواہ زیر بہر تقدیر پاؤں کا مسح کرنا ثابت ہے والحمد للہ علی وضوح الحق ع اگر اب بھی نہ تم سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاؤں پر مسح کرتے تھے

اب آئیے ہم مزید اتمام حجت کی خاطر کتب اہلسنت سے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اہلبیت عظام، صحابۂ کرام اور تابعین باحسان کا پاؤں پر مسح کرنا ثابت کرتے ہیں لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحیٰی من حی عن بینۃ (۱) عباد بن تمیم اپنے والد (تمیم) سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں رایت رسول اللہ توضأ و مسح بالماء علی لحیتہ و رجلیہ۔ یعنی میں نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا انہوں نے پانی سے داڑھی اور دونوں پاؤں کا مسح کیا (یعنی ہاتھ کا پانی خشک ہونے کی صورت میں ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر تری حاصل کی) کنز العمال ج ۵ ص ۱۰۲ بحوالہ ابن ابی شیبہ، احمد بخاری در تدنخ عدنی، بغوی، باوردی، طبرانی اور ابو نعیم، قال فی الاصابۃ رجالہ ثقات (۲) ان النبی توضأ غسل وجھہ ویدیہ مرتین و مسح راسہ و رجلیہ مرتین یعنی جناب رسولخدا نے اس طرح وضو کیا کہ منہ اور ہاتھوں کو دو مرتبہ دھویا اور سر اور پاؤں کا دو بار مسح کیا (کنز العمال ج ۵ ص ۱۰۸ بحوالہ مسند عبد اللہ بن زید مازنی) (۳) تمیم بن زید پنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رأیت رسول اللہ یتوضأ و یمسح الماء علی رجلیہ۔ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا انہوں نے اپنے دونوں پاؤں پر مسح کیا (اصابہ فی تمیز الصحابۃ ج ۱ ص ۱۸۵ بذیل ترجمہ تمیم بن زید انصاری۔ اس کے بعد ابن حجر نے لکھا ہے رجالہ ثقات یعنی اس حدیث کے تمام

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

راوی ثقہ ہیں۔ کذا فی نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۶۴)

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسح پا کا حکم دیتے ہیں

جس طرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے پاؤں پر مسح کرنا ثابت ہے اسی طرح ان کا دوسروں کو مسح پا کا حکم دینا بھی کتب اہلسنت سے ثابت ہے (۱) رفاعہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا تتم صلوۃ لاحد حتی یسبغ الوضوء کما امرہ اللہ تعالیٰ فیغسل وجھہ ویدیہ الی المرفقین ویمسح برأسہ ورجلیہ الی الکعبین یعنی کسی شخص کی نماز اس وقت تک تمام (صحیح) نہیں ہو سکتی جب تک اسطرح مکمل طور پر وضو نہ کرے جس طرح خدا نے اسے حکم دیا ہے یعنی یہ کہ منہ اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے اور سر اور دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرے" (عینی شرح بخاری ج ۱ ص ۶۵۹ طبع مصر کذا فی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱ سنن ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۱۵۳ وسنن نسائی ج ۱ ص ۲۷۹ وسنن ابی داؤد مترجم ص ۲۰۹ وترمذی ج ۱ ص ۴۰ وکنز العمال ج ۴ ص ۹۳ تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۶۳ بحوالہ فلک النجات) (۲) سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۵ طبع دہلی مذکورہ بالا حدیث کا شان ورود یوں لکھا ہے کہ رفاعہ و مالک پسران رافع بیان کرتے ہیں کہ ہم بزم رسولؐ میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر وہاں نماز پڑھی فارغ ہونے کے بعد بزم رسولؐ میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آنجنابؐ نے جواب دینے کے بعد فرمایا دوبارہ نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری نماز میں کیا نقص ہے؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک کسی شخص کی نماز صحیح نہیں ہوتی جب تک وضو اس طرح نہ کرے جس طرح خدا نے حکم دیا ہے کہ منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے اور سر اور پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرے" اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ وضو میں پاؤں کا مسح کرنے کی بجائے ان کو دھوتے ہیں تو وضو کے غلط ہونے کی وجہ سے انکی نماز باطل ہے اور یہی امر فرمان ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے ثابت ہے چنانچہ استبصار ج ۱ ص ۶۳ فروع کافی ج ۱ ص ۱۷ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا یاتی علی الرجل ستون او سبعون سنۃ ما قبل اللہ منہ صلوۃ قلت وکیف ذلک قال لا تدیغسل ما امر اللہ بمسحہ یعنی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے ساٹھ یا ستر برس گذر جاتے ہیں مگر اس کی ایک نماز بھی خدا قبول نہیں فرماتا۔ راوی نے عرض کیا اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا خدا نے جس چیز (پاؤں) کے مسح کا حکم دیا ہے وہ اس کو دھوتا ہے"۔

حضرت علیؑ پاؤں پر مسح کرتے تھے

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح حضرت امیرؑ کا وضو میں پاؤں پر مسح کرنا بھی کتب اہلسنت سے ثابت ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چنانچہ فتح الباری ج ۵ ص ۳۶۲ "باب شرب الماء قائماً" میں حضرت امیر علیہ السلام کا اس طرح وضو کرنا لکھا ہے فمسح وجهه و يديه و مسح على رأسه و رجليه یعنی آپ نے اپنا منہ اور ہاتھ دھوئے اور سر اور دونوں پاؤں پر مسح کیا (۲) معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۲۱ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۹۵/۱۱۶ میں حضرت امیرؑ کے متعلق لکھا ہے انه توضأ فمسح على ظاهر قدميه وقال لولا اني رأيت رسول الله فعله لكان باطن القدم احق من ظاهره یعنی آنجناب نے وضو کیا اور پشتِ پا پر مسح کیا پھر فرمایا اگر میں نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح مسح کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا (اور ذاتی قیاس پر عمل روا ہوتا) تو پاؤں کے تلووں کا مسح کرنا زیادہ موزوں ہوتا" (۳) فاضل عسقلانی نے فتح الباری ج ۱ ص ۲۳۳ پر یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت علیؑ پاؤں پر مسح کرتے تھے"۔ اس کے بعد ابن حجر نے بلا دلیل دعوٰی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ یہ عذر تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے اس اللہ کے بندہ سے کوئی پوچھے کہ باب مدینہ علوم نبویہ نے جو کام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پورے تیئیس ۲۳ سال کرتے دیکھا اور خود بھی اس پر برابر عمل پیرا رہے بعد میں اس سے رجوع کرنے کے کیا معنی ہیں؟ کیا ان کا پہلا عمل غلط تھا اور بعد از خرابیٔ بسیار ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا (العیاذ باللہ) کیا سیرتِ علویہ میں اس بات کی کوئی اور مثال بھی ملتی ہے؟ قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين! کتاب کنز العمال ج ۵ ص ۱۰۸ پر ابن مظہر سے روایت ہے کہ ہم حضرت علی کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا طریقہ بتلائیے! آپ نے قنبر کو پانی لانے کا حکم دیا جب پانی آگیا تو آپ نے ہاتھ اور منہ کو دھویا پھر سر اور پاؤں پر مسح کیا۔

امام محمد باقرؑ بھی پاؤں پر مسح کرتے تھے

اسی طرح علماء اہلسنت نے یہ تسلیم کیا ہے کہ امام محمد باقرؑ بھی پاؤں کے مسح کو واجب جانتے تھے (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ج ۳ ص ۵۲۵ تفسیر ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خان ص ۸۴۲ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۹۹ وغیرہ) اور یہ بات ابھی اوپر واضح کی جا چکی ہے کہ ائمہ اہلبیتؑ میں سے جو ایک کا قول و فعل ہوتا ہے وہی سب کا ہوتا ہے اور جب علماءِ اہلسنت نے حضرت علیؑ اور امام محمد باقرؑ کا پاؤں پر مسح کرنا تسلیم کر لیا ہے تو اب انہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ تمام ائمہ اہلبیتؑ کا اسی طریقہ کار پر عمل درآمد تھا جیسا کہ علامہ وحید الزمان نے انوار اللغۃ پ ۱۰ ص ۵۵ و پ ۱۸ ص ۱۵۳/۱۵۴ پر تسلیم کر لیا ہے۔ فراجع۔

ان بعض صحابہ کے نام جو پاؤں پر مسح کرتے تھے

کتب اہلسنت میں بہت سے صحابہ کرام کے نام ملتے ہیں جو بڑی سختی کے ساتھ مسح پا کی پابندی کرتے تھے اور دھونے والوں پر بھرپور تنقید کرتے تھے جیسے انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو امثالہم۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

انس کا قول ہے "نزل القرآن بالمسح" یعنی قرآن مسح کے ساتھ اترا ہے (تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۴۱) اور جناب عبداللہ بن عباس کہا کرتے تھے ابی الناس الا الغسل ولا اجد فی کتاب اللہ الا المسح یعنی عام لوگوں نے سوائے مسح کے اور کچھ نہیں پاتا (تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۶۶) نیز ابن عباس کا یہ قول مفسرین کے نزدیک بہت مشہور ہے۔ الوضوء غسلتان ومسحتان۔ یعنی وضو دو دھونے (منہ اور ہاتھ) اور دو مسح کرنے (سر اور پاؤں) کا نام ہے (تفسیر معالم التنزیل ص ۲۷ تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۴۱ وغیرہ) اسی طرح تفسیر ترجمان القرآن ص ۸۴۲ پر عبداللہ بن عمر کا نام بھی ان لوگوں میں لکھا گیا ہے جو پاؤں پر مسح کرنے کے قائل تھے نیز تفسیر معالم التنزیل سے نقل کیا گیا ہے کہ جناب سلمانؓ، ابوذرؓ، عمار بن یاسر اور تمام ائمہ اہلبیتؑ وضو میں پاؤں پر مسح کرتے تھے۔

ان بعض تابعین کے نام جو پاؤں پر مسح کرتے تھے

اسی طرح اہلسنت کی کتب تفسیر وحدیث میں بہت سے تابعین کے نام بھی ملتے ہیں جو پاؤں پر مسح کرنے کے قائل تھے اور سختی سے اس پر عامل تھے جیسے شعبی، عامر، عکرمہ، قتادہ، جابر ابن زید، علقمہ اور حسن وغیرہم (ترجمان القرآن ص ۸۴۲ تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۴۱ تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۷۳ وغیرہ) چنانچہ شعبی اور عامر کا یہ قول ہے "انما نزل جبرئیل بالمسح علی الرجلین الا ترٰی ان ما کان علیہ الغسل جعل علیہ التیمم وما کان علیہ المسح اھمل" یعنی جبرئیل تو صرف پاؤں پر مسح کا حکم لے کر اترے تھے کیا تم غور نہیں کرتے کہ جن اعضاء کا دھونا فرض تھا انہی پر تیمم کا حکم ہے (منہ اور ہاتھ) اور جن پر مسح کا حکم تھا (سر اور پاؤں) ان کو تیمم میں نظر انداز کر دیا گیا ہے (تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۴۱، معالم التنزیل ص ۲۷) اور عکرمہ کا یہ قول کتب تفاسیر میں موجود ہے لیس فی الرجلین غسل انما المسح علی الرجلین یعنی پاؤں دھونے کا حکم نہیں بلکہ ان پر مسح کرنا واجب ہے (حوالہ مذکورہ بالا) قتادہ کا بیان ہے الوضوء غسلتان ومسحتان وضو دو دھونے اور دو مسحوں کا نام ہے (معالم التنزیل ص ۲۷)

مسح پا والے نظریہ کی تائید مزید

وضو میں مسح پا کے واجب ہونے کی تائید مزید اس بات سے بھی ہوتی ہے، جس کا تذکرہ ابھی اوپر شعبی و عامر کے منقولہ بالا کلام میں کیا جا چکا ہے کہ تیمم جو وضو کا بدل ہے اور جو پانی کے دستیاب نہ ہونے یا اس کے ضرر پہنچانے کی صورت میں کیا جاتا ہے اس میں سر اور پاؤں پر تیمم نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بالاتفاق تیمم صرف منہ اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے یہ اس بات کی ناقابل رد دلیل ہے کہ سر اور پاؤں سے دھونے کا کوئی تعلق نہیں ہے کیا کوئی منصف مزاج سنی ان حقائق کا انکار کر سکتا ہے؟ اور ان کی موجودگی میں وضو میں پاؤں دھونے کی جرأت کر سکتا ہے؟ یا ان سے گلو خلاصی کرانے کیلئے کوئی معقول جواب پیش کر سکتا ہے؟ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بعض منصف مزاج علماء اہلسنت کا منصفانہ کلام

اس بحث کے آخر میں ہم بعض منصف مزاج علماء اہلسنت کا منصفانہ کلام پیش کرتے ہیں حضرت علامہ وحید الزمان اپنی کتاب انوار اللغۃ پ۱ ص۵۵ و پ۱۸ ص۱۵۳/۱۵۴ پر رقمطراز ہیں "نووی نے وضو میں پاؤں دھونے پر اجماع لکھا ہے میں کہتا ہوں اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اجماع ثابت نہیں ہے بلکہ ابن قین نے بعض شافعیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ نمازی کو اختیار ہے خواہ پاؤں دھوئے خواہ ان پر مسح کرے اور عکرمہ کا یہ قول ہے کہ وضو میں پاؤں پر مسح کرے اور حضرت علیؑ اور ابن عباس اور حسن اور شعبی وغیرہم سے باسانید صحیحہ مسح منقول ہے اور امامیہ نے ائمہ اہلبیتؑ سے بتواتر پاؤں کا مسح نقل کیا ہے اور یہ امر ایسا نہیں ہے کہ اس میں جھوٹ بنانے کا احتمال ہو۔ اس لئے کہ یہ کسی اعتقادی امر سے متعلق نہیں ہے جو مابین شیعہ اور اہلسنت کے مختلف ہو اور شیعوں نے پاؤں کا مسح وضو میں لازم رکھا ہے اور ظاہر قرآن سے بھی مسح نکلتا ہے اور ابن جریر نے متعدد روایات جواز مسح کے لئے ذکر کی ہیں ـــــ اگر کوئی مسح کرے تو اس کو گمراہ نہیں کہہ سکتے نہ شدت کے ساتھ اس پر انکار کر سکتے ہیں کیونکہ بعض صحابہ اور تابعین سے مسح بھی منقول ہے اور امام ابن جریر نے جو بڑے مجتہد اور محدث ہیں اسی طرح صوفیوں میں سے شیخ ابن عربی نے مسح کو بھی جائز رکھا ہے" انہی علامہ نے اسی کتاب انوار اللغۃ پارہ ۲۰ ص۱۱ پر لکھا ہے "بعضے نام کے سنی خواہ مخواہ شیعوں کی عداوت اور مخالفت پر ایسے تلے ہوئے ہیں کہ پاؤں پر اگر کوئی مسح کرے تو اسے رافضی اور کافر سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے غلط اور افراط تفریط سے بچائے رکھے" اس بیان سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مؤلف کے ہم مذہبوں کا وضو میں پاؤں دھونے پر اس قدر زور دینا محض شیعوں کی اندھی عداوت کا نتیجہ ہے ع ملائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

لمحۂ فکریہ ان حقائق کی روشنی میں اس بات کا فیصلہ عقلمند اور انصاف پسند قارئین کرام کے ذوق خداداد پر چھوڑا جاتا ہے کہ آیا شیعوں کا طرز عمل خلاف عقل و نقل ہے یا اہلسنت کا؟ اور آیا دشمن عقل و خرد شیعہ ہیں یا نام نہاد اہلسنت والجماعت جو قرآن و حدیث اور تعامل صحابہ و تابعین کی موجودگی میں شیطانی قیاس بے اساس پر عمل کرتے ہوئے پاؤں دھونے پر اصرار کر رہے ہیں کہ "منہ" ہاتھ اور پاؤں پر گرد و غبار پڑا کرتا ہے سر ڈھکا رہتا ہے پاؤں پلید ہوتے کا احتمال ہے" کسی کو بخار ہو تو طبی علاج یہ ہے کہ پاشویہ کرایا جاتا ہے' جس سے بخار دور ہو کر صحت عود کرتی ہے" قرآن و حدیث کے بالمقابل اس قسم کے قیاسات و خیالات بوجہ قیاس فی مقابل النص ہونے کے پرکاہ کے برابر بھی وزن نہیں رکھتے، موجودہ دور میں سب سے زیادہ کھلا ہوا عضو تو سر ہے تو کیا آج کل سر کو دھویا جائے گا؟ نیز اگر بقول مؤلف پاؤں کا دھونا اس لئے واجب ہے کہ ان کے نجس ہونے کا احتمال ہے تو وہ اعضاء (قبل و دبر) جو بعض اوقات یقیناً نجس ہوتے ہیں ان کا وضو میں دھونا تو بطریق اولیٰ واجب ہونا چاہیئے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تھا ؟ ان اللہ کے بندوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ وضو حدث (باطنی کثافت) کے رفع کے لئے کیا جاتا ہے نہ کہ خبث (ظاہری نجاست کے ازالہ کیلئے لہٰذا اگر اعضاء وضو (جو دھوئے جاتے ہیں یا جن پر مسح کیا جاتا ہے) نجس ہوں تو وضو سے پہلے ان سے نجاست کا زائل کرنا واجب ہے۔ لہٰذا اگر پاؤں نجس ہوں تو ان سے قبل از وضو ازالۂ نجاست واجب ہوگا والا فلا — نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ پاشویہ کرنے سے بخار تو اتر سکتا ہے مگر اس سے کسی مسلل کا علاج نہیں ہو سکتا۔ فتدبر۔ اسی طرح استیعاب وغیرہ کی بحث بھی لایعنی ہے حاشیہ نویس کے اضافۂ معلومات کی خاطر اتنا واضح کیا جاتا ہے کہ مسح پاؤں طولاً اور رؤوس اصابع سے لے کر کعبین تک بالاتفاق استیعاب واجب ہے چنانچہ کتاب حدائق ناضرہ ج ۱ ص ۱۸۰ پر لکھا ہے "ان اجماع فقہاء اھل البیت علیھم السلام وجوب الاستیعاب فی مسح الرجلین طولاً الخ....." اور جہاں تک "ارجلکم" کی نصب (زبر) کا تعلق ہے ہم قبل ازیں اس پر مفصل تبصرہ کر کے اس سے پاؤں کے مسح کا وجوب ثابت کر چکے ہیں۔ فراجع

فروع کافی والی روایت کا جواب

باقی رہی فروع کافی والی وہ روایت جسے مؤلف نے طمطراق سے بڑے پیش کیا ہے اور شیعوں کے لئے ناقابل جواب قرار دیتے ہوئے اسے ان کے خلاف بڑا حربہ ٹھہرایا ہے حالانکہ اس کا جواب بالکل آسان ہے یہ روایت بدو وجہ ہمارے خلاف حجت نہیں ہو سکتی اولاً اس لئے کہ اس روایت کا ایک راوی حسین بن سعید ہے جو واقفی المذہب بدعقیدہ ہونے کی وجہ سے متروک الروایہ ہے (رجال حائری ص ۱۰۶ طبع ایران) نیز یہ روایت حسین بن سعید نے فضالہ سے — نقل کی ہے اور حائری نے اپنے رجال (ص ۲۴۰) میں لکھا ہے "ان الحسین لم یلق فضالۃ" یعنی حسین نے کبھی فضالہ سے ملاقات نہیں کی اس لئے کل شیئ رواہ الحسین بن سعید عن فضالۃ فھو غلط" لہٰذا جہاں بھی یہ دیکھو کہ حسین بن سعید نے فضالہ سے کچھ نقل کیا ہے تو سمجھ لو کہ وہ غلط ہے" بنابریں یہ روایت ناقابل اعتبار ہے ثانیاً اس لئے کہ یہ روایت مسلمہ روایاتِ اہلبیتؑ کے خلاف ہے کیونکہ جس باب میں یہ روایت موجود ہے خود اسی باب میں پاؤں کے مسح کی متعدد روایات معتبرہ موجود ہیں۔ جن میں سے بعض میں یہاں تک درج ہے کہ ایک آدمی ساٹھ ستر برس تک نماز پڑھتا ہے مگر اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کیونکہ وہ وضو میں پاؤں کا مسح کرنے کی بجائے انہیں دھوتا ہے (استبصار۔ فروع کافی) بنابریں عامہ کے موافق ہونے کی وجہ سے اس روایت کو تقیہ پر محمول کیا جائے گا۔ چنانچہ کتاب حدائق ناضرہ ج ۱ ص ۱۸۰ میں بحوالہ وافی ملا محسن فیض لکھا ہے المراد بالحدیث انہ ان کنت فی موضع تقیۃ فابدأ بالمسح لیتم وضوئک ثم اغسل رجلیک" یعنی اگر تم تقیہ کے مقام پر ہو تو پاؤں کو دھولو" الحمد للہ! ان حقائق کی روشنی میں روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہو گیا کہ شیعیان حیدر کرار کا عمل و کردار نہ صرف یہ کہ عقل سلیم کے موافق ہے بلکہ منشائے رب حکیم، سنتِ رسول کریم، سیرتِ صحابہ کاملین اور ارشادات ائمہ طاہرین کے بھی عین مطابق ہے اور جو شخص

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ان کی روش و رفتار پر زبانِ اعتراض دراز کرتا ہے وہ درحقیقت اپنی عقل و خرد اور دین دیانت کا جنازہ نکالتا ہے

ہزاروں نکتے یہاں بال سے بھی ہیں باریک
کہ جس کی عقل ہو موٹی وہ اس کو کیا جانے؟

داڑھی چٹ مونچھیں دراز

آجکل شیعیانِ علی کی نشانِ امتیاز یہ ہے کہ داڑھی چٹ اور مونچھیں دراز ہوتی ہیں — جس کی داڑھی مسنون ہو اور شوارب کٹی ہوں اس کو شیعہ غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسلئے کتب شیعہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا ضروری ہے — (۱) شیعہ کی مستند کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ ولا تشبھوا بالیھود" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھیں کٹاؤ اور داڑھی رکھو اور یہودیوں سے مشابہت پیدا نہ کرو) (۲) فروع کافی ج ۲ صـ ۵۳ میں ہے عن بعض اصحابہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قدر اللحیۃ قال تقبض بیدک وتجز ما فضل "امام صادقؑ سے بعض اصحاب نے داڑھی کی مقدار کا سوال کیا آپ نے فرمایا بقدر قبضہ رکھو اور اس سے زائد کاٹو (۳) اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں ہے عن علی بن جعفر عن اخیہ ابی الحسن علیہ السلام قال سئلتہ عن قص الشوارب ا من السنۃ قال نعم (علی بن جعفر نے اپنے بھائی ابوالحسنؑ سے روایت کی ہے کہ ان سے دریافت ہوا کیا مونچھوں کا کٹانا سنت ہے کہا ہاں بے شک (۴) پھر اسی کتاب کے صـ ۵۳ میں ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یطولن احدکم شاربہ فان الشیطان یتخذہ خباءً یستتر بہ (امام صادقؑ سے روایت ہے کہ رسول پاک نے فرمایا کوئی شخص تم میں سے مونچھوں کو نہ بڑھائے کیونکہ شیطان خیمہ بناتا ہے جو اس کے پردہ کا کام دے (۵) اصول کافی صـ ۲۱۷ میں ہے یا امیر المؤمنین وما جند بنی مروان قال کان قوم حلقوا للحیٰ وفتلوا الشوارب (جناب سے پوچھا گیا کہ بنو مروان کا لشکر کون ہے؟ تو فرمایا وہ ایک قوم تھی جو داڑھی چٹ کراتے اور مونچھوں کو تاؤ دیتے تھے ان کی صورتیں مسخ[1] ہوگئیں) شیعہ غور کریں حدیث ہذا میں مونچھیں کٹانے

---

[1] لطیفہ:۔ مؤلف نے جس حدیث کا سیاق و سباق چھوڑ کر صرف یہ ٹکڑا نقل کیا ہے کہ "ان کی صورتیں مسخ ہوگئیں"۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ وہ کس شکل میں مسخ ہوئے؟ اس کا جواب (بقیہ بر صفحہ ۶۸۹ پر)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور داڑھی رکھانے کا صاف حکم ہے اور کہ جو ایسا نہیں کرتے وہ یہودیوں سے مشابہ بنتے ہیں حدیث ۲ میں داڑھی کی مقدار بتائی گئی ہے ۔۔۔ حدیث ۳ میں مونچھیں کٹانا سنت نبوی قرار دیا گیا ہے حدیث ۴ میں مونچھیں کٹانے کی ایسی تاکید کی گئی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مونچھیں شیطان کے خیمہ کے کام آتی ہے حدیث ۵ میں داڑھی چھٹ اور مونچھیں دراز بنو مروان کے لشکر کا حلیہ بتایا گیا ہے جو حضرات شیعہ ان احادیث کے خلاف داڑھی چھٹ اور مونچھیں دراز اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں وہ ان احادیث کی رو سے یہودی صفت سنت نبوی کے منکر شیطان کے مددگار ہیں ۔ کہاں ہیں وہ شیعہ جو جہال کو کہا کرتے ہیں کہ لمبی مونچھیں مولیٰ علی کے شاہپر ہیں غضب تو یہ ہے کہ شیعہ علماء بھی داڑھی چھٹ اور مونچھیں دراز نظر آتے ہیں (آفتاب ص۳۴۷)

الجواب عقل مندوں کا قول ہے ع شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور ۔ یہ حقیقت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ مذہب وہ ہوتا ہے جسے خدا کے مقرر کردہ بانیانِ مذہب پیش کریں ، اس کے تعلیمات ہوتے ہیں جو اس مذہب کی معتبر کتابوں میں محفوظ ہوں اور اس کے عملی نمونے بانیانِ مذہب یا ذمہ داران ملت پیش کریں ۔ اور کسی مذہب پر صحیح اعتراض وہ ہوتا ہے جو اس کے مذہبی تعلیمات پر وارد ہوتا ہو یا اس کے بانیوں کے کردار پر ۔ باقی رہے عوام چونکہ وہ کالانعام ہوتے ہیں اسلئے ان کا قول و فعل کسی بھی مذہب میں حجت اور سند نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی انکی روش و رفتار کو سامنے رکھ کسی مذہب کو مطعون نہ کیا جا سکتا ہے!

مؤلف کی روش پر تبصرہ مگر مؤلف کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ محض عوام کے طرز عمل کو سامنے رکھ کر پورے مذہب کو بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں انکی یہ روش بلا تشبیہ ایسی ہے جیسی یہود و نہود عوام کی روش ہے ۔ جو عوام اہل اسلام کے قول و کردار کو سامنے رکھ کر اسلام کو بدنام کرتے ہیں ۔ تو اگر عقلاء روزگار کی نظروں میں یہود و نہود کا یہ اعتراض اسلام پر درست ہے تو پھر تو مؤلف آفتاب کا یہ ایراد مذہب شیعہ پر بھی صحیح ہے لیکن اگر ان لوگوں کا ایراد اسلام پر غلط اور سوقیانہ ہے تو پھر مؤلف کا اعتراض شیعہ بھی محض غلط اور بالکل عامیانہ ہے ؟ ؎ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا ۔ جب وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ شیعہ کی مذہبی کتابوں میں سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے فرمان کی روشنی میں داڑھی رکھانے اور مونچھیں کٹانے کی بڑی سخت تاکید کی گئی ہے اور جس قدر مذہب شیعہ کے ذمہ دار حضرات ہیں وہ ان احکام پر سختی سے عمل بھی کرتے ہیں تو پھر محض بعض عوام جہلا کے فعل شنیع کو سامنے رکھ کر مذہب شیعہ کو ہدف ملامت بنانا کس قانون و آئین اور کس عقل و شرع کی رو سے روا ہے افسوس

بقیہ گذشتہ صفحہ ۶۸۸ :۔ ہے کہ وہ مٹی مچھلی (غیر جھلکا دار) کی شکل میں سینے ہوئے تھے جسے مؤلف اور انکے ہم مذہب کھا کر ڈکار بھی نہیں لیتے حالانکہ تمام مسوخات حرام ہیں (الخصال) فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ (منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

؎ اس دور میں ظالم ہیں جتنے انصاف کا دعظ سناتے ہیں،
ہر بات یہاں کی الٹی ہے یاں الٹی گنگا بہتی ہے

کیا تمام اہلسنت مسنون طریقہ پر داڑھی رکھتے اور مونچھیں کٹاتے ہیں (اگر نہیں) تو اگر کوئی شخص ان کے فعل کے پیش نظر مذہب اہلسنت پر اعتراض کرے کہ اس مذہب میں داڑھی منڈانا اور مونچھیں بڑھانا جائز ہے تو مؤلف کیا جواب دیں گے فھو جوابنا!

مذہب شیعہ میں ڈاڑھی رکھوانا واجب ہے

ناظرین کرام کے اضافۂ معلومات کے لئے اس قدر وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ مذہب شیعہ میں اسقدر داڑھی رکھنا کہ منڈی ہوئی معلوم نہ ہو واجب اور اس کا منڈوانا حرام ہے (جبکہ اہلسنت کے ہاں داڑھی رکھنا صرف سنت ہے) ہاں قبضہ تک رکھوانا سنت اور اس سے زیادہ بڑھانا مکروہ ہے اس موضوع پر متعدد علماء شیعہ نے متعدد کتب و رسائل شائع کئے ہیں جیسے المحاسن، زینۃ الرجال، زینۃ اللحیۃ، اللحیۃ، وغیرہا خود راقم آثم نے اس موضوع پر ایک رسالہ بنام "حرمت ریش تراشی قرآن و سنت کی روشنی میں" لکھا ہے جسمیں بعض آیات قرآنیہ اور مؤلف کی پیش کردہ روایات کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث معصومین پیش کی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں حلق اللحیۃ من المثلۃ ومن مثل فعلیہ لعنۃ اللہ یعنی داڑھی منڈوانا مثلہ ہے اور جو مثلہ کرے اس پر خدا کی لعنت مستدرک الوسائل ج ۱ ص ۵۹ عالم ربانی شیخ یوسف بحرانی حدائق ناضرہ ج ۱ ص ۵۴۷ پر مؤلف کی پیش کردہ روایت ۵ (جندبی مروان والی روایت) پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "الظاھر کما استظھرہ جملۃ من الاصحاب کما عرفت تحریم حلق اللحیۃ لخبر المسح المروی عن امیر المؤمنین فانہ لا یقع الا علی ارتکاب امر محرم بالغ فی التحریم" خلاصہ اینکہ ظاہر یہ ہے کہ داڑھی منڈوانا حرام ہے چنانچہ وہ روایت جو حضرت امیرؑ سے مروی ہے جس میں (داڑھی منڈوانے، مونچھوں کو تاؤ دینے پر) ایک قوم کے مسخ ہونے کا تذکرہ ہے سے ظاہر ہے کیونکہ یہ امر واضح ہے کہ مسخ سوائے کسی شدید فعل حرام کے ارتکاب کے واقع نہیں ہوتا لہٰذا یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ شیعہ مذہب کا کوئی ذمہ دار اہل علم وغیرہ داڑھی منڈوائے یا مونچھیں بڑھائے بلکہ جو لوگ اس فعل شنیع کا ارتکاب کرتے بھی ہیں (خدا ان کو اس کے ترک کرنے کی توفیق دے) وہ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ گنہگار ہیں لہٰذا یہ بات خارج از قیاس ہے کہ وہ مسنون طریقہ پر ڈاڑھی رکھنے یا مونچھیں کٹوانے والے حضرات کو غیظ و غضب کی نظر سے دیکھتے ہیں ہاں البتہ وہ ان لوگوں کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے جن کی ڈاڑھیاں خلاف سنت سکھوں اور یہودیوں کیطرح ناف تک دراز ہوتی ہیں اور یہی مطلب ہے مؤلف کی پہلی پیش کردہ روایت کا جس میں ڈاڑھی بڑھانے کا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حکم تو ہے مگر یہود سے مشابہت پیدا کرنے کی ممانعت بھی ہے۔ کیونکہ یہود حد سے زیادہ ڈاڑھی بڑھاتے ہیں (جس طرح مجوسی منڈواتے ہیں) لہٰذا یہودی سے مشابہ وہ لوگ ہیں جن کی ڈاڑھیاں قبضہ سے زیادہ لمبی ہوتی ہیں اور شتر بے مہار کی طرح ادھر اُدھر آوارہ گردی کرتی رہتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ دشمن علیؑ ملاجن کی بے ہنگم ڈاڑھیاں ناف سے باتیں کرتی ہیں وہ اس حدیث کی رو سے یہودی صفت۔ سنت نبوی کے منکر اور شیطان کے انصار و اعوان ہیں

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سُنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

—— ایسی داڑھی کا کیا فائدہ جو ایک مسلمان کو یہودی صفت بنا دے۔ چنانچہ جناب عائشہ صاحبہ کا یہ کلام پہلے گذر چکا ہے کہ وہ جناب عثمان کو "نعثل" کہا کرتی ہیں (ایک لمبی داڑھی والے یہودی سے تشبیہ دیتے ہوئے) (متیعاب ابن عبدالبر۔

سب سے پہلے معاویہ نے ڈاڑھی ترشوائی

کتاب تنبیہہ المغترین لکھا ہے کہ "اسلام میں سب سے پہلے معاویہ بن ابی سفیان نے داڑھی ترشوائی۔

عمر کی مونچھیں دراز تھیں

باقی رہا دراز مونچھوں کا مسئلہ تو ناظرین کے اضافۂ معلومات کیلئے واضح رہے کہ مؤلف کے خاص بزرگ حضرت عمر کی مونچھیں گھنی اور دراز تھیں (مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۹۳ —— الفاروق شبلی ص ۲۸۹ ج ۲) ؎ چیست یاران —— طریقت بعد ازیں تدبیرما۔

بھنگ اور شراب

ہر چند شراب کی حرمت نص قرآن سے ثابت ہے اور لحم خنزیر اور شراب حرمت میں برابر ہیں لیکن شیعہ حضرات کے بہت سے پیر فقیر شراب کے عادی ہوتے ہیں بہت سے وضعی شرابی پیر نذر و نیاز میں بھی شراب کی تول کی فرمائش کرتے ہیں اور بھنگ تو ملنگانِ علی کا صبح و شام کا وظیفہ ہوتا ہے۔ ادھر بھنگ رگڑتے ہیں اُدھر بزرگان دین کو لعنت و تبرا کہہ کر نامہ اعمال سیاہ کرتے ہیں —— اس لئے ذیل میں چند مسائل شراب و بھنگ کے متعلق ہم شیعہ کی معتبر کتابوں سے نقل کرتے ہیں —— شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی ج ۲ ص ۲۷۲ سے ص ۲۷۶ تک شراب کی خباثتوں، شارب خمر کی برائیوں کا مفصل تذکرہ ہے —— ہم صرف شیعہ کی مستند تفسیر عدۃ البیان —— سے ایک عبارت لکھتے ہیں جو جامع و مانع ہے —— دیوبندی امام جناب صادقؒ نے فرمایا کہ پہلے دن شراب کا بیمار ہو تو اس کو پوچھنے نہ جاؤ اور اگر مر جائے تو اس کے جنازہ میں مت جاؤ اور اگر حاجتمند ہو تو اس کو زکوٰۃ مت دو اور اگر عورت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کو واسطے نکاح کے چاہے تو نکاح اس سے مت کرو اور جو شخص کہ اپنی دختر کا نکاح کسی شرابی سے کرے تو اس نے گویا اپنی بیٹی کو دوزخ میں ڈالا ہے اور فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو کوئی شرابی کو ایک لقمہ کھانے کو دیوے یا ایک گھونٹ پانی کا دیوے تو البتہ معین کرے گا خدا اس کے قبر میں سانپ اور بچھو کو کہ طول اس کے دندان کا ایک سو گز ہو گا اور پلایا جائے گا قیامت کے روز دوزخیوں کے زخموں کا پانی اور جو کوئی حاجت روائی کرے شرابی کی، گویا اس نے ایک ہزار مومن کو قتل کیا یا خانۂ کعبہ کو ڈھایا اور جو کوئی سلام کرے اس پر تو لعنت کریں گے ستر ہزار فرشتے اور لعنت کی ہے، شراب پینے والے کو اور اس کے نچوڑنے والے کو اس کے پلانے والے کو اور اس کے اٹھالے جانے والے اور جس کے پاس لے جائے اس کو اور تنبیہہ الغافلین میں لکھا ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو کوئی ایک لقمہ بھنگ کا کھائے ایسا ہے کہ گویا اس نے خانہ کعبہ کو ستر بار ڈھایا اور جو کوئی خانہ کعبہ کو ایک بار ڈھائے تو ایسا ہے گویا اس نے ستر پیغمبروں کو قتل کیا اور قرآن میں جو شجرہ ملعونہ ہے مراد اس سے بھنگ کا درخت ہے" (تفسیر عمدۃ البیان ج ص ۳۲۸ ـــــ آپ غور کریں کہ کتنے بھنگی اور شرابی مولا علیؑ کے ملنگ اور پیر فقیر نکلتے ہیں جو شیعہ صاحبان کے قبلہ وکعبہ اور شیعہ کے رکن اعظم ـــــ سمجھے جاتے ہیں پھر کیوں نہ کہا جائے کہ اس مذہب میں روحانیت مطلق نہیں ہے (آفتاب ص ۳۴۹)

الجواب ذوق سلیم اور طبع مستقیم پر اس سے بڑھ کر کوئی چیز گراں نہیں کہ ایسے مزخرفات کا جواب دیا جائے مذہب شیعہ خیر البریہ میں پیری مریدی کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ چیز مولف کے مذہب میں تہرماں ٹکے سیر کے حساب سے ہر جگہ تھوک مل جاتی ہے اور ان کے ہاں گدیوں کا اندرون ملک اور بیرون ملک جو جال بچھا ہوا ہے وہ کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔ غالباً انہوں نے "شیعہ پیروں" کو (بفرض تسلیم وجود) اپنے سنی پیروں فقیروں کے آئینہ میں دیکھنے کی سعی نافرجام کی ہے پیری فقیری کے ان اڈوں (گدیوں) پر جو اللے تللے ہوتے ہیں جو ناٹک رچائے جاتے ہیں اور جو رنگ رلیاں منائی جاتی ہیں ان کی تصویر جو خلوتیاں راز سے معلوم ہوتی ہے اسقدر غلیظ اور بھیانک ہے کہ ہماری شرافت اجازت نہیں دیتی کہ اسے نوک قلم پر لایا جائے۔ علاوہ بریں اس تصویر کشی کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ ع اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است! باقی رہا ملنگوں کے فعل کی وجہ سے مذہب شیعہ پر اعتراض! ہم سابقہ بحث میں اس موضوع پر مفصل گفتگو کر چکے ہیں کہ کسی بھی مذہب کا دارومدار اس کی تعلیمات یا اسکے بانیوں کی روش و رفتار پر ہوتا ہے نہ کہ عوام کالانعام کے قول و فعل پر۔ کس قدر ستم ظریفی ہے کہ مولف کے مذہب اور اسی طرح دوسرے تمام مذاہب میں تو پیشوایان دین اور ساطین شرع متین کا قول و فعل حجت اور سند ہو اور جب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مذہب شیعہ پر اعتراض کر کے بغض اہلبیتؑ کی دلی بھڑاس نکالنا ہو تو ان کے جاہلوں اور ننگوں کا فعل سند ہو جائے انا للہ وانا الیہ راجعون جب مؤلف یہ تسلیم کرتے ہیں کہ شیعہ کی معتبر کتب تفسیر وحدیث شراب وبھنگ کی مذمت سے بھری پڑی ہیں اور ہمارے پیشوایان دین وہ تھے کہ اغیار بھی ان کی عصمت وعفت اور پاکدامنی کا اقرار کرتے ہیں تو اگر بالفرض کوئی نام نہاد شیعہ اس ام الخبائث کا ارتکاب کرتا بھی ہے تو اس میں مذہب شیعہ کا کیا قصور ہے؟ اگر مؤلف بقید حیات ہوتے تو ہم ان کو تین طلاق کی مغلظ قسم دیکر ان سے دریافت کرتے کہ کیا انکے ہم مشربوں وہم مذہبوں میں کوئی شراب، بھنگ، چرس وغیرہ منشیات کا ارتکاب نہیں کرتا؟ اور اگر سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کرتے ہیں تو کیا اس کی وجہ سے اہلسنت کے مذہب پر یہ اعتراض جائز ہے؟ کہ "مذہب اہلسنت میں شراب اور بھنگ جائز ہے۔ اور کتنے شرابی کبابی اور بھنگی چرسی ہیں جو اٹھتے بیٹھتے شیخ عبدالقادر جیلانی یا عمر فاروق کا نام لیتے ہیں اور اہلسنت کے قبلہ وکعبہ اور پیر ومرشد مانے جاتے ہیں" اور اگر ایسا کرنا جائز نہیں تو پھر کسی شیعہ کی اس حرکت سے مذہب شیعہ کو کیوں بدنام کیا جاتا ہے؟ ہے اس کا کسی سنی کے پاس کوئی جواب؟ جو حدیثیں تفسیر عمدۃ البیان سے نقل کیگئی ہیں ہمارا ان سب پر ایمان ہے۔ ہم عمدۃ البیان کے بیان واجب الاذعان کی حرف بحرف تائید مزید کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بھی بڑھ کر ہماری کتب معتبرہ میں شراب وبھنگ وغیرہ منشیات وغیرہ کی مذمت وارد ہوئی ہے مگر تعجب اس بات پر ہے کہ آج وہ لوگ بھی ہمارے بعض عوام کے اس فعل بد پر اعتراض کرتے ہیں کہ جن کے بزرگوں کو شراب اس قدر مرغوب تھی کہ قتل کے وقت پیٹ کے زخموں سے بھی بلند بہہ نکلی تھی (جو کہ ایک قسم کی شراب ہے) ــــ (مستدرک حاکم۔ کشف الغطاء ص۵۵۵ طبع لاہور، الفاروق ص۲۰۳ وغیرہ) ع کردم اشارتے ومکرر نمی کنم۔ حالانکہ زاد المعاد ابن القیمؒ ج۲ ص۲۸ پر لکھا ہے کہ حرمت نبیذ کی احادیث حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں رہا شیعہ مذہب میں روحانیت کے نہ ہونے کا طعنہ۔ تو یہ بھی بالکل دروغ بے فروغ ہے ولعنۃ اللہ علی الکاذبین ہمیں فخر ہے کہ اس عالم امکان میں جہاں کہیں بھی روحانیت کے کچھ آثار موجود ہیں وہ سب شیعہ کے امام اول مرکز دائرہ ولایت وقطب سیارۂ روحانیت حضرت علی بن ابی طالبؑ کا فیضان نظر ہے وبس۔ (ملاحظہ ہو تفسیر مظہری ج۲ ص۱۱۹/۱۲۰ از قاضی ثناء اللہ پانی پتی) یہ بھی نیرنگی سفذ گار کا شاہکار ہے کہ آج گدا بھی شاہوں کے سامنے اپنی بڑائی کی بڑ ہانکتے ہیں آہ۔ اے خدا!

ع بت کریں دعوے خدائی کا
شان ہے تیری کبریائی کی

ترک صلوٰۃ اگرچہ نماز عماد الدین ہے اور مسلمان وکافر میں بابہ الامتیاز نماز سمجھی جاتی ہے لیکن شیعہ صاحبان نماز سے ایسے بے پرواہ ہیں کہ گویا اس کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فرضیت کے قائل ہی نہیں ـــــ ہمارے ملک کے شیعہ فیصدی شاید دو شخص بمشکل مل سکیں جو پانچ وقت نماز قائم کرتے ہوں ـــــ بلکہ شیعہ کا وہ فرقہ جو اپنے آپ کو مولا علی کا ملنگ کہلاتے ـــــ ہیں ـــــ وارہ پر بیٹھ کر ہر وقت بھنگ رگڑا کرتے ـــــ ہیں یہ لوگ ننگ دھڑنگ دھوتی باندھے علی علی پکارتے پھرتے ہیں انہوں نے تو نماز کا عمر بھر کبھی نام ہی نہیں لیا ـــــ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ بخشش نماز میں نہیں بلکہ حب حسینؑ میں ہے اور محفل امام حسینؑ میں ماتم کرنا اور نوحہ کرنا ہزار نماز سے افضل ہے حالانکہ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی ج ۱ ص ۵۱۳ میں ہے تارک الصلوٰۃ کافر من غیر علۃ (امام جعفر صادقؑ کا قول ہے تارک الصلوٰۃ کافر مطلق ہے) ـــــ شیعہ کی معتبر کتاب تحفۃ العوام ج ۱ ص ۲۱ سے ایک نظم نقل کرتے ہیں تاکہ پڑھنے سننے والوں کو عبرت ہو ـــــ

نظم اُردو

نماز ایک جس شخص نے ترک کی — تو خوں اس نے اپنا کیا بے چھری
اگر دو نمازوں کا تارک ہوا — تو گویا کہ خوں اک نبی کا کیا
ہوئی تین وقتوں کی جس سے قضا — تو کعبہ کو اس شخص نے ڈھا دیا
دیا چار وقتوں کو گر ہاتھ سے — تو ایسا ہے جیسا کہ اس شخص نے
زنا اپنی مادر سے ہفتاد بار — کیا عین کعبہ میں اے ہوشیار
جو تارک ہوا پانچ اوقات کا — بیاں کیا کروں اس کے حالات کا
ندا اس کو کرتا ہے یوں بے نیاز — یہ تو نے جو کی ترک میری نماز
ہوا میری طاعت سے بیزار تو — غضب کا ہوا اب سزاوار تو
بہت میں بھی بیزار ہوں تجھ سے اب — خدا اور اپنے لئے کر طلب
میرے آسمان و زمیں سے نکل — کہیں اور رہ جا کے اے بد عمل
یہ ارشاد کرتے ہیں شاہ حجاز — سبک اور ضائع کرے جو نماز
نہیں مجھ سے اور میری امت سے وہ — بہت دور ہے حق کی نعمت سے وہ

یہ تو شیعہ کی کتابی باتیں ہیں لیکن عملی حالت سخت قابل افسوس ہے۔ جہاں کہیں شیعوں کی آبادی ہے مساجد ویران و ادھر آباد ہیں ہم نے دو جلسے مناظرہ کے دیکھے ایک کنڈیاں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

——— دوسرا چک بیلی خان ۔ ظہر کی نماز کا وقت میدانِ مناظرہ میں آیا تمام مسلمانوں نے نماز باجماعت پڑھی مگر شیعہ کے علماء و مقتدی سب یوں ہی کھڑے رہے ——— لیکن شیعہ کو تکلیف برداشت کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی صرف متعہ جیسا کارِ ثواب کرنے سے امام حسن ؑ ——— کا درجہ مل جاتا ہے ۔ عیدِ غدیر کا ہی شیعہ کے ہاں ——— روز متبرک ایسا آجاتا ہے کہ شیعیانِ علیؓ کے اس روز تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں اور نوشندگانِ اعمال کو حکم ہوتا ہے کہ شیعیانِ علی ——— کے گناہ تین روز تک نہ لکھو ——— تحفۃ العوام ج ۲ صـ ۱۶۱) ——— آفتاب صـ ۳۵)

الجواب یہ ہے اہلسنت کی جامع اور لاجواب تصنیف" اور" مناظرینِ اہلسنت کے ہاتھ میں ایک زبردست حربہ" (مقدمہ کتاب آفتاب صـ ۱۵/۱۶) جس کی کوئی بات بھی قانونِ عقل و شریعت اور کوئی تحریر آئینِ انصاف و فطرت کے مطابق نہیں ہے تو ان حضرات کی دوسرے درجہ کی کتابوں کا کیا حال ہوگا؟ ؏ قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا بے شک نماز دین اسلام کا رکن اعظم اور کافر و مسلم کے درمیان وہ حدِ فاصل ہے کہ اس کے وجوب کا منکر دائرہ اسلام سے خارج اور واجب سمجھ کر نہ پڑھنے والا فاسق و فاجر ہے مؤلف کو اس بات کا اعتراف ہے کہ شیعہ کی کتب معتبرہ نماز پڑھنے کی تاکید اور ترک نماز کی مذمت سے لبریز ہیں ۔ تو پھر بعض عوام کے ترکِ نماز کی وجہ سے مذہب شیعہ کو کس قانون کی رو سے مطعون کرنا روا ہے ؟ علاوہ بریں یہ کہنا کہ "شیعہ دو شخص فیصدی بھی بمشکل مل سکیں جو پانچ وقت نماز قائم کرتے ہوں" اتنا بڑا کذب و افترا ہے کہ قریب ہے کہ اس کی سنگینی سے آسمان کا شامیانہ پھٹ جائے ، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور فرشِ زمین پانی میں دھنس جائے ۔ بفضلہ تعالےٰ صرف مملکت خداداد پاکستان میں قریباً دو کروڑ سے زائد شیعیانِ حیدر کرار موجود ہیں ہر جگہ انکی شاندار مساجد موجود ہیں ۔ جنمیں مجمع جماعت کا مبارک سلسلہ برابر جاری و ساری ہے ۔ مسجدیں نمازیوں سے چھلک رہی ہیں نہ صرف واجبی نماز گذار بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے شیعیانِ حیدر کرار موجود ہیں جو شب زندہ دار عبادت گذار ہیں ۔ بالخصوص شیعی مملکت ایران صانہا اللہ عن الحدثان میں یہ ایمان افزا اور روح پرور مناظر دیکھے جا سکتے ہیں ؏

مرے کہنے پہ کیا ہے آزمانے جس کا جی چاہے

ایضاح اس مقام پر مؤلف کے لائق بیٹے قاضی صاحب (جو نا صبیت میں اپنے انجہانی باپ سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں) نے ہم پر تضاد بیانی کا الزام عائد کرتے ہوئے ہماری کتاب سعادت الدارین کے صـ ۵۷ سے ایک عبارت نقل کی ہے جسمیں نمازیوں کی قلت اور مساجد کی ویرانی کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔ تو اس کے متعلق پہلی گذارش تو یہ ہے کہ یہ تضاد بیانی تب ہوتی ہے جب دونوں عبارتیں ہماری ہوتیں اور ایک ہی وقت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

میں ہوتیں کیونکہ ؎ در تناقض ہست وحدت شرط دان ۔ جنمیں سے ایک "وحدتِ زمان بھی ہے ۔ مگر میاں سعادۃ الدارین والی عبارت اوّلاً تو ہماری نہیں ـــ بلکہ مولانا سید شاکر حسین صاحب امروہوی مرحوم کی کتاب مجاہد اعظم سے نقل کی گئی ہے ۔ جو سعادت کے ۵۷۲ء سے شروع ہوکر ۵۷۵ء پر ختم ہوئی ہے ۔ اور خاتمہ پر پیچھے کتاب کا نام بھی درج ہے اور (ثانیاً) یہ کتاب جس سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے آج سے قریباً نصف صدی پہلے سنیرہ صد سالہ یادگار حسینی کے سلسلہ میں لکھی گئی تھی ۔ جس کی عبارت کو قوم میں جوش عمل پیدا کرنے کی غرض سے نقل کیا گیا ہے ۔ اور تجلیات صداقت کا پہلا ایڈیشن صرف چند سال پہلے شائع ہوا ہے ۔ چند مہینوں بلکہ چند ہفتوں میں حالات کا نقشہ بدل جایا کرتا ہے ۔ اور یہاں تو تقریباً نصف صدی کا فاصلہ موجود ہے ۔ لہٰذا دونوں تصویروں میں کوئی تضاد نہیں ہے ۔ یہ نقطہ معترض کی کم عقلی و کم علمی کا نتیجہ ہے جو ہم پر تضاد بیانی کا الزام عائد کر رہے ہیں جیسا کہ انہوں نے "ذوالجناح" کے نام پر ہمیں تضاد بیانی کا طعنہ دیا ہے کہ سعادۃ الدارین میں اس کے اس نام کا انکار کیا ہے ۔ اور یہاں اسے ذوالجناح لکھا ہے ۔ حالانکہ اقرار و انکار کا مورد و مقام جدا جدا ہے یعنی انکار مقام تحقیق میں ہے کہ امام کے گھوڑے کا یہ نام تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے ۔ اور اقرار مقام عرف عام میں ہے کہ مشہور نام یہی ہے ۔ افسوس

؎ ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ملنگوں کا تذکرہ

باقی رہے ملنگ صاحبان خدا کا شکر ہے کہ علمائے کرام اور مبلغین عظام کی شبانہ روز کی محنتوں سے روز بروز ان کی غلط فہمیاں دور ہو رہی ہیں اور ان میں سے بہت سے حضرات رفتہ رفتہ پابندیٔ وقت کے ساتھ نماز و روزہ وغیرہ مذہبی فرائض کی پابندی کر رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو ان ملنگوں کے نماز پڑھنے کا رنج نہیں بلکہ ان کو جو کچھ صدمہ ہے وہ ان لوگوں کے علیؑ علیؑ کرنے سے ہے سبحان اللہ علیؑ کا نام بھی کیا اسم اعظم ہے کہ جس کسی نے لیا اسی کے کام آیا ۔ یہ مقدس نام کسی ناصبی کے مٹانے سے نہیں مٹ سکتا اور مؤلف کا یہ رنج والم بجا ہے کہ جس نام کے مٹانے کے لئے ان کے بزرگوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا حتیٰ کہ خود حرف غلط کی طرح مٹ گئے مگر وہ نام آج بھی دستِ عصائے پیر ہے ۔ تیغ جوان ہے ۔ حرزِ فلاں ہے یہ اس نام اور اس کے مسمّٰی کی قبولیت تامہ اور زعامتِ عامہ کی بیّن دلیل ہے کہ ہر مذہب و ملت کے بچے بوڑھے اور جوان ہر وقت اٹھتے بیٹھتے علیؑ علیؑ پکار رہے ہیں ۔ اور مؤلف اور اسکے ہمنواؤں کے اس رنج و غم کا علاج بجز مرگ مفاجات کے اور کوئی نہیں ہے

؎ بمیر تا برہی از حسود کیں رنجیست ٭ کہ از مشقتِ او جز بمرگ نتواں رست

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مؤلف جیسے لاکھوں اسی غم میں گھل گھل کر مر گئے اور نہ معلوم کتنے اور ہلاک ہو جائینگے لیکن نام علیؑ نہ مٹا ہے اور نہ آفتاب قیامت کے طلوع ہونے تک مٹ سکے گا بھلا ع وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے بغض علیؑ دل میں رکھ کر نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا برابر ہے۔ ولنعم ما قیل

من لم یوال فی البریۃ حیدرا
سیّان عند اللہ صلی او زنی

اور اگر سچ پوچھئے تو بغض اہلبیتؑ دل میں رکھ نماز پڑھنے والوں سے وہ ملنگ ہزار درجہ بہتر ہیں جو جانے کو ہتھیلی پر رکھ کر دشمنوں کے گھر جا جا کر حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا نعرہ بلند کرتے ہیں، اور "علیؑ دا پہلا نمبر" کی صدا لگاتے ہیں۔ ماتم حسینؑ ہو یا نوحہ و مرثیہ یا گریہ و بکا۔ یہ تمام چیزیں بخشش گناہان کے بہترین ذرائع ہیں مگر شیعی عقیدہ کے مطابق تمام اعمال صالحہ کی قبولیت کا دار و مدار نماز کی قبولیت پر ہے کیونکہ

روز محشر کہ جان گداز بود
اوّلیں پرسشش کہ نماز بود

لہٰذا اگر نماز قبول ہو گئی تو دوسرے سب اعمال قبول ہو جائیں گے اور اگر وہ رد ہو گئی (خدا نکند) تو کوئی عمل بھی قبول نہ ہوگا ہاں البتہ نماز وغیرہ سب اعمال کی قبولیت کا دار و مدار ولایت محمد دال محمد پر ہے ——— متعہ والے طنز کا مکمل جواب بحث متعہ میں دیا جا چکا ہے اور عید غدیر کے متعلق وارد شدہ ایک روایت مرسلہ کی وجہ سے اگر شیعوں کو نماز پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو پھر اہلسنت کو بھی اس کے پڑھنے کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ ان کے ہاں صرف کلمہ شہادت پڑھ لینے سے جنت واجب ہو جاتی ہے، خواہ زنا کریں اور خواہ چوری اور خواہ سینہ زوری کا مظاہرہ فرمائیں (بخاری شریف) لیجئے ع یہی تھے دو حساب سو یوں پاک ہو گئے ——— اور اگر وہاں یہ ارشاد ہے کہ کلمہ فائدہ تو دے گا مگر جب اس کی شرائط کا لحاظ رکھا جائے گا تو ہم بھی عرض کریں گے کہ عید غدیر والے ثواب بے حساب بھی تب ملیں گے جب انسان واجبات کو ادا کریگا، اور محرمات سے اجتناب کریگا۔ قد بیّنا الآیات لقوم یعقلون۔

سید جنتی ہے

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اولاد سادات کے لئے تو جنت واجب ہو چکی ہے سید عبادت کرے نہ کرے ——— جنت ہاتھ سے نہ جائے گی گویا رب العزت سے جنت کا ٹھیکہ لے چکا ہے۔ زنا کرے، چوریاں کرے، واردات قتل و ڈکیتی کرے ——— ہم کتب شیعہ سے یہ مسئلہ بحوالہ احادیث بیان کر کے اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہیں فروع کافی ج ۲ کتاب الروضۃ ص ۸۹ میں ہے عن ابی جعفر علیہ السلام (بحذف عربی) ———

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ترجمہ:- "امام محمد باقر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ اے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب میں خدا کا رسول ہوں اور تم پر شفقت کرنے والا ہوں لیکن ہر عمل میرے لیے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہوں گے یہ نہ کہنا کہ محمد ہم میں سے ہیں اسلئے ہم اگلی جگہ جنت میں جائیں گے۔ بخدا میرے دوست اے بنی عبد المطلب تم میں سے اور دوسروں میں سے نہیں۔ مگر پرہیزگار" یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے تمام قبیلہ بنو ہاشم و بنو عبد المطلب سے اعلان ہے ـــــ اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ فرمان سنیئے جو آپ نے مرض الموت میں اپنی دختر فاطمۃ الزہراء کے خطاب میں فرمایا چنانچہ حیات القلوب ج ۲ صفحہ ۶۵۱ میں لکھا ہے اے فاطمہ! عمل کن و طاعت بجا آور کہ بدون عمل من فائدہ نتوانم بخشید (اے فاطمہ! نیک اعمال کرنا اور عبادت الٰہی سے غافل نہ ہونا کہ نیک اعمال کے بغیر میری قرابت کا تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا) کیا سیدوں کا رتبہ جگر گوشہ رسول ـــــ سے زیادہ ہے کہ ان کو تو یہ ارشاد ہو کہ ـــــ اور بعض لوگ جنہوں نے مدت سے حسب نسب گھودی ہوئی ہے اور تیلی کشمیری سب سید ہونے کے دعویدار ہیں اس امر کی امید رکھ سکتے ہیں کہ چوری زنا ـــــ کرتے رہے جنت کا تحفہ مل جائے گا؟ حاشا وکلا:۔ حضرت نوح کے بیٹے کو ـــــ رسول کی فرزندی نے کوئی فائدہ نہ بخشا، رسول (نوح) نے بھی التجا کی ان ابنی من اھلی (یا اللہ میرا بیٹا میری اہل سے ہے ـــــ لیکن دربار ایزدی سے تنبیہہ کے ساتھ جواب ملا انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح (یہ تمہارا بیٹا نہیں اس کے اعمال اچھے نہیں) پھر آج کے مشتبہ سید کس طرح توقع کر سکتے ہیں کہ بدون عمل صالح جنت کے مالک ہو جائیں گے؟ ائمہ عظام بھی ایسے شیعوں سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں جو برے اعمال کر کے امید رکھتے ہیں کہ صرف محبت اہلبیتؑ ہمارے لئے کافی وسیلہ ہے ـــــ اصول کافی صفحہ ۴۰۲ میں ہے عن جابر عن ابی جعفرؑ (بحذف عربی) ـــــ (ترجمہ) "جابر نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا اے جابر! شیعہ پن یہ نہیں ہے کہ کہہ دیا جائے کہ ہم محب اہلبیت ہیں! بخدا ہمارے شیعہ وہی لوگ ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ شیعہ کی پہچان عجز و نیاز اور امانت اور یاد الٰہی ہے اور نماز روزہ اور ماں باپ سے بھلائی کرنا اپنے غریب پڑوسیوں کی امداد کرنا، مقروضوں اور یتیموں کی اعانت کرنا۔ سچ بولنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا ہے اور لوگوں کی بدگوئی سے اپنی زبان کو روکنا ہے اور کہ وہ بڑے امین ہوں اپنے قبائل میں جابر نے کہا اے فرزند رسولؐ!

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس صفت کے شیعہ آج کل نظر نہیں آتے آپ نے فرمایا اے جابر! ہم مذہبی پابندی سے بچا نہیں سکتے کوئی شخص گمان کرتا ہے کہ محب علی و اہلبیت ہوں پھر ان کے طریقہ پر نہیں چلتا اگر وہ شخص کہے کہ میں محب رسول ہوں اور رسولؐ علیؑ سے بہتر ہیں پھر رسول کی سیرت پاک کا اتباع نہ کرے نہ نیک عمل کرے تو یہ محبت اسے نفع نہ دے گی۔ خدا سے ڈرو اور یہ سمجھو کہ خدائے پاک کی کسی شخص سے قرابت نہیں ہے خدا کو وہی لوگ پسند ہیں جو بڑے متقی اور پرہیزگار ہیں" دیکھو اس حدیث میں امام والا مقام نے سچے شیعوں کی شناخت کا معیار مقرر کر دیا ہے کہ جو منکسر المزاج اور امین ہوں ـــــ حضرت امام نے کھول کر فرما دیا کہ نرا محبت علی و اہلبیت کا ادعا کوئی فائدہ نہ دے گا جبکہ اعمال یزید کے سے ہوں ـــــ اب شیعہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ان میں اوصاف بالا میں سے کوئی ایک صفت بھی پائی جاتی ہے؟ اتقاد ورع تو کجا۔ نماز و روزہ کا کبھی نام بھی نہیں لیا۔ سچ تو کیا بولیں گے تقیہ (جھوٹ) عبادت سمجھ رکھی ہے۔ بدگوئی کا یہ حال ہے کہ شام و صبح اصحاب و ازواج رسول پر لعنت و تبرا زبان پر جاری رہتا ہے۔ تلاوت قرآن کی بجائے سترتال سے مرثیہ خوانی میں مصروف رہتے ہیں ـــــ کیا ان لوگوں کو دعوئی حب علیؑ و حسینؑ کچھ فائدہ دے سکتا ہے؟ کلا و حاشا ع

این خیال است و محال است و جنوں۔ ایسے لوگ قیامت میں امام حسینؑ نہیں بلکہ یزید کے گروہ میں اٹھیں گے۔ سید گیری کسی کام نہ آئے گی۔ جبکہ اعمال درست نہ ہوں۔

نظم

خدا جانے روافض کا بُرا انجام کیا ہوگا
بُرا ہوگا، برا ہوگا، بُرا ہوگا، بُرا ہوگا

خدا کے پاک بندوں کو بُرا کہتے ہیں دنیا میں
قیامت میں خدائے پاک بس ان سے خفا ہوگا

بُرا کہتے نبی کے دوستوں کو اور اصحاب کو
خفا ان سے یقیناً شافع روز جزا ہوگا

نبی کی بیویوں کو گالیاں دینا جفا کیا ہے
مسلمان کب بھلا ایسا یہ بندہ بے حیا ہوگا

بُرا کہتے ہیں حضرت غوث الاعظم کو یہ بدباطن
مگر حضرت کے والا شان کا نقصان کیا ہوگا

زباں پر ہے سدا دنیا میں ان کی ورد لعنت کا
قیامت کو گلے میں طوق لعنت کا پڑا ہوگا

پیمبر ہیں ہمارے رحمۃ اللعالمین یارو
انہی پیارا وہی ہوگا جو لعنت سے بچا ہوگا

نبی کے سخت دشمن ہیں جو دشمن ہیں صحابہؓ کے
جو مومن ہے سدا دل سے خوش صحابہؓ پر فدا ہوگا

عقیدت مومنوں کو ہے خدا کے پاک بندوں سے
جو بدخواہ اُن کا ہے بندہ وہ دوزخ میں پڑا ہوگا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

برا کہتا جو نا معقول حضرت کے خلیفوں کو
بھلا کب اس سے خوش یا رد علی المرتضیٰ ہوگا

رسولِ پاک کی ازواج کو ہیں جو برا کہتے
نہ خوش ان سے کبھی روح بتول فاطمہؑ ہوگا

عجب بے باک دیکھا ہم نے ہے فرقہ روافض کا
نہ کوئی پاک بندہ شر سے ان کی بچا ہوگا

جو اہل بیت کی توہین کرتے ہیں سر اجلاس
یزیدی فوج نے ہرگز نہیں ایسا کیا ہوگا

محرم میں نکلتے سوانگ بھر کر جب روافض ہیں
تماشا رام لیلا کا نہ ایسا دل رُبا ہوگا

مسلماں ہو کے یہ بدعات کرتا ہے بہت افسوس
کبھی راضی نہ ان بدعات سے رب الوریٰ ہوگا

نہ سکھلائی کبھی اسلام نے بدعات ہیں ایسی
یہ شیطانی طریقہ ہے وہی موجد ابنا ہوگا

علم اور تعزیہ دُلدُل نئی بدعات ہیں ساری
رسوم شرک ہیں یہ سب نہ کچھ ان میں بھلا ہوگا

قلندر، ڈوم، کنجر ماتم حسینؑ کرتے ہیں
نہ کیوں خوش پھر بھلا روحِ شہید کربلا ہوگا

عمر گذری بُرائی اور بُرائی کی کمائی میں
عمر میں اپنی استنجا نہیں ہرگز کیا ہوگا

وہ کیسی نامبارک اور ہوگی ناسزا مجلس
کہ شامل جس میں یہ پرانہ خباثت طائفہ ہوگا

وہ نام پاک لینے کے نہ یہ ناپاک ہیں لائق
نہ اس ماتم کا تم کو دوستو کچھ فائدہ ہوگا

پڑھو قرآن اور ارواح کو بخشو یہ نیکی ہے
اسی سے خوش خدا اور سرور ہر دو سرا ہوگا

اسی سے خوش ہوں اہلبیتؑ اور شہدا کے ارواح
یقیناً فائدہ یارو تمہیں اس سے بڑا ہوگا

الٰہی کر ہدایت اپنے بندوں کو ز فضل خود
بجز تیری ہدایت کے نہ کوئی رہنما ہوگا

دبیرؔ اب ختم کر دو نظم پُر تاثیر کو اپنی
اثر ہوگا اُسے دل درد سے جس کا بھرا ہوگا

اخلاقی مسائل پر ہم بحث کر چکے اور کتب شیعہ کے حوالہ جات سے اپنا مدعا ثابت کیا جا چکا ہے امید ہے کہ اہل انصاف ناظرین کی اس سے تسلی ہو جائے گی (آفتاب ص ۳۵۵)

الجواب ان لوگوں کی عقلی و عملی حالت نہایت قابل رحم ہے جو ان لوگوں سے تو محبت کا دم بھرتے ہیں جنکو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں چند روز رہنے کا شرف حاصل تھا۔ لیکن وہ لوگ جن کے رگ و ریشہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون مقدس دوڑ رہا ہے ان کی توہین و تذلیل میں تقریر و تحریر کا ہر تیر رہا کرتے ہیں۔ یا للعجب؟ اس کے باوجود امیدوار شفاعت رسولؐ بھی ہیں؟ کیا ایسے لوگوں سے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبانِ حال سے یہ نہیں کہتے ہوں گے؟

ع ربط غیروں سے ہے اور ہم سے وفا چاہتے ہو :: دل میں سوچو یہ کیا کرتے ہو کیا چاہتے ہو؟

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس تحریر سراپا تغریر میں سادات کرام کے حسب و نسب اور سیرت و کردار پر جو تابڑ توڑ حملے کئے گئے ہیں وہ کسی تبصرہ کے محتاج نہیں ہیں۔

سادات کے نسب پر بلا بینہ حملہ کرنے والا واجب القتل ہے

حالانکہ کتب اہلسنت سے ثابت ہے کہ "من سب ابا احد من ذریتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد قربت قتلہ" جو شخص ذریت رسول میں سے کسی کو باپ کی گالی دے (اس کے نسب پر حملہ کرے) اور اس کے پاس اس بات کا کوئی قطعی قرینہ موجود نہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا (ملخص صواعق محرقہ ص۱۰۴ طبع مصر بحوالہ شفا قاضی عیاض)

بنی ہاشم کا بغض علامت نفاق ہے

یہ امر بھی کتب اہلسنت والجماعت سے واضح ہے کہ بنی ہاشم (خاندان رسولؐ) سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے

عن طلحۃ بن مصرف قال کان یقال بغض بنی ھاشم نفاق (اخرجہ ابو بکر بن یوسف ابہلول) طلحہ بن مصرف کہتے ہیں کہ عہد صحابہ میں کہا جاتا تھا کہ بنی ہاشم سے عداوت رکھنا منافقت کی علامت ہے" (ارجح المطالب ص۴۳۰ باب۳)

بروز قیامت نسب رسول کے سوا باقی سب نسب ختم ہو جائیں گے

مؤلف نے اس تحریر میں جو کچھ ظاہر کیا ہے کہ "سید گیری کسی کام نہ آئے گی" یعنی قرابت رسولؐ کچھ فائدہ نہ دے گی یہ اعتراض کوئی نیا نہیں مؤلف کے بزرگوں نے بھی عہد رسالت میں اسی فاسد نظریہ کا اظہار کیا تھا جس کی رد خود رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرنا پڑی تھی چنانچہ کسی آدمی نے جناب صفیہ (جناب رسول خداؐ کی پھوپھی) سے کہا "حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت سے آپ کو کچھ نفع نہیں ملے گا۔ وہ (یہ سنکر) رونے لگیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے تمام ماجرا بیان کیا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خفا ہوئے اور بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں جب لوگ جمع ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا "مابال اقوام یزعمون ان قرابتی لا تنفع ان کل سبب ونسب ینقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی وان رحمی موصولۃ فی الدنیا والاخرۃ" (اخرجہ الطبرانی والبیہقی) کیا حال ہے اس گروہ کا جو خیال کرتے ہیں کہ میری قرابت قیامت کے دن نفع نہیں دے گی بتحقیق کہ ہر ایک سبب اور نسب قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے سوا منقطع ہو جائے گا لیکن میری قرابت دنیا و آخرت میں نفع دینے والی ہے (ارجح المطالب ص۲۳۷) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا بنی ھاشم والذی بعثنی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بالحق نبیًا لو اخذت بحلقۃ باب الجنۃ ما بدأت الا بکم (اخرجہ احمد فی المناقب) جناب علیؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے اے گروہ بنی ہاشم! اس ذات پاک کی قسم جس نے مجھ کو حق کے ساتھ نبی مبعوث کیا ہے اگر میں نے جنت کے دروازہ کی کنڈی پکڑی تو میں ہرگز تمہارے سوا کسی سے اندر داخل کرنے کا آغاز نہیں کروں گا" (ارجح المطالب صہ ۲۲۹)

آلِ رسولؐ سے محبت کرنا واجب اور ان سے بغض رکھنا حرام ہے

یہ حقیقت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ آلِ رسولؐ کی محبت و مودت واجب اور ان کی عداوت حرام ہے۔ جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں من مات علی حب آل محمد مات شہیدا" جو شخص آل محمد کی محبت پر مرے وہ شہید مرتا ہے (تفسیر کشاف ج ۳ صہ ۲۰۳ طبع مصر)

اولادِ رسولؐ کا اکرام لازم ہے

اگر اس سلسلہ میں قرآن و حدیث بالکل خاموش بھی ہوتے تب بھی عقل سلیم مجبور کرتی کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت قریبہ رکھنے کی وجہ سے اولاد رسولؐ کا احترام واجب ہے چہ جائیکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد موجود ہے اکرموا اولادی الصالحین للہ والطالحین لی۔ "میری اولاد کا احترام کرو۔ اگر نیک ہوں تو خدا کے لئے اور اگر برے ہوں تو میرے لئے"۔ جامع الاخبار)

اعانت سادات افضل حسنات ہے

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اربعۃ انا لھم شفیع یوم القیامۃ ولو اتوا بذنوب اھل الارض معین اھلبیتی والقاضی لھم حوائجھم عندما اضطروا الیہ والمحب لھم بقلبہ و لسانہ والدافع عنھم بیدہ" یعنی چار شخص ایسے ہیں کہ اگرچہ تمام اہل زمین کے گناہوں کے برابر گناہوں کا بوجھ لے کر بروز حشر میرے پاس آئیں جب بھی میں ضرور ان کی شفاعت کروں گا ایک وہ جو میرے اہل خاندان کی اعانت کرے۔ دوسرا وہ جو اضطرار کے وقت ان کی حاجات پوری کرے۔ تیسرا وہ جو قلب و زبان سے ان کے ساتھ محبت کرے چوتھا وہ جو ہاتھ سے ان کا دفاع کرے"۔ (صواعق محرقہ صہ ۲۳۷) کبریت احمر صہ ۵۰ پر امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آل رسولؐ کی صلہ رحمی ترک نہ کرو۔ غنی اپنے غنا اور فقیر اپنے فقر کے مطابق ان سے حسن سلوک کرے جو شخص چاہتا ہے کہ خداوند عالم اس کے مشکلات و مصائب حل فرمائے تو اسے چاہیے کہ سادات و مومنین کی ضرورتیں پوری کرے۔

سادات کو دوگنا ثواب اور دوگنا عذاب ہوگا

مؤلف نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے کہ "شیعوں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اعتقاد ہے کہ اولادِ سادات کے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔ کیسے ہی جرائم کبیرہ کا ارتکاب کرے" یہ صرف عوام جہلا کا خیال ہے جسے انہوں نے حسب عادت مذہب شیعہ کے سر منڈھنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ حالانکہ شیعی لٹریچر تو اس قسم کے ارشاداتِ معصومین سے چھلک رہا ہے کہ" الجد منالہ ذنبان والمحسن لہ حسنتان یعنی اولادِ رسول میں سے جو منکر و بدکار ہے اس کا گناہ دوگنا ہے اور جو نیکوکار ہے اس کا ثواب بھی دوگنا ہے (اصول کافی صفحہ ۱۹۲ طبع ایران) المحسن منالہ کفلان من الثواب والمذنب منالہ ضعفان من العذاب (سفینۃ البحار ج ۲ صفحہ ۲۵۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ثواب و گناہ کے معاملہ میں سادات کا معاملہ عام لوگوں جیسا نہیں ہے اور بھلا ہو بھی کیونکر سکتا ہے جبکہ وہ ازواج نبی جن کا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سببی رشتہ ہے ان کے متعلق خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے یانساء النبیؐ لستن کاحد من النساء ان اتقیتن۔ اے رسولؐ کی بی بیو! اگر تم تقویٰ خداوندی اختیار کرو تو تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو یعنی تمہارا مرتبہ بلند اور ثواب دوچند ہوگا۔ اس کے برعکس بداعمالی کی صورت میں ان کے لئے یہ تہدید وارد ہے یانساء النبیؐ من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین اگر تم میں سے کسی نے کھلم کھلا بدعملی کی تو تمہارا عذاب بھی دوگنا ہوگا" سچ ہے ع فضیلت جو بڑی تھی تو مصیبت بھی بڑی ہے۔

صحیح النسب سیّد تائب ہو کر مرتے ہیں

ہاں البتہ ہماری بعض روایات میں یہ ضرور وارد ہے کہ جو صحیح النسب سادات کرام ہیں اگر ان سے بتقاضائے بشریت کچھ غلطیاں سرزد بھی ہو جائیں تو وہ ان پر اصرار نہیں کرتے بلکہ مرنے سے پہلے توبۃ النصوح کر کے مرتے ہیں (سفینۃ البحار ج ۲ صفحہ ۲۵۴ وغیرہ) ارشاد قدرت ہے یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا۔

اولادِ جنابِ سیّدہؑ جنتی ہے

ہمارے جن عوامی نظریات کے پیش نظر مؤلف نے مذہب شیعہ کو مطعون کیا ہے خود یہی نظریات ان کی مذہبی کتب میں موجود ہیں عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان فاطمۃ احصنت فرجھا فحرمھا اللہ وذریتھا علی النار (اخرجہ الطبرانی) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بتحقیق فاطمہ علیہا السلام نے اپنے آپ کو نگاہ رکھا ہے اور اس نگاہ رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آگ کو اور اس کی ذریت کو جہنم میں داخل کیا ہے (ارجح المطالب صفحہ ۲۶۳)

اولادِ جنابِ سیّدہؑ پر دوزخ حرام ہے

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان فاطمۃ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

احصنت فرجها فحرمها اللہ وذریتها علی النار یعنی جناب فاطمہؑ نے اپنے آپ کو نگاہ رکھا اس لئے خدا نے ان کو اور ان کی ذریت کو آتش دوزخ پر حرام کر دیا۔ (صواعق ص۹۷ طبع مصر قدیم) عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا فاطمۃ تدرین لم سمیت فاطمۃ قال علی علیہ السلام یا رسول اللہ! لم سمیت فاطمۃ قال ان اللہ فطمها وذریتها من النار (اخرجہ ابو القاسم الدمشقی ونقلہ محب الطبری عن مسند علی بن موسیٰ الرضاؑ جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ! تم جانتی ہو کہ میں نے تمہارا نام فاطمہ کیوں رکھا؟ علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے کیوں فاطمہ نام رکھا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پروردگار نے اُن کو اور اُن کی ذریت کو دوزخ کی آگ سے بچایا ہے۔" ارجح المطالب ص۲۶۳

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض کوتاہ اندیش ہمیشہ پسر نوحؑ کے قصے سے دھوکہ کھاتے ہیں یا دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ بدعملی سے نسب منقطع ہو جاتا ہے حالانکہ معمولی سے غور و فکر کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ کہ پسر نوحؑ کا شرف اس لئے ختم ہوا تھا کہ وہ بدعقیدہ تھا اور جناب نوحؑ کی نبوت کا قائل نہ تھا۔ لہٰذا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جو شخص سید کہلا کر اپنے آباؤ اجداد طاہرین کی ولایت و محبت کا اعتقاد نہ رکھے تو اس کا یہ شرف ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر عقیدہ صحیح ہو تو صرف بعض عملی کمزوریوں کی وجہ سے یہ مجد و شرف ختم نہیں ہوتا۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر بدعمل ہوں تو میرا لحاظ کر کے ان کا احترام کرنا" (کما مر تفصیلہ)۔

اہلسنت کے نزدیک ہر کلمہ گو جنتی ہے خواہ کیسا ہی گنہگار ہو

مؤلف نے تو محض اپنے ذہنی مفروضہ یا عوامی نظریہ کو بزعم خود یوں پیش کیا ہے کہ "ان (سادات) کو رب العزت سے جنت کا ٹھیکہ مل چکا ہے خواہ کرے چوریاں کرے، واردات قتل و ڈکیتی کا مجرم بنے دوزخ کی آگ سید پر حرام ہے ...." اگر مؤلف کی اپنے مذہبی کتابوں پر نظر ہوتی اور آنکھوں میں شرم اور دل میں انصاف بھی ہوتا تو ہرگز یہ بودا ایراد نہ کرتے ان کی معتبر کتابوں میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ صرف لا الہ الا اللہ کا کلمہ شہادت پڑھنے سے جنت کا ٹھیکہ مل جاتا ہے اگرچہ کلمہ گو زنا کاری، چوری چکاری وغیرہ گناہان کبیرہ کا ارتکاب کرتا پھرے۔ جناب ابو درداء روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من قال لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ دخل الجنۃ قلت وان زنی وسرق — علی رغم انف ابی الدرداء یعنی جو شخص لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک کہہ دے وہ ضرور جنت الفردوس میں داخل ہوگا ابو درداء کہتے ہیں میں نے کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

آپؐ نے فرمایا ہاں تین بار میں نے اس بات کا تکرار کیا آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابو دحداح کی ناک رگڑتے ہوئے ضرور جنت میں داخل ہوگا تفسیر درمنثور ج ۲ صفحہ ۱۰ طبع مصر) جب مذہب اہلسنت میں عام کلمہ گویان توحید کے لئے سخاوت کے اس طرح دروازے کھلے ہوئے ہیں تو پھر سادات کرام کے لئے بخل کیوں ہے؟

مؤلف کی پیش کردہ روایات کا صحیح مفہوم

ضرورت عمل کے متعلق مؤلف نے جو شیعی روایات پیش کی ہیں ان کا مطلب بالکل واضح ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں یا ائمہ ہدیٰ ؑ ان کی ہرگز یہ منشا نہ تھی کہ لوگ صرف ان کی محبت کے کھوکھلے دعوؤں پر بھروسہ کرکے عمل و کردار کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر ان کے لئے باعث ننگ و عار بن جائیں ۔۔۔ علاوہ بریں ظاہر ہے کہ جب تک محبوب کی اتباع نہ کی جائے اسوقت تک محبت کامل ہو سکتی ہی نہیں ہے کیونکہ ع ان المحب لمن یحب مطیع ، ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اسلام میں عمل پر بہت زور دیا گیا ہے اور ائمہ اطہار نے تو اپنا سچا جدار قرار ہی انہی لوگوں کو دیا ہے جو متقی اور پرہیزگار ہوں ۔ خدا کا شکر ہے کہ اتنا تو مؤلف نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ علیؑ کے سچے شیعوں کے صفات و علامات بہت بلند ہیں اب اگر کسی مشپرہ چشم کو موجودہ شیعیان علیؑ میں ایسی کوئی صفت نظر نہیں آتی تو اس میں "چشمۂ آفتاب" کا کیا گناہ ہے؟ ورنہ خدا کے فضل و کرم سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں بلکہ لاکھوں ان صفات جمیلہ کے حامل شیعیان حیدر کرار موجود ہیں

ع خاکساران جہاں را بحقارت منگر ✤ تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

ہر گروہ کا حشر و نشر اس کے امام کے ساتھ ہوگا

شیعیان علیؑ کا حشر و نشر تو ان کے ائمہ اطہار کے ساتھ ہوگا کیونکہ ان المرء یحشر مع من احب " ہر آدمی کا حشر و نشر اس کے محبوب کے ساتھ ہوگا ۔ ہاں البتہ ان لوگوں کا حشر ضرور یزید علیہ ما علیہ کے ساتھ ہوگا جس کا چھٹا خلیفہ اور امام یزید بلید ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۴ طبع دہلی) یوم ندعو کل اناس بامامھم یہ تبرا وغیرہ مسائل پر اس سے پہلے کسی مناسب مقام پر مکمل تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ جس طرح اچھوں سے محبت اور تولا واجب ہے اسی طرح بروں سے تبرا و بیزاری بھی لازم ہے بلکہ سب سے بڑی اسلامی عبادت (نماز) کی ابتدا تبرا سے ہوتی ہے کہ تبرا کے بعد کہتا ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پہلے پڑھا جاتا ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کے بعد ع

نہ اس پہ بھی اگر سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے

(نوٹ) مؤلف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۵۶ پر بہ عنوان "نقشۂ اسلام حسب وفادان شیعہ" قائم کر کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دوبارہ بعض انہی مطالب کا اعادہ کیا ہے جن کو وہ اسی کتاب کے صہ ۲۸ تا صہ ۳۲ میں پیش کر چکے ہیں یعنی یہ کہ وفات النبیؐ کے بعد سوائے چند اشخاص کے باقی لوگ مرتد ہو گئے وغیرہ وغیرہ چونکہ ہم ان باتوں کا مکمل و مدلل جواب مذکورہ بالا مقام پر پیش کر چکے ہیں لہٰذا مؤلف کی طرح انہی مطالب کی بار بار تکرار کر کے اپنا اور اپنے قارئین کرام کا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ قارئین محترم مقام مذکور کی طرف رجوع فرمائیں ۔ پھر صہ ۳۵ پر تمام صحابہ کی محبت کے دعویدار نے شیعوں کی ضد میں بعض جلیل القدر صحابۂ رسول کی توہین کرتے ہوئے مندرجہ ذیل ان قائم کر کے زہر چکانی کی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار خدا برا کرے مذہبی تعصب و عناد کا کہ یہ آدمی کو نہ دنیا کا چھوڑتا ہے اور نہ دین کا خسر الدنیا والآخرۃ وذلک ھو الخسران المبین۔

بھلا ۔ ایسی ضد کا کیا ٹھکانا دین دار اپنا چھوڑ کر ÷ ہم ہوئے کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

سلمان و مقداد کی ایمانی حالت

حیات القلوب ج ۲ صہ ۶۰۰ میں سلمان و مقداد کے ایمان کی کیفیت عجیب لکھی ہے کتاب اختصاص میں معتبر سند سے امام صادق سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمانؓ! اگر تیرا ایمان مقداد پر پیش کیا جائے تو ضرور وہ کافر ہو جائے۔ کیا خوب مسلمان ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہادیٔ اسلام نے ایسے بمشکل تین مسلمان پیدا کیے تھے جو بعد وفات رسولؐ مسلمان رہے ان میں سے بھی دو ایسے ڈھلمل یقین تھے کہ ایک کی حالت پر دوسرا مطلع ہو جائے تو اسلام کو خیرباد کہہ دے اب صرف ابوذرؓ رہ گئے۔ اس سے نہ صرف رسولؐ اور قرآن پاک ہی پر بلکہ خدائے پاک پر بھی حرف آتا ہے کیا اتنا بڑا کارخانۂ اسلام قائم ہوا ۔ اور نتیجہ اس تمام کارگذاری کا یہ ہوا کہ صرف ایک مسلمان پیدا ہوا کیا کوئی شخص شیعہ کا یہ عقیدہ درست مان کر مخالفین اسلام کے سامنے ایک منٹ بھی کھڑا ہو کر صداقت اسلام پر بحث کر سکتا ہے۔ تف ہے ایسے عقیدہ پر ۔

شیعہ سے سوال

شیعہ برائے مہربانی ہمیں یہ بتائیں کہ ان برائے نام مسلمانوں نے (جن کو تم معاذ اللہ کافر و مرتد کہتے ہو) تو وہ خدمات کیں کہ ملک کے ملک فتح کر کے زیر نگین اسلام کیے۔ لاکھوں کروڑوں نفوس کو مسلمان کر کے ۔ ہزاروں مساجد تعمیر کرائیں قرآن کی جمع و ترتیب میں اسقدر اہتمام کیا کہ اصلی قرآن ۔ بچا کر کے سورتوں، رکوعوں اور آیات کو ترتیب دی ۔ لیکن تمہارے ان مخلص مسلمانوں ابوذرؓ، سلمان فارسیؓ نے کون کونسی خدمات اسلام کیں۔ کن کن ۔ کفار کو مسلمان کیا۔ کون کونسے ملک فتح کیے؟

نوٹ:۔ جوابی ضخیم آخری سب ٹائٹل پر ملاحظہ فرمائیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

—یہی بتایا جائے کہ جناب امیرؑ کی انہوں نے کون سی مدد کی؟ کیا اس وقت میں ان کی امداد کو پہنچے جب — گلے میں رسی ڈال کر — بیعت ابوبکر کے لئے لے جا رہے تھے — یا فدک جو — چھین لیا گیا تھا واپس دلایا — اگر ان تمام امور سے ایک بھی — نہیں کیا تو ان کی مسلمانی سے اسلام اور علی المرتضےٰ کو کیا نفع؟ — ہاں یہی بتاؤ کہ کفار کو تہ تیغ کر کے وسعتِ ممالکِ اسلام کی — آپ کے وقت میں مسلمانوں پر تلوار چلی۔ ہزاروں جلیل القدر صحابی — شہید ہوئے آپ کا زمانہ خانہ جنگیوں ہی میں گذرا اور خدمت قرآن کا تو یہ حال ہے کہ قرآن جمع کر کے ایسا غائب کیا کہ شیعوں کی نظر سے بھی اوجھل ہے اگر ان برائے نام چند مسلمانوں (خلفاء ثلاثہ) کا وجود نہ ہوتا تو دنیا میں آج ایک بھی سید جو اولاد حسینؑ بطن حضرت شہر بانو سے پیدا ہوئے صفحۂ دہر پر نہ ہوتے — (آفتاب ص ۳۵۹)

الجواب اسلامی برادری ہمیشہ شیعیانِ علیؑ کو اس طعن و تشنیع کا ہدف بناتی ہے کہ وہ اصحاب رسولؐ کو نہیں مانتے حالانکہ یہ ان پر سراسر تہمت ہے کہ وہ کل اصحاب کو برا سمجھتے ہیں حالانکہ وہ صرف منافقین اور فاسقین کو اچھا نہیں جانتے باقی رہے صحابۂ مومنین تو ان کو تو وہ آنکھوں کا نور اور دل کا سرور جانتے ہیں اس موضوع پر کتاب کے ابتدائی حصہ میں مفصل تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ قارئین کرام نے تحریر بالا میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ "الصحابۃ کلھم عدول" کا دعوےٰ کرنے والے اصحاب کو کس طرح مانتے ہیں؟ اس کلام باطل القیام میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض جلیل القدر صحابہ کرام کو جس طرح ہدف طعن و تشنیع بنایا گیا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت امیر علیہ السلام جیسے امام عالیمقام کی صفات و شغلف سدش و فتار پر جس نامبیانہ پھبتے ڈالنے کی کوشش ناتمام کی گئی ہے وہ عیاں راچہ بیاں کی مصداق ہے مؤلف کی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نہردانی خارجی اپنی ناصبیت و خارجیت کی بھڑاس نکال رہا ہے!

مابہ النزاع صرف ثلاثہ کی شخصیت ہے

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ و سنی میں فضیلت صحابہ کے بارے میں جو نزاع ہے وہ صرف اور صرف اصحاب ثلاثہ کے متعلق ہے کہ اہلسنت صرف انہی کی فضیلت بلکہ افضلیت پر زور دیتے ہیں اور شیعہ ان کے ان مزعومہ فضائل کو تسلیم نہیں کرتے ورنہ اہلسنت بھی شیعوں کی طرح سب اصحاب کو ہرگز اچھا اور ایک جیسا نہیں سمجھتے بلکہ بعض اصحاب پر شیعوں سے بھی بڑھ کر تنقید کرتے ہیں جیسا کہ مؤلف آفتاب کی مذکورہ بالا تحریر اس پر شاہد صادق ہے: علاوہ بریں جناب سعد بن عبادہ بدری ساری کا تا زیست ابوبکر کی بیعت نہ کرنا اظہر من الشمس حقیقت ہے اور تحفۂ اثنا عشریہ اور فتاوی عالمگیری میں منکر خلافت ثلاثہ کو کافر قرار دیا گیا ہے شیعوں کو کافر قرار دینے کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

محبوب مشغلہ کے جوش میں صحابۂ رسول کو بھی دھر لیا ہے ؎

شادم کہ بار قیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشتِ خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

صاحب تحفہ کے نزدیک منکرِ ثلاثہ صحابی نہیں ہے

بلکہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تو اس سلسلہ میں اسقدر غلو کیا ہے ایسے حضرات پر صحابۂ رسولؐ کی صف سے خارج ہونے کا بھی فتوٰے عائد کر دیا ہے فرماتے ہیں "ہمچکس از اہلسنت آں جماعت را صحابہ نمی داند و معتقد خوبی و بزرگی آنہا نیست" ان حقائق کی روشنی میں وہ نظریہ کہاں گیا کہ ع ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں ؟ ۔۔۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھلانے کے اور !!

مؤلف کی بے جا تنقید کا جواب

عقلائی قاعدہ ہے کہ ع شکوہ بے جا بھی کرے تو لازم ہے شعور!! مؤلف نے جناب سلمان رضؓ و مقداد رضؓ کے ایمان پر جو ناروا حملہ کیا ہے وہ ان کے فہم سقیم و عقل غیر سلیم کی پیداوار اور انکی بے شعوری کا شاہکار ہے۔ حقیقت الامر صرف اس قدر ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ سب حضرات اگرچہ مؤمن کامل ہیں مگر چونکہ ایمان کے دس درجے ہیں کوئی کسی درجہ پر فائز ہے اور کوئی کسی پر "کل لہ مقام معلوم" جس کی جو منزل ہے وہ اسی سے خاص ہے۔ دوسرا اس مقام کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ درجات کا تفاوت و اختلاف کائنات کی نہ صرف ہر ہر جنس ہر ہر نوع اور صنف کے اندر بلکہ ہر ہر فرد کے اندر مشاہد و محسوس ہے اور ان میں فاضل و مفضول اور راجح و مرجوح کا سلسلہ موجود ہے تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض ۔۔۔ جب یہ اختلاف درجات کا سلسلہ انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین شہداء و صدیقین اور ائمہ طاہرین میں بھی موجود و مسلم ہے تو اگر یہی اختلافِ مدارجِ ایمانیہ صحابۂ رسولؐ میں تسلیم کیا جائے تو اس میں کیا تعجب اور کیا ایراد ہے ؟ اگر جناب موسیٰؑ جیسا اولی العزم پیغمبر جناب خضرؑ کے علوم باطنیہ کا تحمل نہیں کر سکتے اور بار بار ان کی روش و رفتار پر ایراد کرتے ہیں ۔۔۔ تو کیا اس بات کو کوئی مسلمان جناب موسےٰ کے ڈھلمل یقین ہونے پر محمول کر سکتا ہے ؟ حاشا و کلا۔ افسوس ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است۔ باقی رہا یہ سوال کہ وفات نبویؐ کے بعد پیش آمدہ مشکلات و مصائب میں انہوں نے جناب امیر علیہ السلام کی کیا مدد کی ؟ سو اس کا جواب واضح ہے کہ ہم صرف اسلئے انکی مدح و ثنا کرتے اور ان کی محبت کا دم بھرتے ہیں کہ انہوں نے ان جانگداز حالات و واقعات میں بھی علی و اولادِ علی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور عہدِ رسولؐ کو ہرگز نہیں توڑا بلکہ ہر دکھ سکھ میں خاندانِ نبوت کا ساتھ دیا جناب امیر کب اپنی خلافت یا فدک کو واپس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

لینے کے لئے شمشیر بکف ہو کر میدان میں نکلے تھے کہ وہ ان کا ساتھ دیتے؟ جناب امیرؑ کے جنگ نہ کرنے کے علل و اسباب پر پہلے تبصرہ کیا جا چکا ہے بہرحال جس دینی و عقلی مصلحت و حکمت کے ماتحت جناب امیر علیہ السلام نے اس پر آشوب دور میں صبر و سکوت اختیار فرمایا بعینہٖ انہی مصلحتوں کے پیش نظر آنجناب کے ان مخلصین نے بھی صبر و تحمل کو اپنا شیوہ و شعار قرار دیا۔ اور شمشیر بکف ہو کر میدان میں نہیں نکلے۔

عار و شنار اگر مؤلف کچھ بھی عقل و انصاف اور دین و دیانت سے کام لیتے تو جناب امیر علیہ السلام پر خانہ جنگیوں میں مشغول رہنے اور کوئی کارِ نمایاں انجام نہ دینے کا بے جا اعتراض کر کے اپنی خارجیت کا ثبوت فراہم نہ کرتے مگر صحیح ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

کاش کہ انہوں نے آنجنابؑ کو خانہ جنگی کا الزام دیتے وقت یہ سوچ لیا ہوتا کہ اس خانہ جنگی کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ آیا ام المومنین عائشہ، طلحہ، زبیر اور معاویہ بن ابی سفیان وغیرہ ان کے چہیتے صحابہ و صحابیات پر یا جناب امیر خیبر گیرؑ پر؟ ع نہ سمجھو گے تو پھر سمجھو گے تم یہ چیستاں کب تک؟

— یہ درست ہے کہ معترض کے بزرگوں کی کرم فرمائیوں سے جناب امیرؑ کا زیادہ تر وقت خانہ جنگیوں کو موقوف کرنے، داخلی نسازشوں کو ختم کرنے اور بغاوتوں کو فرو کرنے میں صرف ہو گیا اور اسطرح آنجنابؑ اسلامی حدودِ مملکت کی توسیع نہ کر سکے (اور مقام شکر ہے کہ ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی جناب امیرؑ کی یہ خواہش تھی کیونکہ ان کے پیش رووں اور بعد میں آنے والے امراء اسلام کی انہی حدودِ مملکت کی توسیعوں نے اسلام کو بدنام کیا ہے اور اغیار کو یہ کہنے کا موقع فراہم کیا ہے کہ اسلام دنیا میں بزور تلوار اور ہوس اقتدار کی وجہ سے پھیلا ہے) مگر آنجنابؑ نے اپنی عدیم النظیر حکمتِ عملی سے اسلام کی بنیادوں کو اسقدر مستحکم و مضبوط بنا دیا کہ آج تک کوئی منافقانہ و کافرانہ طاقت نہ اس کی بنیادوں کو ہلا سکی ہے اور نہ ہی آئندہ قیام قیامت تک ہلا سکے گی انشاء اللہ جیسا کہ علامہ ابن ابی الحدید نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے

؎ ولولا ابوطالب وابنہ
لما مثل الدین شخصا فقاما

(قصائد سبع علویات) یعنی اگر (مکہ کی سرزمین میں) جناب ابوطالبؑ کی (خدمات) اور (مدینہ میں) انکے فرزند حیدر کرار کے (مثالی جہاد) نہ ہوتے تو کبھی اسلام اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکتا اور اگر ہنوز اس کی استقامت یا پروان چڑھنے میں کچھ کمی تھی تو آپؑ کے عظیم فرزند سید الشہداءؑ نے اپنے خونِ مقدس سے سینچ کر اسے ایک

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ایک زندۂ جاوید حقیقت بنا دیا ہے ؏

اسلام زندہ ہو گیا کربلا کے بعد۔

بنا بریں آج اقطاع الارض میں جہاں کہیں بھی اسلام اور مسلمان نظر آتے ہیں یہ سب سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کا فیضان ہے اگر اس خاندان کی عظیم الشان قربانیاں نہ ہوتیں تو عمر یا عمری تو کجا آج پورے عالم میں کہیں اسلام اور کسی مسلمان کا نام و نشان نہ ہوتا مگر اس کفرانِ نعمت کی بھی کوئی حد ہے کہ آج بوبکر و عمر کے پرستار جملہ سادات و مومنین کو عمر کا ممنونِ احسان ثابت کرنے کی جسارت کر رہے ہیں ــــ کبرت کلمة تخرج من افواههم ــــ ان یقولون الا کذبا ــــ یہ بات ایک نہیں کئی بار سابقہ مباحث میں واضح کی جا چکی ہے کہ ممالک فتح کرنا ــــ اور حدودِ سلطنت کو وسعت دینا کسی شخص کے مؤمن ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ بعض اوقات خدا یہ کام ان لوگوں سے بھی انجام دلوا دیتا ہے جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہوتا (بخاری و کنز العمال وغیرہ) اگر دعویدارانِ ایمان ثلاثہ میں جرأت ہے تو ان کے ایمان کے دلائل پیش کریں ان بھول بھلیوں سے کام نہیں بنتا۔ کیونکہ ؏

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی!

شیعیان علی

اب ہم شیعیان علی سے مخاطب ہوتے ہیں ذرا تم ہی بتاؤ کہ تم نے اسلام یا ائمہ اہلبیتؑ کی کیا کچھ امداد کی اپنے عہد میں علی المرتضےٰ تمہارا ہی رونا روتے رہے ائمہ اہلبیتؑ اپنے وقت میں تمہارے شاکی رہے تم نے ہی جناب امیرؑ کو کوفہ میں جامِ شہادت پلایا۔ تم نے ہی حضرت مسلم بن عقیل کو ــــ ذبح کیا۔ تم نے سید الشہداءؑ ــــ کو خطوط عقیدت لکھ کر دھوکہ ــــ سے بلوایا ــــ نمونۃً ہم آپ کا ایک خطبہ نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ سے درج کرتے ہیں جو ص ۲۶۰ میں ہے۔

خطبۂ امیر علیہ السلام اپنے شیعوں کی مذمت میں

جو امر کہ گذر گیا ــــ اس پر خدا کی حمد کرتا ہوں ــــ اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنے والے ــــ گروہ اگر تمہیں محاربۂ دشمن سے مہلت دی جاتی ہے تو مقابلے میں ضعیف و سست ہو جاتے ہیں ــــ خدا کی قسم اگر میرا روزِ موعود آجائے ــــ میں تمہاری مصاحبت کے لئے دشمن ہوں گا اور تمہارے سبب سے کسی قسم کی قوت و شوکت مجھے حاصل نہ ہو گی تم میری زندگی تک مجھ سے برگشتہ رہو گے مجھے دشمن سمجھو گے ــــ اپنے اہتمال و اقران کو بھی دیکھ کر حمیت و غیرت نہیں آتی ــــ کیا مقام نصیحت نہیں کہ معاویہ نہایت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہی سفیہہ ستمگاروں کو بلاتا ہے اور وہ بغیر کسی قسم کے احسان و انعام ۔ کے اسکی تابعت کرتے ہیں اور میں تمہیں انعام اور احسان کے ٹکڑوں کی طرف بلا رہا ہوں ۔ مگر پھر بھی مجھ سے متفرق ہوتے ہو اور برابر مجھ سے اختلاف کئے جاتے ہو ۔ اور یاد رکھو کہ بہترین شیئی جس کی ملاقات کا مجھے اشتیاق ہے میرے نزدیک موت ہے ۔ میں نے تمہیں کتاب خدا کا سبق دیا تمہاری تعلیم میں جلت و برہان کے ساتھ ابتدا کی ۔ (نہج البلاغہ مطبوعہ طہران صفحہ ۲۴۳) اس خطبہ اور بچھ دیگر خطبات سے پتہ چلتا ہے کہ جناب امیرؑ اپنے وقت کے شیعوں سے کس قدر نالاں تھے ۔

شیعہ کا امام حسنؑ سے سلوک

جو سلوک شیعہ حضرات نے حضرت امام حسنؑ سے کیا اسکا ذکر جلاء العیون ج ۱ صفحہ ۲۷۶ میں امام محمد وجؑ کی زبانی یوں ہے " یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا ۔ میرا مال لوٹ لیا ۔ بخدا سوگند اگر میں معاویہ سے عہد لوں اور اپنا خون حفظ کروں ۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں ۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۰ ایک شیعہ کی گستاخی کا حال یوں درج ہے شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسنؑ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے ایک سوار آیا کہ اسے سفیان ابن لیلی کہتے تھے اس نے کہا السلام علیکم اے ذلیل کنندہ مومناں کے صفحہ ۲۶۸ میں لکھا ہے کہ انجنابؑ نے معاویہ سے صلح کا ارادہ کیا تو شیعوں نے چراغ پا ہو کر حرکت کی ۔ اور کہا (معاذ اللہ) یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے یہ کہہ کر بلوہ کیا اور اسباب امام حسن لوٹ لیا ۔

امام حسینؑ سے سلوک

خود فخر الشہداء جناب امام حسین سے تو شیعوں نے وفاداری کی حد کر دی صاحب جلاء العیون ج ۱ صفحہ ۵۰۰ رقمطراز ہیں پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؑ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی [illegible] ہوں نے شمشیر امام حسینؑ پر کھینچی اور منکر بیعت ہائے امام حسینؑ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسینؑ کو شہید کیا " اس سے پہلے ہم اخبار ماتم کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ شیعہ صاحبان نے بھی نہایت بے دردی سے حضرت امام حسینؑ کو دشت کربلا میں بھوکا پیاسا معہ بال بچوں کے شہید کیا ۔ یہ ہیں ماتمیوں کے کرتوت خدا بچائے ۔ اگر خدانخواستہ آج کوئی مخالف اسلام ۔ اسلام پر حملہ کر دے اور پلاؤ زردہ پکا کر ماتمیوں کے سامنے رکھ دے تو یہ محبان حسینؑ جو صرف چاولوں کے ماتمی ہیں ۔ بیت اللہ کعبہ پاک پر گولیاں چلانے سے کبھی دریغ نہ کریں جب اس وقت یہ حالت تھی جب ائمہ عظام کی مقدس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

صورتیں سامنے تھیں ۔۔۔ تو اب سینکڑوں سال کے بعد ان حضرات نے کیا حیثیت اسلام دکھانی ہے ۔۔۔

بعد کے شیعہ ۔۔۔ بعد کے شیعوں کی نسبت اصول کافی صلہ ۳۶۹ میں ہے (بحذف عربی) "حضرت امام باقر سے پہلے شیعوں کی یہ حالت تھی کہ وہ احکام حج سے نابلد ۔۔۔ تھے ۔۔۔

شیعہ کی تعداد حضرت صادق کے وقت

اب شیعیت کی ترقی کا زمانہ لیجئے۔ شیعہ کے نزدیک ان کے مذہب کی ترویج حضرت امام جعفر کے وقت ہوئی ۔۔۔ لیکن آپ نے جو اپنے وقت کے شیعوں کی حالت بتائی ہے وہ سخت مایوس کن تھی اصول کافی صلہ ۴۹۶ میں ہے (بحذف عربی) (راوی کہتا ہے کہ امام صادقؑ ابوبصیر سے کہنے لگے اگر میں تم میں سے تین مومن بھی ایسے دیکھوں جو میری حدیث کو مخفی رکھ سکیں تو میں کبھی یہ روا نہ رکھوں کہ اپنی حدیث ان سے چھپا رکھوں) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب صادقؑ کے عہد میں ۔۔۔ یہ حالت تھی کہ جناب امام ۔۔۔ کو ایسے تین شیعہ بھی نظر نہ آتے تھے جو خالص الایمان اور قابل اعتماد ہوتے ۔۔۔ اسی صفحہ پر دوسری حدیث یوں ہے ۔۔۔ عن سدیر الصیرفی قال (بحذف عربی) ۔۔۔ (ترجمہ) سدیر صیرفی سے روایت ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس گیا ۔۔۔ کہا بخدا آپ کو بیٹھ نہیں رہنا چاہیئے فرمایا کیوں ؟ میں نے کہا اس لئے کہ آپ کے پاس غلام اور شیعہ ۔۔۔ کثرت سے ہیں ۔۔۔ آپ نے فرمایا سدیر! کتنے ہونے چاہئیں! میں نے کہا ایک لاکھ۔ امام نے کہا ایک لاکھ؟ میں نے کہا ہاں دو لاکھ امام نے کہا اور دو لاکھ ؟ میں نے کہا ہاں نصف دنیا۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر کہا کیا تجھے گنجائش ہے کہ میرے ساتھ باہر چلو ؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے گدھے اور خچر کسنے کا حکم دیا ۔۔۔ میں ۔۔۔ خچر پر سوار ہو گیا۔ آپ گدھے پر سوار ہو گئے۔ ہم چل دیئے۔ نماز کا وقت ہو گیا ۔۔۔ آپ نے ایک لڑکا دیکھا جو بھیڑیں چرا رہا تھا امام باقرؑ فرمانے لگے اگر میرے پاس ان بھیڑوں جتنے بھی شیعہ ہوں تو بیٹھ نہ رہوں ۔۔۔ پھر ہم نے اتر کر نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے ان بھیڑوں کا شمار کیا تو ان کی تعداد سترہ نکلی" اب آپ غور کریں کہ جہاں شیعہ کی تعداد لاکھ دو لاکھ بلکہ نصف دنیا سمجھی جاتی تھی وہاں خالص مخلص شیعے سترہ نکلے ۔۔۔ وہاں آج کل کے شیعہ کی ایمانی حالت کا کیا ٹھکانا۔ یہ سب ڈوم، مراثی، قلندر، مصلی، گنجر جو شیعہ بنکر محرم میں رونق افزا مجلس امام

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہوا کرتے ہیں یہ سب چاولوں کے شیعہ ہیں ۔ (آفتاب ص۳۶۴)

الجواب ایک فارسی ضرب المثل ہے کہ "یک من علم را دہ من عقل باید" اور جہاں عقل و علم دونوں ہی عنقا ہوں وہاں لایعنی گفتگو کرنے سے خاموش رہنا بدرجہا بہتر ہوتا ہے مگر ہمارے مولوی صاحب کا معاملہ بھی عجیب ہے اگر خاموش رہنے کو کوشش کرتے ہیں تو اہل حق کا عناد چین نہیں لینے دیتا اور اگر بولتے ہیں تو ٹوٹو ھول کا پول کھلتا ہے! ؎ خدا زندایہ تیرے سادہ لوح بندے کدھر جائیں؟ یہ بات کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں ہے کہ ہر مذہب و ملت میں اکثریت بد عقیدہ، بد اصول اور بے عمل و بے کردار لوگوں کی ہوا کرتی ہے دوسرے مذاہب کو چھوڑیئے خود تاریخ انبیاءؑ شاہد ہے کہ ان کے کلمہ گویوں میں ہمیشہ اکثریت خراب لوگوں کی رہی ہے اس سلسلہ میں بہت دور جانے کی ضرورت نہیں پیغمبر آخر الزمان کے مسلمانوں کو ہی دیکھ لینا کافی ہے جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں کیا وہ واقعاً اس طرح مسلمان ہیں جس طرح ان کو خدا و رسولؐ دیکھنا چاہتے ہیں؟؟ اوروں کا تو ذکر ہی کیا خود صحابۂ رسول میں ہر قسم اور ہر قماش کے لوگ نظر آتے ہیں قرآن مسلمانوں کی اکثریت کی مذمت سے لبریز ہے (اس قسم کی آیات اور ایسے واقعات کی کافی مقدار کسی مناسب مقام پر اسی کتاب میں پیش کی جا چکی ہے) تو اگر کوئی غیر مسلمان اس قسم کی آیات و روایات کو جو مسلمانوں کی مذمت اور سرزنش میں وارد ہوئے پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی جسارت کرے کہ اسلام غلط ہے تو ہمارے مولوی صاحب اور ان کے ہمنوا کیا جواب دیں گے؟ یہی نا۔ کہ اس میں اسلام کا قصور نہیں قصور نام نہاد مسلمانوں کا ہے کیونکہ جو شخص مسلمان ہونے کا دعوےٰ کرے وہ فی الواقع مسلمان بن نہیں جاتا۔ جب تک اپنے قول و کردار سے اس کا ثبوت فراہم نہ کرے ۔۔۔ اگر زبان سے کہا کچھ اور جائے اور مقام عمل میں کیا کچھ اور جائے تو اس اسلام کا کیا فائدہ ؎

زبان سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تو نے!

ہم مؤلف کی تمام طول طویل تقریر کے جواب میں صرف یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص شیعہ کہلانے سے حقیقی شیعہ بن نہیں جاتا جب تک اس معیار پر پورا نہ اترے جو سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام نے اپنے شیعوں کے لئے مقرر نہیں فرمایا ہے جس کا کچھ تذکرہ خود مؤلف اپنی اسی کتاب کے ص۳۵۳ پر کر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر اہل مذہب کی طرح شیعوں میں بھی ہمیشہ نام نہاد لوگوں کی کثرت اور حقیقی شیعوں کی قلت رہی ہے (وقلیل من عبادی الشکور) مگر اس سے نہ تو مذہب شیعہ پر زد پڑتی ہے اور نہ حقیقی شیعوں پر کوئی الزام عائد ہوتا ہے اور امام محمد باقرؑ سے قبل ان کا احکام حج سے نابلد ہونا ایک استعارہ ہے ۔۔۔ مطلب صرف یہ ہے کہ ائمہ اہلبیتؑ میں سے سب سے زیادہ امام محمد باقرؑ اور ان کے بعد امام جعفر صادقؑ کو اپنے جدِ نامدار کی شریعت مقدسہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے معارف واحکام کی نشر واشاعت کا موقع ملا ہے کیونکہ اس وقت حالات قدرے اسلئے سازگار تھے کہ بنی امیہ اپنی حکومت بچانے اور بنی عباس اپنی حکومت بنانے میں مشغول تھے ۔ اگر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں منافقین کی بھرمار تھی (جس کے ثبوت کیلئے قطع نظر دیگر شواہد و دلائل کے صرف سورۂ المنافقون ہی کافی ہے) مخالفت رسول کرنے والوں کی کثرت تھی اور میدانِ وغا میں دغا دے جانیوالوں کی بہتات تھی جن کی مذمت سے پورا قرآن اور دفتر حدیث چھلک رہا ہے مگر بایں ہمہ حقیقی صحابہ کرام اور حقیقی مسلمانوں کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا تو جو لوگ فی الواقع شیعہ نہ تھے صرف کہلاتے شیعہ تھے اگر ائمہ اطہارؑ نے ان کی مذمت فرمائی ہے تو اس سے حقیقی شیعوں پر کیا طعن وتشنیع وارد ہوتا ہے؟ "شیعۃ الرجل اتباعہ" کسی کا شیعہ تو وہ ہوتا ہے جو اسکے نقشِ قدم پر چلتا ہے" لہٰذا جو شخص اپنے قول وفعل میں اپنے امام کی مخالفت کرتا ہے وہ شیعہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس معیار پر پورے اترنے والے مثالی وحقیقی شیعہ حقیقی مسلمانوں کیطرح کبریت احمر کیطرح بہت ہی تھوڑے ہوں گے ع یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا۔ جن لوگوں کی حضرت امیرؑ نے مذمت فرمائی ہے ہم عنوان "قاتلان امام حسینؑ کا مذہب" کے ذیل میں تفصیل سے بیان کرچکے ہیں کہ جو لوگ معاویہ کے مقابلہ میں حضرت امیرؑ کے ساتھ تھے وہ تمام لوگ حقیقی معنوں میں شیعہ نہ تھے بلکہ ان کی اکثریت ابوبکر وعمر اور عثمان کو خلفاء رسول جانتی تھی کہ فقط معاویہ کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کا ساتھ دینے کی وجہ سے شیعیانِ علیؑ کہلاتے تھے۔ بالفاظ دیگر وہ موجودہ اہلسنت کی طرح حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ سمجھتے تھے اس لئے نہ انکا عقیدہ صحیح تھا اور نہ عمل اسلئے اکثر وبیشتر آنجنابؑ انکا شکوہ وشکایت فرماتے رہتے تھے۔ لہٰذا درحقیقت یہ اہلسنت کی مذمت ہے نہ شیعوں کی ورنہ جو لوگ ان کے حقیقی شیعہ تھے انکی مدح وثنا سے نہج البلاغہ لبریز ہے جیسے محمد بن ابوبکر، مالک اشتر، اصبغ بن نباتہ، کمیل بن زیاد، رشید ہجری، حجر، عثمان بن حنیف وامثالہم رضوان اللہ علیہم اجمعین نیز امام حسنؑ کے ساتھ جن لوگوں نے بدسلوکی کی انکو امام نے ان کی مذمت فرمائی وہ منافق لوگ تھے۔ چنانچہ مؤلف نے جلاء العیون ج ۱ صفحہ ۲۷۶ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں مذکور ہے کہ امام حسنؑ نے فرمایا یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں الخ.....

تو جب امام نے انکے دعوائے شیعیت کو قبول نہیں کیا تو ہم اسے کیونکر تسلیم کرسکتے ہیں یہ روایت فارسی جلاء العیون کے صفحہ ۱۳۰ پر مذکور ہے اس سے چار صفحے پہلے صفحہ ۱۲۶ پر مذکور ہے کہ "جب امام نے مصلحت وقت کے تحت معاویہ سے صلح کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو منافقان ـــــ گفتند او مثل پدر کافر شد" منافقوں نے کہا یہ (امام حسنؑ) اپنے والد (حضرت علیؑ) کی طرح کافر ہوگئے ہیں" (العیاذ باللہ) پھر کچھ گستاخیاں کیں ارباب عقل وانصاف کیلئے لمحۂ فکریہ ہے کہ جو شخص امام کو (معاذ اللہ) کافر سمجھے اسے بھی اس امام کا شیعہ کہا جاسکتا ہے؟ اس موضوع پر قبل ازیں مکمل تبصرہ کیا جاچکا ہے کہ قاتلان امام حسینؑ شیعہ نہ تھے بلکہ وہ لامذہب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اور کافر تھے اور اگر بالفرض ان کا کوئی مذہب تھا تو وہ اہلسنت والجماعت تھا۔ اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے الغرض وہ ماتمی نہ تھے بلکہ ماتم کو بدعت کہنے والوں کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور یہ سارا کرتوت انہی کا تھا جو لوگ صحیح معنوں میں شیعہ اور صحابی امام تھے وہ ایسے مخلص اور باوفا تھے کہ خود سید الشہداء کو ناز تھا۔ کہ جیسے باوفا صحابی خدا نے مجھے عطا فرمائے ہیں ایسے تو میرے جد دادا کو بھی نصیب نہیں ہوئے تھے (ارشاد شیخ مفید و تاریخ طبری وغیرہ) ــــ مؤلف جہاں بھی مقدس مذہب شیعہ خیر البریہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ وہاں عنزور ڈوم اور کنجر وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہیں سو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ کنجر کسی شخص کی ذات نہیں ہے بلکہ جو شخص بھی کنجروں والے برے کام کریگا وہ کنجر سمجھا جائے گا۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کنجر کہلا کر بھی شریف ہو اور دوسرا مولوی اور قاضی کہلا کر بھی کنجر کا لنجر ہو! اور اگر بالفرض "ڈوم"، "میراثی"، "قلندر"، "مصلی اور گنجر" کوئی ذاتیں ہیں تو ان ذوات عالیہ کی جنس مولف کے مذہب میں بھی نایاب نہیں ہے بلکہ وہاں بہت ارزاں نرخوں پر مل جاتی ہے ؏ ایں گنا ہیست کہ در شہر شما نیز کنند ایسے ہی لوگ تھے جنہوں نے پندرہ روپے ماہوار کی ملازمت پر انگریزی عہد سلطنت میں واقعی نجف و خراسان کے روضہ ہائے مقدسہ کو بلکہ بغداد میں اپنے پیران پیر کے گنبد کو بھی توپوں کا نشانہ بنانے میں دریغ نہیں کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب پیسہ اور پیٹ کے مسلمان ہیں جو حلوے مانڈے کی خاطر عرسوں میں شامل ہو جاتے ہیں اور ماہ رمضان میں نماز تراویح بھی پڑھ لیا کرتے ہیں ورنہ حقیقی اسلام سے کوسوں دور ہیں" یہ صرف حلوے کے مولوی اور پیسے کے مسلمان ہیں"۔

؎ بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سُنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

امام مہدی کے نہ ظاہر ہونے کا سبب

چونکہ کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ امام غائب امام علیہ السلام اسوقت تشریف لائیں گے جب ان کے مخلص شیعوں کی تعداد تین سو تک پہنچ جائے گی جو ان کے محافظ ہوں گے ــــ باوجودیکہ مدعیان شیعیت کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے مگر ــــ سب چاولوں کے شیعہ ہیں اگر سچے شیعہ ہوتے تو کب کے امام منتظر تشریف لے آتے۔

امام کے ظہور کا وقت

چونکہ اسوقت شیعوں پر سخت اعتراض ہو رہا ہے کہ انکا قرآن جمع کردہ علیؑ کہیں نظر نہیں آتا ــــ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ وہ قرآن صاحب الامر ــــ کے پاس موجود ہے۔ شیعہ یہ بھی کہتے ہیں امام علیہ السلام بعد اپنے فرزندوں کے ایک غائب ملک میں حکمرانی کر رہے ہیں ــــ کتاب غایۃ المقصود میں بہت سی حکایات درج ہیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہ لوگوں نے وہاں جا کر آپ کی زیارت بھی کی ہے چنانچہ کتاب کے صہ ۲۵ سے صہ ۳۰ تک ایک ایسا قصہ لکھا ہے کہ چند کس دریائی سفر کرتے ہوئے اس ملک میں جا پہنچے اور وہاں بڑے بڑے شہر دیکھے جو امام کے فرزندوں کے زیر حکومت تھے ان میں سے بعض کا طول و عرض دو ماہ کا راستہ بعض کا چار ماہ کا راستہ ہے وہاں بڑے بڑے شہر اور تجارت کی منڈیاں دیکھی گئیں اور عجیب و غریب ـــــ (معلوم نہیں اتنی بڑی آبادی جغرافیہ والوں کی آنکھوں سے آج تک کیوں مخفی ہے ـــــ یہ سب داستانیں فرضی ـــــ یا شیخ چلی کی گپوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں) بہر حال اگر اتنی بڑی سلطنت کے مالک دنیا کے کسی حصہ میں رہتے ہیں ـــــ تو کیا وجہ ہے کہ اس وقت کے شیعہ اس نعمت سے (زیارتِ امام) سے محروم ہیں اسکی وجہ سوائے اسکے کچھ نہیں ہو سکتی کہ یہ سب حلوے مانڈے اور چاولوں کے شیعہ ہیں اصلی شیعہ کی ان میں بو تک نہیں ہے اگر اس وقت دنیا میں کوئی ایک بھی سچا شیعہ موجود ہوتا تو اس آڑے وقت میں حضرت امام اس کی ضرور دستگیری کرتے اور اصلی قرآن ـــــ نہیں ـــــ تو اس کی نقل ہی کرا کر کسی مخلص شیعہ کی معرفت دنیا میں بھیج دیتے ـــــ

ایک عجیب حکایت

اسی کتاب غایۃ المقصود کے صہ ۱۷ میں ایک عجیب حکایت لکھی ہے ـــــ کہ ایک اجل فاضل اہلسنت جو علامہ حلی کے ہم عصر میں سے تھا اس نے مذہب شیعہ امامیہ کے رد میں ایک مبسوط کتاب لکھی تھی ـــــ اس خوف سے کہ کوئی شیعہ اسکی تردید نہ کر دے کسی شیعہ عالم کے ہاتھ میں ـــــ نہ دیتا تھا شیخ حلی ہمیشہ اس کوشش میں رہتے کہ کتاب ہاتھ آئے ـــــ ایک روز ـــــ عاریۃً دینے کی استدعا کی استاد نے کہا صرف ایک رات کے لئے ـــــ شیخ نے اسکو بھی غنیمت سمجھا ـــــ گھر میں لے گئے تاکہ کچھ نہ کچھ رات میں نقل کر لیں۔ جب لکھنے لگے تو نیند نے غلبہ کیا اور سو گئے۔ جناب مہدی علیہ السلام نمودار ہو گئے۔ شیخ کو فرمانے لگے کہ کتاب مجھے دے دو اور تم سو رہو جب شیخ نیند سے جاگے تو دیکھا کہ کتاب سادی لکھی ہوئی موجود ہے حالانکہ وہ کتاب ایک سال سے کم عرصہ میں نہ لکھی جا سکتی تھی ـــــ اس قسم کی حکایات ـــــ اس لئے وضع کی گئی ہیں کہ شیعوں کا اس بات پر اعتقاد ہے کہ ضرور امام مہدی علیہ السلام اسوقت موجود ہیں ـــــ میں کہتا ہوں کہ یہ باتیں درست ہیں تو اس وقت شیعیان علی کیوں کوشش نہیں کرتے کہ مل کر شب بیداری کریں اور مناجاتیں کر کے امام کی زیارت سے مستفید ہوں اور ـــــ عرض کریں ـــــ حضرت جی! اس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وقت بڑا آزادی کا وقت ہے آپ ظہور فرمائیں تو کوئی شخص آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ اور اگر خود تشریف نہیں لا سکتے تو قرآن تو ہمیں مرحمت فرمائیں تاکہ مخالفین کو دکھا کر ہم سرخروئی حاصل کریں ـــــ لکھنؤ کے بڑے مجتہدین شیعہ کوئی حیلہ کریں ـــــ ایران کے بڑے بڑے جبہ پوش مشائخ شیعہ ہی جد وجہد کریں اگر ایسا نہیں کر سکتے ـــــ تو روز روشن کی طرح واضح ہو جائیگا کہ اس وقت ان ہزاروں لاکھوں نمائشی شیعوں میں خالص مخلص اصلی شیعہ ایک بھی نہیں۔ شیعو! کوشش کرو اپنے سے یہ دھبہ دور کرو ورنہ ان عقائد شنیعہ سے باز آجاؤ۔ ضد چھوڑ دو ـــــ اسی قرآن کے کامل ومکمل ہونے کے قائل ہو جاؤ۔ طریق اہلسنت اختیار کر کے مسلمانوں کے سواد اعظم میں مل جاؤ تاکہ نجات حاصل ہو۔ وما علینا الا البلاغ ـــــ کتاب بہت طویل ہو گئی ہے اب ختم کرتا ہوں ـــــ درگاہ رب العالمین میں دعا کرتا ہوں کہ میری اس ناچیز تحریر کو قبول عامہ کا شرف عطا ہو اور قیامت میں مغفرت کا وسیلہ ہو آمین ثم آمین ـــــ

(راقم خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر متوطن بھیں، ضلع جہلم)

الجواب

مؤلف نے اس مقام پر اور اس سے قبل صفحہ ۴۲/۴۳ وغیرہ پر اگرچہ بظاہر شیعہ خیر البریہ کو رگیدا ہے مگر درحقیقت یہ سارا زہر امام العصر حضرت حجۃ بن الحسن عجل اللہ تعالےٰ فرجہٗ کے خلاف اگلا ہے اور ان کے وجود ذی جود اور ان کی غیبت کبریٰ کا مذاق اڑا کر اپنی باطنی خباثت کا اظہار کیا ہے۔

عقیدۂ مہدی اتفاقی ہے

حالانکہ مذاہب و ادیان عالم پر سرسری نگاہ رکھنے والے حضرات سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ تمام مذاہب میں کسی نہ کسی رنگ میں ایک مصلح اعظم کے آنے کا تخیل موجود ہے بالخصوص اہل اسلام کا تو حضرت مہدی کے ظہور فرمانے پر اتفاق ہے اگرچہ بعض خصوصیات میں فی الجملہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

احادیث ظہور مہدیؑ

اس سلسلہ میں کتب فریقین میں احادیث شریفہ حد تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک حضرت مہدی ظہور نہیں فرمائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطوّل اللہ ذلک الیوم حتی یبعث رجل من اھل بیتی اسمہ اسمی یملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً" اگر (بالفرض) زندگانی دنیا کا صرف ایک دن ہی باقی رہ جائے تو خداوند عالم اسے اسقدر دراز کر دے گا کہ میرے اہلبیتؑ میں سے ایک شخص مبعوث ہوگا جو میرا ہم نام ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسطرح بھر دیگا جسطرح پہلے ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی (ترمذی، مشکوۃ، سنن ابوداؤد وغیرہا)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حضرت مہدیؑ کی ولادت

ابھی اوپر لکھا جا چکا ہے کہ عقیدۂ ظہور مہدی پر اتفاق ہے جس کا خود ہمارے مخاطب نے بھی آفتاب ہدایت کے صفحہ ۱۴۱ پر بایں الفاظ اقرار کیا ہے "اسمیں کوئی شک نہیں کہ ہم لوگ بھی حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے منتظر اور انکی زیارت کے مشتاق ہیں" مگر ساتھ ہی یہ اشارہ بھی کیا جا چکا ہے کہ بعض خصوصیات میں فی الجملہ اختلاف ہے منجملہ ان خصوصیات کے ایک مسئلہ ولادت بھی ہے کہ آیا آنجنابؑ کی ولادت باسعادت ہو چکی ہے اور اسوقت آپ حجاب غیبت میں مستور ہیں یا یہ کہ آخری زمانہ قریب ظہور میں آپکی ولادت ہوگی؟ سو تمام شیعہ خیر البریہ اور بعض منصف مزاج اعلام اہلسنت اس بات کے قائل ہیں کہ آپ کی ولادت ۲۵۶ھ بمقام سامرا (عراق) میں واقع ہو چکی ہے اور اسوقت باذن اللہ پردہ غیبت میں روپوش ہیں چنانچہ درجذیل کتابوں میں یہ تصریح موجود ہے (شرح نہج البلاغہ حدیدی ج ۱ ص ۹۳ ج ۲ ص ۴۹۔ اسعاف الراغبین مطبوع بر حاشیہ نور الابصار ص ۱۰۴/۱۱۲، شواہد النبوۃ جامی ص ۲۱۳ ینابیع المودۃ ص ۱۸۲ ج ۲، فصول مہمہ، تذکرہ خواص الامہ مطالب السئول وغیرہا)

کتب اہلسنت در حالات امام مہدی

بعض انصاف پسند علماء اہلسنت نے تو امام زمانہ کے حالات میں مخصوص کتب و رسائل لکھ کر اور آپکے وجود ذی جود کا اثبات کر کے اس سلسلہ میں جملہ شکوک و شبہات کا بڑے اچھے انداز میں ازالہ کیا ہے جیسے (۱) البیان تالیف حافظ محمد بن یوسف گنجی (۲) کشف المخفی فی مناقب المہدی (۳) التوضیح فی تواتر ما جاء فی المنتظر المہدی للشوکانی (۴) العرف الوردی فی اخبار المہدی للسیوطی وغیرہا۔

وجود امام کا ایک فائدہ بقاء دنیا بھی ہے

یہ کہنا کہ ایسے امام غائب کا کیا فائدہ جسے نہ ہم دیکھ سکتے ہیں اور نہ ان سے مسائل دریافت کر سکتے ہیں کوتاہ اندیشی کی دلیل ہے کیونکہ نبی و امام کے وجود کا فائدہ صرف مسائل بیان کرنا ہی نہیں۔ بلکہ انکے وجود مسعود کا سب سے بڑا فائدہ عالم ارضی کی بقا بھی ہے جسے خدا نے وجود حجت کیساتھ اپنی حکمت بالغہ سے وابستہ کر دیا ہے خواہ وہ ظاہر و مشہور ہو یا خائف و مستور چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "اھلبیتی امان لاھل الارض کما ان النجوم امان لاھل السماء میرے اہلبیتؑ کا وجود اہل زمین کیلئے اسیطرح باعث امن و امان ہے جسطرح اہل آسمان کیلئے ستاروں کا وجود باعث امن ہے جب ستارے نہیں رہیں گے۔ تو اہل آسمان کی ہلاکت واقع ہو جائیگی اور جب دنیا میرے اہلبیتؑ سے خالی ہو جائیگی تو اہل دنیا کی ہلاکت واقع ہو جائے گی (صواعق محرقہ ص ۸۵ طبع جدید مصر) ونعم ما قیل

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

قدم سے مہدیٔ دیں کے زمین قائم ہے پانی پر
قرارِ کشتیٔ دنیا کے لنگر ایسے ہوتے ہیں

ہدایت کیلئے ہادی کا ظاہر ہونا ضروری نہیں ہے

علاوہ بریں ارباب دانش و بینش پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ ہدایت یا گمراہی کے لئے ہادی یا مضل کا آنکھوں کے سامنے موجود ہونا ضروری نہیں ہے خداوند عالم حواس سے مخفی رہ کر ہدایت فرماتا ہے اور دشمن خدا شیطان آنکھوں سے اوجھل رہ کر گمراہ کرتا ہے تو بلا تشبیہ امام زمانہ پردۂ غیبت میں رہ کر کیوں فریضۂ ہدایت انجام نہیں دے سکتا؟ خود امام زمانہ سے یہی سوال کیا گیا تھا۔ فرمایا کالشمس اذا غیبتھا السحاب "میری غیبت کے زمانہ میں لوگ میرے وجود سے اسطرح فائدہ حاصل کریں گے جسطرح آفتاب سے حاصل کرتے ہیں جبکہ وہ بادل کی اوٹ میں چلا جائے (بحار ج ۱۳ ــــ ینابیع ج ۲ ص ۱۶۹ وغیرہا)

غرض و غایت ظہورِ امامؑ

مؤلف نے جابجا شیعیان حیدر کرار پر یہ طعن توڑا ہے کہ وہ صرف اسلئے امام زمانہ کا انتظار کرتے ہیں کہ وہ انکا قرآن بدلیں گے اسوقت انکا کوئی قرآن نہیں ہے ہم اس موضوع پر کتاب کی ابتدا میں مفصل گفتگو کر چکے ہیں کہ شیعہ فریقین کے وجود قرآن پر متفق ہیں اجماع ہے اور وہ اسے خدا کی آخری الہامی کتاب مانتے ہیں حضرت بقیہ کا جو کہ وہ قرآن مجید جو امام عصرؑ کے پاس موجود ہے وہ صرف تنزیل کیمطابق مرتب کردہ ہے اور اسکے ساتھ ساتھ اسمیں قرآن کی تفسیر و تاویل بھی درج ہے واپس۔ بہرحال یہ آمد امام کا جزوی فائدہ ہے امام کی تشریف آوری کی اصلی غرض و غایت دو چیزیں ہیں۔ (۱) ایک جناب رسولخدا کی شریعت مقدسہ کی صحیح نشر و اشاعت اور اسکی ترویج و ترقی (۲) دوسرے زمین سے اور اسکا غلبہ ظلم و جور کا خاتمہ کر کے اسے عدل و انصاف سے لبریز کرنا۔ اور ادیانِ باطلہ پر دین اسلام کو غالب کرنا جیسا کہ اوپر درجکردہ احادیث صحاح ستہ وغیرہا سے واضح و آشکار ہے کہ یملا الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً ــــ

تاخیر ظہور کے بعض حکم و مصالح

باقی رہی یہ بات کہ "امام مہدی کب ظہور فرمائیں گے" یہ خدا کے محکم قضا و قدر سے متعلق ہے اور خدا کے ان اسرار مکنونہ میں سے ہے جنہیں اسی علام الغیوب کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمہ را

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کذب الوقاتون کذب الوقاتون۔ کذب الوقاتون امام

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کا وقتِ ظہور معین کرنے والے جھوٹے ہیں (اصولِ کافی) خواہ اس کی وجہ وہ ہو جو مؤلف نے آفتاب کے صفحہ ۴۲ پر اصول کافی سے نقل کی ہے یا وہ وجوہ ہوں جو موصوف نے صفحہ ۴۳ پر علامہ حائری رح کی غایۃ المقصود سے پیش کی ہیں یا وہ اسباب ہوں جو ثالث عشر بحار، العبقری الحسان، نجم ثاقب اور اکمال الدین و اتمام النعمۃ وغیرہ کتب میں مذکور ہیں ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔ ہمارا کام تو بموجب ارشاد امام زمانہ "اکثروا الدعا بتعجیل الفرج فان فیہ فرجکم" (جسقدر ہو سکتا ہے۔ میرے ظہور کی تعجیل کی دعائیں کرو کیونکہ اسی میں تمہاری گشائش ہے) (احتجاج طبرسی) انکے تعجیل ظہور کی دعا کرنا ہے وبس۔ ع

در بند ایں مباش کس شنید یا نشنید

بہرکیف ؎

اسرارِ خدا رانہ تو دانی و نہ من
ایں حرف معمانہ تو خوانی و نہ من

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مگر مؤلف کا صفحہ ۴۲ پر بیان کردہ وجہ سے یہ استنباط کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ خدا شیعہ پر ناراض ہے کیونکہ امام کے ظہور کا فائدہ صرف شیعوں کو نہیں بلکہ تمام اہلِ اسلام بلکہ تمام اہلِ عالمِ امکان کو پہنچتا ہے۔ اسلئے انکے عدمِ ظہور میں بھی سب کو دخل ہے حقیقت یہ ہے کہ قد حرد الامام لطف وتصرفہ لطف آخر وعدمہ منا" (شرح تجرید) آہ۔ شامتِ اعمال ماصورتِ نادر گرفت۔ بہرحال اس تاخیر و تعویق کا سبب ہم ہی ہیں اس میں خدا اور امام کا ہرگز کوئی قصور نہیں ہے از ماست کہ بر ماست ع اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست۔

ایک ضروری وضاحت

مؤلف نے حافظین امام کی تعداد تین سو سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہنوز تمام دنیا میں اتنے شیعہ موجود نہیں ہیں اسکے متعلق پہلی گذارش تو یہ ہے کہ روایت میں یہ کہیں درج نہیں ہے کہ جب اسقدر شیعہ ہو جائیں گے تو اسوقت فوراً امام ظہور فرمائیں گے بلکہ حدیث میں صرف اسقدر وارد ہے کہ امام کے ظہور کے وقت انکے مخصوص اصحاب کی تعداد اصحاب بدر کی تعداد کیمطابق ۳۱۳ ہوگی وبس اور اس سے یہ نتیجہ ہرگز برآمد نہیں ہوتا جو مؤلف برآمد کرنا چاہتے ہیں۔ دوم یہ کہ ہم اس سے پہلے مبحث میں ثابت کر چکے ہیں کہ ہرگزدہ و جماعت میں نام نہاد آدمی زیادہ اور حقیقی باعمل بہت قلیل ہوا کرتے ہیں اسمیں کسی فرقہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے قرآن شاہد ہے کہ حضرت موسیٰ نے میقاتِ پروردگار کیلئے ستر ہزار گلہ گروہ میں سے انتخاب در انتخاب کر کے صرف ستر آدمی چنے تھے جو عند الامتحان سب ناکام ہوئے۔ سچ ہے۔ عند الامتحان یکرم الرجل او یہان ــــ واللہ الموفق وعلیہ التکلان۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ملاقاتِ امام زمانہ غیبتِ کبریٰ میں ملاقاتِ امام کا دعویٰ کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے مگر اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آجکل کسی آدمی کو یہ شرف حاصل ہوسکتا ہی نہیں؟ سینکڑوں خوشقسمت اہل ایمان وایقان گذرے ہیں اور کئی اسوقت بھی موجود ہوں گے جو اس شرف سے مشرف ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں ؎

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اس قسم کے بیسیوں واقعات بذیل عنوان "تاخیرِ ظہور کے مصالح" میں نام بردہ کتابوں میں مذکور ہیں فراجع۔ مؤلف کا غایۃ المقصود کی بیان کردہ حکایت دریائی پر یہ اعتراض کس قدر بودا ہے کہ "اتنی بڑی آبادی جغرافیہ والوں کی آنکھوں سے آج تک کیوں مخفی ہے" جغرافیہ پر اسقدر ایمان وایقان؟ اللہ اللہ! ایسے ہی مادی جغرافیہ پر ایمان لانے اور عرش خدا کا انکار کرنے والے مغرب زدہ نوجوانوں کے متعلق اکبر الہ آبادی نے کہا تھا ؎

قائل خدا کے عرش کے کیونکر ہوں یہ عزیز
جغرافیہ میں عرش کا نقشہ نہیں ملا

اگرچہ مغرب زدہ لوگوں کو اس ایراد میں معذور سمجھا جاسکتا ہے مگر ایک مولوی ایسا بودہ اعتراض کرنے میں کسی رنگ سے معذور نہیں اگر امریکہ دو اڑھائی سو سال پہلے تک جغرافیہ نویسوں سے مخفی رہ سکتا ہے اور کوئی تعجب نہیں ہوتا تو اگر جزیرۃ الخضراء آج تک انکی آنکھوں سے مخفی رہے تو اسمیں کیا جائے تعجب ہے؟ ع

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

حکایتِ عجیب کا جوابِ عجیب مؤلف نے غایۃ المقصود والی اس حکایت پر بھی بڑے زور سے ایراد کیا ہے جس میں امام زمانہ کا ایک رات میں اس کتاب کو نقل کرنا مذکور ہے جو ایک سال سے کم عرصہ میں نقل نہ ہوسکتی تھی نہ معلوم ایک مسلمان کیلئے اسمیں کیا جائے ایراد ہے؟ اگر خدا کا ایک ہرگزیدہ بندہ، آصف بن برخیا اسم اعظم کے ایک حرف کی برکت سے چھ ماہ کے راستہ سے چشم زدن میں تخت بلقیس کو لاسکتا ہے (الذی عندہ علم من الکتاب) تو جس بزرگ کے پاس اسم اعظم کے پورے بہتر حرف موجود تھے (ومن عندہ علم الکتاب) اگر وہ ایک سال میں لکھی جانے والی کتاب کو صرف ایک رات میں لکھدے تو اسمیں کیا جائے تعجب ہے؟ حالانکہ کتابت کی سرعت وسستی ایک انسانی چیز ہے جو کاتب کی حیثیت کے مطابق بدلتی رہتی ہے۔ آج تک کوئی ایسا آلہ ایجاد نہیں ہوا جو یہ بتائے کہ ہر کاتب آجکے وقت میں اتنی مقدار لکھ سکتا ہے آج کے مشینی دور نے تو یہ سب فیصلے حل کر دیئے ہیں پہلے جو کام ایک کاتب سالوں میں کرتا تھا اب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وہ گھنٹوں میں کیا جا رہا ہے! وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ لانہ علی کل شیئ قدیر ولا یحد قدرتہ الاکل مرتاب شریر۔

طریفہ جب مؤلف کتاب بقول خود حضرت مہدی کے منتظر اور انکی زیارت کے مشتاق ہیں تو پھر وہ شیعان حیدر کرار کو کیوں کوسنے دیتے ہیں اور ان سے کیوں ظہور امام کی استدعا والتجا کراتے ہیں خود سارے اہلسنت اجماع کرکے (جنکی تعداد کروڑوں تک پہنچی ہوئی ہے) بارھواں امام منتخب کیوں نہیں کر لیتے؟ اور اگر آج کروڑوں مسلمان ملکر رسول کی سند کے بارھویں وارث کا انتخاب نہیں کر سکتے تو پھر ماننا پڑے گا کہ وفات نبوی کے بعد چند آدمی سقیفہ بنی ساعدہ میں بیٹھ کر اقلیم امامت کے پہلے تاجدار کا انتخاب بھی نہیں کر سکتے ربک یخلق مایشاء ویختار۔ ما کان لھم الخیرۃ

خاتمۂ کتاب در جواب "فتنہ تکفیر روافض" مؤلف کتاب ختم کر چکے دعائے خاتمہ کر چکے، اپنا نام اور تاریخ اختتام رقم کر چکے پھر یاد آیا کہ ہنوز ان کے ترکش ظلم وجور اور جعبۂ اتہام والزام میں ایک تیر باقی رہ گیا ہے اور وہ ہے "فتویٰ تکفیر روافض" چنانچہ اس سلسلہ میں اپنے نامۂ اعمال کی طرح پورے آٹھ صفحات سیاہ کر ڈالے اور شیخ احمد سرہندی کے مکتوبات، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور دربار گولڑہ شریف سے بے بنیاد الزامات کی بناء پر صادر شدہ کفر کے فتوے نقل کئے اور اس سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کا فتویٰ بھی پیش کیا جو سراسر انکے خلاف ہے کیونکہ اسمیں اہل بدعت کی مذمت ہے اور وہ ہم نہیں بلکہ اہل بدعت وہ ہیں جن کے خلفاء و پیشوا بدعتی تھے جنکی بدعتوں سے کتب سیر و تواریخ لبریز ہیں صرف تاریخ الخلفاء میں باب اولیات فلاں و فلاں و فلاں ہی دیکھ لینا کافی ہے۔ اسی پر بس نہیں کی بلکہ جب اس مبحث کو بھی صلہ ۳۷۶ پر ختم کر چکے اور اپنا نام ونشان اور تاریخ اختتام بھی درج کر چکے تو پھر ایکا ایکی نہاں خانۂ دماغ سے خیال محال کی ایک لہر اٹھی اور "قرآن کا معجزہ کوئی شیعہ حافظ نہیں ہو سکتا" عنوان قائم کرکے قریباً ایک صفحہ اور سیاہ کر ڈالا۔ مؤلف کی اس روش و رفتار سے انکے ذہنی انتشار کا اندازہ لگانا اہل دانش کیلئے چنداں مشکل نہیں ہے۔ گویا وہ زبان حال سے پکار رہے ہیں کہ

کبھی گرتا ہوں مینا پر کبھی جھکتا ہوں ساغر پر
میری بے ہوشیوں سے ہوش ساقی کے بکھرتے ہیں

یہ عداوت اہلبیتؑ کا تازیانۂ عبرت ہے جسکے درد کی شدت سے موصوف کو یوم القرار تک ہرگز قرار نہیں آئیگا۔ انشاء اللہ القہار ــــ دنیا میں بڑے بڑے مشکل کام مگر کسی مسلمان کو کافر قرار دینے سے مشکل تر کوئی کام نہیں ہے اور کسی کافر کو مسلمان بنانے سے بہتر کوئی عمل وعبادت نہیں ہے مگر افسوس خلط رحم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کرے ملاؤں پر کہ (کار ملا فی سبیل اللہ فساد۔ والفتنۃ اشد من القتل) جن سے اپنے غلط قول و کردار کیوجہ سے کوئی کافر تو مسلمان ہوتا نہیں۔ اسلئے وہ مسلمانوں کو کافر بنا کر اپنے حلوے مانڈے اور زردہ پلاؤ کا انتظام کر رہے ہیں ؎

روٹی تو کسی طور کما کھائے مچندر

افسوس ہے خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں ؎ ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

بہر حال مؤلف کا شیعیان علیؑ کو کافر قرار دینا جہاں انکے جاہل بہ قرآن وحدیث ہونیکی دلیل ہے وہاں انکے اپنے ائمہ اور فقہاء کے کلام وفتاوٰی سے بھی ناواقف ہونے کا ناقابل رد ثبوت ہے۔

قرآنی معیارِ اسلام ارشادِ قدرت ہے لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا جو شخص تم پر سلام کرے تم اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے اس ارشاد خداوندی سے واضح ہو کہ جو شخص اسلامی طریقے پر سلام کرے یعنی خدا و رسول اور انکی تعلیمات کا قائل ہو اسے کافر کہنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے جب تک ضروریات دین میں سے کسی کا انکار نہ کرے۔

اسلام کیا ہے؟ بخاری پ ۱ ص ۲۶ کتاب الایمان مشکوۃ کتاب الایمان فصل اول ج ۱ ص ۷ پر عمر بن الخطاب کی زبانی روایت ہے کہ ہم بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دوزانو بیٹھ کر سوال کیا اخبرنی عن الاسلام ؟ مجھے بتائیے اسلام کیا ہے ؟ فرمایا ان تشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکاۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا۔ اسلام یہ ہے کہ گواہی دو خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں اور یہ کہ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو، زکوۃ دو اور اگر استطاعت ہو تو حج بھی کرو۔

ایمان کیا ہے؟ پھر سائل نے عرض کیا اخبرنی عن الایمان ؟ مجھے بتائیے ایمان کیا ہے ؟ فرمایا ان تؤمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم والآخر وتومن بالقدر خیرہ وشرہ خدا، اسکے ملائکہ، اسکی کتابوں اسکے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لاؤ اور تقدیر کی بھلائی و برائی پر ایمان رکھو۔ ان حقائق سے واضح ہے کہ صحابہ رسول بالخصوص اصحاب ثلاثہ کا ماننا نہ رکن اسلام ہے اور نہ شرط ایمان اور نہ ہی ضروریاتِ اسلام میں داخل اور بفضلہ تعالےٰ۔ اہلسنت کے مقرر کردہ معیارِ اسلام و ایمان پر شیعیانِ علی علیہ السلام صدفی صد پورے اترتے ہیں۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

مسلمان کون ہے؟ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ الخ۔ انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارے ذبیحہ کو کھائے وہ مسلمان ہے اسکے لئے خدا و رسول کا ذمہ و عہد ہے (بخاری پ ۱ ص ۳۴ باب فضل استقبال القبلۃ۔ مشکوٰۃ ص ۱۱ کتاب الایمان) اس حدیث شریف سے بھی شیعوں کا ایمان روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

امام اعظم کا فتویٰ

اہلسنت کے امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی کا فتویٰ ہے۔ انا لا نکفر احدًا من اھل القبلۃ ہم قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے والے کسی بھی شخص کو کافر نہیں کہتے (شرح فقہ اکبر ص طبع دہلی) نیز امام صاحب فرماتے ہیں لا نکفر مسلمًا بذنب من الذنوب وان کانت کبیرۃ ہم کسی مسلمان کو کسی گناہ کرنے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو (شرح فقہ اکبر ص ۸۶)

امام شافعی کا فتویٰ

کتاب الیواقیت والجواہر ص ۲۷۴ پر امام شافعی کا بھی یہی فتویٰ درج ہے کہ وہ کسی قبلہ کو کافر نہیں سمجھتے۔

اکابر اہلسنت کے فتاویٰ

(۱) مولانا عبدالحی بحر العلوم لکھنوی کے فتاویٰ ج ص ۲/۹۱ ۹۲ پر لکھا ہے "تبرائی شیعہ کافر نہیں گو سب صحابہ کرتے ہوں وہ فاسق ہیں کافر نہیں ذبیحہ انکے ہاتھ کا حلال ہے حرام نہیں مناکحت بھی انکے ساتھ درست ہے"

(۲) علامہ وحید الزمان سنن ابن ماجہ مترجم اردو ج ۱ ص ۲۷/۲۱۸ پر لکھتے ہیں "ایمان فقط اقرار کا نام ہے یعنی جس نے اقرار کیا اللہ کی توحید کا اور رسول صلعم کی رسالت کا پس اس پر احکام اسلام دنیا میں جاری کیے جائیں گے اور اس پر کفر کا حکم نہ لگایا جائیگا"

(۳) مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنے اخبار اہلحدیث مجریہ ۲۲ جون ۱۹۲۳ء میں لکھتے ہیں "شیعہ اور سنی میں اختلاف شدید ہے لیکن اجمالی طور پر اصولی اتفاق بھی ہے مثلاً کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تصدیق دونوں کرتے ہیں پس اس اصولی اتفاق کی وجہ سے میل ملاپ جائز ہے"

(۴) علامہ عبدالعلی حنفی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں "الصحیح عند الحنفیۃ ان الرافضی لیسوا بکفار۔ یعنی حنفیہ کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ رافضی کافر نہیں ہیں (از فتاویٰ عبدالحی ج ۲ ص ۲۴۰) انہی چار عدد شہادتوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

سب شیخین موجب کفر نہیں ہے

مؤلف نے اس فتویٰ میں جو چند بے بنیاد الزامات شیعوں پر عائد

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کئے ہیں - ان میں سے ایک "قذف عائشہ" ہے حالانکہ شیعیان علیؑ ہرگز اس صاحبہ پر یہ الزام نہیں لگاتے اس الزام تراشی کا سہرا مؤلف کے پیارے جنہوں صحابہ رسولؐ کے سر ہے دوسرا الزام سب صحابہ ہے ہم کئی مرتبہ واضح کر چکے ہیں کہ ہم کفار و مشرکین کو بھی سب کرنا روا نہیں سمجھتے اور اگر بالفرض کوئی شخص اس فعل کا ارتکاب کرے تو اہلسنت کے اصول مذہب کے مطابق یہ گناہ باعث کفر نہیں ہے چنانچہ شرح فقہ اکبر صـ۸۶ پر ملا علی قاری لکھتے ہیں" ان سب الشیخین لیس بکفر" یعنی شیخین ابوبکر و عمر) کو گالی دینا کفر نہیں ہے" اسطرح علامہ عبدالحی اپنے فتاوی ج ۱ صـ۳ پر لکھتے ہیں ہیں" وسب شیخین موجب کفر نمی شود وہمیں مذہب موافق قول امام اعظم است" یعنی سبِ شیخین موجب کفر نہیں ہے اور یہی نظریہ امام اعظم کے قول کے موافق ہے" امام مذہب کے اس ناطق فتوی و فیصلہ کے بالمقابل کسی اور شخص کے فتوی کی کیا وقعت ہے چاہے وہ مولوی ہو یا مولانا۔ اور چاہے مفتی ہو اور علامہ ہو ؎ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

— اگر عبدالقادر جیلانی (جو کہ حنبلی المذہب ہیں) نے شیعیانِ علی پر کفر کا فتوی لگایا ہے تو اس سے ہمارے مؤلف کو خوش نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ انکے سنانِ قلم کی زد سے حنفی سنی حضرات بھی محفوظ نہیں ہے بلکہ انہوں نے جہنمی فرقوں کی فہرست میں نعمان بن ثابت کوفی (امام اعظم) کے نام لیواؤں کو بھی شمار کیا ہے — (ملاحظہ ہو غنیۃ الطالبین صـ۲۰۸ کذا فی شرح فقہ اکبر ج ۱ صـ۶۷ تاریخ بغداد ج ۱۳ صـ۳۷۳ میں لکھا ہے" کان ابو حنیفۃ (رأس المرجئۃ" کہ ابو حنیفہ مرجئہ کا رأس و رئیس تھا") ؎ (جنہیں شیخ عبدالقادر نے جہنمی قرار دیا ہے)

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

اخری عنوان "کوئی شیعہ حافظِ قرآن نہیں ہو سکتا" کا جواب باصواب

جہاں تک شیعوں میں حافظ ہونے کے بے بنیاد الزام کا تعلق ہے ہم اس موضوع پر اوائل کتاب میں تفصیل سے گفتگو کر کے اسکا بے اصل ہونا ثابت کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ قطع نظر دوسرے ممالک کے شیعہ حفاظ قرآن کے اور قطع نظر پاکستان کے دیگر صوبوں کے صرف اسکے صوبہ پنجاب میں اسوقت بیسیوں اجل حافظِ شیعہ خیر البریہ موجود ہیں[1] اور پرستان ثلاثہ جو یہ راگ الاپا کرتے ہیں کہ ثلاثہ شیعہ کے حافظ سے قرآن بھلا دیتے ہیں وہ یہ کہہ کر ثلاثہ کی مدح نہیں بلکہ اپنی نادانی سے انکی قدح کرتے ہیں کیونکہ خداوند عالم نے قرآن میں شیطان کی یہ صفت بیان کی ہے" انساھم ذکر اللہ" کہ وہ لوگوں کو ذکرِ خدا (قرآن) بھلا دیتا ہے" اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو قرآن بھلانا شیطان کا کام ہے نہ کہ عباد الرحمٰن کا فلا تعقل[2] عداوند عالم ان لوگوں کو معقول و خردار اور رشد و ہدایت کی دولت سے نوازے اور اہلبیتؑ کی کشتی پر سوار ہو کر بحرِ حیات میں خط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور شیعیان حیدر کرار کو جادۂ حق پر ثابت قدم

[1] جنکی ایک اجمالی فہرست اوائل کتاب میں درج کی جا چکی ہے [2] حاشیہ صـ۷۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں -

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

رکھے اور انکو ہر قسم کے شیاطین انسی وجنی سے کے شرور ووساوس سے اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہماری اس ناچیز سعی وکوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس کتاب کو اسکے نام کیطرح قیام قیامت تک گم گشتگان وادیٔ ضلالت کیلئے تجلی طور اور ہمارے لئے مرنے کے بعد قبر وحشر میں شمع نور قرار دے۔ انہ قریب مجیب آمین یارب العالمین بجاہ النبی وآلہ الطاہرین[ع] وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وانا الیک متمسک بالثقلین ۶ دسمبر ۱۹۷۳ء

الاحقر محمد حسین عفا عنہ رب المشرقین

تاریخ تنظر ثانی ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

بمطابق ۱۳ فروری ۱۹۸۲ء

بروز ہفتہ بوقت ساڑھے نو بجے شب

تاریخ طباعت ثانیہ ۱۵ مئی ۱۹۸۶ء

---

[1] حاشیہ صفحہ ۷۲۵۔ شیعیان علیؑ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ ان کے فقط مرد ہی حافظ وقاری قرآن نہیں بلکہ ان کی عورتیں بلکہ ان کی بچیاں بھی حفظہ قرآن ہیں اور وہ بھی صرف اصلاح معاد کی خاطر نہ کہ طلب معاش کی خاطر۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء چنانچہ اس وقت صرف چک ۲۱ جنوبی ضلع سرگودہا جسے قدوۃ السالکین سرکار پیر سید فضل شاہ صاحب اعلی اللہ مقامہ کا مسکن ومدفن ہونے کی سعادت حاصل ہے چار عزیزیاں مکمل طور پر قرآن مجید حفظ کر چکی ہیں (۱) عزیزہ سید عظمت زہرا (۲) عزیزہ سیدہ عترت زہرا ہر دو دختران کوکب فلک سیادت جناب الحاج سید محمد علی شاہ صاحب شیرازی (۳) تسلیم فاطمہ۔ دختر چوہدری خدا بخش پسر جناب الحاج چودھری بھائی خان صاحب مرحوم (۴) عزیزہ عذرا بتول دختر شرافت مآب مولوی غلام حسین صاحب زید مجدہ خدا ان کے مساعی جمیلہ کو شرف قبول سے نوازے۔ اور ان کے توفیقات خیر میں اضافہ وازدیاد فرمائے

ع ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

(منہ عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نظم بجواب مولوی کرم دین

کیا ہو گیا ہے مفتیٔ اشرف مقام کو
کہتا ہے شام روز کو اور روز شام کو

ظاہر میں ادعا ہے کہ نہیں تابع نبیؐ
تجویز کر رکھا ہے قیاسِ حرام کو

ظاہر میں نام اور ہے باطن میں کچھ عمل
بدنام کر رہے ہیں یہ سنت کے نام کو

عُرسوں میں صوفی ناچتے ہیں ڈوم کی طرح
سمجھے ہوئے ہو خوب تم اس دھوم دھام کو

طبلے پہ تم چڑھاتے ہو نام اُس جناب کا
کیا منہ دکھا سکو گے رسولِ انام کو

گمراہ کیوں ہے تعزیہ داری پہ طعنہ زن
کیا تو جواب دے گا شہِ خاص و عام کو

دیکھا تھا اُمِ سلمہؓ نے غم میں حسینؑ کے
بیتاب و سربسنگ رسولِ انام کو

○

سرِ محشر خدا کے رُوبرو جب سامنا ہوگا
خدا جانے نواصب کا وہاں کیا فیصلہ ہوگا

وکالت جو یہاں کرتا ہے زہراؑ کے مخالف کی
خصومت کے لئے اس کی محمد مصطفےٰؐ ہوگا

امیر المومنینؑ کی ذات اقدس جس کی دشمن ہو
بقول مصطفےٰؐ وہ حشر میں بے آسرا ہوگا

علیؑ والے لبِ کوثر پئیں گے جام کوثر کے
مگر دشمن بصد حسرت وہاں پر دیکھتا ہوگا

سرِ منبر تو جن کا نام لے کر رقص کرتا ہے
قیامت میں تو اُن پر تبرا بھیجتا ہوگا

علیؑ کا بغض دل میں ہو کہاں کی ہے مسلمانی ؟
زمانے میں تو اے واعظ نہ تجھ سا بے حیا ہوگا

ہماری سینہ کوبی سے تمہیں کیوں درد ہوتا ہے
جفاکاروں میں شاید کوئی تیرا پیشوا ہوگا

ارے ظالم مٹانے سے یہ ماتم مٹ نہیں سکتا
تو جتنا ہی مٹائے گا یہ اتنا ہی سوا ہوگا

غزالی کی طرح تو بھی حقیقت کو چھپاتا رہ
مگر سبطِ پیمبرؐ کا یہ ماتم جا بجا ہوگا

تیری اس غش گوئی سے ہمیں تو اجر ملتا ہے
بُرا انجام آخر میں کرم دینا تیرا ہوگا

نہ دیں گے داد علیؑ والے تو کیا ہوگا
صدائے مرحبا مولا نجف میں کہہ رہا ہوگا

تعاقب چھوڑ دے منظور اب اس مؤلف کا
سزا اپنے کئے کی حق سے اب وہ پا رہا ہوگا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org